

سَعِيدُ الْحَقِّ

فِي تَخْرِيجِ

جَاءَ الْحَقُّ

تَكْرِيمَ الْفَرَسِ الْمُتَقِيٍّ امْرَأَتِهَا خُذْلَانِ مَعْنَى مُسْتَعِينِ

تَخْرِيجِ وَتَكْرِيمِ

عَلَامَةِ وَمَوْلَانَا سَعِيدِ الْعَمْرِ خُذْلَانِ قَاوِرِي

مَكْتَبَةُ سَعِيدِ الْفَرَسِ
بَغْدَادُ - 34826110-34810584

عَلَى مَوْلَى اللَّهِ

سعید الحق فی تخریج جاء الحق

مصنف

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و تخریج مع مزید دلائل

علامہ ابوالعباس سعید اللہ خان قادری

باہتمام

حافظ محمد جمیل قادری، محمد نواز تنولی

(ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ سبب کراچی)

مکتبہ غوثیہ

نزد جامعۃ الفاطمہ للبنات، بالمقابل مین گیٹ عسکری پارک یونیورسٹی روڈ کراچی۔

فون: 021-34926110/34910584

0300-2196801

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: سعید الحق فی تخریج جاء الحق

مصنف: علامہ ابوالعباس سعید اللہ خان قادری

باہتمام: محمد نواز تنولی

محمد جمیل قادری (ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ سبب کراچی)

زیر سرپرستی: سید شاہ تراب الحق قادری ثروت اعجاز قادری طارق محبوب
(امیر جماعت اہلسنت کراچی) (سربراہ سنی تحریک) (سربراہ انجمن نوجوانان اسلام)

بتعاون: شبیر ابوطالب شہید ہاجرہ بی بی محمد کامران
(حق ٹی وی) (سجادہ نشین دربار حقانیہ کراچی)

زیر نگرانی: علامہ سید مظفر حسین شاہ قادری (مقرر، شعلہ بیاں)
علامہ سراج اختر القادری

لیگل ایڈوائزر: ایڈوکیٹ جاوید تنولی (ہائی کورٹ) ایڈوکیٹ سہیل بیگ نوری،
ایڈوکیٹ اشفاق تنولی

کمپیوٹر کوڈ: M153

انتساب

فقیر اس تحقیق و تخریج کو قدوة السالکین، زبدة العارفين، سلطان الزاہدین، سراج
المقرین، شیخ طریقت رہبر شریعت، سیدی و مرشدی قبلہ حضرت سید میاں گل صاحب قادری
دامت برکاتہم العالیہ اور پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر میاں سید علی شاہ قادری دامت
برکاتہم العالیہ کی بارگاہ عظمت پناہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ جن کی روحانی
امداد و اعانت سے مجھ جیسے ناچیز کو اس مبارک کتاب کی تخریج و تحقیق کی توفیق حاصل ہوئی۔

خادم علمائے اہل سنت

سعيد الله خان قادری

آستانہ عالیہ قادریہ غوثیہ

نارتھ ناظم آباد پہاڑ گنج عثمان غنی کالونی بلاک R کراچی

عرض ناشر

اللہ عزوجل کے فضل و کرم اور حضور ﷺ کی رحمت سے مکتبہ غوثیہ کراچی درس نظامی اور دیگر مختلف موضوعات پر ۱۵۰ ڈیڑھ سو سے زائد کتب شائع کر چکا ہے۔ سعید الحق فی تخریج جاء الحق بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو کہ حضرت علامہ و مولانا سعید اللہ خان قادری صاحب کی تالیف ہے۔ چونکہ جاء الحق عقائد اہل سنت کی ترجمانی کرنے والی ایک بہترین کتاب ہے لہذا اس لیے عرصہ دراز سے یہ خواہش تھی کہ موجودہ دور کے لحاظ سے اس کتاب کو عوام کے لیے نام صرف مزید آسان کر دیا جائے بلکہ تحقیق و تخریج اور مزید دلائل کو بھی اس میں شامل کیا جائے۔ ماشاء اللہ حضرت علامہ و مولانا سعید اللہ خان قادری صاحب نے اس کام کو بہترین انداز میں سرانجام دیا۔

ان کے علاوہ علامہ سعید اللہ خان قادری صاحب کی تمام کتب مکتبہ غوثیہ شائع کر رہا ہے۔ جن میں سے چند مشہور کتب کے نام یہ ہیں:

(۱) اقامت میں حی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم (۲) نام اقدس ﷺ سن کر انگوٹھے چومنے کا مدلل ثبوت (۳) دعا بعد نماز جنازہ کا تحقیقی ثبوت (یہ ایک ضخیم کتاب ہے اس کتاب میں علامہ موصوف نے دلائل کے انبار لگا دیے ہیں اس موضوع پر شاید ہی عوام و خواص اہل سنت نے کوئی کتاب دیکھی ہو) (۴) حیلہ اسقاط اور دوران قرآن کا مدلل ثبوت (۵) تاریخ اسلام (دو جلدیں) (۶) غیب کی خبریں دینے والا نبی (دو جلدیں) (۷) ایک اہم سوال (۸) امام اعظم رضی اللہ عنہ پر امام ابن ابی شیبہ کے اعتراضات کے مسکت جوابات (بڑی بہترین کتاب ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے غلاموں کے لئے ایک نایاب تحفہ ہے) (۹) فقہ حنفی اور حدیث (مکمل سیٹ دس جلدیں) (امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تمام غلاموں کو یہ کتاب ضرور مطالعہ کرنا چاہیے غیر مقلدین جو حنفی عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ احناف حدیث کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کرتے ہیں اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انشاء اللہ تمام شبہات دور ہو جائیں گے) (۱۰) دیدار الہی (بہترین تحقیق کے ساتھ) (۱۱) فتاویٰ سعید اللہ یہ تمام کتب اور ان کے علاوہ علامہ سعید اللہ خان قادری صاحب کی اور بہت سے محققانہ کتب آپ کو صرف مکتبہ غوثیہ ہی شائع کر رہا ہے۔

جیسا کہ قارئین بہتر جانتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی مکتبہ غوثیہ کی کتب نہ صرف کراچی بیرون شہر بلکہ بیرون ممالک میں داد و تحسین حاصل کر چکی ہے لیکن پھر بھی قارئین علماء کرام و مشائخ عظام سے گزارش کروں گا کہ آپ اس سلسلہ میں ہماری مزید رہنمائی فرمائیں اور اگر ہماری پرنٹ کی ہوئی کسی بھی کتاب میں کمپوزنگ پر دف ریڈنگ یا ان کے علاوہ کوئی غلطی پائیں ازراہ کرم ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے۔ اور اس ادارہ کے ساتھ آپ تعاون بھی فرمائیں تاکہ ہم مزید بہتر انداز میں کام کر سکیں۔

آپ کے تعاون و دعاؤں کا طلب گار

محمد قاسم جلالی

بانی و خادم مکتبہ غوثیہ کراچی

بروز ہفتہ ۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ بمطابق ۹ جنوری ۲۰۱۰ء

فہرست

سعيد الحق في تخریج جاء الحق (حصہ اول)

51	حاشیہ اولوالامر کون ہیں؟	14	انتساب
56	اقوال مفسرین و محدثین	23	دیباچہ
57	تقلید شخصی کا بیان	23	تمام فتنوں سے بڑا فتنہ وہابیوں کا
58	حاشیہ تقلید شخصی کے چند مزید دلائل	24	وہابیوں کے ظلم اہل اسلام خصوصاً اہل حرمین پر
61	پانچواں باب تقلید پر اعتراضات و جوابات	25	حاشیہ محمد عبدالوہاب نجدی کون تھے
63	چاروں مذہب حق ہونے کے معنی	28	حاشیہ اسماعیل دہلوی کون تھے
66	قیاس کی بحث	30	حاشیہ دیوبندیوں کے عقائد
70	بحث علم غیب	30	غیر مقلد اور دیوبندیوں میں فرق
70	حاشیہ مقدمہ علم غیب	34	وجہ تصنیف کتاب
70	غیب کی تعریف اور اس کی اقسام	39	تفسیر تاویل تحریف کا فرق
75	حاشیہ علم غیب کی تعریف	40	تفسیر ہالرائے حرام ہے تفسیر کے مراتب
79	علم غیب کے متعلق چند فوائد	43	تقلید کی بحث
79	بری چیزوں کا علم برا نہیں	43	حاشیہ غیر مقلدیت ایک فتنہ ہے
80	تیسری فصل علم کے متعلق عقیدہ	44	باب اول تقلید کے معنی اور اس کی اقسام
81	حاشیہ علم غیب کے بارے میں عقیدہ اہل سنت	44	حاشیہ تقلید کے معنی
81	مکررین علم غیب سے سوالات	47	کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے
83	علم غیب کا ثبوت قرآنی آیات سے	48	کس پر تقلید واجب ہے اور کس پر نہیں
89	آیہ الکرسی میں حضور کی نعت ہے	48	مجتہد کے چھ طبقے ہیں
100	حاشیہ منافقین کا عقیدہ حضور ﷺ کو علم غیب نہیں	50	چوتھا باب تقلید واجب ہونے کے دلائل
105	حضرت خضر و ابراہیم علیہم السلام کا علم		

- 106 موت کے معنی کی تفصیل
- 113 کل شئی متاعی ہیں اور کل مای کی تخصیص کے جوابات
- 115 دوسری فصل علم غیب کی احادیث
- 115 حاشیہ کلی علم غیب کا ثبوت
- 118 حاشیہ صحابی رسول سواد بن قارب رضی اللہ عنہ
- 142 کاکلی علم غیب کا عقیدہ
- تیسری فصل شارحین احادیث کے اقوال میں
- در بارہ علم غیب
- 145 حاشیہ چند مزید احادیث سے علم غیب کا ثبوت
- 145 حاشیہ حدیث نمبر (۱) نجاشی رضی اللہ عنہ کے
- انتقال کی خبر دینا
- 149 حدیث نمبر (۲) حضور ﷺ نے پہلے سے بتا دیا
- تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے
- آئے ہو
- 150 حدیث نمبر (۳) یہ بکری بغیر اجازت ذبح ہوئی ہے
- 151 حدیث نمبر (۴) تمہارے پاس الہ جنت کا
- ایک شخص آ رہا ہے
- 153 حدیث نمبر (۵) سب سے بد بخت انسان کون
- ہے؟
- 156 حدیث نمبر (۶) زمین پر چلتا پھرتا شہید کو
- دیکھو
- 157 حدیث نمبر (۷) امام حسین رضی اللہ عنہ اور علم
- غیب مصطفیٰ ﷺ
- 159 حدیث نمبر (۸) بے شک امام حسن اور امام حسین
- رضی اللہ عنہما جنتی نو جوانوں کے سردار ہے
- 160 حدیث نمبر (۹) سب سے پہلے مجھ سے وہ
- ملے گی جو تم سب میں دراز دست ہے
- 163 حدیث نمبر (۱۰) اولیس قرنی رضی اللہ عنہ اور
- علم غیب مصطفیٰ ﷺ
- 113 حدیث نمبر (۱۱) دو عظیم گروہوں کے درمیان
- اللہ عزوجل اس کے ذریعہ صلح کرائے گا
- 167 حدیث نمبر (۱۲) صدقہ بن نوفل رضی اللہ عنہا شہید ہے
- 169 حدیث نمبر (۱۳) لیکن وہ شخص لطیف مبارک کو سینے
- والا شخص ہے یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
- 170 حدیث نمبر (۱۴) سب سے پہلے جو میری سنت
- کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا آدمی ہوگا یعنی یزید
- 171 حدیث نمبر (۱۵) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
- سے فرمایا تمہیں باغی جماعت شہید کرے گی
- 176 حدیث نمبر (۱۶) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
- اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ
- 185 حدیث نمبر (۱۷) منافق کی موت کی خبر دینا
- 189 حدیث نمبر (۱۸) وہ مال کہاں جو تم مکہ میں
- دفن کر کے آئے ہو
- 194 حدیث نمبر (۱۹) ان نیزوں سے فدیہ ادا کرو
- جو جدے میں ہیں
- 196 حدیث نمبر (۲۰) تو اسے نیل کا شکار کرتے
- ہوئے پائے گا
- 198 حدیث نمبر (۲۱) وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم
- نے حقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے
- 200 حدیث نمبر (۲۲) اس طرف سے کچھ سوار
- تمہارے پاس آئیں گے جو اہل مشرق کے
- بہترین لوگ ہیں
- 203 حدیث نمبر (۲۳) اسی ترتیب سے خلفاء ہوں گے

- حدیث نمبر (۲۳) سب سے پہلے مجھ سے 204
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ملے گی
- حدیث نمبر (۲۵) بے شک یہ ثعلبہ رضی اللہ 207
عنہ کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے
قول اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں
- حدیث نمبر (۲۶) ابوسفیان بن حرب رضی 208
اللہ عنہ کے دل کی بات بتاتا
- حدیث نمبر (۲۷) عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ 211
کا خفیہ منصوبہ ظاہر کر دیا
- حدیث نمبر (۲۸) تو نے اس کے رخسار میں 213
ایک تل دیکھا ہے جس وجہ سے تیرے جسم کا
ہر بال کھڑا ہو گیا
- حدیث نمبر (۲۹) میری امت میں ایک شخص 214
وہب نامی ہوگا
- حدیث نمبر (۳۰) اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا 215
ہوں کہ کس چیز نے تمہیں وہیں روک رکھا؟
- حدیث نمبر (۳۱) یہ شیمان بنت نفیلہ از دیہ اپنے 216
نچر شہباز پر کالا دوپٹہ اوڑھے موجود ہے
- حدیث نمبر (۳۲) زید بن صوحان رضی اللہ 217
عنہ کے اعضاء جنت میں پہلے داخل ہوں گے
- حدیث نمبر (۳۳) سراقہ تجھے کسریٰ کے نگن 219
پہنائے جائیں گے
- حدیث نمبر (۳۴) میری امت میں سے ایک 221
شخص موت کے بعد کلام کرے گا
- حدیث نمبر (۳۵) یہ بچہ ایک قرن تک زندہ 224
رہے گا
- حدیث نمبر (۳۶) آج وہ کوئی غیب کی بات 225
- کہہ دیتے ہیں تو وہ تو آج ہی یا کل وقت
چاشت ضرور رونما ہو جاتی ہے
- حدیث نمبر (۳۷) حضور ﷺ نے مجھے 226
میرے تمام دلی ارادوں سے مطلع فرمایا
- حدیث نمبر (۳۸) اے عثمان یاد رکھو وہ وقت 229
کچھ دور نہیں کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک
صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس
ہوگی
- حدیث نمبر (۳۹) تو اپنے دل میں کیا خیال 230
کر رہا تھا؟
- حدیث نمبر (۴۰) اسی شب کسریٰ کو قتل 231
کر دیا گیا جس روز آپ ﷺ نے یہ خبر دی
تمہیں
- چوتھی فصل علماء امت کے اقوال 233
- حضور علیہ السلام لکھنا جانتے تھے 238
- پانچویں فصل منافقین کی تائید علم غیب 239
- چھٹی فصل علم غیب کی عقلی دلیل 240
- حاشیہ جمہور کے نزدیک حضور ﷺ نے سر کی 241
آنکھوں سے رب کا دیدار نہیں کیا ہے۔
- علم غیب اولیاء 244
- حاشیہ اولیاء کرام رحمہم اللہ کا تعلیم الہی سے 247
غیب پر مطلع ہونا
- دوسرا باب علم غیب پر اعتراض و جواب 252
- حاشیہ ذاتی عطائی کا ثبوت 253
- حاشیہ عطائی علم غیب کا ثبوت 263
- پہلی فصل آیات قرآنیہ کے بیان میں 265
- لا اقول لکم میں نفی دو اور منفی تین ہیں اس کی 265

عقلی دلائل	425	عقلیہ سے	
دوسری فصل اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات	427	دوسرا باب حاکم و ناظر پر اعتراضات	378
حضور کے بے سایہ ہونے کا قرآنی آیات سے ثبوت	439	حاشیہ میری ساری امت اپنے سب اعمال نیک و بد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی	382
احادیث سے ثبوت	439	حضور علیہ السلام کو بشر کہنے کی بحث	391
فقہاء کرام کے اقوال	441	نہی کی تعریف اور اس کے درجات	391
وہابی دیوبندی تائید	443	پہلا باب اور اس بیان میں کہ نبی کو بشر یا بھائی	392
دوسری فصل۔ اعتراضات و جوابات	444	کہنا حرام ہے	
بحث نداء یا رسول اللہ	448	دوسرا باب بشریت پر اعتراضات	394
دوسرا باب نداء یا رسول اللہ پر اعتراضات	451	حاشیہ تم سے کسی ایک کی مثل بھی نہیں ہوں	395
حاشیہ نداء یا رسول اللہ پر مزید دلائل	456	حاشیہ حضور علیہ السلام کے فضائل شریفہ	397
اولیاء اللہ و انبیاء سے مدد مانگنا	464	امت کے لئے پاک	
حاشیہ حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر و تمہاری مدد کی گئی	466	رسالہ نور	405
حاشیہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا امام ابوحنیفہ	474	مقدمہ	406
رضی اللہ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرنا		پہلی فصل مسئلہ نور کا ثبوت	411
اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کا عقلی ثبوت	478	قرآنی آیات سے ثبوت	411
دوسرا باب اولیاء پر اعتراضات کے بیان میں	481	حضرات مفسرین کے ارشادات	412
رسالہ رحمت خدا بوسیلہ اولیاء اللہ	485	حاشیہ مزید دلائل	413
پہلا باب وسیلہ کے ثبوت میں	488	احادیث سے ثبوت	414
احادیث سے وسیلہ کا ثبوت	494	حاشیہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی روایوں کی	415
حاشیہ مزید احادیث سے ثبوت	500	توثیق	
بزرگان دین کے اقوال	505	حاشیہ ولادت با سعادت کے وقت نور	419
اقوال مخالفین	509	حضور ﷺ کے نور ہونے کے متعلق علمائے	420
دیوبندیوں کے پیشوا بھی وسیلہ پر عقیدہ رکھتے	510	اسلام کے ارشادات	
تھے ہم وہ بھی پیش کرتے ہیں		خود علماء دیوبند کے اقوال	423

عقلی دلائل	512	جوابات
دوسرا باب وسیلہ اولیاء اللہ پر اعتراضات	515	ان اصحاب کے نام جنہوں نے قبروں پر گنبد بنائے 603
دوسرا باب اس کی تعریف اور تقسیم پر	539	بحث مزارات اولیاء پر پھول ڈالنا چادریں چڑھانا 607
پہلا باب بدعت کی تعریف	532	چراغاں کرنا پہلا باب ان کے ثبوت میں 607
بدعت کی قسمیں اور ان کے احکام	535	بزرگوں کے چلوں کا حکم 615
بدعت کی قسموں کی پہچان اور علامتیں	536	نذر اولیاء 616
بحث محفل میلاد شریف کے ثبوت میں	547	رمضان شریف میں ختم قرآن پر چراغاں 617
باب میلاد شریف کے ثبوت میں	547	بحث قبر پر اذان دینا 618
دوسرا باب میلاد شریف پر اعتراضات و جوابات	553	اذان کہنے کے کل کتنے مواقع ہیں 619
نعت گوئی اور نعت خوانی عبادت ہے	555	اذان کے سات فائدے ہیں 619
تقسیم شیرینی کی بحث	555	دوسرا باب اذان قبر پر اعتراض و جواب 622
کسی کی یادگار منانا دن مقرر کرنا	557	مدرسہ دیوبند اور ختم بخاری 622
بحث قیام میلاد شریف کے بیان میں	559	قبر کا طواف اور دیوبندیوں کی کتاب 624
دوسرا باب قیام میلاد پر اعتراضات و جوابات	565	معانقہ عید اور بعد نماز مصافحہ کا ثبوت 625
فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں کا بیان	570	بحث عرس بزرگان 627
پہلا باب فاتحہ کے ثبوت میں	571	دوسرا باب مسئلہ عرس پر اعتراضات و جوابات 629
دوسرا باب فاتحہ پر اعتراضات و جوابات	576	مسئلہ قوالی کی نہایت نفیس تحقیق 631
بحث دعا بعد نماز جنازہ کی تحقیق میں	581	جائز کام میں ناجائز کے ملنے اور داخل ہونے کا فرق 632
حاشیہ مزید دلائل	581	بحث زیارت قبور کے لیے سفر کرنا 633
دوسرا باب اس دعا پر اعتراضات و جوابات	591	دوسرا باب سفر عرس پر اعتراضات و جوابات 635
مزارات اولیاء پر گنبد بنانا	596	کیا حضرت فاروق نے درخت کٹوایا تھا 637
اختلاف زمانہ سے بعض احکام بدل جاتے	600	کفنی یا الفنی لکھنے کے بیان 638
ہیں اس کی مثالیں		دوسرا باب کفنی لکھنے پر اعتراضات و جوابات 642
دوسرا باب گنبد مزارات پر اعتراضات و	602	بحث بلند آواز سے ذکر کرنا 645
		حاشیہ ذکر بالہر پر مزید دلائل 646
		بازاروں میں بگبیر کہنے سے عوام کو نہ روکو 649

- 651 دوسرا باب ذکر بالجہر پر اعتراضات و جوابات
- 659 بحث اولیاء کے نام پر جانور پالنا
- 661 دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات
- 666 بحث بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا اور
- 667 تبرکات کی تعظیم کرنا
- 667 قبر کا بوسہ دینا
- 667 حاشیہ مزارات کو چومنا جائز ہے بہترین تحقیق
- 683 دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات
- 684 سجدے کی تعریف اور اس کے اقسام و احکام
- 685 تبرکات کا ثبوت
- 689 بحث عبدالنبی عبدالرسول نام رکھنا
- 690 دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات
- 692 بحث اسقاط کا بیان
- 693 حیلہ شرعی کے جواز کے ثبوت میں
- 693 حاشیہ حیلہ اسقاط پر مزید دلائل
- 696 عورتوں کے کان کب سے چھیدے گئے
- 698 دوسری فصل روزے نماز کے فدیہ کے بیان میں
- 702 دوسرا باب حیلہ اسقاط پر اعتراضات و جوابات
- 710 نئی قبروں پر جمعہ تک حافظ بٹھانا
- 710 کتنے شخصوں سے حساب قبر نہیں ہوتا
- 710 قضاء عمری پڑھنے کی ترکیب
- 712 بحث اذان میں انگوٹھے چومنے کا بیان
- 713 اس کے دینی و دنیاوی فوائد
- 713 حاشیہ انگوٹھے چومنے پر مزید دلائل
- 719 دوسرا باب انگوٹھے چومنے پر اعتراضات و جوابات
- 725 بحث جنازے کے آگے کلمہ یا نعت بلند آواز
- 728 دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات
- 731 زمانہ کے اختلاف سے احکام کیوں بدل
- 732 جاتے ہیں اور اس کی مثالیں
- 735 دیوبندی عقائد
- 736 اسلامی عقائد
- 741 ضمیمہ جاء الحق
- 741 قہر کبریاء منکرین عصمت انبیاء
- 743 پہلا باب عصمت انبیاء کا ثبوت
- 746 دوسرا باب اس پر سوال و جواب
- 754 یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی نہ تھے
- 757 لمعات المصانع علی رکعات التراويح
- 757 پہلا باب بیس رکعت تراویح کا ثبوت
- 759 غیر مقلدین کے آرام و مسائل
- 760 دوسرا باب بیس رکعت تراویح پر سوال و جواب
- 762 حاشیہ بیس رکعات تراویح پر مزید دلائل
- 767 رسالہ طلاق الادلہ فی حکم طلاق ثلاثہ
- 768 پہلا باب اس کا ثبوت کہ ایک دم تین طلاقیں
- تین ہوتی ہیں
- 772 دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات
- 779 مختصر دلائل اذان سے قبل درود و سلام کا ثبوت
- 783 مختصر دلائل بحث مسئلہ ضاد و ظاد کی تحقیق
- 788 مختصر دلائل اقامت میں حی علی الفلاح پر
- کھڑے ہونے کا شرعی حکم

فہرست

سعيد الحق في تخریج جاء الحق (حصہ دوم)

818	دوسری فصل اس پر سوال و جواب	799	وجہ تصنیف کتاب
820	چوتھا باب امام کے پیچھے قرات نہ کرو	801	حدیث صحیح، حسن، ضعیف
820	قرات خلف الامام کس آیت سے منسوخ ہے	802	کن چیزوں سے حدیث ضعیف حسن بن جاتی ہے
824	حاشیہ قرات کے منع پر مزید دلائل	803	حاشیہ جرح مبہم قبول نہیں
828	عقل کا تقاضا ہے کہ امام کے پیچھے قرات منع ہے	802	امام صاحب کی احادیث ضعیف نہیں
828	دوسری فصل اس مسئلہ پر سوالات و جوابات	805	حدیث ضعیف مقلد کو مضر نہیں مگر وہابی کے لیے
830	تلاوت و تعلیم قرآن میں فرق		موت ہے
834	اسی صحابہ مقتدی کی قرات کے مخالف ہیں	806	پہلا باب کانوں تک ہاتھ اٹھانا
836	پانچواں باب آمین آہستہ کہو	806	پہلی فصل اس کا ثبوت
836	پہلی فصل	808	حاشیہ مزید دلائل
839	دوسری فصل اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات	808	اس کے عقلی دلائل
841	اونچی آمین کی حدیث قرآن و عقل کے خلاف ہے	809	دوسری فصل اعتراض و جواب
843	چھٹا باب رفع یدین نہ کرو	811	دوسرا باب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے
845	حاشیہ رفع یدین نہ کرنے پر مزید دلائل	812	اس کے عقلی دلائل
848	امام اعظم کا امام اوزاعی سے رفع یدین کے	813	دوسری فصل اس پر اعتراض و جواب
849	متعلق عجیب مناظرہ	814	حاشیہ مزید دلائل
849	عقلی دلیل	816	تیسرا باب نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنا
850	دوسری فصل اس پر سوال و جواب	817	عقلی دلیل
858	انحر کے عجیب معنی		

859	اذا ثبت الحدیث فھو مذہبی کی نفیس تحقیق	906	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
860	ساتواں باب وتر واجب ہیں	907	تیرھواں باب بوقت جماعت سنت فجر پڑھنا
860	حاشیہ وتر واجب ہیں مزید دلائل	907	پہلی فصل
862	وتر تین رکعت ہیں اس پر اعتراضات وجوابات	910	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
863	حاشیہ وتر تین رکعات ہیں مزید دلائل	913	چودھواں باب نمازیں جمع کرنا منع ہے
866	تین رکعات پر اعتراضات وجوابات	913	پہلی فصل
871	آٹھوں باب قنوت نازلہ منع ہے	915	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
872	حضور نے کن دشمنوں کو معافی دی اور کن کے لئے بد و عافرمائی	917	ہمارے معنی کی تائید
873	عقلی دلائل	920	پندرھواں باب سفر کا فاصلہ تین دن کی راہ ہے
874	دوسری فصل اس پر اعتراضات وجوابات	920	پہلی فصل
877	وتر میں دعائے قنوت ہمیشہ پڑھو	923	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
879	نواں باب التحیات میں بیٹھنے کی کیفیت	925	سولہواں باب سفر میں سنت و نفل
879	پہلی فصل	925	پہلی فصل
882	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات	928	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
885	دسواں باب بیس رکعت تراویح	931	سترھواں باب سفر میں قصر واجب ہے
885	پہلی فصل	931	پہلی فصل
887	حاشیہ بیس رکعات تراویح پر مزید دلائل	933	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
892	اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات	936	عثمان غنی نے منی میں اتمام کیوں کیا
894	دہائیوں سے سوالات	938	اٹھارھواں باب فجر میں اوجالا کرے
896	گیارھواں باب ختم القرآن پر روشنی کرنا	938	پہلی فصل
896	پہلی فصل	941	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
898	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات	945	انیسواں باب ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھو
901	بارھواں باب شبینہ ثواب ہے	945	پہلی فصل
901	پہلی فصل شبینہ کے ثبوت میں	947	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
903	حاشیہ شبینہ پر مزید دلائل	950	بیسواں باب اذان و تکبیر کے الفاظ
		950	پہلی فصل

1002	سنت وحدیث کا فرق	953	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
1003	دعا	957	اکیسواں باب معتقل کے پیچھے نماز ناجائز ہے
1005	گردن کا مسح کرنا بدعت نہیں	957	پہلی فصل
1007	خفیوں کے لئے خوشخبری	959	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
1012	مصنف کی دیگر محققانہ کتب	962	بائیسواں باب قے و خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے
		962	پہلی فصل
		964	قے اور خون میں عجیب فرق
		964	دوسری فصل اس پر سوال وجواب
		967	تیسواں باب ناپاک کنواں پاک کرنا
		967	پہلی فصل
		970	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
		973	چوبیسواں باب نماز جمعہ وعیدین گاؤں میں نہیں ہوتیں
		975	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
		979	پچیسواں باب نماز جنازہ میں الحمد شریف کی تلاوت نہ کرو
		979	پہلی فصل
		981	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
		983	خاتمہ
		983	امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب
		983	حاشیہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان
		987	چاروں اماموں کی ولادت و وفات عمر مزار
		992	دوسرا مسئلہ تقلید کی اہمیت
		997	قرآن وحدیث سے مسائل کے استنباط کا نمونہ
		1000	وہابی اور حدیث

تقریظ مبارک

سرمایہ اہلسنت مجاہد اہلسنت امیر جماعت اہلسنت ممتاز عالم دین علامہ ومولانا سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

فاضل نوجوان مولانا سعید اللہ خان قادری صاحب نے بڑی محنت مشاقہ سے حکیم الامت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی عالمی شہرت یافتہ کتاب ”جاء الحق“ کے دونوں حصوں کی تخریج فرمائی اور نئے انداز میں ترتیب دیا۔ کتابت بھی نہایت عمدہ ہے۔ جاء الحق کے دونوں حصوں میں درج قرآنی آیات واحادیث مقدسہ اور فقہی عبارات کے حوالہ جات کا اندراج اور نئی ترتیب یقیناً علماء اور طلباء کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے۔ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ کا ایک رسالہ ”وسیلہ“ اور ”مسئلہ نور“ بھی قارئین کی سہولت کی پیش نظر اس میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ یہ دونوں رسائل بھی لائق مطالعہ ہیں۔

نیز مرتب نے تین اور مسئلوں کا اضافہ کیا ہے۔ اور انہیں بھی بڑے اچھے طریقے سے تحریر فرمایا ہے جس میں خاص کر مسئلہ ”ضاد“ ہے جسے عموماً بد مذہب ”ذال“ کے مخرج سے پڑھتے ہیں۔ اس مسئلہ پر بھی کافی شافی روشنی ڈالی ہے نیز اذان سے قبل دو روز و دو سلام کا مسئلہ بھی بحسن خوبی بیان کیا ہے اور اقامت صلوٰۃ کے وقت اگر امام پہلے سے موجود ہو تو مقتدیوں کو جی علی الصلاۃ پر کھڑے ہونے سے متعلق تحقیق بھی موجود ہے اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہ ایسے مسلمات ہیں کہ کوئی دین سے ناواقف شخص ہی ان کا انکار کر سکتا ہے۔

مولانا موصوف ابھی نوعمر ہے ماشاء اللہ اپنی جوانی میں انہوں نے اس عظیم کام کو سرانجام دیا ہے آئندہ بھی موصوف سے مزید تحقیقی کام کی توقعات وابستہ ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس سعی کو اپنے دربار میں قبول فرما کر اجرا عظیم عطا فرمائے۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا محمد قاسم جلالی ہزاروی نے اپنے مکتبہ غوثیہ سے اس کی طباعت کا اہتمام کیا ہے یہ بھی لائق تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو بھی اپنے دربار میں قبول فرمائے۔

سید شاہ تراب الحق قادری

امیر جماعت اہل سنت پاکستان کراچی

تقریظ مبارک

الامام المحقق الحجة الثبت شيخ القرآن والحديث رئيس المحققين المحقق النبيل مفتي شاه

حسین گردیزی مد ظله العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مولانا سعید اللہ خان قادری علم دوست شخصیت ہیں ان کے شب و روز مطالعہ میں رہتے ہیں۔ اور ہر وقت علم کی بات کرتے ہیں حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہ العزیز جلیل القدر عالم دین گزرے ہیں اور جاء الحق کے نام سے اختلافی مسائل پر ایک معرکہ الآرا کتاب لکھی ہے جو پاک و ہند میں نہایت ہی مقبول ہوئی۔ حضرت مولانا سعید اللہ خان قادری دامت برکاتہم العالیہ کے ذوق نے انہیں اس طرف مائل کیا کہ اس کے حوالے جات کی تخریج کی جائے اور مزید دلائل میں اضافہ کیا جائے چنانچہ اس مشکل کام کو اپنی محنت شاقہ سے پورا کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس کام میں برکت اور قبولیت عامہ نصیب فرمائے اور ان کی عمر اور علم میں اضافہ فرمائے۔

مفتی شاہ حسین گردیزی

☆☆

بسم الله الرحمن الرحيم

عرصہ دراز سے یہ خواہش تھی کہ شہر کراچی میں اہلسنت والجماعت کا ایک ایسا مضبوط ادارہ ہو جو اہلسنت والجماعت کے علماء کی کتب کو پورے ملک سے منگوا کر عوام الناس اور علمائے اہلسنت تک پہنچا سکے اور اس کے ساتھ ساتھ علمائے اہلسنت کی کتب کو شائع بھی کرے اور اسے عوام تک پہنچا سکے۔ الحمد للہ اس کی کو جناب ”محمد قاسم جلالی صاحب“ نے مکتبہ غوثیہ کے ذریعے سے پورا کیا محمد قاسم جلالی صاحب جو کہ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں بیک وقت کئی محاذوں پر کام کرتے نظر آتے ہیں اور اس کام میں انہیں نہ کسی صلے اور ستائش کی تمنا ہے اور نہ کسی سے داد و تحسین کی تمنا بس دن رات کام کئے جا رہے ہیں ہم انہیں دیکھتے ہیں تو:

1: مکتبہ غوثیہ، 2: قاسم پبلشرز، 3: ویلکم ویلفیئر ٹرسٹ، 4: جامعۃ الفاطمہ للبنات، 5: ماہنامہ ”سبب“

ان کی کاوشوں کا نتیجہ ہے اہلسنت میں سب سے بڑا کام جو اب تک اتنے بڑے شہر کراچی میں کوئی دوسرا ادارہ یا شخصیت نہ کر سکی وہ درس نظامی کی کتب کی اشاعت نہیں ہے اہلسنت کو ہمیشہ سے یہ شکوہ رہا ہے کہ ہمیں اپنے اداروں میں دوسرے سالک کی مطبوعہ و محشی درسی کتابیں پڑھانی پڑتی تھیں اب الحمد للہ اس کی تلافی کا سلسلہ شروع ہو چکا یہ کام اس نوجوان ”محمد قاسم جلالی“ کے حصے میں آیا ہے۔ درس نظامی کی کتب کا شائع کرنا اہلسنت جماعت کے لئے ان کا بہت بڑا کام ہے میری معلومات کے مطابق اب تک 50 سے زائد درسی کتب و شروحات قاسم جلالی صاحب شائع کر چکے ہیں باقی کتب اور شروحات کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔ جس میں سے چند درج ذیل ہیں:

1: صحیح بخاری شریف، 2: مسلم شریف، 3: تفسیر صاوی، 4: حاشیہ طحاوی، 5: تفسیر جلالین، 6: حدیثیہ الخو، 7: اصول الثاشی، 8: ایضاح الشکوری شرح قدوری، 9: مختار الخو شرح حدیثیہ الخو، 10: الوشیر الکامل شرح ملۃ عامل، 11: مقامات حریری، 12: حزیل الفواشی شرح اصول الثاشی، 13: التشریح المہیب لحل شرح التہذیب، 14: لطائف العانی شرح مختصر العانی۔ اور دیگر کتب شائع ہو چکی ہیں طوالت کی وجہ سے صرف انہی کتب کے نام لکھے ہیں۔

میں محمد قاسم جلالی صاحب کا نہایت ممنون و مشکور ہوں کہ انہوں نے اس سے پہلے بھی میری کئی کتب شائع کی ہیں اور اب یہ کتاب سعید الحق شرح و تخریج جاء الحق بھی محمد قاسم جلالی کی محنت اور کاوشوں کا ثمر ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ قاسم جلالی کو دین و دنیا کی تمام بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الالہی الامین۔

محمد سعید اللہ خان قادری

آستانہ عالیہ قادریہ غوثیہ کراچی

تقریظ مبارک

فقیہ الجلیل، استاذ العلماء تاج العلماء رہبر اہل سنت

مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمن مدظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

شیخ التفسیر علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی مراد آبادی قدس سرہ العزیز اہل سنت و جماعت کے مستند و مسلمہ اکابر میں سے ہیں۔ صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ و نور اللہ مرقدہ سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد وہ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے اور گجرات (پنجاب) میں متوطن ہوئے۔ یہ ہمارے ان اکابر میں سے ہیں جنہوں نے ابلاغ دین اور تحفظ مسلک اہل سنت و جماعت کے لئے اپنے عہد کے تقاضوں کا صحیح ادراک کیا، عام فہم انداز میں تفسیر نعیمی کے نام سے قرآن مجید کی مبسوط تفسیر لکھی جسے وہ مکمل نہ کر سکے اس کا تاریخی نام انہوں نے ”اشرف التفاسیر“ رکھا۔ ”مرآۃ المناجیح“ کے نام سے شرح مشکوٰۃ لکھی۔ عقائد و شعائر مسلک اہل سنت کو عام فہم اور مدلل و مفصل انداز میں بیان کرنے کے لئے ”جاء الحق“ کے نام سے ایک وسیع علمی و تحقیقی کتاب لکھی تاکہ اپنے ہم مسلک لوگوں کی تسلی و تشفی کا ذریعہ بنے اور مخالفین کے لئے حجت قاطعہ اور برہان اتم ثابت ہو۔ حضرت کی اور بھی متعدد تصانیف ہیں ان کی تصانیف کو اللہ تعالیٰ نے قبول عام عطا فرمایا۔ علماء کرام، خطباء کرام، واعظین اور دینی مطالعے کا ذوق رکھنے والوں کے لئے یہ تمام کتابیں یکساں مفید ہیں۔ فاضل نوجوان عالم مولانا سعید اللہ خان قادری نے ”جاء الحق“ میں دیئے ہوئے علمی اور فقہی حوالہ جات کی تحقیق و تخریج کر کے اس کی افادیت میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے اور حسب ضرورت دلائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ ایک عمدہ علمی کاوش ہے، اللہ تعالیٰ ان کی علمی، فکری اور تحقیقی مساعی کو ماجور و مقبول فرمائے۔ ان کے تحقیق و تصنیف میں اضافہ فرمائے اور ان کے علم و عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ”جاء الحق“ پر مخالفین نے جہاں جہاں نقد و جرح کی اور رد و قدح کی ہے اس سارے مواد کو یک جا کر کے تحقیقی اور اصلاحی انداز میں اس کا علمی محاکمہ کیا جائے تاکہ یہ ”جاء الحق“ کا صحیح مکملہ و تتمہ ثابت ہو۔

۴ نومبر ۲۰۰۹ء

مفتی منیب الرحمن

تقریظ مبارک

پیر طریقت محسن اهل سنت فخر اهل سنت

علامہ محمد بشیر فاروقی قادری عطاری مدظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد۔

”جاء الحق“ حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ تصنیف ہے جو مسلمانان عالم کے ایمانوں کی محافظ و جلا بخش ہے۔ اور عام مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کے لئے بہترین مشعل راہ ہے۔

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی حیثیت اہل سنت و جماعت میں حکیم الامت کی ہے اور آپ کی کاوشیں ہمارے لئے باعث فخر ہیں۔ یوں تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی تصانیف کئی اور بھی ہیں مگر جس طرح تفاسیر میں نور العرفان کا اپنا مقام ہے اسی طرح جاء الحق کا اصولی و فروعی مسائل کے اعتبار سے اپنا مقام ہے۔ یوں تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی تمام کتب دلائل شرعیہ و برہان قاطعہ سے بھر پور ہے مگر پھر بھی ان کے فیوض و برکات کو لوٹنے کے لئے حضرت مولانا سعید اللہ خان قادری نے اس کتاب جاء الحق پر مزید تحقیق کی اور حوالہ جات کی مکمل تخریج اور ساتھ ہی دلائل میں مزید اضافہ کر کے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خصوصی نظر عنایت کے مستحق بننے کی پوری کوشش کی ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعاء ہے کہ مولانا سعید اللہ خان قادری کے علم و عمل و عمر میں مزید برکتیں اور ترقیاں عطا فرمائے اور انہیں اخلاص کے ساتھ مسلک حق اہل سنت و جماعت کی خدمت میں ہمیشہ کوشاں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد بشیر فاروقی قادری عطاری

۱۵ ذیقعدہ شریف

تقریظ مبارک

خطیب ملت محقق اہل سنت عاشق رسول جگر گوشہ خطیب پاکستان

حضرت علامہ و مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی مدظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

والله اعلم بالصواب

فاضل نوجوان علامہ ابوالعباس سعید اللہ خان قادری ہر جمعہ جامع مسجد گلزار حبیب میں ادا کرتے ہیں اور کبھی کبھی مجھ سے ملنے بھی آتے ہیں ان کی کھری کھری باتیں بھلی لگتی ہیں ان کی علمی لگن پر رشک ہوتا ہے تقریر سے انہیں شغف نہیں مگر تحریر کے حوالے سے بہت کم عرصے میں ان کی کاوشیں مقدار اور معیار میں خاصی ہیں۔ اسے علم کا جنون ہی کہیے کہ ان کا بیش تر وقت کتابیں کھوجتے رہنے میں گزرتا ہے۔

مسلم حق اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کے حوالے سے قیام پاکستان کے بعد وطن عزیز میں ”حکیم الامت“ کا مقبول خطاب پانے والے حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور کام کو آج بھی ستوں میں اہل علم سراہتے ہیں۔ حب رسول (ﷺ) اور اہل سنت و جماعت کے صحیح عقائد و نظریات اور جائز معمولات کے بیان میں ان کے تحریری سرمائے سے خواص و عوام استفادہ کر رہے ہیں ان کی دو قابل قدر کتابوں کے انگریزی تراجم بھی پزیرائی پا رہے ہیں۔ اردو ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“ کے تفسیری حاشیہ ”نور العرفان“ کو مفتی اعظم افریقہ حضرت مولانا مفتی محمد اکبر ہزاروی نے اور دوسری شاہ کار تالیف ”جاء الحق“ کو حضرت مولانا سید محمد علیم الدین مصباحی نے جنوبی افریقہ سے انگریزی میں شائع کیا ہے۔ اسی کتاب کے اردو متن پر فاضل محترم علامہ سعید اللہ خان قادری نے بہت محبت سے خوب محنت کی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ وہ مشعلِ بدست ہیں اللہ کرے وہ یونہی چراغاں کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے۔

کوکب نورانی اوکاڑوی

تقريظ مبارك

شيخ المشائخ ماهر اسرار شريعت سرمايه اهل سنت جامع الشريعت والطريقت منبع الفيوضات والبركات مفتي سيد احمد علي شاه نقشبندی مدظله العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل محمد رسول الله ﷺ سيد العرب وسيد العجم وسيد الانس والجان الذي ارسل الى الناس كافة وجعل تعظيمه ومحبه جز الايمان واخرج معانده وسابه من جملة المرسلين وعلى آله واصحابه الذين مثلهم في التوراة ومثلهم في الانجيل كزرع اخرج شطاه فاذره فاستغلظ فاستوى اما بعد!

اخي المكرم فاضل محترم جناب حضرت علامه مولانا مفتي سعيد الله خان قادري زیدہ مجددہ مسلک اہل سنت وجماعت کی بہترین انداز میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس پر فتن دور میں جبکہ لادینیت و بد مذہبیت اپنی مختلف صورتوں میں مذہب حق اہل سنت و جماعت کے خلاف سازشیں کر رہی ہے۔ ان حالات کے پیش نظر عوام اہل سنت کو اپنے عقائد حقہ سے آگاہ نہایت ضروری اور لاپرواہی امر ہے۔ حضرت علامہ موصوف نوجوان عالم دین اور مذہب حق کا درد رکھنے والے شخص ہیں اور اپنی زندگی اسی مشن کے لیے وقف کی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر اور حضور خاتم الرسل ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم۔

زیر نظر کتاب ”جاء الحق“ جس کے مصنف حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت مصنف رحمۃ اللہ نہایت مستند عالم دین اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ فقیر راقم الحروف نے اس کتاب مستطاب ”جاء الحق“ کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا اور اسے مسلک حق کے عین موافق پایا۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو بہترین انداز سے دلائل واضحہ و براہین قاطعہ سے مزین فرمایا اور بد مذہبیت، دیوبندیت اور وہابیت وغیرہا کا رد بلیغ فرمایا ہے۔ اور اہل سنت و جماعت کی حقانیت کو بھرپور دلائل سے ثابت فرمایا ہے۔

فقد طالعت هذا الكتاب ووجدته نصره الاسلام وعون اهل السنة والجماعة وسيفاً قاطعاً مسلولاً على اعناق الوهابية والديوبنديه وغيرها من الكفرة والبغاة فجزاء الله تعالى المصنف جزاءً خيراً۔

وقال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله عليه!

اعلم ان هؤلاء الكفرة والبغاة الفجرة اجمعوا بين اصناف الكفر والبغى والعناد وانواع الفسق

والزندقۃ والالحاد من شک فی کفرهم والحادہم ووجوب قتالہم فہر کافر مثلہم۔

(تنقیح الحامد: باب الردۃ والعزیرج ص ۹۲)

اس کتاب مستطاب ”جاء الحق“ پر یہ شعر صادق آیا ہے۔

هذا الكتاب لو بیاع بوزنه او ما من الخسران انك اخذ

ذهب لکان البائع مغبونا ذهباً وتترك جوہرا مکنونا

یہ کتاب مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں خاص طور پر علماء کے لئے اور عموماً عوام کے لیے لکھی تھی جس کی وجہ سے تخریج وغیرہ کی طرف توجہ نہیں دی جاسکی بلکہ اصل مسائل اور ان کا حل بیان کیا گیا تھا۔ حضرت سعید اللہ خان قادری نے تخریج فرما کر عوام اہل سنت پر احسان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل و اخلاص میں برکت عطا فرمائے۔ ہم ارباب اختیار سے پر زور اپیل کرتے ہیں کہ اس کتاب کو نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل اپنے عقائد سے کما حقہ آگاہ ہو سکے اور عقائد باطلہ سے اجتناب کر سکے۔

والسلام فقط سررہ: فقیر سعید احمد علی شاہ سیفی

تقریظ مبارک

استاذ المکرم استاذ الاساتذہ شیخ المعقول والمنقول شیخ الحدیث

مفتی حسین شاہ چشتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقیر نے اس کتاب کے اہم مقامات کو مطالعہ فرمایا ماشاء اللہ خوب پایا۔ محترم و مکرم علامہ سعید اللہ خان قادری صاحب نے اس عظیم کتاب پر تحقیق کر کے اہل سنت پر عظیم احسان فرمایا۔ ان سے پہلے بھی علامہ صاحب تحقیقی کتب تحریر فرما چکے ہیں لیکن افسوس کہ ان کی بہت سے تحقیقی کتب اب تک منظر عام پر نہ آسکی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ذات کریم اس کتاب مستطاب کو امت مسلمہ کے افادہ و استفادہ کا بہترین ذریعہ بنائے اور مولف محترم کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

حسین شاہ حلیمی چشتی

مہتمم جامعہ حلیمیہ شیر شاہ کراچی

تقریظ مبارک

استاذ العلماء شیخ الحدیث عالم حقانی حضرت علامہ

و مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی مدظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على اشرف الانبياء وسيد المرسلين وعلی آلہ

الطيبين واصحابه الطاهرين

”جاء الحق“ حضرت حکیم الامت مفسر قرآن و شارح مشکوٰۃ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی وہ گرانقدر اور مایہ ناز کتاب ہے جو موافقین اور مخالفین سب کے لیے نفع بخش ہے۔ موافقین کے لیے باعث تقویت ہے اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے اپنی اس بابرکت کتاب میں امت مسلمہ کے عقائد و معمولات کو نہایت حسین اور مدلل پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ اور نہ صرف بیان فرمایا، بلکہ موجودہ دور میں امت مسلمہ کے ان عقائد و معمولات کو مخالفین کی جن رخنہ اندازیوں اور اشکالات کا سامنا ہے ان کا بھی حضرت نے ازالہ فرمایا ہے۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصنیف لطیف کی وقعت اور موجودہ دور میں اس کی اہمیت کے پیش نظر ضرورت اس بات کی تھی کہ اس میں پیش کیے گئے دلائل و براہین کی تخریج و تحقیق کی جائے تاکہ اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو اور کسی کو مطمئن کرنے میں مزید آسانی ہو۔ سو فاضل جلیل حضرت علامہ سعید اللہ خان قادری (زید علمہ و فضلہ) نے اس عظیم کام کے لیے ہمت فرمائی اور بہت عرق ریزی کے ساتھ اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ انشاء اللہ العزیز علامہ کا یہ کام موافقین و مخالفین سب کے لیے نفع کا باعث ہوگا اور خود علامہ کے لیے مصنف علیہ الرحمۃ کی نگاہ کرم کے حصول کا ذریعہ ہوگا۔ فقط والسلام۔

محمد اسماعیل قادری نورانی

۱۵ ذی القعدہ ۱۴۳۰ھ

۲ نومبر ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين خالق السموات والارضين والصلوة والسلام على من كان نبينا وادم بين الماء والطين اجمل الاجملين اكمل الاكملين سيدنا محمد واله واصحابه واهل بيته اجمعين۔

ديباچه

دين اسلام کو دنیا میں تشریف لائے ہوئے آج تقریباً پونے چودہ سو برس گزرے اس عرصہ میں اس پاک دین نے ہزار ہا بلاؤں سے مقابلہ کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس لہلہاتے ہوئے چمن پر بہت سی تیز آندھیاں آئیں اور اپنا اپنا زور دکھا کر چلی گئی مگر الحمد للہ کہ یہ چمن اسی طرح سرسبز و شاداب رہا۔ اس آفتاب پر بار ہا تاریک بادل اور غبار آئے مگر یہ آفتاب اسی طرح چمکتا و مکتا رہا اور کیوں نہ ہوتا کہ رب تعالیٰ خود اس دین کا حافظ و ناصر ہے خود فرماتا ہے۔

انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحفظون۔

ترجمہ: ہم نے ہی قرآن اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

(پارہ ۱۲ سورۃ الحجرات نمبر ۹)

کبھی اس پر یزیدی بادل آئے اور کبھی حجازی غبار۔ کبھی مامونی طاقت نے اس کے سامنے آنے کی جرأت کی اور کبھی تاری قوتیں اس سے ٹکرائیں کبھی خارجی شورش نے اس سے مقابلہ کیا اور کبھی نفس کی طاقت نے اس کو زیر کرنے کی کوشش کی مگر وہ سب کی سب اس پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں اور یہ پہاڑ اسی طرح اپنی جگہ مضبوطی سے قائم رہا۔ اقامہا اللہ و ادامہا اللہ تعالیٰ اس کو قائم دائم رکھے۔

مگر ان تمام فتنوں میں زبردست فتنہ اور تمام مصیبتوں میں خطرناک مصیبت وہابیوں نجدیوں کا فتنہ تھا۔ جس کی خبر مخبر صادق نبی اکرم ﷺ نے پہلے ہی دے دی تھی اور طرح طرح سے اس فتنہ سے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا۔

چنانچہ مشکوٰۃ جلد دوم باب ذکر الیمن والشام میں بخاری کے حوالے سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن دریائے رحمت مصطفیٰ ﷺ جوش میں ہے بارگاہ الہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی جا رہی ہے۔ اللھم بارک لنا فی شامنا اے اللہ ہمارے لئے شام میں برکت دے اللھم بارک لنا فی یمننا اے اللہ ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے حاضرین میں سے بعض نے عرض کیا وفی نجدنا یا رسول اللہ دعا فرمائیں کہ نجد میں برکت دے پھر حضور علیہ السلام نے وہی دعا فرمائی شام اور یمن کا ذکر فرمایا مگر نجد کا نام نہ لیا۔ انہوں نے پھر توجہ دلائی وفی نجدنا حضور یہ بھی دعا فرمائیں کہ نجد میں برکت ہو عرض تین بار یمن اور شام کے لئے دعائیں فرمائیں۔ بار بار توجہ دلانے پر نجد کو دعا نہ فرمائی بلکہ آخر میں فرمایا:

هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان۔

ترجمہ: میں اس ازلی محروم خطہ کو دعا کس طرح فرماؤں وہاں تو زلزلے اور فتنے ہونگے۔ اور وہاں شیطانی گروہ پیدا ہوگا۔

(صحیح البخاری کتاب الفتن باب قول النبی ﷺ الفتن من قبل المشرق ج ۶ ص ۲۵۹۸ رقم الحدیث ۶۲۸۱ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب فی فصل الشام والیمن ج ۵ ص ۳۳ رقم الحدیث ۳۹۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۸ رقم

الحديث ۵۹۸۷ مطبوعه المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۶ ص ۲۹۰ رقم الحديث ۷۳۰۱ مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۳۸۳ رقم الحديث ۱۳۴۲۲ مطبوعه مطبعة التراث الحديث عراق)، (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۹ رقم الحديث ۳۶۶۶ مطبوعه دارالکتب العلمیہ بیروت)
اس سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کی نگاہ پاک میں دجال کے فتنہ کے بعد نجد کا فتنہ تھا جس کی اس طرح خبر دی۔

اسی طرح مشکوٰۃ جلد اول کتاب القصاص باب قتل اہل الروۃ میں بحوالہ نسائی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام ایک بار کچھ مال غنیمت تقسیم فرما رہے ہیں ایک شخص نے پیچھے سے عرض کیا یا محمد (ﷺ) آپ نے اس تقسیم میں انصاف نہ کیا حضور علیہ السلام نے غضبناک ہو کر فرمایا کہ ہمارے بعد تم کو ہم سے بڑھ کر کوئی عادل نہ ملے گا۔ پھر فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا اور اسلام سے ایسے نکل جائیں گے۔ جیسے تیر شکار سے۔ پھر فرمایا:
سیماهم التحلیق لا یزالون یخرجون حتی یخرج اخرهم مع الدجال فاذا لقیتموہم ہم شر الخلق والخلیقة۔

ترجمہ: یعنی ان کی پہچان سرمنڈانا ہے یہ نکلے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کی آخری جماعت دجال کے ساتھ ہوگی اگر تم ان سے ملو تو جان لو کہ وہ تمام خلقت میں بدتر ہیں۔

(سنن النسائی کتاب تحریم الدم باب من فھر سیفہ ثم وضعہ فی الناس ج ۷ ص ۱۱۹ رقم الحديث ۴۱۰۳ مطبوعه مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن الکبری للنسائی ج ۲ ص ۳۱۲ رقم الحديث ۳۵۶۶ مطبوعه دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۱ مطبوعه المکتب الاسلامی بیروت)، (المختار، المعروف بمسند الزہر ج ۹ ص ۲۹۴ رقم الحديث ۳۸۴۶ مطبوعه مکتبہ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مسند رک للحاکم ج ۲ ص ۱۶۰ رقم الحديث ۲۶۳۷ مطبوعه دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۵۹ رقم الحديث ۳۷۹۱۷ مطبوعه مکتبہ الرشید الریاض)

اس میں ان کی پہچان فرمائی گئی۔ سرمنڈانا آج بھی وہابی اس سے خالی مشکل ہی سے ملیں گے۔ کہیں فرمایا کہ بت پرستوں کو چھوڑیں گے اور مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ دیکھو بخاری جلد اول کتاب الانبیاء متصل قصہ یاجوج وماجوج۔ و مسلم اور مشکوٰۃ باب المعجزات فصل اول۔ اسی جگہ مشکوٰۃ میں یہ بھی ہے۔

لئن ادر کھم لا قتلنہم قتل عاد۔

ترجمہ: اگر انہیں ہم پاتے تو قوم عاد کی طرح قتل فرمادیتے۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ تعرج الملائکۃ والروح الیہ ج ۶ ص ۲۷۰ رقم الحديث ۶۹۹۵ و فی کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واما عاد فاهلکوا بریح صرصر شدیدۃ عاتیۃ ج ۳ ص ۳۱۹ رقم الحديث ۳۱۶۶ مطبوعه دارابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب الزکاة باب ذکر الخوارج وصفاتہم ج ۲ ص ۳۱ رقم الحديث ۱۰۶۳ مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی قتال الخوارج ج ۳ ص ۲۳۳ رقم الحديث ۴۷۶۳ مطبوعه دارالفکر بیروت)، (سنن النسائی کتاب تحریم الدم باب من شھر سیفہ ثم وضعہ فی الناس ج ۷ ص ۱۱۸ رقم الحديث ۴۱۰۱ مطبوعه مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۷۲ مطبوعه دارالکتب العربی بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۵۶ مطبوعه المکتب الاسلامی بیروت)

آج بھی دیوبندی عام طور پر ہندوؤں کے ساتھ ہیں مگر نفرت کرتے ہیں تو مسلمانوں سے۔ ان کے ہمیشہ حملے مسلمانوں پر خاص کر اہل حریم پر ہی ہوئے۔

اس فرمان عالی کے مطابق بارہویں صدی میں نجد سے محمد ابن عبدالوہاب پیدا ہوا۔ اس نے کیا کیا اہل حریم و دیگر مسلمانوں پر ظلم کئے اس کی داستان تو سیف الجبار اور بوارق محمدیہ علیٰ ارغامات النجد یہ وغیرہ کتب تواریخ میں دیکھو۔ ان کے کچھ ظلم علامہ شامی نے اپنی

کتاب رد المحتار جلد سوم باب البغات کے شروع میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

كما وقع في زماننا في اتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون الى الحنابلة لكن هم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خلف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة و قتل علماء هم حتى كسر الله شوكتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلث و ثلثين ومائتين والف۔

ترجمہ: جیسے کہ ہمارے زمانہ میں عبد الوہاب کے ماننے والوں کا واقعہ ہوا کہ یہ لوگ نجد سے نکلے اور مکہ و مدینہ شریف پر انہوں نے غلبہ کر لیا اپنے کو حنبلی مذہب کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف ہم ہی مسلمان ہیں اور جو ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے وہ مشرک ہے اس لئے انہوں نے اہل سنت والجماعت کا قتل جائز سمجھا اور ان کے علماء کو قتل کیا یہاں تک کہ اللہ نے وہابیوں کی شوکت توڑی اور ان کے شہروں کو ویران کر دیا اور اسلامی لشکروں کو ان پر فتح دی یہ واقعہ سنہ ۱۲۳۳ھ میں ہوا۔

(رد المحتار باب البغات ج ۳ ص ۳۲۹ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

حاشیہ.....☆

محمد بن عبد الوہاب نجدی ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۷۰۵ء میں نجد میں پیدا ہوا۔ ابتدائی عمر میں مدینہ منورہ علم حاصل کرتا تھا مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان آیا جایا کرتا تھا۔ اس کی اصل بنو نعیم سے ہے۔ اس کے اساتذہ میں شیخ محمد بن سلیمان الکردی الشافعی اور شیخ محمد حیاہ السندی الحنفی بھی ہیں یہ دونوں اساتذہ اسی میں الحاد ضلالت اور گمراہی کی علامات پاتے تھے اور فرماتے تھے کہ سیضل هذا ویضل الله به من ابعدہ واشقاہ فكان لا امر کذاک وما اخطات فر استہم فیہ۔ عنقریب یہ گمراہ ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے بعد میں آنے والے شقی لوگوں کو بھی گمراہ کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان مشائخ کی فراست غلط نہ ہوئی۔ اس کے والد ماجد بھی اس میں الحاد کی علامت پاتے تھے اور اکثر اس کی برائی کرتے تھے لوگوں کو اس سے بچنے کی تاکید کرتے۔ اسی طرح اس کے بھائی علامہ سلیمان بن عبد الوہاب بھی اس کی ایجاد کردہ بدعات و ضلال اور عقائد باطلہ کا انکار کرتے تھے بلکہ انہوں نے اس کے رد میں ایک کتاب ”الصواعق الالہیہ فی رد الوہابیہ“ لکھی۔ ملاحظہ فرمائیں شیخ الاسلام مفتی حرم مکہ علامہ احمد بن ذینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی الدرر السعیدہ ص ۳۲۔ اور محمد عبد الوہاب نجدی کے بھائی علامہ سلیمان بن عبد الوہاب کی کتاب الصواعق الالہیہ فی رد الوہابیہ ص ۵ مطبوعہ استانبول سن طبع ۱۹۷۵ء۔ عبد الحفیظ بن عثمان کی وجلاء القلوب وکشف الکروب مطبوعہ استانبول سن طبع ۱۲۹۸ھ۔

دیوبندیوں کے شیخ القرآن علامہ عبد البہادی شاہ منصوری اپنی کتاب ”تسہیل البخاری“ میں فرماتے ہیں:

لعل المراد منه قرن محمد بن عبد الوہاب النجدی الطاغی الباغی۔

(تسہیل البخاری ص ۲۱ مطبوعہ دارالعلوم تعلیم القرآن موضع شاہ منصور ضلع مردان)

مفتی حرم مکہ علامہ احمد بن ذینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

جاء رواية قرنا الشيطان بصيغة التثنية قال بعض العلماء المراد من قرنى الشيطان مسيلمة

الكذاب وابن عبد الوهاب۔

ترجمہ: ایک روایت میں ہے کہ دو قرن الشیطان (شیطان کے سینک) نکلیں گے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ان دونوں سے مراد

سیف الجبار وغیرہ میں ان کے مظالم بیشمار بیان فرمائے کہ مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ میں بے گناہوں کو بے دریغ قتل کیا اور حریم شریف میں رہنے والوں کی عورتوں اور لڑکیوں سے زنا کیا ان کو غلام بنایا ان کی عورتوں کو اپنی لونڈیاں۔ سادات کرام کو بہت قتل و غارت کیا مسجد نبوی شریف کے تمام قالین اور جھاڑ و فانوس اٹھا کر نجد لے گئے۔ تمام صحابہ کرام اہل بیت عظام کی قبروں کو گرا کر زمین سے ملا دیا یہاں تک کہ یہ بھی ارادہ کیا کہ خاص گنبد خضرا جس کے گرد روزانہ صبح و شام ملائکہ صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں اس کو بھی گرا دیا جائے مگر جو شخص اس بری نیت سے روضہ پاک پر گیا اس پر خدائے پاک نے ایک سانپ مقرر فرما دیا جس نے اس کو ہلاک کیا اور رب العالمین نے اپنے نبی کی اس آخری آرام گاہ کو ان سے محفوظ رکھا۔

حاشیہ.....☆
مسلمہ کذاب اور محمد ابن عبدالوہاب ہیں۔

(الدرر السنیہ ص ۵۰ مطبوعہ پشاور)

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ لکھتے ہیں۔

وقيل هذه الآية نزلت في الخوارج الذين يحرفون تاويل الكتاب والسنة ويستحلون بذلك دماء المسلمين واموالهم كما هو مشاهد الآن في نظائرهم وهم فرقة بارض الحجاز يقال لهم الوهابية يحسبون انهم على شئى الا انهم هم الكاذبون استحوذ عليهم الشيطان فانساهم ذكر الله اولئك حزب الشيطان الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون نسال الله الكريم ان يقطع دابرهم۔

ترجمہ: علماء نے فرمایا ہے کہ یہ آیت ان خارجیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو قرآن پاک اور حدیث شریف کی تاویل میں تحریف کرتے ہیں اور پھر اس تحریف کے ذریعے مسلمانوں کے خون بہانے اور مال و متاع لوٹ لینے کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ انہی جیسے لوگوں سے اس زمانہ میں بھی مشاہدہ میں آیا ہے یہ لوگ سرزمین حجاز میں ایک فرقہ ہے جنہیں وہابی کہا جاتا ہے ان کا خیال ہے کہ حق پر وہی ہیں حالانکہ درحقیقت یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ شیطان نے انہیں بہکا کر اللہ تعالیٰ کی یاد سے بھلا دیا ہے۔ یہ لوگ شیطانی گروہ ہیں اور حقیقتاً شیطانی گروہ کے لوگ ہی خسارہ میں رہنے والے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کی جڑ کاٹ دے۔

(الصاوی علی الجلالین ص ۳۹۷ مطبوعہ مصر)

علامہ محمد تھانوی دیوبندی نسائی شریف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

کم يعمق السهم الخ يريد ان دخولهم اى الخوارج فى الاسلام ان الذين يدينون دين عبد الوهاب النجدى بسلكون مسالكه فى الاصول والفروع ويدعون فى بلادنا باسم الوهابيين وغير المقلدين ويزعمون ان تقليد احد الائمة الاربعة وضوان الله عليهم اجمعين شرك وان من خالفهم المشركون ويستحلون قتلنا اهل السنة ومبى نساينا وغير ذلك من العقائد الشنيعة التى وصلت اليها منهم بواسطة الثقات وسمعناها بعض ايضا هم فرقة من الخوارج وقد صرح به العلامة الشامى فى كتابه رد المحتار عند قول صاحب الدر المختار۔

ترجمہ: جو محمد بن عبد الوہاب نجدی کا دین قبول کرتے ہیں اور اصول فروع میں اسی کے راستے پر چلتے ہیں ان کو ہمارے شہروں میں وہابی اور غیر مقلدین کہتے ہیں وہابی گمان کرتے ہیں کہ آئمہ اربعہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی تقلید شرک ہے اور جو ہماری مخالفت کریں وہ مشرک ہیں وہابی ہم اہل سنت کا قتل اور ہماری عورتوں کو قید کرنا حلال مانتے ہیں ان کے دیگر عقائد فاسدہ جو ہمیں معتبر علماء کے ذریعے پہنچے

غرضیکہ ان کے مظالم بے حد تکلیف وہ ہیں جن کے بیان سے کلیجہ منہ کو آتا ہے یزید نے اہل بیت کی دشمنی ان کی زندگی میں ہی کی۔ مگر تیرہ سو برس کے بعد صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کو ان کی قبروں میں ستانا ان وہابیوں ہی کے ہاتھ سے ہوا۔ اب بھی جو کچھ ابن سعود نے حرمین شریفین میں کیا وہ ہر حاجی پر روشن ہے کہ مکہ مکرمہ میں میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کسی صحابی کی قبر شریف کا نشان بھی نہیں ملتا کہ کوئی فاتحہ بھی پڑھ لے۔ حضور ﷺ کی چائے ولادت میں میں نے ایک شامیانہ لگا ہوا دیکھا جہاں کتے گدھے بے تکلف پھر رہے تھے اس جگہ پہلے ایک قبہ بنا ہوا تھا جہاں لوگ نمازیں پڑھتے تھے اور اس کی زیارت کرتے تھے یہ حضرت آمنہ خاتون جنت کا مکان تھا اسی جگہ اسلام کا آفتاب چمکا مگر اس کی یہ بے حرمتی کی گئی۔ فانی اللہ المشتکی۔

یہ تو تھے عرب کے واقعات لیکن ہم کو اس وقت ہندوستان سے گفتگو کرنی ہے دہلی میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام تھا مولوی اسماعیل اس نے محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا اردو میں خلاصہ کیا جس کا نام رکھا تقویۃ الایمان اور اس کی ہندوستان میں اشاعت کی۔ وہابی انہیں شہید کہتے ہیں کیونکہ یہ حضرت اسی تقویۃ الایمان کی بدولت سرحدی پٹھانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے دیکھو انوار آفتاب صداقت مگر مشہور کیا کہ سکھوں کے ہاتھوں مرے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وہ وہابیہ نے جسے دیا ہے لقب شہید و ذبح کا وہ شہید لیے نجد تھا وہ ذبح تیغ خیار ہے۔ ل

حاشیہ.....☆
ہیں بعض علماء نے ان کو خوراج بھی بتایا ہے جیسا کہ علامہ شامی نے رد المحتار میں لکھا ہے۔

(حاشیہ نسائی شریف ص ۳۶۰)

محدث دیوبند انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں۔

اما محمد بن عبدالوہاب النجدی فانہ کان رجلاً بليداً قليل العلم فكان يتسارع الى الحكم بالكفر ولا ينبغي ان يقتحم في هذا الوادي الا ان يكون متقيظاً متقناً عارفاً بوجوه الكفر واسبابه۔
ترجمہ: ابن عبدالوہاب نجدی ایک غبی آدمی تھا۔ معمولی علم رکھتا تھا۔ کفر کا فتویٰ دینے میں بڑی سرعت سے کام لیتا تھا۔ اس وادی میں قدم رکھنا اس کو زیبا ہے جو بڑا بیدار مغز ہو۔ کفر کے وجوہ و اسباب کا حقیقی علم اور پوری معرفت رکھتا ہو۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۱۷۱)

حسین احمد مدنی دیوبندی لکھتے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداً تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دینا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائی سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا اس وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا نہ قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔

(الشہاب الثاقب ص ۳۲ مطبوعہ محمدی پرنٹنگ پریس لاہور)

اگر سکھوں کے ہاتھوں قتل ہوئے ہوتے تو امرتسر یا مشرقی پنجاب کے کسی اور شہر میں مارے جاتے کیونکہ یہ ہی سکھوں کا مرکز تھا سرحد تو پٹھانوں کا ملک ہے وہاں یہ مارے گئے معلوم ہوا کہ انہیں مسلمانوں نے قتل کیا اور ان کی لاش بھی غائب کر دی۔ اسی لئے ان کی قبر ہی نہیں۔ نیز دیوبندیوں کی مشہور کتاب ارواحِ ثلاثہ کے صفحہ نمبر ۱۳۹ پر ہے کہ سید احمد صاحب نے پہلا جہاد یا محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا۔ اس جہاد میں مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی۔ مولوی اسماعیل دہلوی۔ مولوی محمد حسین صاحب رامپوری سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ نیز مولوی اسماعیل صاحب کامیرنشی ہیرالال تھا (حیاء طیبہ) اور توپچی راجہ رام تھا غرضیکہ وہابی دیوبندیوں کے قلمی زبانی اور تلواروں کے حملے مسلمانوں ہی پر ہوئے۔

حاشیہ.....☆

اسماعیل دہلوی قاتل حضرت شاہ عبدالغنی کے بیٹے حضرت شاہ عبدالعزیز کے بھانجے اور حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے تھے اسماعیل دہلوی قاتل کی تمام تصانیف میں یہ بدنامہ زمانہ کتاب بڑی مشہور ہوئی اس بدنامہ زمانہ کتاب کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) حضور نبی کریم ﷺ کی تذلیل وتوہین۔

(۲) کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہونے والی قرآنی آیتوں کو مسلمانوں پر چسپاں کر کے انہیں بے دریغ کافر و مشرک قرار دینا۔

اس کتاب سے مسلمانوں میں بڑا انتشار پھیلا جواب تک قائم ہے۔ اسماعیل دہلوی قاتل نے صوبہ سرحد کے مسلمانوں کے خلاف جہاد کیا ہے اور اسی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے انہوں نے سچے بچے مسلمانوں کو مشرک اور کافر قرار دیا ان کو مفسد اور مخالف کہہ کر اپنی ساری علیت ان کے قتل کا جواز پیدا کرنے کے لیے انہیں مرتد ثابت کرنے اور ان کے اموال اور جائیدادوں کو مال غنیمت قرار دینے پر صرف کر دی۔

سید احمد اور اسماعیل قاتل صاحبان ان غیر وہابی مسلمانوں کو اہل کتاب کافروں میں شمار کرتے تھے مگر نصاریٰ بھی تو اہل کتاب ہیں جن سے ان کے مراسم بر خورداری قائم رہے۔ صرف اس لیے کہ وہ صاحبان بست و کشاد تھے۔ یہ لوگ انگریزوں سے جنگ کے تصور کی مخالفت کرتے رہے مگر اہل سنت و جماعت مسلمانوں کے قتل و خون کے جواز کی صورتیں نکالتے رہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

یہاں دو معاملے درپیش ہیں ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کے ارتداد کا ثابت کرنا اور قتل و خون کے جواز کی صورت نکالنا اور ان کے اموال کو جائز قرار دینا اس بات سے قطع نظر کہ وہ ان کے ارتداد پر یا ان کی بغاوت پر مبنی ہے دوسرے یہ کہ اس کا آیا کوئی سبب ہے یا کچھ اور ہے جبکہ بعض اشخاص کے مقابلے میں ان کا مرتد ہونا ثابت ہو چکا ہے اور بعض کے متعلق بغاوت یا اس کا کوئی اور سبب اگرچہ پہلا طریقہ ہمارے پاس وہی تحقیق اور تفتیش کرنا ہے۔ کیونکہ ہم ان فتنہ پردازوں کو فی الحقیقت مرتدوں بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں اور ان کو اہل کتاب کافروں کے مثل جانتے ہیں۔ مکتوب مولوی محمد اسماعیل بنام سید احمد۔

(مکتوبات سید احمد شہید ص ۲۳۱ مترجم طاقت مرزا نقیس اکیڈمی کراچی)

انگریزوں کی مخالفت طاقت جاننا سرحدی مسلمان تھے ان کو بدکردار منافق کہہ کر تحریک مجاہدین کے سربراہوں نے ان کی گندگی کو پاک کرنے کا مصمم ارادہ کیا اور اس کے مقصد کے لیے ان پر چڑھائی کی خدا نے ان کو اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ آج کے دانشوران یک سکھوں کے ساتھ لڑائیوں کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کی غدار کی کاروناروتے ہیں لیکن اصرار کرتے ہیں کہ ان مجاہدوں کی کوئی لڑائی مسلمانوں سے نہیں ہوئی سب سکھوں ہی سے ہوئی ہے سید احمد بریلوی صاحب خود مسلمانوں کو مرتد ثابت کرنے ان کے خلاف خونریزی کا جواز پیدا کرنے اور ان کا مال ہضم کرنے کی بات کرتے ہیں اس گندگی کو پاک کرنے کے ارادے رکھتے ہیں ان اقوال

ابھی حال کا واقعہ ہے جو ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ء کے کوہستان وغیرہ کے تمام اخبارات میں چھپا کہ ایک دیوبندی عبدالقادر نامی نے پہلے تو حضرت داتا گنج بخش لاہوری کے آستانہ مقدس پر قلمی اشتہارات لگائے جن میں تحریر تھا کہ میت کے پاس دعا قبول کرنے کی طاقت نہیں ان کے مزارات پر منتیں مانگنا شرک و بدعت ہے پھر رات کے آخری حصہ میں تمام آستانہ پر مٹی کے تیل میں بھیکے ہوئے کپڑے رکھ دیئے سوئے ہوئے زائرین کے کپڑوں میں بھی مٹی کا تیل چھڑک دیا دیا سلائی جلا کر آگ لگانا چاہتا ہی تھا کہ پکڑا گیا۔ یہ واقعہ رات کے تین بجے ہوا اگر یہ ایک سیکنڈ کا موقع پالیتا تو سارا دربار اور سارے محلے اور ان تمام انسانوں کو جلا دیتا۔ یہ ہے ان ظالموں کی توحید اور تبلیغ۔ اسی گروہ نے ایک دن پہلے مسجد وزیر خاں کے صحن میں جو مزار ہے اسے آگ لگانے کی کوشش کی آگ لگا بھی دی مگر چونکہ وہاں لکڑی کا سامان نہ تھا اس لئے صرف دیواریں تو کالی ہو گئیں مگر آگ باقاعدہ نہ لگ سکی۔ کوہستان ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ بروز پیر۔

اسٹیل کے معتقدین دو گروہ بنے ایک تو وہ جنہوں نے اماموں کی تقلید کا انکار کیا جو غیر مقلد یا وہابی کہلاتے ہیں۔ دوسرے وہ جنہوں نے دیکھا کہ اس طرح اپنے کو ظاہر کرنے سے مسلمان ہم سے نفرت کرتے ہیں انہوں نے اپنے کو خفی ظاہر کیا نماز روزے میں ہماری طرح ہمارے سامنے آئے۔ ان کو کہتے ہیں گلابی وہابی یا دیوبندی۔ بھلا میرے آقا و مولے محبوب کبریا ﷺ کا معجزہ دیکھو کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ وہاں سے قرن الشیطن یعنی شیطانی گروہ نکلے گا۔ اردو میں قرن الشیطن کا ترجمہ ہے دیوبند۔ دیوار دو میں کہتے ہیں شیطان کو اور بند بمعنی گروہ تا بعد از۔ یا یہ اضافت مقلوبی ہے۔ یعنی بند دیو شیطان کی جگہ یعنی ان دونوں فرقوں کے عقیدے بالکل ایک ہیں۔ اعمال میں کچھ ظاہری اختلاف ہے۔ دونوں محمد ابن عبد الوہاب کو اچھا جانتے ہیں۔ اس کے عقائد کے حامی چنانچہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنے فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب التقلید صفحہ ۱۱۹ میں لکھتے ہیں۔

محمد ابن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے۔ ان میں فساد آ گیا ہے۔ اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق خفی شافعی مالکی حنبلی کا سا ہے۔ رشید احمد۔

البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق خفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا سا ہے۔ رشید احمد۔

حاشیہ.....☆

وارشادات کو کوئی کہاں تک چھپا سکتا ہے۔

منافقین کے ساتھ جہاد کرنا بحکم مقدمہ الواجب ایک واجب معاملہ ہے اس لیے خاکسار سچے مسلمانوں کے ساتھ شہر پشاور اور قرب وجوار سے بدکردار منافقوں کی گندگی کو پاک کرنے کا مصمم ارادہ کر کے موضع پنجتار تک پہنچ گیا۔

مکتوب بنام سردار عالم خاں باجوڑی

(مکتوبات سید احمد شہید ص ۱۳۵ مترجم طاووس مرزا نقیس اکیڈمی کراچی)

منشی محمد حسین محمود رئیس قصبہ نہر خلع بجنور کی کتاب فریاد المسلمین مطبع ریاض ہند امرتسر میں چھپی تھی اس کا ایک نسخہ لاہور کی ایک

ليكن موجوده زمانه ميں بمقابلہ غير مقلدين كے زيادہ خطرناك ديوبندى هیں كيونكه عام مسلمان ان كو پيچان نهیں سكته ان لوگوں نے اپنى كتابوں ميں حضور عليه السلام كى ايسى تو نهیں كى هیں كه كوئى كھلا هوا مشرك بهى نهیں كر سكتا۔ مگر پھر بهى مسلمانوں كے پيشوا بنته هیں اور اسلام كے شهيدار۔

(۱) مولوى اشرف على صاحب تھانوى نے حفظ الايمان ميں حضور عليه السلام كے علم كو جانوروں كے علم كى طرح بتايا۔ (۲) مولوى خليل احمد صاحب انيٹھوى نے اپنى كتاب براہين قاطعہ ميں شيطان اور ملك الموت كا علم حضور عليه السلام كے علم سے زيادہ بتايا۔ (۳) مولوى اسماعيل دہلوى نے نماز ميں حضور عليه السلام كے خيال كو گدھے اور بيل كے خيال سے بدتر لكھا۔ (۴) مولوى قاسم صاحب نانوتوى نے تحذير الناس ميں حضور عليه السلام كو خاتم النبیین بمعنى آخرى نبى ماننے سے انكار كيا اور كہا كه حضور عليه السلام كے بعد اگر اور بهى نبى آجائیں تب بهى خاتمت ميں كچھ فرق نہ آئے گا خاتم كے معنى هیں اصلى نبى۔ ديكر نبى عارضى هیں۔ يہى مرزا غلام احمد قاديانى نے كہا كه ميں بروذى نبى هوں۔ غرضيكہ مرزا غلام احمد اس مسئلہ ميں ان كا شاگرد رشيد هوا۔

حاشيہ.....☆

لابريرى ميں موجود هے۔

اس ميں مصنف نے سيد احمد بريلوى كے اعلان تكفير كا ذكر كيا هے اور بتايا هے كه پنجاب كے امير اور علماء ان كى ان حركتوں سے سخت ناراض هوئے اور سمجھ گئے كه يہ جعلى پير هیں اور اصلى دہابى اس ليے ان سے بيعت روا نهیں هے۔ جب كوئى امير مسلمان اور عالم پنجاب كا ان كى طرف متوجہ نہ هوا جب انہوں نے ان كى تكفير كا فتوى جارى كيا اس فتوى تكفير كے اجرا سے تمام ملك پنجاب كے امير اور علماء ناراض هو گئے اور جواب لكھے كه تم دہابى مذہب هو تم سے بيعت كرنا روا نهیں۔ (فرياد المسلمين ص ۹۸ مطبوعہ رياض ہند امرتسر) دہابى خود مانتے هیں كه پنجاب والے خصوصاً ان كے معتقدات سے نفرت كرتے تھے اور مولوى اسماعيل نے ايسے ہى عقيدوں كو رواج ديا تھا جن سے اسلام كمزور هوا اور انگریزى حكومت مضبوط هوا اور سركار دو عالم ﷺ سے محبت كم هوا اور مسلمان كمزور هوئے۔ (۱) اشرف على تھانوى ديوبندى لكھتے هیں۔

پھر يہ كه آپ ﷺ كى ذات مقدسہ پر علم غيب كا حكم كيا جاتا۔ اگر بقول زيد صحيح هوتا تو دريافت طلب امر يہ هے كه اس غيب سے مراد بعض غيب هے ياكل اگر بعض علوم غيبیہ مراد هیں تو اس ميں حضور ہى كى كيا تخصیص هے ايسا علم تو زيد و عمر بلکہ موسى و مجنون بلکہ حيوانات و بہائم كے ليے بهى حاصل هے۔ (حفظ الايمان ص ۱۳ مطبوعہ قدیمی كتب خانہ كراچى) مرتضى حسن درنگھى اپنى كتاب توضيح البليان كے ص ۸ پر ايسا كے لفظ كے بارے ميں لكھتے هیں كه ”واضح هوكہ ايسا“ كا لفظ فقط مانند اور مثل ہى كے معنى ميں مستعمل نهیں هوتا بلکہ اس كے معنى اس قدر اور اتنے كے بهى آتے هیں جو اس جگہ (تھانوى كى عبارت) متعين هیں۔ اور ص ۷۷ پر لكھتے هیں كه (تھانوى كى) عبارت متنازعہ ميں لفظ ايسا بمعنى اس قدر اور اتنا هے پھر تشبيہ كيسى؟ اور حسين احمد نانڈوى ديوبندى اپنى كتاب الشهاب الثاقب ص ۱۰۲ پر لكھتے هیں۔

وہ حضرت مولانا (تھانوى اس) عبارت ميں لفظ ايسا فرما رہے هیں۔ اگر لفظ اتنا هوتا تو اس وقت البتہ يہ احتمال هوتا كه معاذ اللہ حضور عليه السلام كے علم كو اور چیزوں كے علم كے برابر كر ديا۔ لفظ ايسا تو كلمہ تشبيہ كا هے۔

حاشیہ.....☆

مر تقی حسن صاحب اپنے تھانوی صاحب کی عبارت میں لفظ ایسا کو تشبیہ کا کلمہ نہیں مانتے کہ اگر تشبیہ کا کلمہ مانیں گے تو کفر ہو جائے گا اور حسین احمد مدنی صاحب اس عبارت میں لفظ ایسا کو تشبیہ کا کلمہ کہہ رہے ہیں اور مر تقی حسن صاحب کے نزدیک جو معنی کفر ہے وہ ثابت کر رہے ہیں اور حسین احمد مدنی کے نزدیک جو معنی کفر ہے وہ مر تقی حسن صاحب اپنے تھانوی کی اس عبارت میں ثابت کر رہے ہیں اس طرح تھانوی کو کفر سے بچانے کی کوشش میں یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے فتوے سے خود کا فر قرار پائے۔ ان دونوں نے یہ ثابت کر دیا کہ امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ نے تھانوی کی عبارت کا جو معنی و مفہوم بیان کیا ہے وہی اس عبارت سے ثابت ہے۔

(۲) خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی لکھتے ہیں۔

شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(برائین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

اس کفریہ عبارت سے متصل یہ بھی لکھا کہ:

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس قانہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔

(برائین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

خلیل احمد صاحب کی یہ عبارت تو بظاہر بڑی مختصری ہے لیکن اس میں وہ بڑی ہولناک لرزہ خیز اور ایمان سوز باتیں کہہ گئے جن پر عجب نہیں کہ آسمان پھٹ کر گر پڑتا۔ یہ علمائے دیوبندی کا دل گردہ ہے کہ خوف خدا اور خطرہ روز جزا ہے اس قدر عاری ہو کر خدائے ذوالجلال جل شانہ کے سب سے باکمال محبوب ﷺ کی یوں کھل کر توہین و تنقیص کرتے ہیں اور اس پر ذرا نہیں شرماتے۔ آتش جہنم کو قطعاً خطرے میں نہیں لاتے۔ اس عبارت کے چند نکات ملاحظہ ہوں:

(۱) شیطان اور ملک الموت کو ساری زمین کا علم حاصل ہے۔

(۲) شیطان و ملک الموت کو ساری زمین کا علم ہونے کے قرآن و حدیث میں واضح دلائل موجود ہیں۔

(۳) خلیل احمد صاحب کے نزدیک ایسی ایک بھی قطعی دلیل قرآن و حدیث میں نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور ﷺ کو بھی یہ علم حاصل ہے۔

(۴) خلیل احمد صاحب کے نزدیک اس علم کا حضور ﷺ کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔

(۵) جب حضور ﷺ کے لئے اس علم کا ثابت کرنا اعمشوی صاحب کے مطابق شرک ہوا اور شیطان و ملک الموت کے لئے شرک نہ ہوا تو ثابت ہوا کہ اعمشوی صاحب کے نزدیک خدا نے شیطان و ملک الموت کی اپنی خدائی میں نعوذ باللہ شامل کر رکھا ہے۔

(۶) جب اس علم کا حضور ﷺ کے لئے ثابت کرنا شرک ہے تو مخلوق کے جس فرد کے لئے بھی ثابت کیا جائے شرک ہی رہے گا لہذا شیطان و ملک الموت کے لئے نصوص سے ثابت کر کے خلیل احمد صاحب کے مطابق قرآن و حدیث نے شرک کی تعلیم دی۔

(۷) جب اسے شیطان و ملک الموت کے لئے نصوص سے ثابت مان لیا تو مخلوق میں سے کسی فرد کے لئے بھی اس کا ثابت کرنا شرک نہ رہا۔ کیونکہ معلوم ہو گیا کہ یہ علم خدا تعالیٰ جل شانہ کی صفت خانہ نہیں ہے۔

ان صاحبوں کے یہاں توحید کے معنی ہیں انبیاء کی توہین جیسے کہ روافض کے یہاں حب علی کے معنی ہیں بغض صحابہ کرام حالانکہ یہ توحید تو شیطانی توحید ہے۔ اس نے حضرت آدم کی عظمت سے انکار کیا۔ نبی کے سامنے نہ جھکا۔ پھر جو اس کا حشر ہوا وہ آج تک لوگ دیکھ رہے ہیں کہ ہر جگہ اس کی لاجل سے تواضع کی جاتی ہے۔

اسلامی توحید ہے اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا اس کے محبوبوں کی عزت و عظمت کرنا جس کی تعلیم ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پہلے جزو میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار ہے۔ دوسرے میں عظمت مصطفیٰ کا اظہار آج کل جس جگہ بھی دیکھا گیا مسلمانوں میں اہل سنت اور دیوبندیوں میں جھگڑے پڑے ہیں۔ ہر جگہ خانہ جنگی ہے ہر کار خیر کو روکنے کی کوشش۔ کہیں علم غیب پر بحث ہے تو کہیں حضور علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے پر تکرار۔ کہیں محفل میلاد و فاتحہ پر بحث۔ کہیں مزارات اولیاء اللہ پر قبہ بنانے پر مناظرہ۔ اگرچہ ان میں سے ہر ایک مسائل میں اہل سنت نے اعلیٰ درجہ کی تصانیف شائع فرمائیں جیسے مسئلہ تقلید میں انتصار الحق مصنفہ حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ مسئلہ علم غیب میں الکلمۃ العلیا مصنفہ حضرت صدق الافاضل استادی مرشد مولانا الحاج محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی مدظلہ (رحمۃ اللہ علیہ) تیجہ فاتحہ وغیرہ میں انوار ساطعہ مصنفہ حضرت مولانا عبدالمسیح صاحب بیدل رامپوری اور مسئلہ حاضر و ناظر عرس و زیارت قبور و تمام مسائل میں تصنیفات اعلیٰ حضرت مجدد ملتہ حاضر و مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز وغیرہ۔

مگر خیال یہ تھا کہ کوئی کتاب ایسی لکھی جائے جو ان تمام بحثوں کی جامع ہو جس کے پاس وہ کتاب ہو وہ تقریباً ہر مسئلہ میں مخالف سے گفتگو کر سکے اور مسلمانوں کے عقائد کو ان لوگوں سے بچا سکے اس لئے میں نے حسبہ اللہ اس کام کی ہمت کی۔ ہمت تو کردی مگر اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا مجھ کو پورا پورا احساس ہے شروع کرنا میرا کام ہے اور اس کو اختتام پر پہنچانا میرے رب کے کرم پر موقوف ہے۔

حاشیہ.....☆

(۸) دریں حالات حضور ﷺ کے لئے اس کا ثبوت ماننے کو شرک ٹھہرا کر اےٹھوی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی توہین و تنقیص کی ہے
(۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ علم ثابت کرنے والی تمام آیتوں اور حدیثوں سے آنکھیں بند کر کے اےٹھوی صاحب کا لکھ دینا کہ فخر عالم (ﷺ) کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے؟ یعنی ایک نص کا اقرار بھی نہ کرنا۔ ایسا کر کے موصوف نے رسول اللہ ﷺ سے دلی عداوت رکھنے اور اپنے ایمان کی آنکھیں پھوٹ جانے کا ثبوت دیا ہے۔

خلیل احمد صاحب نے اس عبارت سے چند سطر پہلے دین و دیانت کا دامن جھٹک کر حضور ﷺ کے لئے اسی علم کے انکار پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور ایک بھی ثبوت نہ ملنے پر تلخیص سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔
شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم بھی نہیں۔

(براہین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

تنبیہ جلیل

حالانکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو بے اصل فرماتے ہیں کہ: اصلے نہ ندارد۔ مگر دیوبندی دین کا طرہ امتیاز کذب افتراء ہے اور سرکار ﷺ کی توہین ہی مدار دین ہے چنانچہ ان کے نزدیک حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (معاذ اللہ)
دیوبندیو! قیامت ضرور آئے گی۔ حساب کتاب ضرور ہوگا۔ لہذا محشر کی تہمتی ہوئی زمین میں یہ جواب دینے کے لئے تیار رہنا کہ جو علم اپنے مورث اعلیٰ شیطان ملعون کے لیے مان لیا۔ مگر اہل ایمان اگر محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے یہی علم ثابت کریں جو ان پیارے آقا و مولانا ﷺ

حاشیہ.....☆

کے غلاموں کو بھی حاصل ہے تو آپ کے نزدیک یہ شرک ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

(۳) اسماعیل دہلوی قتل لکھتے ہیں۔

زنا کے خیال سے (نماز میں) اپنی بیوی سے جماع کا خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے معظمین خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں کی طرف اپنی توجہ کو لگا دینا اپنے تیل اور گدھے کے تصور میں استغراق سے کہیں زیادہ برا ہے۔

(صراط مستقیم ص ۸۴ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

اس عبارت میں اسماعیل دہلوی قتل نے حضور ﷺ کی بہت بڑی توہین کی ہے توہین کی صرف یہی وجہ نہیں کہ گدھے اور تیل کے تصور کے ساتھ آپ کی طرف توجہ لگا دینے کا ذکر ہے بلکہ آپ کی طرف توجہ لگا دینے کو گدھے اور تیل کے تصور میں استغراق سے زیادہ برا قرار دیا گیا ہے۔ اگر آدمی نماز میں ان آیات کی تلاوت کرے گا تو ضرور نبی پاک علیہ السلام کی طرف خیال جائے گا تو خیال تعظیم کے ساتھ آئے گا یا توہین کے ساتھ اگر تعظیم کے ساتھ آئے گا تو نمازی دیے ہی کافر ہو جائے گا کیونکہ توہین انبیاء کفر ہے۔ اب اسماعیل دہلوی کے نزدیک نماز میں قرآن مجید پڑھنے کی کیا صورت ہوگی؟ اور نماز کے باہر تلاوت کرنا بھی شرک ٹھہرے گا کیونکہ اگر نماز میں نبی پاک ﷺ کی طرف خیال کا پھیرنا شرک کی طرف لے جاسکتا ہے تو نماز سے باہر بھی شرک کی طرف لے جاسکتا ہے۔ تو گویا اسماعیل دہلوی کے نزدیک نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہیے نہ نماز کے باہر۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يا ايها الذين امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرونا۔

ترجمہ: اے ایمان والوں تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرونا۔

(سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۰۴)

اب ظاہر بات ہے کہ جو آدمی نماز میں یہ آیت کریمہ پڑھے گا اور کچھ سوجھ بوجھ رکھتا ہو گا تو ضرور غور کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ راعنا بولنے سے کیوں منع فرمایا تو پھر کیا یہ آیت کریمہ نماز میں پڑھنا منع ہے؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يا ايها النبی یا ایہا الرسول یا ایہا المزمّل یا ایہا المدثر محمد رسول اللہ قرآن مجید کے اندر سینکڑوں آیات اور بھی ہیں جہاں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب نمازی یہ آیات پڑھے گا تو کیا ذہن میں رسول اللہ ﷺ کا تصور نہیں آئے گا اور جب السلام علیک یا ایہا النبی پڑھے گا تو آپ ﷺ کا تصور نہیں آئے گا۔ اس طرح ایک حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثناء عبد الله بن بكر ثناء حاتم بن ابي صغيرة ابو يونس عن عمرو بن دينار ان كريبا اخبره ان بن عباس قال اتيت رسول الله ﷺ من آخر الليل فصليت خلفه فاخذ بيدى فجرتني فجعلني حذاءه فلما قبل رسول الله ﷺ على صلاته خنست فصلى رسول الله ﷺ فلما انصرف قال لي ما شاني اجعلك حذاني فتحنس فقلت يا رسول الله او ينبغي لاحد ان يصلي حذاءك وانت رسول الله الذي اعطاك الله قال فاعجبته فدعا الله لي ان يزيدني علما وفهما.....

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے آخری حصہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا میں نے آپ کے پیچھے

اس کتاب میں ہر مسئلہ پر مختصر مگر جامع بحث کی گئی ہے۔ جن اصحاب کو زیادہ تفصیل منظور ہو وہ مسئلہ غیب میں الکلمۃ العلویا کا مطالعہ کریں کہ ایسی کتاب اس مسئلہ میں آج تک نہیں لکھی گئی اسی طرح دیگر مباحث میں اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز کی تصنیفات کا مطالعہ کریں۔

ہدایات

اس کتاب میں حسب ذیل باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۱) اپنے دعوے کی وضاحت۔

(۲) اس کے دلائل قرآن وحدیث اور بزرگان دین محدثین ومفسرین کے اقوال سے۔

(۳) اس کی تائید مخالفین کی کتابوں سے۔

(۴) مخالفین کے اعتراضات آیات قرآنیہ اور احادیث وع اقوال فقہاء سے۔

(۵) اعتراضات کے جوابات قرآن واحادیث واقوال علماء کی روشنی میں۔

(۶) اپنے دعویٰ کے عقلی دلائل۔

(۷) مخالفین کے عقلی اعتراضات۔

(۸) ان کے عقلی جوابات۔

(۹) اس بات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ حتی الامکان کتابوں کا صفحہ نہ نقل کیا جائے کیونکہ صفحے بدل جاتے ہیں بلکہ باب اور فصل اور اگر

تفسیر کا حوالہ ہو تو پارہ سورۃ اور آیت۔

حاشیہ.....☆

نماز پڑھی آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھینچا آپ نے مجھے اپنے آگے کیا جب حضور ﷺ اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو میں پھر پیچھے ہو گیا حضور ﷺ نے نماز پڑھ لی پھر نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا اور تم پیچھے ہٹ جاتے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ آپ کے آگے نماز پڑھے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں جس نے آپ کو (بلند رتبہ) عطا کیا ہے حضور ﷺ یہ بات سن کر خوش ہوئے پھر آپ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور میرے فہم کو زیادہ کرے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ رقم الحدیث ۳۰۶۱ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (فتح الباری ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عین نماز کی حالت میں حضور ﷺ کی تعظیم کی۔

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

عن عبد اللہ قال صلیت ذات لیلۃ مع رسول اللہ ﷺ فلم یزل قائم حتی هممت بامر سوء قلت وما ذاک الامر قال هممت ان اجلس واترکہ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی میں حضور ﷺ کے ساتھ کھڑا رہا حتیٰ کہ میں نے ایک برے کام کا ارادہ کیا ہم نے پوچھا آپ نے کیا ارادہ کیا؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی کریم ﷺ کو قیام میں چھوڑ دوں۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۵۶ رقم الحدیث ۱۳۱۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۸۶ رقم الحدیث ۱۱۵۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)

حاشیہ.....☆

اس حدیث مبارکہ میں تصریح ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عین نماز کی حالت میں حضور ﷺ کی تعظیم کی۔ نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کو برا کام جانا صرف اس لیے کہ میرے آقا ﷺ کھڑے ہوں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھ جائیں۔

عبدالماجد دریابادی دیوبندی لکھتے ہیں کہ انہوں نے تھانوی کو خط لکھا: نماز میں جی نہ لگنے کا مرض بہت پرانا ہے لیکن کبھی یہ تجربہ ہوا ہے کہ عین حالت نماز میں جب کبھی بجائے اپنے جناب (تھانوی) کو یا..... کو نماز پڑھتے فرض کر لیا تو اتنی دیر تک نماز میں دل لگ گیا لیکن مصیبت یہ ہے کہ خود یہ تصور بھی عرصہ تک قائم نہیں رہتا بہر حال اگر یہ عمل محمود ہو تو تصویب فرمائی جائے ورنہ آئندہ احتیاط رکھوں۔ (تھانوی کا) جواب ملا محمود ہے جب دوسروں کو اطلاع نہ ہو ورنہ سم قاتل ہے۔

(حکیم الامت ص ۶۳-۶۴ مطبوعہ اشرف پریس لاہور)

تھانوی کا قصد خیال کرنا تو بہت اچھا اور جائز لیکن نبی کریم ﷺ کا خیال آجانا بھی بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بہت ہی برا قرار دینا یہ رسول کریم ﷺ کی توہین و بے ادبی ہے یا نہیں؟ (۴) بانی دیوبند محمد قاسم نانوتوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(تحذیر الناس ص ۳۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

نیز بانی دیوبند محمد قاسم نانوتوی دیوبندی اسی کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں۔

اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جو لب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں سورسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

(تحذیر الناس ص ۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اس کفریہ عبارت میں نانوتوی نے ختم نبوت کا انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی بتائی ہوئی خاتمیت پر ایمان رکھنا جس پر تیرہ سو برس سے زائد سے امت محمدیہ کا یہ اجماع چلا آ رہا ہے کہ حضور ﷺ کا زمانہ تمام سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد ہے اور آپ ﷺ سب میں آخری نبی ہیں یہ نانوتوی کے مطابق عوام کا خیال ہے اور یہ عقیدہ رکھنے والے نانوتوی کے نزدیک اہل فہم نہیں۔ اس عبارت میں نانوتوی نے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رکھی بلکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور حضور ﷺ کی بتائی ہوئی خاتمیت کے مقابلے میں نئی خاتمیت گھڑنے اور پوری امت محمدیہ کی مخالفت کر کے کفر و ارتداد کا وبال سر پر لینے کی وجہ بیان کر دی ہے۔

ناظرین اگر غور سے اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو ایک سمندر پائیں گے جس سے بیش قیمت موتی حاصل ہوں گے اس کتاب میں سخت الفاظی اور کج بحثی سے پرہیز کیا گیا ہے اہل انصاف سے امید ہے کہ حق قبول کریں اور باطل سے بچیں کہ اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

(آیت ۸۸ سورہ ۱۱ پارہ ۱۲)

اس کتاب کا نام حضرت قبلہ عالم امیر ملت شیخ المشائخ قطب الوقت عالم ربانی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری مدظلہ العالی و دامت برکاتہم القدسیہ نے جاء الحق و زهق الباطل حق آیا اور باطل مٹ گیا آیت ۸۱ سورہ ۷۱ پارہ ۱۵ تجویز فرمایا ہے میں نہایت فخر سے اس کتاب کو اسی نام سے موسوم کرتا ہوں اور اپنے رب سے امید کرتا ہوں کہ اس کتاب کو اسم باسمی فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے اس قبول فرمائے۔ میرے لئے کفارہ سیات بنائے اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے آمین۔

ضروری نوٹ:- مسلمانوں کا اصرار ہوا کہ اس کتاب میں تین مباحث اور زیادہ کئے جائیں (۱) سلطنت مصطفیٰ (۲) عصمت انبیاء (۳) بیس رکعت تراویح۔ چنانچہ اس سے پہلے ایڈیشن میں یہ تین بحثیں بڑھادی گئیں اور بھی دلائل کی زیادتی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمادے۔

ناچیز احمد یار خاں نعیمی اوجھانوی بدایونی

ناظم مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات مغربی پاکستان

۳ شعبان المعظم ۱۳۶۱ھ روز ایمان افروز شنبہ مبارکہ

فقیر ناچیز کے اس ادنیٰ سے خدمت و تخریج کا نام الامام المحقق الحجة الثبت مرشد العلماء شیخ القرآن و الحدیث رئیس المحققین المحقق النبیل مفتی شاہ حسین گردیزی مدظلہ العالی نے (سعيد الحق في تخریج جاء الحق) تجویز فرمایا ہے۔ میں نہایت فخر سے اس کو اسی نام سے موسوم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے استادوں کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور ان کی خدمت کرنی کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)

مزید در مزید

اس ایڈیشن میں مضامین اور دلائل بہت سے زیادہ کئے گئے اور ایک رسالہ طلاق الاولہ فی حکم الطلاق الشلشہ بڑھایا گیا۔ جس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی نہ کہ ایک۔ رب تعالیٰ قبول فرمائے۔

الحمد للہ یہ کتاب اب ۱۳۹۵ھ میں اٹھائیسویں بار چھپ رہی ہے اکثر بار دو دو ہزار چھپی اور اللہ تعالیٰ کے فضل حضور ﷺ کے کرم سے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، افریقہ، لندن وغیرہ ووردراز ممالک میں پہنچی۔ یہ سب رب تعالیٰ کی کرم نوازی ہے اس اٹھائیسویں ایڈیشن میں بہت تھوڑا سا اضافہ کیا گیا ہے۔

احمد یار خاں نعیمی اوجھانوی بدایونی

مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات (مغربی پاکستان)

۱۹ شوال ۱۳۸۵ھ ۲۲ فروری ۱۹۶۶ء دوشنبہ

مزید در مزید

فقیر ناچیز نے بھی اس کتاب میں کئی اضافے کئے ہیں اور ان اختلافی مسائل میں چند مسائل کے رسائل کو بھی شامل کئے ہے جو اس کتاب میں شامل نہیں تھے ان میں مسئلہ نور و بشر، اور وسیلہ کے بارے میں حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے الگ رسالے تھے ان کو بھی اس کتاب میں شامل کر دیا ہے ان کے علاوہ فقیر ناچیز کے چند اختلافی مسائل پر رسالے جو اس کتاب میں شامل نہیں تھے ان کو بھی شامل کر دیا ہے مثلاً اذان سے پہلے درود و سلام کا شرعی حکم، اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم وغیرہ رسائل شامل ہیں۔

خادم علمائے اہل سنت

سعيد الله خان قادري

تارھ ناظم آباد پہاڑ سنج عثمان غنی کالونی بلاک R کراچی

7 مارچ 2009 بروز ہفتہ رات ۱۲ بج کر ۳۰ منٹ

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمه

چونکہ اس کتاب میں ہر مسئلہ کے متعلق قرآنی آیات پیش کی جاویں گی۔ اور ان آیات کی تفسیر بھی بیان ہوگی۔ اس لئے تفسیر قرآن کے متعلق حسب ذیل باتیں لحاظ میں رکھنا ضروری ہیں۔

ایک تو ہے قرآن کی تفسیر دوسری قرآن کی تاویل۔ تیسری قرآن کی تحریف ان کی علیحدہ علیحدہ تعریضیں ہیں اور علیحدہ علیحدہ احکام۔
(۱) قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنا حرام ہے بلکہ اس کے لئے نقل کی ضرورت ہے قرآن کی جائز تاویل اپنے علم و معرفت سے کرنا جائز اور باعث ثواب ہے قرآن پاک کی تحریف کرنا کفر ہے۔

تفسیر: قرآن کریم کے وہ احوال بیان کرنا ہیں جو عقل سے معلوم نہ ہو سکیں۔ ان میں نقل کی ضرورت ہو جیسے آیات کا شان نزول یا آیات کا نسخ و منسوخ ہونا۔ اگر کوئی شخص بغیر حوالہ نقل اپنی رائے سے کہدے کہ فلاں آیت منسوخ ہے یا فلاں آیت کا یہ شان نزول ہے تو معتبر نہیں بلکہ کہنے والا گنہگار ہے۔

ما ننسخ من اية او ننسها نأت بخير منها او مثلها الم تعلم ان الله على كل شىء قدير۔
ترجمہ: جو منسوخ کرتے ہیں کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں لاتے ہیں بہتر اس سے یا اس کی مثل کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔
(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت ۱۰۶)

(۱) مشکوٰۃ کتاب العلم فصل دوم میں ہے۔

من قال فى القرآن برايه فليتبوء مقعده من النار۔

ترجمہ: جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنی جگہ جہنم میں بیٹالے۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء فى الذى يفسر القرآن برأيه ج ۵ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۲۹۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۳۰ رقم الحدیث ۸۰۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۲۲۳ رقم الحدیث ۲۲۷۵۔ ۲۲۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۳۳ رقم الحدیث ۲۰۶۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۳۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)

مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے۔

من قال فى القرآن برايه فاصاب فقد اخطا۔

ترجمہ: جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا۔ پس صحیح کہہ گیا تو بھی اس نے غلطی کی۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء فى الذى يفسر القرآن برأيه ج ۵ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۲۹۵۱۔ ۲۹۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۳۱ رقم الحدیث ۸۰۸۵۔ ۸۰۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۶۷۷۲ مطبوعہ مطبعۃ الزہراء الحدیث عراق)، (مسند ابویعلیٰ ج ۳ ص ۹۰ رقم الحدیث ۱۵۲۰ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (طبرانی الاوسط ج ۵ ص ۲۰۸ رقم الحدیث ۵۰۱۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۲۲۳ رقم الحدیث ۲۲۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،

اب تفسیر قرآن کے چند مرتبے ہیں۔ تفسیر بالقرآن۔ یہ سب سے مقدم ہے۔ اس کے بعد تفسیر قرآن بالاحادیث۔ کیونکہ حضور علیہ السلام صاحب قرآن ہیں۔ ان کی تفسیر قرآن نہایت ہی اعلیٰ۔ پھر قرآن کی تفسیر صحابہ کرام کے قول سے خصوصاً فقہاء صحابہ اور خلفائے راشدین کی تفسیر۔

رہی تفسیر قرآن تابعین کے قول سے۔ یہ اگر روایت سے ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر ماخوذ از اعلاء کلمۃ اللہ للعلامة گولڑوی قدس سرہ۔ (۲) تاویل قرآن یہ ہے کہ آیات قرآنیہ کے مضامین اور اس کی باریکیاں بیان کرے اور صرفی و نحوی قواعد سے اس میں طرح طرح سے نکات نکالے۔ یہ اہل علم کے لئے جائز ہے۔ ان میں نقل کی ضرورت نہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات سے اور احادیث نبویہ و اقوال فقہاء سے ہے۔

رب کریم فرماتا ہے:

افلا يتدبرون القرآن ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً۔

ترجمہ: تو کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے اگر یہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

(پارہ ۵ سورۃ نساء آیت نمبر ۸۲)

تفسیر روح البیان میں اس آیت کے ماتحت يتدبرون کی تفسیر میں فرماتے ہیں يتاملون ويتبصرون ما فيه یعنی کیوں نہیں غور کرتے اس کے معنی میں اور کیوں نہیں عقل سے دیکھتے۔ ان خوبیوں کو جو قرآن میں ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مشکوٰۃ کتاب القصاص فصل اول میں ہے کہ کسی صاحب نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس قرآن کے سوا کچھ اور بھی عطیہ مصطفیٰ ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ تو فرمایا کہ:

ما عندنا الا ما في القرآن الا فهمنا يعطى رجل في كتابه۔

ترجمہ: ہمارے پاس اس قرآن کے سوا۔ اور کچھ نہیں ہاں وہ علم و فہم ہے جو کسی کو کتاب الہی کے متعلق عطا کر دی جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب القصاص فصل اول ص ۳۰۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی حدیث کے ماتحت مرقاۃ میں ہے۔

والمراد منه ما يستنبط به المعالي ويدرك به الاشارات والعلوم الخفية۔

ترجمہ: اس فہم سے مراد وہ علم ہے جس سے قرآن کے معنی مستنبط کئے جائیں اور جس سے اشارات معلوم ہوں اور چھپے ہوئے علوم کا پتہ لگے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۷ ص ۵۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان)

اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآنی معنی میں غور کرنا اور علم و عقل سے کام لینا اس سے مسائل کا استنباط کرنا جائز ہے۔ ہر جگہ نقل کی ضرورت نہیں۔

جمل حاشیہ جلالین میں ہے۔

اصل التفسير الكشف واصل التاويل الرجوع وعلم التفسير علم عن احوال القران من حيث دلالتہ علی مراد اللہ تعالیٰ بحسب الطاقة البشرية ثم هو قسمان تفسير وهو ما لا يدرك الا بالنقل كما سباب النزول و تاويل وهو ما يمكن ادراكه بالقواعد العربية فهو مما يتعلق بالدراية والسر في جواز

التاويل بالرأى بشر وطه دون التفسير ان التفسير كشهادة على الله قطع بالله عنى بهذا اللفظ هذا المعنى ولا يجوز الا بتوقيف ولذا جزم الحاكم بان تفسير الصحابي في حكم المرفوع والتاويل ترجيح لاحد المحتملات بلا قطع۔

ترجمہ: تفسیر کے لغوی معنی ہیں ظاہر کرنا اور تاویل کے معنی ہیں لوٹنا علم تفسیر قرآن پاک کے ان حالات کا جاننا ہے جو اللہ کی مراد کو بتائیں طاقت انسانی کے مطابق پھر اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو تفسیر اور تفسیر وہ ہے جو نقل کے بغیر نہ معلوم ہو سکے اور ایک تاویل اور تاویل وہ ہے جس کو عربی قاعدوں سے معلوم کر سکیں پس تاویل کا تعلق فہم سے ہے اور تاویل کے رائے سے جائز ہونے میں اور تفسیر کے رائے سے ناجائز ہونے میں راز یہ ہے کہ تفسیر تو خدائے پاک پر گواہی دیتا ہے اور اس کا یقین کرنا ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کلمہ کے یہی معنی مراد لئے ہیں اور یہ بغیر بتائے جائز نہیں اسی لئے حاکم نے فیصلہ کر دیا کہ صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے اور تاویل چند احتمالات میں سے بعض کو ترجیح دے دینے کا نام ہے وہ بھی بلا یقین۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب العلم فصل دوم میں من قال فی القرآن براہ کے تحت فرماتے ہیں۔

ای تکلم فی معناه اوفی قراته من تلقاء نفسه من غیر تتبع اقوال الائمة من اهل اللغة والعربية للقواعد الشرعية بل بحسب ما يقتضيه عقله وهو مما يتوقف على النقل كاسباب النزول والناسخ والمنسوخ۔

ترجمہ: یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے معنی یا اس کی قراءت میں اپنی طرف سے کلام کرے لغت اور زبان جاننے والے اماموں کے قول کی تلاش نہ کرے شرعی قاعدوں کا لحاظ نہ رکھے بلکہ اس طرح کہہ دے جس کو اس کی عقل چاہے حالانکہ یہ معنی ایسے ہوں کہ جن کا سمجھنا نقل پر موقوف ہو جیسے کہ شان نزول اور ناسخ و منسوخ۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب العلم فصل دوم ج ۱ ص ۲۹۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترمذی جلد دوم کتاب التفسیر کے شروع میں ہے:

وهكذا روى عن بعض اهل العلم من اصحاب النبي عليه السلام وغيرهم انهم شذوا في هذا في ان يفسر القرآن بغير علم۔

ترجمہ: بعض اہل علم صحابہ کرام وغیرہ سے یہی روایت ہے کہ وہ حضرات اس میں بہت سختی کرتے تھے کہ قرآن کی تفسیر بغیر علم کی جائے۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء في الذي يفسر القرآن بغيره ج ۵ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۲۹۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کے حاشیہ میں مجمع البحار سے نقل فرمایا:

لا يجوز ان يراد ان لا يتكلم احد في القرآن الا بما سمعه فان الصحابة قد فسروا واختلفوا فيه على وجوه وليس كل ما قالوه سمعوه منه ولانه لا يفيد ح دعاءه عليه السلام اللهم فقهه في الدين وعلمه التأويل۔

ترجمہ: یہ تو جائز نہیں کہ اس عبارت کی یہ مراد ہو کہ کوئی بھی قرآن میں بغیر سنے ہوئے کچھ کلام ہی نہ کرے کیونکہ صحابہ کرام نے قرآن کی تفسیریں کیں اور آپس میں بہت طرح ان میں اختلاف رہا اور ان کی ہر بات تو سنی ہوئی نہ تھی نیز پھر حضور علیہ السلام کا یہ دعا فرمانا بیکار ہوگا کہ اے اللہ ان کو دینی فقہ دے اور ان کو تاویل سکھا دے۔

نیز حضرت امام غزالی نے احیاء العلوم باب ہشتم میں فصل چہارم اس مقصد کے لئے مقرر کی ہے کہ قرآن کا سمجھنا بغیر نقل بھی جائز ہے وہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی علماء ظاہری معنی کی تحقیق کرتے ہیں۔ اور صوفیائے کرام باطنی کی۔ حضرت علی رضی

اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ۷۰ اونٹ بھردوں۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص قرآن سمجھ لیتا ہے وہ تمام علوم کو بیان کر سکتا ہے۔ پھر جو حدیث میں یہ آیا کہ جو شخص اپنی رائے سے قرآن میں کہے وہ خطا کار ہے اس کا مطلب یہ ہی ہے کہ جن باتوں کا علم بغیر نقل نہیں ہو سکتا۔ ان کو رائے سے بیان کرنا حرام ہے۔ دیکھو اس کی پوری بحث احیاء العلوم شریف کے اسی باب اسی فصل میں۔

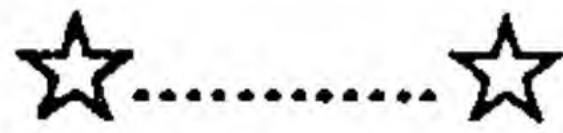
(احیاء العلوم الباب الرابع فی فہم القرآن وتفسیرہ بالرای من غیر نقل ج ۱ ص ۲۸۸-۲۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز آئمہ دین کا قرآنی آیات میں بڑا اختلاف رہتا ہے ایک صاحب کسی جگہ وقف کرتے ہیں۔ تو دوسرے اور جگہ ایک صاحب اسی آیت سے ایک مسئلہ نکالتے ہیں۔ دوسرے صاحب اس کے خلاف۔ جیسے کہ تہمت زنا لگانے والے کی گواہی تشابہات کا علم وغیرہ۔ تو اگر آپ اپنے علم سے کلام الہی میں بالکل کلام نہیں کر سکتے ہر بات کے لئے نقل کی ضرورت ہے تو یہ اختلاف کیسا۔

(۳) تحریف یہ ہے کہ قرآن کے ایسے معنی یا مطلب بیان کرے جو کہ اجماع امت یا عقیدہ اسلامیہ یا اجماع مفسرین کے خلاف ہو یا خود تفسیر قرآن کے خلاف ہے اور کہے کہ اس آیت کے وہ معنی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ معنی ہیں جو میں نے کہے۔ یہ صریح کفر ہے جیسے آیات قرآنیہ اور قراءت کا انکار کفر ہے ایسے ہی قرآن کے متواتر معنی کا انکار کفر ہے جیسے کہ مولوی قاسم نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کے معنی کئے۔ اصلی نبی۔ اور معنی آخری نبی کو خیال عوام یعنی غلط کہا اور نبوت کی دو قسمیں کر ڈالیں۔ اصلی اور عارضی۔ حالانکہ امت کا اجماع اور احادیث کا اتفاق اس پر ہے کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں آخری نبی۔ اور حضور علیہ السلام کے زمانہ میں یا بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ یہ تحریف ہے۔ اسی قرآن کریم کی جن آیتوں میں غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت کی گئی ہے وہاں مفسرین کا اجماع ہے کہ اس سے مراد غیر خدا کو پوجنا ہے جیسے ولا تدع من دون الله ما لا ينفعك ولا يضرك (پارہ ۱۱ سورہ ۱۰ آیت نمبر ۱۰۶) خدا کے سوا ان کو نہ پوجو جو نفع نقصان نہ پہنچا سکیں۔

نیز قرآن کریم خود اس کی تفسیر فرماتا ہے ومن يدع مع الله الها اخر (پارہ ۱۸ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۱۱) جو شخص خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو پوجے۔

اب اسی تفسیر اور اجماع کے ہوتے ہوئے جو کہے کہ غیر اللہ کو پکارنا منع ہے۔ وہ قرآن میں تحریف کرتا ہے اس بحث کو خوب اچھی طرح خیال میں رکھنا چاہیے بہت فائدہ مند ہے اور آئندہ کام آئے گی۔



تقليد کی بحث

تقليد کے باب میں پانچ باتیں خیال میں رہنا ضروری ہیں (۱) تقليد کے معنی اور اس کی قسمیں (۲) تقليد کو کسی ضروری ہے اور کوئی منع (۳) تقليد کس پر لازم ہے اور کس پر نہیں (۴) تقليد کے واجب ہونے دلائل (۵) تقليد پر اعتراضات اور ان کے مکمل جوابات۔ اس لئے اس بحث کے پانچ باب کئے جاتے ہیں۔

حاشیہ.....☆

غیر مقلدیت ایک ایسا فتنہ ہے جس نے بیشتر مقامات پر لوگوں کو آزمائش اور پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے اس جماعت کے لوگ جہاں کہیں جاتے ہیں وہاں کی اچھی خاصی پرسکون فضا میں ہنگامہ اور شورش برپا کر دیتے ہیں اختلافی مسائل کو ہوا دے کر ماحول کو گرم کرنا اس جماعت کے بہت سے افراد کا خاص مشغلہ ہے۔ ہندوستان میں ۱۲۳۵ھ کے میں یہ نیا فرقہ ظاہر ہوا جس کے بانی عبدالحق بناری تھے یہ لوگ تقليد کو شرک کہتے ہیں اور مذاہب اربعہ کو مشرک فرقہ کہتے ہیں اور اپنے آپ کو ناجی گروہ کہتے ہیں۔

شروع دور میں اگرچہ بہت سے مجتہدین امت گزرے ہیں لیکن ان سب کی الگ الگ باقاعدہ اس انداز میں فقہ کی تدوین نہیں ہو سکی کہ ان کی تقليد کرنے والا دوسروں سے بے نیاز ہو جائے۔ یہ فخر و امتیاز اللہ تعالیٰ نے حضرات ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، امام مالک رضی اللہ عنہ، امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک کے مذہب کی جزئیات اور اصول اس انداز میں مدون ہوئے کہ جو شخص دین کے جس مسئلہ میں رہنمائی چاہے اس کو ہر مذہب میں رہنمائی مل سکتی ہے۔

لیکن یہ ظالم غیر مقلدین ان اماموں کو طاغوت کہتے ہیں اور مقلدین کو مشرک کہتے ہیں یہ لوگ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے تقریباً تمام محدثین و فقہاء کرام مقلدین ہیں اور ان گمراہوں کے فتویٰ سے یہ تمام کافر ہوئے۔

ان هذا المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة او من يعتد منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا۔ وفي ذلك من المصالح مالا يخفى لاسيما في هذه الايام التي قصرت فيها الهمم جدا فاشربت النفوس الهوى واعجب كل ذي راي برايه۔

ترجمہ: یہ چاروں مذاہب جو مدون و مرتب ہیں ان کی تقليد پر آج تک امت کے معتبر افراد کا اتفاق چلا آ رہا ہے۔ اور اس میں جو مصالح ہیں وہ مخفی نہیں خاص کر اس زمانہ میں جبکہ لوگوں کی ہمتیں کوتاہ ہو گئی ہیں اور خواہش نفس لوگوں کے قلوب میں جاگزیں ہو چکی ہے اور اپنی رائے کو ہی اچھا سمجھنے کا دور دورہ ہے۔

(حجۃ اللہ الباندرج ص ۱۵۳)

علامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

انه لم تنزل العامة في زمن الصحابة والتابعين قبل حدوث المخالفين يستفتون المجتهدين

باب اول

تقلید کے معنی اور اس کے اقسام

تقلید کے دو معنی ہیں۔ ایک لغوی۔ دوسرے شرعی۔ لغوی معنی ہیں۔ قلابہ در گردن بستن گلے میں ہار یا پٹہ ڈالنا۔ تقلید کے شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول و فعل کو اپنے پر لازم شرعی جاننا یہ سمجھ کر کہ اس کا کلام اور اس کا کام ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ یہ شرعی محقق ہے۔ جیسے کہ ہم مسائل شرعیہ میں امام صاحب کا قول و فعل اپنے لئے دلیل سمجھتے ہیں اور دلائل شرعیہ میں نظر نہیں کرتے۔

حاشیہ حسامی باب متابعت رسول اللہ ﷺ میں صفحہ ۸۶ پر شرح مختصر المنار سے نقل کیا اور یہ عبارت نور الانوار بحث تقلید میں بھی ہے:

التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعہ یقول او فی فعلہ علی زعم انہ محقق بلا نظر فی الدلیل۔

ترجمہ: تقلید کے معنی ہیں کسی شخص کا اپنے غیر کی اطاعت کرنا اس میں جو اس کو کہتے ہوئے یا کرتے ہوئے سن لے یہ سمجھ کر کہ وہ اہل تحقیق میں سے ہے بغیر دلیل میں نظر کئے ہوئے۔

(حسامی شرح نامی ص ۱۹۰ مطبع مجبائی دہلی)

حاشیہ.....☆

ويتبعونهم في احكام الشريعة۔

ترجمہ: مخالفین کے ظہور سے قبل صحابہ و تابعین کے دور میں عام معمول یہ تھا کہ لوگ مجتہدین سے مسائل دریافت کرتے اور احکام شریعت میں ان کی پیروی کرتے تھے۔

(الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۱۹۸ مطبوعہ موسسۃ الحلبي القاہرۃ)

تقلید کا لغوی معنی قلابہ ہے قلابہ بٹے اور ہار کو کہتے ہیں اگر جانور کے گلے میں ہو تو پٹہ انسان کے گلے میں ہو تو ہار۔ اب قرینہ اور موقع کے لحاظ سے الگ الگ چیز کو کہتے ہیں یعنی قلابہ جب حیوان کے گلے میں ڈالا جائے تو پٹہ کہلاتا ہے اور اگر انسان کے گلے میں ہو تو ہار کہا جاتا ہے۔

والقلادة ما جعل في العنق يكون للانسان والفرس والكلب التي تهدي ونحوها۔

(لسان العرب ج ۳ ص ۳۶۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

منجد میں ہے:

القلادة قلائد وقلاذ ما جعل في العنق من الحلی۔

(منجد ج ۱ ص ۶۴۹ مطبوعہ ایران)

حدیث مبارکہ میں بھی اس کا ذکر ہے:

استعارت من اسماء قلادة۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار مانگا تھا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نیز امام غزالی کتاب المستصفی جلد دوم صفحہ ۳۸۷ مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں التقليد هو قبول قول بلا حجة۔ مسلم الثبوت میں ہے:

التقليد العمل بقول الغير من غير حجة۔

ترجمہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی اطاعت کرنے کو تقلید نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ان کا ہر قول و فعل دلیل شرعی ہے تقلید میں ہوتا ہے۔ دلیل شرعی کو نہ دیکھنا۔ لہذا ہم حضور علیہ السلام کے امتی کہلائیں گے نہ کہ مقلد۔ اسی طرح صحابہ کرام و ائمہ دین حضور علیہ السلام کے امتی ہیں نہ کہ مقلد اسی طرح عالم کی اطاعت جو عام مسلمان کرتے ہیں اس کو بھی تقلید نہ کہا جائے گا کیونکہ کوئی بھی ان عالموں کی بات یا ان کے کام کو اپنے لئے حجت نہیں بناتا۔ بلکہ یہ سمجھ کر ان کی بات مانتا ہے کہ مولوی آدمی ہیں کتاب سے دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے اگر ثابت ہو جائے کہ ان کا یہ فتویٰ غلط تھا کتب فقہ کے خلاف تھا تو کوئی بھی نہ مانے بخلاف قول امام ابوحنیفہ کے کہ اگر وہ حدیث یا قرآن یا اجماع امت دیکھ کر مسئلہ فرمادیں تو بھی قبول اور اگر اپنے قیاس سے حکم دیں تو بھی قبول ہوگا یہ فرق ضرور یاد رہے۔

حاشیہ.....☆

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

الامام العلامة المغرب شيخ الاسلام ابو عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمرى الاندلسى القرطبى المالکى۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۳۰-۳۳۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

النواوى الامام الحافظ الاوحد القدوة شيخ الاسلام علم الاولياء محي الدين ابوز كريا يحيى بن شرف بن مري الحزامى الحورانى الشافعى صاحب التصانيف النافعة۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۲۷۰ برقم ۱۱۶۲ مطبوعہ دار صمیمی الرياض)

وامام الشافعية ببغداد ابو اسحاق المروزی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۵۵ مطبوعہ دار صمیمی الرياض)

البغوی الامام الحافظ الفقیہ المجتہد محیی السنۃ ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد الفراء الشافعی صاحب معالم التنزیل.....

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۲۵۷ برقم ۱۰۶۲ مطبوعہ دار صمیمی الرياض)

المزى شيخنا الامام العالم الحبر الحافظ الاوحد محدث الشام جمال الدين ابو الحجاج يوسف بن الزكى عبدالرحمن بن يوسف القضاعي الدمشقي الشافعى۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۳۹۸ برقم ۱۱۷۶ مطبوعہ دار صمیمی الرياض)

الحميدى الامام العلم ابوبكر عبدالله بن الزبير القرشى الاسدى الحميدى المالکى۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۳۱۳ برقم ۳۱۹ مطبوعہ دار صمیمی الرياض)

ابن دقيق العيد الامام الفقیہ المجتہد المحدث الحافظ العلامة شيخ الاسلام تقي الدين ابو الفتح محمد بن على بن وهب بن مطيع القشيري المنفلوطى الصعيدى المالکى والشافعى۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۳۸۱ برقم ۱۱۶۸ مطبوعہ دار صمیمی الرياض)

تقليد دو طرح کی ہے۔ تقلید شرعی اور غیر شرعی۔ تقلید شرعی تو شریعت کے احکام میں کسی کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں جیسے روزے، نماز، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل میں آئمہ دین کی اطاعت کی جاتی ہے اور تقلید غیر شرعی دنیاوی باتوں میں کسی کی پیروی کرنا ہے جیسے طبیب لوگ علم طب میں بوعلی سینا کی اور شاعر لوگ داغ امیر یا مرزا غالب کی یا نحوی و صرفی لوگ سیبویہ اور ظلیل کی پیروی کرتے ہیں اسی طرح ہر پیشہ اور پیشہ میں اس فن کے ماہرین کی پیروی کرتے ہیں یہ تقلید دنیاوی ہے۔

صوفیائے کرام جو وظائف و اعمال میں اپنے مشائخ کے قول و فعل کی پیروی کرتے ہیں وہ تقلید دینی تو ہے مگر تقلید شرعی نہیں بلکہ تقلید فی الطریقت ہے اس لئے یہ شرعی مسائل حرام و حلال میں تقلید نہیں ہاں جس چیز میں تقلید ہے وہ دینی کام ہے۔

تقلید غیر شرعی اگر شریعت کے خلاف ہے تو حرام ہے اگر خلاف اسلام نہ ہو تو جائز ہے بڑھی عورتیں اپنے باب داداؤں کی ایجاد کی ہوئی شادی غمی کی ان رسموں کی پابندی کریں جو خلاف شریعت ہیں تو حرام ہے طبیب لوگ جو طبی مسائل میں بوعلی سینا وغیرہ کی پیروی کریں جو کہ مخالف اسلام نہ ہوں تو جائز ہے اسی پہلی قسم کی حرام تقلید کے بارے میں قرآن کریم جگہ جگہ ممانعت فرماتا ہے اور ایسی تقلید کرنے والوں کی برائی فرماتا ہے۔

ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه و كان امره فرطا۔

ترجمہ: اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔ (پارہ ۱۵ سورۃ الکہف آیت نمبر ۲۸)

وان جاهدك على ان تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما۔

ترجمہ: اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرا اس کو جس کا تجھ کو علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان۔

(پارہ ۲۱ سورۃ لقمان آیت نمبر ۱۵)

واذا قيل لهم تعالوا الى ما انزل الله والى الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا عليه اباءنا اولو كان اباؤهم لا يعلمون شيئا ولا يهتدون۔

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف کہیں ہم کو وہ بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ اگر چہ ان کے باپ دادا کچھ نہ جانتیں اور نہ راہ پر ہوں۔

(پارہ ۷ سورۃ ۵ آیت نمبر ۱۰۴)

حاشیہ.....☆

شیخ الاسلام حافظ الحدیث امام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد بن علی اللہری وی متوفی ۴۸۸ھ کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ وہ حنبلی ہونے کے ساتھ منبر پر اس کی وصیت بھی کرتے تھے:

انا حنبلی ما حیث وان امت

فوصیتی للناس ان یتحنبلوا

ترجمہ: میں حنبلی ہوں جب تک زندہ رہوں اور جب مر گیا تو لوگوں کو میری یہی وصیت ہے کہ حنبلی ہو جائیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۸۶ مطبوعہ دار مصیعی الرياض)

یہ ایک مختصری جھلک تھی جو آپ نے ملاحظہ فرمائی اس لیے یہ بیان ختم ہونے والا نہیں اس کو پورا بیان نہیں کیا جاسکتا ہے بارہویں صدی تک عدم تقلید کا کوئی چرچا نہیں تھا اب غیر مقلدین بتائے کہ یہ تمام فقہاء کرام مشرک تھے۔

واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما الفينا عليه اباءنا۔

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاوے کہ اللہ کے اتارے ہوئے پر چلو تو کہیں گے ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۷۰)

ان میں اور ان جیسی آیتوں میں اسی تقلید کی برائی فرمائی گئی ہے جو شریعت کے مقابلہ میں جاہل باپ داداؤں کے حرام کاموں میں کی جاوے کہ چونکہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے تھے ہم بھی ایسا کریں گے چاہے یہ کام جائز ہو یا ناجائز۔ یہی شرعی تقلید اور آئمہ دین کی اطاعت اس سے ان آیات کو کوئی تعلق نہیں ان آیتوں سے تقلید آئمہ کو شرک یا حرام کہنا محض بے دینی ہے۔ اس کا بہت خیال رہے۔



دوسرا باب

کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے کن میں نہیں

تقلید شرعی میں کچھ تفصیل ہے شرعی مسائل تین طرح کے ہیں (۱) عقائد (۲) وہ احکام جو صراحتہ قرآن پاک یا حدیث شریف سے ثابت ہوں اجتہاد کو ان میں دخل نہ ہو (۳) وہ احکام جو قرآن یا حدیث سے استنباط و اجتہاد کر کے نکالے جائیں۔

عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔ تفسیر روح البیان آخر سورہ ہود زیر آیت نصیبہم غیر منقوض (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۱۰۹) میں ہیں وفي الاية ذم التقليد وهو قبول قول الغير بلا دليل وهو جائز في الفروع والعمليات ولا يجوز في اصول الدين والاعتقادات بل لا بد من النظر والاستدلال (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۲۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ تو حید و رسالت وغیرہ تم نے کیسے مانی تو یہ نہ کہا جاوے گا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے فرمانے سے یا کہ فقہ اکبر سے بلکہ دلائل تو حید و رسالت سے کیونکہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی۔

مقدمہ ثانی بحث تقلید المفضل الا فضل میں ہے۔

(عن معتقدا) ای عما نعتقده من غير المسائل الفرعية مما يجب اعتقاده على كل مكلف بلا تقليد لاحد وهو ما عليه اهل السنة والجماعة وهم الاشاعرة والماتريدية۔

ترجمہ: یعنی جن کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں فرعی مسائل کے علاوہ کہ جن کا اعتقاد رکھنا ہر مکلف پر بغیر کسی کی تقلید کے واجب ہے وہ عقائد وہ ہی ہیں جن اہل سنت والجماعت ہیں اور اہل سنت اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں۔

(رد المحتار علی در المختار بحث تقلید المفضل الا فضل ج ۱ ص ۳۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نیز تفسیر کبیر پارہ ۵ زیر آیت فاجره حتى يسمع كلام الله (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۶) میں ہے هذه الاية تدل على ان التقليد غير كاف في الدين وانه لا بد من النظر والاستدلال (ترجمہ:..... یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اصول دین میں تقلید غیر کافی ہے اور اس میں نظر و استدلال ضروری ہے۔ تفسیر کبیر ج ۱۵ ص ۲۲۸ سعید اللہ) صریح احکام میں بھی کسی کی تقلید جائز نہیں۔ پانچ نمازیں، نماز کی رکعتیں، تیس روزے میں کھانا پینا حرام ہونا یہ وہ مسائل ہیں جن کا ثبوت نص سے صراحتہ ہے اس لئے یہ نہ کہا

جائے گا کہ نمازیں پانچ اس لئے ہیں یا روزے ایک ماہ کے اس لئے ہیں کہ فقہ اکبر میں لکھا ہے یا امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے بلکہ اس کے لئے قرآن و حدیث سے دلائل دیئے جائیں گے۔

جو مسائل قرآن و حدیث یا اجماع امت سے اجتہاد و استنباط کر کے نکالے جائیں۔ ان میں غیر مجتہد پر تقلید کرنا واجب ہے مسائل کی جو ہم نے تقسیم کر دی اور بتا دیا کہ کون سے مسائل تقلید یہ ہیں اور کون سے نہیں اس کا بہت لحاظ رہے بعض موقع پر غیر مقلد اعتراض کرتے ہیں کہ مقلد کو حق نہیں ہوتا کہ دلائل سے مسائل نکالے پھر تم لوگ نماز روزے کے لئے قرآنی آیتیں یا احادیث کیوں پیش کرتے ہو اس کا جواب بھی اس امر میں آگیا کہ روزہ نماز کی فرضیت تقلیدی مسائل سے نہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ سوائے احکام خبر و غیرہ میں تقلید نہ ہوگی۔ جیسے کہ کفر بیزید وغیرہ۔ نیز قیاسی مسائل میں فقہاء کا قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرنا صرف مانے ہوئے مسائل کی تائید کیلئے ہوتا ہے وہ مسائل پہلے ہی سے قول امام سے مانے ہوئے ہوتے ہیں تو بلا نظر فی الدلیل کے یہ معنی نہیں کہ مقلد دلائل دیکھے ہی نہیں بلکہ یہ دلائل سے مسائل حل نہ کرے۔

تیسرا باب

کس پر تقلید کرنا واجب ہے اور کس پر نہیں

مكلف مسلمان دو طرح کے ہیں ایک مجتہد۔ دوسرے غیر مجتہد۔ مجتہد وہ ہے جس میں اس قدر علمی لیاقت اور قابلیت ہو کہ قرآنی اشارات و رموز سمجھ سکے اور کلام کے مقصد کو پہچان سکے اس سے مسائل نکال سکے۔ ناخ و منسوخ کا پورا علم رکھتا ہو۔ علم صرف و نحو و بلاغت وغیرہ میں اس کو پوری مہارت حاصل ہو احکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر اس کی نظر ہو۔ اس کے علاوہ ذکی اور خوش فہم ہو دیکھو تفسیرات احمدیہ وغیرہ جو کہ اس درجہ پر نہ پہنچا ہو وہ غیر مجتہد یا مقلد ہے۔ غیر مجتہد پر تقلید ضروری ہے۔ مجتہد کے لئے تقلید منع۔ مجتہد کے چھ طبقے ہیں (۱) مجتہد فی الشرع (۲) مجتہد فی المذہب (۳) مجتہد فی المسائل (۴) اصحاب التخریج (۵) اصحاب الترجیح (۶) اصحاب التمییز (مقدمہ شامی بحث طبقات الفقہاء)

(۱) مجتہد فی الشرع وہ حضرات ہیں جنہوں نے اجتہاد کرنے کے قواعد بنائے۔ جیسے چاروں امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(۲) مجتہد فی المذہب وہ حضرات ہیں جو ان اصول میں تقلید کرتے ہیں اور ان اصول سے مسائل شرعیہ فرعیہ خود استنباط کر سکتے ہیں جیسے امام ابو یوسف و محمد ابن مبارک رحمہم اللہ اجمعین۔ کہ یہ قواعد میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں خود مجتہد۔

(۳) مجتہد فی المسائل وہ حضرات ہیں جو قواعد اور مسائل فرعیہ دونوں میں مقلد ہیں۔ مگر وہ مسائل جن کے متعلق آئمہ کی تصریح نہیں ملتی۔ ان کو قرآن و حدیث وغیرہ دلائل سے نکال سکتے ہیں۔ جیسے امام طحاوی اور قاضی خان ثنس الائمہ سرخی وغیرہم۔

(۴) اصحاب التخریج وہ حضرات ہیں جو اجتہاد تو بالکل نہیں کر سکتے ہاں آئمہ میں سے کسی کے مجمل قول کی تفصیل فرما سکتے ہیں جیسے امام کرخی وغیرہ۔

(۵) اصحاب الترجیح وہ حضرات ہیں جو امام صاحب کی چند روایات میں سے بعض کو ترجیح دے سکتے ہیں یعنی اگر کسی مسئلہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو قول روایت میں آئے تو ان میں سے کس کو ترجیح دیں۔ یہ وہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جہاں امام صاحب

اور صاحبین کا اختلاف ہو تو کسی کے قول کو ترجیح دے سکتے ہیں کہ ہذا اولیٰ یا ہذا اصح وغیرہ جیسے صاحب قدوری اور صاحب ہدایہ۔
(۶) اصحاب تمیز وہ حضرات ہیں جو ظاہر مذہب اور روایات مادرہ اسی طرح قول ضعیف اور قوی اور اقویٰ میں فرق کر سکتے ہیں کہ اقوال مردودہ روایات ضعیفہ کو ترک کر دیں۔ اور صحیح روایات اور معتبر قول کو لیں جیسے کہ صاحب کنز اور صاحب درمختار وغیرہ۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۷ مطبوعہ استانبول)

جن میں ان چھ دھنوں میں سے کچھ بھی نہ ہوں۔ وہ مقلد محض ہیں۔ جیسے ہم اور ہمارے زمانے کے عام علماء کہ ان کا صرف یہ ہی کام ہے کہ کتاب سے مسائل دیکھ کر لوگوں کو بتادیں۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مجتہد کو تقلید کرنا حرام ہے تو ان چھ طبقوں میں جو صاحب ہیں جس درجہ کے مجتہد ہوں گے۔ وہ اس درجہ سے کسی کی تقلید نہ کریں گے۔ اور اس سے اوپر والے درجہ میں مقلد ہوں گے جیسے امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کہ یہ حضرات اصول اور قواعد میں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں چونکہ خود مجتہد ہیں۔ اس لئے ان میں مقلد نہیں۔

ہماری اس تقریر سے غیر مقلدوں کا یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ جب امام ابو یوسف و محمد علیہما الرحمۃ خفی ہیں اور مقلد ہیں تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ تو یہی کہا جاوے گا کہ اصول و قواعد میں یہ حضرات مقلد ہیں۔ اس میں مخالفت نہیں کرتے اور فرعی مسائل میں مخالفت کرتے ہیں اس میں خود مجتہد ہیں۔ وہ کسی کے مقلد نہیں۔

یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ تم بہت سے مسائل میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیتے ہو اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو چھوڑتے ہو پھر تم حنفی کیسے؟ جواب آگیا کہ بعض درجہ کے فقہاء اصحاب ترجیح بھی ہیں جو چند قولوں میں سے بعض کو ترجیح دیتے ہیں اسی لئے ہم کو ان فقہاء کا ترجیح دیا ہوا جو قول ملا اس پر فتویٰ دیا گیا یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ تم اپنے کو حنفی پھر کیوں کہتے ہو۔ یوسفی یا محمدی یا ابن مبارکی کہو! کیونکہ بہت سی جگہ تم ان کے قول پر عمل کرتے ہو امام ابو حنیفہ کا قول چھوڑ کر۔ جواب یہ ہی ہوا کہ چونکہ ابو یوسف و محمد ابن مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ کے تمام اقوال امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے اصول اور قوانین پر بنے ہیں۔ لہذا ان میں سے کسی بھی قول کو لینا درحقیقت امام صاحب ہی کے قول کو لینا ہے جیسے حدیث پر عمل درحقیقت قرآن پر ہی عمل ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے مثلاً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جاوے تو وہی میرا مذہب ہے۔ اب اگر کوئی محقق فی المذہب کوئی صحیح حدیث پا کر اس پر عمل کرے تو وہ اس سے غیر مقلد نہ ہوگا۔ بلکہ حنفی رہے گا کیونکہ اس نے اس حدیث پر امام صاحب کے اس قاعدے سے عمل کیا یہ پوری بحث دیکھو مقدمہ شامی مطلب صحیح من الامام اذا صحح الحديث فهو مذهبي (رد المحتار ج ۱ ص ۶۳ مطبوعہ استانبول) امام صاحب کے اس قول کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہوئی ہے تو وہ میرا مذہب بنی یعنی ہر مسئلہ اور ہر حدیث میں میں نے بہت جرح تدرج اور تحقیق کی ہے تب اسے اختیار کیا چنانچہ حضرت امام کے یہاں ہر مسئلہ کی بڑی چھان بین ہوتی تھی۔ مجتہد شاگردوں سے نہایت تحقیقی گفتگو کے بعد اختیار فرمایا جاتا تھا۔

اگر یہ مختصری تقریر خیال رکھی گئی تو بہت مشکلوں کو انشاء اللہ حل کر دے گی اور بہت کام آوے گی بعض غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہم میں اجتہاد کرنے کی قوت ہے لہذا ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ اس کے لئے بہت طویل گفتگو کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اجتہاد کے لئے کس قدر علم کی ضرورت ہے اور ان حضرات کو وہ قوت علمی حاصل ہے یا نہیں۔

حضرت امام رازی، امام غزالی وغیرہ امام ترمذی و امام ابو داؤد وغیرہ حضور غوث پاک۔ حضرت بایزید بسطامی۔ شاہ بہاء الحق نقشبند اسلام میں ایسے پایہ کے علماء اور مشائخ گزرے کہ ان پر اہل اسلام جس قدر بھی فخر کریں کم ہے۔ مگر ان حضرات میں سے کوئی صاحب بھی مجتہد نہ ہوئے بلکہ سب مقلد ہی ہوئے خواہ امام شافعی کے مقلد ہوں۔ یا امام ابو حنیفہ کے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ زمانہ موجودہ میں کون ان کی قابلیت کا ہے جب ان کا علم مجتہد بننے کے لئے کافی نہ ہوا۔ تو جن بے چاروں کو ابھی حدیث کی کتابوں کے نام لینا بھی نہ آتے ہوں وہ کس شمار میں ہیں۔

ایک صاحب نے دعویٰ اجتہاد کیا میں نے ان سے صرف اتنا پوچھا کہ سورۃ تکاثر سے کس قدر مسائل آپ نکال سکتے ہیں اور اس میں حقیقت مجاز، صریح، و کنایہ ظاہر و نص کتنے ہیں۔ ان بے چارے نے ان چیزوں کے نام بھی نہ سنے تھے۔

چوتھا باب

تقلید واجب ہونے کے دلائل میں

اس باب میں ہم دو فصلیں لکھتے ہیں۔ پہلی فصل میں تو مطلقاً تقلید کے دلائل ہیں۔ دوسری میں تقلید شخصی کے دلائل۔

فصل اول: تقلید کا واجب ہونا قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اور عمل امت اور اقوال مفسرین سے ثابت ہے۔ تقلید مطلقاً بھی اور تقلید مجتہدین بھی ہر ایک تقلید کا ثبوت ہے۔

اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔

ترجمہ: ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ ان کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا۔

(سورۃ فاتحہ پارہ ۱ آیت نمبر ۵)

اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم وہی ہے جس پر اللہ کے نیک بندے چلے ہوں اور تمام مفسرین محدثین فقہاء اولیاء اللہ غوث و قطب و ابدال اللہ کے نیک بندے ہیں وہ سب ہی مقلد گزرے لہذا تقلید ہی سیدھا راستہ ہوا۔ کوئی محدث و مفسر، ولی غیر مقلد نہ گزرا۔ غیر مقلد وہ ہے جو مجتہد نہ ہو۔ پھر تقلید نہ کرے۔ جو مجتہد ہو کر تقلید نہ کرے۔ وہ غیر مقلد نہیں کیونکہ مجتہد کو تقلید کرنا منع ہے۔

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا۔

ترجمہ: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔

(سورۃ بقرہ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۸۶)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ طاقت سے زیادہ کام کی خدا تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ تو جو شخص اجتہاد نہ کر سکے اور قرآن سے مسائل نہ نکال سکے۔ اس سے تقلید نہ کرنا اور اس سے استنباط کرنا طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا ہے۔ جب غریب آدمی پر زکوٰۃ اور حج فرض نہیں تو بے علم پر مسائل کا استنباط کرنا کیونکر ضروری ہوگا۔

والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

ترجمہ: اور سب میں اگلے پچھلے مہاجر و انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔
(سورہ ۹ پارہ ۱۱ آیت نمبر ۱۰۰)

معلوم ہوا کہ اللہ ان سے راضی ہے جو مہاجرین اور انصار کی اتباع یعنی تقلید کرتے ہیں۔ یہ بھی تقلید ہوئی۔

یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور حکم والوں کی جو تم میں سے ہوں۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت ۵۹)

اس آیت میں تین ذاتوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ اللہ کی (قرآن) رسول علیہ السلام کی (حدیث) امر والوں کی (فقہ و استنباط کے علماء) مگر کلمہ اطیعوا دو جگہ لایا گیا۔ اللہ کے لئے ایک اور رسول علیہ السلام اور حکم والوں کے لئے ایک۔ کیونکہ اللہ کی طرف اس کے فرمانے میں ہی اطاعت کی جائے گی نہ کہ اس کے فعل میں اور نہ اس کے سکوت میں۔ وہ کفار کو روزی دیتا ہے کبھی ان کو ظاہری فتح دیتا ہے وہ کفر کرتے ہیں۔ مگر ان کو فوراً عذاب نہیں بھیجتا۔ ہم اس میں رب تعالیٰ کی پیروی نہیں کر سکتے کہ کفار کی امداد کریں بخلاف نبی علیہ السلام و امام مجتہد کے کہ ان کا ہر حکم ان کا ہر کام اور ان کا کسی کو کچھ کرتے ہوئے دیکھ کر خاموش ہونا۔

.....☆ حاشیہ

اولوالامر کون ہیں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء ابن سائب رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو العالیہ البصری رحمۃ اللہ علیہ، امام قتادہ بن دعامہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ بہت سے مفسرین سے منقول ہے کہ اولوالامر سے مراد فقہاء اور علماء ہیں۔

امام محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو زکریا یحییٰ بن محمد العنبری ثنا محمد بن عبد السلام ثنا اسحاق بن ابراہیم انبا وکیع عن علی بن صالح عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن جابر بن عبد اللہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم النساء قال اولی الفقہ والخیر هذا حدیث صحیح له شاهد و تفسیر الصحابی عندهما مسند۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عز و جل کا فرمان اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں اولی الامر سے مراد فقہاء ہیں۔

(المستدرک ج ۲۱۱ رقم الحدیث ۳۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

اولی الامر سے مراد علماء و فقہاء ہیں اللہ نے ان کی اطاعت واجب کی ہے۔

(المستدرک کتاب العلم فصل فی تو قیر العالم هذه اخبار الصحیح فی الامرائج ج ۲۱۱ رقم الحدیث ۳۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہی امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں۔

وتفسیر الصحابی عندهما مسند۔

ترجمہ: اور صحابی کی تفسیر امام بخاری و مسلم کے نزدیک مسند (مرفوع) ہوتی ہے۔

(مستدرک ج ۱ ص ۹۷ رقم الحدیث ۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تذریب الراوی للسیوطی ج ۱ ص ۱۹۲-۱۹۳ مطبوعہ مکتبۃ الریاض الحدیثہ الریاض)

حاشیہ.....☆

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۳۳ھ روایت کرتے ہیں۔

ومسلما ان تفسیر الصحابی حدیث مسند۔

(الاحادیث المختارة ج ۲ ص ۱۶۳ مطبوعہ مکتبۃ النصفۃ المدینہ مکہ مکرمہ)

لیکن ہر تفسیر مرفوع کے حکم میں نہیں اس کی جانچ پڑتال کے بعد یہ حکم لگایا جائے گا اور اگر تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال متعارض ہوئے تو امام التفسیر حمزہ الامۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کو ترجیح دی جائے گی۔ معلوم ہوا کہ امام التفسیر حمزہ الامۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر مرفوع کے حکم میں ہے۔

امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

يبحث عن صحة السند وينظر في تفسير الصحابي فان فسر من حيث اللغة فهم اهل اللسان فلا شك في اعتمادهم وان فسر بما شاهد من الاسباب والقرائن فلا شك فيه وحينئذ ان تعارضت اقوال جماعة من الصحابة فان امكن الجمع فذلك وان تعذر قدم ابن عباس رضي الله عنه لان النبي ﷺ بشره بذلك حيث قال اللهم علمه التاويل۔

ترجمہ: صحابی کی تفسیر کی جانچ پڑتال کی جائے گی اور اس سلسلہ میں اسناد کی طرف خصوصی توجہ دینی ہوگی۔ اگر صحابی نے لغت کی تائید سے تفسیر کی ہے تو اسے بسر و چشم قبول کیا جائے گا اس لئے کہ وہ اہل زبان ہیں اور ان کی زبان دینی پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا اور اگر اسباب و قرائن کے مشاہدہ سے تفسیر کرتے ہیں تو اسے بھی کسی رد و قدح کے بغیر قبول کیا جائے گا اور اگر ایک ہی آیت کی تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال متعارض ہوئے تو دیکھا جائے گا کہ ان کے مابین جمع اور تطبیق ممکن ہے یا ناممکن؟ اگر تطبیق ممکن ہو تو ٹھیک ہے ورنہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کو ترجیح دی جائے گی اس لئے کہ ان کے حق میں حضور ﷺ نے قرآن فہمی کی دعاء کی تھی۔ (البرہان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۷۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الاتقان فی علوم القرآن للسبوطی ج ۲ ص ۲۳۲-۲۳۵ نو ع۔ ۷۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحطی مصر) یہ وہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جن کو سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے سینے مبارک سے لگا کر دعا فرمائی تھی۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا مسدد حدثنا عبد الواث عن خالد عن عكرمة عن ابن عباس قال ضمنى النبي ﷺ الى صدره وقال اللهم علمه الحكمة۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے مبارک سینے سے لگا کر دعا کی اے اللہ! اسے حکمت سکھا دے۔

صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۳۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی..... الاستیعاب ج ۳ ص ۹۳۵ برقم ۱۵۸۸ مطبوعہ دار الجلیل بیروت..... فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۸۳۶ رقم الحدیث ۱۵۶۰ و ۱۵۶۱ رقم الحدیث ۱۸۳۵ و ۱۸۳۶ رقم الحدیث ۹۵۵-۹۵۶ رقم الحدیث ۱۸۵۶-۱۸۵۸-۱۸۵۹ و ۹۶۳-۹۶۴ رقم الحدیث ۱۸۸۲-۱۸۸۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت..... طلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت..... جامع المسانید والسنن لابن کثیر ج ۳ ص ۸۳۹۵ رقم الحدیث ۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹ ج ۳ ص ۸۷۶ رقم الحدیث ۲۰۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت..... انجم الکبیر لامام طبرانی ج ۱ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۱۱۵۳۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل..... الآحاد والثانی ذکر عبد اللہ بن عباس ج ۱ ص ۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷ رقم الحدیث ۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۸۰-۳۸۱ مطبوعہ دار الریاء الریاض..... دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۱۹۲

تینوں چیزوں میں ان کی پیروی کی جاوے گی۔ اس فرق کی وجہ سے دو جگہ اطیعوا بولا اگر کوئی کہے کہ امر والوں سے مراد سلطان اسلامی ہے تو سلطان اسلامی کی اطاعت شرعی احکام میں کی جاوے گی نہ کہ خلاف شرع چیزوں میں اور سلطان وہ شرعی احکام علماء مجتہدین ہی سے معلوم کرے گا حکم تو سب میں فقیہ کا ہوتا ہے۔ اسلامی سلطان محض اس کا جاری کرنے والا ہوتا اور اگر بادشاہ اسلامی بھی مراد لو۔ جب بھی تقلید تو ثابت ہوئی گئی۔ عالم کی نہ ہوئی بادشاہ کی ہوئی۔

یہ بھی خیال رہے کہ آیت میں اطاعت سے مراد شرعی اطاعت ہے۔

ایک نکتہ اس آیت میں یہ بھی ہے کہ احکام تین طرح سے ہیں۔ صراحتہ قرآن سے ثابت جیسے کہ جس عورت غیر حاملہ کا شوہر مر جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے ان کے لئے حکم ہوا اطیعوا اللہ دوسرے وہ جو صراحتہ حدیث سے ثابت ہیں جیسے کہ چاندی سونے کا زیور مرد کو پہننا حرام ہے اس کے لئے فرمایا گیا واطیعوا الرسول تیسرے وہ جو نہ تو صراحتہ قرآن سے ثابت ہیں نہ حدیث سے جیسے کہ چاول میں سود کی حرمت قطعی ہے۔ اس کے لئے فرمایا گیا اولی الامر منکم تین طرح کے احکام اور تین حکم۔

حاشیہ.....☆

۱۹۳- مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... طبرانی صغیر باب العین من اسمہ علی ج ۱ ص ۱۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۳۵۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... کنز العمال ج ۱۱ ص ۷۳۱ رقم الحدیث ۳۳۵۸۲-۳۳۵۸۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت..... حجتہ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب الثامن فی المعجزات المتعلقة باستجابة دعاء ص ۳۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... خصائص الکبریٰ باب دعاء الابن عباس ج ۲ ص ۲۸۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... فضائل الصحابة للنسائی ص ۲۳ رقم الحدیث ۷۴-۷۵-۷۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... الاحادیث المختارة ج ۱ ص ۲۲۲-۲۲۳ رقم الحدیث ۲۳۵ مطبوعہ مکتبۃ المنہجۃ الحدیث مکہ مکرمہ..... ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی الفضل الثانی فی ذکر عبد اللہ بن عباس ویکفی ابی العباس ذکر اسمہ وکنیتہ ومولده وصفته ص ۲۲۶ و ۲۲۷ ص ۲۲۷ ذکر دعاء النبی مطبوعہ دارالکتب المصریہ..... اعلام النبوة الباب الحادی عشر فیما اکرم بہ من اجلۃ ادعیۃ ص ۱۷۲-۱۷۵ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت..... التتبع الملطیف فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ للسخاوی ذکر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... صفوة الصفوة لابن جوزی ذکر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ج ۱ ص ۷۴-۷۵ مطبوعہ دارالمعرفة بیروت..... جامع الاحادیث الکبیر للسيوطی ج ۲ ص ۲۰ رقم الحدیث ۱۶۲۷۸-۱۶۲۷۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت..... سیر اعلام النبلاء ذکر عبد اللہ بن عباس البحر ج ۳ ص ۳۳۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت..... امام حاکم فی المستدرک هذا حدیث صحیح الاستاد ولم یخرجاہ ج ۳ ص ۱۵۱ رقم الحدیث ۶۲۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ دارصادر بیروت.....

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله قشنا الوليد بن شجاع نا بن وهب اخبرني بن لهيعة عن بن هبيرة ان عمر بن الخطاب كان يقول ثم من كان سائلا عن شيء من القرآن فليسال عبد الله بن عباس۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ جو قرآن کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہے تو وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کریں۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۹۶ رقم الحدیث ۱۸۹۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الآحاد والثانی ترجمہ عبد اللہ بن عباس ج ۱ ص ۲۸۶ رقم الحدیث ۳۶۰ مطبوعہ دارالریۃ الریاض)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو كريب قال ثنا بن ادريس قال اخبرنا ليث عن مجاهد في قوله اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم قال اولى الفقه والعلم۔

(جامع البيان فی تفسیر القرآن المعروف بتفسیر طبری ج ۵ ص ۱۳۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

ترجمہ: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں۔

(سورہ النحل آیت نمبر ۴۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص جس مسئلہ کو نہ جانتا ہو۔ وہ اہل علم سے دریافت کرے۔ وہ اجتہادی مسائل جن کے نکالنے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ مجتہدین سے دریافت کرے۔ وہ اجتہادی مسائل جن کے نکالنے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ مجتہدین سے دریافت کئے جائیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد تاریخی واقعات ہیں۔ جیسا کہ اوپر کی آیت سے ثابت ہے لیکن یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس آیت کے کلمات مطلق بغیر قید کے ہیں اور پوچھنے کی وجہ سے نہ جانتا تو جس چیز کو ہم نہ جانتے ہوں اس کا پوچھنا لازم ہے۔

حاشیہ.....☆

یہی امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنی المثنی قال ثنا عمرو بن عون قال ثنا هشيم عن عبد الملك عن عطاء و اولی الامر منکم قال الفقهاء والعلماء۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح امام ابن ابی شیح، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء ابن سائب رحمۃ اللہ علیہ، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہی معنی نقل کرتے ہیں۔ کہ مراد فقہاء اور علماء ہیں۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء رحمۃ اللہ علیہ، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو العالیہ سے یہی معنی نقل کرتے ہیں۔ کہ مراد فقہاء اور علماء ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

یدل هذا على صحة كون سوال العلماء واجبا وامتناب فتواهم لازما۔

ترجمہ: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ علماء سے پوچھنا واجب ہے۔ اور ان کے فتویٰ پر عمل کرنا لازم ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۶۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

ولم تختلف العلماء ان العامة عليها تقليد علمائها وانهم المرادون بقول الله عز وجل فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

ترجمہ: علماء کا اتفاق ہو چکا ہے کہ عوام پر علماء کی تقلید واجب ہے۔ اور یہ کہ اس آیت کریمہ سے علماء ہی مراد ہیں۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۳۰ مطبوعہ بیروت)

امام خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

فهذا يسوغ فيه التقليد بدليل قول الله تعالى فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

ترجمہ: (یہ دوسری قسم کے مسائل) ان میں تقلید جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ فاسئلوا اهل الذکر الخ۔

(کتاب الفقہ والمفتیہ ج ۲ ص ۶۸ مطبوعہ بیروت)

واتبع سبيل من اناب الى-

ترجمہ: اور اس كى راہ چل جو میرى طرف رجوع لایا۔

(سورہ ۳۱ آیت نمبر ۱۵)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ كى طرف رجوع كرنے والوں كى اتباع (تقليد) ضرورى ہے یہ حکم بھی عام ہے كيونكہ آیت ميں كوئى قيد نہیں۔
والذين يقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذرياتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماما۔

ترجمہ: اور وہ جو عرض كرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم كو دے ہمارى بیویوں اور ہمارى اولاد سے آنكھوں ميں ٹھنڈك اور ہم كو

پرہیزگاروں كا پیشوا بنا۔

اس آیت كى تفسیر ميں معالم التنزيل ميں ہے۔

فنقتدى بالمتقين ويقتدى بنا المتقون۔

ترجمہ: ہم پرہیزگاروں كى پیروی كريں اور پرہیزگار ہمارى پیروی كريں۔

(تفسیر بغوى ج ۳ ص ۳۷۹ مطبوعہ دار المعرفہ بيروت)

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں كى پیروی اور ان كى تقليد ضرورى ہے۔

(پارہ ۱۹ سورہ ۲۵ آیت نمبر ۷۲)

فلولا نفر من كل فرقة طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذر وا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون۔
ترجمہ: تو كيون نہ ہوا کہ ان كے ہر گروہ ميں سے ايك جماعت نكلے کہ دين كى سمجھ حاصل كريں اور واپس آكر اپنى قوم كو ڈر سنائیں
اس اميد پر کہ وہ بچیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۲۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر مجتہد بننا ضرورى نہیں۔ بلکہ بعض توفيقہ بنیں اور بعض دوسروں كى تقليد كريں۔

ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلهم الذين يستنبطونه منهم۔

ترجمہ: اور اگر اس ميں رسول اور امروائے لوگوں كى طرف رجوع كرتے تو ضرور ان ميں سے حقيقت جان ليتے وہ جو استنباط كرتے ہیں۔

(پارہ ۵ سورہ نساء آیت نمبر ۸۳)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ احاديث اور اخبار اور قرآنى آیات كو پہلے استنباط كرنے والے علماء كے سامنے پیش كرے پھر جس طرح وہ فرمادیں اس پر عمل كريں۔ خبر سے بڑھ كر قرآن وحدیث ہے لہذا اس كا مجتہد پر پیش كرنا ضرورى ہے۔

يوم ندعوا كل اناس بامامهم۔

ترجمہ: جس دن ہر جماعت كو ہم اس كے امام كے ساتھ بلائيگے۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۷۱ آیت نمبر ۷۱)

اس كى تفسیر تفسیر روح البیان ميں اس طرح ہے۔

او مقدم فى الدين فيقال يا حنفى يا شافعى۔

ترجمہ: یا امام دینی پیشوا ہے۔ پس قیامت ميں کہا جاوے گا کہ اے حنفی اے شافعی۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۲۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بيروت)

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر انسان کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جاوے گا۔ یوں کہا جاوے گا۔ کہ اے خفیو اے شفیو اے مالکیو چلو! تو جس نے امام ہی نہ پکڑا اس کو کس کے ساتھ بلایا جائے گا۔ اس کے بارے صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی امام نہیں اس کا امام شیطان ہے۔
ترجمہ: یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسا ایمان لاؤ جیسا کہ مخلص مومن ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا یہ بے وقوف ایمان لائے۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۳)

معلوم ہوا کہ ایمان بھی وہ ہی معتبر ہے جو صالحین کا سا ہے ہو۔ تو مذہب بھی وہ ہی ٹھیک ہے۔ جو نیک بندوں کی طرح ہو اور وہ تقلید ہے۔

اقوال مفسرین و محدثین

دارمی باب الاقتداء بالعلماء میں ہے:

اخبرنا يعلى قال اخبرنا عبد الملك عن عطاء واطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم قالوا اولو العلم والفقہ.....

ترجمہ: خبر دی ہم کو یعلیٰ نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے کہا عبد الملك نے انہوں نے عطاء سے روایت کی کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے امر والوں کی۔ فرمایا عطاء نے کہ اولو الامر علم اور فقہ والے حضرات ہیں۔

(سنن الدارمی باب الاقتداء بالعلماء ج ۱ ص ۸۳ رقم الحدیث ۲۱۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

تفسیر خازن زیر آیت۔

فاستلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون فاستلوا المومنین العلمین من اهل القرآن۔

ترجمہ: پس پوچھو تم ذکر والوں سے اگر تم نہیں جانتے۔ تم ان مومنوں سے پوچھو جو قرآن کریم کے علماء ہیں۔
 (تفسیر خازن ج ۳ ص ۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر درمنثور میں اسی آیت فاستلوا اهل الذکر کی تفسیر میں ہے۔

اخرج ابن مردويه عن انس قال سمعت النبي يقول ان الرجل يصلي ويصوم ويحج ويغزو وانه لمنافق قالوا يا رسول الله بما ذا دخل عليه النفاق قال لطعنه على امامه وامامه من قال قال الله في كتابه

حاشیہ.....☆

علامہ ابوبکر جصاص لکھتے ہیں۔

فقد حفت هذه الآية المعاني منها ان في احكام الحوادث ما ليس بمنصوص عليه بل مدلول عليه ومنها ان على العلماء استنباطه والتوصل الى معرفته برده الى نظائره من المنصوص ومنها ان العامي عليه تقليد العلماء في احكام الحوادث۔

ترجمہ: یہ آیت کئی احکام پر مشتمل ہے منجملہ ان احکام کے یہ بھی ہے کہ پیش آمدہ مسائل میں ایسے مسائل بھی ہیں جن پر قرآن صراحتاً دلالت نہیں کرتا بلکہ دلالت ان کا ذکر ہے اور یہ کہ علماء پر واجب ہے کہ ان مسائل کا استنباط کریں اور منصوصات میں غور و خوص کر کے ان کے نظائر تلاش کریں اور ان کا حکم متعین کریں اور یہ کہ پیش آمدہ مسائل میں غیر مجتہد پر مجتہدین کی تقلید واجب ہے۔

(احکام القرآن للجصاص ج ۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

ترجمہ: امام ابن مردویہ نے حضرت انس سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ فرماتے تھے کہ بعض شخص نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں حج اور چہاد کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ منافق ہوتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ کس وجہ سے ان میں نفاق آگیا۔ فرمایا کہ اپنے امام پر طعنہ کرنے کی وجہ سے امام کون ہے فرمایا کہ رب نے فرمایا فاسئلوا الآیۃ۔

(درمنثور ج ۳ ص ۱۱۹)

تفسیر صادی سورہ کہف واذ کر ربک اذا نسبت (پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۲۳) کی تفسیر میں ہے۔

ولا يجوز تقليد ما عدا المذاهب الاربعة ولو وافق قول الصحابة والحديث الصحيح والایة فالخارج عن المذاهب الاربعة ضال مضل وربما اذاه ذلك للكفر لان الاخذ بظواهر الكتاب والسنة من اصول الکفر۔

ترجمہ: یعنی چار مذہبوں کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں اگرچہ وہ صحابہ کے قول اور صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو۔ جو ان چار مذہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ کیوں کہ حدیث و قرآن کے محض ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے۔

(تفسیر صادی ج ۳ ص ۱۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

احادیث:- مسلم جلد اول صفحہ ۵۴ باب بیان ان الدین النصیحة میں ہے۔

عن تمیم بن الداری ان النبی ﷺ قال الدین النصیحة قلنا لمن قال لله ولکتابه ولرسوله ولائمة المسلمين وعامتهم۔

ترجمہ: تمیم داری سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے ہم نے عرض کیا کس کی؟ فرمایا اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے امام کی اور عامہ مومنین کی۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحة ج ۳ ص ۷۲ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کی شرح نووی میں ہے۔

وقد يتناول ذلك على الائمة الذين هم علماء الدين وان من نصيحتهم قبول ما رووه و تقليد هم في الاحكام واحسان الظن بهم۔

ترجمہ: یہ حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علمائے دین میں اور علماء کی خیر خواہی سے ہے ان کی روایت کی ہوئی احادیث کا قبول کرنا اور ان کے احکام میں تقلید کرنا اور ان کے ساتھ نیک گمان کرنا۔

(شرح النووی علی صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

دوسری فصل..... تقلید شخصی کے بیان میں

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ میں بحوالہ مسلم ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

من اتاكم وامركم جميع على رجل واحد يريد ان يشق عصاكم ويفرق جماعتكم فاقتلوه۔

ترجمہ: جو تمہارے پاس آوے حالانکہ تم ایک شخص کی اطاعت پر متفق ہو وہ چاہتا ہو کہ تمہاری لائمی توڑ دے اور تمہاری جماعت کو متفرق کر دے تو اس کو قتل کر دو۔

(مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الاول ص ۳۲۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے مراد امام اور علماء دین ہی ہیں۔ کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت خلاف شرع احکام میں جائز نہیں ہے۔

مسلم نے کتاب الامارۃ میں ایک باب باندھا باب وجوب طاعته الامراء فی غیر معصیۃ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) یعنی امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی کی اطاعت ضروری ہے۔ مشکوٰۃ شریف کتاب البیوع باب الفرائض میں بروایت بخاری ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت ابن مسعود کے بارے میں فرمایا لا تسالونی فی مادام هذا الجبر فیکم جب تک کہ یہ علامہ تم میں رہیں۔ مجھ سے مسائل نہ پوچھو۔ (صحیح بخاری کتاب الفرائض باب میراث ابن ابی نعیم ج ۲ ص ۹۹۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الفرائض الفصل الثانی ص ۲۶۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی اطاعت نہ کرے اور ہر مقلد کی نظر میں اپنا امام افضل ہوتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔
 من تولى امر المسلمين شيئا فاستعمل عليهم رجلا ويعلم ان فيهم من هو اولى بذلك واعلم منه بكتاب الله وسنة رسوله فقد خان الله ورسوله وجماعة المسلمين۔
ترجمہ: جو شخص مسلمانوں کی حکومت کا مالک ہو۔ پھر ان پر کسی کو حاکم بنائے حالانکہ جانتا ہو کہ مسلمانوں میں اس سے زیادہ مستحق اور قرآن و حدیث کا جاننے والا ہے تو اس نے اللہ و رسول علیہ السلام اور عام مسلمانوں کی خیانت کی۔

حاشیہ.....☆

تقلید شخصی کے چند مزید دلائل

امام ابویسٰی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم میرے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی اور اقتداء کرنا۔

(سنن الترمذی ج ۵ ص ۶۰۹ رقم الحدیث ۳۶۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۲ ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۳۸۱۶ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۵۳ مطبوعہ مکتبۃ دار البازمکۃ المکرمۃ)، (حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۱۰۹ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)
 اس حدیث مبارکہ میں تقلید شخصی کا واضح ثبوت ہے۔ اس لئے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات چلتی رہی۔ ان کی اتباع کی جاتی رہی ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کی پیروی کی گئی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو النعمان حدثنا حماد عن ايوب عن عكرمة ان اهل المدينة سألوا ابن عباس عن امرأة طافت ثم حاضت قال لهم تنفرو قالوا لا ناخذ بقولك وندع قول زيد۔

ترجمہ: عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ جس عورت نے طواف (زیارت) کر لیا ہو پھر اس کو حیض آجائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جاسکتی ہے اہل مدینہ نے فرمایا ہم آپ کے قول کی وجہ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بات چھوڑ کر آپ کی بات نہیں مانتے۔

(صحیح البخاری کتاب الحج باب اذا حاضت المرأة بعد ما فاقت ج ۲ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۶۷۱ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ فصل اول میں ہے۔

من مات و ليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية۔

ترجمہ: جو مر جائے حالانکہ اس کے گلے میں کسی کی بیعت نہ ہو۔ وہ جہالت کی موت مرا۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الاول ۳۲۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس میں امام کی بیعت یعنی تقلید اور بیعت اولیاء سب ہی داخل ہیں ورنہ بتاؤ فی زمانہ وہابی کس سلطان کی بیعت میں ہیں۔

یہ تو چند آیات و احادیث تھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اختصار اسی پر قناعت کی گئی۔ اب امت کا عمل دیکھو۔ تو تبع تابعین کے زمانہ سے اب تک ساری امت مرحومہ اس ہی تقلید کی عامل ہے کہ جو خود مجتہد نہ ہو۔ وہ ایک مجتہد کی تقلید کرے اور اجماع امت پر عمل کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور ضروری ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما توله و نصله جهنم و ساءت مصيرا۔

حاشیہ.....☆

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

لانتابعك وانت تخالف زيدا۔

ترجمہ: ہم آپ کی بات نہیں مانیں گے کہ آپ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸ مطبوعہ دار السرفیہ بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں تقلید شخصی کا ثبوت ہے کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کی تقلید کرتے تھے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

قال عبد الله بن ابي سليمان سمعت سعيد بن جبیر يقول تستفتوني و فيكم ابراهيم النخعي۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۷۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ علم تھے اور علم ہی کی بات پر اعتماد کیا جاتا ہے اور ہم امام اعظم رضی اللہ عنہ کو علم سمجھتے ہیں لہذا انہی کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں۔

قال شعيب ابن الحجاب قال لي الشعبي عليك بذلك الا صم يعني ابن سيرين۔

ترجمہ: شعیب بن الحجاب کہتے ہیں کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کہا ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کو لازم پکڑو۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روی احمد بن یحییٰ بن وزیر عن ابن وهب قال لو كان بقي لنا عمرو بن الحارث ما احتجنا إلى مالك۔

ترجمہ: امام احمد بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ابن وهب کہا کرتے تھے اگر عمرو بن الحارث زندہ ہوتے تو ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نہ جاتے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۸۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

وقال الشعبي اذا اختلف الناس في شيء فخذوا بما قال عمر۔

ترجمہ: امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہو تو اسی تحقیق پر عمل کرو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو۔

(اعلام الموقعین فصل الصحابة سادة المفتين والعلماء ج ۱ ص ۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: اور جو رسول کی مخالفت کے بعد اس کے حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راستہ چلے ہم اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور اس کو دوزخ میں داخل کریں گے۔ اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی ہے۔

(پارہ ۵ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۱۵)

جس سے معلوم ہوا کہ جو راستہ عام مسلمانوں کا ہو اس کو اختیار کرنا فرض ہے اور تقلید پر مسلمانوں کی اجماع ہے۔

مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنت میں ہے۔

اتبعوا السواد الاعظم فانه من شد شد فی النار۔

ترجمہ: بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو جماعت مسلمین سے علیحدہ رہا وہ علیحدہ کر کے جہنم میں بھیجا جاویگا۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنت الفصل الثانی ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

نیز حدیث میں ہے۔

مراہ المومنون حسناً فهو عند الله حسن۔

ترجمہ: جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(امام حاکم فی المستدرک ج ۳ ص ۸۳-۸۴ رقم الحدیث ۴۴۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البحر الزخار، المعروف بمسند المزاج ج ۵ ص ۲۱۲-۲۱۳ رقم الحدیث ۱۸۱۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۳۵۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۳۷۵ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (اعلام الموقعین ابن جوزی ج ۱ ص ۶۵ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (مسند الطیالسی ص ۳۳ رقم الحدیث ۲۴۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (مجمع الرواۃ وضع الفوائد ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (کتاب الامار امام محمد حافیہ ابو الوفاء افغانی ج ۲ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۶-۱۸۷ رقم الحدیث ۱۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کشف الخفاء ومنزل الالباس ج ۲ ص ۲۳۵ رقم الحدیث ۲۲۱۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (المقاصد حسنہ امام سخاوی ص ۳۳۱ رقم الحدیث ۹۵۹ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت) اب دیکھنا یہ ہے کہ آج بھی اور اس سے پہلے بھی عام مسلمان تقلید شخصی ہی کو اچھا جانتے آئے اور مقلد ہی ہوئے آج بھی عرب و عجم میں مسلمان تقلید شخصی ہی کرتے ہیں اور جو غیر مقلد ہوا وہ اجماع کا منکر ہوا اگر اجماع کا اعتبار نہ کرو تو خلافت صدیقی و فاروقی کس طرح ثابت کرو گے وہ بھی تو اجماع امت سے ہی ثابت ہوئی۔ یہاں تک کہ جو شخص ان دونوں خلافتوں میں سے کسی کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے۔ دیکھو شامی وغیرہ اسی طرح تقلید پر بھی اجماع ہوا۔

تفسیر خازن زیر آیت و کونوا مع الصالحین (پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۱۹) میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار سے فرمایا کہ قرآن شریف نے مہاجرین کو صادقین کہا اولئک ہم الصادقون (پارہ ۲۸ سورہ ۵۹ آیت نمبر ۸) پھر فرمایا و کونوا مع الصالحین بچوں کے ساتھ رہو۔ لہذا تم بھی علیحدہ خلافت نہ قائم کرو۔ ہمارے ساتھ رہو ایسے ہی میں غیر مقلدوں سے کہتا ہو کہ بچوں نے تقلید کی ہے تم بھی ان کے ساتھ رہو۔ مقلد بنو۔

عقلی دلائل:- دنیا میں انسانی کوئی بھی کام بغیر دوسرے کی پیروی کے نہیں کر سکتا۔ ہر ہنر اور علم کے قواعد سب میں اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوتی ہے۔ دین کا معاملہ تو دنیا سے کہاں زیادہ مشکل ہے۔ اس میں بھی اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوگی۔ علم حدیث میں بھی تقلید ہے کہ فلاں حدیث اس لئے ضعیف ہے کہ بخاری نے یا فلاں محدث نے فلاں راوی کو ضعیف کہا ہے۔ اس کا قول ماننا یہ ہی تو تقلید ہے قرآن کی قراءت میں قاریوں کی تقلید ہے کہ فلاں نے اس طرح اس آیت کو پڑھا ہے قرآن کے اعراب، آیات سب ہی تقلید ہی تو ہے نماز میں جب جماعت ہوتی ہے تو امام کی تقلید سب مقتدی کرتے ہیں حکومت اسلامی میں تمام مسلمان ایک بادشاہ کی تقلید کرتے ہیں۔

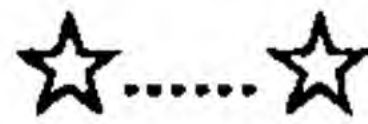
ریل میں بیٹھتے ہیں تو ایک انجن کی ساری ریل والے تقلید کرتے ہیں۔ غرضیکہ انسان ہر کام میں مقلد ہے اور خیال رہے کہ ان سب صورتوں میں تقلید شخصی ہے نماز کے امام دو نہیں۔ تو شریعت کے امام ایک شخص دو کس طرح مقرر کر سکتا ہے۔

مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب آداب السفر میں ہے۔

إذا كان ثلاثة في سفر فليومروا أحدهم۔

ترجمہ: جبکہ تین آدمی سفر میں ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنالیں۔

(مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب آداب السفر الفصل الثانی ص ۳۳۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)



پانچواں باب

تقلید پر اعتراضات اور جوابات کے بیان میں

مسئلہ تقلید پر مخالفین کے اعتراضات دو طرح کے ہیں۔ ایک داهیات طعنے اور تمسخران کے جوابات ضروری نہیں۔ دوسرے وہ جس سے مقلدین کو غیر مقلد دھوکا دیتے ہیں۔ اور عام مقلدین دھوکا کھا لیتے ہیں۔ یہ حسب ذیل ہیں۔

سوال (۱): اگر تقلید ضروری تھی تو صحابہ کرام کسی کے مقلد کیوں نہ ہوئے؟

جواب: صحابہ کرام کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہ تھی۔ وہ تو حضور علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے تمام مسلمانوں کے امام اور پیشوا ہیں کہ آمدن دین امام ابوحنیفہ و شافعی وغیرہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کی پیروی کرتے ہیں۔

مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے۔

اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم اهتدیتم۔

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جن کی پیروی کرو گے ہدایت پالو گے۔

(مشکوٰۃ ص ۵۵۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۲ ص ۳۷۷ رقم ۵۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند عبد بن حمید ص ۲۵۰ رقم

الحدیث ۸۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ)، (الاعتقاد للبیہقی ص ۳۱۹ مطبوعہ دارالآفاق المجدیدۃ بیروت)

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين۔

ترجمہ: تم لازم پکڑو میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵-۱۶ رقم الحدیث ۴۲-۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبۃ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۳ ص

۲۰۰ رقم ۳۶۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محبت الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۶۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ

بیروت)، (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶-۱۲۷ برقم ۱۷۲۵-۱۷۲۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبیہ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ

مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دہلی)، (سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دارالباز مکتۃ الکثرۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث

۵۱۵-۵۱۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (جامع السانید والسنن ابن کثیر ج ۹ ص ۲۳۰۵ تا ۲۳۰۷ رقم الحدیث ۶۳۷۳-۶۳۷۵-۶۳۷۷ مطبوعہ

دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والحدیث الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دارالآفاق المجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۵۳۱

مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (السنۃ لمحمد بن نصر المروزی ص

۲۶-۲۷ رقم الحدیث ۶۹ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)، (صحیح ابن حبان جلد ۱ ص ۱۷۸-۱۷۹ رقم الحدیث ۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر امام ابن عساکر ج ۲ ص ۱۳۷-۱۳۸ رقم الحدیث ۸۷۱۰-۸۷۱۱-۸۷۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المسند المستخرج علی صحیح ابن اسماعیل امام ابو نعیم جلد ۱ ص ۳۵۵-۳۵۶ رقم الحدیث ۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء جلد ۵ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت)، (سنن دارمی جلد ۱ ص ۵۷ رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت)، (مسند الشافعیین امام طبرانی جلد ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۳۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (المعجم الکبیر امام طبرانی جلد ۱ ص ۱۸ رقم الحدیث ۶۳۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (وابن ابی عاصم فی السنۃ جلد ۱ ص ۲۹-۳۰ رقم الحدیث ۵۹۵۳-۵۹۵۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سیر اعلام النبلا ج ۲ ص ۵۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السنن الواردة فی الفتن جلد ۲ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۱۲۳ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)، (اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۱ ص ۲۲ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للنہبانی ج ۱ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۲۷۷۹-۲۷۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الموضوعات الکبریٰ ص ۲۱۰ رقم ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ سوال تو ایسا ہے۔ جیسے کوئی کہے ہم کسی کے امتی نہیں۔ کیونکہ ہمارے نبی علیہ السلام کسی کے امتی نہ تھے تو امتی نہ ہونا سنت رسول اللہ ہے۔ اس سے یہ ہی کہا جاوے گا کہ حضور علیہ السلام تو خود نبی ہیں سب آپ کی امت ہیں وہ کس کے امتی ہوتے۔ ہم کو امتی ہونا ضروری ہے ایسے ہی صحابہ کرام تمام کے امام ہیں۔ ان پر کون مسلمان امام ہوتا۔

نہر سے پانی اس کھیت کو دیا جاوے گا جو دریا سے دور ہو۔ مکمرین کی آواز پر وہی نماز پڑھے گا جو امام سے دور ہو الب دریا کے کھیتوں کو نہر کی ضرورت نہیں۔ صف اول کے مقتدیوں کو مکمرین کی ضرورت نہیں صحابہ کرام صف اول کے مقتدی ہیں۔ وہ بلا واسطہ سینہ پاک مصطفیٰ علیہ السلام سے فیض لینے والے ہیں ہم چونکہ اس بحر سے دور ہیں لہذا کسی نہر کے حاجت مند ہیں۔ پھر سمندر سے ہزار ہا دور یا جاری ہوتے ہیں۔ جس سب میں پانی تو سمندر ہی کا ہے مگر ان سب کے نام اور راستے جدا ہیں کوئی گنگا کہلاتا ہے کوئی جمنایا ہے ہی حضور علیہ السلام آب رحمت کے سمندر ہیں۔ اس سینہ میں سے جو نہر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے سینہ سے ہوتی ہوتی آئی اسے حنفی کہا گیا جو امام مالک رضی اللہ عنہ کے سینہ سے آئی وہ مذہب مالکی کہلایا۔ پانی سب کا ایک ہے مگر نام جدا گانہ اور ان نہروں کی ہمیں ضرورت پڑی نہ کہ صحابہ کرام کو جیسے حدیث کی اسناد ہمارے لئے ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے نہیں۔ سوال (۲):۔ رہبری کے لئے قرآن وحدیث کافی ہیں۔ ان میں کیا نہیں جو کہ فقہ سے حاصل کریں قرآن فرماتا ہے۔

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔

ترجمہ: اور نہ ہے کوئی تو اور خشک چیز جو ایک روشن کتاب میں لکھی نہ ہو۔

(سورہ الانعام آیت نمبر ۵۹)

ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر۔

ترجمہ: اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرما دیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

(پارہ ۲ سورہ ۵۲ آیت نمبر ۱۷)

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب ہے اور قرآن سب کے لئے آسان بھی ہے پھر کس لئے مجتہد کے پاس جاویں۔

جواب:- قرآن وحدیث بے شک راہبری کے لئے کافی ہیں۔ اور ان میں سب کچھ ہے۔ مگر ان سے مسائل نکالنے کی قابلیت ہونا چاہیے۔ سمندر میں موتی ہیں۔ مگر ان کو نکالنے کے لئے غوطہ خور کی ضرورت ہے آئمہ دین اس سمندر کے غوطہ زن ہیں۔ طب کی کتابوں میں سب کچھ لکھا ہے۔ مگر ہم کو حکیم کے پاس جانا اور اس سے نسخہ تجویز کرنا ضروری ہے۔ آئمہ دین طبیب ہیں ولقد یسرنا القرآن میں فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن کو حفظ کرنے کے لئے آسان کیا ہے نہ کہ اس سے مسائل استنباط کرنے کیلئے۔ اگر مسائل نکالنا آسان ہیں تو پھر حدیث کی بھی کیا ضرورت ہے قرآن میں سب کچھ ہے اور قرآن آسان ہے نیز پھر قرآن سکھانے کے لئے نبی کیوں آئے۔ قرآن میں ہے ویعلمہم الکتب والحکمۃ (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۹) اور وہ نبی

ان کو کتاب اللہ اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔ قرآن وحدیث روحانی دوائیں ہیں۔ امام روحانی طیب۔

سوال (۳) قرآن کریم نے تقلید کرنے والوں کی برائیاں فرمائی ہے۔ فرماتا ہے۔

اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله۔

ترجمہ: انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۳۱)

فان تنازعتم فی شئینی فردوه الی الله ورسوله۔

ترجمہ: اور یہ کہ یہ ہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور راہیں نہ چلو کہ تم کو اس کی راہ سے جدا کریں گی۔

(پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۵۳)

وان هذا صراطی مستقیماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم۔

ترجمہ: پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔

(پارہ ۵ سورہ ۳ آیت نمبر ۵۹)

قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا۔

ترجمہ: تو کہیں گے بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۷۰)

ان آیات اور ان جیسی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ و رسول کے حکم کے سامنے اماموں کی بات ماننا طریقہ کفار ہے اور سیدھا راستہ ایک ہی ہے چار راستہ حنفی شافعی وغیرہ ٹیڑھے راستہ ہیں وغیرہ وغیرہ۔

جواب:- جس تقلید کی قرآن کریم نے بہائی فرمائی ہے۔ اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ولا تتبعوا السبل میں یہودیت یا نصرانیت وغیرہ خلاف اسلام راستے مراد ہیں۔ حنفی، شافعی وغیرہ چند راستے نہیں۔ بلکہ ایک اسٹیشن کی چار سڑکیں یا ایک دریا کی چار نہریں ہیں۔ ورنہ پھر تو غیر مقلدین کی جماعتیں ثنائی اور غزنوی کا کیا حکم ہے۔ عقائد بدلنے سے چاروں مذہب کے عقائد یکساں ہیں صرف اعمال میں فروغی اختلاف ہے جیسا کہ خود صحابہ کرام میں اختلاف رہا۔

سوال (۴):-

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار

مت مان کسی کا قول و قرار

دین حق را چار مذہب ساختند

فتنہ در دین نبی انداختند !

جواب:- یہ شعر اصل میں چکڑالویوں کا ہے۔

ہوتے ہوئے کبریا کی گفتار

مت مان نبی کا قول و قرار

دوسرا شعر بھی اس طرح ہے۔

مسجد دو خشت علیحدہ ساختند

فتنہ در دین نبی انداختند

چار مذہب کا جواب ہم نے اپنے دیوان میں شعروں میں اس طرح دیا ہے۔

رسلے دونوں چار چار لطف عجب ہے چار میں

چار رسل فرشتے چار چار کتب ہیں دین چا

آتش و آب و خاک و باد سب كا انبى سے ہے چار كا سارا ماجرا ختم ہے چار يار ميں
ثبات: چار كا عدد تو خدا كو بڑا نى پيارا ہے۔ كتابيں بهى چار بهيجيں۔ اور دين بهى چار نى بنائے انسان كا خير بهى چار نى چيزوں
سے كيا وغيره۔ جب مقصود كے چاروں راستے گھر گئے تو پھر وہاں پہنچنا ناممكن كيونكه راستے چار نى هو سكتے هیں۔ خانه كعبه كے ارد گرد چار
طرف نماز هوتى ہے۔ مگر رخ سب كا كعبه كو ايسے هى حضور عليه السلام تو كعبه ايمان هیں۔ چاروں مذهبوں نے چاروں راستے گھير لئے۔ وہاں
كس راستے سے وہاں پہچان كے؟ كس نے كيا خوب كہا ہے۔

مذہب چار چوں چہار راہ اند بہر منت جو جادہ پيائى

خود كے بنى از چہار طرف كعبہ راچوں تو سجدہ نہمائى

جس طرح قرآن كے هوتے هوتے حديث كى ضرورت ہے اسي طرح حديث كے هوتے هوتے فقہ كى ضرورت ہے فقہ قرآن و
حديث كى تفسير ہے اور جو حكم كہ ہم كونه حديث ميں ملے نہ قرآن ميں اس كو فقہ نى بيان فرماتا ہے۔

سوال (۵): تقليد ميں غير خدا كو اپنا حكم بنانا ہے اور يہ شرک ہے تو حديث ماننا بهى شرک هو انيز سارے محدثين مفسرين مشرک
هو گئے كيونكه ترمذى ابو داؤد مسلم وغيره حضرات تو مقلد هیں۔ اور امام بخارى وغيره مقلدوں كے شاگردو كيوه معني شرح بخارى هم نے ديوان
سالک ميں اس سوال كا جواب يہ ديا ہے۔

جو تيرى تقليد شرک هوتى محدثين سارے هوتے مشرک

بخارى و مسلم ابن ماجه امام اعظم ابو حنيفه!

كہ جتنے فقہ محدثين هیں تمہارے خرمن سے خوشه چيل هیں

هوں واسطے سے كہ بے وسيله امام اعظم ابو حنيفه!

جس روايت ميں ايك فاسق راوى آجاوے۔ وہ روايت ضعيف يا موضوع ہے تو جس روايت ميں كوئى مقلد آجاوے تو مشرک آگيا
لہذا وہ بهى باطل پھر ترمذى و ابو داؤد تو خود مقلد هیں۔ مشرک هوتے ان كى روايات ختم هوئیں۔ بخارى وغيره پہلے نى ختم هو چكى كہ وہ مشرکوں
كے شاگرد هیں۔ اب حديث كہاں سے لاؤ گے۔ قرآن پاك فرماتا ہے۔

وان خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من اهلہ و حكما من اهلہا۔

ترجمہ: اور اگر تم كوسياں بيوى كے جھگڑے كا خوف هو تو ايك حكم مرد والوں كى طرف سے بھيجو اور ايك شيخ عورت والوں كى طرف سے بھيجو۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آيت نمبر ۳۵)

حضرت على و معاويه رضى اللہ عنہما نے جنگ صفين ميں حكم بنايا ہے۔ خود حضور عليه السلام نے بنى قريظہ كے معاملہ ميں حضرت سعد ابن
معاذ رضى اللہ عنہ كو حكم بنايا۔ آيت كے معني يہ هیں كہ حقيقى حكم خداے پاك نى كا ہے اور جو اس كے سواء كے احكام هیں۔ علماء فقہاء اور مشائخ
كے اسي طرح احكام حديث يہ تمام بالواسطہ خداے تعالى نى كے حكم هیں۔ اگر يہ معني هوں كہ كسى كا حكم سوائے خدا كے ماننا شرک ہے تو آج
تمام دنيا حج كا فيصلہ كچھريوں كے مقدمات كو مانتى ہے۔ سب نى مشرک هو گئے۔

سوال (۶) قياس مجتہدن ہے اور ظن كرنا گناہ ہے۔ قرآن ميں اس سے ممانعت ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

يا ايها الذين امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضاً۔

ترجمہ: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو۔ اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو لہذا دین میں صرف کتاب و سنت پر عمل چاہیے۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت نمبر ۱۲)

اصل دین آمد کتاب مقدم داشتن پس حدیث مصطفیٰ از جان مسلم داشتن

جواب:- اس کا جواب خاتمہ میں آویگا کہ قیاس کسے کہتے ہیں اور اس کے احکام کیا ہیں۔

سوال (۷) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو حدیث صحیح ثابت ہو جائے۔ وہی میرا مذہب ہے لہذا ہم نے ان کے قول حدیث کے خلاف پا کر چھوڑ دیئے انشاء اللہ غیر مقلدوں کو اس سے زیادہ دلائل نہ ملیں گے ان ہی کو بنا گاڑ کر یا بڑھا کر بیان کرتے ہیں۔

جواب:- بے شک امام صاحب رضی اللہ عنہ کا یہ حکم ہے کہ اگر میرا قول کسی حدیث کے مقابل واقع ہو جائے تو حدیث پر عمل کرنا میرے مذہب پر عمل کرنا ہے۔ یہ تو امام صاحب کا انتہائی تقویٰ ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ قیاس مجتہد وہاں ہوتا ہے جہاں نص موجود نہ ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس زمانہ میں دنیا میں ایسا کون محدث ہے جو احادیث کا اس قدر علم رکھتا ہو کہ تمام احادیث پھر اس کی تمام اسنادوں پر اطلاع رکھتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے یہ حکم کس حدیث سے لیا ہے۔ ہم لوگوں کی نظر صحاح ستہ سے آگے نہیں ہوتی پھر کس طرح فیصلہ کر سکتے ہیں کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ یہ فرمان کسی حدیث سے ماخوذ نہیں یوں تو حدیث میں بھی آتا ہے۔

اذا بلغکم منی حدیث فاعرضوه علی کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوه والا فردوه۔

ترجمہ: جب تم کو میری کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو اگر اس کے موافق ہو تو قبول کر لو ورنہ رد کر دو۔

(مقدمہ تفسیرات احمد یہ ص ۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

تو اگر کوئی چکڑا لوی کہے کہ بہت احادیث چونکہ خلاف قرآن ہیں اس لئے ہم حدیث چھوڑتے ہیں قرآن میں ہے کہ میراث تقسیم کرو حدیث میں ہے کہ نبی کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ جس طرح یہ کلام مردود ہے تمہارا قول بھی رد ہے۔

سوال (۸) امام اعظم کو حدیث نہیں آتی تھی۔ اس لئے ان کی روایات بہت کم ہیں اور جو ہیں وہ سب ضعیف۔

جواب:- امام اعظم بہت بڑے محدث تھے۔ بغیر حدیث دانی اس قدر مسائل کیسے استنباط ہو سکتے تھے ان کی کتاب مسند امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی کتاب موطاء امام محمد سے ان کی حدیث دانی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایات بہت کم ملتی ہیں تو کیا وہ محدث نہ تھے کی روایت احتیاط کی وجہ سے ہے۔ امام صاحب کی تمام روایات صحیح ہیں کیونکہ ان کا زمانہ حضور سے بہت قریب ہے بعد میں بعض روایات میں ضعف پیدا ہوا بعد کا ضعف حضرت امام کو مضرت نہیں۔ جس قدر اسناد بڑھی ضعف بھی پیدا ہوا۔

لطیفہ:- بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ چاروں مذہب حق ہیں یہ کس طرح ہو سکتا ہے حق تو صرف ایک ہی ہوگا۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ واجب ہے تو یا تو واجب ہوگی یا مکروہ۔ دونوں مسئلے صحیح کس طرح ہو سکتے ہیں۔

جواب:- یہ ہے کہ حق کے معنی یہاں صحیح واقعہ کے موافق نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ چاروں مذاہب میں سے کسی کی پیروی کر لو خدا کے یہاں پکڑ نہ ہوگی۔ کیونکہ مجتہد کی خطا بھی معاف ہے۔ امیر معاویہ اور مولیٰ علی اسی طرح عائشہ صدیقہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین میں جنگ بھی ہوئی۔ اور حق پر ایک ہی صاحب تھے مگر دونوں کو حق پر کہا جاتا ہے۔ یعنی کسی کی پکڑ عند اللہ نہیں ہوگی۔ جنگل میں ایک شخص کو

خبر نہیں کہ قبلہ کدھر ہے۔ اس نے اپنی رائے سے چار رکعت چار طرف پڑھیں۔ کیونکہ رائے بدلتی رہی۔ یہ بھی منہ پھیرتا رہا۔ قبلہ تو ایک ہی طرف تھا مگر نماز صحیح ہو گئی چاروں قبلہ درست ہیں۔ بلکہ مجتہد خطا بھی کرے تو بھی ایک ثواب پاتا ہے قرآن کریم نے حضرت داؤد علیہ السلام کی اجتہادی خطا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی درستی بیان فرمائی۔ مگر کسی پر عتاب نہ فرمایا۔ بلکہ فرمایا کلا اتینا حکما وعلما۔ مشکوٰۃ کتاب الامارۃ باب العمل فی القضاء میں ہے۔

اذا حکم الحکم فاجتہد واصاب فله اجران و اذا حکم فاجتہد فاخطا فله اجر واحد۔ (متفق علیہ)
ترجمہ: جبکہ حاکم فیصلہ کرے تو اجتہاد کرے اور صحیح کرے تو اس کو وہ ثواب ہیں اور جب فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے اور خطا کرے تو اس کو ایک ثواب ہے۔

(مشکوٰۃ الفصل الاول ص ۳۲۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ اگر شافعی رفع یدین کرے تو ٹھیک ہے اور اگر غیر مقلد کرے تو جرم ہے کیونکہ شافعی حاکم شرع مجتہد سے فیصلہ کرا کر رفع یدین کر رہا ہے اگر غلطی کرتا ہے تو بھی معاف ہے اور چونکہ غیر مقلد نے کسی مجتہد سے فیصلہ نہ کرایا۔ لہذا اگر صحیح بھی کرتا ہے تو بھی خطا کا رہے جیسے کہ آج حاکم کے بغیر کوئی شخص خود ہی قانون کو ہاتھ میں لے کر کوئی کام کرتا ہے مجرم ہے لیکن اگر حاکم کچھری سے فیصلہ کرا کر وہ ہی کام کیا تو اس پر جرم نہیں۔ حاکم جوابدہ ہے اگر حاکم نے غلطی کی ہے تو بھی اس کی پکڑ نہیں دیکھو حضور علیہ السلام نے بدر کے قیدیوں سے محض قیاس پر فدیہ لیا پھر آیت اس کے خلاف آئی۔ معلوم ہوا کہ اس قیاس سے رب راضی نہیں مگر وہ فدیہ کا روپیہ واپس نہ کرایا گیا۔ بلکہ ارشاد ہوا۔ فکلو مما غنمتم حلالاً طیباً (پارہ ۱۰ سورہ ۸ آیت نمبر ۶۹) وہ مال کھا لو حلال طیب معلوم ہوا کہ خطا اجتہادی پر کوئی پکڑ نہیں۔

خاتمہ قیاس کی بحث:- شریعت کے دلائل چار ہیں قرآن، وحدیث اجماع امت اور قیاس اجماع کے دلائل تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن کا بھی حکم ہے اور حدیث کا بھی کہ عام جماعت مسلمین کے ساتھ رہو۔ جو اس سے علیحدہ ہوا وہ جہنمی ہے۔

قیاس کے معنی لغت میں اندازہ لگانا اور شریعت میں کسی فرعی مسئلہ کو اصل مسئلہ سے حلت اور حکم میں ملا دینا یعنی ایک مسئلہ ایسا اور درپیش آ گیا۔ جس کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں ملتا تو اس کی مثل کوئی وہ مسئلہ لیا جو قرآن وحدیث میں ہے اس کے حکم کی علت معلوم کر کے کہا کہ چونکہ وہ علت یہاں بھی ہے لہذا اس کا یہ حکم ہے جیسے کسی نے پوچھا کہ عورت کے ساتھ اغلام کرنا کیسا ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ حالت حیض میں عورت سے جماع حرام ہے کیوں؟ پلیدی کی وجہ سے۔ اور اس میں بھی پلیدی ہے لہذا یہ بھی حرام ہے۔ کسی نے پوچھا جس عورت سے کسی کے باپ نے زنا کیا۔ وہ اس کے لئے حلال ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا کہ جس عورت سے کسی کا باپ نکاح کرے وہ بیٹے کو حرام ہے۔ وطی یا جزیئہ کی وجہ سے لہذا یہ عورت بھی حرام ہے۔ اس کو قیاس کہتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ قیاس کرنے والا مجتہد ہو ہر کس ونا کس کا قیاس معتبر نہیں۔ قیاس اصل میں حکم شریعت کو ظاہر کرنے والا ہے خود مستقل حکم نہیں۔ یعنی قرآن وحدیث کا حکم ہوتا ہے مگر قیاس اسے یہاں ظاہر کرتا ہے قیاس کا ثبوت قرآن وحدیث کا ثبوت قرآن وحدیث کا حکم ہوتا ہے مگر قیاس اسے یہاں ظاہر کرتا ہے قیاس کا ثبوت قرآن وحدیث کا حکم ہوتا ہے۔

وافعال صحابہ سے ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

فاعتبروا یا ولی الابصار۔

ترجمہ: تو عبرت لو اے نگاہ والو۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۵۹ آیت نمبر ۲)

یعنی کفار کے حال پر اپنے کو قیاس کرو کہ اگر تم نے ایسی حرکات کیں تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔

نیز قرآن نے قیامت کے ہونے کو نیند پر اسی طرح کھیتی کے خشک ہو کر سرسبز ہونے پر قیاس فرما کر بتایا ہے۔ اول سے آخر تک کفار کی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ یہ بھی قیاس ہے۔ بخاری کتاب الاعتصام میں ایک باب باندھا۔

باب من شبه اصلاً معلوماً باصل مبین قد بین الله حکمها لیفہم بہ السائل۔

ترجمہ: جو کسی قاعدہ معلومہ کو ایسے قاعدے سے تشبیہ دے جس کا حکم خدا نے بیان فرما دیا ہے تاکہ سائل اس سے سمجھ لے۔

(صحیح بخاری کتاب الاعتصام ج ۲ ص ۱۰۸۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۶۶۷ رقم الحدیث ۶۸۸۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

اس میں ایک حدیث نقل کی۔ جس میں حضور علیہ السلام نے ایک عورت کو قیاس سے حکم فرمایا۔

ان امرات جاءت الی النبی ﷺ فقالت ان امی نذرت ان تحج افا حج عنها قال نعم حجی عنها اریت لو کان علی امک دین اکنت تقضینه قالت نعم قال اقضوا الذی له فان الله احق بالوفاء۔

ترجمہ: ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری والدہ نے حج کی نذر مانی تھی کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا ہاں کرو۔ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اس کو ادا کرتیں عرض کیا ہاں۔ فرمایا وہ بھی قرض ادا کرو جو اللہ کا ہے کیوں کہ اللہ ادائے قرض کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ باب ما علی الولاۃ اور ترمذی جلد اول شروع ابواب الاحکام اور دارمی میں ہے کہ جب حضرت معاذ ابن جبل کو حضور علیہ السلام نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا کہ کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کتاب اللہ سے۔ فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو عرض کیا کہ اس کے رسول کی سنت سے فرمایا اگر اس میں بھی نہ پاؤ؟ تو عرض کیا کہ:

اجتهد برائی ولا الو قال فضر ب رسول الله ﷺ علی صدره وقال الحمد لله الذی وفق رسول الله لما یرضی بہ رسول الله۔

ترجمہ: اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ راوی نے فرمایا کہ پس حضور علیہ السلام نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔

(جامع الترمذی ص ۲۱۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)، (مشکوٰۃ ص ۳۲۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۳۰۳ رقم الحدیث ۳۵۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۲۷۲ رقم الحدیث ۱۲۲۲ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ)، (مسند الامام الطحاوی ج ۷ ص ۲۷۸ رقم الحدیث ۶۷۰ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دبی)، (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۸ ص ۳۲۹ رقم الحدیث ۱۱۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الدارمی ج ۱ ص ۷۲ رقم الحدیث ۱۶۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلا امام ذہبی ج ۱ ص ۴۲۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاستیعاب ابن عبد البر ج ۳ ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۲۳۱۶ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۵ ص ۳۵۲-۳۵۳ رقم الحدیث مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس سے قیاس کا پر زور ثبوت ہوا۔ چونکہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں اجماع نہیں ہو سکتا اس لئے اجماع کا ذکر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نہ کیا۔ اسی طرح صحابہ کرام نے بہت سے احکام اپنے قیاس سے دیئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو قیاس فرما کر مہر مثل دلویا جو بغیر نکاح میں آئی اور شوہر مر گیا۔

دیکھو نسائی شریف جلد دوم صفحہ ۸۸ مطبع مجتہائی پاکستان۔

نسائی شریف میں جلد دوم کتاب القضاء باب الحکم باتفاق اهل العلم میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے روایت ہے۔

فمن عرض له منكم قضاء بعد اليوم فليقض بما في كتاب الله فليقض بما قضى به نبيه ﷺ فان جاء امره ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه ﷺ فليقض بما قضى به الصالحون فان جاءه امر ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه ﷺ ولا قضى به الصالحون فليجتهد رايه۔

ترجمہ: آج کے بعد جس پر کوئی فیصلہ پیش آجائے تو قرآن شریف سے فیصلہ کرے اگر ایسی چیز پیش آگئی جو قرآن شریف میں نہیں ہے تو اس سے فیصلہ کرے جو اللہ کے نبی ﷺ نے فیصلہ کیا لیکن اگر ایسی چیز پیش آجائے جو نہ قرآن شریف میں ہو اور نہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا فیصلہ کیا ہو تو اس پر فیصلہ کرو جو نیک لوگوں نے فیصلہ کیا ہو لیکن اگر وہ چیز پیش آگئی جو نہ قرآن شریف میں ہے اور نہ اس کا فیصلہ نبی ﷺ نے کیا نہ صالحین نے تو اپنے قیاس سے اجتہاد کرے۔

امام نسائی اسی حدیث کے متعلق اسی جگہ فرماتے ہیں۔

قال ابو عبد الرحمن هذا الحديث جيد جيد۔

ترجمہ: یہ حدیث بڑی کھری ہے بڑی کھری ہے۔

(سنن النسائي المجتبى باب الحكم باتفاق اهل العلم ج ۲ ص ۳۰۵ مطبع مجبائی پاکستان و فی نسخہ ج ۸ ص ۲۳۰ رقم الحدیث ۵۳۹۷ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)
نسائی شریف میں اس جگہ حضرت قاضی شریح سے روایت ہے فرمایا کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں دریافت کیا کہ میں فیصلے کیسے کروں تو آپ نے جواب دیا۔

فكتب اليه ان اقض بما في كتاب الله فان لم فكن في كتاب الله فبسنة رسول الله فان لم يكن في كتاب الله ولا في سنة رسول الله ﷺ فاقض بما قضى به الصالحون فان لم يكن في كتاب الله ولا في سنة رسول الله ﷺ ولم يقض به الصالحون فان شئت فتقدم وان شئت فتأخر ولا اري التأخر الا خيرا لك والسلام عليكم۔

ترجمہ: انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ قرآن شریف سے فیصلہ کرو۔ اگر اس میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ سے فیصلہ کرو اور اگر نہ کتاب اللہ میں ہو نہ سنت رسول اللہ میں تو اس سے فیصلہ کرو جو اللہ کے نیک لوگوں نے فیصلہ کیا ہو (اجماع امت) لیکن اگر نہ تو وہ مسئلہ قرآن میں ہو نہ سنت میں اور نہ ہی اس کے متعلق صالحین کا فیصلہ ہو تو چاہو تو پیش قدمی کرو اور چاہو مہلت لو میں تمہارے لئے مہلت ہی کو بہتر جانتا ہوں۔

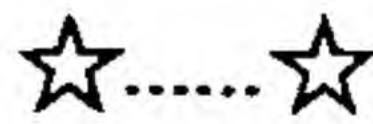
(سنن النسائي المجتبى باب الحكم باتفاق اهل العلم ج ۲ ص ۳۰۵ مطبع مجبائی پاکستان و فی نسخہ ج ۸ ص ۲۳۰ رقم الحدیث ۵۳۹۷ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (جامع بيان العلم وفضله باب اجتہاد الراي على الاصول ج ۲ ص ۸۴۶ مطبوعہ دار ابن الجوزي)

ان دونوں حدیثوں میں کتاب، سنت، اجماع امت اور قیاس کا ایسا صریح ثبوت ہے کہ اس کا نہ انکار ہو سکتا ہے۔ نہ کوئی تاویل۔ اب وہ راض جو غیر مقلد کرتے ہیں اجتنبوا کثیراً من الظن (پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت نمبر ۱۲) کہ بہت ظن سے بچو۔ اس میں ظن سے مراد بدگمانیاں ہیں یعنی مسلمانوں پر بدگمانیاں نہ کیا کرو اسی لئے اس آیت میں اس کے بعد غیبت وغیرہ کی ممانعت ہے ورنہ قیاس اور غیبت میں کیا تعلق جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے انما النجوى من الشيطان (پارہ ۲۸ سورہ ۵۸ آیت نمبر ۱۰) مشورہ کرنا شیطان کی طرف ہے۔ تو کیا ہر مشورہ شیطانی کام ہے۔ نہیں بلکہ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مشورے ہوں وہ شیطانی ہیں ایسے ہی یہ ہے اور جس قیاس کی برائیاں آئی ہیں۔ وہ قیاس ہے جو حکم خدا کے مقابلہ میں کیا جائے جیسا کہ شیطان نے حکم سجدہ پا کر قیاس کیا اور حکم الہی کو رد کر دیا ہے کفر ہے غیر مقلد یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن فرماتا ہے انما اتبع ما يوحى الى انما (پارہ ۹ سورہ ۷۷ آیت نمبر ۲۰۳) حصر کے لئے ہے جس سے معلوم ہوا کہ

سوائے وحی کے اور کسی چیز کی پیروی نہ کی جائے نہ اجماع کی نہ قیاس کی صرف قرآن و حدیث کی پیروی ہو مگر انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اجماع و قیاس پر عمل بھی قرآن و حدیث پر ہی عمل ہے کہ قیاس مظہر ہے۔

آخر میں منکرین قیاس سے دریافت کرتا ہوں کہ جن چیزوں کی تصریح قرآن و حدیث میں نہ ملے یا بظاہر احادیث میں تعارض واقع ہو وہاں کیا کرو گے؟ مثلاً ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اسی طرح اگر جمعہ کی نماز میں رکعت اول میں جماعت تھی۔ رکعت دوم میں جماعت پیچھے سے بھاگ گئی اب ظہر پڑھیں یا جمعہ؟ اسی طرح دیگر مسائل قیاسیہ میں کیا جواب ہوگا؟ اس لئے بہتر ہے کہ کسی امام کا دامن پکڑ لو۔ اللہ توفیق دے۔

آمین



بحث علم غیب

اس میں ایک مقدمہ ہے اور دو باب اور ایک خاتمہ بمنہ و کرمہ

مقدمہ اس میں چند تفصیلات ہیں

پہلی فصل

غیب کی تعریف اور اس کی اقسام کے بیان میں

غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے۔ جس کو انسان نہ تو آنکھ ناک کان وغیرہ حواس سے محسوس کر سکے اور نہ بلا دلیل بداہتہ عقل میں آسکے لہذا

حاشیہ.....☆.....

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صاحب لولاک ﷺ کو وہ اونچے سے اونچا اونچے سے اونچا رفیع سے رفیع تر مقام عطا کیا ہے جس کی بلندی تک رسائی کسی کے بس کی بات نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی جانے کہ مقام مصطفیٰ ﷺ کی رفعت اور بلندی کیا ہے۔

سلطان الاولیاء حضرت بابزید بسطامی قدس سرہ کا ارشاد مبارک ہے:

عام مومنوں کے مقام کی انتہا صالحین کے مقام کی ابتدا ہے اور صالحین کے مقام کی انتہا شہیدوں کے مقام کی ابتدا ہے اور شہیدوں کے مقام کی ابتدا صدیقیوں کے مقام کی ابتدا ہے اور صدیقیوں کے مقام کی انتہا نبیوں کے مقام کی ابتدا ہے اور نبیوں کے مقام کی انتہا رسولوں کے مقام کی ابتدا ہے اور رسولوں کے مقام کی انتہا اولو العزم کے مقام کی ابتدا ہے اور اولو العزم کے مقام کی انتہا حبیب خدا ﷺ کے مقام کی ابتدا ہے اور حبیب خدا ﷺ کے مقام کی انتہا کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔

حضور ﷺ کا علم کا مقام کوئی بیان نہیں کیا جاسکتا۔ حضور ﷺ کا علم تو دور کی بات حضور ﷺ کے غلاموں کے علم ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں: حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

و کانتی انظر الی اهل الجنة یتر اورون فیها و کانتی انظر الی اهل النار یضاضون فیها فقال یا حارث عرفت فالزم ثلاثا۔
ترجمہ: گویا کہ میں اپنے رب کے عرش کو صاف صاف دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ میں اہل جنت کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ ایک دوسرے کی زیارت کر رہے ہیں اور میں گویا کہ میں اہل دوزخ کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ اس میں بھوک کی شدت سے چلا رہے ہوں گے تب آپ نے تین بار فرمایا اے حارث تم نے (اللہ تعالیٰ کی) معرفت حاصل کر لی۔

(المجم الکبیر طبرانی ج ۳ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۳۳۶۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

یہ حضور ﷺ کے ایک غلام کی شان ہے کہ زمین سے عرش کو جنت و دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن الحسین بن مابھرام ابو عبد اللہ الایدجی حدثنا محمد بن مرزوق البصری حدثنا هانی بن یحییٰ السلمی حدثنا حسن بن جعفر الجفیری عن قتادة عن یحییٰ بن وثاب عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لما کلم الله موسى کان یبصر دیب النمل علی الصفا فی اللیلة الظلماء من سیرة عشرة فراسخ۔
ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو

پنجاب والے کے لئے بمبئی غیب نہیں۔ کیونکہ وہ یا تو آنکھ سے دیکھ آیا ہے یا سن کر کہہ رہا ہے کہ بمبئی ایک شہر ہے۔ یہ حواس سے علم ہوا۔ اسی طرح کھانوں کی لڑتیں اور ان کی خوشبو وغیرہ غیب نہیں کیونکہ یہ چیزیں اگرچہ آنکھ سے چھپی ہیں۔ مگر دوسرے حواس سے معلوم ہیں جن اور ملائکہ اور جنت و دوزخ ہمارے لئے اس وقت غیب ہیں۔ کیونکہ نہ ان کو حواس سے معلوم کر سکتے ہیں اور نہ بلا دلیل عقل سے۔

☆..... حاشیہ

موسیٰ علیہ السلام چیونٹی کے پاؤں کی آوازیں کے آندھیرے میں دس فرسخ کے فاصلے سنتے تھے۔

(طبرانی معجم باب من اسما احمد ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب عزوجل کا دیدار نہیں کیا صرف کلام فرمایا اور ان کے علم کا یہ مقام ہے تو سرکارِ دو عالم ﷺ کے علم مبارک کا کیا مقام ہوگا جنہوں نے اپنے سر کی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثناء عفان ثنا عبد الصمد بن كيسان ثنا حماد بن سلمة عن قتادة عن عكرمة عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ربي تبارك وتعالى۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۲۶۳۲ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

امام علی بن ابی بکرؓ متوفی ۸۰ھ لکھتے ہیں۔

وعن ابن عباس انه كان يقول ان محمداً ﷺ راي ربه مرتين مرة ببصره ومرة بفؤاده رواه الطبراني في الاوسط ورجاله رجال الصحيح خلا جهور بن منصور الكوفي وجهور بن منصور ذكره ابن حبان في الثقات۔
ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ اپنی آنکھ کے ساتھ اور ایک بار اپنے دل کے ساتھ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند صحیح ہے ماسوا جهور بن منصور کوئی کے امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد منبع الفوائد باب في الرواية ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (مواهب اللدنیہ ج ۳ ص ۳۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبراني في (الاوسط) بسند صحيح عن ابن عباس انه كان يقول ان محمداً ﷺ راي ربه مرتين مرة ببصره ومرة بفؤاده۔

ترجمہ: امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاوسط“ میں یہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔

(خصائص الکبریٰ باب خصوصیت ﷺ بالاسراء ومارای من آیات ربہ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۶۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۹ ص ۱۹۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربیہ بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

روی الطبراني بسند صحيح عن ابن عباس انه كان يقول نظر محمد الى ربه مرتين مرة ببصره ومرة بفؤاده۔

(سبل الہدی والرشاد ج ۳ ص ۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

غيب دو طرح کا ہے ایک وہ جس پر کوئی دلیل قائم ہو سکے۔ یعنی دلائل سے معلوم ہو سکے دوسرا وہ جس کی دلیل سے بھی معلوم نہ کیا جاسکے پہلے غیب کی مثال جیسے جنت و دوزخ اور خدائے پاک کی ذات و صفات کہ عالم کی چیزیں اور قرآن کی آیات دیکھ کر ان کا پتہ چلتا ہے۔

حاشیہ.....☆

امام شہاب الدین خفاجی ۱۰۶۹ھ فرماتے ہیں۔

ولما كانت هذه القوة حصلت للكليم بالتجلى فحصل لها للنبي ﷺ بعد الاسراء۔

ترجمہ: جب یہ قوت بصارت کلیم کو اللہ کی تجلی کے ساتھ حاصل ہے تو ہمارے پیارے آقا ﷺ کے لیے معراج کے بعد اس کا کیا حال ہوگا۔
(نیم الریاض شرح الشفاج ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام احمد بن عمرو بن عبدالحق عثمینی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو كريب قال نا سفيان بن عيينة قال نا نعيم بن ضمضم عن ابن الحميري قال سمعت
عمار بن ياسر يقول قال رسول الله ان الله و كل بقبري ملكا اعطاه اسماع الخلاق فلا يصلى على احد الى
يوم القيامة الا ابلغني باسمه واسم ابيه هذا فلان بن فلان قد صلى عليك۔

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمار! بے شک اللہ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کی سماعت عطا کی ہے اور جب میری وفات ہوگی تو وہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا پس میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا وہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا اے محمد (ﷺ)! فلاں فلاں شخص نے آپ پر درود پڑھا ہے پھر اللہ عزوجل اس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

(مسند لمز ارج ص ۲۵۳-۲۵۵ رقم الحدیث ۱۳۲۵-۱۳۲۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام عبدالرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ای قوة يقتدر بها على سماع ما ينطق به كل مخلوق من انس وجن وغيرهما۔

(فيض القدير شرح جامع الصغير ج ۲ ص ۳۸۳ مطبوعہ دار الفکر الاسلامیہ لاہور)

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ای قوة يقتدر بها على سماع ما ينطق به كل مخلوق من انس وجن وغيرهما۔

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ انسان اور جن اور اس کے سوا تمام مخلوق الہی کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کو سنتا ہے۔

(زرقانی شرح المواہب ج ۵ ص ۳۳۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

تمام فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

الا اخبركم بافضل الملائكة؟ جبریل.....

ترجمہ: کیا میں تمہیں افضل فرشتہ جبرائیل کے بارے میں خبر نہ دو۔

(الجامع الصغير في احاديث البشير المتبرک ج ۱ ص ۱۷۱ رقم الحدیث ۲۸۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور یہ تمام فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کے غلام اور وزیر ہے یہ حضور ﷺ کے ایک خادم دربار فرشتہ کے علم کا

دوسرے غیب کی مثال جیسے قیامت کا علم کہ کب ہوگی۔ انسان کب مرے گا اور عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی بد بخت ہے یا نیک بخت کہ ان کو دلائل سے بھی معلوم نہیں کر سکتے۔

حاشیہ.....☆.....

مقام ہے تو تمام فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام اور ان کے آقا و مولا ﷺ کے علم مبارک کا کیا مقام ہوگا؟
امام ابویسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ ما من نبی الا له وزیران من اهل السماء و وزیران من اهل الارض فاما وزیرای من اهل السماء فجبریل و میکائیل واما وزیرای من اهل الارض فابوبکر و عمر هذا حدیث حسن و غریب۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کھماج ۵ ص ۶۱۶ رقم الحدیث ۳۶۸۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تخریج الدلالات السمعیة ص ۵۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر اندیرج ص ۱۳۷ رقم الحدیث ۲۳۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۱۸۶-۱۸۷ رقم الحدیث ۱۶۲۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۸۴ رقم الحدیث ۳۱۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۳۰۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۶۰ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

امام مجاہد بن جبر الخزومی التابعی متوفی ۱۰۴ھ لکھتے ہیں۔

عن مجاهد یتوفاکم ملک الموت قال حویت له الارض فجعلت له مثل الطست ینال منها حیث یشاء۔

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام روئے زمین ملک الموت کے سامنے ایک تھال کی طرح ہے وہ اس سے جو چیز چاہتے ہیں جہاں سے چاہتے ہیں پکڑ لیتے ہیں۔

(تفسیر مجاہد تحت سورۃ السجدۃ آیت نمبر ۱۱ ج ۲ ص ۵۱۰ مطبوعہ المنقورات العلمیہ بیروت)، (تفسیر ابن کثیر تحت سورۃ السجدۃ آیت نمبر ۱۱ ج ۳ ص ۴۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر بغوی ج ۳ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (تفسیر الثعالبی ج ۳ ص ۲۱۳ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلیٰ للمطبوعات بیروت)، (جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۲ ص ۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الدر المنثور ج ۶ ص ۵۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۳ ص ۹۴ مطبوعہ دار الشعب القاہرہ)

امام عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الاصہبانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن شعيب حدثنا احمد بن ابی سريج حدثنا عبد الله بن الجهم حدثنا عمرو بن ابی الآف عن بشير بن عاصم عن ابن ابی لیلی عن القاسم بن ابی بزة عن مجاهد رحمه الله تعالى فی قوله تعالى قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم قال حویت له الارض فجعلت له مثل الطست یتناول منها حیث شاء۔

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ”قل یتوفکم“ کے بارے میں فرماتے ہیں زمین ملک الموت کے لئے اس طرح سمیٹ لیا جاتا ہے جس طرح پلیٹ ہو وہ جہاں سے چاہے اُچک لے۔

(العظمۃ ج ۳ ص ۸۹۴ مطبوعہ دار العاصمة الریاض)

امام عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الاصہبانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو یحیی الرازی حدثنا هناد حدثنا قبيصة حدثنا سفيان عن رجل عن مجاهد رحمه الله تعالى قال جعلت الارض لملك الموت عليه السلام برها بحرها و جبلها و سهلها كالطست یاخذ منها حیث یشاء۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ”قل یتوکلّم“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ زمین ملک الموت کے لئے ایک پلیٹ کی طرح ہے اس کے پہاڑ، میدان، دریا، خشکی وہ جہاں سے چاہے اُچک لے۔

(العظمۃ ج ۳ ص ۸۹۵ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو بکر بن مالک ثنا عبد اللہ بن احمد بن حنبل حدثنی ابی ثنا عبد الرزاق اخبرنا الثوری عن رجل عن مجاهد قال جعلت الارض لملك الموت مثل الطست يتناول منها حيث شاء وجعلت له اعوان يتوفون الانفس ثم يقبضها منهم۔

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملک الموت کے لئے زمین کو ایک پلیٹ کی مانند بنا دیا گیا ہے۔ وہ اس میں سے جہاں سے چاہتے ہیں جسے چاہتے ہیں لے لیتے ہیں اور ان کے کچھ مددگار مقرر کر دیتے ہیں جو روحوں کو قبض کرتے ہیں اور پھر ملک الموت ان روحوں کو ان سے لے کر اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۲۸۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

وروی ان ملك الموت جعلت له الدنيا مثل راحة اليد ياخذ منها صاحبها ما احب من غير مشقة فهو يقبض انفس الخلق في مشارق الارض ومغاربها۔
ترجمہ: روایت ہے کہ ملک الموت کے نزدیک تمام دنیا ہاتھ کی پتیلی کی طرح ہے وہ بغیر کسی مشقت کے جس شخص کو چاہے پکڑ لیتا ہے وہ مشارق اور مغارب سے مخلوق کی روحوں کو قبض کر لیتا ہے۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ان ملك الموت ينظر في وجه كل آدمي ثلاثمائة نظرة وستا وستين نظرة وبلغني ان ملك الموت ينظر في كل بيت تحت ظل السماء ستمائة مرة وبلغني ان ملك الموت قائم وسط الدنيا فينظر الدنيا كلها برها وبحرها وجبالها وهي بين يديه كالبيضة بين رجلى احدكم۔

ترجمہ: ملک الموت علیہ السلام (اتنے عظیم الجثہ ہیں کہ) ان کا سر آسمان میں ہے اور ان کے دونوں پاؤں زمین پر ہیں اور تمام دنیا ملک الموت کے سامنے اس طرح ہے جیسے ایک شخص کے سامنے کھانے کا ڈونگہ رکھا ہو اور وہ اس میں سے کھا رہا ہو۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام ہر آدمی کے چہرے کو تین سو چھیاسٹھ (366) مرتبہ دیکھتے ہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام آسمان کے نیچے ہر گھر کو چھ سو مرتبہ دیکھتے ہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام دنیا کے وسط میں قیام فرما ہیں اور دنیا بھر کے صحراء، سمندر اور پہاڑ ان کی نظر میں اس طرح ہیں جیسے تم میں سے ایک شخص کے قدموں میں انڈا رکھا ہوا ہو۔

(الذکرۃ فی احوال الموتی و امور الآخرة باب ما جاء ان للموت سكرات الخ ج ۱ ص ۲۷-۲۸ مطبوعہ سعید یہ کتب خانہ صدف بلازہ محلہ جنگی پشاور)

یہ ایک مختصر سی جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی جب سرکار علیہ السلام کے غلاموں کے علم کا یہ مقام تو سوچئے اس محبوب رب العالمین کے علم

مبارک کا کیا مقام ہوگا؟

اسی دوسرے غیب کو مفاتح الغیب کہا جاتا ہے اور اس کو پروردگار عالم نے فرمایا فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضى من رسول۔ (پارہ ۲۹ سورہ ۷۲ آیت نمبر ۲۶، ۲۷) تفسیر بیضاوی یومنون بالغیب کے ماتحت ہے۔

والمراد به الخفی الذی لا یدرک الحس ولا تقتضیه بداهة العقل۔

ترجمہ: غیب سے مراد وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو حواس نہ پاسکیں اور نہ بداہتہ اس کو عقل چاہے۔

(انوار التنزیل ج ۱ ص ۲۸ مطبوعہ مطبعة البابی مصر)

تفسیر کبیر سورہ بقرہ کے شروع میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قول جمهور المفسرین ان الغیب هو الذی یکون غائباً عن الحاسة ثم هذا ینقسم الی ما علیہ دلیل والی ما لا دلیل علیہ۔

ترجمہ: عام مفسرین کا یہ قول ہے کہ غیب وہ ہے جو حواس سے چھپا ہوا ہو۔ پھر غیب کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک تو وہ جس پر دلیل ہے دوسرے وہ جس پر کوئی دلیل نہیں۔

(تفسیر الکبیر ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر روح البیان میں شروع سورہ بقرہ یومنون بالغیب کے ماتحت ہے۔

وهو ما غاب عن الحس والعقل غیبة كاملة بحيث لا یدرک بواحد منها ابتداء بطریق البداهة وهو قسمان قسم لا دلیل علیہ وهو الذی ارید بقوله عنده مفاتح الغیب وقسم نصب علیہ دلیل کا الصانع وصفاته وهو المراد۔

ترجمہ: غیب وہ ہے جو حواس اور عقل سے پورا پورا چھپا ہوا ہو اس طرح کہ کسی ذریعہ سے بھی ابتداء کھلم کھلا معلوم نہ ہو سکے۔ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم جس پر کوئی دلیل نہ ہو وہی اس آیت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ دوسری قسم وہ جس پر دلیل قائم ہو جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات۔ وہ ہی اس جگہ مراد ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

حاشیہ.....☆

علامہ جمال الدین محمد بن کرم بن منکور افریقی متوفی ۱۱۷۱ھ لکھتے ہیں۔

والغیب کل ما غاب عنک ابو اسحق فی قوله تعالیٰ یومنون بالغیب ای یومنون بما غاب عنهم مما اخبرهم به النبی امن امر البعث والجنة والنار و کل ما غاب عنهم مما انباهم به فهو غیب۔

ترجمہ: جو چیز تم سے غائب ہو وہ غیب ہے امام ابو اسحاق نے ”یومنون بالغیب“ کی تفسیر میں کہا ہے جو چیز متقین سے غائب تھی اور نبی ﷺ نے ان کو اس کی خبر دی وہ غیب ہے جیسے مرنے کے بعد اٹھنا جنت، دوزخ اور ہر وہ چیز جو ان سے غائب تھی اور نبی ﷺ نے ان کو اس کی خبر دی وہ غیب ہے۔

(لسان العرب ج ۱ ص ۶۵۲ مطبوعہ دار الایاء بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۰ھ لکھتے ہیں۔

الغیب فی کلام العرب کل ما غاب عنک غابت الشمس تغیب والغیبة معروفة واغابت المرأة فهي مغیبة اذا غاب عنها زوجها و وقعنا فی غیبة وغیابة ای هبطت من الارض والغیابة الاجمة وهي جماع الشجر یغاب فیها ویسمى المظمن من الارض الغیب لانه غاب عن البصر۔

فائدہ: رنگ آنکھ سے دیکھا جاتا ہے۔ بوٹاک سے سونکھی جاتی ہے اور لذت زبان سے اور آواز کان سے محسوس ہوتی ہے۔ رنگت زبان و کان کے لئے غیب ہے اور بو آنکھ کے لئے غیب ہے اگر کوئی اللہ کا بندہ ہو اور لذت کو ان کی شکلوں میں آنکھ سے دیکھ لے وہ بھی علم غیب اضافی ہے جیسے اعمال قیامت میں مختلف شکلوں میں نظر آئیں گے۔ اگر کوئی ان شکلوں کو یہاں دیکھ لے تو یہ بھی علم غیب ہے۔ حضور غوث پاک فرماتے ہیں۔

وما منها شهوراً ودهور
تمرو تنقضي الا اتالی

کوئی مہینہ اور کوئی زمانہ عالم میں نہیں گزرتا مگر وہ ہمارے پاس ہو کر اجازت لے کر گزرتا ہے۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: محاورہ عرب میں غیب وہ ہے جو آپ کی نظروں سے پوشیدہ ہو۔ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں ”غابت الشمس“ اور غیبت کا معنی تو معروف ہے اور جب کسی عورت کا شوہر غائب ہو جائے تو کہا جاتا ہے ”اغابت امرأة“ وہ عورت ”مغیبه“ کہلاتی ہے اور ہم ”غیبة و غیابه“ میں گر گئے سے مراد ہے کہ ہم گڑھے میں گر گئے اور ”الغیابه“ درختوں کے جھنڈ کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں ایک جگہ کافی درخت جمع ہوتے ہیں جن کے اندر چھپا جاسکتا ہے اور پست زمین کو ”الغیب“ کہا جاتا ہے کیونکہ زمین کا یہ حصہ نظر سے پوشیدہ ہوتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں۔

ما لا يقع تحت الحواس ولا تقتضيه بداية العقول وانما يعلم بخبر الانبياء عليهم السلام۔

ترجمہ: غیب وہ ہوتا ہے جو حواس خمسہ میں نہ آسکے اور نہ ہی عقل کی تیزی اس کا ادراک کر سکے اور وہ صرف انبیاء علیہم السلام کی خبر سے معلوم ہو۔

(المفردات فی غریب القرآن ص ۳۶۷ مطبوعہ المکتبۃ الرضویۃ ایران)

امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیہاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

والمراد به (ای بالغیب) الخفی الذی لا یدرکہ الحس ولا یقتضیہ بدیہۃ العقل۔

ترجمہ: غیب سے مراد ہر وہ مخفی شے ہے جس کا ادراک نہ تو حواس کر سکیں اور نہ ہی وہ عقل کی سرلیج ابھی کے دائرے میں آسکے۔

(انوار التنزیل ج ۱ ص ۲۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

الغیب کل ما اخبر به الرسول علیہ السلام مما لا تہتدی الیہ العقول من اشراط الساعة و عذاب القبر والحشر والنشر والصراط والمیزان والجنة والنار۔

ترجمہ: غیب وہ سب کچھ ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ان امور میں سے جن تک عقل راہ یاب نہیں ہو سکتی یعنی علامات قیامت، عذاب قبر، حشر، نشر، پل صراط، میزان، جنت اور دوزخ۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں۔

(بالغیب) بما غاب عنهم مما انباهم به النبی ﷺ من امر البعث والنشور والحساب وغير ذلك۔

اسی طرح جو چیرنی الحال موجود نہ ہونے یا بہت دور ہونے یا اندھیرے میں ہونے کی وجہ سے نظر نہ آ سکے وہ بھی غیب ہے اور اس کا جاننا علم غیب ہے۔ جیسے حضور علیہ السلام نے آئندہ پیدا ہونے والی چیزوں کو ملاحظہ فرمایا یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہاد میں حضرت ساریہ کو مدینہ پاک سے دیکھ لیا اور ان تک اپنی آواز پہنچا دی۔ اسی طرح کوئی پنجاب میں بیٹھ کر مکہ معظمہ یا دیگر دور دراز ملکوں کو مثل کف دست کے دیکھے یہ سب غیب ہی میں داخل ہیں۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: غیب سے مراد وہ امور ہیں جو متقین کی نظروں سے پوشیدہ تھے اور حضور ﷺ نے انہیں ان امور کی خبر دی جیسے مرنے کے بعد اٹھایا جانا، حشر، نشر، حساب اور دیگر امور غیبیہ۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۱ ص ۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔
لفظ نبی نبا سے مشتق ہے جس کا معنی ہے خبر اور نبی اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی علم حاصل کر کے اہل جہان کو خبر عطا کرنے والا ہوتا ہے۔
اور بعض کہتے ہیں لفظ نبی نبوة سے مشتق ہے جس کا معنی ہے جائے بلند اور نبی واقعتاً رفعت کی اعلیٰ تر قسم سے سرفراز ہوتا ہے اور اسے اللہ اور مخلوق کے مابین سفیر بنایا جاتا ہے۔

پہلے معنی کے اعتبار سے نبوت اور رسالت کے مفہوم میں کچھ فرق نہیں رہ جاتا کیونکہ رسول بروزن فاعول کا معنی ہے مرسل یعنی بھیجا ہوا۔
(کیونکہ فاعول بمعنی مفعول اکثر استعمال ہوتا ہے) اور بھیجے جانے سے مراد یہی ہے کہ اسے بذریعہ وحی علم دے کر باخبر بنایا جائے اور یہی نبی کا معنی ہے۔

(دلائل النبوة لابن نعیم اصفہانی اردو ص ۳۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

منجد میں ہے۔

والنبي المخبر عن الغيب او المستقبل بالهام من الله المخبر عن الله وما يتعلق به تعالى۔

ترجمہ: نبی کا مطلب ہے اللہ کی طرف سے الہام کی بنا پر غیب یا مستقبل کی باتیں بتانے والا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے تعلقات کی خبر دینے والا۔
(المنجد ص ۸۴ مطبوعہ مصر)

امام قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں۔

النبوة في لغة من همز ما خوذة من النبأ وهو الخبر والمعنى ان الله تعالى اطلعه على غيبه و اعلمه انه نبيه او يكون مخبرا عما بعثه الله تعالى به ومنبا بما اطلعه عليه۔

ترجمہ: نبوت اس شخص کی لغت میں جو ہمزہ پڑھتا ہے نبا سے ماخوذ ہے بمعنی خبر۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے غیب پر مطلع فرمادیا اور اسے بتایا کہ وہ اللہ کا نبی ہے یا وہ خبر دینے والا ہے اس وحی کی جس کے ساتھ اللہ نے اسے بھیجا ہے اور بتانے والا ہے ان حقائق کا جن پر اللہ نے اسے مطلع فرمادیا۔

(الفتاویٰ حنفیہ ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بذریعہ آلات کے جو چھپی ہوئی چیز معلوم کی جاوے وہ علم غیب نہیں۔ مثلاً کسی آلہ کے ذریعے سے عورت کے پیٹ کا بچہ معلوم کرتے ہیں یا کہ ٹیلیفون اور ریڈیو سے دور کی آواز سن لیتے ہیں۔ اس کو علم غیب نہ کہیں گے۔ کیونکہ غیب کی تعریف میں عرض کر دیا گیا کہ جو حواس سے معلوم نہ ہو سکے۔ اور ٹیلیفون یا ریڈیو میں سے جو آواز نکلی۔ وہ آواز حواس سے معلوم ہونے کے قابل ہے آلہ سے جو پیٹ کے بچہ کا حال معلوم ہوا۔ یہ بھی غیب کا علم نہ ہوا۔ جبکہ آلہ نے اس کو ظاہر کر دیا تو اب غیب کہاں رہا۔

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی آلہ چھپی ہوئی چیز کو ظاہر کر دے۔ پھر ظاہر ہو چکنے کے بعد ہم اس کو معلوم کر لیں تو علم غیب نہیں۔

حاشیہ.....☆

نیز امام قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں۔

النبوة هي الاطلاع على الغيب والاعلام بخواص النبوة۔

ترجمہ: نبوت کا معنی ہے غیب پر مطلع ہونا اور خصوصیات نبوت بتانا۔

(الشفاعتی حق المصطفیٰ ج ۱ ص ۱۶۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں۔

النبي المخبر عن الله فان الله تعالى اخبره عن توحيدہ واطلعه على غيبه واعلمه انه نبيه۔

ترجمہ: نبی کا معنی ہے اللہ کی طرف سے خبر دینے والا ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اپنی توحید کی خبر دی اور اپنے غیب پر مطلع فرمایا اور آپ کو آپ کا نبی ہونا بتایا۔

(تاج العروس للزبیدی ج ۱ ص ۱۲۱ مطبوعہ المطبعة الخمریہ مصر)

الشیخ علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں۔

النبوة التي هي الاطلاع على الغيب۔

ترجمہ: نبوت کے معنی یہ ہیں کہ علم غیب جاننا۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول ج ۲ ص ۳۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

نیز یہی امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

النبوة ماخوذة من النبأ وهو الخبر ای ان الله تعالى اطلعه على غيبه۔

ترجمہ: حضور ﷺ کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنے غیب کا علم دیا۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول ج ۲ ص ۳۵-۳۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

یہی الشیخ علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

قد اشتهر وانتشر امره ﷺ بین اصحابه بالاطلاع على الغيوب۔

ترجمہ: بے شک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مشہور و معروف تھا کہ نبی کریم ﷺ کو غیبوں کا علم ہے۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثامن الفصل الثالث ج ۳ ص ۵۵۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

دوسری فصل..... ضروری فوائد کے بیان میں

علم غیب کے مسئلہ میں گفتگو کرنے سے پہلے چند باتیں خوب خیال میں رکھی جائیں تو بہت فائدہ ہوگا اور بہت سے اعتراضات خود بخود ہی دفع ہو جائیں گے۔

(۱) نفس علم کسی چیز کا بھی ہو برا نہیں۔ ہاں بری باتوں کا کرنا کرنے کے لئے سیکھنا برا ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بعض علم دوسرے علموں سے زیادہ افضل ہوں۔ جیسے علم عقائد۔ علم شریعت۔ علم تصوف دوسرے علموں سے افضل ہیں مگر کوئی علم فی نفسہ برا نہیں جیسے بعض آیات قرآنیہ بعض سے زیادہ ثواب رکھتی قل هو اللہ میں تہائی قرآن کا ثواب ہے مگر تبت ید میں یہ ثواب نہیں۔ (دیکھو روح البیان ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت زیر آیت ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۸۲) لیکن کوئی آیت بری نہیں۔ اس لئے کہ اگر کوئی علم برا ہوتا تو خدا کو بھی وہ حاصل نہ ہوتا کہ خدا ہر برائی سے پاک ہے نیز فرشتوں کو خدا کی ذات و صفات کا علم تو تھا۔ مگر حضرت آدم علیہ السلام کو عالم کی ساری اچھی بری چیزوں کا علم دیا۔ اور وہ ہی علم ان کی افضلیت کا ثبوت ہوا۔ اس علم کی وجہ سے وہ ملائکہ کے استاد قرار پائے اگر بری چیزوں کا علم برا ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کو علم دے کر استاد نہ بنایا جاتا۔ نیز دنیا میں سب سے بدتر چیز ہے کفر و شرک۔ مگر فقہاء فرماتے ہیں کہ علم حسد و بغض اور الفاظ کفریہ و شرکیہ کا جاننا فرض ہے تاکہ اس سے بچے۔ اسی طرح جادو سیکھنا فرض ہے دفع جادو کے لئے شامی کے مقدمہ میں ہے:

وعلم الرياء وعلم الحسد والعجب وعلم الالفاظ المحرمة والمكفرة ونعمري هذا من اهم المهمات۔ (ملخصاً)

ترجمہ: یعنی علم ریا اور حسد و حرام اور کفریہ کلموں کا سیکھنا فرض ہے اور واللہ یہ بہت ہی ضروری ہے۔
(رد المحتار علی در مختار مطلب فی فرض الکفایۃ وفرض العین ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی مقدمہ شامی بحث علم نجوم و رمل میں فرماتے ہیں۔

وفي ذخيرة النظر تعلمه فرض لرد ساحر اهل الحرب۔

ترجمہ: ذخیرہ ناظرہ میں لکھا ہے کہ جادو سیکھنا فرض ہے اہل حرب کے جادو کو دفع کرنے کے لئے۔
(رد المحتار علی در مختار مطلب فی فرض الکفایۃ وفرض العین ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حاشیہ..... ☆

علامہ محمد عبدالباقی زرقانی المالکی متوفی ۱۱۲۳ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔
اصحابہ رحمہم جاز مون باطلاعه علی الغیب۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقین کے ساتھ علم لگاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم ہے۔

(شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار المرفۃ بیروت)

احیاء العلوم جلد اول باب اول فصل سوم برے علوم کے بیان ص ۲۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت میں ہے علم کی برائی خود علم ہونے کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ بندوں کے حق میں تین وجوہ سے ہے الخ۔

اس بیان سے بخوبی واضح ہوا کہ نفس علم کسی شے کا برا نہیں۔ اب منکرین کا وہ سوال اٹھ گیا کہ حضور علیہ السلام کو بری، چیزوں، چوری، زنا، جادو، اشعار کا علم نہیں تھا۔ کیونکہ ان جانتا عیب ہے۔ بتاؤ خدا کو بھی ان کا علم ہے یا نہیں؟ اسی لئے انہوں نے شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ مانا۔ یہ تو ایسا ہوا جیسے مجوسی کہتے ہیں کہ خدائے پاک بری چیزوں کا خالق نہیں ہے کیونکہ بری چیزوں کا پیدا کرنا بھی برا ہے۔ نعوذ باللہ۔ اگر علم جادو برا ہے تو اس کی تعلیم کے لئے رب کی طرف سے دو فرشتے ہاروت و ماروت کیوں زمین پر اترے؟ موسیٰ علیہ السلام کے جادو گروں نے جادو کے علم کے ذریعہ سے موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت پہچانی اور آپ پر ایمان لائے۔ دیکھو علم جادو! ایمان کا ذریعہ بن گیا۔

(۲) سارے انبیاء اور ساری مخلوق کے علوم حضور علیہ السلام کو عطا ہوئے۔ اس کو مولوی محمد قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں مانا ہے۔ جس کے سارے حوالے آتے ہیں تو جس چیز کا علم کسی مخلوق کو بھی ہے وہ حضور علیہ السلام کو ضرور ہے بلکہ سب کو جو علم ملا وہ حضور علیہ السلام ہی کی تقسیم سے ملا۔ جو علم شاگرد استاد سے لے ضروری ہے کہ استاد بھی اس کا جاننے والا ہو۔ انبیاء میں حضرت آدم علیہ السلام بھی ہیں۔ اس لئے ہم حضرت آدم و حضرت خلیل اللہ علیہما السلام کے علم سے بھی بحث کریں گے۔

(۳) قرآن اور لوح محفوظ میں سارے واقعات کل ماکان و مایکون میں ہیں اور اس پر ملائکہ اور بعض اولیاء و انبیاء کی نظریں ہیں اور ہر وقت وہ حضور علیہ السلام کے پیش نظر ہے۔ اس کے حوالہ بھی آتے ہیں۔ اس لئے ہم لوح محفوظ اور قرآنی علوم کا بھی ذکر کر دیں گے۔ اسی طرح کاتب تقدیر و فرشتہ کے علوم کا بھی ذکر کر دیں گے۔ یہ تمام بحش علم مصطفیٰ علیہ السلام کے ثابت کرنے کو ہیں۔

تیسری فصل علم غیب کے متعلق عقیدہ اور علم غیب کے مراتب کے بیان میں

علم غیب کی تین صورتیں ہیں اور ان کے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں۔

(۱) اللہ عز و جل عالم بذات ہے۔ اس کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا۔

(خالص الاعتقاد ص ۶۷۔ مطبوعہ دار الرضالاہور)

(۲) حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کو رب تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔

(۳) حضور علیہ السلام کا علم ساری خلقت سے زیادہ ہے۔ حضرت آدم و خلیل علیہما السلام اور ملک الموت و شیطان بھی خلقت ہیں۔ یہ

تین باتیں ضروریات دین میں سے ہیں ان کا انکار کفر ہے۔

(۱) قسم دوم:- اولیائے کرام کو بھی بالواسطہ انبیاء کرام کچھ علوم غیب ملتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پانچ غیبوں میں سے بہت سے جزئیات کا علم دیا۔ جو اس قسم دوم کا منکر ہے وہ گمراہ اور بد مذہب ہے کہ صدہا احادیث کا انکار کرتا ہے۔

(۱) قسم سوم :- حضور علیہ السلام کو قیامت کا بھی علم ملا کہ کب ہوگی۔

(۲) تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات جو لوح محفوظ میں ہیں ان کا بلکہ ان سے بھی زیادہ کا علم دیا گیا۔

(۳) حضور علیہ السلام کو حقیقت روح اور قرآن کے سارے مشابہات کا علم دیا گیا۔

چوتھی فصل :-

جب علم غیب کا منکر اپنے دعوے پر وناکل قائم کرے تو چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(از احادیث العیب ص ۳ مطبوعہ دارالرضا لاہور)

(۱) وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔

(۲) اس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو کہ ہم نے نہیں دیا۔ یا حضور علیہ السلام فرمادیں مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا۔

☆.....

عقیدہ اہل سنت و جماعت

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو بے شمار فضائل و کمالات سے نوازا ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو تمام اولین و آخرین کے علوم سے زیادہ علوم عطا فرمائے اور آپ کو بہت سی مخفی چیزوں پر آگاہی عطا فرمائی اور یہ اللہ تعالیٰ کی عادت شریفہ ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام پر مخفی چیزیں فرماتا ہے۔ علم ایک نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو دیگر نعمتوں کے علاوہ علم کی اس خاص نعمت سے بھی خوب نوازا مگر ہمارے حضور ﷺ تو اللہ پاک کے خاص محبوب اور اس کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مکرم و مقرب ہیں اس لئے اللہ پاک نے جتنا علم آپ ﷺ کو عطا فرمایا وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آیا۔

معزز قارئین.....! حکیم الامت مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ کی اس عقیدہ علم غیب کی وضاحت سے اظہر من الشمس کی طرح واضح ہوا کہ اہل سنت و جماعت حضور ﷺ کے لیے عطائی کلی علم غیب مانتے ہیں نہ کہ ذاتی۔ دیوبندی اہل سنت و جماعت کو اس عقیدہ کی وجہ سے کافرو مشرک کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لیے کلی علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ محمد سرفراز گلکھڑوی جو بڑے فخر سے کہتا ہے کہ چالیس سال سے کتابیں پڑھا کر بوڑھا ہو گیا ہوں۔ لیکن افسوس گلکھڑوی پر اور تمام روئے زمین کے دیوبندیوں پر کہ ان کو شرک کی تعریف بھی معلوم نہیں۔ گلکھڑوی صاحب آپ نے چالیس سال مسلمانوں کو کافر اور مشرک کہنے میں گزار دی مگر آپ کو شرک کی تعریف بھی نہیں آتی۔ دیوبندیوں کو اور خصوصاً گلکھڑوی کو اچھی طرح معلوم ہیں کہ اہل سنت و جماعت عطائی کلی علم غیب کے قائل ہیں اور یہ ہمارا متفقہ فیصلہ ہے غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اور جو مانے وہ کافر ہیں۔ امام اہل سنت شیخ الاسلام والمسلمین احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

بلاشبہ غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔ (خالص الاعتقاد ص ۴۶)

اب بتاؤ دیوبندیوں تمہارے نزدیک شرک کی تعریف کیا ہے؟ جس کی وجہ سے تم مسلمانوں کو کافر کہتے ہو۔ اگر آپ لوگوں کے

نزدیک (معاذ اللہ) عطائی کلی علم غیب صفت بھی اللہ کی ہے تب تو تمہارا دعویٰ صحیح ہے اگر نہیں تو پھر تم لوگوں اپنے دماغ کا علاج کراؤ جو

(۳) صرف کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم تو ہو مگر کسی مصلحت سے ظاہر نہ کیا ہو اسی طرح حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ خدای جانے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا مجھے کیا معلوم وغیرہ کافی نہیں کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔

(۴) جس کے لئے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہو اور قیامت تک کا ہو ورنہ کل صفات الہیہ اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعوے نہیں کرتے یہ چار تفصیلات خوب خیال میں رکھی جائیں۔

حاشیہ.....☆

بلا وجہ مسلمانوں کو کافر اور مشرک کہتے ہو۔ گھڑوی اپنی کتاب تنقید متین میں لکھتے ہیں:

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

والشرك ان يثبت لغير الله سبحانه وتعالى شيئاً من صفاته المختصة به۔

شُرک یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی صفاتِ خاصہ میں سے کوئی صفت اس کے غیر کے لئے ثابت کی جائے۔

دیوبندیوں جواب دو کیا عطائی کلی علم غیب اللہ کی صفتِ خاصہ ہے، کیا حادث، متناہی، محدود اللہ عزوجل کی صفاتِ خاصہ ہے۔ اگر دیوبندیوں کے نزدیک یہ اللہ عزوجل کی صفتِ خاصہ ہے تب تو حضور ﷺ کے لئے یہ صفات ماننا شرک و کفر ہوگا اس لیے کے برابری ہوگئی۔ اور دیوبندیوں اگر آپ لوگوں کے نزدیک یہ صفات اللہ عزوجل کی نہیں ہیں تو پھر کس وجہ سے تم لوگ مسلمانوں کو کافر کہتے ہو۔ اور ان صفات کو حضور ﷺ کے لئے ماننے کو پھر کیوں شرک کی نسبت کرتے ہو۔ جب برابری نہ رہی تو پھر شرک بھی نہ رہا تو پھر ایسے مسلمانوں کو کافر کہنا خود کافر بننا ہے اس لیے کہ ہم بتا چکے ہیں کہ جب برابری نہ رہی تو پھر شرک تو تصور بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اس کو شرک قرار دیا جائے۔ اہل سنت و جماعت حضور ﷺ کے عطائی کلی علم غیب کے قائل ہیں اور عطائی کلی علم غیب اللہ عزوجل کی صفت نہیں۔ جب یہ صفت اللہ عزوجل کی نہیں تو پھر اس کو حضور ﷺ کے لئے ماننے کو شرک قرار دینا دیوبندیوں کا ظلم اور مسلمانوں کو کافر اور مشرک قرار دے کر خود کافر اور مشرک بننا نہیں تو اور کیا ہے؟

دیوبندیوں کا یقیناً یہی عقیدہ ہوگا کہ عطائی کلی علم غیب اللہ عزوجل کی صفتِ خاصہ ہے حادث، متناہی، محدود یہ سب (معاذ اللہ) اللہ عزوجل کی صفاتِ خاصہ ہے۔ یقیناً دیوبندیوں کا یہی عقیدہ ہوگا اسی وجہ سے تو کہتے ہیں کہ بریلویوں نے علم عزوجل اور حضور ﷺ کے علم کو برابر کر دیا ہے اسی وجہ سے بریلوی کافر اور مشرک ہیں۔ اور ایسا عقیدہ رکھنا دیوبندیوں کے لئے کوئی بعید نہیں۔ اسماعیل دہلوی قاتل کی ایک عبارت اسی عقیدہ کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ لکھتا ہے۔

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی طرف سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۰)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک اس طرح کے عقیدے رکھنا کوئی محال نہیں۔

اس عقیدے کے بعد وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ یعنی اہل سنت و جماعت کو کافر اور مشرک کہنے میں اس لیے اب اللہ عزوجل اور حضور ﷺ کے علم برابر ہوا اور یہی شرک ہے۔ دیوبندی اس عقیدے کے بعد اہل سنت و جماعت کو کافر اور مشرک قرار دینے میں تو کامیاب ہو گئے ہیں لیکن اس عقیدے کے بعد وہ کس چوٹی پر پہنچ گئے ہیں اور دیوبندیوں نے کونسا درجہ پایا ہے یہ دیوبندیوں کو معلوم ہو گیا ہوگا۔

پہلا باب

علم غیب کے ثبوت کے بیان میں

اس میں چھ فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں آیات قرآنیہ سے ثبوت۔ دوسری میں احادیث سے ثبوت تیسری میں احادیث کے شارحین کے۔ چوتھی میں علمائے امت اور فقہاء کے اقوال۔ پانچویں میں خود منکرین کی کتابوں سے ثبوت۔ چھٹی میں عقلی دلائل اولیاء اللہ کے علم غیب کا بیان۔

پہلی فصل..... آیات قرآنیہ میں۔

و علم ادم الاسماء کلها ثم عرضهم علی الملائكة۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کیں۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۱)

حاشیہ.....☆

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

و حدثنا الحسن بن یحیی قال حدثنا عبدالرزاق قال حدثنا معمر عن قتادة فی قوله و علم ادم الاسماء کلها قال علمه اسم کل شیء هذا بحر و هذا جبل و هذا کذا و هذا لکل شیء ثم عرض تلك الاسماء علی الملائكة فقال انبونی باسماء هؤلاء ان کنتم صدقین۔

ترجمہ: قتادہ رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ ”و علم ادم الاسماء کلها“ کے تحت فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو ہر ایک چیز کے اسماء بتائے گئے کہ یہ دریا ہے یہ پہاڑ ہے اس طرح تمام چیزوں کے بتائے۔ پھر یہی اسماء ملائکہ پر پیش کر دی گئی اور فرمایا انبونی باسماء هؤلاء ان کنتم صدقین۔

(تفسیر عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)

تمام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس قال علم الله آدم الاسماء کلها وهی هذه الاسماء التي يتعارف بها الناس انسان ودابة وارض وسهل وبحر وجبل و حمار واشباه ذلك من الامم وغيرها۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھا دیئے اور وہ نام یہی ہیں جو لوگ جانتے ہیں جیسے انسان، چوپایہ، زمین، میدان، سمندر، پہاڑ، گدھا اور اس کی مانند دیگر مخلوقات کے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۱ ص ۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اس آیت کے تحت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، مجاہد اور ابن جریر رحمہم اللہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

علمه اسماء جميع الاشياء کلها جلیلہا و حقیرہا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء موجودات کے نام سکھا دیئے خواہ بڑی تھیں یا چھوٹی۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر مدارک میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ومعنى تعليمه اسماء المسميات انه تعالى اراه الاجناس التي خلقها وعلمه ان هذا اسمه فرس وهذا اسمه بعير وهذا اسمه كذا وعن ابن عباس علمه اسم كل شئ حتى القصعة والغرفة۔

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتانے کے معنی یہ ہیں کہ رب تعالیٰ نے ان کو وہ تمام جنسیں دکھادیں جس کو پیدا کیا ہے اور ان کو بتادیا کہ اس کا نام گھوڑا اور اس کا نام اونٹ اور اس کا نام فلاں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کو ہر چیز کے نام سکھادیئے۔ یہاں تک کہ پانی اور چلو کے بھی۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

تفسیر خازن میں اسی آیت میں یہ ہی مضمون بیان فرمایا اتنا اور بھی زیادہ فرمایا۔

وقيل علم ادم اسماء الملكة وقيل اسماء ذريته وقيل علمه اللغات كلها۔

ترجمہ: کہا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں کے نام سکھادیئے اور کہا گیا ہے کہ ان کی اولاد کے نام اور کہا گیا کہ ان کو تمام زبانیں سکھادیں۔

(باب التاويل في معاني التزويل المعروف تفسير خازن ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)

تفسیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قوله اي علمه صفات الاشياء ويعوتها وهو المشهور ان المراد اسماء كل شئ من خلق من اجناس المحدثات من جميع اللغات المختلفة التي يتكلم بها ولد ادم اليوم من العربية والفارسية والرومية وغيرها۔

ترجمہ: آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے اوصاف اور ان کے حالات سکھادیئے اور یہ ہی مشہور ہے کہ مراد مخلوق میں سے ہر حادث کی جنس کے سارے نام ہیں جو مختلف زبانوں میں ہونگے۔ جن کو اولاد آدم آج تک بول رہی ہے۔ عربی۔ فارسی۔ رومی وغیرہ۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

اس کے بعد امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۲۶۸ھ ہیں۔

قلت وقد روى هذا المعنى مرفوعا على ما ياتي وهو الذي يقتضيه لفظ كلها اذ هو اسم موضوع للاحاطة والعموم وفي البخاري من حديث انس عن النبي ﷺ قال ويجتمع المؤمنون يوم القيامة فيقولون لو استشفعنا الى ربنا فياتون ادم فيقولون انت ابو الناس خلقتك الله بيده واسجد لك ملائكته وعلمك اسماء كل شئ۔

ترجمہ: اور یہ معنی جیسا کہ آگے آرہا ہے مرفوعاً بیان کہا گیا ہے اور اسی معنی کا لفظ کہا مقتضی ہے کیونکہ یہ اسم احاطہ اور عموم کے لئے موضوع ہے صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ایمان والے اکٹھے ہوں گے اور عرض کریں گے کاش ہمارے رب کے حضور کوئی سفارش کر دے پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے ”آپ لوگوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے بنایا اور آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھادیئے۔“

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسير ابوالسعود میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقيل اسماء ما كان وما يكون وقيل اسماء خلقه من المعقولات والمحسوسات والمتخیلات
والموهومات والهمه معرفة ذوات الاشياء واسماءها وخواصها ومعارفها اصول العلم وقوانين الصناعات
وتفاصيل الاتها وكيفية استعما لاتها۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ حضرت آدم کو گزشتہ اور آئندہ چیزوں کے نام بتائے اور کہا گیا ہے کہ اپنی ساری مخلوق کے نام بتائے عقلی،
حسی، خیالی، وہی چیزیں بتادیں ان چیزوں کی ذات، ان کے نام ان کے خاصے ان کی پہچان علم کے قواعد ہنروں کے قانون ان کے
اوزاروں کی تفصیل اور ان کے استعمال کے طریقے کا علم حضرت آدم کو الہام فرمایا۔

(تفسیر ابی السعود ج ۱ ص ۸۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں۔

المراد بها اسماء ما كان وما يكون الى يوم القيامة۔

ترجمہ: اس سے مراد جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کے نام ہیں۔

(تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابی سعید محمد العمادی متوفی ۹۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وقيل اسماء ما كان وما يكون الى يوم القيامة۔

ترجمہ: اور یہ قول بھی ہے کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کے نام مراد ہیں۔

(تفسیر ابی السعود ج ۱ ص ۸۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۱۵۶ھ لکھتے ہیں۔

وقيل اسماء ما كان وما يكون الى يوم القيامة۔

ترجمہ: اور یہ قول بھی ہے کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کے نام مراد ہیں۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۶۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

غیر مقلدوں کے امام محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں۔

والنا كيد بقوله (كلها) يفيد انه علمه جميع الاسماء ولم يخرج عن هذا شيء منها كائنا ما كان۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فرمان ”كلها“ کی تاکید کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھا دیے اور اس سے
جو کچھ ہونے والا ہے اور جو کچھ ہو چکا ہے کوئی شے بھی خارج نہیں۔

(تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

الصحيح انه علمه اسماء الاشياء كلها ذواتها وصفاتها و افعالها۔

ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام ان کی شکلیں اور ان کے افعال کا علم عطا فرمادیا تھا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۷۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وعلمه احوالها وما يتعلق بها من المنافع الدينية والدينية وعلم اسماء الملائكة و اسماء ذريته واسماء الحيوانات والجمادات وصنعة كل شئ واسماء المدن والقرى واسماء الطير والشجر وما يكون واسماء كل شئ خلقها الى يوم القيمة واسماء المطعومات والمشروبات وكل نعيم في الجنة واسماء كل شئ وفي الخبر علمه سبع مائة الف لغات۔

ترجمہ: اور حضرت آدم علیہ السلام کو چیزوں کے حالات سکھائے اور جو کچھ ان میں دینی و دنیاوی نفع ہیں وہ بتائے ان کو فرشتوں کے نام ان کی اولاد اور حیوانات اور جمادات کے نام بتائے اور ہر چیز کا بنانا بتانا تمام شہروں اور گاؤں کے نام پرندوں اور درختوں کے نام جو ہو چکا یا جو کچھ بھی ہوگا ان کے نام اور جو قیامت تک پیدا فرمائے گا ان کے نام اور کھانے پینے کی چیزوں کے نام جنت کی ہر نعمت غرضیکہ ہر چیز کے نام بتائیے حدیث میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ زبانیں سکھائی گئیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ان تفسیروں سے اتنا معلوم ہوا مانا کان اور مایکون کے سارے علوم حضرت آدم علیہ السلام کو دیئے گئے زبانیں چیزوں کے نفع و ضرر بنانے کے طریقے۔ آلات کا استعمال سب دکھائیے۔ لیکن اب میرے آقا و مولیٰ ﷺ کے علوم تو دیکھو۔ حق یہ ہے کہ یہ علم آدم میرے آقا کے علم کے دریا کا ایک قطرہ یا میدان کا ایک ذرہ ہیں۔

شیخ ابن عربی فتوحات مکیہ باب دہم میں فرماتے ہیں۔

اول نائب کان له ﷺ وخليفته ادم عليه السلام۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کے پہلے خلیفہ اور نائب آدم علیہ السلام ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام حضور علیہ السلام کے خلیفہ ہیں۔ خلیفہ اس کو کہتے ہیں جو اصل کی غیر موجودگی میں اس کی جگہ کام کرنے۔ حضور علیہ السلام کی پیدائش پاک سے قبل سارے انبیاء حضور علیہ السلام کے نائب تھے یہ مولوی قاسم صاحب نے بھی تحذیر الناس میں لکھا ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کریں گے خلیفہ کے علم کا یہ حال ہے۔

نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں ہے۔

انه عليه السلام عرضت عليه الخلائق من لدن ادم الى قيام الساعة فعرّفهم كلهم كما علم ادم الاسماء كلها۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام پر ماری مخلوقات از حضرت آدم علیہ السلام تا روز قیامت پیش کی گئیں پس ان سب کو پہچان لیا جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سب نام سکھائے۔

(نسیم الریاض الباب الثالث فصل فیما ورد من ذکر مکانہ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ مکتبہات ہند)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام سب کو جانتے پہچانتے ہیں۔

ویکون الرسول علیکم شہیدا۔

ترجمہ: اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہوں۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۳)

تفسیر عزیزی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

رسول علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بر دین ہر متدین بدین خود کہ در

كدام درجه از دين من رسیده و حقیقت ایمان او چیست و حجابی که بدان از ترقی محجوب مانده است کدام است پس آدمی شناسد گناهان شمارا دو درجات ایمان شمارا دو نیک شمارا اخلاق و نفاق شمارا لهذا شهادت او در دنیا بحکم شرع نزد حق امت مقبول واجب العمل است۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام اپنے بنور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ تک پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اور کون سا حجاب اس کی ترقی سے مانع ہے پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو پہچانتے ہیں۔ لہذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب الیٰ ہے۔

(تفسیر عزیزی پارہ دوم رکوع اول زیر آیت و لیکن الرسول علیکم صمدیہ ج ۱ ص ۵۱۸ مطبوعہ ہند)

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

هذا مبني على تضمين الشهيد معنى الرقيب و المطلع و الوجه في اعتبار تضمين الشهيد الاشارة الى ان التعديل و التزكية انما يكون عن حبرة و مراقبة بحال الشاهد۔ و معنى شهادة الرسول عليهم اطاعه رتبة كل متدين بدينه فهو يعرف ذنوبهم و حقيقة ايمانهم و اعمالهم و حسناتهم و سيئاتهم و اخلاصهم و نفاقهم و غير ذلك بنور الحق و امته يعرفون ذلك من سائر الامم بنوره عليه السلام۔

ترجمہ: یہ اس بنا پر ہے کہ کلمہ شہید میں محافظ اور خبردار کے معنی بھی شامل ہیں اور اس معنی کے شامل کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ کسی کو عادل کہنا اور صفائی کی گواہی دینا گواہ کے حالات پر مطلع ہونے سے ہو سکتا ہے اور حضور علیہ السلام کی مسلمانوں پر گواہی دینے کے معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام ہر دیندار کے دینی مرتبہ کو پہچانتے ہیں پس حضور علیہ السلام مسلمانوں کے گناہوں کو ان کو ایمان کی حقیقت کو ان کے اچھے برے اعمال کو ان کے اخلاص اور نفاق وغیرہ کو نور حق سے پہچانتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی امت بھی قیامت میں ساری امتوں کے یہ حالات جانے گی مگر حضور السلام کے نور سے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ثم يروى بمحمد عليه السلام فيسناله عن امته فيزكيهم ويشهد بصدقهم۔

ترجمہ: پھر نیا امت میں حضور علیہ السلام کو بلایا جاوے گا پس رب تعالیٰ حضور علیہ السلام سے آپ کی امت کے حالات پوچھے گا تو آپ ان کی صفائی کی گواہی دیں گے اور ان کی سچائی کی گواہی دیں گے۔

(الباب الاول في معاني التنزيل المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۸۷ مطبوعہ دار الكتب العلمية بیروت)

تفسیر مدارک پارہ ۲ سورہ بقرہ میں اسی آیت ۱۴۳ کے ماتحت ہے۔

فيؤتى بمحمد عليه السلام فيسأل عن حال امته فيزكيهم ويشهد بعدالتهم..... ويزكيهم ويعلم بعد التكم۔

ترجمہ: پھر حضور علیہ السلام کو بلایا جاوے گا اور آپ کی امت کے حال پوچھے جائیں گے پس آپ اپنی امت کی صفائی بیان کریں گے اور ان کے عادل ہونے کی گواہی دے گے لہذا حضور تمہاری عدالت کو جانتے ہیں۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۸۸ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

اس آیت اور ان تفاسیر میں یہ فرمایا گیا کہ قیامت کے دن دوسرے انبیائے کرام کی امتیں بارگاہ الہی میں عرض کریں گی کہ ہمارے پاس تیرا کوئی پیغمبر نہ پہنچا۔ ان امتوں کے نبی عرض کریں گے کہ خدایا ہم ان میں گئے تیرے احکام پہنچائے مگر ان لوگوں نے قبول نہ کیے۔ رب تعالیٰ کا انبیاء کو حکم ہوگا کہ چونکہ تم مدعی ہو اپنا کوئی گواہ لاؤ۔ وہ اپنی گواہی کے لئے امت مصطفیٰ علیہ السلام کو پیش فرمائے گے مسلمان گواہی دیں گے کہ خدایا تیرے پیغمبر سچے ہیں انہوں نے تیرے احکام پہنچائے تھے۔

اب دو باتیں تحقیق کے لائق ہیں۔ اول یہ کہ یہ مسلمان گواہی کے قابل ہیں یا نہیں (فاسق و فاجر اور کافر کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔ مسلمان پر ہیز گار کی گواہی قبول ہوتی ہے) دوسرے یہ کہ ان لوگوں نے اپنے سے پہلے پیغمبروں کا دیکھا نہ تھا۔ پھر گواہی کس طرح دے رہے ہیں مسلمان عرض کریں گے کہ خدایا ہم سے تیرے محبوب محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ پہلے پیغمبروں نے تبلیغ کی تھی اس کو سن کر ہم گواہی دے رہے ہیں تب حضور علیہ السلام کو بلایا جاوے گا اور حضور علیہ السلام دو باتوں کی گواہی دیں گے ایک یہ کہ یہ لوگ فاسق یا کافر نہیں تاکہ ان کی گواہی قبول نہ ہو۔ بلکہ مسلمان اور پڑھیز گار ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہاں ہم نے ان سے کہا تھا کہ پہلے نبیوں نے اپنی قوم تک احکام الہیہ پہنچائے تب ان پیغمبروں کے حق میں ڈگری ہوگی۔

اس واقعہ سے چند باتیں حاصل ہونیں۔ ایک یہ کہ حضور علیہ السلام قیامت تک کے مسلمان کے ایمان اعمال روزہ، نماز و نیت سے بالکل خبردار ہیں ورنہ پہلی یعنی صفائی کی گواہی کیسی ممکن نہیں کہ ایک مسلمان کا بھی کوئی حال آپ سے چھپا رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی آنے والی نسل کا حال معلوم فرمایا کہ خدایا ان کی اولاد بھی اگر ہوئی تو کافر ہوگی۔ ولا یسلدوا الا فاجرا کفارا (پارہ ۲۹ سورہ ۷۱ آیت نمبر ۲۷) لہذا تو ان کو غرق کر دے حضرت خضر علیہ السلام نے جس بچہ کو قتل فرمایا اس کا آئندہ حال معلوم کر لیا تھا کہ آئندہ اگر زندہ رہا تو سرکش ہوگا تو سید الانبیاء علیہ السلام پر کسی کا حال کیونکر چھپ سکتا ہے دوسرے یہ کہ گذشتہ پیغمبروں اور ان کی امتوں کے حالات حضور علیہ السلام نے بنور دیکھے تھے اور آپ کی گواہی دی ہوئی تھی اگر سنی ہوئی ہوتی تو ایسی گواہی تو اس سے پہلے مسلمان بھی دے چکے تھے سنی گواہی کی انتہاء دیکھی گواہی پر ہوتی ہے تیسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ تو جانتا ہے کہ نبی سچے ہیں مگر پھر بھی گواہیاں لے کر فیصلہ فرماتا ہے اسی طرح حضور علیہ السلام مقدمات میں تحقیق فرمادیں اور گواہیاں وغیرہ لیں تو اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ حضور علیہ السلام کو خبر نہ ہو۔ بلکہ مقدمات کا قاعدہ یہ ہی ہوتا ہے اور زیادہ تحقیق اس کی دیکھنا ہو تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمان من آیات القرآن میں دیکھ اس گواہی کا ذکر آئندہ آیت میں بھی ہے۔

وجئنا بک علی هؤلاء شہیداً

ترجمہ: اور اے محبوب تم کو ان سب پر نگہبان بنا کر ہم لادینگے۔

(پارہ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۴۱)

تفسیر نیشاپوری میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لان روحہ علیہ السلام شاہد علی جمیع الارواح والقلوب والنفوس بقولہ علیہ السلام اول ما خلق اللہ نوری۔

ترجمہ: اس لئے حضور علیہ السلام کی روح مبارک تمام روحوں اور دلوں اور نفوس کے دیکھنے والی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے جو پہلے پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے۔

تفسير روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

واعلم انه يعرض على النبي عليه السلام اعمال امته غدوة وعشية فيعرفهم بسيماهم اعمالهم
فلذلك يشهد عليهم۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں لہذا آپ امت کو ان کی علامات سے جانتے ہیں اور ان کے اعمال کو بھی اس لئے آپ ان پر گواہی دیں گے۔

(تفسير روح البیان ج ۲ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسير مدارک میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای شاهد علی من امن بالایمان و علی من کفر بالكفر و علی من نافق بالنفاق۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام گواہ ہیں مومنوں پر ان کے ایمان کے کافروں پر ان کے کفر کے اور منافقوں پر ان کے نفاق کے۔

(تفسير مدارک ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنة پشاور)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام از اول تاریخ قیامت تمام لوگوں کے کفر و ایمان و نفاق و اعمال وغیرہ سب کو جانتے ہیں اسی لئے آپ سب کے ہی گواہ ہیں یہ ہی تو علم غیب ہے۔

من ذا الذي يشفع عنده الا باذنه يعلم ما بين ايديهم وما خلفهم۔

ترجمہ: وہ کون ہے جو اس کے یہاں شفاعت کرے بغیر اس کے حکم کے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔

(سورہ البقرہ پارہ ۳ آیت نمبر ۲۵۵)

تفسير نیشاپوری میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

يعلم محمد ﷺ ما بين ايديهم من اوليات الامر قبل الخلائق وما خلفهم من احوال القيامة۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے اول معاملات بھی جانتے ہیں اور جو مخلوق کے بعد قیامت کے احوال ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

يعلم محمد ﷺ ما بين ايديهم من الامور الاوليات قبل الخلائق وما خلفهم من احوال القيامة
وفزع الخلق و غضب الرب۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے حالات جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے مخلوقات کو پیدا کرنے کے پہلے کے واقعات اور ان کے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں قیامت کے احوال مخلوق کی گھبراہٹ اور رب تعالیٰ کا غضب وغیرہ۔

(تفسير روح البیان ج ۱ ص ۲۳ مطبوعہ مکتبۃ اسلامیہ کوئٹہ)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آیت الکری میں من ذالذی سے لے کر الایمان تک تین صفات حضور علیہ السلام کے بیان ہوئیں۔ باقی اول و آخر میں صفات الہیہ ہیں۔ اس میں فرمایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاس کوئی بغیر اجازت کسی کی شفاعت نہیں کر سکتا اور جن کو شفاعت کی اجازت ہے وہ حضور علیہ السلام ہیں اور شفیع کے لئے ضروری ہے کہ گنہگاروں کے انجام اور ان کے حالات سے واقف ہوتا کہ تا اہل کی شفاعت نہ ہو جاوے اور مستحق شفاعت سے محروم نہ رہ جائیں جیسے طبیب کے لئے ضروری ہے کہ قابل علاج اور لاعلاج

مريٹوں کو جانے تو فرمایا گیا يعلم ما بين ايديهم کہ جس کو ہم نے شفع بنایا ہے۔ اس کو تمام کا علم بھی دیا ہے کیوں کہ شفاعت کبریٰ کے لئے علم غیب لازم ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام قیامت میں منافقین کو نہ پہچانیں گے۔ یا حضور علیہ السلام کو اپنی بھی خبر نہیں کہ میرا کیا انجام ہوگا محض غلط اور بے دینی ہے جیسا کہ آئندہ آتا ہے ولا يحيطون بشيء من علمه الا بما شاء اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں مگر جتنا وہ چاہے۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

يحتمل ان تكون الهاء كناية عنه عليه السلام يعني هو شاهد على احوالهم يعلم ما بين ايديهم من سيرهم ومعاملاتهم وقصصهم وما خلفهم من امور الآخرة واحوال اهل الجنة والنار وهم لا يعلمون شيئا من معلوماته الا بما شاء من معلوماته علم الاولياء من علم الانبياء بمنزلة قطرة من سبعة ابحر وعلم الانبياء من علم نبينا عليه السلام بهذه المنزلة فكل رسول ونبي وولي اخذون بقدر القابلية والاستعداد مما لديه وليس لاحد ان يعدوه او يتقدم عليه۔

ترجمہ: احتمال یہ بھی ہے اس ضمیر سے حضور علیہ السلام مراد ہوں یعنی حضور علیہ السلام لوگوں کے حالات کو مشاہدہ فرمانے والے ہیں اور ان کے سامنے کے حالات جانتے ہیں ان کے اخلاق ان کے معاملات اور ان کے قصے وغیرہ اور ان کے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں آخرت کے احوال جنتی و دوزخی لوگوں کے حالات اور وہ لوگ حضور علیہ السلام کے معلومات میں سے کچھ بھی نہیں جانتے مگر اسی قدر جتنا کہ حضور چاہیں اولیاء اللہ کا علم علم انبیاء کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک قطرہ سات سمندروں کے سامنے اور انبیاء کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے سامنے اسی درجہ کا ہے اور ہمارے حضور علیہ السلام کا علم رب العلمین کے سامنے اسی درجہ کا۔ پس ہر نبی اور ہر رسول اور ہر ولی اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق حضور علیہ السلام سے ہی لیتے ہیں اور کسی کو یہ ممکن نہیں کہ حضور علیہ السلام سے آگے بڑھ جائے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

يعني ان يطلعهم عليه وهم الانبياء والرسل وليكون ما يطلعهم عليه من علم غيبه دليلاً على نبوتهم كما قال الله تعالى فلا يظهر على غيبه احد الا من ارتضى من رسول۔

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنے علم پر اطلاع دیتا ہے اور وہ انبیاء و رسول ہیں تاکہ ان کا علم غیب پر مطلع ہونا ان کی نبوت کی دلیل ہو جیسے رب نے فرمایا ہے کہ پس نہیں ظاہر فرماتا اپنے غیب خاص پر کسی کو سوائے اس رسول کے جس سے رب راضی ہے۔

(باب الاول فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۹۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

تفسیر کبیر میں ہے۔

اما قوله "الا بما شاء" ففيه قولان (احدهما) انهم لا يعلمون شيئا من معلومات الا ما شاء هو ان يعلمهم كما حكى عنهم قالوا (لا علم لنا الا ما علمتنا) والثاني انهم لا يعلمون الغيب الا عند اطلاع الله بعض انبيائه على بعض الغيب كما قال (عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فرمان "الا بما شاء" کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معلومات میں سے کچھ نہیں جانتے مگر اس

تفسیر معالم التنزیل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعنی لا یحیطون بشئی من علم الغیب الا بما شاء مما اخبر به الرسل۔

ترجمہ: یعنی یہ لوگ علم غیب کو نہیں گھیر سکتے مگر جس قدر کہ خدا چاہے جس کی خبر رسولوں نے دی۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس آیت اور ان تفاسیر سے اتنا معلوم ہوا کہ اس آیت میں یا تو خدا کا علم مراد ہے کہ خدا کا علم کسی کو حاصل نہیں ہاں جس کو رب ہی دینا چاہے تو اس کو علم غیب حاصل ہوتا ہے اور رب نے تو انبیاء کو دیا اور انبیاء کے ذریعہ سے بعض مومنین کو دیا۔ لہذا ان کو بھی بہ عطائے الہی علم غیب حاصل ہوا۔ کتنا دیا اس کا ذکر آئندہ آوے گا۔

یا یہ مراد ہے کہ حضور علیہ السلام کے علم کو کوئی نہیں پاسکتا۔ مگر جس کو حضور علیہ السلام ہی دینا چاہیں تو عطا فرمادیں۔ لہذا از آدم تا روز قیامت جس کو جس قدر علم ملا۔ وہ حضور علیہ السلام کے علم دریا کے دریا کا قطرہ ہے اس میں حضرت آدم اور فرشتوں وغیرہ کا علم بھی شامل ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی وسعت ہم علم آدم کی آیت کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

وما کان اللہ لیطلعکم فی الغیب ولكن الله یجتبی من رسله من یشاء۔

ترجمہ: اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تم کو غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔

(پارہ ۴ آیت نمبر ۱۷۹)

.....☆

قدر جتنا اللہ انہیں علم عطا فرمادے جیسا کہ فرشتوں نے عرض کیا۔ ”ہمیں کچھ علم نہیں مگر اسی قدر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ غیب کو نہیں جانتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ بعض انبیاء کو بعض غیب پر مطلع فرمادے جیسا کہ فرمایا۔ عالم الغیب فلا یشہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔

(التفسیر الکبیر ج ۷ ص ۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

(ولكن الله یجتبی) ای یختار (من رسله) لا اطلاع غیبہ (من یشاء)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے غیب کی اطلاع کے لئے چن لیتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۲۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابوالحیاء محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ علم الغیب سے جس پر چاہے اپنے رسولوں کو مطلع فرماتا ہے پس رسول کا غیب پر مطلع ہونا اللہ تعالیٰ کی اس کی طرف وحی کے ذریعہ ہے سو اللہ تعالیٰ غیب سے یہ خبر دیتا ہے کہ فلاں شخص میں اخلاص ہے اور فلاں میں نفاق ہے اور یہ ان کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے خود بہ خود بغیر واسطہ وحی کے معلوم نہیں ہوتا۔

(البحر المحیط ج ۳ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن ابی حاتم عن الحسن فی قوله ﴿وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب﴾ قال: ولا یطلع علی الغیب الا رسول۔

(الدر المنثور فی التفسیر المأثور ج ۲ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسير بیضاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

وما كان الله ليؤتي احدكم العلم الغيب فيطلع على ما في القلوب من كفر وايمان ولكن الله يجتبي لرسالته من يشاء فيوحى الله ويخبره ببعض المغيبات او ينصب له ما يدل عليه۔
ترجمہ: خدا تعالیٰ تم میں سے کسی کو علم غیب نہیں دینے کا کو مطلع کرے اس کفر و ایمان پر جو کہ دلوں میں ہوتا ہے لیکن اللہ اپنی پیغمبری کے لئے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس اس کی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیب کی ان کو خبر دیتا ہے یا ان کے لئے ایسے دلائل قائم فرماتا ہے جو غیب پر راہبری کریں۔
 (انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۰۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابا مصر)

تفسير خازن میں ہے۔

لكن الله يصطفى ويختار من رسله من يشاء فيطلعه على بعض علم الغيب۔
ترجمہ: لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پس ان کو خبردار کرتا ہے بعض علم غیب پر۔
 (لباب التأویل فی معانی التنزیل المعروف بتفسير خازن ج ۱ ص ۳۰۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حاشیہ.....☆

علامہ سلیمان بن عمر عجمی متوفی ۱۲۰۴ھ لکھتے ہیں۔

والمعنى ولكن الله يصطفى ويختار من رسله من يشاء فيطلعه على الغيب۔
ترجمہ: ولكن الله يجتبي كالمعنى ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے پھر اسے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

(تفسير الفتوحات الالهية ج ۱ ص ۳۴۰ مطبوعہ دار الفكر بیروت)

امام محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

يشكل على هذا ان الله تعالى قد يطلع على الغيب بعض اهل الكشف ذوى الانفس القدسية لان ذلك بطريق الوراثه لا استقلالاً وهم يقولون ان المختص بالرسول عليهم السلام۔
ترجمہ: یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ نفوس قدسیہ میں سے بعض اہل کشف کو بھی غیب پر مطلع فرماتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بطور وراثت ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے اور انبیاء السلام کو بلا واسطہ غیب پر مطلع فرماتا ہے۔
 (تفسير روح المعاني ج ۴ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیہاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

من خفيات الامور او من امور الدين والاحكام۔
ترجمہ: یعنی امور خفیہ کا علم یا امور دینیہ اور احکام کا علم۔

(انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۸۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابا مصر)

علامہ الفاضل الکامل الشیخ اسمعیل حق خفی متوفی ۱۱۳۳ھ لکھتے ہیں۔

(وعلمك) بالوحي من الغيب و خفيات الامور (ما لم تكن تعلم) ذلك الى وقت التعليم۔
ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعہ غیب کا اور پوشیدہ باتوں کا وہ علم جو آپ نہ جانتے تھے عطا فرما دیا اور نہ جانتا اللہ تعالیٰ

تفسير کبير میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فاما معرفة ذلك على سبيل الاعلام من الغيب فهو من خواص الانبياء۔

ترجمہ: لیکن ان باتوں کا بطریق غیب پر مطلع ہونے کے جان لینا یہ انبیاء کرام کی خصوصیت ہے۔

(التفسير الكبير ج ۹ ص ۱۱۱ مطبوعہ دارالتفہیم بیروت)

تفسير جلالین میں ہے۔ المعنى لكن الله يجتبي ان يصطفى من رسله من يشاء فيطلعہ على الغيب۔

ترجمہ: معنی یہ ہیں کہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس ان کو غیب پر مطلع کرتا ہے۔

وما كان الله ليطلعكم على الغيب فتعرفوا المنافق قبل التميز لكن الله يجتبي يختار من يشاء فيطلع على غيبه كما اطلع النبي عليه السلام على حال المنافقين۔

ترجمہ: خدا تعالیٰ تم کو غیب پر مطلع نہیں کرے گا کہ فرق کرنے سے پہلے منافقوں کو جان لو۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے چھانٹ لیتا ہے تو اس کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام کو منافقین کے حال پر مطلع فرمایا۔

(تفسير جلالین ص ۹۲ مطبوعہ دارالحدیث القاہرہ)

روح البیان میں ہے۔ فان غيب الخلائق والاحوال لا ينكشف بلا واسطة الرسول۔

ترجمہ: کیونکہ حقیقتوں اور حالات کے غیب نہیں ظاہر ہوتے بغیر رسول علیہ السلام کے واسطے سے۔

(تفسير روح البیان ج ۲ ص ۱۶۲ مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدا کا خاص علم غیب پیغمبر پر ظاہر ہوتا ہے بعض مفسرین نے جو فرمایا کہ بعض غیب اس سے مراد ہے علم الہی کے مقابلہ میں بعض اور کل ماکان وما یکون بھی خدا کے علم پر بعض ہے۔

وعلمك ما لم تكن تعلم وکان فضل الله عليك عظيما۔

ترجمہ: اور تم کو سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

(سورہ النساء آیت نمبر ۱۱۳)

ای من الاحکام والغیب۔

ترجمہ: یعنی احکام اور علم غیب۔

(تفسير جلالین ص ۹۷)

تفسير خازن میں ہے۔

انزل الله عليك الكتاب والحكمة واطلعتك على اسرارهما وواقفك على حقائقهما۔

ترجمہ: اللہ نے آپ پر قرآن اتارا اور حکمت اتاری اور آپ کو ان کے بھیدوں پر مطلع فرمایا اور ان کی حقیقتوں پر واقف کیا۔

(الباب التأويل في معاني التنزيل المعروف بتفسير خازن ج ۱ ص ۲۰۳ مطبوعہ دارالمعرفة بیروت)

حاشیہ.....☆

کے تعلیم فرمانے کے وقت تھا۔ (جب تعلیم فرمادیا تو سب کچھ جان گئے)

(تفسير روح البیان ج ۲ ص ۲۸۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

(و علمك ما لم تكن تعلم) من الاحکام وقيل من علم الغیب۔

ترجمہ: (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا جو آپ نہیں جانتے تھے) یعنی احکام میں سب اور علم غیب میں سے۔

(تفسير معالم التنزيل ج ۱ ص ۴۷۹ مطبوعہ دارالمعرفة بیروت)

مدارک میں ہے۔

يعني من احكام الشرع وامور الدين وقيل علمك من علم الغيب ما لم تكن تعلم وقيل معناه علمك من خفيات الامور واطلعتك على ضمائر القلوب وعلمك من احوال المنافقين وكيدهم۔
ترجمہ: یعنی شریعت کے احکام اور دین کی باتیں سکھائیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کو علم غیب میں وہ وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو چھپی چیزیں سکھائیں اور دلوں کے راز پر مطلع فرمایا اور منافقین کے مکر و فریب آپ کو بتا دیئے۔
 من امور الدين والشرائع او من خفيات الامور وضمائر القلوب۔
ترجمہ: دین اور شریعت کے امور سکھائے اور چھپی ہوئی باتیں دلوں کے راز بتائے۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۸۲ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

تفسیر حسینی بحر الحقائق سے اسی آیت کے ماتحت نقل فرماتے ہیں۔

آن علم ما کان وما یکون هست کہ حق سبحانہ در شب اسرا بدار حضرت عطا فرمود۔ چنانچہ در حدیث معراج هست کہ من در ذیہر عرش بودم قطره در حلق من ریختندہ فعلمت ما کان وما یکون۔
ترجمہ: یہ ما کان وما یکون کا علم ہے کہ حق تعالیٰ نے شب معراج میں حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ چنانچہ معراج شریف کی حدیث میں ہے کہ ہم عرش کے نیچے تھے ایک قطرہ ہمارے حلق میں ڈالائیں ہم نے سارے گزشتہ اور آئندہ کے واقعات معلوم کر لئے۔
 (تفسیر قادری اردو ترجمہ تفسیر حسینی ج ۱ ص ۱۹۲ مطبوعہ)

جامع البیان میں ہے

قبل نزول ذالك من خفيات الامور۔

ترجمہ: یعنی آپ کو وہ سب باتیں بتا دیں جو قرآن کے نزول سے پہلے آپ نہ جانتے تھے۔

(تفسیر طبری ج ۵ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو تمام آئندہ اور گزشتہ واقعات کی خبر دے دی گئی۔ کلمہ ماعربی زبان میں عموم کے لئے ہوتا ہے تو آیت سے یہ معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں کے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی آپ کے علم میں نہ تھا سب ہی بتا دیا اس میں یہ قید لگانا کہ اس سے مراد صرف احکام ہیں اپنی طرف سے قید ہے جو قرآن و حدیث اور امت کے عقیدے کے خلاف ہے۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔
 ما فرطنا فی الكتاب من شئی۔
ترجمہ: ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھانہ رکھا۔

(سورہ الانعام آیت نمبر ۳۸)

ان القرآن مشتمل علی جمیع الاحوال۔

ترجمہ: قرآن کریم تمام حالات پر شامل ہے۔

(باب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر انوار التنزیل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعنی اللوح المحفوظ فانه مشتمل علی ما بحری فی العالم من جلیل ودقیق لم یهمل فیہ امر حیوان ولا جماد۔

ترجمہ: کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے کیونکہ یہ لوح محفوظ ان باتوں پر مشتمل ہے جو عالم میں ہوتا ہے ہر ظاہر اور باریک اس میں کسی حیوان اور جماد کا معاملہ چھوڑا نہ گیا۔

تفسیر عرائس البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای ما فرطنا فی الكتاب ذکر احد من الخلق لکن لا یبصر ذکرہ فی الكتاب الا المویدون بانوار المعرفة۔
ترجمہ: یعنی اس کتاب میں مخلوقات میں سے کسی کا ذکر نہ چھوڑا ہے لیکن اس ذکر کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ مگر وہ جن کی معرفت کے انوار سے تائید کی گئی ہو۔

امام شعرانی طبقات کبریٰ میں فرماتے ہیں۔ ماخوذ از وخال السان ص ۵۵۔

لو فتح الله عن قلوبکم اقفال السدد لا طلعت علی ما فی القرآن من العلوم واستعنیت عن النظر فی سواہ فان فیہ جمیع ما رقم فی صفحات الوجود قال الله تعالیٰ ما فرطنا فی الكتاب من شیء۔
ترجمہ: اگر خدا تعالیٰ تمہارے دلوں کے بند قفل کھول دے تو تم ان علموں پر مطلع ہو جاؤ جو قرآن میں ہیں اور تم قرآن کے سوا دوسرے چیزوں سے بے پرواہ ہو جاؤ۔ کیونکہ قرآن میں تمام وہ چیزیں ہیں جو وجود کے صفحوں میں لکھی ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما فرطنا فی الكتاب من شیء۔

اس آیت اور ان تفسیروں سے معلوم ہوا کہ کتاب میں دنیا و آخرت کے سارے حالات موجود ہیں اب کتاب سے مراد یا تو قرآن ہے یا لوح محفوظ۔ اور قرآن بھی حضور علیہ السلام کے علم میں ہے اور لوح محفوظ بھی جیسا کہ آئندہ آوے گا۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ تمام دنیا و آخرت کے حالات حضور علیہ السلام کے علم میں ہوئے۔ کیونکہ سارے علوم قرآن اور لوح محفوظ ہیں۔ اور قرآن و لوح محفوظ حضور کے علم میں۔
ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔

ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی تر اور خشک جو روشن کتاب میں نہ لکھا ہو۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۹)

روح البیان میں ہے۔

هو اللوح المحفوظ فقد ضبط الله فیہ جمیع المقدورات الکوئیة لفوائد ترجع الی العباد یعرفها العلماء بالله۔
ترجمہ: وہ لوح محفوظ ہے کہ اللہ نے اس میں ساری ہو سکنے والی چیزیں جمع فرمادیں ان فائدہ کنی وجوہوں سے جو بندوں کی طرف لوٹنے ہیں۔ ان کو علمائے ربانی جانتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(تفسیر کبیریہ ہی آیت) وفائدة هذا الكتاب امور احدها انه تعالیٰ کتب هذه الاحوال فی اللوح المحفوظ لتقف الملائكة علی نفاذ علم الله فی المعلومات فیکون ذلك عبرة تامة داملة للملائكة الموکلبین باللوح المحفوظ لانهم یقابلون به ما یحدث فی صحیفة هذا العالم فیجدونه موافقاً له۔

ترجمہ: اس لکھنے میں چند فائدے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حالات کو لوح محفوظ میں اس لئے لکھا تھا۔ تاکہ ملائکہ خبردار ہو جائیں ان معلومات میں علم الہی جاری ہونے پر پس یہ بات ان فرشتوں کے لئے پوری پوری عبرت بن جائے جو لوح محفوظ پر مقرر ہیں کیونکہ وہ فرشتے ان واقعات کا اس تحریر سے مقابلہ کرتے ہیں جو عالم میں نئے نئے ہوتے رہتے ہیں تو اس کو لوح محفوظ کے موافق پاتے ہیں۔

(تفسیر کبیریہ ج ۵ ص ۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(تفسیر خازن یہی آیت) والثانی ان المراد بالكتاب المبين هو اللوح المحفوظ لان الله كتب فيه علم ما يكون وما قد كان قبل ان يخلق السموات والارض وفائدة احصاء الاشياء كلها في هذا الكتاب لتقف الملكة على انفاذ علمه۔

ترجمہ: دوسری توجیہ یہ ہے کہ کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جو کچھ ہوگا اور جو کچھ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے ہو چکا سب کا علم لکھ دیا اور ان تمام چیزوں کے لکھنے سے اس کتاب میں فائدہ یہ ہے کہ فرشتے اس کے علم کے جاری کرنے پر واقف ہو جائیں۔

(الباب الاول فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۱۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(تفسیر مدارک یہی آیت) هو علم الله او اللوح۔

ترجمہ: وہ کتاب یا تو علم الہی ہے یا لوح محفوظ۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۶۳ مطبوعہ مکتبہ القرآن والسہ پشاور)

تفسیر تنویر المقیاس میں تفسیر ابن عباس میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

كل ذلك في اللوح المحفوظ مبين مقدارها وقتها۔

ترجمہ: یہ تمام چیزیں لوح محفوظ میں ہیں کہ ان کی مقدار اور ان کا وقت بیان کر دیا گیا ہے۔

(تفسیر تنویر المقیاس میں تفسیر ابن عباس ص ۱۳۲ مطبوعہ المکتبہ الثانیہ پشاور)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں ہر خشک و تر ادنیٰ و اعلیٰ چیز ہے اور لوح محفوظ کو فرشتے اور اللہ کے خاص بندے جانتے ہیں اور علم مصطفیٰ علیہ السلام ان سب کو محیط ہے لہذا یہ تمام علوم علم مصطفیٰ علیہ السلام کے دریا کے قطرے ہیں۔

نزلنا عليك الكتاب تبیاناً لكل شئ۔

ترجمہ: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۸۹)

تفسیر حسینی یہی آیت نزلنا فرستادیم عليك الكتاب بر تو قرآن تبیاناً لكل شئ بیان روشن برائے ہمہ چیز از امور دین و دنیا تفصیل و اجمال۔

ترجمہ: ہم نے آپ پر یہ کتاب قرآن دین و دنیا کی ہر چیز کا روشن بیان بنا کر بھیجی تفصیلی و اجمالی۔ (پارہ ۱۳ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۸۹)

(تفسیر روح البیان یہی آیت) يتعلق بامور الدين من ذلك احوال الامم و انبياء هم۔

ترجمہ: اس کے بیان کے لئے جو دینی چیزوں سے تعلق رکھتی ہوں اور اس میں سے امتوں اور ان کے پیغمبروں کے حالات ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۸۵ مطبوعہ دارالتراث العربیہ بیروت)

(تفسیر اتقان یہی آیت) قال المجاهد يوماً ما من شئ في العالم الا هو في كتاب الله فقیل له فابن ذکر الخانات فقال في قوله ليس عليكم جناح ان تدخلوا بيوتاً غير مسكونة فيها مناع لكم۔

ترجمہ: حضرت مجاہد نے ایک دن فرمایا کہ عالم میں کوئی شے ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو تو ان سے کہا گیا کہ سرایوں کا ذکر کہاں ہے انہوں نے فرمایا کہ اس آیت میں ہے کہ تم پر گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں داخل ہو جس میں کوئی رہتا نہ ہو اور تمہارا وہاں سامان ہو۔

(الاتقان ج ۲ ص ۱۶۰ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ چیز ہے اور قرآن رب تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کو سکھایا کہ جس علم قرآن یہ تمام چیزیں علم مصطفیٰ علیہ السلام میں آئیں۔

وتفصيل الكتاب لا ريب فيه۔

ترجمہ: اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے قرآن سب کی تفصیل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۱۰ آیت نمبر ۳۷)

(جلالین یہ ہی آیت) تفصیل الكتاب تبين ما كتب الله تعالى من الاحكام وغيرها۔

ترجمہ: یہ تفصیلی کتاب ہے اس میں وہ احکام اور ان کے سوا دوسری چیزیں بیان کی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیں۔

(تفسیر جلالین ص ۲۷۲ مطبوعہ دارالحدیث القاہرہ مصر)

(جمل یہ ہی آیت) ای فی اللوح المحفوظ۔

ترجمہ: یعنی لوح محفوظ میں تفصیل ہے۔

(روح البیان یہ ہی آیت) ای وتفصيل ما حقق واثبت من الحقائق والشرائع وفي التاويلات النجمية ای تفصيل الجملة التي هي المقدر المكتوب في الكتب الذي لا يتطرق اليه المحو والاثبات لانه ازلي ابدی۔

ترجمہ: یعنی یہ قرآن ان شرعی اور حقیقت کی چیزوں کی تفصیل ہے جو ثابت کی جا چکی ہیں اور تاویلات تجریم میں ہے کہ اس تمام کی تفصیل ہے جو تقدیر میں آچکی ہیں اور اس کتاب میں لکھی جا چکی ہیں جس میں رد و بدل نہیں ہوتا کیونکہ وہ کتاب ازلی و ابدی ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۶۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت و تفسیر سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں احکام شرعیہ اور تمام علوم موجود ہیں۔ اس آیت سے پتہ لگا کہ قرآن میں سارے لوح محفوظ کی تفصیل ہے اور لوح محفوظ میں سارے علوم ہیں۔ ولا رطب ولا يابس الا في كتاب مبين۔ اور قرآن حضور علیہ السلام کے علم میں ہے۔ الرحمن علم القرآن لہذا سار لوح محفوظ حضور علیہ السلام کے علم میں ہے کیونکہ قرآن لوح محفوظ کی تفصیل ہے۔

ما كان حديثا يفتری ولكن تصديق الذي بين يديه وتفصيل كل شئ۔

ترجمہ: یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں اپنے سے اگلی کلاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۱۱)

(تفسیر خازن یہ ہی آیت) یعنی ان هذا القرآن المنزل عليك يا محمد تفصيل كل شئ تحتاج اليه

من الحلال والحرام والحدود والاحكام والقصص والمواعظ والامثال وغير ذلك مما يحتاج اليه العباد في امر دينهم ودنياهم۔

ترجمہ: یعنی اس قرآن میں جو آپ پر اتارا گیا۔ اے محمد ﷺ ہر اس چیز کی تفصیل ہے جس کی آپ کو ضرورت ہو حلال اور حرام سزائیں اور احکام اور قصے اور نصیحتیں اور مثالیں ان کے علاوہ اور وہ چیزیں جن کے بندوں کو اپنے دینی و دنیاوی معاملات میں ضرورت پڑتی ہے۔

(باب التاويل في معاني التنزيل المعروف بتفسير خازن ج ۲ ص ۵۶۲ مطبوعہ دار الكتب العلمية بیروت)

تفسیر حسینی میں ہے۔

وتفصيل كل شئ وبيان همه چیزها که محتاج باشد در دین و دنیا۔

ما من شئ في العالم الا هو في كتاب الله تعالى۔

ترجمہ: یعنی اس قرآن میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی دین و دنیا میں ضرورت ہو۔ (کتاب الاعجاز لابن سراقہ میں ہے، عالم میں

کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔

الرحمن 0 علم القرآن 0 خلق الانسان 0 علمه البيان 0

ترجمہ: رحمان نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ماکان وما یكون اس کو سکھایا۔ اللہ نے انسان کو محمد شہیدؐ پیدا فرمایا اور ان کو بیان یعنی ساری اگلی پچھلی باتوں کا بیان سکھادیا۔

(پارہ ۲ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۱۳)

تفسیر خازن یہ ہی آیت۔

قيل اراد بالانسان محمداً ﷺ علمه البيان يعني بيان ما كان وما يكون لانه عليه السلام نبي ء عن خبر الاولين والآخرين وعن يوم الدين۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں کہ ان کو اگلے پچھلے امور کا بیان سکھادیا گیا کیونکہ حضور علیہ السلام کو اگلوں اور پچھلوں کی اور قیامت کے دن کی خبر دے دی گئی۔

(الباب التاویل فی معانی التفریل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

روح البیان یہ ہی آیت۔

وعلم نبينا عليه السلام القرآن واسرار الالوهية كما قال وعلمك ما لم تكن تعلم۔
ترجمہ: یعنی ہمارے نبی علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے قرآن اور اپنی ربوبیت کے بھید سکھادیے جیسا کہ خود رب تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کو سکھادیں وہ باتیں جو آپ نہ جانتے تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۱۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وقال ابن کيسان (خلق الانسان) یعنی محمد ﷺ (وعلمه البيان) یعنی بیان ما کان وما یكون لانه کان یبین عن الاولین والآخیرین وعن یوم الدین۔
ترجمہ: ابن کيسان فرماتے ہیں! اس آیت کریمہ میں انسان سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے کیونکہ حضور نبی ﷺ اولین و آخرین اور یوم حشر کی خبر دیتے ہیں۔

(تفسیر معالم التفریل ج ۲ ص ۲۶۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ لکھتے ہیں۔

وقيل هو محمد ﷺ لانه الانسان الكامل والمراد بالبيان علم ما كان وما يكون وما هو كائن۔
ترجمہ: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے کیونکہ وہی انسان کامل ہیں اور بیان سے مراد ہے ہر اس واقعے کا علم جو ہو چکا ہے اور اور جو ہوگا اور (قیامت تک) ہونے والا ہے۔

(الصاوی علی الجلائین ج ۲ ص ۱۵۳ مطبوعہ القاہرہ مصر)

امام ابی القریٰ عبدالرحمن بن ابی حریز متوفی ۱۷۹ھ لکھتے ہیں۔

انه محمد ﷺ علمه البيان ما كان وما يكون وقاله ابن کيسان۔
ترجمہ: انسان سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد ہے جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اور جو آئندہ ہونے والا ہے اور یہ ابن کيسان کا قول ہے۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۱۰۶ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

(تفسیر مدارک یہی آیت) الانسان ای الجنس او ادم او محمداً علیہ السلام۔

ترجمہ: انسان سے مراد جنس انسانی ہے یا آدم علیہ السلام یا حضور علیہ السلام۔

(تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۶۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والنہ پشاور)

(معالم التنزیل یہی آیت) وقیل الانسان ههنا محمد علیہ السلام وبیانه علمك مالک تکتعلم۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد حضور علیہ السلام ہیں اور بیان سے مراد ہے کہ آپ کو وہ تمام باتیں سکھائیں جو نہ جانتے تھے۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۶۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

تفسیر حسینی یہی آیت یا وجود محمد را بیا موزا نید دے۔

ترجمہ: یا مراد ہے کہ پیدا فرمایا حضور علیہ السلام کی ذات کو اور سکھایا ان کو جو ہو چکا ہے یا ہوگا۔

ان آیتوں اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب کچھ ہے اور اس کا سارا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا۔

ما انت بنعمة ربك بمجنون۔

ترجمہ: تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

(پارہ ۲۹ سورہ ۶۸ آیت نمبر ۲)

تفسیر روح البیان یہی آیت۔

ای لیس بمستور علما کان فی الازل وما سیکون الی الابد لان الجن هو الستربل انت عالم بما کان وخبیر بما سیکون۔

ترجمہ: یعنی آپ سے وہ باتیں چھپی ہوئی نہیں ہیں جو ازل میں تھیں اور وہ جوابدہ تک ہو گئی۔ کیونکہ جن کے معنی ہیں چھپنا بلکہ آپ اس کو جانتے ہیں جو ہو چکا اور خبردار ہیں اس سے جو ہوگا۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۳۳۰-۳۳۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت و تفسیر سے علم غیب کلی ثابت ہوا۔

ولئن سالتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب۔

ترجمہ: اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو گے تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۶۵)

حاشیہ.....☆

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس ایضاً وابن کيسان الانسان هاهنا يراد به محمد ﷺ والبيان بيان الحلال من الحرام والهدى من الضلال وقيل ما كان وما يكون لانه بين عن الاولين والآخرين ويوم الدين۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن کيسان فرماتے ہیں کہ یہاں انسان سے مراد تاجدار کائنات ﷺ کی ذات گرامی ہے اور بیان سے مراد حلال و حرام اور ہدایت و گمراہی کو جدا کرنے والا بیان ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا کیونکہ حضور ﷺ اولین آخرین اور یوم حشر کی خبر دیتے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(تفسیر درمنثور و طبری یہی آیت) عن مجاهد انه قال في قوله تعالى ولئن سألتهم ليقولن انما كنا المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بواد كذا وكذا وما يدريه بالغيب۔

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اس آیت کے نزول کے بارے میں ولئن سألتهم کہ ایک منافق نے کہا تھا کہ محمد (ﷺ) خبر دیتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جنگل میں ہے ان کو غیب کی کیا خبر۔

(الدر المنثور فی التفسیر المأثور سورة توبة آیت نمبر ۶۵ ج ۳ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام مجاہد بن جبر الخزومی التابعی متوفی ۱۰۳ھ لکھتے ہیں۔

انا عبد الرحمن انا ابراهيم نا ورقاء عن ابن ابی نجيح عن مجاهد ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب قال رجل من المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی كذا وكذا في يوم كذا وكذا وما يدريه ما الغيب۔

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس آیت ولئن سألتهم ليقولن کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک منافق نے کہا محمد (ﷺ) ہمیں یہ حدیث سناتے ہیں کہ فلاں شخص کی اونٹنی فلاں وادی میں فلاں فلاں دن ہے یہ غیب کو کیا جانیں۔

(تفسیر مجاہد تحت سورة التوبة آیت نمبر ۶۶ ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ المنشورات العلمیہ بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

انه قال في قوله تعالى ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب قال رجل من المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی كذا وكذا وما يدريه بالغيب۔

ترجمہ:..... انہوں نے فرمایا کہ قول ”ولئن سألتهم“ الخ کی تفسیر میں کہ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد (ﷺ) ہم سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں فلاں وادی میں ہے بھلا وہ غیب کی باتیں کیا جانیں۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری سورة توبة آیت نمبر ۶۵ ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام یوسف بن اسماعیل مہمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخرج البيهقي وابو نعيم عن موسى بن عقبة وعروة ان النبي ﷺ قدم من غزوة بني المصطلق فلما كان قرب المدينة حاجت ریح تكاد تدفن الراكب فقال رسول الله ﷺ بعثت هذه الريح لموت منافق فلما قدمنا المدينة اذا هو قد مات عظيم من عظماء المنافقين ای وهو رفاعه بن زيد بن التابوت وسكنت الريح آخر النهار فجمع الناس ظهرهم وفقدت راحلة رسول الله ﷺ من بين الابل فسعى لها الرجال يلتمسونها فقال رجل من المنافقين في مجلس من الانصار ان محمداً ليحدثنا بما هو اعظم من شان الناقة افلا يحدثنا الله بمكان راحلته ثم قام المنافق وتركهم فعمد لرسول الله ﷺ يستمع الحديث فوجد الله قد حدثه حديثه فقال رسول الله ﷺ والمنافق يسمع ان رجلاً من المنافقين شمت ان ضلت ناقة رسول الله ﷺ وقال افلا يحدثنا الله بمكان ناقته وان الله اخبرني بمكانها ولا يعلم الغيب الا الله هي في الشعب المقابل لكم وقد تعلق زمامها بشجرة فعمدوا اليها فجاؤوا بها واقبل المنافق سريعاً حتى اتى نفر الذين قال عندهم ما قال فاذا هم جلوس مكانهم لم يقم احد منهم فقال انشدكم بالله هل اتى احد منكم محمداً فاخبره بالذي قلت قالوا اللهم لا ولا قمنا من مجلسنا هذا بعد قال فاني وجدت عنده حديثي وان كنت لفي شك من شانه فاشهد انه رسول الله۔ ووقع نحو ذلك في غزوة تبوك۔

☆..... حاشیہ

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن عقبہ اور عروہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے لوٹے تو مدینہ شریف کے قریب سخت آندھی آئی قریب تھا کہ کہ سارا لشکر ریت میں دب کر دفن ہو جاتا۔ حضور ﷺ نے اس مقام پر فرمایا: یہ آندھی ایک منافق کی موت کے لئے بھیجی گئی ہے چنانچہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو منافقین کا ایک سردار مرچکا تھا اس منافق کا نام رفاعہ بن زید بن تابوت تھا۔ شام کے وقت یہ آندھی تھی تو لوگوں نے اپنی ساریوں کو اکٹھا کیا ان میں سے نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی گم ہو چکی تھی جس کی وجہ سے لوگوں میں اس کے تلاش کے لئے بھاگ دوڑ پڑ گئی۔ ایک منافق نے انصار کی مجلس میں کہا محمد (ﷺ) تو ہمیں بڑے بڑے واقعات کی خبریں دیتے ہیں اب اللہ انہیں ان کی اونٹنی کے بارے میں کیوں نہیں بتاتا؟ پھر وہ منافق اٹھ کھڑا ہوا اور نبی کریم ﷺ کے پاس گیا تا کہ آپ ﷺ کی گفتگو سنے تو اس نے دیکھا کہ اللہ نے اس کی یہ بات نبی اکرم ﷺ کو بتا دی ہے۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا: جبکہ وہ منافق سن رہا تھا کہ ایک منافق شخص نے یہ ہرزہ سرائی کی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی ہے اللہ آپ ﷺ کو کیوں نہیں بتلا دیتا کہ وہ اونٹنی اس وقت کہاں ہے؟ سن لو! اللہ نے مجھے آگاہ فرما دیا ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کوئی بالذات غیب کی بات نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے سن لو! وہ اونٹنی سامنے کی گھاٹی میں ہے اور اس کی مہار ایک درخت میں انکی ہوئی ہے۔ یہ سن کر لوگ اس اونٹنی کے پاس گئے اور اسے پکڑ کر لے آئے۔ وہ منافق بھاگتا ہوا ان لوگوں کے پاس آیا جن کی موجودگی میں اس نے وہ بات کہی تھی وہ لوگ ابھی اسی جگہ بیٹھے تھے اور ان میں سے کوئی بھی اٹھ کر نہ گیا تھا۔ اس نے کہا: میں تمہیں قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں سے کوئی ابھی تک اس مجلس سے اٹھا نہیں وہ کہنے لگا میری بات جا کر انہیں بتائی ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں ہم میں سے کوئی ابھی تک اس مجلس سے اٹھا نہیں وہ کہنے لگا میری بات تو محمد ﷺ بیان فرما رہے تھے بخدا میں اب تک محمد ﷺ کے امر نبوت میں شک کرتا تھا۔ میں اب گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی باب جہوب الریح التي دلت رسول اللہ علی موت عظیم من عظماء المنافقین الخ ج ۳ ص ۵۹-۶۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۷ مطبوعہ دارالرفعة بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوہ بنی المصطلق من الآیات والخصائص ج ۱ ص ۳۹۱-۳۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سل الہدیٰ والرشاد ذکر اخبارہ ﷺ بموت کبیر من المنافقین الخ ج ۳ ص ۳۵۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۳۶۸-۳۶۹ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ۲۳۰-۲۳۱ مطبوعہ دارالمعارف القاہرہ مصر)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

ان قائلًا قال يزعم محمد انه ياتيه خبر السماء ولا يدري اين ناقلته والله ما اعلم الا ما علمني الله وقد ولني الله عليها فهي في هذا الشعب قد حبستها شجرة بزمامها فذهب رجال من المسلمين فوجدوها حيث قال رسول الله ﷺ وكما وصف.

ترجمہ: ایک کہنے والا کہتا ہے کہ محمد (ﷺ) یہ گمان کرتے ہیں کہ آسمان سے ان کے پاس وحی آتی ہے مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے قسم بخدا! میں وہی جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ مجھے سکھاتا ہے۔ اب اس نے مجھے اس اونٹنی کے متعلق بتا دیا ہے وہ اس گھاٹی میں ہے اس کی ٹیل ایک درخت کے ساتھ الجھی ہوئی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس گھاٹی میں گئے انہوں نے وہی اونٹنی کو پایا جہاں حضور ﷺ نے فرمایا اور بالکل اسی حالت میں پایا جس

اس آیت اور تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے غیب کا انکار کرنا منافقین کا کام تھا۔ جس کو قرآن نے کفر قرار دیا۔

حاشیہ.....☆.....

طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔

(السيرة النبوية المعروفة سيرة ابن هشام ج ۳ ص ۶۰ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

ذكر ابن قتبية في اعلام النبى ﷺ قال اعلام نبوته ان ناقة له ضلت فاقبل يسأل الناس عنها قال المنافقون هذا محمد يخبركم عن خبر السماء وهو لا يدري اين ناقته فحمد الله واثني عليه وحكى قولهم ثم قال واني لا اعلم الا ما علمنى ربي وقد اخبرنى انها فى وادى كذا متعلق زمامها بشجرة فبادر الناس فوجدوها كذلك۔

(دلائل النبوة للاصمہانی ص ۱۳۷ رقم الحدیث ۱۳۸ مطبوعہ دار طيبة الرياض)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ ان رجلا قال كذا وكذا واني والله لا اعلم الا ما علمنى الله هي فى الوادى قد حبستها شجرة بزمامها فذهبوا فوجدوها۔

(الاصابة في تميز الصحابة زید بن الصیت ج ۲ ص ۶۱۹ رقم ۲۹۳۳ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماورزی متوفی ۳۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ان منافقا يقول أليس محمد يزعم انه نبي و يخبركم بخبر السماء ولا يدري اين ناقته والله لا اعلم الا ما علمنى ربي وقد اعلمنى انها فى الوادى فى شعب كذا كذا حبستها شجرة بزمامها فبادر الناس فوجدوها كذلك۔

(اعلام النبوة ص ۱۵۹ مطبوعہ دار الكتاب العربی بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہر بایں قیم الجوزیہ متوفی ۵۷۷ھ لکھتے ہیں۔

فقال زيد بن اللصيت وكان منافقا ليس يزعم انه نبي ويخبركم عن خبر السماء وهو لا يدري اين ناقته فقال رسول الله ان رجلا يقول وذكر مقالته واني والله اعلم الا ما علمنى الله وقد دلنى الله عليها وهي فى الوادى فى شعب كذا وكذا قد حبستها الشجرة بزمامها وهي فانطلقوا حتى تاتونى بها فذهبوا فاتوه۔

(زاد المعاد في هدي خير العباد فصل في غزوة تبوك ج ۳ ص ۵۳۲ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

قال حين ضلت ناقة رسول الله يزعم محمد انه ياتيه خبر السماء وهو لا يدري اين ناقته فقال رسول الله لا اعلم الا ما علمنى الله وقد دلنى الله عليها فهي فى هذا الشعب قد حبستها شجرة بزمامها فذهب رجال من المسلمين فوجدوها۔

(البدایة والنہایہ ج ۳ ص ۲۴۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واخرج البيهقي وابونعيم من طريق ابن اسحاق عن عاصم بن عمر بن قتادة قال اخبرني رجال

فلا يظهر على غيبه احد الا من ارتضى من رسول۔

ترجمہ: تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(پارہ ۲۹ سورہ ۷۲ آیت نمبر ۲۶)

تفسیر کبیر یہی آیت

ای وقت وقوع القیمۃ من الغیب الذی لا یشہرہ اللہ لاحد فان قبل فاذا احملتم ذلك على القیمۃ
فکیف قال الا من ارتضى من رسول مع انه لا یشہر هذا الغیب لاحد قلنا بل یشہرہ عند قریب القیمۃ۔

ترجمہ: یعنی قیامت کے آنے کا وقت ان غیبوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر نہیں فرماتا پس اگر کہا جاوے کہ جب تم نے اس غیب کو قیامت پر محمول کر لیا تو اب رب تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا مگر پسندیدہ رسولوں کو حالانکہ یہ غیب تو کسی پر بھی ظاہر نہیں کیا جاتا تو ہم کہیں گے کہ رب تعالیٰ قیامت کے قریب ظاہر فرماوے گا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر عزیزی ص ۱۷۳۔ آنچه به نسبت همه مخلوقات عائب است غائب مطلق است مثل وقت آمدن قیامت و احکام تکوینیہ و سرعبہ باری تعالیٰ در هر دو ذر و هر شریعت و مثل حقائق ذات و صفات او تعالیٰ علی سبیل التفصیل این قسم را غیب خاص او تعالیٰ نیز می نامند فلا یشہرہ علی غیبہ احدا پس مطلع نمی کسی بر غیب خاص خود میچکس را مگر کسی را کہ پسند میکنند و آن کس رسول باشد خواہ از جنس ملک و خواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد علیہ السلام اور اظهار بعض از عیوب خاصہ خود می فرماید۔

ترجمہ: جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور روزانہ اور ہر چیز کے پیدائشی اور شرعی احکام اور جیسے پروردگار کی ذات و صفات بر طریق تفصیل اس قسم کو رب تعالیٰ کا خاص غیب کہتے ہیں پس اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اس کے سوا جس کو پسند فرماوے اور وہ رسول ہوتے ہیں خواہ فرشتے کی جنس سے ہوں یا انسان کی جنس سے جیسے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام ان کو اپنے بعض خاص غیب ظاہر فرماتا ہے۔

حاشیہ.....☆

من قومی یعنی الانصار ان ناقة رسول الله اضلت يوم تبوك فقال رجل من المنافقين كان معروفاً نفاقه اليس محمد يزعم انه نبي ويخبركم خیر السماء ولا يدري اين ناقة فقال رسول الله ا وعنده عمارة بن حزن ان رجلا قال هذا محمد يخبركم انه نبي ويخبركم بامر السماء وهو لا يدري اين ناقة واني والله ما اعلم الا ما علمني الله وقد دلني الله عليها هي بالوادي من شعب كذا قد حبستها الشجرة بزما مها فانطلقوا فجاؤا بها فرجع عمارة الى رحله فحدثهم عما قال رسول الله ا من خبر الرجل فقال رجل كان في رحل عمارة انما قال المنافق والله هذه المقالة قبل ان تأتي۔

ترجمہ: یہی آ اور ابو نعیم عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے انصار کے کچھ لوگوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی اونٹنی تبوک کی جنگ میں گم ہو گئی تو ایک منافق نے جس کا نفاق مشہور و معروف تھا کہا کیا محمد ﷺ نبوت کے مدعی نہیں؟ وہ تمہیں آسمان کی خبریں دیتے ہیں حالانکہ انہیں پتہ نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا (عمارہ بن حزن بھی اس وقت وہاں موجود تھا) کہ ایک شخص نے کہا کہ محمد ﷺ تمہیں بتاتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور تمہیں آسمان کی خبریں دیتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ خود ان کی اپنی اونٹنی کہاں ہے

(تفسير خازن یہی آیت) الا من يصطفيه لرباله ونبوته فيظهره على من يشاء من الغيب حتى يستدل على نبوته بما يخبر به من المغيبات فيكون ذلك معجزه له۔

ترجمہ: سوا اس کے جس کو اپنی نبوت اور رسالت کے لئے چن لیا پس ظاہر فرماتا ہے۔ جس پر چاہتا ہے غیب تا کہ ان کی نبوت پر دلیل پکڑی جاوے ان غیب چیزوں سے جس کی وہ خبر دیتے ہیں پس یہ ان کا معجزہ ہوتا ہے۔

(الباب التأويل في معاني التنزيل المعروف تفسير خازن ج ۳ ص ۳۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)
(روح البیان یہی آیت) قال ابن الشيخ انه تعالى لا يطلع على الغيب الذي يختص به تعالى علمه الا لمرضى الذي يكون رسولا وما لا يختص به يطلع عليه غير الرسول۔

ترجمہ: ابن شیخ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ اس غیب پر جو اس سے خاص ہے کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے برگزیدہ رسول کے اور جو غیب کہ رب سے خاص نہیں اس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرمادیتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدائے قدوس کا خاص علم غیب حتیٰ کہ قیامت کا علم بھی حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا اب کیا شے ہے جو علم مصطفیٰ علیہ السلام سے باقی رہ گئی۔
فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔
ترجمہ: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۳ آیت نمبر ۱۰)
مدارج النبوة جلد اول وصل رویتہ الہی میں ہے۔
فاوحی الایۃ بتمام علوم ومعارف وحقائق و بشارات و اشارات اخبار و آثار و کرامات و کمالات در محیطہ این ابہام داخل است کہ مبہم آورد و بیان نہ کرد اشارات بآنکہ جز علم علام الغیوب و رسول محبوب بہ آن محیط نتواند شد مگر آن چہ آن حضرت بیان کردہ۔
ترجمہ: معراج میں رب نے حضور علیہ السلام پر جو سارے علوم اور معرفت اور بشاراتیں اور اشارے اور خبریں اور کرامتیں و کمالات وحی فرمائے وہ اس ابہام میں داخل ہیں اور سب کو شامل ہیں ان کی زیادتی اور عظمت ہی کی وجہ سے ان چیزوں کو بطور ابہام ذکر کیا بیان نہ فرمایا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان علوم غیبیہ کو سوائے رب تعالیٰ اور محبوب علیہ السلام کے کوئی نہیں احاطہ کر سکتا۔ ہاں جس قدر حضور نے بیان فرمایا وہ معلوم ہے۔

(مدارج النبوة فارسی ج ۱ ص ۱۷۰ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلشنگ بھال منج لاہور)
اس آیت اور عبارت سے معلوم ہوا کہ معراج میں حضور علیہ السلام کو وہ علوم عطا ہوئے جن کو نہ کوئی بیان کر سکتا ہے اور نہ کسی کے خیال میں آسکتے ہیں ماکان و مایکون تو صرف بیان کے لئے ہے ورنہ اس سے بھی کہیں زیادہ کی عطا ہوئی۔

حاشیہ.....☆

بخدا! میں تو وہی جانتا ہوں جو مجھے خدا بتاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ میری اونٹنی فلاں گھاٹی میں ہے اس کی ٹیل ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گئے اور اسے پکڑ کر لے آئے۔ عمارہ لوٹ کر گھر آئے اور اہل خانہ کو نبی اکرم ﷺ کی منافق کے متعلق گفتگو بیان کی تو ایک شخص نے جو کہ عمارہ کے گھر میں تھا بتایا کہ واقعی ایک منافق نے آپ کے آنے پہلے یہ بات کی تھی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وما هو على الغيب بضنين۔

ترجمہ: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۸۱ آیت نمبر ۲۲)

یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہو۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو اس سے مطلع فرمادیتے ہوں۔
(معالم التنزیل یہی آیت) علی الغیب وخبر السماء وما اطلع علیہ من الاخبار والقصص بضنین ای
بخیل بقول انه یاتیه علم الغیب فلا یبخل به علیکم بل یعلمکم ویخبرکم ولا یکتہم کما یکتہم الکاهن۔
ترجمہ: حضور علیہ السلام غیب پر اور آسمانی خبروں پر اور ان خبروں و قصوں پر بخیل نہیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس علم
غیب آتا ہے پس وہ اس میں تم پر بخل نہیں کرتے بلکہ تم سکھاتے ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں جیسے کہ کابن چھپاتے ہیں ویسے نہیں چھپاتے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(خازن یہی آیت) یقول انه علیہ السلام یاتیه علم الغیب فلا یبخل به علیکم بل یعلمکم۔ ☆

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس علم غیب آتا ہے تو تم پر اس میں بخل نہیں فرماتے۔ بلکہ تم کو سکھاتے ہیں۔

(باب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۳۵۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

اس آیت و عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام لوگوں کو علم غیب سکھاتے ہیں۔ اور سکھائے گا وہ ہی جو خود جانتا ہے۔
وعلمنه من لدنا علماً۔

ترجمہ: اور ان کو اپنا علم لدنی عطا کیا یعنی حضرت خضر کو۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۶۵)

(بیضاوی میں یہی آیت) ای مما یختص نباہ لا یعلم الا بتوفیقنا وهو علم الغیب۔

ترجمہ: حضرت خضر کو وہ علم سکھائے جو ہمارے ساتھ خاص ہیں بغیر ہمارے بتائے کوئی نہیں جانتا اور وہ علم غیب ہے۔

(تفسیر بیضاوی ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

تفسیر ابن جریر میں سیدنا عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے۔

قال انک لن تستطیع معی صبراً کان رجلاً یعلم علم الغیب قد علم ذلک۔

ترجمہ: حضرت خضر نے فرمایا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے وہ خضر علم غیب جانتے تھے کہ انہوں نے جان لیا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۲۲۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان یہی آیت۔

هو علم الغیوب والاخبار عنها باذنه تعالیٰ کما ذهب الیه ابن عباس۔

ترجمہ: حضرت خضر کو جو لدنی علم سکھایا گیا وہ علم غیب ہے اور اس غیب کے متعلق خبر دینا ہے خدا کے حکم سے جیسا کہ اس طرف ابن

عباس رضی اللہ عنہما گئے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۳۲۱ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

(تفسیر مدارک یہی آیت) یعنی الاخبار بطریق الالہام۔

ترجمہ: یعنی حضرت خضر کو غیب کی خبریں دیں اور کہا گیا ہے کہ علم لدنی وہ ہوتا ہے جو بندے کو الہام کے طریقہ پر حاصل ہو۔

(تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والنہ پشاور)

(تفسير خازن یہی آیت) ای علم الباطن الہاماً۔

ترجمہ: یعنی حضرت خضر کو علم باطن الہام کے طریقہ پر عطا فرمایا۔

اس آیت و تفسیری عبارتوں سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے حضرت خضر کو بھی علم غیب عطا فرمایا تھا جس سے لازم آیا کہ حضور علیہ السلام کو بھی علم غیب عطا ہوا۔ کیونکہ آپ تمام مخلوق الہی سے زیادہ عالم ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام بھی مخلوق ہیں۔
و كذلك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں۔ ساری بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷۵)

تفسير خازن یہی آیت۔ اقيم على صخرة و كشف له عن السموات حتى راي العرش والكرسي وما في السموات وكشف له عن الارض حتى نظر الى اسفل الارضين وراى ما فيها من العجائب۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صخرہ پر کھڑا کیا گیا اور ان کے لئے آسمان کھول دیئے گئے یہاں تک کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جو کچھ آسمانوں میں ہے دیکھ لیا اور آپ کے لئے زمین کھول دی گئی یہاں تک کہ انہوں نے زمینوں کی چٹنی زمین اور ان عجائبات کو دیکھ لیا جو زمینوں میں ہیں۔

(الباب التأويل في معاني التنزيل المعروف تفسير خازن ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت)

(تفسير مدارك یہی آیت) قال مجاهد فرجت له السموات السبع فنظر الى ما فيهن حتى انتهى نظره الى العرش وفرجت له الارضون السبع حتى نظر الى ما فيهن۔

ترجمہ: مجاہد نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے پس انہوں نے دیکھ لیا۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ان کے لئے سات زمینیں کھولی گئیں کہ انہوں نے وہ چیزیں دیکھ لیں جو زمینوں میں ہیں۔

(تفسير مدارك ج ۱ ص ۲۷ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والنہ پشاور)

روح البیان یہی آیت عجائب و بدائع آسمانها و زمین ها از درده عرش تا تحت الثرى بروى منكشف ساخته۔

ترجمہ: ابراہیم کو آسمان و زمین کی عجائبات و غرائب دکھائے اور عرش کی بلندی سے تحت الثرى تک کھول دیا۔

(تفسير روح البیان ج ۳ ص ۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسير ابن جریر ابن ابی حاتم میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

انه جل له الامر سره و علانيته فلم يخف عليه شئ من اعمال الخلاق۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم پر کھلی و پوشیدہ تمام چیزیں کھل گئیں پس ان پر مخلوق کے اعمال میں سے کچھ بھی چھپا نہ رہا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

لام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر المیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

(وما هو) وما محمد عليه الصلوة والسلام (على الغيب) على من الوحي اليه وغيره من الغيوب (بضنين) بالضاد وهو البخل ای لا يخل بالتبليغ والتعليم۔

(تفسیر کبیر یہی آیت) ان الله شق له السموات حتى راي العرش والكرسى والى حيث ينتهى اليه فوقية العالم الجسماني وراى ما فى السموات من العجائب والبدائع وراى ما فى بطن الارض من العجائب والغرائب۔
ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے لئے آسمانوں کو چیر دیا یہاں تک کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جہاں تک جسمانی علم کی فوقیت ختم ہوتی ہے دیکھ لیا۔ اور وہ عجیب و غریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو آسمانوں میں ہیں۔ اور وہ عجیب و غریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو زمین کے پیٹ میں ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت اور ان تفسیری عبارات سے معلوم ہوا کہ از عرش تا تحت العرش حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے گئے اور مخلوق کے اعمال کے بھی ان کو خبر دی گئی اور حضور علیہ السلام کا علم ان سے کہیں زیادہ ہے تو ماننا پڑے گا کہ حضور علیہ السلام کو بھی یہ علوم عطا ہوئے۔ خیال رہے کہ عرش کے علم میں لوح محفوظ بھی آگئی اور لوح محفوظ میں کیا لکھا ہے اس کو ہم پہلے بیان کر چکے۔ لہذا ما کان وما یكون کا علم تو ان کو بھی حاصل ہوا اور علم ابراہیمی اور علم حضرت آدم علیہ السلام حضور علیہ السلام کے علم کے دریا کا قطرہ ہے۔
یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا

لا یاتیکما طعام ترزقانه الا نباتکما بتاویلہ۔ ☆

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۷۷)

حاشیہ..... ☆

ترجمہ:..... اور محمد ﷺ وحی اور اس کے علاوہ غیب کی تبلیغ اور تعلیم میں بخل نہیں فرماتے۔
(ضنین) ضاد کے ساتھ ہے اور اس میں بخل کا معنی پایا جاتا ہے۔

(انوار التنزیل ج ۴ ص ۳۸۹ مطبوعہ مکتبۃ البابى مصر)

☆ امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

والمعنى انه لا ياتيكما طعام ترزقانه الا اخبر تكما اى طعام هو وای لون هو وكم هو وكيف يكون عاقبته اى اذا اكله الانسان فهو يفيد الصحة او السقم وفيه وجه آخر قيل كان الملك اذا اراد قتل الانسان صنع له طعام فارسله اليه فقال يوسف لا ياتيكما طعام الا اخبر تكما ان فيه سما ام لا هذا هو المراد من قوله (لا ياتيكما طعام ترزقانه الا نباتكما بتاویلہ) وحاصله راجع الى انه ادعى الاخبار عن الغيب وهو يجرى مجرى قول عيسى عليه السلام وانبئكم بما تاكلون وما تخرجون۔

ترجمہ: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ کھانا جو تمہیں دیا جاتا ہے تمہارے پاس ابھی آنے بھی نہیں پائے گا کہ میں تمہیں اس کے بارے میں خبر دے دوں گا کہ وہ کیا ہے کس رنگ کا ہے کتنا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا یعنی جب کوئی انسان اسے کھائے گا تو آیا وہ اس کی صحت کو فائدہ دے گا یا نقصان پہنچائے گا اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ بادشاہ جب کسی شخص کو قتل کرنا چاہتا تو اس کے لئے کھانا تیار کروا کر بھیجتا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے پاس وہ کھانا ابھی آئے گا بھی نہیں کہ میں تمہیں بتا دوں گا کہ اس میں زہر ہے یا نہیں مذکورہ آیت سے یہی مراد ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے غیب کی خبر دینے کی بات کی تھی اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول ”اور جو کچھ تم کھا کر آئے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو میں تمہیں (وہ سب کچھ) بتا دیتا ہوں“ کی طرح ہے۔

(التفسیر الکبیر ج ۱۸ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس کی تفسیر روح البیان و کبیر و خازن میں ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ میں تمہیں کھانے کے گزشتہ و آئندہ کے سارے حالات بتا سکتا ہوں کہ غلہ کہاں سے آیا اور اب کہاں جائے گا تفسیر کبیر نے تو فرمایا کہ یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ یہ کھانا نفع دے گا یا نقصان۔ یہ چیزیں وہ ہی بتا سکتا ہے جو ہر ذرہ کی خبر رکھتا ہو پھر فرماتے ہیں۔

ذلکما مما علمنی ربی۔

ترجمہ: یہ علم تو میرے علوم کا بعض حصہ ہے۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۳۷)

اب بتاؤ کہ حضور علیہ السلام کا علم کتنا ہوگا۔ علم یوسفی تو علم مصطفیٰ کے سمندر کا قطرہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وانبشکم بماتا کلون و ماتدخرون فی بیوتکم۔

ترجمہ: میں تمہیں بتا سکتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے اور جو کچھ جمع کرتے ہو۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۴۹)

حاشیہ.....☆

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۵۷۵ھ لکھتے ہیں۔

انه عليه السلام اراد ان يبين لهما درجة في العلم اعلى واعظم مما اعتقدا فيه وذلك انهما طلبا منه علم التعبير ولا شك ان هذا العلم مبني على الظن والتخمين فاراد ان يعلمهما انه يمكنه الاخبار عن المغيبات على سبيل القطع واليقين وذلك مما يعجز الخلق عنه و اذا قدر على الاخبار عن المغيبات كان اقدر على تعبير الرؤيا بطريق الاولى انما عدل عن تعبير رؤياهما الى اظهار المعجزة لانه علم ان احدهما سيصلب فاراد ان يدخله في الاسلام ويخلصه من الكفر ودخول النار۔

ترجمہ: حضرت یوسف علیہ السلام ان کے سامنے اس درجہ علم سے بلند درجہ کو بیان کرنا چاہتے تھے جس کا انہیں آپ کی نسبت اعتقاد تھا کیونکہ انہوں نے آپ سے علم تعبیر کا مطالبہ کیا تھا اور اس میں شک نہیں یہ علم ظن اور اندازے پر مبنی ہے سو آپ نے چاہا کہ انہیں اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ آپ غیب کی قطعی اور یقینی خبر دینے کی استطاعت بھی رکھتے ہیں تو خوابوں کی تعبیر بطریق اولیٰ بیان کر سکتے ہیں آپ دیکھو کھانا گھر میں کھایا اور رکھا گیا۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود نہیں تھے اور اس کی خبر آپ باہر دے رہے ہیں یہ ہے علم غیب۔ نے اظہار معجزہ کی خاطر ان کی خوابوں کی تعبیر بتانے سے وقتی طور پر اقرار فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ایک کو سولی چڑھا دیا جائے گا سو آپ نے کفر اور آگ سے چھٹکارا دلا کر اسے اسلام میں داخل کرنا چاہا۔

(الباب الاول فی معانی التزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۵۷۵ھ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

(الانباؤکم بتاویلہ) یعنی اخبار تکما بقدرہ ولونه والوقت الذی یصل الیکما فیہ قبل ان یاتیکما

یعنی قبل ان یصل الیکما و ای طعام اکلتم و کم اکلتم ومتی اکلتم۔

ترجمہ: یعنی میں تمہیں اس کی مقدار اس کا رنگ اور پہنچنے کا وقت کھانا پہنچنے سے قبل ہی بتا دوں گا اور یہ کہ کونسا کھانا تم نے کب اور کتنا کھایا ہے تمہیں اس کی بھی خبر دوں گا۔

(الباب الاول فی معانی التزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام عبد الملك بن هشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

و آیتنا عیسیٰ ابن مریم البینات ای الآیات التي وضعت علی یدیه من احياء الموتی و خلقه من الطین کهيئة الطیر ثم ینفخ فیہ فیکون طیرا باذن الله و ابراء الاسقام و الخیر بکثیر من الغیوب مما یدخرون فی بیوتهم۔

ترجمہ: آیات سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست اقدس سے ظہور پذیر ہوتے تھے۔ آپ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے وہ مٹی سے پرندے کی شکل بناتے پھر اس پر پھونک مارتے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا مریض کو شفا یاب فرمادیتے تھے وہ لوگ جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے تھے آپ اس کے متعلق انہیں بتا دیتے بہت سے علوم غیبیہ کا اظہار فرماتے۔ (السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۷۷ مطبوعہ دار النجیل بیروت)

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عبد الرزاق قال نا معمر عن قتادة و ابنکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم قال ابنکم بما تاکلون من المائدة و ما تدخرون منها قال و کان اخذ علیهم فی المائدة حین نزلت ان یا کلوا و لا یدخروا فادخروا و خانوا فجعلوا خنازیر حین ادخروا فذلک قوله تعالیٰ فمن یکفر بعد منکم فانی اعذبه عذابا لا اعذبه احد من العلمین۔

ترجمہ: قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ ”و اعظکم الخ.....“ کے تحت فرمایا میں تمہیں خبر دیتا ہوں ان چیزوں کا جو تم کھائے ہو اور جو تم درستیوں میں بچاتے ہو۔

(تفسیر عبد الرزاق ج ۱ ص ۱۲۱-۱۲۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

فی هذه الایة قولان (احدهما) انه علیه الصلوة والسلام کان من اول مرة ینخبر عن الغیوب روى السدی انه کان یلعب مع الصبیان ثم ینخبرهم بافعال آبائهم و امهاتهم و کان ینخبر الصبی بان املک قد خبات لك کذا فیرجع الصبی الی اصله ویسکی الی ان یاخذ فذلک الشی ثم قالوا للصبیانهم لا تلعبوا مع هذا الساحر و جمعوهم فی بیت فجاء عیسیٰ علیہ السلام یطلبهم فقالوا لیسوا فی البیت فقال فمن فی هذا البیت قالوا خنازیر قال عیسیٰ علیہ السلام کذلک یكونون فاذا هم خنازیر (والقول الثانی) ان الاخبار عن الغیوب انما ظهر وقت نزول المائدة وذلک لان القوم نهوا عن الادخار فکانوا ینخزنون و یدخرون فکان عیسیٰ علیہ السلام ینخبرهم بذلک۔

ترجمہ: اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں پہلا یہ کہ آپ نے پہلی مرتبہ غیبوں کی خبر اس وقت دی سدی نے روایت کیا ہے کہ آپ بچوں کے ساتھ کھیلتے پھر انہیں ان کے والدین کے افعال کی خبر دے دیتے آپ بچے کو خبر دیتے کہ اس کی ماں نے فلاں شے اس کے لیے فلاں جگہ چھپا کر رکھی ہے۔ بچہ گھر لوٹ آتا اور رو رو کر وہ شے حاصل کر لیتا۔ ان لوگوں نے بچوں سے کہا کہ وہ اس جادوگر کے ساتھ نہ کھیلا کریں۔ انہوں نے تمام بچوں کو ایک مکان میں جمع کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے بچوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا

يا ايها الذين امنوا لاتسئلوا عن اشياء ان تبدلکم تسو کم۔

ترجمہ: اے ایمان والو! کسی باتیں ہمارے محبوب سے نہ پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جاویں تو تمہیں ناگوار ہوں۔

(پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۱)

بخاری شریف میں سیدنا عبداللہ ابن عباس سے روایت کی:

عن ابن عباس قال کان قوم يساء لون رسول الله ﷺ استهزاء فيقول الرجل من ابى ويقول الرجل تضل ناقته اين ناقتي فانزل الله فيهم هذه الاية يا ايها الذين امنوا لاتسألوا عن اشياء.....

(صحیح البخاری کتاب التفسیر ج ۲ ص ۲۶۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ.....☆

کہ وہ اس مکان میں نہیں ہیں۔ آپ نے پوچھا تو پھر اس مکان میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا خنزیر ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ دیکھا تو وہ بچے خنزیر بن چکے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کا معجزہ اخبار غیب بوقت نزول ماندہ ظاہر ہوا۔ وہ ایسے کہ آپ کی قوم کو (ماندہ) کے جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے سے منع کیا گیا تھا اس کے باوجود وہ لوگ جمع کر لیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں اس کی خبر دے دیتے۔

(التفسیر الکبیر ج ۸ ص ۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۶۵۷ھ لکھتے ہیں۔

انبشکم یعنی واخبرکم (بما ناکلون) ای معالم اعاینہ (وما تدخرون فی بیوتکم) ای وما ترفعونہ فتخبونہ فی بیوتکم لتاکلوہ فیما بعد ذلك قيل وکان عیسیٰ علیہ السلام یخبر الرجل بما اکل البارحة و بما یاکل الیوم و بما یدخرہ للعشاء۔

ترجمہ: اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو کچھ تم کھا کر آئے ہو یعنی اس شے کے بارے میں بتاتا ہوں جسے میں نے دیکھا بھی نہیں اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو یعنی جو کچھ تم آئندہ کل کے لئے اٹھا کر جمع کرتے ہو کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی شخص نے جو گزشتہ کل کھایا تھا اور جو آج کھائے گا اور جو رات کے کھانے کے لئے جمع کرے گا سب کی خبر دے دیتے تھے۔

(باب التاویل فی معانی التزیل المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں۔

ای اخبرکم بما اکل احدکم الان وما هو مدخر له فی بیتہ لغد۔

ترجمہ: میں تمہیں اس شے کی خبر دیتا ہوں جو تم میں سے کسی نے ابھی ابھی کھائی ہے اور اس شے کی بھی جو آئندہ کل کے لئے ذخیرہ کی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصمغانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

اگر کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام غیب کی خبر دیا کرتے تھے اور وہ کچھ بتا دیتے جو لوگ گھروں میں کھا کر آتے اور جو کچھ گھر میں چھوڑ کر آتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے اس سے بھی کہیں عجیب تر خبریں دی ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یہی بتلاتے تھے کہ لوگ گھر کی دیوار کے پیچھے کیا کھاتے اور کیا چھوڑ کر آتے ہیں مگر نبی کریم ﷺ ایک ماہ یا اس سے بھی زائدہ مسافت پر واقع ہونے والے حوادث سے آگاہی دے دیتے تھے جیسے آپ نے نجاشی کے وصال اور غزوہ موتہ میں زید جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی اطلاع دی

.....☆ حاشیہ

بسا اوقات آپ کے پاس کوئی شخص کچھ پوچھنے آتا تو آپ فرماتے اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتلا دوں کہ تم کیا سوال کرنا چاہتے ہو۔ وغیرہ الگ۔
(دلائل النبوة لابن تیمیہ ص ۵۵۱-۵۵۲ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ آیت کریمہ لا تسئلوا عن اشياء الخ کا شان نزول بیان فرماتے ہیں۔

قال رجل يا نبي الله من ابى قال ابوك فلان ونزلت هذه الاية يا ايها الذين امنوا لا تسالوا عن اشياء ان تبدلکم تسؤلکم (الاية)۔

ترجمہ: ایک شخص نے کہا اے اللہ کے نبی میرا باپ کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ فلاں ہے اور پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھا کرو کہ اگر تمہارے آگے بیان کر دی جائیں تو تمہیں برا لگے۔

(صحیح البخاری کتاب الاعتصام ج ۲ ص ۱۰۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جب معاندین حق کی گستاخیاں حد سے بڑھ گئیں اور ان کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات کا سلسلہ طول پکڑ گیا تو حضور ﷺ کے رخ انور پر ناراضگی اور برہمی کے آثار نمودار ہوئے روایات میں ہے کہ آپ ﷺ جلال میں آکر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور یہ اعلان فرمایا جس کا ذکر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بایں الفاظ کیا گیا ہے:

سئل النبی ﷺ عن اشياء کرهها فلما اكثر عليه غضب ثم قال للناس سلوني عما شئتم فقال رجل من ابى يا رسول الله قال ابوك حذافه فقال من ابى يا رسول الله قال ابوك سالم مولی شبة فلما رای عمر فی وجهه قال يا رسول الله انا نتوب الى الله عز وجل۔

ترجمہ: حضور ﷺ سے کچھ چیزوں کے بارے میں پوچھا گیا جنہیں آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ جب سوالات کا سلسلہ طوالت اختیار کر گیا تو آپ ﷺ ناراض ہو گئے پھر لوگوں سے فرمایا تم مجھ سے جس شے کے بارے میں چاہو سوال کرو ایک شخص نے کہا میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ شیبہ کا غلام سالم ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرے انور پر ناراضگی کی کیفیت دیکھی تو کہا یا رسول اللہ! ہم اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب العلم ج ۱ ص ۱۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (المعراج، المعروف بمسند المزاج ج ۸ ص ۱۳۶ رقم الحدیث ۳۱۶۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ)، (مسند ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۲۸۸-۲۸۹ رقم الحدیث ۷۳۰۳) مسلم شریف فی المفصل باب تو قیر ﷺ ج ۳ ص ۱۸۳۲-۱۸۳۵ رقم الحدیث ۲۳۶۰

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

ان رسول الله ﷺ خرج حين زاغت الشمس فصلى الظهر فقام على المنبر فذكر الساعة وذكر ان فيها امور عظما ثم قال من احب ان يسال عن شئ الا اخبرتكم مادمت في مقامى هذا فاکثر الناس في البكاء و اکثر ان يقول سلوني فقام عبد الله بن حذافه السهمی فقال من ابى قال ابوك حذافه ثم اکثر ان يقول سلوني فبرك عمر رضي الله عنه على ركبتيه فقال رضينا بالله ربنا وبالا سلام ديننا وبمحمد نبينا فسكت ثم قال عرضت على الجنة والنار انفا في عرض هذا الحائط فلم ار كالا خيرا والشر۔

(صحیح البخاری کتاب مواقيت الصلوة ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ.....☆

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وروی معمر عن وهب بن عبد الله عن ابي الطفيل قال شهدت علياً يخطب وهو يقول سلوني فوالله لا تسالوني عن شيء الا اخبرتكم وسلوني عن كتاب الله فوالله ما من آية الا وانا اعلم ابليل نزلت ام بنهار ام في سهل ام في جبل۔

(الاستيعاب ذكر حضرت علي بن ابي طالب رضي الله عنه ج ۳ ص ۱۱۰ رقم ۱۸۵۵ مطبوعه دار الجليل بيروت)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال سلوني عما شئتم۔

(الاستيعاب ذكر عبد الله بن حذافه رضي الله عنه ج ۳ ص ۸۸۹ رقم ۱۵۰۸ مطبوعه دار الجليل بيروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان رسول الله ﷺ خرج فقام عبد الله بن حذافه ثم اكثر ان يقول سلوني فبرك عمر علي ركبتيه فقال رضينا بالله ربا وبالا سلام ديننا وبمحمد ﷺ نبيا ثلاثا فسكت۔

ترجمہ: حضور ﷺ (منبر پر) تشریف لائے اور خطبہ دیا عبد اللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا؟ میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر آپ ﷺ بار بار فرمانے لگے مجھ سے پوچھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو زانو بیٹھ کر عرض کی ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر رضی ہوئے آپ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے پھر حضور ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا۔ (صحیح البخاری کتاب العلم ج ۳ ص ۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان النبي ﷺ خرج حين زاعت الشمس فصلح الظهر فلما سلم قام علي المنبر فذكر الساعة وذكر ان بين يديها امورا عظاما ثم قال من احب ان يسال عن شيء فليسال عنه فوالله لا تسالوني عن شيء الا اخبرتكم به ما دمت في مقامي هذا قال انس فاكثر الناس البكاء واكثر رسول الله ﷺ ان يقول سلوني قال انس فقام اليه رجل فقال ابن مدخلی يا رسول الله قال النار فقام عبد الله بن حذافه فقال من ابي يا رسول الله؟ قال ابوك حذافه ثم اكثر ان يقول سلوني سلوني قال فبرك عمر علي ركبتيه فقال رضينا بالله ربا وبالا سلام ديننا وبمحمد رسولا قال فسكت رسول الله ﷺ حين قال عمر ذلك۔

(صحیح البخاری کتاب الاعتصام ج ۲ ص ۱۰۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

فوالله لا تسالوني عن شيء الا اخبرتكم به ما دمت في مقامي هذا۔

(الاصابة في تميز الصحابة ذكر عبد الله بن حذافه رضي الله عنه ج ۳ ص ۵۷ رقم ۳۶۲۵ مطبوعه دار الجليل بيروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

قال من احب ان يسالني عن شيء فليسئلني عنه فوالله لا تسالوني عن شيء الا اخبرتكم به ما دمت في مقامي هذا۔ (دلائل النجو ج ۱ ص ۸۷ رقم الحديث ۶۶ مطبوعه دار طيبة الرياض)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان الناس سالوا نبي الله ﷺ حتى احفوه بالمسئلة فخرج ذات يوم فصعد المنبر فقال سلوني لا

ترجمہ:- مخالفین سے ان دلائل کے جواب کچھ نہیں بنتے صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ جن آیات میں کل شئی کا ذکر ہوا یا فرمایا گیا مالم تکن تعلم (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۱۳) ان میں مراد شریعت کے احکام ہیں نہ کہ اور چیزیں اس کے لئے چند دلائل لاتے ہیں۔
 (۱) کل شئی غیر متناہی (بے انتہا) اور غیر متناہی چیزوں کا علم خدا کے سوا کسی کو ہونا منطقی قاعدے سے بالکل باطل ہے دلیل تسلسل سے۔
 (۲) بہت سے مفسرین نے بھی کل شئی کے معنے کئے ہیں من امور الدین یعنی دین کے احکام جیسے جلالین وغیرہ۔
 (۳) قرآن پاک میں بہت جگہ کل شئی فرمایا گیا ہے مگر اس سے بعض چیزیں مراد ہیں جیسے واویت من کل شئی (پارہ ۱۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۲۳) بلقیس کو کل شئی دی گئی۔ حالانکہ بلقیس کو بعض چیزیں ہی دی گئی تھیں۔
 مگر یہ دلائل نہیں صرف غلط فہمی ہے اور دھوکا۔ ان کے جوابات یہ ہیں۔

عربی زبان میں کلمہ کل اور کلمہ ماعوم کے لئے آتے ہیں اور قرآن کا ایک ایک کلمہ قطعی ہے اس میں کوئی قید لگانا محض اپنے قیاس سے جائز نہیں۔ قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے۔ چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے۔

حاشیہ.....☆

تسئلونعین شیئی الا بینتہ لکم فلما سمع ذلک القوم ارموا ورهبوا ان یسألوه ان یکون بین یدی امر قد حضر قال انس فجعلت التفت یمینا وشمالا فاذا کل رجل لاف راسه فی ثوبه یبکی فانشا رجل من المسجد کان یلاحی فیدعی لغير ابيه فقال یابنی اللہ من ابی قال ابوک حذافہ ثم انشا عمر الخطاب فقال رضینا باللہ ربا وبالا سلام دینا و بمحمد رسولا عائذا باللہ من سوء الفتن فقال رسول اللہ ﷺ لم ار کالیوم قط فی الخیر والشر انی صورت لی الجنة والنار فرایتها دون هذا الحائط۔
 (صحیح مسلم کتاب الفضائل ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔
 فقال سلونی فواللہ لاتسألونی الیوم عن شیء ما دمت فی مقامی هذا الا حدثکم به فقام رجل فقال من ابی یارسول اللہ فقال ابوک حذافہ۔
 (تفسیر عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۹۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابوبکر الشیبانی متوفی ۲۸۸ھ لکھتے ہیں۔
 لا تسالونی عن شیء الا اخبرتکم به فقام عبداللہ بن حذافہ فقال یارسول اللہ من ابی فقال ابوک حذافہ۔
 (الا حادو المثانی ومن ذکر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۸۱۸ مطبوعہ دار الریاء الریاض)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔
 فقال لاتسالونی عن شیء الا بینتہ لکم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا تم مجھ سے جس چیز کے متعلق سوال کرو گے میں تمہیں اس چیز کے متعلق بیان کروں گا۔
 (مسند احمد ج ۳ ص ۷۷ رقم الحدیث ۱۲۸۳۳ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔
 فقال سلونی فواللہ لاتسالونی عن شیء الا انبأتکم به فقام رجل فقال یارسول اللہ من ابی قال ابوک حذافہ۔
 (الا حادو المثانی ج ۶ ص ۲۱۶-۲۱۷ رقم الحدیث ۲۲۲۹ مطبوعہ مکتبۃ النہضة الحدیثہ مکہ مکرمہ)

(۱) کل شی غیر متناہی نہیں۔ بلکہ متناہی ہیں۔ تفسیر کبیر زیر آیت واحصی کل شئی عدداً (پارہ ۲۹ سورہ ۷۲ آیت نمبر ۲۸) ہے۔ قلنا لا شک ان احصاء العدد انما یکون فی المتناہی فاما لفظة کل شئی فانها لا تدل علی کونہ غیر متناہ لان الشئی عندنا ۱۰ الموجودات والموجودات متناہیة فی العدد۔
ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ عدد سے شمار کرنا متناہی چیز میں ہو سکتا ہے لیکن لفظ کل شی اس شی کے غیر متناہی ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ ہمارے نزدیک شی موجودات ہی ہیں اور موجود چیزیں متناہی میں شمار ہیں۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت واحصی کل شئی (پارہ ۲۹ سورہ ۷۲ آیت نمبر ۲۸) کے ماتحت فرمایا:
وهذه الاية مما يستدل به علی ان المعدوم ليس بشئی لانه لو كان شئیاً لكانت الاشیاء غیر متناہیة وكونه احصی عددها يقتضی كونها متناہیة لان احصاء العدد انما یکون فی المتناہی۔
ترجمہ: اس آیت سے اس پر بڑی دلیل پکڑی جاتی ہے کہ معدوم (غیر موجود) شی نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بھی شی ہوتی تو چیزیں غیر متناہی (بے انتہاء) ہو جاتیں۔ اور چیزوں کا شمار میں آنا چاہتا ہے کہ چیزیں متناہی ہوں کیونکہ عدد سے شے متناہی ہو سکتی ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
(۲) اگر بہت سے مفسرین نے کل شی سے صرف شریعت کے احکام مراد لئے ہیں تو بہت سے مفسرین نے کلی علم غیب بھی مراد لیا ہے اور جبکہ بعض دلائل نفی کے ہوں۔ اور بعض ثبوت کے۔ تو ثبوت والوں کو ہی اختیار کیا جاتا ہے۔

نور الانوار بحث تعارض میں ہے۔ والمثبت اولی من النافی ثابت کرنے والے دلائل نفی کرنے والے سے زیادہ بہتر ہیں۔ تو جن تفسیروں کے حوالہ ہم پیش کر چکے ہیں۔ چونکہ ان میں زیادہ کا ثبوت ہے لہذا وہ ہی قابل قبول ہیں۔ نیز کل شی کی تفسیر خود احادیث اور علمائے امت کے اقوال سے ہم بیان کریں گے کہ کوئی ذرہ کوئی قطرہ ایسا نہیں جو حضور علیہ السلام کے علم میں نہ آگیا ہو اور ہم مقدمہ کتاب میں لکھ چکے ہیں کہ تفسیر قرآن بالمحدیث اور تفسیروں سے بہتر ہے لہذا حدیث ہی کی تفسیر مانی جاوے گی۔

نیز مفسرین نے امور دین سے تفسیر کی انہوں نے بھی دوسری چیزوں کی نفی تو نہ کی۔ لہذا تم نفی کہاں سے نکالتے ہو؟ کسی چیز کے ذکر نہ کرنے سے اس کی نفی کیسے ہوگی۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ تفکیم الحر یعنی تمہارے کپڑے تم کو گرمی سے بچاتے ہیں۔ تو کیا کپڑے سردی سے نہیں بچاتے؟ مگر ایک چیز کا ذکر نہ فرمایا۔ نیز دین تو سب ہی کو شامل ہے۔ عالم کی کون سے چیز ایسی ہے۔ جس پر دین کے احکام حرام حلال وغیرہ جاری نہیں ہوتے تو ان کا یہ فرمانا کہ دینی علم مکمل کر دیا سب کو شامل ہے۔

(۳) بلیقہ وغیرہ کے قصہ میں جو کل شی آیا ہے۔ وہاں قرینہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کل شیء سے اسطنت کے کاروبار کی چیزیں ہیں۔ اس لئے وہاں گویا مجازی معنی مراد لئے گئے یہاں کونسا قرینہ ہے جس کی وجہ سے کل شی کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد لئے جاویں خیال رہے۔ کہ قرآن کریم نے ہد کا قول نقل فرمایا کہ اس نے کہا اوتیت من کل شئی بلیقہ کو ہر چیز دی گئی خود رب نے یہ خبر نہ دی۔ ہد سمجھا کہ بلیقہ کو دنیا کی تمام چیزیں مل گئیں۔ مگر مصطفیٰ علیہ السلام کے لئے خود رب تعالیٰ نے فرمایا۔ تبیاناً لکل شئی ہد غلطی کر سکتا ہے رب کا کلام غلط نہیں ہو سکتا اس نے تو یہ بھی کہا ولھاعرش عظیم کیا تخت بلیقہ عرش عظیم تھا۔ بلکہ قرآن کی اور آیتیں تو بتا رہی ہیں کہ کل شی سے مراد یہاں عالم کی تمام چیزیں ہیں۔ فرماتا ہے۔ ولا طب ولا یابس الا فی کتاب مبین کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جو لوح محفوظ یا قرآن کریم میں نہ ہو پھر آنے والی احادیث اور علماء اور محدثین کے قول بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کہ عالم کی ہر چیز کا حضور علیہ السلام کو علم دیا گیا۔ ہم حاضر و ناظر کی بحث میں انشاء اللہ بتائیں گے کہ تمام عالم ملک الموت کے سامنے ایسا ہے۔ جیسا ایک طشت۔ اور بلیقہ آن کی آن میں تمام زمین کا چکر لگاتا ہے۔ اور یہ دیوبندی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ساری مخلوقات سے زیادہ

حضور علیہ السلام کا علم ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو بھی ان چیزوں کا علم ہو۔ حضرت آدم اور کاتب تقدیر فرشتہ کا علم ہم علوم خمسہ کی بحث میں بتائیں گے جس سے معلوم ہوگا کہ سارے علوم خمسہ ان کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام تو ساری مخلوق سے زیادہ عالم لہذا حضور علیہ السلام کو بھی یہ علوم بلکہ اس سے زیادہ ماننا پڑیں گے۔ ہمارا مدعی ہر حال میں ثابت ہے۔ واللہ الحمد۔

دوسری فصل علم غیب کی احادیث کے بیان میں

اس فصل میں ہم نمبر وار احادیث بیان کرتے ہیں۔ پھر اسی نمبروں کی ترتیب سے تیسری فصل میں ان حدیثوں کی شرح بیان کریں گے۔ (۱) بخاری کتاب بدء الخلق اور مشکوٰۃ جلد دوم باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: **قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه ونسیه من نسیه۔**

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے ایک جگہ قیام فرمایا پس ہم کو ابتداء پیدائش کی خبر دے دی۔ یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں پہنچ گئے اور جہنمی اپنی میں جس نے یاد رکھا۔ اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ما جاء فی قول الله وهو الذي يبدأ الخلق الخ ج ۱ ص ۳۵۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الفتن ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۰۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس جگہ حضور علیہ السلام نے دو قسم کے واقعات کی خبر دی (۱) عالم کی پیدائش کی ابتداء کس طرح ہوئی (۲) پھر عالم کی انتہاء کس طرح ہوگی۔ یعنی از روز اول تا قیام قیامت ایک ایک ذرہ بیان کر دیا۔

حاشیہ ☆

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدان بن احمد ثنا عيسى بن يونس الرملي ثنا ضمرة بن ربيعة عن شاذب عن ابي نضرة عن ابي سعيد الخدري قال ثم خطبنا رسول الله ﷺ فما ترك شيئا بين يدي الساعة الا حدثنا به حفظه من حفظه ونسيه من نسيه۔

(مسند الشاميين ج ۲ ص ۲۳۷ رقم الحدیث ۱۲۷۸ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابو بکر الشیبانی متوفی ۲۸۸ھ لکھتے ہیں۔

وقام رسول الله ﷺ في ذلك المقام فاخبر بما كائن الى قيام الساعة۔

(الآحاد والثانی ج ۳ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۵۱۰ مطبوعہ دارالریاض)

امام ابو عمرو عثمان بن سعید المقرئ الدانی متوفی ۲۴۳ھ لکھتے ہیں۔

قام فينا رسول الله ﷺ مقاما حدثنا فيه بما هو كائن الى ان تقوم الساعة۔

(السنن الواردة فی الفتن باب اعلام النبی ﷺ الخ ج ۱ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار العاصمة الرياض)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

قام فينا رسول الله ﷺ مقاما فحدثنا بما هو كائن الى قيام الساعة۔

(سير اعلام النبلاء فصل فی بقیة کبراء الصحابة ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

حاشیہ.....☆

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن عمرو وقال فينا رسول الله ﷺ مقاماً فاجبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذالك من حفظه ونسبه من نسبه۔

ترجمہ: حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ایک مجلس میں کھڑے ہوئے پھر آپ نے ابتداء خلق سے خبریں بیان کرنا شروع کیں حتیٰ کہ جنتیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے اور جہنمیوں کو اپنے ٹھکانوں تک جانے کی خبریں بیان کیں جس شخص نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے اس کو بھلا دیا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی زید قال صلی بنا رسول الله ﷺ الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتى حضرت الظهر فنزل فصلى ثم صعد المنبر فخطبنا حتى غربت الشمس فاجبرنا بما كان وما هو كائن فاعلمنا احفظنا۔

ترجمہ: حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آگیا پھر منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آگیا پھر آپ منبر سے اترے اور عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا پھر آپ نے ہمیں تمام ماکان و مایکون کی خبریں دیں سو جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا اس کو ان کا زیادہ علم تھا۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵)، (مسند عبد بن حمید ج ۳ ص ۱۰۲۹)، (صحیح مسلم الجہۃ رقم الحدیث ۲۸۹۳)، (مسند عبد بن حمید رقم الحدیث ۱۰۲۹)، (مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۵)، (مسلم شریف کتاب الفتن ج ۲ ص ۳۹۰ رقم الحدیث ۲۲۱۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۲۱۷ رقم الحدیث ۲۸۹۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۱۳-۳۱۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکتبۃ المکرمہ)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الکلبیہ ج ۳ ص ۲۸۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (مستدرک ج ۴ ص ۲۸۷)، (السنن الواردة فی الفتن باب اعلام النبی ﷺ الخ ج ۱ ص ۱۸۱ مطبوعہ دارالعاصمۃ الریاض)

امام ابو عمرو عثمان بن سعید المقرئ متوفی ۳۴ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الرحمن بن عثمان بن عفان لصاحب قراءة علي وانا اسمع حدثنا جوير عن عطاء بن السائب عن بريد عن ابی مريم عن ابیه قال قام فينا رسول الله ﷺ مقاماً حدثنا فيه بما هو كائن الى ان تقوم الساعة۔

(السنن الواردة فی الفتن ج ۱ ص ۱۷۹-۱۸۰ رقم الحدیث ۱۸۱ مطبوعہ دارالعاصمۃ الریاض)

امام ابو یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری قال صلی بنا رسول الله ﷺ يوماً صلوة العصر بنهار ثم كان خطيباً فلم يدع شيئاً يكون الى قيام الساعة الا اخبرنا به حفظهم من حفظه ونسبه من نسبه۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ نے ہمیں نماز عصر پڑھائی پھر آپ ﷺ نے خطا بفرمایا پس آپ ﷺ نے قیامت تک واقع ہونے والی ہر شے کے بارے میں ہمیں خبر دے دی۔ جس نے یاد رکھا سو یاد رکھا جس نے

حاشیہ.....☆

بمخادیا سو بھول گیا۔

(جامع سنن الترمذی ابواب النتن باب ما اخبر النبی ﷺ اصحابہ بما هو کائن الی یوم القيامة من ج ۲ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ اکر میہ پشاور)

امام نعیم بن حماد المروزی ابو عبد اللہ متوفی ۲۸۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا نعیم بن حماد المروزی حدثنا عبد اللہ بن المبارك عن معمر عن علی بن زید عن ابی نصرۃ عن ابی سعید الخدری وابن عیینہ عن علی بن زید عن ابی نصرۃ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ صلاة العصر بنهار ثم خطب الی ان غابت الشمس فلم يدع شیئا هو کائن الی یوم القيامة الا حدثنا به حفظه من حفظه ونسبه من نسبه۔

(النتن نعیم بن حماد ما کان من رسول اللہ ﷺ من التقدم ومن اسماہ فی النتن النبی ص ۲۷ رقم الحدیث ۱۵۷۰۰ مطبوعہ مکتبہ التوہید السہیلہ)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وعن المغیرۃ بن شعبۃ انه قال قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما خبرنا بما یكون فی امتہ الی یوم القيامة وعاه من وعاه ونسبه من نسبه رواہ احمد والطبرانی ورجال احمد ورجال الطبرانی رجال عمر بن ابراہیم بن محمد وقد وثقہ ابن حبان۔

(مجمع الزوائد باب فیما ادئی من العلم ﷺ ج ۸ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۱۹۸)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد والبخاری فی "تاریخہ" والطبرانی عن المغیرۃ بن شعبۃ قال: قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما فاخبرنا بما یكون فی امتہ الی یوم القيامة وعاه من وعاه ونسبه من نسبه۔

ترجمہ: امام احمد و بخاری رحمہما اللہ نے اپنی "تاریخ" میں اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ایک جگہ کھڑے ہوئے اور قیامت تک جو کچھ آپ کی امت کرے گی، آپ نے ان سب کی خبر ہمیں دے دی جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اصبح رسول اللہ ﷺ ذات یوم فصلی الغداة ثم جلس حتی اذا کان من الضحی ضحك رسول اللہ ﷺ جلس مکانہ حتی صلی الاولی والعصر والمغرب کل ذلك لا یتکلم حتی صلی العشاء الآخرة ثم قام الی اہلہ فقال الناس لا بی بکر لاتسال رسول اللہ ﷺ ما شانہ صنع الیوم شیالم یصنعه قط قال فسالہ فقال نعم عرض علی ما ہو کائن من امر الدنیا و امر الآخرة۔

ترجمہ: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر ادا فرمائی پھر آپ ﷺ اسی جگہ بیٹھ گئے حتیٰ کہ چاشت کا وقت آ گیا حضور ﷺ اسی جگہ بیٹھے مسکرائے یہاں تک کہ آپ نے نماز ظہر عصر اور مغرب ادا فرمائی (اس دوران) کسی کے ساتھ کوئی گفتگو نہ فرمائی پھر عشاء ادا فرمائی پھر اٹھ کر اہل خانہ کے پاس تشریف لے گئے لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کیا آپ حضور ﷺ سے آج کے عمل

☆..... حاشیہ

کے بارے میں دریافت نہیں کریں گے کہ پہلے کبھی آپ نے ایسا عمل نہیں فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! دنیا و آخرت میں ہونے والے تمام امور میرے اوپر پیش کیے گئے (یعنی مجھے ان کے بارے میں پیشگی آگاہ کیا گیا)

(مسند احمد ج ۱ ص ۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد عن سمرة بن جندب قال: كسفت الشمس فصلى النبي ﷺ ثم قال انى والله لقد رأيت منذ قمت أصلى ما انتم لا قوه من امر دنياكم و آخرتكم۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا آفتاب کو گہن لگا اور نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھا کر فرمایا خدا کی قسم! جب سے میں نماز کے لئے کھڑا ہوا میں تمہاری دنیا اور تمہاری آخرت کی ان باتوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو پیش آئیں گی۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر حضور ﷺ نے صلوٰۃ الکسوف کے بعد ارشاد فرمایا۔

ما من شیء لم اکن اریته الا رایتہ فی مقامی هذا حتی الجنة والنار۔

ترجمہ: ہر وہ شے جو مجھے پہلے نہیں دکھائی گئی تھی میں نے اپنی اس جگہ کھڑے دیکھ لی ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ بھی۔

(صحیح البخاری کتاب العلم ج ۱ ص ۱۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (خصائص الکبریٰ باب تجلی ملکوت السموات والارض لہ ﷺ ج ۲ ص ۱۳۷-۱۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

فلم یقبض النبی ﷺ حتی علم کل شیء یمکن العلم بہ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک کہ آپ نے ہر اس چیز کو نہیں جان لیا جس کا علم ممکن تھا۔

(روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صحابی رسول سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا کلی علم غیب کا عقیدہ

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا محمد بن ابی طاہر الخرقی انا ابوسعید النقاش انا ابو جعفر احمد ابن ابراہیم بن یوسف الضریر ثنا ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن النعمان التیمی ثنا بشر ابن حجر السیامی ثنا علی بن منصور هو الابنای عن عثمان بن عبد الرحمن هو الوقاصی عن محمد بن کعب القرظی قال بینما عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جالس فی مسجد المدینة ومعہ ناس اذ مر رجل فی ناحیة المسجد فقال له رجل من القوم یا امیر المومنین اتعرف هذا قال لا فمن هو قال هذا رجل من اهل الیمن له فیہم شرف وموضع یقال له یخلو بن قارب وهو الذی اتاہ رئیہ التابع من الجن بظہور رسول اللہ ﷺ قال عمر علی بہ فدعی الرجل فقال له عمر انت یخلو بن قارب قال نعم یا امیر المومنین قال انت الذی اتاک رئیک بظہور رسول اللہ ﷺ قال نعم

حاشية.....☆

قال فانت على ما كنت عليه من كهانتك فغضب الرجل غضباً شديداً وقال يا امير المؤمنين ما استقبلني احد بهذا منذ اسلمت فقال عمر رضى الله عنه يا سبحان ما كنا عليه من الشرك اعظم مما كنت عليه من كهانتك اخبرني ياتيانك ربيك بظهور رسول الله ﷺ قال نعم يا امير المؤمنين بينما انا ذات ليلة بين النائم واليقظان اذ اتاني ربي فضربنى برجله وقال قم يخلو بن قارب فافهم واعقل ان كنت تعقل انه قد بعث رسول من لوى بن غالب يدعو الى دين الله الى عبادته ثم الجنى يقول:

عجبت للجن ونجسا بها	ورشدها العيس باحلا بها
تهوى الى مكة تبغى الهدى	ما خير الجن كانجا بها
فارحل الى الصفوة من هاشم	واسمر بعينيك الى راسها

قال فلم ارفع راسا فقلت دعنى انام فاني امسيت ناعسا فلما ان كان الليلة الثانية اتاني فضربنى برجله وقال قم يا يخلو بن قارب فافهم واعقل انه قد بعث رسول الله ﷺ من لوى بن غالب يدعو الى الله والى عبادته ثم انشاء يقول الجنى:

عجبت للجن واخبارها	ورشدها العيس باكوادها
تهوى الى مكة تبغى الهدى	ما مومن الجن ككفارها
فارحل الى الصفوة من هاشم	بين درابها واحجارها

قال فلم ارفع بقوله راسا فقلت دعنى فاني امسيت ناعسا فلما كان الليلة الثالثة اتاني فضربنى برجله وقال قم يا يخلو بن قارب فافهم واعقل ان كنت تعقل انه قد بعث رسول من لوى بن غالب يدعو الى الله والى عبادته ثم انشاء الجنى يقول:

عجبت للجن وتطلابها	ورشدها العيس باقتابها
تهوى الى مكة تبغى الهدى	ما صادق الجن ككذابها
فارحل الى الصفوة من هاشم	ليس قدامها كاذنا بها

قال فوقع في قلبي حب الاسلام ورغبت فيه فلما اصبحت شددت على راحلتى رحلها وانطلقت متوجها الى مكة فلما كنت ببعض الطريق اخبرت ان النبى ﷺ قد هاجر الى المدينة فقدمت المدينة فسالت عن النبى ﷺ فقليل هو فى المسجد فانتبهت الى المسجد فعلمت ناقتى ودخلت المسجد فاذا رسول الله ﷺ والناس حوله فقلت اسمع مقالتي يا رسول الله فقال ادنه فلم يزل يدنينى حتى صرت بين يديه فقال هات فاخبرنى ياتيانك ربيك فقلت اتانى نجى بعد هداء ورقدة ولم يك فيما قد بلوت بكاذب ثلاث ليال قوله كل ليلة اتاك رسول الله من لوى بن غالب فشمرت من ذيل الازار ووسطت بى

حاشیہ.....☆

الذعلب الوجناء بين السباب فاشهد ان الله لا رب غيره وانك مامون على كل غائب
وانك ادنى المرسلين وسيلة
فمرنا بما ياتيك ياخير من مشى
وكن لي شفعاً يوم لا ذو شفاعه
سوالك بمغن عن يخلو بن قارب

ففرح النبي ﷺ واصحابه بمقالتي فرحاً شديداً حتى روى ذلك في وجوههم قال فوثب اليه عمر
رضي الله عنه فالتزمه وقال لقد كنت احب ان اسمع هذا الحديث منك فاخبرني عن رثيك هل ياتيك
اليوم فقال اما منذ قرأت كتاب الله فلا ونعم العوض كتاب الله من الجن۔

ترجمہ: حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک روز تشریف فرما تھے کہ ان کے پاس سے
ایک آدمی گزر رہا تھا کہ امیر المومنین! کیا آپ اس گزرنے والے شخص کو پیچھتے ہیں؟ فرمایا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ سواد بن
قارب رضی اللہ عنہ ہے جس کے پاس اس کی جہیہ رسول اللہ ﷺ کے ظہور کی خبر لائی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ان کے اس خطبے
کے بعد ہے جس میں انہوں نے منبر شریف پر کھڑے ہو کر پوچھا تھا کہ تم میں سواد بن قارب موجود ہیں؟ تو مجمع میں سے کسی نے جواب نہ
دیا جب اگلے سال لوگ آفاق سے زیارت کے لئے مدینہ شریف آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا لوگو! کیا تم میں سواد بن قارب
موجود ہیں؟ کیونکہ ان کے آغاز اسلام کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم اسی حالت میں تھے کہ حضرت سواد
رضی اللہ عنہ آگئے لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ یہ حضرت سواد رضی اللہ عنہ تو انہوں نے ایک آدمی بھیج کر حضرت سواد رضی اللہ
عنہ کو بلوایا وہ جب آئے تو پوچھا کیا تم سواد بن قارب ہو؟ انہوں نے کہا ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے اس
تمہاری جہیہ نبی کریم ﷺ کے ظہور کی خبر لائی تھی کہا ہاں پوچھا کیا تم اب بھی کہانت کا شغل کرتے ہو؟ حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے ناراض
ہو کر کہا اے امیر المومنین جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے کسی نے مجھ سے ایسا کلام نہیں کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبحان
اللہ! ہمارا عقیدہ شرک اس کہانت سے کہیں بڑا گناہ تھا ایک اور روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ معاف فرما۔ ہم
زمانہ جاہلیت میں اس سے بڑے گناہ میں مبتلا تھے کہ ہم بتوں کی پرستش کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے رسول اللہ ﷺ کے طفیل
اور اسلام کی برکت سے عزت عطا فرمائی۔ پھر فرمایا اے سواد! ہمیں اپنے آغاز اسلام کی تفصیل بیان کرو۔ عرض کیا ہاں اے امیر المومنین!
میں ایک رات سونے اور جاگنے کے درمیان تھا کہ اچانک میری جہیہ آئی اس نے اپنے پاؤں سے مجھے ٹھوکر ماری اور کہا اے سواد کھڑا ہو اور
میری بات سن اور اگر تجھ میں عقل ہے تو سمجھ لے کہ لوی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہو چکا ہے جو اللہ کے دین اور اس کی عبادت کی
دعوت دیتا ہے پھر اس نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔ میں نے جنوں سے تعجب کیا اور ان کی طلب اور ان کے سفید اونٹوں پر کجاوے کئے
سے تعجب کیا (جو) تیزی سے مکہ کی طرف جا رہے ہیں ہدایت کے متلاشی ہیں سچے جن جھوٹے جنوں کی مانند نہیں ہو سکتے پس بنی ہاشم کے
ایک برگزیدہ شخص کی طرف کوچ کر جس کا مستقبل اس کے ماضی کی طرح نہیں۔ میں نے کہا مجھے چھوڑ دو تا کہ سولوں میری ساری شام بے
خوابی میں کٹی ہے میں نے اس کی بات پر سراو پر نہ اٹھایا جب دوسری رات ہوئی وہ میرے پاس آئی اور پاؤں کی ٹھوکر لگا کر کہنے لگی

حاشیہ.....☆

کہ سواداٹھ اور میری بات غور سے سن اور ذہن نشین کر لے کہ لوی بن غالب میں سے ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔ میں نے جنوں سے اور ان کی حیرانی سے تعجب کیا اور ان کے سفید اونٹوں پر کانٹھی کس کر دوڑانے سے وہ ہدایت کی تلاش میں مکہ کی طرف اڑتے جا رہے ہیں ایمان لانے والے جن کافر جنوں کی طرح نہیں ہیں لہذا تو بنی ہاشم کے اس چیدہ کی طرف روانہ ہو جو ریت کے ٹیلوں اور پتھروں کے درمیان ہے۔ میں نے اس سے کہا مجھے سونے دو کیونکہ میں شام سے سو نہیں سکا پس جب تیسری رات آئی تو اس نے مذکورہ بالا بات دہرائی اور یہ اشعار پڑھے۔ میں نے جنوں، ان کی تلاش و جستجو اور اونٹوں پر پالنے کس کر دوڑانے سے حیرانی کا اظہار کیا جو ہدایت کے متلاشیوں کو لیکر مکہ کی جانب دوڑ رہی ہے۔ اچھے جن نجس جنوں کی مثل نہیں ہوتے لہذا تو بنو ہاشم کے اس ممتاز فرد کی طرف سفر اختیار کر اور اپنی آنکھیں اس کے چہرہ اقدس کی طرف اٹھا۔

سواد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اس جہیہ کے یہ اشعار سنے تو فوراً کھڑا ہو گیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو امتحان میں ڈال دیا ہے۔ میں نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا حتیٰ کہ مکہ شریف آ گیا اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ کے آس پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہیں جب آپ ﷺ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا خوش آمدید اے سواد! ہمیں تمہارے آنے کا علم ہو چکا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے کچھ اشعار کہے لہذا میرا کلام سنئے۔ فرمایا ہاں پڑھو تو میں نے یہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔ میرے پاس میری جہیہ آئی جبکہ رات آچکی تھی اور نیند کا غلبہ تھا اور جو کچھ میں نے بیان کیا میں اس میں جھوٹا نہیں۔ وہ تین رات لگا تار آئی اور ہر رات یہی کہتی تھی کہ تیرے پاس ایک رسول لوی بن غالب میں تشریف لایا ہے تو میں نے لنگوٹ کس لیا اور میری تیز رفتار موٹے رخسارے والی اونٹنی مجھے ٹیلوں کے درمیان غباروں میں لے آئی سو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہے اس کے بغیر کوئی رب نہیں اور آپ ہر غیب پر امین بنائے گئے ہیں بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر! لہذا آپ ہم کو اس بات کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتی ہیں اے بہترین رسول! اگرچہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں اور اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب میرے اس کلام سے بہت خوش ہوئے یہاں تک کہ اس خوشی کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر ہو گئے۔ رسول اکرم ﷺ مسکراتے حتیٰ کہ آپ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں۔ حضرات براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سواد رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا مجھے بڑی خواہش تھی کہ تم سے تمہارے ایمان لانے کی داستان سنوں کیا اب بھی تمہارے پاس تمہاری جہیہ آتی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب سے میں نے قرآن حکیم پڑھنا شروع کیا وہ نہیں آئی اور جنوں کے بدلے اللہ تعالیٰ کی کتاب کیا ہی خوب عوض ہے۔

(دلائل النبوة ج ۱ ص ۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳ رقم الحدیث ۱۴۳ مطبوعہ دارطیبة الریاض)، (اعلام النبوة فصل فی متوفی الجن ص ۲۳۳ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سیلی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں۔

فاشهد ان اللہ لا شی غیرہ
وانک ادنی المرسلین وسیلہ
فمرنا بما یاتیک من وحی ربنا
وکن لی شفیعاً یومر لا ذو شفاعۃ
وانک مامون علی کل غائب
الی اللہ یا بن الاکرمین الاطایب
وان کان فیما جنت شیب الذوائب
بمغن فتیلا عن سواد بن قارب

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شی نہیں اور آپ ہر غیب پر امین بنائے گئے ہیں۔

بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر!

اے رسول محترم ﷺ آپ ﷺ کے پاس ہمارے رب کی طرف سے جو وحی آتی ہے ہمیں اس کا حکم فرمائیں اگرچہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں۔ اور اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔

(روض الانف ج ۱ ص ۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۱۳۵-۱۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام کبیر محدث شہیر حافظہ حدیث ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

تانی دینی بعد لیل ومجعة
ثلاث لیل قولہ کل لیلۃ
فشمزت عن ذیل الازار ووسطت
فاشهد ان اللہ لا رب غیرہ
وانک ادنی المرسلین وسیلہ
فمرنا بما یاتیک باخبر مرسل
وکن لی شفیعاً یومر لا ذو شفاعۃ
ولم یرک فیما قد بلوت بکاذب
اناک رسول من لوی بن غالب
بی الذعلب الوجناء بین السباسب
وانک مامون علی کل غائب
الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطایب
وان کان فیما جاء شیب الذوائب
سواک بمغن عن سواد بن قارب

ترجمہ: میرے پاس میری جنیہ آئی جبکہ رات آچکی تھی اور نیند کا غلبہ تھا اور جو کچھ میں نے بیان کیا میں اس میں جھوٹا نہیں۔ وہ تین رات لگا تار آئی اور ہر رات یہی کہتی تھی کہ تیرے پاس ایک رسول لوی بن غالب میں تشریف لایا ہے تو میں نے ننگوٹ کس لیا اور میری تیز رفتار موٹے رخسارے والی اونچھے ٹیلوں کے درمیان غباروں میں لے آئی۔ پس میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی رب نہیں ہے اور آپ جملہ غیوب و اسرار پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔ بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر! لہذا آپ ہم کو اس بات کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتی ہیں اے بہترین رسول! اگرچہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں اور

(۲) مشکوٰۃ باب المعجزات میں مسلم سے بروایت عمرو ابن خطاب اسی طرح منقول ہے مگر اس میں اتنا اور ہے۔

فاخبرنا بما هو كائن الي يوم القيمة فاعلمنا احفظنا۔

ترجمہ: ہم کو تمام ان واقعات کی خبر دے دی جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔ پس ہم میں بڑا عالم وہ ہے جو ان باتوں کا زیادہ حافظ ہے۔
(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ.....☆

اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔
یہ سن کر رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب میرے اس کلام سے بہت خوش ہوئے یہاں تک کہ اس خوشی کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر حضرت سواد رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگا لیا اور کہا یہ قصہ تم سے پھر سننا چاہتا ہوں۔
(دلائل النبوة اردو ص ۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (الوفاء بحوال المصطفیٰ باب الاول فی ذکر الحوائف بنو سہیل ج ۱ ص ۱۵۱-۱۵۲ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (السيرة النبوية باب فی حوائف الجان خبر سواد بن قارب ج ۱ ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما سمع من الکھان والاصوات فظہور النبی ﷺ عند بعثته ج ۱ ص ۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاصابة فی تمیز الصحابة سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۱۹ رقم ۳۵۸۵ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام شامی صالحی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فأشهد ان الله لا شئ غيره	وانك مأمون على كل غائب
وانك ادنى المرسلين شفاعا	الى الله يا ابن الاكرم بين الاطايب
فمرنا بما باتيك يا خير من مشى	وان كان فيما جاء شيب الذوائب
وكن لي شفيعاً يوم لا ذر شفاعا	سواك بمغن قتيلاً عن سواد بن قارب

قال: ففرح رسول الله ﷺ واصحابه بمقالتي فرحاً شديداً حتى رئي الفرح في وجوههم۔

ترجمہ: پس میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی رب نہیں ہے اور آپ جملہ غیوب و اسرار پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔
بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر! لہذا آپ ہم کو اس بات کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتی ہے اے بہترین رسول! اگرچہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں۔

اور اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے جب ایمان افروز قصیدہ پڑھا اور شرف اسلام سے مشرف ہوئے تو رسول اکرم ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے لگا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی انتہائی فرحت و مسرت کا اظہار فرمانے لگے۔

(سبل الہدی والرشاد الباب الرابع فی بعض ما سمع من الحوائف و تنکس الاصابہ ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاستیعاب ذکر سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۶۸۵ رقم ۱۱۰۹ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (الاصابة فی تمیز الصحابة لابن حجر عسقلانی مختصر ج ۳ ص ۲۲۰ رقم ۳۵۵۸ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (عمدة القاری للمعینی ج ۱ ص ۸)، (طبرانی کبیر ج ۷ ص ۹۱ رقم ۹۳۵۵)، (مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم الموصل)، (فتون العجائب لابن سعید النقاش ج ۱ ص ۸۴ رقم الحدیث ۶۷)

(۳) مشکوٰۃ باب الفتن میں بخاری و مسلم سے بروایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہے۔

ما تترك شيئا يكون في مقامه الى يوم القيمة الا حدث به حفظه من حفظه ونسيه من نسيه۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے اس جگہ قیامت تک کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کی خبر دے دی جس نے یاد رکھا یا درکھا جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۷۷ مطبوعہ کراچی) (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (ابوداؤد رقم الحدیث ۴۲۳۰)، بخاری کتاب القدر (صحیح مسلم کتاب الفتن رقم الحدیث ۲۲۱۷ ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۶-۳۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا جعفر عریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۶-۲۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۵ مطبوعہ دارالمرقۃ بیروت)، (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن الفصل الاول ص ۳۶۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۵-۳۸۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (دلائل النبوة وطلا صحنانی ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۲۷۳ مطبوعہ دارطیبة الرياض) (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (انسان المعین فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرة الخلیفہ ج ۳ ص ۲۸۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (الاصابة فی تمیز الصحابة ذکر حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۴۴ برقم ۱۶۴۹ مطبوعہ دارالجمیل بیروت)

(۴) مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین میں مسلم سے بروایت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

ان الله زوى لى الارض فروعاً يت مشارق الارض ومغاربها۔

ترجمہ: اللہ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی پس میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن واثراط السلطنة باب حلاک هذه الامة بعض ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۲۱۶ رقم الحدیث ۲۸۸۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، جامع الترمذی ابواب الفتن باب افضل الجہاد وکلمۃ عدل عند سلطان جائز ج ۲ ص ۴۰ مطبوعہ مکتبۃ الکریمہ پشاور)، (المحرر الخار، المعروف بمسند المزاج ج ۸ ص ۲۱۳-۲۱۴ رقم الحدیث ۳۲۸۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مجمع الزوائد وفتح القوائد باب فی قوله تعالیٰ اولیسکم شیعا ویزق بھکم باس بعض ج ۷ ص ۲۲۳ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۵۲-۳۹۵۳ اتحاف السادة المتقين ج ۲ ص ۲۱۰-۲۱۱ المغنی للقرانی ج ۲ ص ۳۸۷-۳۸۸ الشفاء ج ۱ ص ۵۱۹-البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۶ ص ۲۹۹)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۹ مطبوعہ دارالمرقۃ بیروت)، (الوفاء باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۷ مطبوعہ مصطفیٰ البابي مصر)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۳۹-۲۴۰ رقم الحدیث ۳۱۳۷-۳۱۳۸ رقم الحدیث ۳۱۷۶۱ مطبوعہ مؤسسة ارسالة بیروت)، (دلائل النبوة لابن قیم اصفہانی اردو ص ۲۸۷ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (کشف الاستار کتاب الفتن ج ۴ ص ۱۰۰-۱۰۱ رقم الحدیث ۳۲۹۱)، (مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۳)، (سنن ابوداؤد باب الفتن باب ذکر الفتن ودلائل کھان ج ۴ ص ۹۵ رقم الحدیث ۴۲۵۲ مطبوعہ بیروت)، (سنن الترمذی باب الفتن باب سوال النبی ﷺ ثلاثا فی امۃ قال هذا حدیث حسن صحیح)، (دلائل النبوة وطلا صحنانی ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۲۷۳ مطبوعہ دارطیبة الرياض)، (مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸ مطبوعہ مکتب اسلام بیروت)، (دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۵۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تفسیر عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الرياض)، (الاحاد والمثانی ذکر ثوبان مولى رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۳۳۲-۳۳۳ رقم الحدیث ۳۵۶-۳۵۷ مطبوعہ دارالریلیہ الرياض)، (اعلام النبوة الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقواله فصل اخبار الاحاد ص ۱۵۳ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۲۳ رقم الحدیث ۱۵۵۰۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۱۲ رقم الحدیث ۳۳۶۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (السنن الواردة فی الفتن باب اعلام النبی ﷺ الخ ج ۱ ص ۱۸۳-۱۸۵ مطبوعہ دارالعاصمۃ الرياض)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر ابی قلابہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۲۸۹ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۳ رقم الحدیث ۲۲۵۰۵ مطبوعہ مؤسسة قرطبہ مصر)، (سنن ابوداؤد اول کتاب الفتن والامام باب ذکر الفتن ودلائل کھان ج ۴ ص ۹۷ رقم الحدیث ۴۲۵۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۸۸۹)، (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۴۲۵۲)، (سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۱۸۲، سنن التسانی رقم الحدیث ۱۶۳۷، صحیح ابن حبان ج ۱۶ رقم الحدیث ۷۲۳۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۵۲، طبری ج ۷ ص ۲۹۱)

(۵) مشکوٰۃ باب المساجد میں عبدالرحمن بن عائش سے روایت ہے۔

راءيت ربى عزوجل فى احسن صورة فوضع كفه بين كتفى فوجدت بردها بين ثدىي فعلمت ما فى السموات والارض۔

ترجمہ: ہم نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا رب تعالیٰ نے اپنا دست قدرت ہمارے سینہ پر رکھا۔ جس کی ٹھنڈک ہم نے اپنے قلب میں پائی پس تمام آسمان وزمین کی چیزوں کو ہم نے جان لیا۔

(سنن الدارمی کتاب الرؤیا باب فی رویۃ الرب تعالیٰ فی النوم ج ۲ ص ۵۱ رقم الحدیث ۲۱۵۵ مطبوعہ نثر النملتان)

حاشیہ.....☆

امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔

رايت ربى فى احسن صورة قال فيم يختصم الملا الا على قلت انت اعلم يا رب قال: فوضع كفه بين كتفى فوجدت بردها بين ثدىي فعلمت ما فى السموات والارض۔

ترجمہ: میں نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا رب ذوالجلال نے مجھ سے فرمایا کہ ملائکہ مقررین کس بات پر جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی مولا تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں۔

(سنن الدارمی کتاب الرؤیا باب فی رویۃ الرب تعالیٰ فی النوم ج ۲ ص ۵۱ رقم الحدیث ۲۱۵۵ مطبوعہ نثر النملتان)، (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۷۸-تفسیر الطبری ج ۷ ص ۱۶۲-الدر المنثور ج ۳ ص ۲۴-الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۷ ص ۱۵۰ ازاد المسیر ج ۱ ص ۱۵۵-اتحاف السادة المتقین ج ۱ ص ۳۱۶-۳۱۴)

امام محمد بن حارون الرویانی متوفی ۳۰۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابن اسحاق حدثنا ابو صالح حدثني معاوية بن صالح عن ابی يحيى عن ابی يزيد عن ابی سلام الاسود عن ثوبان مولى رسول الله ﷺ انه قال خرج الينا رسول الله بعد صلاة الصبح فقال ان ربى اتانى الليلة فى احسن الصورة فقال لى يا محمد هل تدري فيم يختصم الملا الا على قلت لا اعلم يا رب قال فوضع كفه بين كتفى حتى وجدت انا مله فى صدرى فتجلى لى ما بين السماء والارض.....

(مسند الرویانی ج ۱ ص ۳۲۹ رقم الحدیث ۶۵۶ مطبوعہ موسسة قرطبة القاهرة مصر)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابی ثنا عبد الرزاق انا معمر عن ايوب عن ابی قلابة عن ابن عباس ان النبى ﷺ قال اتانى ربى عزوجل الليلة فى احسن صورة احسبه يعنى فى النوم فقال يا محمد هل تدري فيم يختصم الملا الا على قلت لا قال النبى ﷺ فوضع يديه بين كتفى حتى وجدت بردها بين ثدىي او قال نحرى فعلمت ما فى السموات والارض۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آج رات کو نیند میں میرا رب عزوجل حسین صورت میں میرے پاس آیا اور فرمایا اے محمد! کیا تم جانتے ہو کہ ملا اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے میں اس

حاشیہ.....☆

کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔
(مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸ رقم الحدیث ۳۳۸۳ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (السنة لابن ابی عامر ج ۱ ص ۲۰۴ رقم الحدیث ۳۶۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)
امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

فوضع یدیه بین کتفی وجدت بردھا بین ثدیّی او قال نحری فعلمت ما فی السموات والارض۔
ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

(مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۲۲۸ رقم الحدیث ۶۸۲ مطبوعہ مکتبۃ السنة القاہرہ)

امام عبد الباقی بن قانع ابوالحسن متوفی ۳۵۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فوضع یدیه بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیّی فعلمت ما فی السموات والارض۔
(معجم الصحابة ج ۲ ص ۱۰۲ رقم الحدیث ۵۵۲ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورہ)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

فوضع یدیه بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیّی فعلمت ما فی السموات والارض۔
(مسند الشامیین ج ۱ ص ۳۳۹-۳۴۰ رقم الحدیث ۵۹۷ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (معجم الکبیر للطبرانی ج ۲ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۲۱۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند ابن ارجس ص ۱۱۰-۱۱۱ رقم الحدیث ۲۶۶۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیّی فعلمت ما فی السموات والارض۔
(جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۸۲ رقم الحدیث ۱۵۶۸۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۳ رقم الحدیث ۱۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

رایت ربی تبارک وتعالیٰ فی احسن صورة قال فیم یختصم الملا الاعلیٰ قال قلت لا اعلم ای رب
قال: فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیّی فعلمت ما فی السموات والارض۔

ترجمہ: میں نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا رب ذوالجلال نے مجھ سے فرمایا کہ ملائکہ مقربین کس بات پر جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی مولا تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں۔

(العلل المتناہیۃ باب فی ذکر صورۃ ج ۱ ص ۳۱ رقم الحدیث ۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۵ ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۳۲۶۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (العلل المتناہیۃ باب فی ذکر صورۃ لابن جوزی ج ۱ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۲ ص ۳۳ رقم الحدیث ۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۰۴-۲۰۵ رقم الحدیث ۳۸۶۴ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال احتبس عنا رسول اللہ ا ذات عذاة عن صلاة الصبح حتى كدنا نترأى عين الشمس فخرج سريعا فتوب بالصلاة فصلى رسول اللہ ا وتجاوز في صلاته فلما سلم دعا بصوته قال لنا على مصافكم كما انتم ثم انقل الينا ثم قال اما انى ساعدتكم ما حبسنى عنكم العذاة انى قمت من الليل فتوضات وصليت ما قدر لى فنعست فى صلاتى حتى استثقلت فاذا انا بربى تبارك وتعالى فى احسن صورة فقال يا محمد قلت لبيك رب قال فىم يختصم الملاء الا على؟ قلت لا ادرى قالها ثلاثا قال فرأيتہ وضع كفه بين كتفى حتى وجدت برد انا مله بين ثدى فتجلى لى كل شى وعرفت۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے وقت حضور ﷺ کو دیر ہو گئی اور ہم لوگوں نے آپ کا انتظار اس حد تک کیا کہ قریب تھا کہ آفتاب کی شعاع نظر آنے لگے اتنے میں حضور ﷺ تیزی سے تشریف لائے چنانچہ تکبیر کہی گئی اور آپ نے اختصار سے نماز پڑھائی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ نے با آواز بلند فرمایا جس طرح تم بیٹھے ہو اسی طرح صف بندی کیے ہوئے بیٹھے رہو پھر فرمایا میں اپنی تاخیر کا واقعہ تم کو سناتا ہوں پھر واقعہ سنایا (واقعہ یہ ہے) رات کے وقت وضو کر کے جس قدر نماز میرے لیے مقدور تھی میں نے پڑھی اس کے بعد مجھے نیند آ گئی اور میں نماز میں ہی سو گیا۔ یکا یک کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے رب کے حضور میں ہوں اور میں نے اپنے رب کو (اس کی شان کے لائق) نہایت اچھی شکل میں دیکھا (مجھ سے) ارشاد ہوا اے محمد ﷺ میں نے عرض کی لیک اے میرے پروردگار میں حاضر ہوں فرمایا اس وقت ملائکہ آسمانی کیا گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کی مجھے معلوم نہیں تین مرتبہ یہی ارشاد ہوا حضور ﷺ فرماتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے سینہ پر رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی پس ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی۔

(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۵ ص ۳۶۸-۳۶۹ رقم الحدیث ۳۲۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الدارمی رقم الحدیث ۲۱۵۳ طبرنی کبیر ج ۲۰ رقم الحدیث ۲۱۶-۲۱۷ الکامل ابن عدی ج ۶ ص ۲۳۳۳-۲۳۳۴ مسند ابی اررقم الحدیث ۲۶۶۸-۲۶۶۹ مستدرک ج ۱ ص ۵۲۱-۵۲۲ شرح السنۃ رقم الحدیث ۹۱۹ مسند احمد ج ۸ رقم الحدیث ۲۲۷۰)، (تختۃ الاحوزی شرح ترمذی ج ۲ ص ۱۷۵ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)، (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

فوضع كفه بين كتفى فوجدت برد انا مله بين ثدى فتجلى لى كل شى وعرفته۔

ترجمہ: پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے سینہ پر رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی پس ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورہ ص آیت نمبر ۶۹ ج ۵ ص ۵۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

فوضع يده بين كتفى حتى وجدت برد ها بين ثدى او فى نحري فعلمت ما فى السموات وما فى الارض۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورہ ص آیت نمبر ۶۹ ج ۵ ص ۵۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

حاشیہ.....☆

قال فوضع كفيه بين كتفي حتى وجدت انامله في صدري فتجلى لي بين السماء والارض -
(الدر المنثور في التفسير المأثور سورة ص آیت نمبر ۶۹ ج ۵ ص ۵۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

فوضع يده بين ثديي وبين كتفي فوجدت بردها بين ثديي فعلميني كل شيء -
(الدر المنثور في التفسير المأثور سورة ص آیت نمبر ۶۹ ج ۵ ص ۵۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

فعلمت ما بين المشرق والمغرب -

ترجمہ: میں مشرق و مغرب کے درمیان ہر شے کو جان لیا۔

(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۲ ص ۱۵۶ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۳۶۹ - جامع المسانید والسنن لابن کثیر
مسند ابن عباس رقم الحدیث ۱۳۵۱، (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث ۲۶۰۸)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے۔

فعلمت ما في السموات والارض -

ترجمہ: پس میں نے آسمانوں اور زمین کی ہر شے کو جان لیا۔

(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۵ ص ۳۶۸ - ۳۶۹ رقم الحدیث ۳۲۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، تفسیر عبدالرزاق ج ۲
ص ۱۶۹ - مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸ - السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۳۶۹ - جامع المسانید والسنن لابن کثیر مسند ابن عباس رقم الحدیث ۱۳۵۱)

محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

فوضع يده بين كتفي فعلمت ما بين السماء والارض الحديث وهو في الترمذی وسئل عنه
البخاری فقال صحيح -

(زاو المعاد فصل في ملائكة النبي ﷺ ج ۱ ص ۱۳۶ - ۱۳۷ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام ترمذی فرماتے ہیں۔

هذا حديث حسن سالت محمد بن اسمعيل عن هذا الحديث فقال صحيح -

ترجمہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا حال پوچھا فرمایا صحیح ہے۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر رقم الحدیث ۳۲۳۶ ج ۵ ص ۱۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

فعلمت بسبب وصول ذلك الفيض ما في السموات والارض يعني اعلمه الله ما فيها من الملائكة
والاشجار وغيرها وهو عبارة عن سعة علمه الذي فتح الله وقال ابن حجر اي جميع الكائنات التي في
السموات بل وما فوقها كما يستفاد من قصة المعراج والارض هي بمعنى الجنس وجميع ما في الارضين
السبع بل وما تحتها كما افاده اخبار عليه السلام عن الثور والحوت الذي عليهما والارضون -

ترجمہ: اس فیض ربانی کی بدولت میں نے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے جان لیا یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے اندر پائے جانے والے

(۶) شرح مواہب لدنیہ للزرقانی میں حضرت عبداللہ ابن عمر کی روایت سے ہے۔

ان الله رفع لي الدنيا فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيامة كأنما انظر الى كفى هذا۔
ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرما دیا پس ہم اس دنیا کو اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ کو دیکھتے ہیں۔

(شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الثالث الفصل الثالث القسم الثاني ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المرفعة بیروت)

(۷) مشکوٰۃ باب المساجد بروایت ترمذی ہے۔

فتجلی لی کل شئی وعرفت۔

ترجمہ: پس ہمارے لئے ہر چیز ظاہر ہو گئی اور ہم نے پہچان لی۔

(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۵ ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۳۶۲۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ.....☆

فرشتوں درختوں اور دیگر چیزوں کا علم عطا فرمادیا۔ یہ حدیث آپ ﷺ کی اس وسعت علم سے عبارت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔
امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے آسمانوں کی بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام مخلوقات کو جان لیا جیسا کہ حدیث معراج سے ثابت ہے اور زمین جنس کے معنی میں ہے معنی آپ ﷺ نے سات زمینوں کی بلکہ ان سے بھی نیچے کی تمام چیزوں کو جان لیا جیسا کہ قرآن اور احادیث ﷺ نے بیل اور مچھلی کی خبر دی جن پر زمینیں قائم ہیں۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ ان الله قد رفع لي الدنيا فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيامة كأنما انظر الى كفى هذه جلياناً جلالة الله لنبيه كماله جلالة للنبيين من قبله۔
طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے ساری دنیا کو اٹھا کر میرے پیش نظر کر دیا ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں اور قیامت تک جو کچھ اس میں ہونے والا ہے میں اسے اس طرح واضح طور پر دیکھ رہا ہوں جیسے میری یہ ہتھیلی ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کے لئے اس طرح منکشف فرمایا جس طرح آپ سے پہلے نبیوں کے لئے منکشف کیا۔

(خصائص الكبرى ج ۲ ص ۱۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب اخبارہ ﷺ بالمعنیات ج ۸ ص ۲۹۰ مطبوعہ مؤسسة المعارف بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۲۸ حدید بن کریم ج ۶ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (جمع الجوامع رقم الحدیث ۳۸۴۹)، (کنز العمال رقم الحدیث ۳۱۸۱۰-۳۱۹۷۱ ج ۱۱ ص ۳۷۸ و ۳۷۹ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۴-۲۰۵ مطبوعہ دار المرفعة بیروت)، (جامع الکبیر الحدیث رقم الحدیث ۳۸۴۹)، (الترغیب والترہیب للاسماعیل الاصمہانی ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الحدیث القاہرۃ مصر)، (جمع الجوامع للسیوطی رقم الحدیث ۳۸۴۹)

امام نعیم بن حماد المروزی ابو عبد اللہ متوفی ۲۸۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحكم بن نافع عن سعيد بن مسنان حدثنا ابو الزاهرية عن كثير بن مرة ابى شجرة عن ابن

(۸) مسند امام احمد بن حنبل میں بروایت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

لقد تركنا رسول الله ﷺ ما يحرك طائر جناحيه الا ذكر لنا منه علماً۔

ترجمہ: ہم کو حضور علیہ السلام نے اس حال پر چھوڑا کہ کوئی پرندہ اپنے پر بھی نہیں ہلاتا۔ مگر اس کا ہم کو علم بتا دیا۔ ☆

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳ رقم الحدیث ۲۱۳۹۹ مطبوعہ مؤسسة قسطیہ مصر)

.....☆ حاشیہ.....

عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول الله ﷺ ان الله رفع لي الدنيا فانا انظر اليها والي ما هو كائن فيها الى يوم القيامة كما انظر الى كفي هذه جليان من الله جلالة لبيته كما جلا للنبيين قبله۔

(الفتح ليعلم بن حماد ما كان من رسول الله ﷺ من التقدم ومن اصحابه في الفتن التي هي كالمج ج ۱ ص ۲۷ رقم الحدیث ۲ مطبوعہ مكتبة التوحيد القاهرة)، (الفتح الكبير في ضم الزيادة الى الجامع الصغير ج ۱ ص ۳۱۶ رقم الحدیث ۳۳۹۷ مطبوعہ دار الفكر بيروت)

امام يوسف بن اسماعيل يهاني رحمه الله عليه لکھتے ہیں۔

واخرج احمد وابن سعد والطبراني عن ابي ذر قال: لقد تركنا رسول الله ﷺ وما يحرك طائر جناحيه في السماء الا ذكر لنا منه علماً۔

ترجمہ: امام احمد وابن سعد اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ آسمانی میں جو پرندہ پر مارتا ہے آپ نے اتروئے علم ہم سے اس کا ذکر کر دیا ہے۔

(تجۃ الداعی العالمین فی تجزات سيد المرسلین ص ۳۳۴ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت)، (الشفيع تعريف حقوق المصطفى ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت)، (شرح العلامة الزرقاني على المواهب اللدنية المقصد الثالث القسم الثاني ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المرفعة بيروت)، (مجمع الزوائد كتاب خدمات فضيلة باب فيما اوتي من العلم الخ ج ۸ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الكتب العربية بيروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الفكر بيروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۹-۳۸۵ مطبوعہ مكتب الاسلامي بيروت)، (نسيم الرياض القسم الاول في تعظيم علي الاعلى لقدرة النبي ﷺ ج ۳ ص ۱۲۷ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت)

امام قاضي عياض رحمه الله عليه لکھتے ہیں۔

(وقال ابوذر) المصحابي المشهور في حديث رواه احمد والطبراني وغيرهما بسند صحيح۔ لقد تركنا رسول الله ﷺ اي ذهب عنا وانتقل الى الآخرة من بين اظهرنا ولم يدع شيئا الا بينه لنا بحيث لا يخفى علينا شيء من بعده وكان قد خطب قبل موته خطبا اطال فيها مرة من الصباح الى الظهر ومرة من الظهر الى قبيل الغروب لم يدع شيئا الا بينه لا صحابه (وما يحرك طائر جناحيه في السماء) اي في الجو وهو كناية نسخة الا ذكرنا منه علما اي تذكرنا من طير انه علما يتعلق به فكيف بغيره مما يهمننا في الارض؟ وهذا تمثيل لبيان كل شيء تفصيلا تارة واجمالا اخرى۔

(نسيم الرياض فصل فيما اطلع عليه من الغيوب وما يكون ج ۲ ص ۱۵۱-۱۵۲ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت)

امام محمد بن احمد بن جميع الصيد اوى متوفى ۴۰۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن مخلص الشيخ الصالح ببغداد حدثنا عيسى بن ابي حرب حدثنا يحيى بن ابي بكر حدثنا سفيان غن فطر عن ابي الطفيل عن ابي ذر قال: لقد تركنا رسول الله ﷺ وما من طائر يقلب جناحيه في السماء الا وهو يذكرنا منه علماً۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ فضائے آسمانی میں جو پرندہ پر مارتا ہے آپ نے اتروئے علم ہم سے اس کا ذکر کر دیا ہے۔

(معجم الشيوخ ص ۱۳۲ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بيروت)

حاشیہ.....☆

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وعن ابی الدرداء قال لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما فی السماء طائر بطیر بجناحیه الا ذکرنا منه علما رواه الطبرانی ورجاله رجال الصصح۔

(مجمع الزوائد باب فیما اوتی من العلم ﷺ ج ۸ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عبد اللہ الحضرمی ثنا محمد بن عبد اللہ بن یزید المقرئ ثنا سفیان بن عیینہ عن فطر عن ابی الطفیل عن ابی ذر قال ثم ترکنا رسول اللہ ﷺ وما طائر یقلب جناحیه فی الهواء الا وهو یدکرنا منه علما قال فقال رسول اللہ ﷺ ما بقی شیء یقرب من الجنة ویباعد من النار الا وقد بین لکم۔
(انجم الکبیر للطبرانی ج ۲ ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۱۶۲۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا محمد بن ابی بکر حدثنا یحییٰ عن فطر بن خلیفہ عن عطاء قال قال ابو الدرداء ثم لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما فی السماء طیر بطیر بجناحیه الا ذکرنا منه علما۔

(مسند ابویعلیٰ ج ۹ ص ۳۶ رقم الحدیث ۵۱۰۹ مطبوعہ دار المأمون للتراث دمشق)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثناء بن نمیر ثنا الاعمش عن منذر ثنا اشیاخ من التیم قالوا قال ابو ذر ثم لقد ترکنا محمد ﷺ وما یحرك طائر بجناحیه فی السماء الا ذکرنا منه علما۔

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں چھوڑا کہ فضا میں جو بھی اپنے پروں سے اڑنے والا پرندہ تھا آپ نے ہمیں اس سے متعلق علم کا ذکر کیا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳ رقم الحدیث ۲۱۳۹۹ مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

رواه احمد والطبرانی وزاد فقال النبی ﷺ ما بقی شیء یقرب الجنة ویباعد من النار الا وقد بین لکم ورجال الطبرانی رجال محمد بن عبد اللہ بن یزید المقرئ وهو ثقة وفي اسناد احمد من لم یسم۔
(مجمع الزوائد باب فیما اوتی من العلم ﷺ ج ۸ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

كتب الی محمد بن عبد اللہ بن یزید المقرئ یخبرنی فی کتابہ ثنا ابن عیینہ حدثه عن فطر بن خلیفہ عن ابی الطفیل عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما طائر فی ماسماء یقلب جناحیه الا وقد اوجدنا فیہ علما۔

(مسند البزار ج ۹ ص ۳۴۱ رقم الحدیث ۳۸۹۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال ابو ذر لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما یحرك طائر جناحیه فی السماء الا ذکرنا منه علما۔
(الاستیعاب ذکر ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۶۵۵ رقم الحدیث ۲۹۳۵ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

(۹) مشکوٰۃ باب الفتن فصل ثانی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

ما ترك رسول الله ﷺ من قائد فتنة الى ان تقضى الدنيا يبلغ من ثلث مائة فصا عدا قد سماه لنا باسمه واسم ابيه واسم قبيلته رواه ابو داود۔

ترجمہ: نہیں چھوڑا حضور علیہ السلام نے کسی فتنہ چلانے والے کو دنیا کے ختم ہونے تک جن کی تعداد تین سو سے زیادہ تک پہنچے گی مگر ہم کو اس کا نام اس کے باپ کا نام اس کے قبیلے کا نام بتا دیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الفتن فصل ثانی ص ۶۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۱۰) مشکوٰۃ باب نہ کر الانبیاء میں بخاری سے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

خفف عن داود القرآن فكان يامر دو آبه تسرج فيقرء القرآن قبل ان تسرج۔

ترجمہ: حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن (زبور) کو اس قدر ہلکا کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنے گھوڑوں کو زین لگانے کا حکم دیتے تھے تو آپ ان کی زین سے پہلے زبور پڑھ لیتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الانبیاء ج ۱ ص ۷۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ حدیث اس جگہ اس لئے بیان کی گئی کہ اگر حضور علیہ السلام نے ایک وعظ میں ازاول تا آخر واقعات بیان فرما دیئے تو یہ بھی آپ کا معجزہ تھا۔ جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام آن کی آن میں ساری زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔

(۱۱) مشکوٰۃ باب مناقب اہل البیت میں ہے۔

تلد فاطمة ان شاء الله غلاما يكون في حبرك۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے خبر دی کہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے فرزند پیدا ہوگا۔ جو تمہاری پرورش میں رہے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب اہل بیت النبی الفصل الاول ص ۵۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۱۲) بخاری باب اثبات عذاب القبر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل ہے۔

مر النبي ﷺ بقبرين يعذبان فقال انهما يعذبان وما يعذبان في كبير اما احدهما فكان لا يستزهِ من البول واما الآخر فكان يمشي بالنميمة ثم اخذ جريدة رطبة فشققها بنصفين ثم غرز في كل قبر واحدة وقال لعله ان يخفف عنهما ما لم ييبسا۔

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

واخرج ابو يعلى وابن منيع والطبراني مثله، عن ابي الدرداء۔

ترجمہ: ابو یعلیٰ، وابن منیع، اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

الشیخ علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

لا شك ان الله تعالى قد اطلعه على ازيد من ذلك والقي عليه علوم الاولين والآخرين۔

ترجمہ: کچھ شک نہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زائد حضور کو علم دیا اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور پر القا فرمایا۔

(مواہب اللہ نیا المقصد الثامن الفصل الثالث ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: حضور علیہ السلام دو قبروں پر گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا تو فرمایا کہ ان دونوں شخصوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی وشواریات میں عذاب نہیں ہو رہا ہے ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا پھر ایک تر شاخ کو لے کر اس کو آدھا آدھا چیرا پھر ہر قبر میں ایک ایک کو گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں شخصوں سے عذاب میں کمی کی جاوے گی۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ)، (سنن ابی داؤد باب الاستبراء من البول ج ۱ ص ۶ رقم الحدیث ۲۰-۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الترمذی ج ۱ ص ۷ مطبوعہ)، (سنن الکبریٰ امام بیہقی ج ۱ ص ۱۰۳ مطبوعہ)، (صحیح ابن خزیمرہ ج ۱ ص ۳۳-۳۴ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۷ مطبوعہ)، (مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۹۶ مطبوعہ)، (صحیح ابن قیام ج ۱ ص ۵۲ مطبوعہ)، (مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۲۳ مطبوعہ)، (مسند اسحاق بن راہویہ ج ۱ ص ۲۳۶ مطبوعہ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۹۸۰-۱۹۸۱ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (طبرانی الاوسط ج ۳ ص ۱۰۲ رقم الحدیث ۲۳۳۳ مطبوعہ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۳۶۶ رقم الحدیث ۴۰۴ مطبوعہ)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ)، (اکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۸۸ رقم الحدیث ۶۷۵۳ مطبوعہ)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوة ذات الرقة مع ثلاث آیات والمعجزات ج ۱ ص ۳۷۱-۳۷۲ ج ۳ ص ۱۳۸-۱۳۹ باب فیما اطلع علیہ من احوال البرزخ والحدیہ والنار غیر ما تقدم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال لابن الجارود باب التزہ فی الابدان والعیاب عن التجاسات ج ۱ ص ۲۲ رقم الحدیث ۱۳۰ مطبوعہ مؤسسۃ الکتاب الثقافیہ بیروت)، (معجم الصحابة ج ۳ ص ۱۳۲-۱۳۳ رقم الحدیث ۱۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سنن الدارمی باب الاقواء من البول ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۷۳۹ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ باب التشدید فی البول ج ۱ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۳۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(۱۳) بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ اور تفسیر خازن میں زیر آیت لاتسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم (پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰) ہے۔
قام علی المنبر فذكر الساعة وذكر ان بين يديها امور اعظاما ثم قال ما من رجل احب ان يسئل عن شئ فليسئل عنه فوالله لاتسئلوني عن شئ الا اخبرتكم ما دمت في مقامی هذا فقام رجل فقال اين مدخلی قال النار فقام عبد الله ابن حذافة فقال من ابی قال ابوك حذافة ثم كثير ان يقول سلوني سلوني۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام منبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے قسم خدا کی جب تک ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں تم کوئی بات ہم سے نہ پوچھو گے مگر ہم تم کو اس کی خبریں گے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرا ٹھکانا کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں عبد اللہ اب حذافہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ۔ پھر بار بار فرماتے رہے کہ پوچھو پوچھو۔

(صحیح البخاری کتاب الاعتصام ج ۲ ص ۱۰۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ.....☆

نیم الریاض میں ہے۔

هذا تمثيل لبيان كل شئ تفصيلاً تارةً واجملاً أخرى۔

ترجمہ: یہ ایک مثال دی ہے اس کی کہ نبی ﷺ نے ہر چیز بیان فرمائی کبھی تفصیلاً کبھی اجمالاً۔

(نیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض فصل من ذلک ما اطلع علیہ من الغیب ج ۳ ص ۵۳ مطبوعہ مکتبۃ بنی ہند)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثانی ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

خیال رہے کہ جہنمی یا جنتی ہونا علوم خمسہ میں سے ہے کہ سعید ہے یا شقی اسی طرح کون کس کا بیٹا ہے یہ ایسی بات ہے کہ جس کا علم سوائے اس کی ماں کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا قربان ان نگاہوں کے جو کہ اندھیرے اجالے دنیا و آخرت سب کو دیکھتی ہیں۔

(۱۳) مشکوٰۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ میں ہے۔

قال يوم خيبر لا عطين هذه الراية غدا رجلاً يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے خیبر کے دن فرمایا کہ ہم کل یہ جھنڈا اس کو دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ خیبر فتح فرمادے گا اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۶۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابة باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۳۵۷ رقم الحدیث ۳۴۹۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۸۷۲ رقم الحدیث ۲۴۰۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۳۶۲ رقم الحدیث ۱۲۸۳۷ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکرمۃ)، (صحیح مسلم کتاب الفہائل باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۷۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح البخاری کتاب الجہاد کتاب المناقب کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر ج ۲ ص ۵۰۶-۶۰۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱۰ ص ۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا جعفر یف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ المستقین ج ۸ ص ۳۳۳-۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی صغیر باب الحکم من اسمہ محمد ج ۲ ص ۱۰-۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند سعد ص ۵۱ مطبوعہ دار البیضاء الاسلامیہ بیروت)، (زاد المعاد فی ہدی خیر العباد فضل فی غزوۃ خیبر ج ۳ ص ۳۲۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابة فی تمیز الصحابة ذکر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۵۶۹ رقم ۵۶۹۲ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

حاشیہ.....☆

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

قال قال رسول الله ﷺ يوم خيبر لا دفعن الراية الى رجلاً يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله و بفتح عليه۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا کہ میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اسے دوست رکھتے ہیں اور وہ محصور یہود کے قلعہ کو فتح کرے گا۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد غزوۃ خیبر ج ۲ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ لا عطين الراية غدا رجلاً يحب الله ورسوله يفتح الله على يديه ليس بفار۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا میں کل ایسے آدمی کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائے گا وہ بھاگے گا نہیں۔

(السيرة النبوية المحررة سیرت ابن ہشام ذکر السیر الی خیبر ج ۳ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (روض الانف للسبیلی غزوۃ خیبر ج ۳ ص ۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

قال يوم خيبر ثم لا دفعن الراية الى رجل يحب الله ورسوله او يحب الله ورسوله فدعا عليا وانه لا رمد ما يبصر موضع قدمه فتفل في عينه ثم دفعها اليه يفتح الله عليه۔

(فضائل صحابه لابن حنبل ج ۲ ص ۵۸۴ رقم الحديث ۹۸۸ مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۵۲ مطبوعه مكتب اسلامي بيروت)

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله لا عطين الراية رجلا يحب الله ورسوله يفتح الله على يديه..... قال فما رجع حتى فتح على يديه۔

(بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث بن اسامہ كتاب المغازی باب ما جاء في شأن خيبر ج ۲ ص ۷۰۸ رقم الحديث ۶۹۶ مطبوعه مركز خدمة السنة والسيرة النبوية المدنية المنورة)

امام ابو جعفر محمد بن جرير طبري متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

لا عطينها غدا رجلا يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله۔

(تاريخ الامم والملوك المعروف تاريخ الطبري غزوة خيبر ج ۲ ص ۱۳۷ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب نسائي متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

قال يوم خيبر لا عطين هذه الراية غدا يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا یا وہ شخص جھنڈا پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(فتاویٰ الصحابة للنسائي ص ۱۵-۱۶ رقم الحديث ۳۶-۳۷-۳۸ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (الذرية الطاهرة النبوية ص ۷۸ رقم الحديث ۱۳۱ مطبوعه دار السلفية الكويت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التميمي متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

لا عطين الراية غدا رجلا يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله يفتح الله على يديه۔

(السيرة النبوية واخبار اهلها لابن حبان السابعة من الهجرة غزوة خيبر ص ۳۰۲ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (المقاتلات ابن حبان السابعة من الهجرة ج ۲ ص ۱۳ مطبوعه دار الفكر بيروت)

محدث کبير امام ابو جعيم احمد بن عبد الله سنهاني متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال يوم خيبر لا عطين هذه الراية رجلا يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا یا وہ شخص جھنڈا پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۶۲ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

قال رسول الله ﷺ لا عطين الراية غدا رجلا يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله ليس بفرار

يفتح الله عز وجل على يديه۔

(الدرر في اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ۱۹۸ مطبوعه دار المعارف القاهرة مصر)

(۱۵) مشکوٰۃ باب المساجد میں ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

عرضت علی اعمال امتی حسنہا وسیتہا فوجدت فی محاسن اعمالہا الا ذی یماط عن الطریق۔
ترجمہ: ہم پر ہماری امت کے اعمال پیش کئے گئے اچھے بھی اور برے بھی ہم نے ان کے اچھے اعمال میں وہ تکلیف دہ چیز بھی پائی جو راستے سے ہٹا دی جائے۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (دلائل النبوة للاصمہانی ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۲۸۰ مطبوعہ دارطیبة الریاض)، (مسند ابوعمران ج ۱ ص ۲۰۶ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۹۱ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

حاشیہ.....☆

امام حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ لا عطين الراية غدا رجلا يحب الله ورسوله يفتح الله عليه۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور وہ محصور یہود کے قلعہ کو فتح کرے گا۔

قال رسول اللہ ﷺ لا عطين الراية غدا اولياخذن الراية غدا رجلا يحبه الله ورسوله او قال يفتح الله عليه۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا یا وہ شخص جھنڈا پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ محبت کرتے ہیں یا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(دلائل النبوة باب ماجاء فی بعث السرايا الى حصون خيبر واخبار النبي ﷺ ص ۲۰۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)
امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

قال يوم خيبر لا عطين هذه الراية غدا رجلا يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اسے دوست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(دلائل النبوة للاصمہانی ص ۱۲۲ رقم الحدیث ۱۳۳ و ۱۸۹ رقم الحدیث ۲۳۲ مطبوعہ دارطیبة الریاض)، (مفہوم الصغوة ذکر حجة اللہ عزوجل لہ وحجة رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۳۱۱ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

امام ابی الربیع سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۳ھ لکھتے ہیں۔

قال قال رسول الله يوم خيبر لا عطين الراية غدا رجلا يحب الله ورسوله يفتح الله على يديه۔

(الاكتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللہ والثلثة الخلفاء غزوة خیبر ج ۲ ص ۱۹۱ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (سنن الترمذی باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۲۳۸ رقم الحدیث ۳۷۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر اختصاصہ باعطاء الراية يوم خیبر وفتحها علی یدیه ص ۷۲-۷۳ مطبوعہ دارالکتب المصریہ)، (تخریج الدلائل السمعیہ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (البدلیہ والنہایہ غزوة خیبر فی اولہاج ج ۳ ص ۳۳۷ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (وسيلة الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۰۶ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوة خیبر من الآیات المعجزات ج ۱ ص ۳۱۷-۳۱۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الانبیاء اب ذکر عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۷۸۷ رقم الحدیث ۱۳۱۷ مطبوعہ دارالکلیل بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بأسیرۃ الخلیفۃ غزوة خیبر ج ۲ ص ۷۲-۷۳ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے یہ بھی بتا دیا کہ کل کیا ہوگا (ما فی غدا) اور یہ بھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کل کیا کریں گے (ماذا تکسب غدا)

(۱۶) مسلم جلد دوم کتاب الجہاد باب غزوہ بدر میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔
قال رسول الله ﷺ هذا مصرع فلان يضع يده على الارض ههنا ههنا قال فما ماط احدهم عن موضع يد رسول الله ﷺ۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے اور اپنے دست مبارک کو ادھر ادھر زمین پر رکھتے تھے راوی نے فرمایا کہ کوئی بھی مقتولین میں سے حضور علیہ السلام کے ہاتھ کی جگہ سے ذرا بھی نہ ہٹا۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوہ بدر ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (حیۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۸-۳۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادات المتقین ج ۸ ص ۳۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۶ مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت)، (مختصر سیرۃ الرسول عبد الوہاب نجدی ص ۱۰۲ مطبوعہ دارالقلم بیروت)، (الوفاء باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (بل الہدی والرشاد غزوہ بدر الکبری ج ۳ ص ۵۳-۵۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدلیۃ والنہلیۃ غزوہ بدر العظمی ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر الطریق الی بدر ج ۲ ص ۳۳۷ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر ص ۱۱۷ مطبوعہ دارالقلم بیروت)، (التحقیق اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ لاماام بخاری باب مناقبہ ومجاسنہ ج ۱ ص ۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الائمة المامون المعروفة بالسیرۃ الخلیفۃ باب غزوہ بدر الکبری ج ۲ ص ۵۵ مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت)، (صفوة الصفوة لابن جوزی ذکر طرف من اخبارہ بالغائبات ج ۱ ص ۱۰۲ مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت)، (طبری الاوسط ج ۸ ص ۲۱۹ رقم الحدیث ۸۴۵۳ مطبوعہ دارالحرمن القاہرۃ)

خیال رہے کہ کون کس جگہ مرے گا۔ یہ علوم خمسہ میں سے ہے جس کی خبر حضور علیہ السلام جنگ بدر میں ایک روز پہلے دے رہے ہیں۔

حاشیہ.....☆

امام ابو داؤد متوفی ۲۵۷ھ روایت کرتے ہیں۔

قال انس قال رسول الله ﷺ هذا مصرع فلان غدا ووضع يده على الارض وهذا مصرع فلان غدا ووضع يده على الارض وهذا مصرع فلان غدا ووضع يده على الارض فقال والذي نفسي بيده ما جاوز احد منهم عن موضع يد رسول الله ﷺ فاخذوا بارجلهم فسحبوا فالتقوا في قليب بدر۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (جنگ بدر کے دن) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور آپ نے زمین پر ہاتھ رکھا اور کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور زمین پر ہاتھ رکھا تھا کوئی شخص اس سے بالکل متجاوز نہیں ہوا (اسی جگہ گر کر مرا) پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں ڈال دیا گیا۔

(سنن ابی داؤد باب فی الاسیریناں منہ وضرب وقرن ج ۳ ص ۵۸ رقم الحدیث ۲۶۸۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۱ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وفيه معجزتان من اعلام النبوة احدهما اخباره ﷺ بمصرع فلان يتعد مصرعه الثانية اخبار ﷺ بان الغلام الذي كانوا يضربونه بصدق اذا تركوه ويكذب اذا ضربوه وكان كذلك في نفس الامر۔

ترجمہ: اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ کے دو معجزوں کا ذکر ہے جو کہ آپ کی نبوت کی نشانیاں ہیں۔ ایک آپ ﷺ کا ان کے جابر سرداروں کی قتل گاہوں کی خبر دینا کہ کسی نے اپنی قتل گاہ سے تجاوز نہ کیا۔ دوسرا معجزہ آپ ﷺ کا یہ بتانا کہ جس لڑکے کو وہ مار رہے تھے۔ جب اسے پھوڑتے تو وہ سچ بولتا اور جب اسے مارتے تو وہ جھوٹ بولتا اور یہی حقیقت تھی۔ (سچ کیا تھا اور جھوٹ کیا؟ اس کو صحابہ کرام رضی

(۱۷) مشکوٰۃ باب المعجزات میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ ☆

فقال رجل تالله ان رءيت كاليوم ذئب يتكلم فقال الذئب اعجب من هذا رجل في النخلات بين الحرتين يخبركم بما مضى وما هو كائن بعدكم۔

ترجمہ: شکاری آدمی نے کہا کہ میں نے آج کی طرح کبھی نہ دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے تو بھیڑیا بولا کہ اس سے عجیب بات یہ ہے کہ (ایک صاحب (حضور) دو میدانوں کے درمیانی نخلستان (مدینہ منورہ) میں ہیں اور تم کو گزشتہ اور آئندہ کی خبریں دے رہے ہیں۔ (سیرۃ ابن اسحاق اعلام النبوة ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۳۳۳ مطبوعہ معمد الدراسات والابحاث للتعريب) (طبقات الکبریٰ ابن سعد ذکر علامات النبوة بعد نزول الوحی علی رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۷۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (اعلام النبوة فی معجزہ بما ظہر من البہائم ص ۱۸۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۸۳ رقم الحدیث ۱۱۸۰۹ مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر)، (الاستیعاب ج ۲ ص ۶۳۹ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (دلائل النبوة علامہ ص ۱۱۲-۱۱۳ رقم الحدیث ۱۱۶ و ۱۸۲ رقم الحدیث ۳۳۳ مطبوعہ دار طيبة الرياض)

حاشیہ..... ☆

اللہ عنہم نہ سمجھ سکے اور آقا علیہ السلام نے واضح فرمادیا یہی غیب بتانا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرا معجزہ تھا (صحیح مسلم مع نووی کتاب الجہاد باب غزوۃ بدر ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حافظ ابو عمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

يقول هذا مصرع فلان وهذا مصرع فلان فما عدا واحد منهم مصرعه ذلك الذي حده رسول الله ﷺ (الدرر فی اختصار المغازی والسير لابن عبدالبر ص ۱۰۵ مطبوعہ دار المعارف القاہرہ مصر)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

واخبر عن مصارع المشركين يوم بدر فوجد كل واحد في مصرعه الذي اخبر به۔ (وسيلة الاسلام بالنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ص ۱۳۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وجعل يشير بيده هذا مصرع فلان وهذا مصرع فلان وهذا مصرع فلان ان شاء الله فما تعدى احد منهم مضوع اشارته۔ (زاد المعاد فی حدی خیر العباد ج ۳ ص ۱۷۶ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحنفی الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں۔

يقول هذا مصرع عتبة بن ربيعة وهذا مصرع شيبة بن ربيعة وهذا مصرع امية بن خلف وهذا مصرع ابي جهل بن هشام وهذا مصرع فلان غدا ان شاء الله تعالى اى ويضع ﷺ يره الشريفة على الارض فما تنحى احدهم عن موضع يده۔ (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسيرۃ الخلیفہ باب غزوۃ بدر الکبریٰ ج ۲ ص ۳۳۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

☆ امام ابی القرج عبدالرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۹ھ لکھتے ہیں۔

قال الذئب اعجب من هذا رجل في النخلات بين الحرتين يخبركم بما مضى وما هو كائن من بعدكم۔

ترجمہ: بھیڑیے نے کہا یہ تو کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے دراصل حیرت و تعجب کا موجب تو یہ بات ہے کہ سنگستانوں کے درمیان

نخلستان میں ایک ہستی جلوہ فرما ہے جو گزرے ہوئے واقعات بھی بتلاتے ہیں اور آنے والے بھی۔

(الوقایا حوال المصطفیٰ باب الثانی فی ذکر اعلام الوحش ج ۱ ص ۱۵۹ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

حاشیہ.....☆

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۲۶۸ھ لکھتے ہیں۔

فقال الذئب اعجب من هذا رجل في النخلات بين الحرتين يخبركم بما مضى وما هو كائن بعدكم۔
ترجمہ: بھیڑیا کہنے لگا اے بکریوں والے! اس سے کہیں زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ ان دو سنگستانوں کے درمیان کھجوروں کے باغات والے شہر میں ایک مرد خدا جلوہ فرما ہے جو تمہیں ماضی کی خبریں بھی دیتا ہے اور جو کچھ تمہارے بعد مستقبل میں ہونے والا ہے ان واقعات کی خبریں بھی دیتا ہے۔

(الذکر فی احوال الموتی وامور الآخرة باب امور تکون بین یدی الساعۃ ج ۲ ص ۵۲۷ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگلی پشاور)
حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۲ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال الذئب اعجب من هذا رجل في النخلات بين الحرتين يخبركم بما مضى وما هو كائن بعدكم۔
ترجمہ: بھیڑیے نے کہا اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک آدمی دو میدانوں کے درمیان واقع نخلستان (مدینہ) میں بیٹھ کر بتلا رہا ہے کہ کیا ہو چکا ہے اور آئندہ کیا ہوگا۔

(البدایۃ والنہایۃ قصۃ الذئب وفحادثۃ بالرسالة ج ۶ ص ۱۳۳ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

امام اسحاق بن ابراہیم راہویہ متوفی ۲۳۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال الذئب او اعجب من ذلك رجل بين النخلات بين الحرتين يخبركم بما مضى وما هو كائن بعدكم۔
(مسند اسحاق بن راہویہ ج ۱ ص ۳۵۷ رقم الحدیث ۳۶۰ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال اعجب من هذا رجل في النخلات بين الحرتين يخبر بما مضى وما هو كائن بعدكم۔
ترجمہ: بھیڑیے نے کہا اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک آدمی دو میدانوں کے درمیان واقع نخلستان (مدینہ) میں بیٹھ کر بتلا رہا ہے کہ کیا ہو چکا ہے اور آئندہ کیا ہوگا۔

(دلائل النبوة امام ابو نعیم اصفہانی اردو ص ۳۳۷-۳۳۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج أحمد وابن سعد والبخاري والبيهقي وصحاحه وابو نعيم من طرق عن ابي سعيد الخدري قال: بينما راع يرعى بالحرّة اذ عرض ذئب لشاة من شياهه فحال الراعي بين الذئب وبين الشاة فاقعى الذئب على ذنبه ثم قال للراعي الا تتقى الله تعالى تحول بيني وبين رزق ساقه الله تعالى الى فقال الراعي العجب من الذئب يتكلم بكلام الانس فقال الذئب الا احذثك باعجب من ذلك رسول الله ﷺ بين الحرتين يحدث الناس بانباء ما قد سبق فساق الراعي غنمه حتى قدم المدينة فدخل على النبي ﷺ فحدث به حديث الذئب فقال رسول الله ﷺ صدق صدق الا انه من اشراط الساعة كلام السباع للانس والذي نفسي بيده لا تقوم الساعة حتى تكلم السباع الانس ويكلم الرجل شراك نعله وعذبة سوطه ويخبره فخذ بهما احدث اهله من بعده۔

ترجمہ: امام احمد وابن سعد وبخاری وبیہقی رحمہم اللہ اور حاکم و بیہقی رحمہما اللہ دونوں نے صحیح بتا کر اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد سندوں کے

(۱۸) تفسیر خلاص پارہ ۴ ربر آیت ما کان اللہ لیلذر المؤمنین علی ما انتم علیہ (پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۷۹) ہے۔

قال رسول اللہ علیہ السلام عرضت علی امتی فی صورہا فی الطین کما عرضت علی ادم و عملت من یوم من بی ومن یکفر بنی فبلغ ذلك المنافقین قالوا استهزاء زعم محمدا انه یعلم من یوم من بہ ومن یکفر ممن لم یخلق بتعدونحن معہ وما یعرفنا فبلغ ذلك رسول اللہ ﷺ فقام علی المنبر فحمد اللہ اثنی علیہ ثم قال ما بال اقوام طعنوا فی علمی لا تسئلونی عن شئی فیما بینکم و بین الساعة الا انباتکم

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم پر ہماری امت پیش فرمائی گئی اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش ہوئی تھی ہم کو بتا دیا گیا کون ہم پر ایمان لاویگا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگا کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی کافر و کھوس کی خبر ہو گئی ہم تو ان کے ساتھ ہیں اور ہم کو نہیں پہچانتے یہ خبر حضور علیہ السلام کو پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم میں طعن کرتے ہیں اب سے قیامت تک کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے پوچھو گے ہم تم کو خبر دیں گے۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ حضور علیہ السلام کے علم میں طعن کرنا منافقوں کا طریقہ ہے۔ دوسرے یہ کہ قیامت تک کے واقعات سارے حضور علیہ السلام کے علم میں ہیں۔

(الباب التاویل فی معانی التزیل المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱۹) مشکوٰۃ کتاب الفتن باب الملاحم فصل اول میں مسلم سے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔

انی لاعرف اسماء ہم واسماء اباہم و الوان خیولہم خیر فوارس او من خیر فوارس علی ظہر الارض۔

ترجمہ: ہم ان (دجال سے جہاد کی تیاری کرنے والوں) کے نام ان کے باپ دادوں کے نام ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتے ہیں۔

حاشیہ.....☆

ساتھ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حرہ میں ایک چرواہا بکریاں چرواہا تھا اچانک بھیڑ یا اس کی بکریوں میں سے ایک بکری پر لپکا تو چرواہا بکری اور بھیڑ کے درمیان حائل ہو گیا۔ بھیڑ یا اپنی دم پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اس نے چرواہے سے کہا کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا کہ میرے اور اس رزق کے درمیان جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجا حائل ہوتا ہے؟ چرواہے نے کہا تعجب ہے کہ بھیڑ یا انسان جیسی بات کرتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا کیا میں اس سے زیادہ تعجب کی بات نہ بتاؤں وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان گزشتہ واقعات کی خبریں لوگوں کو بتا رہے ہیں۔ یہ سن کر اس چرواہے نے اپنی بکریوں کو ہانک دیا اور خود مدینہ منورہ چل دیا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے بھیڑیے کی بات بیان کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا اس نے سچ کہا لوگوں سن لو انسانوں سے درندوں کا بات کرنا قیامت کی علامتوں میں سے ایک ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک درندے انسانوں سے بات نہ کریں اور مردے اس کی جوتی کا تسمہ اور اس کے کوڑے کا پھندا بات کرے گا اور اس کی رائے وہ بات بتائے گی جو اس کے جانے کے بعد اس کی بیوی سے رونما ہوئی ہوگی۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصوصیات مصطفیٰ ﷺ محمد ہارون مجاہد یویندی ج ۲ ص ۲۵۴ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)،

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب اخبار الذئب بنوہ ﷺ ج ۸ ص ۲۹۴ مطبوعہ مؤسسة المعارف بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب

السادس فی معجزات ﷺ المتعلقة بتکلیف البہائم لہ وشہادتها برسالة الخ ص ۳۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

وہ روئے زمین پر بہترین سوار ہیں۔

(مسلم رقم الحدیث ۲۲۲۳ کتاب الفتن باب فصل فی اشرط الساعۃ ج ۲ ص ۹۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)۔ مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵۔ مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۳۳۷۔ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۲۰۸۱۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۳۹۔ (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث ۵۳۲۲ کتاب الفتن باب الملاحم الفصل الاول ص ۳۶۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المرفۃ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲۰) مشکوٰۃ شریف باب مناقب ابی بکر و عمر میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہوں فرمایا ہاں وہ عمر ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب ابی بکر و عمر الفصل الثالث ص ۵۶۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت تک کے سارے لوگوں کے تمام ظاہری اور پوشیدہ اعمال کی پوری خبر ہے اور آسمانوں کے تمام ظاہر و پوشیدہ تاروں کا بھی تفصیلی علم ہے۔ حالانکہ بعض بعض تارے اب تک فلاسفہ کو سائنسی آلات سے بھی معلوم نہ ہو سکے۔ حضور علیہ السلام نے ان دونوں چیزوں کو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ عمر کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں۔ دو چیزوں کی برابری یا کمی بیشی وہ ہی بتا سکتا ہے جسے دونوں چیزوں کا علم بھی ہو اور مقدار بھی معلوم ہو۔

ان کے علاوہ اور بہت سے احادیث پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اختصار اسی قدر پر کفایت کی گئی ان احادیث سے اتنا معلوم ہوا کہ تمام عالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اس طرح ہے جیسے اپنی کف دست۔ خیال رہے کہ عالم کہتے ہیں ماسواء اللہ کو تو عالم اجسام عالم ارواح عالم امر عالم امکان عالم ملائکہ عرش و فرش غرضیکہ ہر چیز پر حضور علیہ السلام کی نظر ہے اور عالم میں لوح محفوظ بھی ہے۔ جس میں سارے حالات ہیں۔ دوسرے یہ معلوم ہوا کہ اگلے پچھلے سارے واقعات پر بھی اطلاع رکھتے ہیں۔ تیسرے یہ معلوم ہوا کہ تاریک راتوں میں تنہائی کے اندر جو کام کئے جاویں وہ بھی نگاہ مصطفیٰ علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں کہ عبد اللہ کے والد حذیفہ کو بتا دیا۔ چوتھے یہ معلوم ہوا کہ کون کب مرے گا۔ یہاں مرے گا۔ کس حال میں مرے گا۔ کافر یا مومن عورت کے پیٹ میں کیا ہے یہ بھی میرے حضور علیہ السلام پر مخفی نہیں غرضیکہ ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ علم میں ہے ﷺ۔



تیسری فصل..... شارحین احادیث کے اقوال میں درباہ علم غیب

(۱) یعنی شرح بخاری۔ فتح الباری ارشاد الساری شرح بخاری۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ میں حدیث نمبر ۱ کے ماتحت ہے۔
 فيه دلالة على انه اخبر في المجلس الواحد بجميع احوال المخلوقات من ابتداءها الى انتهائها۔
ترجمہ: اس حدیث میں دلالت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک ہی مجلس میں ساری مخلوقات کے سارے حالات کی ازابتداء تا انتہاء خبر دے دی۔

(مرقاہ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)، (ارشاد الساری ج ۵ ص ۲۵۰)، (حاشیہ صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)،
 (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۹۱ مطبوعہ دارالنشر الکتاب الاسلامیہ لاہور)، (عمدة القاری ج ۱۵ ص ۱۱۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

(۲) مرقاة شرح مشکوٰۃ اور شرح شفا للملا علی قاری و زرقانی شرح مواہب۔ نسیم الریاض شرح شفا میں حدیث نمبر ۳ میں ہے۔
 وحاصله انه طوى له الارض وجعلها مجموعة كهيئة كف فيه مرة ينظر الى جمعها وطواها
 بنقريب بعيدها الى قريبها حتى اطلعت على ما فيها۔
ترجمہ: اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے لئے زمین سمیٹ دی گئی اور اس کو ایسا جمع فرما دیا گیا جیسے ایک ہاتھ میں
 آئینہ ہو اور وہ شخص اس پوزے آئینے کو دیکھتا ہے اور زمین کو اس طرح سمیٹا کہ دور والی کو قریب کر دیا اس کے قریب کی طرف۔ یہاں تک
 کہ ہم نے دیکھ لیا ان تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں۔

حاشیہ.....☆

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الساری میں اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاة میں امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔
 قال الطيبي حتى غاية اخبرنا اي اخبرنا مبتدئا من بدء الخلق حتى انتهى الى دخول اهل الجنة
 الجنة ووضع الماضي موضع المضارع للتحقق المستفاد من قول الصادق الامين ودل ذلك على انه اخبر
 بجميع احوال المخلوقات منذ ابتدئت الى ان تفنى الى ان تبعث۔
ترجمہ: طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حتیٰ اخبرنا کی غایت کے لئے ہے یعنی آپ ﷺ نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے لے کر لوگوں کے
 جنت میں داخل ہونے تک کے بارے میں خبر دے دی اور یہاں ماضی مضارع کی جگہ آیا ہے صادق اور امین نبی ﷺ کے فرمان گرامی
 سے حاصل ہونے والے تحقق کی وجہ سے یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے تمام مخلوقات کے تمام احوال ازابتداء تا انتہاء
 اور دوبارہ اٹھائے جانے تک کے بارے میں خبر دے دی۔

(مرقاہ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

وفي تيسير ايراد ذلك في مجلس واحد من خوارق العادة امر عظيم و يقرب ذلك مع كون
 معجزاته لا مبرية في كثرتها انه ﷺ اعطى جوامع الكلم و مثل هذا من جهة اخرى ما رواه الترمذي من
 حديث عبد الله بن عمرو بن العاص خرج علينا رسول الله ﷺ و في يده كتابان فقال الذي في يده اليمسى
 هذا الكتاب من رب العالمين فيه اسماء اهل الجنة واسماء آبائهم و قبائلهم ثم اجمل على آخرهم فلا
 يزداد فيهم و لا ينقص منهم ابدا اثم قلل للذي في شماله مثله في اهل النار۔

ترجمہ: حضور ﷺ ایک ہی مجلس میں روز قیامت تک کہ احوال و واقعات کا بیان فرماتا آپ کا عظیم معجزہ ہے اور آپ ﷺ کی شان جوامع

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حدیث نمبر ۵ کے ماتحت ہے۔

فعلمت بسبب وصول ذلك الفيض ما في السموات والارض يعني ما اعلمه الله مما فيهما من الملائكة والاشجار وغيرها وهو عبارة عن سعة علمه الذي فتح الله وقال ابن خنجر اي جميع الكائنات التي في السموات بل وما فوقها كما يستفاد من قصة المعراج والارض هي بمعنى الجنس وجميع ما في الارضين السبع بل وما تحتها كما افاده اخباره عليه السلام عن النور والحوث الذي عليهما الارضون۔

ترجمہ: اس فیض کے پہنچنے سے ہم نے تمام وہ چیزیں جان لیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں یعنی آسمان و زمین میں وہ چیزیں جو اللہ نے بتائیں فرشتے اور درخت وغیرہ یہ آپ کے اس وسیع علم کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر فرمایا۔ ابن حجر نے فرمایا کہ جان لی وہ تمام مخلوقات جو آسمانوں (بلکہ جو اس کے اوپر ہے) جیسا کہ حدیث معراج سے معلوم ہوتا ہے اور زمین میں ہے اور تمام وہ چیزیں جو ساتوں زمین بلکہ جو اس نیچے ہیں جیسا کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے جن میں حضور علیہ السلام نے گائے اور مچھلی کی خبر دی جن پر زمینیں قائم ہیں۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اشعة الممعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث ۵ کے ماتحت ہے۔

دانستہ ہر چہ در آسمانها و ہر چہ در زمینها بود عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزئی و کلی و احاطہ آں۔

ترجمہ: یہ حدیث تمام جزئی و کلی علموں کے حاصل ہونے اور اس کے احاطہ کا بیان ہے۔

(اشعة الممعات فارسی القفل الثانی باب الساجد ج ۱ ص ۳۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

حاشیہ.....☆

الکلم (طویل کلام کو چند جملوں میں بیان کرنا) کا آئینہ دار ہے۔ اور اس کی مثال ایک دوسری جہت سے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ کہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے در آنحالیکہ آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں دائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں اہل جنت اور ان کے آباء اور ان کے قبیلوں کے نام ہے ان پر کبھی بھی نہ کوئی نام زیادہ ہو سکتا ہے اور نہ کوئی نام کم ہو سکتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں اہل دوزخ کی نسبت اسی کی مثل بیان فرمایا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۹۱ مطبوعہ دار النشر الکتاب الاسلامیہ لاہور)

امام بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

وفی ابراد ذلك كله فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادة و كيف وقد اعطى جوامع الکلم مع ذلك۔

ترجمہ: حضور ﷺ ایک ہی مجلس میں روز قیامت تک کے احوال و واقعات کا بیان فرماتا آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ ﷺ کو اس کے ساتھ جوامع الکلم بھی عطا کیے گئے۔

(عمدة القاری ج ۱۵ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

و هذا من خوارق العادة ففيه تيسير القول الكثير في الزمن القليل۔

ترجمہ: اور آپ ﷺ کا ابتدائے خلق سے قیامت تک کے احوال کی ایک ہی مجلس میں خبر دینا آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک ہے اس حدیث میں کثیر کلام کر کے تھوڑے وقت میں بیان کر دینے کا معجزہ ہے۔

(ارشاد الساری ج ۵ ص ۲۵۰)

اشعة الممعات میں حدیث نمبر ۷ کے ماتحت بیان فرمایا۔

پس ظاهر شد مہر چیز از علوم دشنا ختم ہمہ را۔

ترجمہ: ہم پر ہر قسم کا علم ظاہر ہو گیا اور ہم نے سب کو پہچان لیا۔

(اشعة الممعات فارسی مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ زرقانی شرح مواہب میں اسی حدیث نمبر ۷ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ای اظهر و کشف لی الدنیا بحیث احطت بجمع ما فیہا فانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی
یوم القیمة کانما انظر الی کفی هذه اشارة الی انه نظر حقیقة دفع به انه ارید بالنظر العلم۔

ترجمہ: یعنی ہمارے سامنے دنیا ظاہر کی گئی اور کھولی گئی کہ ہم نے اس کی تمام چیزوں کا احاطہ کر لیا پس ہم اس دنیا کو اور جو کچھ اس میں
قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے حقیقت ملاحظہ فرمایا یہ
احتمال دفع ہو گیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔

(شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیة المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثاني ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المرفعة بیروت)

(۸) امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں زیر حدیث نمبر ۸ فرماتے ہیں۔

ولا شک ان الله قد اطلعه علی ازید من ذلك والقی علیہ علم الاولین والآخرین۔

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ اللہ نے حضور کو اس سے بھی زیادہ پر مطلع فرمایا اور آپ کو سارے اگلے پچھلے حضرات کا علم دیا۔

(مواہب اللدنیة المقصد الثامن الفصل الثالث ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملاحظی قاری مرقاة میں حدیث نمبر ۷ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ینخر بکم بما مضی ای سبق من خبر الاولین من قبلکم وما ہو کائن بعدکم ای من نبا الاخرین فی
الدنیا ومن احوال الاجمعین فی العقبی۔

ترجمہ: تم کو حضور علیہ السلام اگلوں کی گزری ہوئی خبریں دیتے ہیں اور جو کچھ تمہارے بعد پچھلوں کی خبریں ہیں وہ بھی بتاتے ہیں۔
دنیاوی حالات اور آخرت کے سارے حالات۔

(۹) مرقاة میں حدیث نمبر ۱۹ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فیہ مع کونہ من المعجزات دلالة علی ان علمہ علیہ السلام محیط بالکلیات والجزئیات من
الکائنات وغیرہا۔

ترجمہ: اس حدیث میں معجزہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ اس پر بھی دلالت ہے کہ حضور علیہ السلام کا علم کلی اور جزئی واقعات کو گھیرے ہوئے ہے۔
(مرقاة شرح مشکوٰۃ ج ۱۰ ص ۱۵۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

محدثین کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام تمام عالم کو اور اس میں ازل تا ابد ہونے والے واقعات کو اس طرح
ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ جیسے کوئی اپنے ہاتھ میں آئینہ لے کر اس کو دیکھتا ہے اس عالم میں لوح محفوظ بھی ہے دوسرے یہ معلوم ہوا کہ تمام
اولین و آخرین یعنی انبیاء و ملائکہ و اولیاء کا علم آپ کو عطا فرمایا گیا۔ انبیاء میں حضرت آدم و حضرت خلیل و حضرت نبی علیہم السلام داخل ہیں۔
اور ملائکہ میں حاملین عرش اور حاضرین لوح محفوظ بھی شامل ہیں اور ان کا علم تو سارے ماکان و مایکون کو محیط ہے۔ تو حضور علیہ السلام کے
علم کا کیا پوچھنا۔ اس وسعت علم میں علوم خمسہ بھی آگئے۔

چند مزید احادیث سے علم غیب کا ثبوت

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے چند احادیث بیان فرمائی فقیر ناچیز علم غیب کے ثبوت میں مزید ۴۰ احادیث پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

حدیث نمبر (۱)..... نجاشی رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر دینا

نجاشی ملک حبشہ کے بادشاہ کا لقب تھا جو کوئی وہاں کا بادشاہ ہوتا تھا اسے نجاشی کہتے تھے اس نجاشی کا نام اصحمہ رضی اللہ عنہ تھا جو پہلے عیسائی تھا لیکن جب حضور ﷺ کا نامہ مبارک جس میں اس کو دعوت اسلام دی گئی تھی ملا تو حضور ﷺ پر ایمان لے آیا اور آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا۔

امام علی بن محمود بن سعد الخزاعی متوفی ۷۹ھ لکھتے ہیں۔

فاسلم النجاشی وشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله۔

ترجمہ: نجاشی رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور گواہی دی تو حیدر رسالت کی۔

(تخریج الدلائل السمعیہ ص ۲۹۷ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

نجاشی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ولولا ما انا فيه من الملك لاتبته حتى اقبل نعله۔

ترجمہ: اگر میں ملک (حکمرانی) کے مسائل میں نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کے پاس آ کر آپ ﷺ کے نعلین کو چومتا۔

(صفوة الصفوة ج ۱ ص ۵۱۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ ایک طویل روایت میں لکھتے ہیں۔

فقام رسول الله ﷺ فتوضا ثم دعا اللهم اغفر للنجاشی فقال المسلمون آمین۔

ترجمہ: حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور پھر تین مرتبہ یہ دعا کی اے اللہ نجاشی کی مغفرت فرما پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آمین کہا۔ (المجم الکبیر طبرانی ما سند جعفر رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۱۰ رقم الحدیث ۱۲۷۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

فقام رسول الله ﷺ فتوضا ثم دعا ثلاث مرات اللهم اغفر للنجاشی فقال المسلمون آمین۔

ترجمہ: حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور پھر تین مرتبہ یہ دعا کی اے اللہ نجاشی کی مغفرت فرما پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آمین کہا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۳۷ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام ابوداؤد متوفی ۲۵۷ھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة رضي الله عنها قالت لما مات النجاشی كنا نتحدث انه لا يزال يرى على قبره نور۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں ہم گفتگو کیا کرتے تھے کہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی قبر پر ہمیشہ ایک نور نظر آتا ہے۔

(سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی النوریری عند قبر الشہید ج ۱ ص ۳۳۱-۳۳۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی النوریری عند قبر الشہید ج ۳ ص ۱۶ رقم الحدیث ۲۵۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (دلائل النبوة باب نبی رسول اللہ ﷺ النجاشی فی الیوم الخ ج ۳ ص ۳۱۱-۳۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سیرۃ ابن اسحاق حدیث الحجۃ الاولی الی الحبشہ ج ۳ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۲۹۲ مطبوعہ معہد الدراسات والابحاث للتعریب)، (روض الانف للتعہلی باب النور الذی کان علی قبر النجاشی ج ۲ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۳۰-۳۳۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابة فی تمیز الصحابة ذکر اصحہ بن ابی النجاشی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۳۷۳ مطبوعہ دار البیروت)، (الاكتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ ﷺ من مکة الی ارض الحبشہ فرار ابدتھم من الفتنہ ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر باب ہجرة من حاجر من اصحاب رسول اللہ ﷺ من مکة الی ارض الحبشہ فرار ابدتھم من الفتنہ ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

اور جب نجاشی رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو حضور ﷺ اسی دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی وفات کی خبر سنائی اور ان پر نماز جنازہ پڑھا اور نماز جنازہ کے بعد حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے لئے دعا بھی فرمائی۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

وحدثني عبد الملك بن شعيب بن الليث قال حدثني ابي عن جدي قال نا عقيل بن خالد عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب و ابي سلمة بن عبد الرحمن انهما حدثاه عن ابي هريرة رضي الله عنه انه قال قال رسول الله ﷺ النجاشي صاحب الحبشة في اليوم الذي مات فيه فقال استغفروا لأخيكم۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

(مسلم شریف ج ۱ ص ۳۰۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

انبا قتيبة بن سعيد قال ثنا سفيان عن الزهري عن ابي سلمة عن ان ابي هريرة قال ثم لما مات النجاشي قال النبي ﷺ استغفروا له۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لئے استغفار کرو۔

(سنن الکبری للنسائی ج ۱ ص ۶۵۷ رقم الحدیث ۲۱۶۸-۲۱۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسائی شریف ج ۱ ص ۲۸۷ مطبع مجتہائی پاکستان لاہور)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۱ رقم الحدیث ۲۱۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (مسند ابی ہریرہ ج ۱ ص ۳۱۰ رقم الحدیث ۱۸۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فتح الربانی مع شرح بلوغ الامانی ج ۷ ص ۲۲۰-۲۲۱ رقم الحدیث ۱۷۳ مطبوعہ مصر)، (المستقی لابن الجارود کتاب الجہاد ج ۱ ص ۱۳۱ رقم الحدیث ۵۳۳ مطبوعہ مؤسسۃ الکتاب الثقافیہ بیروت)، (الاصابة فی تمیز الصحابة ذکر جریر بن عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۷۵ رقم الحدیث ۱۱۳۸ مطبوعہ دار البیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ ج ۹ ص ۲۸-۲۹ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ابی منصور محمد بن محمد محمود الماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں۔

وعن الحسن قال: لما مات النجاشی، قال رسول الله ﷺ: استغفروا لأخیکم۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

(۲ ویلے اہل السنۃ تفسیر الماتریدی ج ۲ ص ۵۶۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا العباس بن احمد ان الحنفی ثنا محمد بن عیید بن شعبلة حدثنا ابی ثنا شریک عن الشیبانی عن الشعبي عن جریر قال قال له النبی ﷺ ان اخاکم النجاشی قد مات فاستغفروا له۔

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی وفات پا گیا ہے ان کے لئے استغفار کرو۔ (انجم الکبیر طبرانی ج ۱ ص ۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق)، (انجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۳۱۳ رقم الحدیث ۲۳۵۰-۲۳۵۱-۲۳۵۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند الشامیین ج ۱ ص ۸۵ رقم الحدیث ۱۱۶ و ۱۰۴ رقم الحدیث ۱۵۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر عبد الرحمن بن محمد رحمۃ اللہ علیہ ج ۹ ص ۲۸-۲۹ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (دلائل النبوة لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۳۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا یونس قال ثنا بن وهب قال اخبرنی مالک عن بن شهاب عن سعید بن المسیب عن ابی هريرة ثم ان رسول الله ﷺ نعی للناس النجاشی فی الیوم الذی مات فیہ ثم خرج الی المصلی فصف بهم وکبر علیہ اربع تکبیرات۔

(شرح معانی الآثار باب الکبیر علی الجناز ج ۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی هريرة انه قال نعی لنا رسول الله ﷺ النجاشی صاحب الحبشة فی الیوم الذی مات فیہ فقال استغفروا لأخیکم۔

ترجمہ: حضرت ابو هریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

(السنن الکبری ج ۳ ص ۵۷ رقم الحدیث ۶۹۳۲ ص ۸۲ رقم الحدیث ۷۰۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة باب نعی رسول اللہ ﷺ النجاشی النجاشی فی الیوم الذی مات فیہ ص ۳۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاستیعاب ج ۱ ص ۱۶۹ مطبوعہ دارالکحل بیروت)، (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۱ ص ۲۴ رقم الحدیث ۱۳۱۷ و ۱۳۱ رقم الحدیث ۱۳۲۱ مطبوعہ احیاء التراث العربیہ بیروت)، (مسند الربیع باب صلاة الجناز ج ۱ ص ۱۹۳ رقم الحدیث ۳۷۹ مطبوعہ دارالحکمة بیروت)، (شرح السنۃ ج ۳ ص ۲۳۹ رقم الحدیث ۱۳۸۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث الخارئة ج ۵ ص ۳۰ رقم الحدیث ۱۶۳۹ و ج ۶ ص ۶۱-۶۲-۶۳ رقم الحدیث ۲۰۳۷-۲۰۳۸ مطبوعہ مکتبۃ المنهج الحدیث مکہ مکرمہ)، (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (جامع المسانید والسنن ج ۲ ص ۵۹۰ رقم الحدیث ۳۸۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (تحفۃ النکاح ج ۲ ص ۱۳ رقم الحدیث ۸۸۳ مطبوعہ دارحراء مکہ المکرمہ)، (الاصابة فی تمیز الصحابة ذکر ائمتہ بن بحر النجاشی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۲۷۳ مطبوعہ دارالکحل بیروت)، (عمدة الاحکام کتاب الجناز ج ۲ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۷۷۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خلاصة البدر المنیر ج ۱ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۹۲۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)، (تفہیم الکبیر کتاب الجناز ج ۲ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۷۷۳ مطبوعہ المدینۃ المنورة)،

☆.....

(الدر المنثور فی التفسیر المأثور ج ۲ ص ۲۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (فتح الوہاب کتاب الجہان فی صلاۃ لمیت ج ۱ ص ۱۶۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (روض الأنف مع سیرۃ النبویہ لایمام ابن ہشام ج ۲ ص ۱۱۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ واثباتہ الخلفاء ذکر الحجۃ الی ارض الحبشہ ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (شرح زرقانی علی الموطاء ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الشفاعہ لیس حق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۰-۲۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تسمیہ الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۲ ص ۲۰۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدیہ ج ۱ ص ۲۰۶ مطبوعہ دارالعرفہ بیروت)، (الوفاء باحوال المصطفیٰ الباب الرابع فی ذکر ارسال رسول اللہ ﷺ الی النجاشی و کتاب الیہ ج ۲ ص ۳۶ مطبوعہ مصطفیٰ الباب ص ۱)، (اعلام النبوة الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الاحاد ص ۱۵۷ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (معجم الصحابة ج ۱ ص ۱۳۹ رقم ۱۵۵ ص ۱۹۲ رقم ۲۱۶ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریہ المدینۃ المنورہ)، (السیرۃ النبویہ و اخبار الخلفاء لابن حبان ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قوله ولا اراه الا قد مات يريد والله اعلم قبل بلوغ الهدية اليه وهذا القول صدر منه قبل موته ثم لما مات نعاہ فی اليوم الذي مات فيه وصلى عليه۔

ترجمہ: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ ”میں نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ فوت ہو گیا ہے“ واللہ اعلم آپ نے ہدیوں کو اس کی طرف بھیجنے سے پہلے خبر دینے کا ارادہ فرمایا اور اس کے فوت ہونے سے پہلے آپ نے ان کلمات کو صادر فرمایا۔ اس کے بعد جب وہ فوت ہوا تو حضور ﷺ نے اسی دن اس کے فوت ہونے کی خبر دیدی اور اس پر نماز پڑھی تھی۔

(دلائل النبوة باب نعی رسول اللہ ﷺ النجاشی فی اليوم النجاشی ج ۳ ص ۳۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۶۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (معجم الزوائد و معجم الفوائد باب اخبار رسول اللہ ﷺ بالمغنیات ج ۸ ص ۲۹۲ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (دلائل النبوة و طلا صحنی ص ۱۵۰ رقم الحدیث ۱۶۲ مطبوعہ دار طہیۃ الریاض)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

وروی الحافظ البیہقی من طریق مسلم بن خالد الزنجی عن موسیٰ بن عقبہ عن ابیہ عن ام کلثوم قالت: لما تزوج النبی ﷺ ام سلمة قال قد اهدیت الی النجاشی اواقی من مسک وحلة وانی لا اراه قد مات ولا اری الهدیۃ الا سترد علی فان ردت علی اظنه قال فسمتها بینکن او فہی لك قال فکان کما قال رسول اللہ ﷺ مات النجاشی و ردت الهدیۃ.....

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو آپ نے فرمایا، میں نے نجاشی کی طرف سے چند مشک کے اوقیے اور جوڑے بھیجے ہیں۔ میں اسے نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ فوت ہو گیا ہے اور میں ان ہدیوں کو نہیں دیکھتا مگر یہ کہ اسے میری طرف واپس کر دیا ہے تو یہ بھی خبر ایسے ہی واقع ہوئی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نجاشی فوت ہو گیا اور ہدیہ واپس آگئے۔

(السیرۃ النبویہ نعی رسول اللہ ﷺ النجاشی فی اليوم الذي مات فيه بارض الحبشہ ج ۳ ص ۳۹۳ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

علم غیب مصطفیٰ ﷺ

اس حدیث مبارکہ سے نبی کریم ﷺ کا علم غیب ثابت ہوا جو قال نعی لنا رسول اللہ ﷺ النجاشی صاحب الحبشہ فی اليوم الذي مات فيه سے واضح ہے۔ حضور ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر (۲)..... حضور ﷺ نے پہلے سے بتا دیا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاسمعیانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا احمد بن علی بن خلف انا ابو عبد الرحمن السلمی انا ابو بکر الریوینخی انا الحسن بن سفیان ثنا حرملة انا ابن وهب حدثني معاوية عن ابي عبد الله محمد الاسدي انه سمع وابصة الاسدي قال جئت لاسأل النبي ﷺ عن البر والاثم، فقال: من قبل ان أسأله عنه يا وابصة: اخبرك بما جئت تسألني عنه؟ قلت: اخبرني يا رسول الله۔ قال: جئت تسألني عن البر والاثم۔ قلت: اي والذي بعثك بالحق، فقال: البر ما انشرح له صدرك والاثم ما حاك في نفسك وان أفتاك عنه الناس۔

ترجمہ: حضرت وابصہ اسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا، میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس لئے آیا کہ میں نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھوں مگر میرے پوچھنے سے قبل حضور ﷺ نے فرمایا:

اے وابصہ رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں بتا دوں جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے۔ فرمایا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔

فرمایا نیکی وہ عمل ہے جس سے انشراح صدر تمہیں حاصل ہو اور بدی وہ ہے جس سے تمہارے دل میں انقباض ہو۔ اگرچہ لوگوں نے تم سے اس کے کرنے کو کہا ہو۔

(دلائل النبوة ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۱۱۹ مطبوعہ دارطبہ الریاض)

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن وابصة بن معبد الاسدي ان رسول الله ﷺ قال لو ابصت ثم جئت تسال عن البر والاثم قال قلت نعم۔

ترجمہ: حضرت وابصہ بن معبد الاسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وابصہ سے فرمایا تم نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے آئے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔

(سنن الدارمی باب دع و ما یریک الامال یریک ج ۲ ص ۳۲۰ رقم الحدیث ۲۵۳۳ دارالکتب العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال لی ادن یا وابصة ادن یا وابصة فدنوت منه حتی مست رکبتی رکبته فقال یا وابصة اخبرک ما جئت تسألني عنه او تسألني فقلت: یا رسول الله فاخبرني قال: جئت تسألني عن البر والاثم قلت نعم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے وابصہ رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں بتا دوں جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے۔ فرمایا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ وابصہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۸ مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر وابصہ بن معبد ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد و البزار، و ابو يعلى، و البيهقي و ابو نعيم، عن وابصة الاسدي قال: جئت لاسأل النبي ﷺ عن البر والاثم، فقال: من قبل ان أسأله عنه يا وابصة: اخبرك بما جئت تسألني عنه؟ قلت: اخبرني يا رسول الله. قال: جئت تسألني عن البر والاثم. قلت: اي والذي بعثك بالحق، فقال: البر ما انشرح له صدرك والاثم ما حاك في نفسك وان أفتاك عنه الناس.

ترجمہ: امام احمد و بزار، ابو يعلى، بيهقي اور ابو نعيم رحمهم الله نے حضرت وابصة اسدي رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا، میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس لئے آیا کہ میں نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھوں مگر میرے پوچھنے سے قبل حضور ﷺ نے فرمایا:

اے وابصہ رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں بتا دوں جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے۔ فرمایا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔

فرمایا نیکی وہ عمل ہے جس سے انشراح صدر تمہیں حاصل ہو اور بدی وہ ہے جس سے تمہارے دل میں انقباض ہو۔ اگرچہ لوگوں نے تم سے اس کے کرنے کو کہا ہو۔

(خصائص الكبرى ج ۲ ص ۱۷۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة للبيهقي ج ۶ ص ۲۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سل المهدی والارشاد ج ۱ ص ۱۰۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين ص ۳۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصوصیات مصطفیٰ ﷺ محمد ہارون دیوبندی ج ۲ ص ۲۵۱ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)، (المطالب العالیہ ج ۱ ص ۳۱۲-۳۱۳ مطبوعہ مکہ مکرمہ)، (مجمع الزوائد وجمع الفوائد ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

امام محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۳ھ لکھتے ہیں۔

وهو الاخبار بالغيب.

(شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۱۱ مطبوعہ دارالرفدہ بیروت)

حدیث نمبر (۳)..... یہ بکری بغیر اجازت ذبح ہوئی ہے

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج البيهقي، عن رجل من الانصار: دعت امرأة النبي ﷺ الى طعام، فلما وضع اخذ النبي ﷺ لقمة، فجعل يبلو كها في فمه ثم قال: اجد لحم شاة اخذت بغير حق، فسالت المرأة فذكرت ان جارتها ارسلتها بغير اذن زوجها.

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انصاری سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کے کھانے کی دعوت کی۔ جب کھانا رکھا گیا تو حضور ﷺ نے لقمہ لے کر منہ میں اسے چبایا تو فرمایا، میں اس گوشت کو اس بکری کا پاتا ہوں جسے ناحق پکڑ لیا گیا تھا۔ اس عورت سے پوچھا گیا، اس عورت نے کہا کہ اس کی ہمسایہ نے اس گوشت کو اپنے شوہر کی اجازت لئے بغیر بھیجا تھا۔

(خصائص الكبرى ج ۲ ص ۱۷۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين ص ۲۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ابو داؤد متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن العلاء اخبرنا ادریس اخبرنا عاصم بن كليب عن ابيه عن رجل من الانصار قال ثم خرجنا مع رسول الله ﷺ في جنازة فرأيت رسول الله ﷺ وهو على القبر يوصي الحافر اوسع من قبل رجله اوسع من قبل رأسه فلما رجع استقبله داعي امرأة فجاء رجلي بالطعام فوضع يده ثم وضع القوم فاكلوا فنظر ابونا رسول الله ﷺ يلوك لقمة في فمه ثم قال اجد لحم شاة اخذت بغير اذن اهلها فارسلت المرأة قالت يا رسول الله اني ارسلت الى البقيع يشتري لي شاة فلم اجد فارسلت الى جار لي قد اشترى شاة ان ارسل الي بها بثمانها فلم يوجد فارسلت الى امرأته فارسلت الي بها فقال رسول الله ﷺ اطعميه الاسارى۔

ترجمہ: انصار کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے آپ قبر کھودنے والے کو وصیت فرما رہے تھے کہ پیروں کی جانب سے قبر کو کشادہ کرو اور سر کی جانب سے قبر کو کشادہ کرو جب آپ واپس ہوئے تو ایک عورت کی طرف سے دعوت دینے والا آیا آپ نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے پس کھانا لایا گیا آپ نے اپنا ہاتھ رکھا پھر قوم نے اپنا ہاتھ رکھا سب نے کھایا ہم نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا آپ اپنے منہ میں ایک لقمہ چبا رہے تھے آپ نے فرمایا مجھے یہ علم ہوا کہ یہ اس بکری کا گوشت ہے جس کو اس کے مالک کی مرضی کے بغیر لیا گیا ہے پھر اس عورت کو بلایا گیا اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے کسی کو منڈی کی طرف بھیجا تھا تا کہ میرے لیے بکری خرید لی جائے تو بکری نہیں ملی میں نے اپنے پڑوسی کو پیغام بھیجا جس نے ایک بکری خریدی تھی کہ وہ بکری مجھے قیمت کے عوض بھیج دے تو وہ پڑوسی نہیں ملا میں نے اس کی بیوی کو پیغام بھیجا تو اس نے اس وہ بکری مجھے بھیج دی تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔

(سنن ابی داؤد باب فی اجتناب الشحات ج ۳ ص ۲۴۲ رقم الحدیث ۳۳۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام علی بن عمر الدارقطنی البغدادی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ اجد لحم شاة اخذت بغير اذن اهلها۔

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا میں اس گوشت کو اس بکری کا پاتا ہوں جسے اس کے مالک کی اجازت کے ذبح کیا گیا ہے۔
(سنن الدارقطنی ج ۳ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں۔

قال لحم شاة اخذت بغير اذن اهلها۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا یہ اس بکری کا گوشت ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کر کے ذبح کی گئی ہے۔
(الوقایا حوال المصطفی الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۲ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)، (التحقیق فی احادیث الخلاف ج ۲ ص ۲۱۲ رقم الحدیث ۱۵۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر (۴)..... تمہارے پاس اہل جنت کا ایک شخص آ رہا ہے

محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حاشیہ.....☆

کنا عند النبی ﷺ فقال النبی ﷺ يطلع عليكم رجل من اهل الجنة فاطلع ابوبکر فسلم ثم اجلس۔
ترجمہ: ہم نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس اہل جنت کا ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔

(المستدرک کتاب معرفۃ الصحابہ ج ۳ ص ۷۳ رقم الحدیث ۳۳۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاكم وصححه، عن ابن مسعود قال: قال النبی ﷺ يطلع عليكم رجل من هل الجنة فاطلع ابوبکر فسلم ثم جلس۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس اہل جنت کا ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں۔

محمد بن العباس بن الحسين ابوبکر القاص كان شيخاً فقيراً يقص في جامع المنصور وفي الطرقات والاسواق وسمعه يقول حدثنا ابوبکر محمد بن احمد المفيد حدثنا الحسن بن علي بن زيد حدثنا حاجب بن سليمان حدثنا وكيع بن الجراح حدثنا سفيان بن سعيد الثوري قال حدثني سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن جابر بن عبد الله قال كنا ثم النبی ﷺ يطلع عليكم رجل لم اصحهما الله بعدى احدا هو خير منه ولا افضل وله شفاعه مثل شفاعه النبيين فما برحنا حتى طلع ابوبکر الصديق فقام النبی ﷺ فقبله والتزامه۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہیں بنایا اور اس کی شفا شفاعت کی مثل ہوگی پس ہم حاضر ہی تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا پھر ان کو بوسہ دیا اور گلے لگایا۔

(تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۲۳-۱۲۴ رقم الحدیث ۱۱۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام محبت الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

و عن جابر بن عبد الله قال كنا ثم النبی ﷺ فقال يطلع عليكم رجل لم اصحهما الله بعدى احدا هو خير منه ولا افضل وله شفاعه مثل شفاعه النبيين فما برحنا حتى طلع ابوبکر فقام النبی ﷺ فقبله والتزامه۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہیں بنایا اور اس کی شفا شفاعت کی مثل ہوگی پس ہم حاضر ہی تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا پھر ان کو بوسہ دیا اور گلے لگایا۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۲ ص ۲۸ رقم الحدیث ۳۳۵ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر (۵)..... سب سے بد بخت انسان کون ہے؟

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوہ عسیرہ میں ہم رکاب تھے ایک جگہ ہم نے پڑاؤ کیا وہاں ہم نے چند چھوٹی سی کھجوروں کو دیکھا اور ان کے نیچے مٹی کی دھول پر ہی سو گئے ہمیں نبی ﷺ کے سوا کسی نے بیدار نہ کیا آپ تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو آہستہ سے ٹولا اور حالت یہ تھی کہ ہم مٹی سے لت پت تھے آپ ﷺ نے فرمایا علی اٹھو! کیا میں تمہیں بتلاؤں نہیں کہ سب سے بد بخت انسان کون ہے؟ ایک تو قوم ثمود کا وہ مرد احمر جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پاؤں کاٹے تھے اور دوسرا وہ جو تم پر اس جگہ وار کرے گا۔ آپ نے اپنی سر کی ایک جانب اشارہ کیا اور یہ تر ہو جائے گی آپ نے اپنی داڑھی مبارک پکڑ لی۔ (یعنی سر سے لے کر داڑھی تک خون ہی خون ہوگا)

(دلائل النبوة لابن نعیم اصفہانی اردو ص ۳۹۷ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۴-۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فضائل صحابہ لابن خلیل ج ۲ ص ۶۸۶-۶۸۷ رقم الحدیث ۱۱۷۲ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (الاحادیث الثانی ذکر علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۱۳۷ رقم الحدیث ۱۷۵ مطبوعہ دار الراية الرياض)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي نا و كيع قال حدثني قتيبة بن قدامة الرؤاسي عن ابيه عن الضحاك بن مزاحم قال قال رسول الله ﷺ يا علي تدري من شر الاولين وقال وكيع مرة عن الضحاك عن علي قال قال رسول الله ﷺ ثم يا علي تدري من اشقى الاولين قلت والله ورسوله اعلم قال عاقر الناقة قال تدري من شر وقال مرة من اشقى الآخرين قلت الله ورسوله اعلم قال قاتلك۔ (فضائل صحابہ لابن خلیل ج ۱ ص ۵۶۶ رقم الحدیث ۹۵۳ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر وصف قاتله باشتی الآخین ص ۱۱۵ مطبوعہ دار الکتب المصریة)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۳۳ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال علي ان رسول الله ﷺ عهد الي اني لا اموت حتى اوامر ثم تخضب هذه يعني لحيته من دم هذه يعني هامته فقتل وقتل ابو فضالة مع علي يوم صفين اسناده ضعيف۔

ترجمہ: تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد فرمایا کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک میں خلیفہ نہ بن جاؤ پھر میرے داڑھی کو میرے چہرے کے خون سے رنگ دیا جائے۔

تو آپ رضی اللہ عنہ بھی قتل ہوئے اور ابو فضالہ رضی اللہ عنہ بھی یوم صفین کے روز قتل ہوئے۔

(الاحادیث المختارة ج ۲ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۷۰۲ مطبوعہ مکتبة النهضة الحرة مکه مکرمہ)

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

لا اموت حتى تخضب هذه من هذه وضرب بيده على لحيته هامته۔

ترجمہ: میں نہیں مروں گا جب تک میرے داڑھی کو میرے چہرے کے خون سے رنگ نہ دیا جائے۔

(اعلام النبوة الباب الثانی عشر فی انذارہ بما سجدت بعده ص ۷۹۷ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقواله فصل اخبار الاحادیث ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا عبيد الله ان النبي ﷺ قال لعلي يا علي من شقي الاولين والآخرين قال الله ورسوله اعلم قال اشقى الاولين عاقر الناقة واشقى الآخرين الذي يطعنك يا علي و اشار الى حيث يطعن قال اخبرنا الفضل بن دكين قال اخبرنا سليمان بن القاسم الثقفي قال حدثني امي عن ام جعفر سريه علي قالت اني لاصب على يديه الماء اذا رفع رأسه فاخذ بلحيته فرفعهما الى كلاهما فقال واهما لك لتخضبن بدم قالت فاصيب يوم الجمعة۔

ترجمہ: حضرت عبيد اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ اگلوں اور پچھلوں میں بد بخت ترین کون ہے۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتا ہے فرمایا اگلوں کا سب سے زیادہ بد بخت ذالح علیہ السلام کی اونٹنی کے ہاتھ پاؤں کاٹنے والا تھا اور پچھلوں کا بد بخت ترین وہ ہوگا جو تمہیں نیزہ مارے گا اور آپ ﷺ نے اس مقام پر اشارہ کیا جہاں وہ نیزہ مارے گا۔

ام جعفر سريه علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی یکا یک انہوں نے اپنا سر اٹھایا پھر اپنی داڑھی پکڑ کر اسے ناک تک بلند کیا کہ تیرے لئے خوشی ہے کہ تو ضرور ضرور خون میں رنگی جائے گی پھر جمعے کے دن ان پر حملہ کیا گیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (فضائل صحابہ لابن خلیل ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۱۸۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الآحاد والثانی ذکر علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۱۳۵ رقم الحدیث ۱۷۳ مطبوعہ دار الریاء)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۹۸ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)، (انجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۰۶ رقم الحدیث ۱۷۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (دلائل النبوة لعلامہ ابن کثیر ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۱۳۳ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (الاحادیث المختارة ج ۲ ص ۲۵-۲۶ رقم الحدیث ۳۰۵ مطبوعہ مکتبۃ النصحۃ الحدیث مکہ مکرمہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاكم وصححه عن علي قال قال لي رسول الله ﷺ انك ستضرب ضربة ههنا و ضربة ههنا و اشار الى صدغيه فيسيل دمهما حتى تخضب لحيتك وله طرق كثيرة عن علي۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے کہا مجھ سے رسول اللہ ﷺ فرمایا تمہیں اس جگہ اور اس جگہ ضرب لگائی جائے گی اور حضور ﷺ نے دونوں کپٹیوں کی طرف اشارہ کیا اور ان دونوں زخموں سے خون بہہ کر تمہاری داڑھی کو رنگین کر دے گا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفاء جعریف حقوق المصطفی ج ۱ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۹۷ رقم الحدیث ۳۱۵۶۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (دلائل النبوة لابن کثیر ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۱۷۲ مطبوعہ دار الریاء)، (الجامع الصغير فی احادیث البشیر ج ۱ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۲۸۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۸۵-۱۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة لابن کثیر ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۳۱۵۶۲ مطبوعہ دار الریاء)، (الاحادیث المختارة ج ۲ ص ۲۵-۲۶ رقم الحدیث ۳۰۵ مطبوعہ مکتبۃ النصحۃ الحدیث مکہ مکرمہ)، (مستدرک ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۱۳۲۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینہ المنورہ)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۳۸ رقم الحدیث ۱۵۵۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ.....☆

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي ثنا ابو كريب وحدثنا القاسم بن عباد الخطابي ثنا سويد بن سعيد قال ثنا رشيد بن سعد عن يزيد بن عبد الله بن الهاد عن عثمان بن صهيب عن ابيه عن النبي ﷺ ثم انه قال يوما لعلي رضي الله عنه من اشقى الاولين؟ قال الذي عقر الناقة يا رسول الله ﷺ قال صدقت فمن اشقى الآخرين؟ قال لا علم لي يا رسول الله قال: الذي يضرب على هذه وأشار النبي ﷺ بيده الى يافوخه۔

فكان على رضي الله عنه يقول لاهل العراق: اما والله لو ددت انه قد فخصب هذه يعني لحيته من هذه ووضع يده على مقدم راسه۔ واللفظ لحديث سويد بن سعيد وقال الحضرمي في حديث وأشار بيده الى يافوخه۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن صہیب اپنے باپ صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن حبیب کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا یہ بتلاؤ پہلے لوگوں میں سے بد بخت کون تھا۔ آپ نے عرض کیا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کیا اور پاؤں کاٹنے آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک جواب دیا ہے۔ یہ بتلاؤ پچھلے لوگوں اور آنے والوں میں سے بد بخت کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا معلوم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص آپ کو کپٹی پروار کر کے شہید کر دے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل عراق کو فرماتے تھے بخدا میں چاہتا ہوں اور پسند کرتا ہوں کہ کوئی بد بخت اٹھتا اور اس اور اس جگہ (یعنی دارمیں مبارک اور سراقہ کی اسی جانب) کو خون آلود کرتا اور میں درجہ شہادت کو پالیتا۔

(المعجم الكبير للطبرانی ج ۸ ص ۳۸ رقم الحديث ۳۱۱۷ ج ۳ ص ۲۷ رقم الحديث ۲۰۳۷-۲۰۳۸ مطبوعہ مكتبة العلوم والحكم الموصل)، (الوقفا باحوال المصطفى الباب الخامس عشر في اخبار رسول الله ﷺ بالغاميات ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعہ مطبعة البابي مصر)، (مفوة المفوعة ذكر مقتل رضي الله عنه ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار المعرفة بيروت)، (المبدية والتخليد ذكر مقتل امير المؤمنين علي بن ابي طالب وما ورد من الاحاديث النبوية من الاخبار بمقتله وكيفيته ج ۷ ص ۳۲۲ مطبوعہ المعارف بيروت)، (مسند الحارث زوائد شمسى كتاب المناقب باب فضل علي بن ابي طالب رضي الله عنه ج ۲ ص ۹۰۵ رقم الحديث ۹۸۵ مطبوعہ مركز خدمة السنة والسير النبوية المدية المنورة)، (مسند أبي يعلى مسند علي رضي الله عنه ج ۱ ص ۳۷۷ رقم الحديث ۲۸۵ مطبوعہ دارالمأثور للتراث دمشق)

امام عبد الملك بن هشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

اشقى رجلين ثم قال الاحدثكما كما باشقى الناس رجلين قلنا بلى يا رسول الله قال احمير ثمود الذي عقر الناقة والذي يضربك يا علي على هذه وضع يده على قرنه حتى يبل منها هذه واخذ بلحيته۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں تمام لوگوں میں سے دو بد بخت آدمیوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کی ضرور یا رسول اللہ ﷺ۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایک قوم ثمود کا وہ شخص جس نے اونٹنی کو نجس کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ شخص اے علی! تیرے اس مقام پر ضرب لگائے گا (حضور ﷺ نے اپنا دست اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر کی چوٹی پر رکھا) یہاں تک کہ اس مقام کے خون سے یہ جگہ بھی تر ہو جائے گی۔

(السير النبوية المعروف سيرة ابن هشام غزوة العشرة ج ۳ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الجليل بيروت)

علامہ ابوالقاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سیلی متوفی ۵۱۷ھ لکھتے ہیں۔

اشقى الناس

وذكر اشقى الناس قال وهو احمير ثمود الذي عقر الناقة صالح واسمه قدار بن سالف وامه

فذيرة وهو من التسعة رهط المذكورين في سورة النمل وقد ذكرت اسماءهم في التعريف والاعلام۔

حاشیہ.....☆

سب سے بڑا بد بخت انسان

ترجمہ: علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے بڑا بد بخت انسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قوم شہود کا وہ شخص ہے جس نے صالح علیہ السلام کی اونی کی کوچیں کاٹ ڈالی تھیں۔ اس کا نام قد ار بن سالف ہے اور اس کی ماں فذیرہ ہے۔ یہ ان نواشخاص میں سے ہے جن کا ذکر سورہ نحل میں ہے۔ میں نے ان کے اسماء کتاب التریف والملاعلام میں ذکر کر دیے ہیں۔
(روض الانف کھلی تکیہ علی بانی تراب ج ۳ ص ۲۰-۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۸۹ھ لکھتے ہیں۔

وهو من معجزات النبی ﷺ وهو من باب اخباره بالغیوب۔

ترجمہ: یہ معجزات النبی ﷺ میں سے ہیں اور یہ اخبار الغیب کے باب میں سے ہے۔

(تخریج الدلائل السمعیۃ الفصل الثانی فی ذکر کھم واخبارهم رضی اللہ عنہم ص ۱۸۸ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

حدیث نمبر ۶۶..... زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھو

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۳۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن انذاره ما رواه عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ مناحب ان ينظر الى شهيد يمشی علی وجه الارض فلينظر الى طلحة بن عبيد اللہ۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو ارادہ رکھتا ہو کہ میں زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھوں تو اسے چاہئے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

(اعلام النبوة الباب الثانی عشر فی انذاره بما سجدت بعدہ ص ۱۸۱ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان رسول اللہ ﷺ نظر اليه فقال من احب ان ينظر الى شهيد يمشی علی وجه الارض فلينظر طلحة ثم شهد طلحة بن عبيد اللہ يوم الجمل۔

ترجمہ: بے شک حضور ﷺ نے فرمایا جو چاہے کہ میں زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھوں تو اسے چاہئے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ پھر طلحہ رضی اللہ عنہ یوم جمل میں شہید ہوئے۔

(الاستیعاب ذکر طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۶۶ رقم ۱۲۸۰ مطبوعہ دارالکلیل بیروت)، (تخصیص الحیجر لابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۳۱ رقم الحدیث ۱۹ مطبوعہ المدینۃ المنورة)، (دلائل النبوة للبیہقی ج ۳ ص ۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ طلحہ بن عبید اللہ ج ۷ ص ۲۴۹ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۵-۲۶ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

عن موسى بن طلحة عن ابيه قال قال کان النبی ﷺ اذا رآنی قال من احب ان ينظر الى شهيد يمشی علی وجه الارض فلينظر الى طلحة بن عبيد اللہ اسنادہ حسن۔

ترجمہ: حضرت موسی بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو محبوب رکھتا ہے کہ میں زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھوں تو اسے چاہئے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ اس حدیث مبارکہ کی اسناد حسن ہے۔

(الاحادیث المختارة ج ۳ ص ۳۲ رقم الحدیث ۸۵۰ مطبوعہ مکتبۃ النہضة الحدیثہ مکہ مکرمہ)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا علي بن محمد وعمر بن عبد الله الاودي قالنا وكيع ثنا الصلت الازدي ثنا ابو نضرة عن جابر ان طلحة مر على النبي ﷺ فقال ثم شهيد يمشي على وجه الارض۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا شہید زمین پر چل رہا ہے۔

(سنن ابن ماجہ فضل طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۴۶ رقم الحدیث ۱۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۲۱۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (تخریج الدلائل السمعیۃ ص ۲۳۶ ص ۴۷۰ ذکر طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۶۹۶ رقم الحدیث ۳۳۲۷۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر اندیز حرف المیم ج ۲ ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۸۳۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر منذر بن مالک رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن هشام وذكر عبد العزيز بن محمد الدراوردي ان النبي ﷺ قال من احب ان ينظر الى شهيد يمشي على وجه الارض فلينظر الى طلحة بن عبید اللہ۔

ترجمہ: حضرت عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ دراوردی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی شہید کو زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

(السيرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۹ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۸۳ رقم الحدیث ۲۲۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

من سرہ ان ينظر الى شهيد يمشي على وجه الارض فلينظر الى طلحة بن عبید اللہ۔

ترجمہ: جو شخص شہید کو زمین پر چلتے پھرتے دیکھنے سے خوش ہو وہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

(سنن الترمذی باب مناقب طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۳۳ رقم الحدیث ۳۷۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ فضل طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۴۶ رقم الحدیث ۱۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامم المامون المعروفہ بالسيرۃ الخلیفہ باب غزوۃ بدر الکبریٰ ج ۲ ص ۴۰۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر (۷) حسین رضی اللہ عنہ اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن عساكر عن محمد بن عمرو بن حسن قال: كنا مع الحسين رضي الله عنه بنهر كربلاء فنظر الى شمر بن ذي الجوشن فقال: صدق الله ورسوله قال رسول الله ﷺ كاني انظر الى كلب ابقع يلبغ في دماء اهل بيتي و كان شمر ابرص۔

ابن عساكر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عمرو بن حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ہم امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا کی نہر پر تھے۔ آپ نے شمر بن ذی الجوشن کو دیکھ کر فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ج فرمایا۔ گویا میں چتکبرے کتے کو دیکھ رہا

حاشیہ.....☆

ہوں جو میری اہل بیت کا خون پی رہا ہے۔ چونکہ شمر ملعون برص کے مرض میں مبتلا تھا۔
(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ علیہ السلام بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقي عن الشعبي قال: ان ابن عمر قدم المدينة فاخبر ان الحسين قد توجه الى العراق فلحقه في مسيرة ليلتين من المدينة فقال له: ان الله تعالى خير نبيه بين الدنيا وبين الآخرة فاحتر الآخرة ولم يرد الدنيا وانكم بضعة منه والله لا يليها احد منكم ابدا وما صرفها الله عنكم الا للذي هو خير لكم فارجعوا فابي فاعتنقه ابن عمر وقال: استودعتك الله من قتيل۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے۔ انہیں معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ عراق کی طرف روانہ ہو چکے ہیں تو وہ مدینہ سے دو دن کی مسافت پر جا کر ان سے ملے اور ان سے کہا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار کرنے کو فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کو اختیار کیا اور دنیا کو رد کیا چونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جزو ہیں۔ خدا کی قسم آپ میں سے کسی کو دنیا کبھی نہیں حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات سے اس دنیا کو اس چیز کے ساتھ پھیر دیا ہے جو آپ حضرات کے لئے اس سے بہتر ہے لہذا آپ واپس چلے مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے واپسی سے انکار کر دیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ کہتے ہوئے معاف کیا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں کیونکہ آپ شہید ہیں۔

(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ علیہ السلام بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۶ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۴۷۰-۴۷۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاصابة فی تميز الصحابة ذکر انس بن الحارث رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۲۱ رقم ۲۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسن علي بن احمد بن عبدان، اخبرنا احمد بن عبيد الصفار، قال حدثنا بشر بن موسى الاسدي، اخبرنا الحسن بن موسى الاشيب، اخبرنا حماد عن عمار بن ابي عمار، عن عبد الله بن عباس قال: رأيت رسول الله ﷺ فيما يرى النائم نصف النهار اشعت اغبر في يده قارورة فيها دم فقلت بابي انت يا رسول الله ما هذه؟ قال: هذا دم الحسين واصحابه لم ازل التقطه منذ اليوم قال: فاحصوا ذلك اليوم فوجد قد قتل ذلك اليوم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن دوپہر کے وقت خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ آپ کے بال مبارک گرد آلود ہیں اور آپ کے دست مبارک میں خون کی بوتل ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔ آج میں شروع دن سے اس خون کو اس وقت تک جمع کرتا رہا ہوں تو میں نے اپنے خواب کے وقت کو یاد رکھا تو یہ وہی وقت تھا جس دن وہ شہید کئے گئے۔

حاشیہ.....☆

(دلائل النبوة باب ما جاء رؤية النبي ﷺ في المنام ج ٤ ص ٣٨ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (خصائص الكبرى باب اخباره ﷺ يقتل حسين رضي الله عنه ج ٢ ص ٢١٣ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (الذکر في احوال الموتى وامور الآخرة باب ما جاء في بيان مقتل الحسين رضي الله عنه ولا رضي عن قاتله ج ٢ ص ٢٤٣-٢٤٥ مطبوعه سعيدية كتب خانہ صدف بلازہ محلہ جنگی پشاور)، (فضائل صحابه لابن خضبل ج ٢ ص ٤٨ رقم الحدیث ١٣٨٠-١٣٨١ مطبوعه مؤسسه الرساله بيروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر مقتل الحسين رضي الله عنه وذكر قاتله واين قتل ومتى قتل ص ١٣٨-١٣٩ مطبوعه دار الكتب المعصريه)، (الاصابه في تميز الصحابه ذكر حسين بن علي رضي الله عنهما ج ٢ ص ٨١ رقم الحدیث ١٤٢٦ مطبوعه دار الخليل بيروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا عبد الرحمن ثنا حماد بن سلمة عن عمار بن ابي عمار عن ابی عباس قال ثم رأيت النبي ﷺ في المنام بنصف النهار اشعت اغبر معه قارورة فيها دم يلتقطه او يتبع فيها شينا قال قلت يا رسول الله ما هذا قال دم الحسين واصحابه لم ازل اتبعه منذ اليوم قال عمار فحفظنا ذلك اليوم فوجدناه قتل ذلك اليوم۔

ترجمہ: حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں اور آپ دو پہر کے وقت ایک شیشی اٹھائے ہوئے ہیں جس میں خون بھرا ہوا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا خون ہے میں آج دن سے لے کر اب تک یہ خون جمع کرتا رہا ہوں۔ حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے وہ دن یاد رکھا پھر معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اسی دن شہید کیا گیا تھا۔

(مسند احمد ج ١ ص ٢٣٢ رقم الحدیث ٢١٦٥ مطبوعه مؤسسه قرطبه مصر)

امام حافظ ابو بکر احمد بن حسین بنی متوفی ٢٥٨ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ اخبرنا احمد بن علي المقرئ اخبرنا ابو عيسى الترمذي اخبرنا ابو سعيد الاشج اخبرنا ابو خالد الاحمر قال: حدثنا رزيق قال: حدثني مسلمي قالت دخلت على ام سلمة وهي تبكي فقلت ما يبكيك؟ قالت رأيت رسول الله ﷺ في المنام وعلى راسه ولحيته التراب فقلت مالك يا رسول الله قال: شهدت قتل الحسين ألفا۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر مبارک اور آپ کی داڑھی شریف گرد آلود ہے۔ یہ حال دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا ابھی ابھی مقتل حسین سے آ رہا ہوں۔

(دلائل النبوة باب ما جاء رؤية النبي ﷺ في المنام ج ٤ ص ٣٨ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (خصائص الكبرى باب اخباره ﷺ يقتل حسين رضي الله عنه ج ٢ ص ٢١٣ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر مقتل الحسين رضي الله عنه وذكر قاتله واين قتل ومتى قتل ص ١٣٨ مطبوعه دار الكتب المعصريه)، (تحفة الاشراف بمعرفه الاطراف ج ١٣ ص ٢٨ رقم الحدیث ١٨٢٤٩ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بيروت)، (سير اعلام النبلاء ذکر حسين بن علي رضي الله عنه ج ٣ ص ٢٩٠ مطبوعه مؤسسه الرساله بيروت)

حدیث نمبر ٨..... بے شک امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٥٩ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابو داود الحفري عن سفیان عن زيد بن ابی زياد عن ابی نعيم

حاشیہ.....☆

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ثم الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة هذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن الترمذی باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام قال ابو یسئیل هذا حدیث حسن صحیح ج ۵ ص ۶۵۶ رقم الحدیث ۶۸۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۳ رقم حدیث ۱۱۰۱۲ مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر)، (تاریخ بغداد ج ۶ ص ۳۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند الحارث زوائد المصنوعی کتاب المناقب باب فضل فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ والحسن والحسین ج ۲ ص ۹۰۸ رقم الحدیث ۹۸۹ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسمرة النبویۃ المدینۃ المنورۃ)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر قول رسول اللہ من سرہ ان ینظر الی رجل من اهل البیت فلینظر الی الحسن ج ۱ ص ۱۲۹-۱۳۰ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (معجم الصحابة ج ۱ ص ۱۳۳ برقم ۱۳۹ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء اثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسین بن علی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۸۲-۲۸۳ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قال النبی ﷺ فیہ وفی الحسن انہما سیدا شباب اهل الجنة۔

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا: بے شک امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما جنتی نو جوانوں کے سردار ہیں۔

(الذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرة باب ما جاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قاتلہ ج ۲ ص ۴۷۲-۴۷۳ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، (ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۱۸)، (مسند احمد ج ۳ ص ۶۲۳)، (المحکم ج ۳ ص ۱۶۶-۱۶۷)، (ابن حبان رقم الحدیث ۲۲۲۹)، (حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۳۹)، (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۰۷)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر انہما سیدا شباب اهل البیت ص ۱۲۹ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۸ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۲ رقم الحدیث ۱۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (معجم المختصر ما جاء فی معجزاتہ ﷺ ج ۱ ص ۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (الاصابة فی تیز الصحابة ج ۱ ص ۵۲۲ برقم ۱۲۵۳ و ذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہما ج ۲ ص ۷۱ برقم ۱۷۲۱ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر اندیر ج ۲ ص ۵۲۹ رقم الحدیث ۸۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۹..... سب سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جو تم سب میں دراز دست ہے

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج مسلم عن عائشة قالت قال رسول اللہ ﷺ اسر عکن لحوقا بی اطول کن یدا فکن یتطاو لن ایہن اطول یدا فکانت زینب اطول یدا لانہا کانت تعمل بیدھا وتتصدق۔

ترجمہ: مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ازواج میں سے وہ زوجہ مجھے سب سے پہلے ملے گی جو تم سب میں دراز دست ہے۔ تو ہم ناپتی تھیں کہ کس کے ہاتھ طویل ہیں تو وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے ہاتھ طویل تھے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے عمل کرتیں اور صدقہ دیا کرتی تھیں۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (معجم مسلم رقم الحدیث ۱۰۱۰-حاکم مستدرک ج ۳ ص ۹۵-طحاوی مشکل الآثار ج ۱ ص ۸۲-دلائل النبوة ج ۱ ص ۱۵۹۵۲-سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجتہ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،

حاشیہ.....☆

(نیم ریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۰۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (الشفا بحر نفی حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (اتحاف سادة المتقین ج ۸ ص ۳۲۰-۳۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۱۲ مطبوعہ دارالمرقۃ بیروت)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب اخبارہ علیہ السلام بالمغنیات ج ۸ ص ۲۹۲ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (البدایہ والنہایہ ترویجہ بنسب بنت جحش ج ۳ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویہ لابن کثیر ذکر نزول الحجاب صبیحہ عرسا الذی ولی اللہ عقد نکاح ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (صفوة الصفوة لابن جوزی ج ۲ ص ۳۹ مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۷۲ رقم الحدیث ۱۷۹۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۵۴ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۵ مطبوعہ دارصادر بیروت)

قال محمد بن عمر هذا الحديث وهل في سودة وانما هو في زينب بنت جحش وكانت اول نساء رسول الله ﷺ لحوقا به وتوفيت في خلافة عمر بن الخطاب وبقيت سودة بنت زمعة فيما حدثنا محمد بن عبد الله بن مسلم عن ابيه ان سودة توفيت في شوال سنة اربع وخمسين بالمدينة في خلافة معاوية بن ابي سفيان قال محمد بن عمر وهذا ثبت عندنا۔

ترجمہ: لیکن محمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں دادی کو وہم ہو گیا ہے آپ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا اور یہ انتقال دور فاروقی میں ہوا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال محمد بن عبد اللہ بن مسلم کی روایت کے مطابق دور معاویہ میں شوال ۵۴ھ کو ہوا اور یہی روایت ہمارے نزدیک زیادہ صحیح و قابل اعتماد ہے۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۵ مطبوعہ دارصادر بیروت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

وهي اول نساء رسول الله ﷺ وفاة۔

ترجمہ: وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کے وفات ہونے والی سب سے پہلی بیوی تھی۔

(الانساب ج ۳ ص ۱۳۲ رقم الحدیث ۳۸۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وكانت اول نساء النبي ﷺ وقله بعده ولحقا به روى اسماعيل بن ابي خالد عن الشعبي عن عبد الرحمن بن ابزي قال صليت مع عمر على ام المؤمنين زينب بنت جحش وكانت اول نساء النبي ﷺ وفاة۔

حدثنا عبد الوارث حدثنا قاسم بن اصبغ حدثنا احمد بن زهير حدثنا معاوية بن عمرو حدثنا المسعودي عن القاسم قال كانت زينب بنت جحش وكانت اول نساء النبي ﷺ لحوقا به۔

ترجمہ: وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) سب سے پہلی ملنے والی بیوی تھی۔

(الاستيعاب ذکرام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ج ۳ ص ۱۸۵ رقم الحدیث ۳۳۵۵ مطبوعہ دارالبحر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اول من يلحقني من اهلي انت يا فاطمة واول من يلحقني من ازواجي زينب وهي اطول لكن كفا۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر اندریج ص ۱۶۸ رقم الحدیث ۲۸۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص

۳۳۵ رقم الحدیث ۳۶۸۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حاشیہ.....☆

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سیلی متوفی ۱۵۵ھ لکھتے ہیں۔

وفی الحدیث انه قال لازواجه اسرعکن بی اطولکن یداً فاجتمعن يتطاولن فطالتهن سودة فماتت زینب تلك صفة زینب بنت جحش۔

ترجمہ: حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے کہا تم میں سب سے پہلے مجھے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ایک جگہ جمع ہو کر اپنے ہاتھوں کی پیمائش کرنے لگیں۔ حضرت سودة رضی اللہ عنہا کے ہاتھ طویل تھے مگر ان میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے وصال فرمایا۔ حضور ﷺ نے ہاتھ کی طوالت سے صدقہ اور نیکی میں زیادتی مراد لی تھی اور یہ خوبی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔

(روض الانف من شرح شعرہ ج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن ابراهيم ثنا محمد بن سفيان بن موسى الصفار ثنا محمد بن آدم ثنا محمد بن السماك عن اسماعيل بن بي خالد عن عامر ثنا عبدالرحمن بن ابزي قال صليت خلف ابن عمر على زینب زوج النبی ﷺ بالمدينة و كانت اول نسائه بعده موتاً فكبر عليها اربعاً۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن ابن ابزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے زینب رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھی آپ ﷺ کی پردہ فرمانے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا پہلی زوجہ مطہرہ تھیں جنہوں نے وفات پائی۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہی۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر محمد بن صبیح بن سماک رحمۃ اللہ علیہ ج ۸ ص ۲۱۱ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

وهی اول نساء رسول الله ﷺ وفاة بعده۔

ترجمہ: وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کے وفات ہونے والی سب سے پہلی بیوی تھی۔

(دلائل النبوة امام بیہقی باب تسمیہ ازواج النبی ﷺ واولادہ رضی اللہ عنہم ج ۷ ص ۲۸۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

وهی اول ازواجه لحوقاً به۔

ترجمہ: وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) سب سے پہلی ملنے والی بیوی تھی۔

(وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۵۷ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲ھ لکھتے ہیں۔

وروی البزار عن عبدالرحمن بن ابزي انه صلى مع عمر على زینب فكبر اربعاً و كانت اول نساء النبی ﷺ موتاً۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن ابن ابزی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھی چار تکبیرات کہی اور یہ آپ ﷺ کے سب سے پہلی بیوی تھی جس کی وفات ہوئی تھی۔

(شرح الزرقانی علی الموطاء ج ۲ ص ۷۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی من طریق الشعبي ان عبدالرحمن بن ابزي اخبره انه صلى مع عمر علي زينب نبت جحش وكانت اول نساء النبي ﷺ ماتت بعده۔

(اتحاف سادة المستقيمين ج ۸ ص ۳۳۱ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

قال الواقدي وغيره من اهل السير والمغازي والتواريخ توفيت سنة عشرين من الهجرة وصلى عليها امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه ودفنت بالبقيع وهي اول امرأة صنع لها النعش۔
(البدایة والنہایة تزویجہ بن زینب بنت جحش ج ۳ ص ۱۳۹ مطبوعه مكتبة المعارف بيروت)، (السير النبویة لابن کثیر ذکر نزول الحجاب صبیحة عرسها الذي ولي الله عقد نكاحه ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعه دار الكتب العربیة بيروت)

حدیث نمبر ۱۰..... اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج مسلم عن عمر قال: ان رسول الله ﷺ حدثنا ان رجل من اهل اليمن يقدم عليكم ولا ع بها الا اماله قد كان به بياض فدعا الله ان يذهبه عنه فاذا به عنه الا موضع الدينار يقال له اويس فمن لقيه منكم فليامر به فليستغفر له۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا کہ اہل یمن کا ایک شخص تمہارے پاس آئے گا اور یمن میں صرف اپنی والدہ کو ہی چھوڑ کر آئے گا۔ اس کے جسم پر سفیدی تھی تو اس نے اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کی تو وہ سفیدی اس سے جاتی رہی۔ صرف ایک دینار کے برابر سفیدی باقی ہے۔ اس کا نام اویس رحمۃ اللہ علیہ ہے تو تم میں سے جو کوئی اس سے ملاقات کرے تو اسے چاہئے کہ اس سے مغفرت کی دعا کی درخواست کرے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (سبل الهدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۰-۱۰۱ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (البدایة والنہایة ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعه المكتبة التجارية مكة المكرمة)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعه دار صادر بيروت)، (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۸۶- میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۸)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۳ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقي من وجه آخر عن عمر ان رسول الله ﷺ سيكون في التابعين رجل من قرن يقال له: اويس بن عامر يخرج به رضح فيدعو الله ان يذهبه عنه فيذهبه فيقول: اللهم دع لي في جسدي منه ما اذكر به نعمتك على فيدع له في جسده فمن ادر كه منكم فاستطاع ان يستغفر له فليستغفر له۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تابعین میں قرن کا ایک شخص ہوگا۔ اس کا نام اویس بن عامر رحمۃ اللہ علیہ ہوگا۔ اس کے جسم میں سفیدی ظاہر ہوگی وہ اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کرے گا اور وہ دور ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ دعا کرے گا ”اللهم دع لي في جسدي منه ما اذكر به نعمتك على“ اے خدا میرے جسم سے اس سفیدی کو دور کر دے اور میرے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے کہ میں تیری نعمت کو یاد رکھوں تو اللہ عزوجل اس کے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے گا لہذا تم میں سے کوئی اگر اس سے ملے تو اور وہ استطاعت رکھتا ہو کہ اس سے استغفار

حاشیہ.....☆

کرائے تو اسے لازم ہے کہ اس سے استغفار کی درخواست کرے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۶۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين ص ۳۹۴-۳۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر اولیس بن عامر القرنی سید العباد و علم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر اولیس القرنی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۰ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قالوا يا رسول الله كيف لنا برجل منهم قال ذاك اويس القرني قالوا وما اويس القرني قال اشهل ذا صهوة بعيد ما بين المنكبين معتدل القامة آدم شديد الادمة ضارب بذقنه الى صدره رام بذقنه الى موضع سجوده واضع يمينه على شماله يتلو القرآن يكي على نفسه ذو طمرين لا يؤبه له متزر بازار صوف ورداء صوف مجهول في اهل الارض معروف في اهل السماء لو اقسم على الله لا ير قسمه الا وان تحت منكبه الا يسر لمعة بيضاء الا وانه اذا كان يوم القيامة قيل للعباد ادخلوا الجنة ويقال لاويس قف فاشفع فيشفع الله عز وجل في مثل عدد ربيعة ومضر يا عمرو ويا علي اذا انتما لقيتماه فاطلبا اليه ان يستغفر لكما يغفر الله لكما۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ان بزرگوں میں سے ہمیں کوئی آدمی مل سکتا ہے؟ فرمایا ہاں ”اویس قرنی“ ہے جس سے تمہاری ملاقات ہوگی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی علامات پوچھیں ارشاد فرمایا اس کی آنکھیں سرخ مائل ہوں گی سرخ بالوں والا ہوگا۔ کشادہ کاندھوں والا میاں نے قد والا گندم گوں، سینے پر بالوں والا، دایاں بائیں پر رکھتا ہوگا قرآن کی تلاوت کرے گا اور اپنے پر بہت روتا ہوگا اہل سماء میں مشہور ہے اگر اللہ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے تو اللہ اسے اپنی قسم میں بری کر دیتا ہے سنو اس کے بائیں کاندھے کے نیچے ایک چمک ہوگی اہل زمین میں اسے کوئی نہیں جانتا اون کا ازار باندھا ہوگا اون ہی کی چادر اوڑھی ہوگی خوب سن لو۔ قیامت کے دن عام لوگوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اویس رضی اللہ عنہ سے کہا جائے گا کہ ادھر کھڑے ہو جاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اے عمرو علی رضی اللہ عنہما جب تمہاری ان سے ملاقات ہوگی تو ان سے استغفار کرانا اللہ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر اولیس بن عامر القرنی سید العباد و علم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۲ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (الاصابة في تميز الصحابة ذكر اولیس بن عامر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۱۹ رقم ۵۰۰ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

سیکون فی امتی رجل یقال له اویس بن عبد الله القرني وان شفاعته فی امتی مثل ربيعة ومضر۔

(الجامع الصغير فی احادیث البشیر اندیر حرف السین ج ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۳۷۷۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغير ج ۲ ص ۵۸ رقم الحدیث ۶۹۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال رسول الله ﷺ خلیلی من هذه الامة اويس القرني۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اس امت میرا خلیل اویس قرنی ہے۔

(طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (الجامع الصغير فی احادیث البشیر اندیر ج ۱ ص ۲۳۰ رقم الحدیث ۳۹۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغير ج ۲ ص ۸۵ رقم الحدیث ۶۰۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد والحاكم عن عبد الرحمن بن ابي ليلى قال: نادى رجل من اهل الشام يوم صفين فقال فيكم اويس القرني؟ قالوا: نعم قال اني سمعت رسول الله ﷺ يقول ان من خير التابعين اويس القرني ثم ضرب دابته فدخل فيهم۔

ترجمہ: ابن سعد وحاکم رحمہما اللہ نے عبد الرحمن بن ابولیلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ جنگ صفین کے روز اہل اشام کے ایک آدمی نے پکارا کہ کیا تم میں اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا ہاں ہیں۔ اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ خیر التابعین ہیں۔ اس کے بعد وہ شخص اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اپنے لشکر میں چلا گیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکتبۃ المکرّمہ)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) حاکم مستدرک ج ۳ ص ۴۰۲۔ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الحکمیہ ج ۲ ص ۵۲۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر الخیر ج ۱ ص ۲۳۴ رقم الحدیث ۴۰۰۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۹۱ رقم الحدیث ۶۱۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو بکر بن مالک ثنا عبد الله بن احمد بن حنبل حدثني ابي وعبيد الله بن عمر قالانا عبد الله بن الاشعث بن سوار عن محارب بن دثار قال قال رسول الله ﷺ ان من امتي من لا يستطيع ان ياتي مسجده او مصلاه من العري يحجزه ايمانه ان يسال الناس منهم اويس القرني وفرات بن حيان۔

ترجمہ: حضرت محارب بن دثار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ میری امت میں سے ایسے لوگ ہیں جو ننگے ہونے کی وجہ سے اپنی مسجد اور عید گاہ میں نہیں جاسکتے اور ان کا ایمان ان کو لوگوں سے مانگنے سے روکتا ہے ان میں سے اویس قرنی اور فرات بن حیان رضی اللہ عنہما ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر عبد الرحمن بن محمد رحمۃ اللہ علیہ ج ۹ ص ۳۸ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (الاصابة فی تیز الصلحۃ ذکر اویس بن عامر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۲۱ رقم ۵۰۰ مطبوعہ دار النجیل بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد والحاكم من طريق أسير بن جابر عن عمر انه قال لا ويس القرني استغفر لي قال: كيف استغفر لك وانت صاحب رسول الله ﷺ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ان خير التابعين رجل يقال له اويس القرني۔

ترجمہ: ابن سعد وحاکم رحمہما اللہ نے بطریقہ اسیر بن جابر عن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں آپ کے لئے کیونکر استغفار کروں جبکہ آپ خود رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے

حاشیہ.....☆

فرمایا خیر التابعین وہ شخص ہے جس کا نام اولیس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۱۰..... دو عظیم گروہوں کے درمیان اللہ عزوجل اس کے ذریعہ صلح کرائے گا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

للعحسن ان ابني هذا سيد ولعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين۔

ترجمہ: بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ

عندہ کی بابت فرمایا میرا یہ فرزند سردار ہے اور توقع ہے کہ اللہ عزوجل مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان اس کے ذریعہ صلح کرائے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶

ص ۲۱۳-۲۱۵ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۵۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۳۳ مطبوعہ

دارالکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الخلیفہ ج ۳ ص ۲۸۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (نیم الریاض فی

شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا ج ۱ ص ۲۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ

المستقیمین ج ۸ ص ۳۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۱۷ مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت)، (الوقایا حوال المصطفیٰ

الباب الخ مس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۹ مطبوعہ معطفہ البابی مصر)، (مجمع الزوائد ذبیع الفوائد باب ما جاء فی الحج وما کان بعدہ ج ۷ ص ۲۵۰

مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (دلائل النبوة لابن نعیم ص ۳۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص

۳۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۱۱۳ مطبوعہ دارحیۃ الریاض)، (فضائل صحابہ لابن فضیل ج ۲ ص ۶۸ رقم الحدیث

۱۳۵۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (فضائل الصحابۃ للنسائی ص ۱۹-۲۰ رقم الحدیث ۶۲-۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۵ ص ۲۲۳

رقم الحدیث ۱۸۵۲ وقال اسناد صحیح مطبوعہ مکتبۃ المنهجۃ الحدیث مکہ مکرمہ)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ذکر وصف قاتلہ باشتی الآخین ص ۱۲۵ مطبوعہ دارالکتب

المصریۃ)، (اعلام النبوة الباب الثانی عشر فی انذارہ بما سجدت بعدہ ص ۱۸۲ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۳۳

مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)، (المفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر فصل الاخبار بالغیوب المستقبلیہ ص ۲۱۲ مطبوعہ دارالعلم بیروت)، (صفوة المصقوة

لابن جوزی ج ۱ ص ۷۲۰ مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر المنذیر ج ۱ ص ۱۳۲ رقم الحدیث ۲۱۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح

الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۲۸۷۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۵۳۱ رقم الحدیث ۱۷۱۸ مطبوعہ دارالکتب

العلمیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابہ فی تمیز الصحابۃ ذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہما ج

۲ ص ۷۱ برقم ۱۷۲۱ مطبوعہ دارالکبیر بیروت)، (صحیح بخاری رقم الحدیث ج ۳ رقم الحدیث ۶۳۲۹)، (سنن الترمذی ج ۵ رقم الحدیث ۳۷۹۸)، (سنن ابی داؤد رقم

الحدیث ج ۳۶۲۳)، (سنن التسانی ج ۲ رقم الحدیث ۱۳۰۹، صحیح ابن حبان ج ۱۵ رقم الحدیث ۶۹۶۳، مسند احمد ج ۵ ص ۵۱، طبرانی کبیر ج ۳ رقم الحدیث ۲۵۹۱، مجمع

الزوائد ج ۹ ص ۱۷۵)، (طبرانی صغیر باب الامام ج ۱ ص ۲۷۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمغانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

قال الامام رحمه الله في هذا الحديث من دلالة النبوة انه كان الامر كما ذكره صلح الله به

بين جند العراق و جند الشام۔

ترجمہ: امام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نبوة پر دلالت کرتی ہے کہ اسی طرح ہوا جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ

عزوجل نے اس کے ذریعے عراقی اور شامی لشکروں میں صلح فرمادیا۔

(دلائل النبوة ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۱۱۳ مطبوعہ دارحیۃ الریاض)

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر ۱۲..... ام ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہا شہیدہ ہے

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن عمر بن حفص المقرئ بن الحمامی رحمہ اللہ ببغداد ثنا احمد بن سلمان النجار ثنا جعفر بن محمد بن شاكر ثنا ابو نعیم ثنا الولید بن جمیع حدثنی جدتی عن ام ورقہ بنت عبد اللہ بن الحارث ثم و كان رسول اللہ ﷺ يزورها ويسميها الشهيدة وكانت قد جمعت القرآن وكان رسول اللہ ﷺ حين غزا بدرًا قالت تاذن لي فاخرج معك امراض مرضكم لعل الله تعالى يهدي لي شهادة قال ان الله تعالى مهد لك شهادة فكان يسميها الشهيدة وكان النبي ﷺ قد امرها ان توم اهل دارها وانها غممتها جارية لها و غلام كانت قد دبرتهما فقتلاها في اماره عمر فقبل ان ام ورقه قتلها جاريتهما و غلامها وانهما هربا فأتى فكانا اول مصلوبين بالمدينة فقال عمر رضي الله عنه صدق رسول الله ﷺ كان يقول انطلقوا نزور الشهيدة۔

ترجمہ: حضرت ام ورقہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی ملاقات کے لیے رسول اللہ ﷺ تشریف لے جاتے اور آپ نے ان کا نام الشہیدہ رکھا تھا، وہ قرآن کی حافظہ تھیں جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے کہا آپ مجھے اجازت دیں تو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں اور زخموں کی مرہم پٹی اور بیماریوں کی تیمارداری کروں، شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرمائے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو شہادت عطا فرمائے گا اور آپ ان کو الشہیدہ کہتے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر کی خواتین کی امامت کیا کریں ان کو مال غنیمت میں سے ایک باندی اور ایک غلام ملا تھا جن کو انہوں نے مدبر کر دیا تھا (یعنی ان سے کہہ دیا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان دونوں نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو قتل کر دیا اور دونوں بھاگ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان کو پکڑ لیا گیا اور ان دونوں کو سولی پر لٹکایا، مدینہ طیبہ میں ان کو سب سے پہلی سولی دی گئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا آپ فرماتے تھے چلو الشہیدہ کی زیارت کے لیے چلیں۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی جماع ابواب اثبات الملة المرأة وغير حاج ۳ ص ۳۰ رقم الحدیث ۵۱۳۶ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکرمۃ)، (الاصابة فی تميز الصحابة لابن حجر عسقلانی ج ۸ ص ۳۲۱ رقم ۱۲۲۹۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۵ رقم الحدیث ۲۷۳۲۳ مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر)، (صحیح ابن خزيمة جماع ابواب صلاة النساء فی الجماعة باب الملة المرأة النساء فی الفریضة ج ۳ ص ۸۹ رقم الحدیث ۱۶۷۶ مطبوعہ المکتب السلاوی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج ابو داود وابو نعیم عن جمیع وعبد الرحمن بن خلاد الانصاری عن ام ورقہ بنت نوفل ان النبی ﷺ لما غزا بدرًا قالت: يا رسول الله ائذن لي في الغزو معك لعل الله تعالى ان يرزقني شهادة قال قري في بيتك فان الله يرزقك الشهادة فكانت تسمى الشهيدة وكانت قد قرأت القرآن ثم انها دبرت غلاما لها و جارية فقاما اليها من الليل فغماها بقطيفة حتى ماتت وذلك في اماره عمر فامر بها فصلبا فكانا اول مصلوب بالمدينة

ترجمہ: ابو داؤد وابو نعیم رحمہما اللہ نے جمیع اور عبد الرحمن بن خلاد انصاری رضی اللہ عنہما سے ان دونوں نے ام ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ جب بدر گئے تو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے غزوہ بدر میں اپنی معیت میں جانے کی اجازت دیجئے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرمائے۔ آپ نے فرمایا تم اپنے گھر میں بیٹھی رہو۔ اللہ عزوجل تمہیں شہادت نصیب فرمائے گا۔ تو ان کو لوگ شہیدہ کے نام سے پکارتے تھے۔

حاشیہ.....☆

اس کی شہادت کا واقعہ یہ ہوا کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہی تھیں اور انہوں نے ایک غلام اور باندی کو مدبر کیا تھا۔ وہ دونوں رات کے وقت ان کے پاس آئے اور ایک چادر سے ان کا گلا گھونٹا یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئیں۔ یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں کو حکم دیا اور دونوں کو سولی دی گئی۔ یہ دونوں مدینہ منورہ میں سب سے پہلے سولی چڑھنے والے تھے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۸-۲۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکتبۃ المکرمہ) (مسئل الہدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (مسند احمد ج ۶ ص ۴۰۵) (الاصابة ج ۳ ص ۵۰۵)، (حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين ص ۳۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الوقایا حوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر في اخبار رسول الله ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۷ مطبوعہ مصطفیٰ البابي مصر)، (اعلام النبوة ص ۱۶۵ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت) امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال صدق رسول الله ﷺ حين كان يقول انطلقوا بنا نزور الشهيدة۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ شہیدہ کے گھر چلو۔ (الاستيعاب في معرفة الاصحاب باب الواو ج ۳ ص ۱۹۶۵ رقم ۳۲۲۳ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)

امام محمد ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فقال عمر صدق رسول الله ﷺ كان يقول انطلقوا بنا نزوروا الشهيدة۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ آؤ شہیدہ کی ملاقات کے لئے چلیں۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۷۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال عمر رضي الله عنه صدق رسول الله ﷺ كان يقول انطلقوا فنزوروا الشهيدة۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ شہیدہ کے گھر چلو۔ (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکرام و رقة انصاریہ رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۶۳ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔ (آدام فرقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کریں)

فقال عمر صدق رسول الله ﷺ كان يقول انطلقوا بنا نزوروا الشهيدة رحمها الله۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا آؤ شہیدہ کی زیادت کریں۔

(مفوة المصنوعة ج ۲ ص ۷۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرجه ابن راهويه وابن سعد والبيهقي وابو نعيم من وجه آخر وزاد في آخره فقال عمر: صدق

رسول الله ﷺ و كان يقول انطلقوا نزوروا الشهيدة۔

ابن راهويه ابن سعد بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے دوسری سند کے ساتھ اسے روایت کیا۔ اس میں اسنا زیادہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حاشیہ.....☆

نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج فرمایا تھا آؤ شہیدہ کی زیادت کریں۔
(خصائص الكبرى ج ۲ ص ۲۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (المبدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکتبۃ المکرمہ)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين ص ۳۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر (۱۳)..... لیکن وہ شخص نعلین مبارک کو سینے والا شخص ہے یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

امام محبت الدین ابو العباس احمد بن عبد اللہ متوفی ۲۹۳ھ لکھتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ يقول ان منكم من يقاتل على تاويل القرآن كما قاتلت على تنزيله قال ابو بكر رضي الله عنه انا هو يا رسول الله قال لا ولكن خاصف النعل في الحجرة و كان اعطى عليا نعله يخصفها۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ بے شک تم میں سے ایک تاویل قرآن پر جگڑا کرے گا جیسے کہ اس کے نزول پر جگڑا کیا تھا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کیا وہ میں ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ تو حضور ﷺ فرمانے لگے نہیں بلکہ جوتے کے سینے والا حجرے میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو تا مبارک دیا تھا تا کہ اس کو سی لے۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ص ۶۷ مطبوعہ دارالکتب المصریہ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حد ثنا عبد الله قال حدثني ابي قثنا يحيى بن آدم نا يونس عن ابي اسحاق عن زيد بن شيع قال قال رسول الله ﷺ ثم لينتهين بنو وليعة او لا بعثن اليهم رجلا كنفسى يمضى فيهم امرى يقتل المقاتلة ويسبى الذرية قال فقال ابوذر فما راعني الا برد كف عمر في حجزتي من خلفي فقال من تراه يعني قلت ما يعينك ولكن خاصف النعل۔

(فضائل صحابہ لایں ح ۱ ص ۵۷۱ رقم الحدیث ۹۶۶ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)

امام بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فقال ابو بكر انا هو يا رسول الله قال لا قال له عمر انا هو يا رسول الله قال لا ولكنه خاصف النعل قال وفي كف على نعل يخصفها لرسول الله ﷺ۔

(تاريخ بغداد ج ۸ ص ۳۳۳ رقم ۳۵۳۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج الحاكم وصححه والبيهقي عن ابی سعید قال: كنا مع رسول الله ﷺ فانقطعت نعله فتخلف على يخصفها فمشى قليلا ثم قال ان منكم من يقاتل على تاويل القرآن كما قاتلت على تنزيله فقال ابو بكر انا قال لا قال عمر: انا قال لا ولكن خاصف النعل۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ کی نعلین مبارک ٹوٹ گئی تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پیچھے رہ کر اسے سینے لگے پھر کچھ دور چل کر فرمایا تم میں سے ایک شخص وہ ہے جو قرآن کی تاویل پر جنگ کرے گا جس طرح کہ میں اس کی تنزیل پر جنگ کرتا ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

.....☆

نے عرض کیا کیا وہ میں ہوں؟ فرمایا نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ہوں؟ فرمایا نہیں۔ لیکن وہ شخص ثعلین مبارک کو سینے والا شخص ہے یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۲۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۶۱۳ رقم الحدیث ۳۲۹۶۷ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

حدیث نمبر ۱۴۰..... سب سے پہلے جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا آدمی ہوگا یعنی یزید

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن ابی شیبہ وابویعلی والبیہقی عن ابی ذر سمعت رسول اللہ ﷺ يقول ان اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیة۔

قال البیہقی: یشبه ان یکون هو یزید بن معاویة۔

ترجمہ: ابن ابی شیبہ وابویعلی اور بیہقی رحمہم اللہ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے پہلے جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا آدمی ہوگا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شبہ ہوتا ہے کہ غالباً وہ آدمی یزید بن معاویہ ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۸۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر الذریج ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۲۸۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۳۶۸۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحکم بن موسی ثنا الولید بن مسلم عن الاوزاعی عن مکحول عن ابی عبیدہ بن الجراح قال قال رسول اللہ ﷺ لا یزال امر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یشمله رجل من بنی امیة یقال له یزید۔

ترجمہ: حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دین ہمیشہ معتدل اور عدل و انصاف پر قائم رہے گا البتہ بنی امیہ کا ایک آدمی جس کا نام یزید ہے اس میں رخنہ ڈالے گا۔

(بخاری الباقی عن زوائد منذ الحارث فی کتاب الامارۃ باب فی ولایة السوء ج ۲ ص ۶۴۲ رقم الحدیث ۶۱۶ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسریرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن منیع والبیہقی وابونعیم عن ابی عبیدہ بن الجراح قال قال رسول اللہ ﷺ لا یزال هذا الامر معتدلاً قائماً بالقسط حتی یشمله رجل من بنی امیة یقال له یزید۔

ترجمہ: ابن منیع وابویعلی و بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دین ہمیشہ معتدل اور عدل و انصاف پر قائم رہے گا البتہ بنی امیہ کا ایک آدمی جس کا نام یزید ہے اس میں رخنہ ڈالے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۸۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابو نعیم عن معاذ بن جبل ان النبی ﷺ قال اتکم الفتن کقطع اللیل المظلم کلما ذهب رسل جاء رسل تناسخت النبوة فصارت ملکاً امسک یا معاذ واحص فلما بلغت خمسة قال یزید لا یبارک الله فی یزید ثم ذرفت عیناه فقال نعی الی حسین واتیبت بتربته واخبرت بقتله فلما بلغت عشرة قال الولید اسم فرعون هادم شرائع الاسلام یؤ بدمه رجل من اهل بیتہ۔

ترجمہ: ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم پر اندھیری رات کے ٹکڑے کی مانند فتنے آئے جب ایک رسول گیا دوسرا رسول آگیا اور نبوت منسوخ ہو گئی اور بادشاہت آگئی۔ اے معاذ رضی اللہ عنہ یاد رکھو اور گنو۔ پھر جب پانچ تک پہنچے تو فرمایا یزید۔ اللہ عزوجل یزید میں برکت نہ دے اس کے بعد آپ کے چشمان مبارک سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا مجھے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی اور ان کے قتل کی مٹی لائی گئی ہے اور مجھے ان کے قاتل کی خبر دی گئی۔ اس کے بعد جب شمار دس تک پہنچی تو فرمایا ولید۔ یہ فرعون کا نام ہے۔ وہ اسلامی شریعت کا ڈھانے والا ہوگا۔ اس کے بلبلیت کا ایک آدمی اس کا خون بہائے گا۔ (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۵۰..... عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہیں باغی جماعت شہید کرے گی

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج الشيخان عن ابی سعید ومسلم عن ام سلمة وابی قتادة ان رسول الله ﷺ قال لعمار تقتلك الفئة الباغية هذا الحديث متواتر رواه من الصحابة بضعة عشر كما بينت ذلك الاحاديث المتواترة۔
ترجمہ: شیخین رحمہما اللہ نے ابوسعید و مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہیں باغی جماعت شہید کرے گی۔ یہ حدیث متواتر ہے اسے دس صحابیوں نے روایت کیا ہے جیسا کہ احادیث متواترہ میں میں نے اسے بیان کیا ہے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی صغیر باب العین من اسمہ عرج ص ۱۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللہ نی ج ۳ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح البخاری رقم الحدیث ۲۸۱۲-۲۸۱۳ صحیح مسلم رقم الحدیث ۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲

حاشیہ.....☆

(فضائل الصحابة للنسائي ص ۵۱ رقم الحديث ۱۷۰ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (تكملة الشيوخ ص ۲۸۳ مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت)، (الآحاد والثاني ذكراني قادة الانصارى ج ۳ ص ۳۳۶ رقم الحديث ۱۸۷۰ مطبوعه دار الرية الرياض)، (البدایة والتهلیة ج ۷ ص ۳۱۲ مطبوعه مكتبة المعارف بيروت)، (السيرة النبوية فصل ببناء مسجد الشريف في مدة مقامه عليه السلام بداراني الايوب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۶۸ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)، (تكملة الصحابة ج ۱ ص ۲۳۶ رقم ۲۶۷ ج ۲ ص ۲۷۶ رقم ۹۲۲ مطبوعه مكتبة الغرابة الاثرية المدينة المنورة)، (تخريج الدلالات السمعية ص ۹۷ مطبوعه دار الغرب الاسلامي بيروت)، (وسيلة الاسلام بالنبي عليه الصلاة والسلام ص ۷۸ مطبوعه دار الغرب الاسلامي بيروت)، (الفصول في اختصار سيرة الرسول لابن كثير فصل الاخبار بالغيوب المستقبليہ ص ۲۱۲ مطبوعه دار القلم بيروت)، (الثقات لابن حبان ذكر قدم النبي المدينة ج ۱ ص ۱۳۵ و ۱۳۱ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (الذرية الطاهرة النبوية ص ۷۱ رقم الحديث ۱۰۹ مطبوعه الدار السلفية الكويت)، (السيرة النبوية واخبار الخلفاء لابن حبان ص ۱۳۳ و ۵۳۲ ذكر قدم النبي ﷺ المدينة مطبوعه دار الفكر بيروت)، (الجامع الصغير في احاديث البشير انه يرحف العين ج ۱ ص ۳۳۶ رقم الحديث ۳۳۶ ج ۱ ص ۳۳۶ رقم الحديث ۵۶۰۷ ج ۲ ص ۵۷۲ رقم الحديث ۹۶۳۰ حرف الواو مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف ج ۱ ص ۳۰ رقم الحديث ۱۸۲۵۴ مطبوعه دار احياء التراث العربي بيروت)، (جامع الاحاديث الكبير ج ۲ ص ۳۸۲ رقم الحديث ۷۸۹۳ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (الفتح الكبير في ضم الزيادة الى الجامع الصغير ج ۲ ص ۳۳۳ رقم الحديث ۵۴۱۸ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (سير اعلام العلماء ج ۱ ص ۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱ مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت)، (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴ مطبوعه دار صادر بيروت)، (الاستيعاب ذكر حضرت عمار بن ياسر رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۳۹ رقم ۱۸۶۳ مطبوعه دار الجليل بيروت)، (حلية الاولياء وطبقات الاصفياء ذكر يزيد بن وهب رحمة الله عليه ج ۳ ص ۷۲ اذكر عبد الله بن ابي الهذيل رحمة الله عليه ج ۳ ص ۳۶۱ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)، (الاصابة في تميز الصحابة ذكر اسماعيل بن عبد الرحمن النضائي تابعي رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۳۳ رقم ۵۳۰ مطبوعه دار الجليل بيروت)، (مسند الحارث زوائد شمس كتاب المناقب باب فضل عمار بن ياسر رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۹۲۳ رقم الحديث ۱۰۱۷-۱۰۱۸ مطبوعه مركز خدمة السنة والسيرة النبوية المدينة المنورة)، (الاستيعاب ج ۲ ص ۵۳۳ رقم ۸۳۲ مطبوعه دار الجليل بيروت)

امام ابن عبد البر رحمة الله عليه لکھتے ہیں۔

وتواترت الآثار عن النبي ﷺ انه قال تقتل عمار الفئة الباغية وهذا من اخباره بالغيب واعلام النبوت ﷺ وهو من اصح الاحاديث۔

ترجمہ: حضور ﷺ سے متواتر آثار اس بارے میں نقل کی گئی ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور یہ رسول اللہ ﷺ کا اخبار الغیب ہے اور یہ اعلام النبوة ہے۔ اور یہ حدیث مبارک صحیح ہے۔

(الاستيعاب ذكر حضرت عمار بن ياسر رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۳۹ رقم ۱۸۶۳ مطبوعه دار الجليل بيروت)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطيب متوفى ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

ومن معجزاته الاخبار بالغيوب والتكلم على ما في الضمائر وذلك في غير ما موطن بما هو كثير شائع ومن ذلك قوله لعمار بن ياسر تقتلك الفئة الباغية وآخر شربة شربها من الدنيا شربة لبن وتقدم للقتال يوم صفين وقاتل حتى قتل۔

(وسيلة الاسلام بالنبي عليه الصلاة والسلام ص ۱۳۳ مطبوعه دار الغرب الاسلامي بيروت)

امام نووی رحمة الله عليه لکھتے ہیں۔

وقال قبل ان يقتل انتوني بشربة لبن فاني سمعت رسول الله ﷺ يقول آخر ثم ثم شربة تشربها من الدنيا شربة لبن وثبت في الصحيح ان رسول الله ﷺ قال ويح عمار تقتله ثم ثم الفئة الباغية۔

(تكملة الاسماء ج ۲ ص ۳۵۱ رقم ۳۶۵ مطبوعه دار الفكر بيروت)

حاشیہ.....☆

امام احمد بن عمرو بن الفحاک ابو بکر الشیبانی متوفی ۲۸۸ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا بن کاسب نا يوسف بن الماجشون عن ابيه عن ابي عبيدة بن محمد بن عمار بن ياسر عن
عمار بن ياسر قال حدثني جيبی رسول الله ان آخر زادی من الدنيا مذقة لبن۔

(الآحاد والثانی ذکر عمار بن یاسر ج ۱ ص ۲۰۷ رقم الحدیث ۲۷۱ مطبوعہ دار الریة الرياض)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان رسول الله ﷺ عهد الى ان آخر شربة تشربها من الدنيا شربة لبن۔

(الاستيعاب ذکر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۳۹ رقم الحدیث ۱۸۶۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال فشرب ثم قال قال رسول الله ﷺ ان آخر شربة تشربها من الدنيا شربة لبن ثم تقدم فقتل۔

(سير اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۲۵ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد احمد بن الحسن ثنا عبد الله بن احمد بن حنبل حدثني ابي ثنا محمد بن جعفر ثنا
شعبة عن عمرو ابن دينار عن رجل من اهل مصر يحدث ان عمرو بن العاص اهدى الى ناس هذا ففضل
عمار بن ياسر فقبل له فقال سمعت رسول الله ﷺ يقول تقتل عمارا الفتنه الباغية۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مصری شخص نے فرمایا کہ ایک بار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ
نے لوگوں میں ہدایا تقسیم کئے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ دیا۔ ان سے ان کی وجہ پوچھی گئی انہوں نے فرمایا میں
ان کے متعلق حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا اے عمار تیرا قاتل ایک باغی گروہ ہوگا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ج ۷ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ان کے علاوہ محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے دو سندوں کے ساتھ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ
عنہا سے اور چار سندوں کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور ایک سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اور
ایک سند کے حنظلہ بن سید رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ج ۷ ص ۱۹۶-۱۹۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

یہی محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا جعفر بن محمد بن عمرو ثنا الوحصين الوادعي ثنا يحيى بن الحمانی ثنا خالد بن عبد الله
عن عطاء بن السائب عن ابي اليختري وميسرة ان عمارا يوم صفين اتى بلبن فشربه ثم قال ان النبي ﷺ
قال هذه آخر شربة اشربها من الدنيا فقام فقاتل حتى قتل۔

ترجمہ: عطاء بن سائب کے سلسلہ سند سے ابو الیختری اور میسرہ کا قول مروی ہے:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین کے روز دودھ پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نوش کر کے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ
کے فرمان کے مطابق اس کے بعد میرے بطن میں کوئی چیز نہیں جائے گی۔ اس کے بعد عمار رضی اللہ عنہ قتال میں مشغول ہو گئے اور بالآخر

حاشیہ.....☆

قال کرتے کرتے دنیا سے چلے گئے۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عمار بن یاسر ج ۱ ص ۱۳۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۵۲)، (اتحاف السادة المتقین ج ۱ ص ۲۳۰)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۹۸)، (کنز العمال رقم الحدیث ۳۳۵۳۹)، (جامع الصغير للسيوطی رقم الحدیث ۳۲۹۶)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

عمار والفئة الباغية قال فدخل عمار بن ياسر وقد اثقلوه باللبن فقال يا رسول الله قتلوني يحملون علي ما لا يحملون قالت ام سلمة زوج النبي ﷺ فرأيت رسول الله ﷺ ينفض وفرته بيده وكان رجلا جعدا وهو يقول ويح ابن سمية ليسوا بالذين يقتلونك انما تقتلك الفئة الباغية۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور باغی گروہ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مسجد کی جگہ میں داخل ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان پر بہت زیادہ اینٹیں رکھی تھیں انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ انہوں نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور مجھ پر اتنا بوجھ ڈالا ہے جسے میں اٹھا نہیں سکتا۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ اپنی زلف مبارک کو دست اقدس سے صاف فرما رہے تھے آپ ﷺ کے بال مبارک گھنگھریالے تھے آپ ﷺ نے فرمایا اسے سمیہ کے نور نظریہ لوگ تمہیں قتل نہیں کریں گے تمہیں تو ایک باغی گروہ شہید کرے گا۔ (السيرة النبوية المعروفة بسيرة ابن هشام ج ۳ ص ۲۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سیلی متوفی ۱۵۵ھ لکھتے ہیں۔

وفي جامع معمر بن راشد ان عمارة كان ينقل في بنیان المسجد لبنه عنه ولبنه عن رسول الله والناس ينقلون لبنه واحدة فقال له النبي اجر ولك اجران و آخر زادك من الدنيا شربة لبن وتقتلك الفئة الباغية۔

ترجمہ: جامع معمر بن راشد میں ہے کہ تعمیر مسجد نبوی کے وقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیک وقت دو دوائیٹیں اٹھا کر لا رہے تھے۔ ایک اینٹ اپنی طرف سے اور دوسری اینٹ حضور ﷺ کی طرف سے جب کہ باقی لوگ ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا لوگوں کے لئے ایک گنا جب کہ تمہارے لئے دو گنا اجر ہے اور دنیا سے تمہاری آخری خوراک دودھ ہوگا اور تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

(روض الانف ذکر سمیہ ام عمار ج ۲ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن عمرو بن الفحاک ابو بکر الشیبانی متوفی ۲۸۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو بکر ثنا وكيع عن سفيان عن حبيب بن ابي ثابت عن ابي البختري قال لما كان يوم صفين واشتدت الحرب قال عمار انتوني بشراب اشربة ثم قال اني سمعت رسول الله يقول ان آخر شربة تشربها شربة لبن قال ثم تقدم فقتل۔

(الآحاد والمثاني ذکر عمار بن یاسر ج ۱ ص ۲۰۸ رقم الحدیث ۲۷۲ مطبوعہ دار الریة الرياض)

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا وكيع بن الجراح قال اخبرنا سفيان عن حبيب بن ابي ثابت عن ابي البختري قال قال عمار يوم صفين انتوني بشربة لبن فان رسول الله ﷺ قال لي ان آخر شربة تشربها من الدنيا شربة لبن فاتى بلبن فشربه ثم تقدم فقتل۔

حاشیہ.....☆

قال اخبرنا الفضل بن دكين اخبرنا سفيان عن حبيب بن ابي ثابت عن البختری قال اتى عمار يومئذ بلبن فنهك وقال وقال لى رسول الله ﷺ ان آخر شراب تشربه لبن حتى تموت۔

ترجمہ: البختری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ صفین میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس دودھ کا شربت لاؤ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ دنیا کا آخری شربت جو تم پیو گے وہ دودھ کا شربت ہوگا دودھ لایا گیا اس دودھ کو انہوں نے نوش فرمایا پھر آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔

ابى البختری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں اس روز عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ لایا گیا تو وہ سکرائے اور کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے آخری مشروب جو تم پیو گے وہ دودھ ہوگا یہاں تک کہ (اسے پی کر) تم اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

وقال لعمار تقتلك الفئة الباغية و آخر زادك من الدنيا صاع من لبن۔

(اعلام النبوة الباب العاشر فيما سمع من معجزات اقواله فصل اخبار الاحاد ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

وهو من اخبار بالغيب واعلام النبوة ﷺ وهو من اصح الاحاديث وكانت صفين في ربيع الآخر سنة سبع وثلاثين ودفن في ثيابه ولم يغسل۔

(تخريج الدلالات السمعية ص ۹۷ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسين بیهقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا علي بن احمد بن عبدان اخبرنا احمد بن عبيد الاسفاطي حدثنا ابو مصعب حدثنا يوسف الماجشون عن ابيه عن ابي عبيدة بن محمد بن عمار بن ياسر عن مولاة لعمار قالت: اشتكى عمار شكوى ارق منها فغشى عليه فافاق ونحن نبكى حوله فقال ما تبكون اتخشون ان اموت على فراشي؟ اخبرني حبيبي ﷺ انه تقتلني الفئة الباغية وان آخر ادمي من الدنيا مذقة من لبن۔

ترجمہ: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کنیز سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو سخت بیماری لاحق ہوئی اور ان پر بے حوشی طاری ہو گئی۔ پھر انہیں افاقہ ہوا تو دیکھا کہ ہم سب ان کے گرد رو رہے ہیں۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کیا لوگ ڈر رہے تھے کہ میں اپنے بستر پر مر جاؤں گا مجھے میرے حبیب رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ مجھے باغی جماعت قتل کرے گی اور دنیا میں میری آخری غذا پانی ملا ہو دودھ ہوگا۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکتبۃ المکرمہ)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۹۔ حاکم مستدرک ج ۳ ص ۳۸۹)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار المرفۃ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۷۲۶ رقم الحدیث ۳۳۵۵۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مجمع الروائد و منبع الفوائد باب فیما کان ینھم یوم صفین رضی اللہ عنہم ج ۷ ص ۲۲۶ مطبوعہ مؤسسۃ المعارف بیروت)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد وابن سعد والطبرانی والحاكم وصححه والبيهقي وابو نعيم عن ابي البختری ان عمار بن ياسر اتي يوم صفين بشربة من لبن فضحك ف قيل له: مم تضحك؟ فقال ان رسول الله ﷺ قال آخر شراب تشربه من الدنيا شربة لبن ثم تقدم فقتل۔

ترجمہ: امام احمد وابن سعد اور طبرانی و حاکم رحمہم اللہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ یوم صفین حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا اور اسے دیکھ کر انہوں نے تبسم کیا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا میں آخری غذا جسے تم پیو گے وہ دودھ کا شربت ہے۔ اس کے بعد وہ آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين ص ۳۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله قال حدثني ابي قشنا وكيع قال قال سفیان وقال أبو قيس عن الهذيل قال ثم اتي النبي ﷺ ف قيل ان عمارا وقع فمات فقال ما مات عمار۔

ترجمہ: حضرت ہذیل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے لوگوں نے عرض کیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر چھت گر گئی ہے اور وہ فوت ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا حضرت عمار رضی اللہ عنہ فوت نہیں ہوئے ہیں۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۸۵۷ رقم الحدیث ۱۵۹۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد عن هذيل قال اتي النبي ﷺ ف قيل له ان عمارا وقع عليه حائط فمات فقال ما مات عمار۔

ترجمہ: ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ہذیل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے لوگوں نے عرض کیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر چھت گر گئی ہے اور وہ فوت ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا حضرت عمار رضی اللہ عنہ فوت نہیں ہوئے ہیں۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين ص ۳۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۶..... عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

يطلع عليكم رجل من اهل الجنة فطلع عمر ثم قال يطلع عليكم رجل من اهل الجنة فطلع عثمان۔

ترجمہ: تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے پھر فرمایا تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔

(طبرانی الاوسط ج ۷ ص ۵۰۳ رقم الحدیث ۶۶۹۹۸ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)

حاشیہ.....☆

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابویسٰی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الوهاب الثقفي حدثنا ايوب عن ابي قلابه عن ابي الاشعث الصنعاني ثم ان خطباء قامت بالشام وفيهم رجال من اصحاب رسول الله ﷺ فقام آخرهم رجل يقال له مرة بن كعب فقال لو لا حديث سمعته من رسول الله ﷺ ما قمت وذكر الفتن فقربها فمر رجل مقنع في ثوب فقال هذا يومئذ على الهدى فقامت اليه فاذا هو عثمان بن عفان قال فاقبلت عليه بوجهه فقلت هذا قال نعم۔ قال هذا حديث حسن صحيح وفي الباب عن ابن عمر وعبد الله بن حوالة وكعب بن عجرة۔

ترجمہ: حضرت کعب مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ عنقریب واقع ہونے والے ہیں اس وقت ایک شخص کپڑے سے اپنے آپ کو ڈھانپے ہوئے گزر رہا تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ شخص اس وقت ہدایت پر ہوگا میں نے کھڑے ہو کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے میں نے پھر آپ کی طرف رخ کر کے پوچھا یہ؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

(سنن الترمذی باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۲۸ رقم الحدیث ۳۷۰۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابویسٰی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عمر قال ثم ذكر رسول الله ﷺ فتنة فقال يقتل فيها هذا مظلوما لعثمان۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا۔ پھر آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ یہ شخص فتنوں میں مظلوماً قتل کیا جائے گا۔

(سنن الترمذی باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۳۰ رقم الحدیث ۳۷۰۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابویسٰی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عائشة ان النبي ﷺ قال ثم يا عثمان انه لعل الله يقمصك قميصاً فان ارادوك على خلعه فلا تخلعه لهم۔ (سنن الترمذی باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۲۸ رقم الحدیث ۳۷۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (فضائل صحابہ لابن خبیل ج ۱ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۸۰۴ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (الاكتفاء بما تضمنته من مغازی رسول الله ﷺ الخلفاء مقتل عثمان رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۳۳۳ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (البدایة والنہایة ج ۷ ص ۱۸۱ مطبوعہ مکتبة المعارف بیروت)، (التحمید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۱۲۳ مطبوعہ دار الثقافة الدوحة قطر)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عثمان بن عفان ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۱۳)، (مصنف ابن ابی شیمہ ج ۱۲ ص ۲۵ مطبوعہ کراچی)، (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن ماجة والحاكم وصححه والبيهقي وابونعيم عن عائشة ان رسول الله ﷺ دعا عثمان فجعل يشير اليه ولون عثمان يتغير فلما كان يوم الدار قلنا الا تقاتل قال: لا ان رسول الله ﷺ عهد الى امرأ فاننا صابر نفسي عليه۔

ترجمہ: ابن ماجہ وحاکم رحمہما اللہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ نے ان کی طرف اشارہ فرما رہے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ متغیر

حاشیہ.....☆

ہور ہاتھا۔ چنانچہ جب یوم الدار یعنی وہ دن آیا جس میں انہیں محصور کیا گیا تو ہم نے عرض کیا، کیا آپ جنگ نہیں کریں گے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے اس امر کا عہد لیا ہے لہذا میں اس پر اپنی جان کا خیال نہ کروں گا۔ صابر رہوں گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۲۰۲ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاكم وابن ماجه وابونعيم عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ لعثمان ان الله مقصمك قميصاً فان ارادك المنافقون على خلعه فلا تخلعه۔

ترجمہ: حاکم وابن ماجہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سل الہدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۵۸۷ رقم الحدیث ۳۲۸۰۲ ص ۵۹۷ رقم الحدیث ۳۲۸۶۹ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۷۲۸ ص ۵۰۰ رقم الحدیث ۸۱۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاكتفاء بما تضمنته من مغازی رسول الله والثلاثه الخلفاء مقتل عثمان رضي الله عنه ج ۴ ص ۲۳۳ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۸۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (مغوة الصغوة لابن جوزی ذکر جملة من فضائله رضي الله عنه ج ۱ ص ۲۹۸-۲۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۱۵ رقم الحدیث ۶۵۵۳۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)، (مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۹ رقم الحدیث ۲۵۲۰۳ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب عثمان رضي الله عنه ج ۵ ص ۶۲۸ رقم الحدیث ۳۷۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۳۳۶ رقم الحدیث ۶۹۱۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (موارد النظم ان ج ۱ ص ۵۳۹ رقم الحدیث ۲۱۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ المقدمة ج ۱ ص ۳۱ رقم الحدیث ۱۱۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند الشافعی ج ۲ ص ۲۲۶ رقم الحدیث ۱۲۳۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا يحيى عن اسماعيل قال ثنا قيس عن ابي سهلة عن عائشة قالت قال لي رسول الله ﷺ ادعوا الي بعض اصحابي قلت ابوبكر قال لا قلت عمر قال لا قلت ابن عمك علي قال لا قالت قلت عثمان قال نعم فلما جاء قال ننحى فجعل يساره ولون عثمان يتغير فلما كان يوم الدار وحصر فيها قلنا يا امير المؤمنين الا تقاتل قال لا ان رسول الله ﷺ عهد الي عهدا واني صابر نفسي عليه۔

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا میرے بعض صحابہ کو میرے پاس بلاؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ پھر میں نے عرض کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں پھر میں نے عرض کیا عثمان رضی اللہ عنہ کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں پس جب وہ آگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا (اے عائشہ) ذرا پیچھے ہو کر بیٹھ جاؤ پھر آپ ﷺ ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ تبدیل ہونے لگا پھر یوم دار آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس میں محصور ہو گئے ہم نے کہا اے امیر المؤمنین آپ قتال نہیں کریں گے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بے شک حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے (اس دن کی) وصیت فرمائی

حاشیہ.....☆

تھی اور میں اس وصیت پر صبر کرنے والا ہوں۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۵۱ رقم الحدیث ۲۳۲۹۸ مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر)، (متدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۰۶ رقم الحدیث ۳۵۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند ابویعلی ج ۸ ص ۲۳۳ رقم الحدیث ۳۸۰۵ مطبوعہ دار الناموس للتراث دمشق)، (الاستیعاب ذکر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۰۳ رقم ۷۸۷۸ مطبوعہ دار النجیل بیروت) امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا احمد بن داود المكي ثنا محمد بن اسماعيل الوساوسي ثنا ضمرة بن ربيعة عن ربيعة عن عبد الله بن شاذب عن ابي الجويرية عن بدر بن خالد قال وقف علينا زيد بن ثابت يوم الدار فقال الا تستحيون ممن تستحي منه الملائكة قلنا وما ذاك؟ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول مر بي عثمان وعندي ملك من الملائكة فقال شهيد يقتله قومه انا لنستحي منه قال بدر فانصرفنا عنه عصابة من الناس۔

ترجمہ: حضرت بدر بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یوم الدار کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہمارے پاس کھڑے ہوئے اور کہا کیا تم اس شخص سے حیاء نہیں کرتے جس سے ملائکہ بھی حیاء کرتے ہیں ہم نے کہا وہ کون ہے؟ راوی نے کہا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا فرشتوں میں سے ایک فرشتہ میرے پاس تھا جب عثمان رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرا تو اس نے کہا یہ شخص شہید ہے اس کی قوم اس کو قتل کرے گی اور ہم ملائکہ اس سے حیاء کرتے ہیں بدر بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے لوگوں کے ایک گروہ کو دور کیا۔

(طبرانی کبیر ج ۵ ص ۱۵۹ رقم الحدیث ۳۹۳۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند الشامیین للطبرانی ج ۲ ص ۲۵۸ رقم الحدیث ۱۲۹۷ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۸۲ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان عهد رسول الله ﷺ الى عهدا وانا صابر نفسي عليه۔

(الاستیعاب ذکر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۰۳ رقم ۷۸۷۸ مطبوعہ دار النجیل بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن ابن عمر قال كنت مع رسول الله ﷺ اذ جاء رجل الى النبي فصافحه فلم ينزع النبي يده من يد الرجل حتى انتزع الرجل يده ثم قال له يا رسول الله جاء عثمان قال امرؤ من اهل الجنة۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ اس دوران ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ ﷺ کے ساتھ مصافحہ کیا تو حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ اس شخص کے ہاتھ سے اس وقت تک نہ جھڑایا جب تک خود اس آدمی نے آپ ﷺ کا ہاتھ نہ چھوڑا پھر اس آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا وہ اہل جنت میں سے ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۳۰۵ رقم الحدیث ۱۳۳۹۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۹۸ رقم ۳۰۰ مطبوعہ دار الحرمین القاہرہ)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۸۷ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما ان عثمان اصبح فحدث فقال اني رايت النبي ﷺ في المنام اللبلة فقال يا عثمان افطر عندنا فاصبح عثمان صائما فقتل من يومه رضي الله عنه هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ صبح کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہمیں فرمایا بے شک میں نے حضور ﷺ کو گزشتہ رات خواب میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عثمان آج ہمارے پانچ روزہ افطار کرو۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے روزہ کی حالت میں صبح کی اور اسی روز انہیں شہید کر دیا گیا۔

(مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۱۰ رقم الحدیث ۳۵۵۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یوم یموت عثمان تصلی علیہ ملائکۃ السماء۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوگی اس دن آسمان کے فرشتے اس پر درود بھیجیں گے۔

(طبرانی الاوسط ج ۳ ص ۲۸۷ رقم ۳۱۷۲ مطبوعہ دارالحرین القاہرہ)، (الفردوس بآثار الخطاب ج ۵ ص ۵۳۳ رقم الحدیث ۸۹۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (لسان المیزان لابن حجر ج ۵ ص ۲۶۲ رقم ۷۹۸ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلیٰ المطبوعات بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد اللہ قال حدثنی ابی قثنا اسود بن عامر قثنا سنان بن ہارون عن کلب بن وائل عن بن عمر قال ثم ذکر رسول اللہ ﷺ فتنة فمر رجل فقال یقتل هذا المقنع یومئذ مظلوما قال فنظرت فاذا هو عثمان بن عفان۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۳۵۱ رقم الحدیث ۷۲۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (التعمید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ذکر وفاة ابی ذر رضی اللہ عنہ ص ۷۷ مطبوعہ دارالثقافۃ الدوحۃ قطر)

علامہ محمد بن یحییٰ بن ابی بکر الاندلسی متوفی ۷۴۱ھ لکھتے ہیں۔

فقال هذا واصحاب علی الحق فاتبعته فاذا هو عثمان رضی اللہ عنہ۔

(التعمید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۷۷ مطبوعہ دارالثقافۃ الدوحۃ قطر)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ یطلع علیکم رجل من اهل الجنة فطلع عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وفي لفظ اول من یدخل علیکم من هذا الفج رجل من اهل الجنة فدخل عثمان بن عفان۔

(جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۱۸۸ رقم الحدیث ۱۶۲۵۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۷۲۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن عدی وابن عساكر عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ یا عثمان انک ستونی الخلفۃ من بعدی وسیر یدک المنافقون علی خلعتها فلا تخلعها وصم فی ذلک الیوم فانک تفطر عندی۔

ترجمہ: ابن عدی وابن عساكر رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ! میرے بعد تمہیں خلافت دی جائے گی اور منافقین چاہیں گے کہ تم اسے چھوڑ دو تو تم اسے نہ چھوڑنا اور تم اس دن روزہ

☆..... حاشیہ

رکھنا کیونکہ تم میرے پاس افطار کرو گے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (التحمید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۱۲۳ مطبوعہ دارالثقافۃ الدولۃ قطر)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۲۹۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۵۴۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاکم وصححه عن عبدالله بن حواله قال قال رسول الله ﷺ تهجمون على رجل معتجر ببردة يبايع الناس من اهل الجنة فهجمت على عثمان وهو معتجر ببردة حبرة يبايع۔
ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر عبد اللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ ایک ایسے شخص پر بلوہ کرو گے جو چادر سے عمامہ باندھے گا اور وہ جنتی لوگوں کی بیعت لے گا تو جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بلوہ کیا تو وہ حیری چادر کا عمامہ باندھے بیعت لے رہے تھے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو عبدالله الحافظ حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب حدثنا ابو عبدالله محمد بن عبدالله بن عبدالحکم المصری حدثنا ابی حبيب عن ربيعة بن لقط التجیبی عن عبدالله بن حواله عن رسول الله ﷺ قال من نجا من ثلاث فقد نجا قالوا ماذا يا رسول الله؟ قال موتی و قتل خليفة مصطبر بالحق يعطيه ومن الدجال۔
ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو تین باتوں سے محفوظ رہا اس نے نجات پائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا باتیں ہیں؟ فرمایا میری رحلت ہے اور اس خلیفہ کا قتل ہے جو حق پر قائم رہ کر حق پر جان دے گا۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاکم وصححه والبيهقي عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ان رحي الاسلام ستدور بعد خمس او ست او سبع و ثلاثين فان يهلكوا فسيل من هلك وان يقيم لهم دينهم يقيم سبعين قال عمر يا نبي الله مما مضى؟ قال: لابل مم بقي قال البيهقي وكذلك كان ملك بني امية الى ان دخله الوهن وظهرت الدعاة بخراسان نحو سبعين سنة۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کی چکی پینتیس یا ۳۶ یا ستر سال کے بعد گھومے گی تو اگر وہ لوگ ہلاک ہوئے تو راہ صواب ہلاک ہونے والوں میں ہے اور اگر ان کا دین ان کے لئے قائم رہا تو ستر سال تک قائم رہے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ یہ مدت گزشتہ سال سے ہے؟ فرمایا نہیں جو آئندہ آئے گا۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ بنی امیہ کی حکومت اس سال میں رہی۔ یہاں تک کہ جب ان میں سستی درانداز ہوئی تو ۷۰ھ کے قریب خراسان سے دعویٰ کرنے والوں کا ظہور ہوا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۹۳-۳۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۲ھ روایت کرتے ہیں۔

قال رأيت النبي ﷺ في المنام فقال عثمان افطر عندنا صائما وقتل من يومه۔

(البدایة والتمهید ج ۷ ص ۱۸۲ مطبوعہ مکتبہ المعارف بیروت)

علامہ محمد بن یحییٰ بن ابی بکر الاندلسی متوفی ۷۴۱ھ لکھتے ہیں۔

قال رأيت النبي ﷺ فقال يا عثمان افطر عندنا فاصبح صائما ثم قتل من يومه رحمه الله۔

(التحمید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۷۸ مطبوعہ دار الشفاعة الدوحة قطر)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

و ذكر فتنة كائنة فمر رجل متفنع فقال هذا واصحابه يومئذ فاذا عثمان بن عفان۔

ترجمہ: آپ ﷺ قریب تر ہونے والے فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے اسی اثناء میں ایک شخص گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس دن یہ شخص ہدایت پر ہوگا۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۸۲۸ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا ابو بكر بن فورك اخبرنا عبد الله بن جعفر حدثنا يونس بن حبيب حدثنا ابو داود حدثنا اسماعيل بن جعفر عن عمرو بن ابي عمرو مولى المطلب عن المطلب هكذا قال ابو داود۔ عن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ لا تقوم الساعة حتى تقتلوا امامكم وتجتلدوا باسيافكم ويرث دنياكم شراركم۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم اپنے امام کو قتل نہ کرو گے اور ایک دوسرے کو اپنی تلوار سے قتل کرو گے اور تمہارے شریروں کو تمہاری دنیا کے وارث بن جائیں گے۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۰۲ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقي وابونعيم في (المعرفة) عن عبد الرحمن بن عديس سمعت رسول الله ﷺ يقول يخرج اناس يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية يقتلون في جبل لبنان قال ابن لهيعة كان عبد الرحمن بن عديس البلوي سار باهل مصر الى عثمان فقتله ثم قتل ابن عديس بعد ذلك بعام او عامين بجبل لبنان۔

ترجمہ: بیہقی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے ”المعرفة“ میں عبد الرحمن بن عدیس سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے اور وہ لبنان کے پہاڑوں میں قتل کئے جائیں گے۔ ابن لہیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عبد الرحمن بن عدیس ان بلوایوں میں شامل تھا جو اہل مصر کے ساتھ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کی غرض سے چلے تھے۔ ان بلوایوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ اس واقعہ کے ایک یا دو سال بعد لبنان کے پہاڑ میں ابن عدیس کو قتل کیا گیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۹۲-۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث الخائرة ج ۱ ص ۵۲۷ رقم الحدیث ۳۹۴ مطبوعہ المکتبۃ النصفۃ الحدیث مکہ مکرمہ)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحارث بن ابی اسامة فی (مسندہ) عن مهاجر بن حبیب قال: بعث عثمان الى عبد الله بن سلام وهو محصور فقال له ارفع راسك ترى هذه الكوة فان رسول الله ﷺ اشرف منها الليلة فقال يا عثمان احصروك قلت نعم فادلى لي دلوا فشربت منه فاني اجد برده على كبدی ثم قال لي ان شئت دعوت الله فينصرک عليهم وان شئت افطرت عندنا فاخترت الفطر عنده فقتل فی يومه۔

ترجمہ: حارث بن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں مهاجر بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو کسی کو بھیج کر بلوایا اور وہ اس وقت محصور تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہا اپنا سر اٹھا کر اس روزن کو دیکھو۔ آج رات رسول اللہ ﷺ اس روزن سے رونق افروز ہوئے اور فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ تم محصور ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں تو آپ نے ایک ڈول لٹکایا اور میں نے اس سے پانی پیا اور میں اپنے اندر اس کی ٹھنڈک اب تک پارہا ہوں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں۔ وہ تمہیں ان پر غالب کر دے گا اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر افطار کرو تو میں نے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہونے کو اختیار کیا ہے اور وہ اسی دن شہید کئے گئے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابی ثنا و کيع عن اسماعيل بن ابی خالد قال قال قيس فحدثني ابو سهلة ان عثمان قال يوم الدار حين حصر ثم ان النبي ﷺ عهد الى عهدا فاننا صابر عليه قال قيس فكانوا يرونه ذلك اليوم۔

ترجمہ: حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو سہلہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یوم الدار (محاصرہ کے دن) کو فرمایا جب وہ محصور تھے کہ بے شک حضور ﷺ نے مجھے ایک وصیت فرمائی تھی پس میں اسی پر صابر ہوں اور حضرت قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اس کا انتظار کیا کرتے تھے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۶۹ رقم الحدیث ۵۰۱ مطبوعہ مؤسسة قرطبہ مصر)، (صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۳۵۶ رقم الحدیث ۶۹۱۸ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (الاحادیث المختارة للمقدسی ج ۱ ص ۵۲۵ رقم الحدیث ۳۹۱ مطبوعہ مکتبۃ النھضة الحدیثیة المکرمۃ)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن منيع فی (مسندہ) من طريق النعمان بن بشير عن نائلة بنت الفرافصة امرأة عثمان قالت لما حصر عثمان ظل صائما فلما كان عند الافطار سالهم الماء العذب فمنعوه فبات فلما كان في السحر قال: ان رسول الله ﷺ اطلع على هذا السقف ومعه دلو من ماء فقال اشرب يا عثمان فشربت حتى رويت ثم قال ازدد فشربت حتى امتلأت۔

ترجمہ: ابن منیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”مسند“ میں بطریق نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے تو روزے سے رہنے لگے۔ ایک دن افطار کا وقت آیا تو انہوں نے بلوایوں سے افطار کے لئے شیریں پانی مانگا مگر انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے تشنگی کے عالم میں رات بسر کی۔ پھر جب سحر کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اس چھت سے رونق افروز ہوئے۔ آپ کے ساتھ پانی کا ڈول تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ! پانی پیو تو میں نے پیا یہاں تک کہ میں سیراب ہو گیا۔ پھر فرمایا اور زیادہ پیو تو میں نے پیا۔ یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

قال وذاك انه رأى من الليل ان نبي الله ﷺ يقول: افطرونا عندنا الليلة۔

(تاریخ الامم والملوک المعروف بتاريخ الطبری ج ۲ ص ۶۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال انی رأیت رسول الله ﷺ فی منامی هذا فقال انک شاهد معنا الجمعة۔

(دلائل النبوة باب ما جاء روية النبي ﷺ فی المنام ج ۷ ص ۳۷-۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۷

.....منافق کی خبر دینا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج مسلم عن ابي حميد قال: خرجنا مع رسول الله ﷺ في غزوة تبوك فاتينا وادي القرى على حديقة لامرأة فقال اخرصوها فخرصناها وخرصها رسول الله ﷺ عشرة اوسق وقال احصوها حتى نرجع اليك ان شاء الله تعالى فانطلقنا حتى قدمنا تبوك فقال رسول الله ﷺ ستهب عليكم الليلة ربح شديدة فلا يقيم فيما احد منكم ومن كان له بعير فليشد عقاله فهبت ربح شديدة فقام رجل فحملته الريح حتى القته بجبل طى ثم اقبلنا حتى قدمنا وادي القرى فسأل رسول الله ﷺ المرأة عن حديثها كم بلغ تمرها فقالت بلغ عشرة اوسق۔

ترجمہ: مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابی حمید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نصرانیوں کے حملہ کی خبر سن کر تبوک کی طرف روانہ ہوئے دوران سفر وادی قرئی میں ایک خاتون کے باغ کے پاس سے گزرے سرور کونین ﷺ نے فرمایا تم اس باغ کی کھجوروں کا تخمینہ لگاؤ۔ ہم نے تخمینہ لگایا حضور ﷺ کا اندازہ دس و سق تھا۔ اس عورت سے کہا تم اپنی کھجوروں کا تاپ تول کر لینا اور ہم انشاء اللہ تمہارے پاس واپس آئیں گے۔ ہم میدان تبوک میں تھے کہ ایک روز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آج رات میں شدید ہوا اور سخت جھکڑ چلیں گے۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوة تبوک من المعجزات ج ۱ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۵۵ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷-۳۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوقایا بحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۷ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (دلائل النبوة امام لابی نعیم اصفہانی اردو غزوہ تبوک کے معجزات ص ۳۷۳ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (دلائل النبوة علامہ صہبانی ص ۷۱ رقم الحدیث ۲۱۲ مطبوعہ دار طبعة الرياض)، (السیرۃ النبویہ ابن کثیر ذکر مرورہ علیہ السلام فی ذہابہ الی تبوک بمساکن ثمود وصرحہم بالجرج ج ۳ ص ۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۳-۲۲۵)، (البدایہ والنہایہ ذکر غزوة تبوک فی رجب منہاج ج ۵ ص ۱۲ مطبوعہ مکتبۃ العارف بیروت)، (تخریج الدلائل السمعیۃ ص ۵۵۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (زاد المعاد فی حدی خیر العباد فصل فی غزوة تبوک ج ۳ ص ۵۳۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

بعثت هذه الريح لموت منافق فلما قدم المدينة فاذا منافق عظيم من المنافقين قد مات۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا مرچکا تھا۔ (مسلم شریف کتاب صفات المنافقین)، (تیسیم الرياض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ الامم والملوک المعروف بتاريخ الطبری ج ۲ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی باب خمس انبی ﷺ فی مسیرہ واخبارہ عن الرجح الخ ج ۵ ص ۲۳۸-۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والارشاد ج ۱ ص ۵۰-۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

حين مات قد مات اليوم عظيم من عظماء المنافقين ورفاعة بن زيد التابوت قال له رسول الله ﷺ حين هبت عليه الريح وهو الذي قافل من غزوة بني المصطلق فاشتدت عليه حتى اشفق المسلمون منها فقال لهم رسول الله ﷺ لا تخافوا فانما هبت لموت عظيم من عظماء الكفار فلما قدم رسول الله ﷺ المدينة وجد رفاعة بن زيد التابوت مات ذلك اليوم الذي هبت فيه الريح۔

ترجمہ: منافقین کے سرداروں میں سے ایک سردار آج مر گیا ہے۔ رفاعة بن زيد بن تابوت کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا۔ جب حضور ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے واپس تشریف لارہے تھے تو راستہ میں شدید آندھی کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمان اسے دیکھ کر گھبرا گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں یہ آندھی کفار کے عظیم سرداروں میں سے ایک سردار کی موت کے لئے آئی ہے۔ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہو گئے تو معلوم ہوا کہ رفاعة بن زيد اسی دن مرا تھا جب شدید آندھی آئی تھی۔

(السيرة النبوية المعروف سيرة ابن هشام ج ۲ ص ۶۰-۶۱ مطبوعه دار الجليل بيروت)

یہی امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ لا تخافوها فانما هبت لموت عظيم من عظماء الكفار فلما قدموا المدينة وجدوا رفاعة بن زيد بن التابوت احد بني قينقاع وكان عظيما من عظماء اليهود وكهفا للمنافقين مات في ذلك اليوم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اس آندھی سے نہ ڈرو یہ آندھی ایک بڑے منافق کی وجہ سے چلی ہے۔ جب صحابہ مدینہ طیبہ پہنچے تو انہوں نے رفاعة بن زيد کی موت کی خبر سنی جو بنی قینقاع سے تعلق رکھتا تھا یہ یہودیوں کا ایک سردار تھا اور منافقوں کی پناہ گاہ تھا یہ اسی دن مرا تھا جس روز آندھی چلی تھی۔

(السيرة النبوية المعروف سيرة ابن هشام غزوة بنی المصطلق فی شعبان سنہ ست ج ۳ ص ۲۵۵ مطبوعه دار الجليل بيروت)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال بعثت هذه الريح لموت منافق قال فقدم المدينة فاذا منافق عظيم من المنافقين قد مات۔
ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا فوت ہو گیا۔

لفظ حديث حفص وفي رواية ابي معاوية ابي معاوية قال هبت ريح شديدة والنبي ﷺ في بعض اسفاره فقال هذه لموت منافق قال فلما قدمنا المدينة اذا هو قد مات عظيم من عظماء المنافقين۔
(دلائل النبوة باب جوب الریح التي دلت رسول الله ﷺ على موت عظيم من عظماء المنافقين ج ۳ ص ۶۱ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال هذه لموت منافق قال فلما قدمنا المدينة اذا هو قد مات منافق عظيم من عظماء المنافقين۔
ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا ایک منافق کی موت کی وجہ سے یہ آندھی بھیجی گئی ہے جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو ایک بہت بڑا منافق مر چکا تھا۔
(مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۵ رقم الحديث ۱۴۴۱۸ مطبوعه مؤسسة قرطبة مصر)

حاشیہ.....☆

امام عبد بن حمید بن نصر ابو محمد الکسی متوفی ۲۳۹ھ لکھتے ہیں۔

ثنا ابراهیم بن الاشعث ثنا فضیل بن عیاض عن سلیمان عن ابی سفیان عن جابر ثم کنا مع النبی ﷺ سفر حاجت ریح تکاد تدفن الراكب فقال رسول الله ﷺ بعثت هذه الريح لموت منافق فلما رجعنا الى المدينة وجدنا مات في ذلك اليوم منافق عظيم النفاق فسمعت اصحابنا بعد يقولون هو رافع بن التابوت۔

(مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۳۱۵ رقم الحديث ۱۰۲۹ مطبوعه مکتبه السنه القاہرہ)

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۳۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله هذا الموت منافق عظيم النفاق قد مات في ذلك الوقت۔

(اعلام النبوة الباب العاشر فيما سمع من معجزات اقوال صل اخبار الاحاد ص ۱۵۶ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فوجدوا رفاعه بن زيد بن التابوت مات في ذلك اليوم وكان من بني قينقاع وكان اظهر الاسلام وكان كهفا للمنافقين۔

(دلائل النبوة باب صوب الریح التي دلت رسول الله علی موت عظیم من عظماء المنافقين الخ ج ۳ ص ۶۱ مطبوعه دار الكتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ هبت هذه الريح لموت منافق مات بالمدينة فقدم المدينة فاذا منافق عظيم من المنافقين مات ذلك اليوم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی مدینہ منورہ میں ایک منافق کے مرنے کی وجہ سے چل رہی ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو واقعی منافقین میں سے ایک بہت بڑا منافق اسی دن جہنم واصل ہو چکا تھا۔

(الوقایا حوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر في اخبار رسول الله ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۰ مطبوعه مصطفیٰ البابی مصر)

امام ابی الربیع سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله لا تخافوها فانما هبت لموت عظيم من الكفار فلما قدموا المدينة وجدوا رفاعه بن زيد بن التابوت احد بني قينقاع وكان من عظماء يهود و كهفا للمنافقين مات ذلك اليوم۔

(الاكفاء بما تضمنه من مخازي رسول الله ﷺ والثلاثه الخلفاء غزوة بني المصطلق وهي غزوة الربيع ج ۲ ص ۱۶۲-۱۶۳ مطبوعه عالم الكتب بيروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۲ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله لا تخافوها فانما هبت لموت عظيم من الكفار فلما قدموا المدينة وجدوا رفاعه بن زيد بن التابوت احد بني قينقاع وكان من عظماء يهود و كهفا للمنافقين مات ذلك اليوم۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۵۸ غزوة بني المصطلق من خزائن ج ۳ ص ۲۴۰ مطبوعه مکتبه المعارف بیروت)، (السيرة النبوية لابن کثیر غزوة بني المصطلق من خزائن ج ۳ ص ۲۹۱ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال هذه بعثت لموت منافق فمات بالمدينة رجل من عظماء المنافقين۔

(وسيلة الاسلام بالنبي عليه الصلاة والسلام ص ۱۳۳ مطبوعه دار الغرب الاسلامی بیروت)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ بعثت هذه الريح لموت منافق فلما قدمنا المدينة اذا هو قد مات من عظماء المنافقين۔
ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا فوت ہو گیا۔
(خصائص الكبرى باب ما وقع في غزوة بني المصطلق من الآيات والخصائص ج ۱ ص ۳۹۱ مطبوعہ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ بعثت هذه الريح لموت منافق فلما قدمنا المدينة اذن قد مات من عظيم من عظماء المنافقين۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا فوت ہو گیا۔

(سبل الہدی والارشاد ذکر اخبارہ علیہ السلام بموت کبیر من المنافقین الخ ج ۳ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت)

یہی علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

وهو رفاعه بن زيد بن التابوت مات ذلك اليوم كان كهفاً للمنافقين۔

(سبل الہدی والارشاد ذکر اخبارہ علیہ السلام بموت کبیر من المنافقین الخ ج ۳ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت)

محمد کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال النبي ﷺ هذا لموت منافق قال فقدمنا المدينة فوجدنا منافقاً عظيماً النفاق مات يومئذ۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر وہب بن منہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۹۷ مطبوعہ دار الكتب العربیہ بيروت)

امام علی بن برہان الدین الحلی الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں۔

هذه الريح لموت عظيم من الكفار وفي رواية لموت منافق وفي لفظ مات اليوم منافق عظيم النفاق في المدينة فكان كما قال عليه الصلاة والسلام مات في ذلك اليوم زيد بن رفاعه بن التابوت وكان كهفاً للمنافقين۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الحلیہ ج ۳ ص ۵۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بيروت)

محمد ہارون معاویہ دیوبندی لکھتے ہیں۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لارہے تھے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو ایک شدید ہوا چلی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہوا ایک منافق کی موت کے لئے چلی ہے چنانچہ جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے خبر دی کہ آج رفاعہ بن یزید مر گیا ہے۔ یہ شخص فی الحقیقت بہت بڑا منافق تھا۔

(خصوصیات مصطفیٰ ﷺ ج ۲ ص ۲۵۰ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

فقال النبي ﷺ انما هبت لموت منافق عظيم النفاق وهو رفاعه بن التابوت۔

(الاصابة فی تمیز الصحابة رفاعہ بن تابوت ج ۲ ص ۳۸۸ رقم ۲۶۶۳ مطبوعہ دار الجلیل بيروت)

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر ۱۸..... وہ مال کہاں جو تم مکہ میں دفن کر کے آئے ہو

امام ابی عبد اللہ بن مسلم بن قتیبة الدینوری متوفی ۲۷۶ھ لکھتے ہیں۔

قال انه ليس لي مال۔ قال فاين المال الذي وضعته عند ام الفضل بمكة حين خرجت وليس معكما احد ثم قلت ان اصبحت في سفرى هذا فللفضل كذا ولعبد الله كذا؟ قال والذي بعثك بالحق نبيا ما علم بهذا احد غيرها واني لا اعلم انك رسول الله فقدى نفسه بمائة اوقية۔ وكل واحد باربعين اوقية۔ هكذا قال ابن اسحاق۔

(العارف ص ۹۲ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثناء زيد قال قال محمد يعني بن اسحاق حدثني من سمع عكرمة عن بن عباس قال ثم كان الذي اسر العباس بن عبد المطلب ابا السير بن عمرو وهو كعب بن عمرو احد بنى سلمة فقال له رسول الله ﷺ كيف اسرته يا ابا السير قال لقد اعانني عليه رجل ما رأيته بعد ولا قبل هيئته كذا هيئته كذا قال فقال رسول الله ﷺ لقد اعانك عليه ملك كريم وقال للعباس يا عباس افد نفسك وابن اخيك عقيل بن ابي طالب ونوفل بن الحرث وحليفك عتبة بن جحدم اخد بنى الحرث بن فهر قال فابي وقال اني قد كنت مسلما قبل ذلك وانما استكرهوني قال الله اعلم بشانك ان يك ما تدعى حقا فالله يجزيك بذلك واما ظاهر التابعين فقد كان علينا فافد نفسك وكان رسول الله ﷺ قد اخذ منه عشرين اوقية ذهب فقال يا رسول الله احسبها لي من فداي قال لا ذاك شئ اعطانا الله منك قال فانه ليس لي مال قال فاين المال الذي وضعته بمكة حيث خرجت ثم ام الفضل وليس معكما احد غير كما فقلت ان اصبحت في سفرى هذا فللفضل كذا ولعبد الله كذا قال فوالذي بعثك بالحق ما علم بهذا احد من الناس غيري وغيرها واني لا اعلم انك رسول الله۔

ترجمہ: امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ جس شخص نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا اس نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے (جنگ بدر میں) عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا وہ ابوالسر کعب بن عمرو تھے۔ ان کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ابوالسر تم نے اس کو کیسے گرفتار کیا تھا؟ انہوں نے کہا اس معاملہ میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی تھی جس کو میں نے اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد اس کی ایسی ایسی ہیئت تھی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری مدد ایک مکرم فرشتہ نے کی تھی۔ اور عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عباس تم اپنا فدیہ بھی دو اور اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث کا فدیہ بھی دو اور اپنے حلیف عتبہ بن جحدم کا فدیہ بھی دو جن کا تعلق بنو الحارث بن فھر سے ہے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا فدیہ دینے سے انکار کیا اور کہا میں اس غزوہ سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا یہ لوگ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تمہارے معاملہ کو خوب جاننے والا ہے اگر تمہارا دعویٰ برحق ہے تو اللہ تم کو اس کی جزا دے گا۔ لیکن تمہارا ظاہر حال یہ ہے کہ تم ہم پر حملہ آور ہوئے ہو سو تم اپنا فدیہ ادا کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ اس سے بیس اوقیہ سونا (بطور مال غنیمت) وصول کر چکے تھے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اس بیس اوقیہ سونے کو میرے فدیہ میں کاٹ لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! یہ وہ مال ہے جو اللہ نے ہمیں تم سے لے کر دیا ہے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس اور مال تو نہیں ہے حضور ﷺ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو نے مکہ سے روانگی کے وقت ام الفضل کے پاس رکھا تھا اس وقت تم دونوں کے پاس اور کوئی نہیں تھا اور تم نے یہ کہا تھا کہ اگر میں اس ہم میں کام آگیا تو

حاشیہ.....☆

اس مال میں سے اتنا فضل کو دینا اتنا کرم کو دینا اور اتنا عبد اللہ کو دینا تب عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میرے اور ام الفضل کے سوا اس کو اور کوئی نہیں جانتا اور اب مجھے یقین ہو گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔
(مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۳ رقم حدیث ۳۳۱۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (دلائل النبوة للشیخ ج ۳ ص ۱۳۳-۱۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۱۳ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (فتح القدیر غیر مقلد شوکانی ج ۲ ص ۳۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیہاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

فقال این الذهب الذی دفعته الی ام الفضل وقت خروجك وقلت لها انی لا ادری ما یصیبنی فی وجهی هذا فان حدث بی حدث فهو لك ولعبد الله وعبيد الله والفضل وقثم فقال العباس وما یدریك قال اخبرنی به ربی تعالی قال فاشهد انك صادق وان لا اله الا الله وانك رسول الله ولم یطلع علیه احد الا الله۔
(انوار التنزیل ج ۳ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (زوالسیر فی علم التفسیر لابن جوزی ج ۳ ص ۳۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (تفسیر ابوسعود ج ۳ ص ۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ فاین الذهب الذی دفعته الی ام الفضل وقت خروجك من مكة وقلت لها انی لا ادری ما یصیبنی فی وجهی هذا فان حدث بی حدث فهو لك ولعبد الله ولعبيد الله وللفضل وقثم یعنی الاربعة فقال له العباس وما یدریك قال اخبرنی به ربی عز وجل قال العباس اشهد انك صادق وقال لا اله الا الله وانك عبده رسول الله ولم یطلع علیه احد الا الله عز وجل۔
(تفسیر بغوی ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (تفسیر روح المعانی ج ۱۰ ص ۳۶-۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثنی ابی ثنا زید قال قال محمد یعنی بن اسحاق حدثنی من سمع عكرمة عن بن عباس قال ثم كان الذی اسر العباس بن عبد المطلب ابا السیر بن عمرو وهو كعب بن عمرو احد بنی سلمة فقال له رسول الله ﷺ كيف اسرته يا ابا السیر قال لقد اعانتی علیه رجل ما رأيتہ بعد ولا قبل هیئتہ کذا هیئتہ کذا قال فقال رسول الله ﷺ لقد اعانك علیه ملك كريم الخ۔

ترجمہ: امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ جس شخص نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا اس نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے (جنگ بدر میں) عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا وہ ابوالسیر کعب بن عمرو تھے۔ ان کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ابوالسیر تم نے اس کو کیسے گرفتار کیا تھا؟ انہوں نے کہا اس معاملہ میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی تھی جس کو میں نے اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد اس کی ایسی ایسی ہیئت تھی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری مدد ایک مکرم فرشتہ نے کی تھی۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۳ رقم حدیث ۳۳۱۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

قال فاین المال الذی وضعت بمكة حين خرجت ثم ام الفضل بنت الحارث لیس معکما احد ثم قلت لها ان اصبت فی سفری هذا فللفضل کذا وکذا ولعبد الله کذا وکذا قال والذی بعثک بالحق ما علم بهذا احد غیری وغیرها وانی لا علم انک رسول الله ﷺ فقدی العباس نفسه وابن اخیه وحلیفه۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ مال کہاں ہے جو تم نے روائی کے وقت مکہ میں ام الفضل بنت الحارث کے پاس رکھا تھا جب کہ تم دونوں کے ساتھ کوئی نہ تھا؟ تم نے ان سے کہا تھا کہ اگر مجھے اس سفر میں موت آگئی تو فضل کے لئے اتنا اتنا اور عبد اللہ کے لئے اتنا اتنا ہے انہوں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا کہ اس کا سوائے میرے اور ام الفضل کے کسی کو علم نہ تھا۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال العباس: يا رسول الله احسبها لي في فدائي قال: لا ذاك شي اعطانا الله عز وجل منك قال: فانه ليس لي مال قال فاين المال الذي وضعته بمكة حيث خرجت من عند ام الفضل بنت الحارث ليس معكما احد لم قلت لها: ان اصبحت في سفرى هذا فللفضل كذا وكذا ولعبد الله كذا وكذا ولقثم كذا وكذا ولعبد الله كذا كذا قال: والذي بعثك بالحق ما علم هذا احد غيرى وغيرها وانى لاعلم انك رسول الله، ففدى العباس نفسه وابنى اخيه وحليفه۔

(تاريخ الامم والملوك المعروف بتاريخ الطبري ج ۲ ص ۳۲۲ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت) (دلائل النبوة لابن القيم اردو ص ۳۲۳ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبد اللہ سیلی متوفی ۵۵۰ھ لکھتے ہیں۔

وكان العباس عم النبي في الاسرى ففدى نفسه وفدى اخيه فقال للنبي لقد تركتني التكفف قريشاً فقيرا معدما فقال النبي ابن الذهب التي عند ام الفضل وعددها كذا وكذا وقلت لها كيت وكيت فقال من اعلمك بهذا يا ابن فقال الله۔

ترجمہ: غزوہ بدر کے قیدیوں میں نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا تم اپنا اور اپنے دو بھتیجوں کا فدیہ ادا کرو۔ اس پر وہ نبی کریم ﷺ سے کہنے لگے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں فقیر اور کنال ہو کر قریش کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھروں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ سونا کہاں گیا جو تم نے ام الفضل رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑا جس کی مالیت اتنی ہے اور تم نے اسے فلاں فلاں بات بھی کہی تھی؟ اس پر عباس رضی اللہ عنہ گویا ہوئے اے میرے بھتیجے تجھے یہ سب کچھ کس نے بتایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

(روض الانف المسملی حول غاتم بدر ج ۳ ص ۱۳۲-۱۳۳ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت)

امام محمد بن عبد الباقي الزرقاني المالکی متوفی لکھتے ہیں۔

(ومن ذلك اخباره عليه الصلاة والسلام بالمال) اي الذهب (الذي تركه عمه العباس) لما خرج الى بدر ومعه عشرون اوقية من ذهب ليطعم بها المشركين فاخذت منه في الحرب (عند ام الفضل) زوجته لتربية الاولاد ان مات (بعد ان كتبه) ومال ان يحسب العشرين اوقية من فدائه فاتى فقال تتركني التكفف قريشاً فقال فاين الذهب الذي دفعته الى ام الفضل وقت خروجك من مكة فقال ما علمه غيرى وغيرها وما يدريك فقال اخبرني ربي۔

(شرح العلامة الزرقاني على المواهب اللدنية ج ۷ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار المرفعة بيروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

وروى ابو داود عن ابن عباس رضي الله عنهما ان النبي ﷺ جعل فداء اهل الجاهلية يوم بدر اربعمائة وادعى العباس انه لا مال عنده فقال له رسول الله ﷺ فاين المال الذي دفنته انت وام الفضل وقلت لها ان اصبحت في سفرى هذا لبنى الفضل وعبد الله وقثم؟ فقال والله انى لاعلم انك رسول الله ان هذا الشئ ما علمه الا انا وام الفضل۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر کے دن اہل جاہلیت کا فدیہ چار سو (درہم) مقرر کیا اور حضرت عباس نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کے پاس بالکل مال نہیں ہے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا تو وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے مل کر دین کیا تھا اور تم نے کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آگیا تو یہ مال میرے ان بیٹوں کا ہے الفضل، عبد اللہ اور قسم۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم مجھے اب یقین ہو گیا کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں اس بات کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو علم نہیں تھا۔

(سبل المہدی والرشاد غزوہ بدر الکبریٰ ج ۳ ص ۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم الحسینی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

فقال العباس فانه ليس لي مال فقال رسول الله ﷺ فاین المال الذی وضعته بمكة حين خرجت عند ام الفضل وليس معكما احد وقلت ان اصبحت في سفري هذا فللفضل كذا ولقسم كذا ولعبد الله كذا۔ قال والذی بعثك بالحق ما علم بهذا احد من الناس غیری وغیرهما وانی اعلم انک رسول الله۔

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے پاس تو مال نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عباس وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ام الفضل کے پاس رکھا اور اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تیسرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لئے ہے اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبد اللہ کا۔ انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس مال کو میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ﷺ۔

(الثقات ج ۱ ص ۱۸۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (اعلام النبوة ص ۱۶۴ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (دلائل النبوة للإمام سیوطی ص ۱۳۷ رقم الحدیث ۱۵۰ مطبوعہ دارطیبة الریاض)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

قال فاین المال الذی دفنته انت وام الفضل وقلت لها ان اصبحت في سفري فهذا لبنی الفضل و عبد الله وقسم فقال والله انی لا اعلم انک رسول الله ان هذا شی ما علمه الا انا وام الفضل۔

(البدایہ والنہایہ غزوہ بدر العظمیٰ ج ۳ ص ۲۹۹ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویہ لابن کثیر فصل حکم اساری بدر ج ۲ ص ۳۰۶ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (المفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر ص ۲۰۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۰۲ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)

امام علی بن یربان الدین الحسینی الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں۔

فقال له رسول الله ﷺ فاین المال الذی دفعته لام الفضل یعنی زوجته وقلت لها ان اصبحت فهذا لبنی الفضل و عبد الله وقسم وفي كلام ابن قتيبة فللفضل كذا ولعبد الله كذا وقسم كذا فقال والله انی لا اعلم انک رسول الله ان هذا شی ما علمه الا انا وام الفضل زاد فی رواية وانا اشهد ان لا اله الا الله وانک عبده ورسوله۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المأمون المعروفہ بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوہ بدر الکبریٰ ج ۲ ص ۳۵۹ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن اسحاق والبيهقي عن الزهري وجماعة ان العباس قال لرسول الله ﷺ ما عندى ما افتدى به قال فاين المال الذى دفنته انت وام الفضل فقلت لها ان اصبحت فى سفرى هذا فهذا المال لابنى الفضل وقسم فقال العباس والله انى لا علم انك رسول الله والله ان هذا شئ ما علمه احد غيرى وغير ام الفضل۔

ترجمہ: ابن اسحاق اور بیہقی امام زہری سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ نہیں آپ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے دفن کیا تھا اور تم نے دم رخصت یہ کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کے لئے ہے۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے! اللہ کی قسم مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ بخدا اس معاملے کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو قطعاً علم نہ تھا۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوة بدر من الآيات والمعجزات ج ۱ ص ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الدر المنثور فی التفسیر المأثور تحت آیت نمبر ۷ سورۃ الانفال ج ۳ ص ۳۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس قال: لما اسر العباس وطلب منه الفداء قال ليس لي مال فقال له رسول الله ﷺ فاين المال الذى وضعته بمكة حين خرجت عند ام الفضل وليس معكما احد وقلت ان اصبحت فى سفرى هذا فللفضل كذا ولقثم كذا ولعبد الله كذا۔ قال والذى بعثك بالحق ما علم بهذا احد من الناس غيرى وغيرك وانى اعلم انك رسول الله۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جنگ بدر میں ستر کفار کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی قید ہو گئے تھے اور سرور عالم ﷺ نے ان سے فدیہ طلب فرمایا تو انہوں نے عرض کیا میرے پاس تو مال نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عباس وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکاتے وقت ام الفضل کے پاس رکھا اور اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تیسرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لئے ہے اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبد اللہ کا۔ انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس مال کو میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ﷺ۔

(الوقایا حوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۷ مطبوعہ مکتبۃ البابی مصر)

علامہ یوسف بن اسماعیل النہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابو نعیم بسند صحيح عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال العباس حين اخذ رسول الله ﷺ منه الفداء بعد وقعة بدر لقد تركتني فقير قريش ما بقيت قال كيف تكون فقير قريش وقد استودعت بصادق الذهب ام الفضل وقلت لها ان قتلت فقد تركتك غنية ما بقيت فقال العباس اشهد ان الذي تقوله قد كان وما اطلع عليه الا الله۔

واخرج ابن اسحاق والبيهقي عن الزهري وجماعة ان العباس قال لرسول الله ﷺ ما عندى ما افتدى به قال فاين المال الذى دفنته انت وام الفضل فقلت لها ان اصبحت فى سفرى هذا فهذا المال لابنى الفضل وقسم فقال العباس والله انى لا علم انك رسول الله والله ان هذا شئ ما علمه احد غيرى وغير ام الفضل۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حاکم نے یہ روایت اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فدیہ لیا گیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! جب تک میں زندہ رہوں گا آپ مجھ کو قریش کا فقیر بنا کے چھوڑیں گے آپ ﷺ نے جواب دیا آپ قریش کے فقیر کیونکر بنیں گے آپ نے تو سونے کے ڈھیرام الفضل کے حوالے کئے ہیں اور ان سے کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو تاحیات تیرے لئے یہ سونا تجھ کو غنی رکھے گا یہ سن کر عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ جس بات کی آپ خبر دے رہے ہیں اس پر سوائے اللہ کے اور کوئی مطلع نہیں کر سکتا۔

ابن اسحاق اور بیہقی امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ نہیں آپ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے دفن کیا تھا اور تم نے دم رخصت یہ کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کے لئے ہے۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے! اللہ کی قسم! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس معاملے کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو قطعاً علم نہ تھا۔
(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدیۃ ج ۷ ص ۲۰۸ مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت)

محمد حارون معادیہ دیوبندی لکھتے ہیں۔

آپ ﷺ کا پوشیدہ دینے کا حال بتا دینا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں کافروں کو شکست ہوئی تو حضور ﷺ کے چچا عباس بن عبدالمطلب جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے بھی اسیر ہو کر آئے تھے۔ حضور ﷺ نے قیدیوں کے عوض فدیہ طلب کیا تو انہوں نے عرض کی کہ میرے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ زر فدیہ ادا کر سکوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ مال کیا ہوا؟ جو تم ام الفضل (حضرت عباس کی زوجہ) کے پاس دفن کیا ہے اور اس سے کہہ آئے تھے کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میری اولاد کے لئے ہے حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم اس مال کی میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو خبر نہ تھی۔ (مسند احمد)

(خصوصیات مصطفیٰ ﷺ ج ۲ ص ۲۵۰-۲۵۱ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

حدیث نمبر (۱۹)..... ان نیزوں سے فدیہ ادا کرو جو جدے میں ہیں

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا علي بن عيسى النوفلي عن ابيه عن عمه اسحاق بن عبد الله بن الحارث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث بيدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك يا نوفل قال مالي شيء افدى به نفسي يا رسول الله قال افد نفسك برما حلت التي بجدة قال اشهد انك رسول الله۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن الحارث بن نوفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نوفل بن الحارث بدر میں گرفتار کئے گئے تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے نوفل! اپنی جان کا فدیہ دو عرض کی یا رسول اللہ! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں جس سے میں اپنی جان کا فدیہ دوں فرمایا کہ اپنی جان کا فدیہ ان نیزوں سے ادا کرو جو جدے میں ہیں۔ عرض کی میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حاشیہ.....☆

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۵۹۹ھ لکھتے ہیں۔

قال لما اسر نوفل بن الحارث يوم بدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك قال مالي شيء افتدى به قال افد نفسك برماحك التي بجدة قال والله ما علم احد ان لي رماحا بجدة غيري بعد الله اشهد انك رسول الله ففدى نفسه بها وكانت الف ربح۔

(تخريج الدلالات السمعية ص ۶۹۶ مطبوعه دار الغرب الاسلامي بيروت)

امام محبت الدين ابو العباس احمد بن عبد الله متوفی ۶۹۳ھ لکھتے ہیں۔

عن عبد الله بن الحرث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث بدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك قال مالي شيء افتدى به قال افد نفسك برماحك التي بجدة فقال والله ما علم احد ان لي بجدة رماحا غيري بعد الله اشهد انك رسول الله وفدى نفسه بها فكانت الف ربح ذكره ابو عمر۔

(ذخائر العقبى في مناقب ذوي القربى ص ۲۳۳ مطبوعه دار الكتب المصرية)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطيب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

ومنهم نوفل بن الحارث بن عبد المطلب ابن عم النبي اسر يوم بدر فممن اسر من المشركين وقال له النبي افد نفسك فقال ما عندي شيء فقال له ورماحك التي بجدة فقال والله ما علم بها احد اشهد انك رسول الله وفدى بها نفسه وكانت الف ربح۔

(وسيلة الاسلام بالنبي عليه الصلاة والسلام ص ۸۱ مطبوعه دار الغرب الاسلامي بيروت)

امام جلال الدين سيوطي متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج ابن سعد والبيهقي عن عبد الله بن الحارث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث بدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك يا نوفل قال مالي شيء افدى به نفسي قال افد نفسك من مالك الذي بجدة قال اشهد انك رسول الله ﷺ ففدى نفسه بها۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ جب نوفل بن حارث بدر کے مقام پر قیدی ہوئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اپنا فدیہ دیکر آزادی حاصل کر لو تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے پاس تو جان چھڑانے کے لئے کوئی چیز نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس مال سے فدیہ دو جو جدہ میں ہے یہ سن کر نوفل پکارا ٹھے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں پھر اس مال کا فدیہ دیکر رہائی حاصل کر لی۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوة بدر من الآيات والمعجزات ج ۱ ص ۳۴۲ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

عن عبد الله بن الحارث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث بدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك قال مالي شيء افتدى به قال افد نفسك برماحك التي بجدة قال والله ما علم احد ان لي بجدة رماحا غيري بعد الله اشهد انك رسول الله ففدى نفسه بها وكانت الف ربح۔

(الاستيعاب ذكر نوفل بن الحارث رضي الله عنه ج ۳ ص ۱۵۱۲-۱۵۱۳ رقم ۲۶۳۲ مطبوعه دار الجليل بيروت)، (سبل الهدى والرشاد غزوة بدر الكبرى ج ۳ ص ۶۹ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن سعد من طريق اسحاق بن عبد الله بن الحارث بن نوفل عن ابيه قال لما اسر نوفل يوم

حاشیہ.....☆

بدر قال له النبي ﷺ افد نفسك برماحك التي بجلدة فقال والله ما علم احد ان لي بجلدة رماحا بعد غيري اشهد انك انك رسول الله ففدى نفسه بها وكانت الف ربح -

(الاصابة في تميز الصحابة ذكر نوفل بن حارث رضي الله عنه ج ٦ ص ٢٤٩ رقم ٨٨٣٢ مطبوعه دار البجل بيروت)

علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ کھلی متوفی ۱۵۵ھ لکھتے ہیں۔

نوفل بن الحارث

ومنهم نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب يقال اسلم عام الخندق وهاجر وقيل بل اسلم حين وذلك ان النبي قال له افد نفسك قال ليس لي مال افتدى به قال افد نفسك التي بجلدة قال والله ما علم احد ان لي بجلدة ارحاما الله اشهد انك رسول الله -

ترجمہ: مسلمان ہونے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت نوفل بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے غزوہ خندق کے سال اسلام قبول کیا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اسی وقت اسلام لے آئے تھے جب آپ کو قید کیا گیا۔ واقعہ یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا اپنا فدیہ ادا کرو۔ انہوں نے عرض کی میرے پاس فدیہ کی ادائیگی کے لئے مال نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان نیزوں کے ذریعے فدیہ ادا کرو جو تم نے جدہ میں رکھے ہیں۔ حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر وہ کہنے لگے قسم بخدا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ جدہ میں میرے نیزے پڑے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ (روض الانف تسمیہ من اسر من المشرکین یوم بدر ج ۳ ص ۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابن سعد والبيهقي عن عبد الله بن الحارث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث ببدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك يا نوفل قال مالي شيء افدى به نفسي قال افد نفسك من مالك الذي بجلدة قال اشهد انك رسول الله ﷺ ففدى نفسه بها -

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ جب نوفل بن حارث بدر کے مقام پر قیدی ہوئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اپنا فدیہ دیکر آزادی حاصل کر لو تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے پاس تو جان چھڑانے کے لئے کوئی چیز نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس مال سے فدیہ دو جو جدہ میں ہے یہ سن کر نوفل پکارا اٹھے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں پھر اس مال کا فدیہ دیکر رہائی حاصل کر لی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۲۰..... تو اسے نیل کا شکار کرتے ہوئے پائے گا

علامہ یوسف بن اسماعیل النہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج البيهقي وابن منده من طريق ابن اسحاق حدثني يزيد بن رومان وعبد الله بن ابي بكر ان رسول الله ﷺ بعث خالد بن الوليد الى اكيذر رجل من كندة كان ملكا على دومة وكان نصرانيا فقال النبي ﷺ انك ستجده بصيد البقر فخرج خالد حتى اذا كان من حصنه منظر العين في ليلة مقمرة صافية وهو على سطح ومعه امراته فانت البقرة بقرونها باب القصر فقالت له امراته هل رابت مثل هذا قط قال لا والله قالت فمن ترك مثل هذا قال لا احد فنزل فامر بفرسه فاسرج وركب معه نفر من اهل بيته فخرجوا بمطار دهم فتلقتهم خيل رسول الله ﷺ فاخذته فقال رجل من طي قال له بجير بن بجرة في ذلك:

حاشیہ.....☆

تبارك سائق البقرات انى
فاست الله يهدى كل مادي
فمن بك حانداً عن ذى تبوك
فانا قد امرنا بالجهاد

فقال له النبي ﷺ لا يفضض الله فاك فأتى عليه تسعون سنة فما تحرك له ضرر ولا سن۔
ترجمہ: حضرت یزید بن رومان اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دومہ کے حکمران اکیدر کی طرف بھیجا اکیدر نہرانی تھا۔ حضور ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ تم اسے اس حالت میں پاؤں گے کہ وہ جنگلی گائے کے شکار میں مصروف ہوگا چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قلعے کے اتنے قریب پہنچ گئے جہاں سے آدمی نظر آسکتا تھا رات چاندنی تھی۔ اکیدر اپنی بیوی کے ہمراہ قلعے کی چھت پر تھا۔ اسی اثناء میں ایک جنگلی گائے قلعے کے دروازہ کے ساتھ سر ٹکرانے لگی۔ اکیدر کی بیوی نے اس سے کہا کیا آپ نے کبھی ایسا منظر دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں اس کی بیوی نے کہا کیا اس طرح کے شکار کو چھوڑا جاسکتا ہے؟ اکیدر نے کہا نہیں کوئی یہ موقع ہاتھ سے ضائع نہیں کر سکتا۔ وہ قلعے کی چھت سے نیچے آیا۔ حکم دیا کہ گھوڑے پر زمین رکھی جائے۔ پھر اس پر سوار ہوا اس کے ہمراہ اس کے گھرانے کے چند آدمی تھے۔ وہ اپنے شکار کے لئے روانہ ہوئے تو نبی اکرم ﷺ کے قافلے سے ان کی ٹڈ بھڑ ہو گئی۔ انہوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کے بھائی حسان کو قتل کر دیا جس پر دیباچ کی سنہری قبائلی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے چھین کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اکیدر کے ہمراہ بھیج دیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اکیدر کو لیکر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے انہیں جاں بخشی فرمائی اور جزیہ پر صلح کر لی۔ پھر اسے رہا کر دیا۔ بنو طے کے ایک شخص بنجیر نے اس واقعہ کا یوں ذکر کیا ہے۔
بابرکت ہے وہ جو نیل گاؤں کو ہٹکا کر لانے والا ہے میں نے دیکھا کہ اللہ ہر طالب ہدایت کو ہدایت دیتا ہے۔
پس جو شخص تبوک والے نبی سے منحرف ہوتا ہو تو ہو ہمیں تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

نبی رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شاعر کو دعا دیتے ہوئے فرمایا اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے اس دعا کا ثمرہ یہ ہے کہ نوے سال کی عمر میں اس شخص کی نہ تو داڑھ میں حرکت ہوئی نہ اس کا کوئی دانت ٹوٹا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی باب بعث انبی ﷺ خالد بن الولید الی اکیدر دومۃ الخ ج ۵ ص ۲۵۰-۲۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۱ ص ۳۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة لابن نعیم اصحافی اردو ص ۲۷۸-۲۷۹ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (طبقات الکبری ابن سعد ج ۲ ص ۱۶۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

ثم ان رسول الله ﷺ دعا خالد بن الوليد فبعته الى اکیدر دومة وهو اکیدر بن عبد الملك رجل من كندة كان ملكا عليها وكان نصرانيا فقال رسول الله ﷺ لخالد انك ستجده يصيد البقر۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اسے دومہ کے اکیدر کی طرف بھیجا یہ اکیدر بن عبدالملک تھا۔

حاشیہ.....☆

یہ بنو کندہ کا ایک فرد تھا اور دومہ کا بادشاہ تھا یہ نصرانی تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو اسے تیل شکار کرتے ہوئے پائے گا۔

(السيرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۵ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو تم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ لخالد انك ستجده يصيد البقر الوحش۔

(السيرۃ النبویہ واخبار الخلفاء لابن حبان ص ۳۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وقال له يا خالد انك ستجده يصيد البقر۔

(الدرر فی اختصار المغازی والسير لابن عبد البر ص ۲۳۱ مطبوعہ دار المعارف القاہرہ مصر)

محمد بن ابی بکر الدمشقی اشہر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۱۷ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ لخالد انك ستجده يصيد البقر۔

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد فصل فی بحث رسول اللہ خالد بن الولید الی اکیدر دومہ ج ۳ ص ۵۳۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

وقال رسول الله ﷺ لخالد انك ستجده يصيد البقر۔

(السيرۃ النبویہ بعث علیہ السلام خالد بن الولید الی اکیدر دومہ ج ۴ ص ۳۰-۳۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (البدایہ والنہایہ بعث علیہ السلام خالد بن الولید الی اکیدر دومہ ج ۵ ص ۷۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن اعلامہ انه بعث خالد بن الولید من تبوک فی اربع مائۃ وعشرین فارسا التی اکیدر بن عبد الملک بدومۃ الجندل من کندۃ فقال خالد یا رسول الله کیف لی بہ وسط بلاد کلب وانما انا فی عدد یسیر فقال ستجده يصيد البقر فتأخذه۔

(اعلام النبوة ص ۱۶۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حدیث نمبر ۲۱..... وودواونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن هشام ويقال لما انصرف رسول الله ﷺ من غزوة بنی المصطلق ومعہ جویریۃ بنت الحارث وکان بذات الجیش دفع جویریۃ الی رجل من الانصار ودیعة وامره بالاحتفاظ بها وقدم رسول الله ﷺ المدینۃ فاقبل ابوہا الحارث بن ابی ضرار بفداء ابنتہ فلما کان بالعقیق نظر الی الابل الت جاء بها للفداء فرغب فی بعیرین منها فغیہما فی شعب من شعب العقیق ثم التی الی النبی ﷺ وقال یا محمد اصبتم ابنتی وهذا فداؤھا فقال رسول الله ﷺ فاین البعیران اللذان غیہما بالعقیق فی شعب کذا وکذا فقال الحارث اشهد ان لا اله الا الله وانک محمد رسول الله فوالله ما اطلع علی ذلك الا الله فاسلم الحارث واسلم معه ابنان له وناس من قومہ وارسل الی البعیرین فجاء بهما فدفع الابل الی النبی ﷺ ودفعت الیہ ابنتہ جویریۃ فاسلمت وحسن اسلامھا فخطبھا رسول الله ﷺ الی ابیہا فزوجه ایاھا واحدا فھا اربع مائۃ درہم۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضرت ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ کہا جاتا ہے کہ جب حضور ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے واپس ہوئے جبکہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں آپ ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بطور امانت ایک انصاری کو دے دیں اور حفاظت کا حکم دیا۔ حضور ﷺ مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا باپ حارث اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر پہنچا جب عقیق کے مقام پر پہنچا تو اپنے اونٹوں کو دیکھا جو فدیہ کے طور پر لایا تھا اسے دواونٹ بہت اچھے لگے اور عقیق کی وادیوں میں انہیں چھپا دیا پھر حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ عرض کی اے محمد ﷺ آپ نے میری بیٹی کو پکڑ لیا ہے یہ اونٹ اس کا فدیہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دواونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے حارث نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! اس بات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آگاہ نہیں۔ حارث مسلمان ہو گیا ساتھ ہی اس کے دو بیٹے بھی مسلمان ہو گئے اور اس کی قوم کے کئی لوگ بھی مسلمان ہو گئے حارث نے دونوں اونٹوں کو لانے کے لئے ایک آدمی بھیجا جو ان دونوں اونٹوں کو لے آیا۔ اونٹ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے۔ حضور ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو حارث کے حوالے کر دی۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا اور بہت اچھی مسلمان ثابت ہوئیں۔ حضور ﷺ نے ان کے والد کو دعوت نکاح دی، ان کے والد نے اپنی بیٹی کا نکاح حضور ﷺ سے کر دیا اور حضور ﷺ نے چار سو درہم مہر عطا کیا۔

(السيرة النبوية المعروفة سیرت ابن ہشام غزوہ بنی المصطلق فی شعبان سنہ ۳ ج ۳ ص ۲۵۹ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

یہی امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ فاین البعیران اللذان غیبتہما بالعقیق فی شعب کذا و کذا فقال الحارث اشہد ان لا اله الا الله وانک محمد رسول الله فوالله ما اطلع علی ذلك الا الله۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا وہ دواونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے حارث نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! اس بات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آگاہ نہیں۔

(السيرة النبوية المعروفة سیرت ابن ہشام ذکر احوال و احوال ﷺ ج ۶ ص ۵۹ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

قال فلما کان بالعقیق نظر الی الابل فرغب فی بعیرین منها فغیبتہما فی شعب ثم جاء فقال یا محمد هذا فداء ابنتی فقال فاین البعیران اللذان غیبتہما بالعقیق فقال الحارث اشہد ان لا اله الا الله وانک رسول الله ﷺ ما یتحقق علی ذلك الا الله۔

(الاصابة فی تیز الصحابة ذکر الحارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۵۷۹ رقم ۱۳۲۹ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوہ بنی المصطلق من الآیات والنصائح ج ۱ ص ۳۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل المحدثی والرشاد غزوہ بنی المصطلق ج ۳ ص ۳۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحلی الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں۔

عن عبد الله بن زياد رضي الله عنه قال افاء ابي غنم رسول الله تعالى ﷺ في غزوة بني المصطلق جویریة بنت الحارث وقدم رسول الله ﷺ المدينة فاقبل ابوها في فدائها فلما كان بالعقیق نظر الی ابله التي یفدی بها ابنته فرغب فی بعیرین منها کانا من افضلها فغیبتہما فی شعب من شعاب العقیق ثم اقبل علی رسول الله ﷺ فقال یا محمد اصبت ابنتی هذا فداؤها فقال له رسول الله ﷺ فاین البعیران اللذان غیبت بالعقیق فی شعب کذا و کذا فقال الحارث اشہد انک رسول الله ﷺ ما اطلع علی ذلك الا الله واسلم۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زیاد بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ غزوہ بنی مصطلق میں جو یہ بنت حارث بطور غنیمت عطا فرمائی تو ان کا باپ حارث ان کی رہائی کے لئے فدیہ لے کر آیا جب وادی عقیق میں پہنچا تو ان اونٹوں کی طرف دیکھا جو اپنی بیٹی کے فدیے میں دیئے تھے اسے دو اونٹ ان میں سے بہت پسند آئے پس ان دونوں اونٹوں کو وادی عقیق کی ایک گھاٹی میں غائب کر دیا پھر دیگر اونٹوں کو ہٹا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا محمد! میری بیٹی آپ کے ہاں گرفتار ہے یہ اس کا فدیہ ہے فرمایا: وہ دونوں اونٹ کہاں ہیں جو تم نے وادی عقیق میں غائب کئے ہیں یہ سن کر حارث نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ واقعی میں نے ان دونوں اونٹوں کو عقیق میں غائب کیا اور اس بات پر سوائے اللہ کے کوئی آگاہ نہ تھا۔ اس کے بعد حارث نے اسلام قبول کر لیا۔ (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۵۸۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر (۲۲)..... اس طرف سے کچھ سوار تمہارے پاس آئیں گے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو علی الحسین بن محمد الروذباری انبانا اسماعیل بن محمد ابن اسماعیل الصفار حدثنا الحسين بن الفضل بن السمع حدثنا قيس بن حفص الدارمي حدثنا طالب بن حجیر العبدی حدثنا هود بن عبد الله بن سعيد انه سمع مزیدہ البصری قال بينما النبي ﷺ يحدث اصحابه اذ قال لهم سيطلع عليكم من هاهنا ركب هم خير اهل المشرق فقام عمر فتوجه نحوهم فلقي ثلاثة عشر راكبا فقال من القوم؟ قالوا من بني عبد القيس الخ۔

ترجمہ: مزیدہ البصری بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جو گفتگو تھے کہ دوران گفتگو فرمایا: عنقریب اس طرف سے کچھ سوار تمہارے پاس آئیں گے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔ یہ ارشاد سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اس جانب روانہ ہو گئے تو 13 افراد پر مشتمل ایک وفد ان سے ملا پوچھا: کس قبیلہ سے تمہارا تعلق ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہم بنی عبد القیس سے ہیں۔

(دلائل النبوة باب وفد عبد القیس واخبار انبی ﷺ بطول عمهم قبل قدومهم ج ۵ ص ۳۲۶-۳۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۷ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن شاهين من طريق حسين بن محمد قال حدثنا ابي حدثنا جعفر بن الحاکم العبدی عن صخار بن العباس ومزیلة بن مالک فی نفر من عبد القیس قالوا کان الاشج اشج عبد القیس صديقا لراهب بدارين فلقیه عاماً فاخبره ان نبيا يخرج بمكة ياكل الهدية ولا ياكل الصدقة بين كتفيه علامة يظهر على الاديان ثم مات الراهب فبعث الاشج ابن اخته فأتى مكة عام الهجرة فلقي النبي ﷺ ورأى صحة العلامة فاسلم الاشج وكنم اسلامه حيناً ثم خرج في ستة عشر رجلاً وقدم المدينة فخرج النبي ﷺ في الليلة التي قدموا في صباحها فقال لياتين ركب من قبل المشرق م يكرهوا على الاسلام لصاحبهم علامة فقدم اشج عبد القيس في نفر من قومه كان قدومهم عام الفتح۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ صحابہ بن عباس اور مزیدہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں (یہ مزیدہ وفد عبد القیس کے ایک رکن تھے) وہ کہتے ہیں کہ انج عبد القیس دارین کے راہب کا دوست تھا۔ ایک سال اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ مکہ شریف میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جو ہدیہ قبول کرتا ہے مگر صدقہ نہیں کھاتا اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشانی ہے اور وہ سارے ادیان پر غالب آجائے گا۔ اس کے بعد راہب کی موت واقع ہو گئی۔ اس کے بعد انج نے تحقیق حال کے لئے اپنے بھانجے کو مکہ شریف بھیجا وہ ہجرت کے سال آیا اور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور نبوت کی نشانیوں کو صحیح پا کر اسلام لے آیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سورہ الحمد اور سورہ العلق کی تعلیم دی۔ اس کے بعد اسے حکم دیا کہ اب جا کر اپنے ماموں کو اسلام کی دعوت دو چنانچہ اس نے لوٹ کر اپنے ماموں کو تمام حالات سے آگاہ کیا جس کی وجہ سے انج اسلام لے آیا مگر مگر ایک عرصہ تک اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا پھر سولہ مردوں کے ساتھ روانہ ہوا اور مدینہ آیا جس صبح یہ وفد مدینہ پہنچا اسی رات نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ مشرق کی طرف سے ایک قافلہ آنے والا ہے جنہیں اسلام کے لئے مجبور نہیں کیا گیا بلکہ برضا و رغبت آرہے ہیں ان کے رہنما کی ایک علامت ہے، چنانچہ انج عبد القیس اپنی قوم کے چند نفوس کے ساتھ آیا یہ فتح مکہ کے سال کا واقعہ ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

نظر رسول اللہ ﷺ الى الافق صبيحة ليلة قدموا وقال لياتين ركب من المشركين لم يكرهوا قبل انضوا الركاب وافنوا الزاد بصاحبهم علامه اللهم اغفر لعبد آلاف اتوني لا يسالوني مالا هم خير اهل المشرق۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے اس رات جس کی صبح بنو عبد القیس کا وفد آیا تھا۔ افق کی طرف دیکھ کر فرمایا: مشرکین کی ایک جماعت آئے گی جنہیں اسلام کے لئے مجبور نہیں کیا گیا ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ سفر کی صعوبتوں نے ان کے جانوروں کو دبلا کر دیا ہے۔ ان کا زادراہ ختم ہو چکا ہے اور ان کے سردار کی ایک نشانی ہے پھر دعا فرمائی ہے اے اللہ! عبد القیس کو معاف فرما وہ حصول مال کے لئے میرے پاس نہیں آئے وہ اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد وفوق قبیلۃ ۷ ریحۃ وفد عبد القیس ج ۱ ص ۳۱۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام احمد بن عمرو بن الفضل ابوبکر الشیبانی متوفی ۲۸۰ھ لکھتے ہیں۔

سیتلعل علیکم من هذا الوجه ركب هم خير اهل المشرق.....

(الآحاد والمثنائی ج ۳ ص ۳۱۴ رقم الحدیث ۱۶۹۰ مطبوعہ دار الرلیۃ الریاض)

امام عبد الباقی بن قانع ابوالحسن متوفی ۳۵۱ھ روایت کرتے ہیں۔

وخیر اهل المشرق عبد القیس۔

(معجم الصحابۃ ج ۲ ص ۳۲۶ رقم ۸۸۳ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشر اندیز ج ۱ ص ۲۲۷ رقم الحدیث ۲۰۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حاشیہ.....☆

سیطلع من هاهنا ركب هم خير اهل المشرق۔

(السيرۃ النبویہ وفد بنی عبد القیس ج ۳ ص ۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۹۱۔ بزار رقم الحدیث ۲۷۴۶۔ الاصابہ ج ۱ ص ۲۱۶ رقم ۱۰۳۲۔ الاستیعاب ج ۱ ص ۲۳۷۔ ۲۳۹)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرة الخلیفہ ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۵ ص ۳۶۔ ۳۷ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (السيرۃ النبویہ وفد بنی عبد القیس ج ۳ ص ۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الاكتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللہ والثلاثہ الخلفاء وفد عبد القیس ج ۲ ص ۳۲۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (الآحاد والثانی ذکر الوازع بن الزارع ج ۳ ص ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶ رقم الحدیث ۱۶۸۳ مطبوعہ دار الریاء العلمیہ بیروت)، (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبد البر ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (معجم الصحابہ ج ۱ ص ۲۴۱ رقم ۲۷۵ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (زاد المعاد فی ہدی خیر العباد فی قدام وفد عبد القیس ج ۳ ص ۶۰۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

ابام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الحاكم عن انس ان وفد عبد القيس من اهل هجر قدموا على رسول الله ﷺ فيبينما هم قعود عنده اذ اقبل عليهم فقال لكم تمره تدعونها كذا حتى عد الوان تمرهم اجمع فقال له رجل من القوم بابي انت وامى يا رسول الله والله لو كنت ولدت في جوف هجر ما كنت باعلم منك الساعة اشهد انك رسول الله فقال ﷺ ان ارضكم رفعت لي منذ قعدتم الى فنظرت من ادناها الى اقصاها فخير تمراتكم البرنى يذهب الداء ولا داء فيه۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اہل ہجر سے عبد القیس کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باریاب ہوا وہ بیٹھے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تمہارے ہاں کئی قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں اور تم فلاں رنگ کی کھجور کو اس نام سے پکارتے ہو یہ سن کر ایک شخص بولا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر آپ ﷺ کی ولادت مقام حجر میں ہوتی تو اس سے زیادہ آپ ان کھجوروں کے متعلق علم نہ رکھتے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میرے پاس بیٹھے تو تمہاری سرزمین اٹھا کر میرے سامنے کر دی گئی اور میں نے اسے ایک سرے سے دوسرے تک بالتفصیل دیکھا تمہاری کھجوروں میں سے بہترین کھجور ”برنی“ ہے جو بیماری کو دور کرتی ہے اور خود اس میں کوئی بیماری نہیں۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

محدث کبیر امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا قيس بن حفص قال حدثنا طالب بن حجير العبدی قال حدثني هود بن عبد الله بن سعد سمع جده مزينة العبدی قال ثم جاء اشج يمشي حتى اخذ بيد النبي ﷺ فقبلها فقال له النبي ﷺ اما ان فيك لخلقين يحبهما الله ورسوله قال جبلا جبلت عليه او خلقا معي؟ قال لا بل جبلت عليه قال الحمد لله الذي جبلني على ما يحب الله ورسوله۔

ترجمہ: مزیدہ عبدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اشج رضی اللہ عنہ پیدل چلتے ہوئے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کو پکڑ کر بوسہ دیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتے ہیں۔ اس نے عرض کیا کیا وہ ایسی چیزیں ہیں؟ جن پر میں پیدا ہوا ہوں۔ (یعنی فطرتی) یا وہ بعد میں پیدا کی گئیں ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلکہ وہ فطری ہیں جن پر تم پیدا کیے گئے ہو۔ اشج رضی اللہ عنہ نے کہا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میرے اندر

☆..... حاشیہ

ایسی خصلتیں پیدا فرمائیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ پسند فرماتے ہیں۔
(الادب المفرد ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۵۸۷ مطبوعہ دار البیضاء الاسلامیہ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری مختصر ج ۸ ص ۳۰-۳۱ رقم ۲۰۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۰ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۸۱۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)
امام ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یطلع علیکم من هذا الوجه ركب من خير اهل المشرق۔
(مسند ابی یعلیٰ ج ۱۲ ص ۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷ رقم الحدیث ۶۸۵۰ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)
امام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

انه سيطلع علیکم من هذا الوجه ركب هم من خير اهل المشرق۔
(نوادیر الاصول فی احادیث الرسول ج ۳ ص ۳۷ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

حدیث نمبر (۳۲)..... اسی ترتیب سے خلفاء ہوں گے

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔
حدثنا يحيى بن عبد الحميد الحماني ثنا حشر بن نباتة حدثني سعيد بن جهمان عن سفينة
مولى رسول الله قال لما بنى رسول الله المسجد وضع حجرا ثم قال ليضع ابوبكر حجره الى جنب
حجرى ثم قال ليضع عمر حجره الى جنب حجر ابى بكر ثم قال ليضع عثمان حجره الى جنب حجر
عمر ثم قال هؤلاء الخلفاء من بعدى۔
(بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث بن اسامہ كتاب الامرة باب ما جاء في الخلفاء ج ۲ ص ۶۲۱ رقم الحدیث ۵۹۳ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسيرۃ النبویۃ المدینۃ المنورة)
حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۲ھ روایت کرتے ہیں۔

وقد قال الحافظ البيهقي في الدلائل حدثنا ابو عبد الله الحافظ املاء حدثنا ابو بكر بن اسحاق
اخبرنا عبيد بن شريك حدثنا نعيم بن حماد حدثنا عبد الله بن المبارك اخبرنا حشر بن نباتة عن سعيد بن
جهمان عن سفينة مولى رسول الله ﷺ قال جاء ابوبكر بحجر فوضعه ثم جاء عمر بحجر فوضعه ثم جاء
عثمان بحجر فوضعه فقال رسول الله ﷺ هؤلاء ولادة الامر بعدى۔
ثم رواه من حديث يحيى بن عبد الحميد الحماني عن حشر بن نباتة عن سفينة قال لما بنى
رسول الله ﷺ المسجد وضع حجرا ثم قال ليضع ابوبكر حجرا الى جنب حجرى ثم ليضع عمر حجره
الى جنب حجر ابى بكر ثم ليضع عثمان حجره الى جنب حجر عمر فقال رسول الله ﷺ هؤلاء الخلفاء
من بعدى۔

(السيرۃ النبویۃ فصل ببناء مسجدہ الشریف فی مدۃ مقامہ علیہ السلام بدار ابی ایوب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۶۹-۲۷۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل
النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مستدرک ج ۳ ص ۱۳ مطبوعہ مصر)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابو يعلى والحاكم وابو نعيم عن عائشة قالت: اول حجر حملة النبي ﷺ لبناء المسجد ثم
حمل ابوبكر حجرا ثم حمل عثمان حجرا فقال رسول الله ﷺ هؤلاء الخلفاء بعدى۔

ترجمہ: ابو یعلیٰ وحاکم اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے

حاشیہ.....☆

مسجد کی بنیاد کے لئے سب سے پہلے خود پتھر اٹھایا۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پتھر اٹھایا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پتھر اٹھایا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پتھر اٹھایا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد (اسی ترتیب سے) یہ حضرات خلفاء ہوں گے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۰۰ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکتہ المکرمہ)، (سل الہدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۸۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابو یعلیٰ والحارث بن اسامہ وابن حبان والحاکم وصححه والبیہقی وابو نعیم عن سفینۃ قال: لما بنی رسول اللہ ﷺ المسجد جاء ابوبکر بحجر فوضعه ثم جاء عمر بحجر فوضعه ثم جاء عثمان بحجر فوضعه فقال النبی ﷺ هؤلاء ولایة الامر بعدی۔

ترجمہ: وابو یعلیٰ وحارث بن اسامہ، ابن حبان وحاکم رحمہم اللہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی وابو نعیم رحمہما اللہ نے سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ نے مسجد کی بنیاد رکھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پتھر لائے۔ آپ نے اسے رکھا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پتھر لائے آپ نے اسے رکھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پتھر لائے اور آپ نے اسے رکھا اس وقت آپ نے فرمایا میرے بعد اسی ترتیب سے خلفاء ہوں گے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سل الہدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۸۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابو نعیم عن قطبۃ بن مالک قال: مررت برسول اللہ ﷺ ومعه ابوبکر وعمر وعثمان وهو یؤسس مسجد قباء فقلت یا رسول اللہ تبنی هذا البناء وانما معک هؤلاء الثلاثة قال ان هؤلاء اولیاء الخلفاء بعدی۔

ترجمہ: ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم تھے اور آپ مسجد قبا کی تعمیر فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اس کی تعمیر فرما رہے ہیں درآں حالیکہ آپ کے ساتھ صرف یہی تین حضرات ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے بعد یہی تین صاحبان خلافت ہیں۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سل الہدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۸۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۲۴..... سب سے پہلے مجھ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ملے گی

امام ابویسی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن بشار حدثنا عثمان بن عمرو و اخبرنا اسرائیل عن میسرۃ بن حبیب عن المنہال بن عمرو عن عائشة بنت طلحة عن عائشة ام المؤمنین ثم قالت ما رأیت احدا شبه سمتا ودلا وهدیا برسول اللہ فی قیامها وقعودها من فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ قالت وکانت اذا دخلت علی النبی ﷺ قام الیها فقبلها واجلسها فی مجلسه وکان النبی ﷺ اذا دخل علیها قامت من مجلسها فقبلته واجلسه فی مجلسها فلما مرض النبی ﷺ دخلت فاطمة فاکتب علیہ فقبلته ثم رفعت راسها فبکت ثم اکبت علیہ ثم رفعت راسها فضحکت قلت ان کنت لاظن ان هذه من اعقل نسا ئنا فاذا هی من النساء فلما توفي النبی ﷺ قالت لها ارایت حین

حاشیہ.....☆

اکیبت علی النبی ﷺ فرفعت راسک فیکبت ثم اکیبت علیه فرفعت راسک فضحکت ما حملک علی ذلك قالت انی اذا لبذرة اخبرنی انه میت من رجعه هذا فیکبت ثم اخبرنی انی اسرع اهلہ لحوقاً به لذلک حين ضحکت۔

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے قریب کسی کو نہیں دیکھا جو اپنی نشست پر خواست اور زندگی کے عام معمولات میں آپ کے سب سے زیادہ مشابہ ہو، جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے ان کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے جب نبی کریم ﷺ بیمار ہو گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور جھک کر آپ ﷺ کو بوسہ دیا اور سر اٹھا کر رونے لگیں پھر دوبارہ آپ ﷺ پر جھکیں اور سر اٹھا کر ہنسنے لگیں جب نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے تو میں نے ان سے کہا جب آپ پہلی بار نبی کریم ﷺ پر جھکی تھیں تو رونے لگیں پھر جب آپ دوبارہ جھکیں اور سر اٹھایا تو آپ ہنسنے لگیں تھیں۔ اس کا کیا سبب تھا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں آپ کا راز بتا رہی ہوں پہلی بار آپ ﷺ نے یہ بتایا تھا کہ آپ اس درد اور اس بیماری سے فوت ہو جائیں گے تو میں رونے لگی پھر دوسری بار آپ ﷺ نے یہ بتایا تھا کہ آپ کے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ کے ساتھ ملوں گی تو میں ہنسنے لگی۔

(سنن الترمذی باب فضل فاطمہ بنت محمد ﷺ ج ۵ ص ۷۰۰ رقم الحدیث ۳۸۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی باب ما جاء فی نعیہ نفسه ﷺ الی ابنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا الخ ج ۷ ص ۱۶۳-۱۶۵ ج ۶ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۶۲۳-صحیح مسلم رقم الحدیث ۹۹-سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۶۲۱-مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۲۹-طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۳۰)، (حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (النفیاء جعفریہ حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادة المتقین ج ۸ ص ۳۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار المرقۃ بیروت)، (الوفاء باحوال المصطفیٰ ج ۲ ص ۷۸۱ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۳۶۹-۳۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فاخبرنی انی اول من یتبعہ من اهلہ فضحکت۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۷۵۲ رقم الحدیث ۱۲۳۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابراهیم بن عبد اللہ نا سلیمان بن داود نا عباد بن العوام نا ہلال بن حباب عن عکرمۃ عن

بن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ لفاطمۃ ثم انت اول لحوقا بی۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۶۲۲ رقم الحدیث ۱۳۳۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

فاخبرنی انی اسرع اهلہ به لحوقا وانی سیدۃ نساء اهل الجنة الا مریم بنت عمران فرفعت راسی

فضحکت۔

(فضائل الصحابة للنسائی ص ۷۶-۷۷ رقم الحدیث ۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کتاب الوفاة للنسائی ص ۲۳ رقم الحدیث ۲ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی القاہرۃ مصر)، (الذریۃ الطاہرۃ النبویہ ص ۱۰۰ رقم الحدیث ۱۸۵ مطبوعہ الدار السلفیۃ الکویت)

حاشیہ.....☆

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۳۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔
ومن انذاره ماروی انه قال لفاطمة رضى الله تعالى عنها انك اول اهل بيتي لحاقا بي ونعم السلف
انا لك فكانت اول من مات بعده من اهل بيته۔
(اعلام النبوة الباب الثاني عشر في انذاره بما سجدت بعده ص ۱۸۱ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔
وانك اول اهل بيتي لحوقا بي ونعم السلف انا لك فبكيت لذلك ثم قال الا ترضين ان تكوني
سيدة نساء هذه الامة او نساء المؤمنين قالت فضحكت لذلك۔
(مسند احمد احاديث فاطمة بنت رسول الله ﷺ ج ۶ ص ۲۸۲ رقم الحديث ۲۶۳۵۶ مطبوعه مؤسسة قرطبة مصر)، (الدرر في اختصار المغازي والسير لابن
عبد البر ذكر وفاة النبي ﷺ ص ۲۷۰ مطبوعه دار المعارف القاهرة مصر)

محدث کبير امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔
قال يا فاطمة اما ترضين ان تكوني سيدة نساء العالمين او نساء هذه الامة فضحكت۔
ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم جہانوں اور اس امت کی عورتوں کی سردار ہو؟ میں یہ
بات سن کر ہنس پڑی۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ج ۲ ص ۴۰ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)، (دلائل النبوة لعلامہ ابن کثیر ج ۱ ص ۹۸ رقم الحديث
۹۳ مطبوعه دار طبعه الرياض)، (مفہوم الصفوة ج ۲ ص ۱۲ مطبوعه دار المعرفه بيروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۴۰ مطبوعه دار الکتب المصریہ)،
(وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۳۳ مطبوعه دار الغرب الاسلامی بيروت)، (الاستیعاب ذکر سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ ج
۴ ص ۱۸۹ رقم ۴۰۵۷ مطبوعه دار الجلیل بيروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں۔
حدثنا ابن جریج عن الزهري عن عروة قال: توفيت فاطمة بعد النبي ﷺ بستة اشهر۔
(تاریخ الامم والملوک المعروف بتاريخ الطبری ج ۲ ص ۲۵۳ مطبوعه دار الکتب العلمیہ بيروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔
وقال انت اسرع اهلي بي لحوقا قالت فبكيت لذلك۔
(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷ مطبوعه دار صادر بيروت)

حافظ ابو عمر وابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔
وماتت فاطمة رضى الله عنها بنت رسول الله ﷺ وكانت اول اهله لحوقا به وصلى عليها على بن
ابي طالب۔

(الاستیعاب ذکر سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ ج ۳ ص ۱۸۹ رقم ۴۰۵۷ مطبوعه دار الجلیل بيروت)
علامہ سید محمد بن محمد مرتضی حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں۔
من معجزاته ﷺ (اخبر فاطمة ابنته رضوان الله عليها) وهي الزهراء تكنی بام ابیها ولدت سنة احدى واربعين
من ولد ابیها ﷺ وهي اصغر البنات (بانها اول اهله لحاقا به فكان كذلك) فانها توفيت بعده بستة اشهر۔
(اتحاف سادة المتقين ج ۸ ص ۳۴۰ مطبوعه دار الکتب العلمیہ بيروت)

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر ۲۵..... بے شک یہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے قبول

اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج البيهقي من طريق ابن اسحاق قال حدثني عبدالله بن ابي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم ان النبي ﷺ اصفطى لنفسه من نساء بني قريظة ریحانة بنت عمرو فابت ان تسلم فغزلها ووجد في نفسه لذلك فبينما هو في مجلس من اصحابه اذ سمع وقع نعلين خلفه فقال ان هاتين لنعلا ابن سعية يشرني باسلام ریحانة۔
ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی قریظہ کی عورتوں میں سے ریحانہ بنت عمرو کو اپنی زوجیت کے لئے پسند فرمایا تو اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ اس سے آپ کبیدہ خاطر ہوئے۔ ابھی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن سعیہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوة بنی قریظة من الآيات ج ۱ ص ۳۸۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

فبينما هو مع اصحابه اذ سمع وقع نعلين خلفه فقال ان هذا ثعلبة بن سعية يشرني باسلام ریحانة فجاءه فقال يا رسول الله قد اسلمت ریحانة فسره ذلك من امرها۔
ترجمہ: ایک موقع پر حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اپنے پیچھے کسی آنے والے کے جوتوں کی آواز سنی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا بے شک یہ ثعلبہ بن سعیہ رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے قبول اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر بتایا یا رسول اللہ ﷺ ریحانہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس کے اس عمل پر آپ ﷺ کو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔
(السيرة النبوية المعروف سيرة ابن هشام ج ۳ ص ۲۰۵-۲۰۶ مطبوعہ دارالجمیل بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۶ھ روایت کرتے ہیں۔

فبينما رسول الله ﷺ في اصحابه اذ سمع وقع نعلين فقال ان هاتين لنعلا ابن سعية يشرني باسلام ریحانة فجاء يقول يا رسول الله قد اسلمت ریحانة فسر بذلك۔
(السيرة النبوية ج ۳ ص ۵۰۳ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، ابن عساکر سيرة ج ۱ ص ۱۹۵۔ کتاب المغازی واندی ج ۲ ص ۵۲۰)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فبينما هو في مجلس مع اصحابه اذ سمع وقع نعلين فقال ان هذا لثعلبة بن سعية يشرني باسلام ریحانة الخ۔

ترجمہ: ابھی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن ثعلبہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔

(دلائل النبوة باب نزول بنی قریظہ علی حکم سعید بن سعد رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۲-۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام علی بن برہان الدین الحنفی الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں۔

فینما هو ﷺ فی مجلس من اصحابہ اذ سمع وقع نعلین خلفه فقال ان هاتین لنعلای مبشری
باسلام ریحانہ۔

ترجمہ: ابھی آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی
فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن ثعلبہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔

(انسان العمون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الحلبیہ غزوة بنی قریظ ج ۳ ص ۶۷ مطبوعہ دار السیرۃ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج البیهقی من طریق ابن اسحاق قال حدثنی عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم
ان النبی ﷺ اصفطی لنفسه من نساء بنی قریظۃ ریحانۃ بنت عمرو فابت ان تسلم فعزلها ووجد فی نفسه
لذلك فینما هو فی مجلس من اصحابہ اذ سمع وقع نعلین خلفه فقال ان هاتین لنعلای ابن سعیدۃ یبشرنی
باسلام ریحانہ۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی قریظہ کی عورتوں میں سے ریحانہ بنت عمرو کو اپنی زوجیت کے لئے پسند
فرمایا تو اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ اس سے آپ کبیدہ خاطر ہوئے۔ ابھی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف
فرما تھے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن ثعلبہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی
بشارت دے رہا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۳-۳۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۲۶..... ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے دل کی بات بتانا

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ بکلی متوفی ۱۰۵۵ھ لکھتے ہیں۔

وروینا باسناد عن عبد اللہ بن ابی بکر قال خرج النبی علی ابی سفیان وهو فی المسجد فلما الیہ
ابوسفیان قال فی نفسه لیت شعری بای شئی غلبتنی فاقبل النبی حتی ضرب بین کتفیه وقال باللہ غلبتک
یا اباسفیان فقال ابوسفیان اشهد انک رسول اللہ۔

ترجمہ: ہم نے ایک متصل سند سے عبداللہ بن ابی بکر سے روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ ابوسفیان کی طرف تشریف لے گئے۔ جب
ابوسفیان نے آپ کو دیکھا تو دل میں کہا کاش میں جانتا کہ تو نے کس وجہ سے مجھ پر غلبہ پایا ہے۔ حضور ﷺ تشریف لائے۔ اس کے
دونوں کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا اے ابوسفیان اللہ تعالیٰ کی مدد سے تم پر غالب آیا ہوں تو ابوسفیان نے کہا میں گواہی دیتا
ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(روض الانف عن اسلام ابی سفیان وصاحبہ ج ۳ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی اسحاق السبعی ان ابا سفیان بن حرب بعد فتح مکة کان جالسا فقال فی نفسه لو جمعت
لمحمد جمعا انه لیحدث نفسه بذلك اذ ضرب النبی ﷺ بین کتفیه وقال اذا یخزیک اللہ قال فرفع راسه
فاذا النبی ﷺ قائم علی راسه فقال ما ایقنت انک نبی حتی الساعة ان کنت لاحد نفسی بذلك۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: ابوسفیان بن حرب فتح مکہ کے بعد ایک دن بیٹھا تھا کہ اس نے اپنے دل میں کہا اے کاش میں محمد ﷺ کے مقابل ایک لشکر اکٹھا کر سکوں ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضور ﷺ نے اس کی بیٹھ پر تھکی دیکر فرمایا اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے گا۔ اس نے سراٹھا کر دیکھا تو نبی اکرم ﷺ اس کے سر پر کھڑے تھے کہنے لگا بخدا میں اب تک یہ یقین نہیں کرتا تھا کہ آپ نبی ہیں اور یہ (لشکر جمع کرنے کی) بات تو میرے دل ہی میں آئی تھی جس سے آپ آگاہ ہو گئے۔

(دلائل النبوة باب اسلام عند بنت عتبة بن ربيعة ج ۵ ص ۱۰۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی فتح مکة من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۳۴۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجة الله علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۶-۳۵۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۶ھ روایت کرتے ہیں۔

وقال محمد بن سعد عن الواقدي عن محمد بن حرب عن اسماعيل بن ابي خالد عن ابي اسحاق ان ابا سفيان بن حرب بعد فتح مكة كان جالسا فقال في نفسه لو جمعت لمحمد جمعا فانه ليحدث نفسه بذلك اذ ضرب رسول الله ﷺ بين كتفيه وقال اذا يخزيك الله قال فرفع راسه فاذا رسول الله ﷺ قائم على راسه فقال ما ايقنت انك نبى حتى الساعة۔

ترجمہ: ابوسفیان بن حرب فتح مکہ کے بعد ایک دن بیٹھا تھا کہ اس نے اپنے دل میں کہا اے کاش میں محمد ﷺ کے مقابل ایک لشکر اکٹھا کر سکوں ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضور ﷺ نے اس کی بیٹھ پر تھکی دیکر فرمایا اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے گا۔ اس نے سراٹھا کر دیکھا تو نبی اکرم ﷺ اس کے سر پر کھڑے تھے کہنے لگا بخدا میں اب تک یہ یقین نہیں کرتا تھا کہ آپ نبی ہیں اور یہ (لشکر جمع کرنے کی) بات تو میرے دل ہی میں آئی تھی جس سے آپ آگاہ ہو گئے۔

(السيرة النبوية خطبة النبي ﷺ عام الفتح ج ۳ ص ۵۴۱ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

امام حارث بن ابی اسلمہ متوفی ۱۸۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحكم بن موسى ثنا ابي الرجال انبا عبد الله بن ابي بكر قال كان ابوسفیان بن حرب جالسا في ناحية المسجد فخرج النبي ﷺ من بعض بيوته ملتحفا في ثوب فقال ابوسفیان وهو في مجلسه ليت شعري باي شيء غلبتني قال فاقبل النبي ﷺ حتى ضرب ظهره بيده وقال بالله غلبتك قال اشهد انك رسول الله ثم۔

(مسند الحارث زوائد شمسی کتاب علامات النبوة باب انتصار بالله تعالیٰ ج ۲ ص ۸۷ رقم الحديث ۹۳۹ مطبوعہ مرکز خدمة السنة والسيرۃ النبویۃ المدینۃ المنورة)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۰ھ لکھتے ہیں۔

وابوسفیان ابن حرب، وعتاب بن اسيد، والحارث بن هشام واشراف قريش جلوس بفناء الكعبة۔ فقال عتاب: لقد اكرم الله اسيد ان لا يكون سمع هذا فيسمع منه ما يغيبه فقال الحارث: اما والله لو اعلم انه حق لا تبعته فقال ابوسفیان اما والله لا اقول شيئا لو تكلمت لا خبرت عني هذه الحصباء فخرج عليهم النبي ﷺ فقال قد علمت الذي قلت ثم ذكر ذلك لهم۔ الحارث وعتاب يشهد انك رسول الله ﷺ والله ما اطلع على هذا احد كان معنا۔ فنقول اخبرك۔

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد فضل فی الفتح الاعظم ج ۳ ص ۴۱۰ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت) (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۱۸۱ رقم الحديث ۱۶۲۱۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳۷ مطبوعہ دار القلم بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

و عن سعيد بن المسيب قال لما كان ليلة دخل الناس مكة ليلة الفتح لم يزالوا في تكبير وتهليل

حاشیہ.....☆

و طواف بالبيت حتى أصبحوا فقال ابوسفیان لهند اترين هذا من الله؟ ثم اصبح فغدا ابوسفیان الى رسول الله ﷺ فقال له رسول الله ﷺ قلت لهند اترين هذا من الله! نعم هو من الله فقال ابوسفیان اشهد انك عبد الله ورسوله والذي يحلف به ابوسفیان ما سمع قولي هذا احد من الناس الا الله عز وجل و هند۔

ترجمہ: حضرت سعيد بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس رات مکہ فتح ہوا تو مسلمان مکہ میں داخل ہوئے وہ ساری رات تسبیح و تہلیل اور طواف کعبہ میں مشغول رہے۔ یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان نے اپنی بیوی ہند سے کہا: کیا تجھے اللہ کی یہ شان بے نیازی نظر آرہی ہے؟ جب صبح ہوئی تو دربار رسالت میں حاضر ہوا نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا ہاں واقعی یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جب میں نے یہ بات کہی تھی تو سوائے اللہ اور ہند کے اسے سننے والا کوئی اور نہ تھا۔

(دلائل النبوة باب اسلام ہند بنت عتبہ بن ربیعہ ج ۵ ص ۱۰۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی فتح مکہ من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۳۴۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۵ ص ۳۷۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۶ھ روایت کرتے ہیں۔

ثم روى البيهقي من طريق ابن خزيمة وغيره عن ابي حامد بن الشرفي عن ابي محمد بن يحيى الدهلي حدثنا موسى بن ايعين الجزري حدثنا ابي عن اسحاق بن راشد عن سعيد بن المسيب قال لما كان ليلة دخل الناس مكة ليلة الفتح لم يزلوا في تكبير وتهليل و طواف بالبيت حتى أصبحوا فقال ابوسفیان لهند اترى هذا من الله؟ قالت نعم هذا من الله قال ثم اصبح ابوسفیان فغدا الى رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ قلت لهند اترى هذا من الله؟ قالت نعم هذا من الله فقال ابوسفیان اشهد انك عبد الله ورسوله والذي يحلف به ما سمع قولي هذا احد من الناس غير هند۔

ترجمہ: حضرت سعيد بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس رات مکہ فتح ہوا تو مسلمان مکہ میں داخل ہوئے وہ ساری رات تسبیح و تہلیل اور طواف کعبہ میں مشغول رہے۔ یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان نے اپنی بیوی ہند سے کہا: کیا تجھے اللہ کی یہ شان بے نیازی نظر آرہی ہے؟ جب صبح ہوئی تو دربار رسالت میں حاضر ہوا نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا ہاں واقعی یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جب میں نے یہ بات کہی تھی تو سوائے اللہ اور ہند کے اسے سننے والا کوئی اور نہ تھا۔

(السيرة النبوية خطبة النبي ﷺ عام الفتح ج ۳ ص ۵۴۲ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال لقي رسول الله ﷺ ابا سفيان بن حرب في الطواف فقال يا ابا سفيان اما كان بينك وبين هند كذا وكذا؟ فقال ابوسفیان في نفسه افشت على هند سرى لافعلن بها ولا فعلن فلما فرغ رسول الله ﷺ من طوافه لحق اباسفيان فقال يا ابا سفيان لا تظلم هنداً فانها لم تفش من شرك شينا فقال ابوسفیان اشهد انك رسول الله ﷺ فمن انباك بما في نفسي۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی دوران طواف ابوسفیان اور ہند کے درمیان ملاقات

حاشیہ.....☆

ہو گئی۔ آپ ﷺ فرمایا ابوسفیان تمہارے اور ہند کے درمیان ایسی ایسی باتیں ہوئی ہیں۔ ابوسفیان نے دل میں کہا کہ ہند نے میرا راز فاش کر دیا۔ میں اس کا ایسا ایسا حشر کروں گا جب نبی کریم ﷺ طواف سے فارغ ہوئے تو ابوسفیان سے ملے اور فرمایا ابوسفیان! ہند سے اس قسم کی گفتگو نہ کرنا ہند نے تمہارا راز فاش نہیں کیا یہ سن کر ابوسفیان کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ کو کس نے بتلایا کہ میں دل ہی میں ہند پر ظلم و زیادتی اور تشدد و سختی کا سوچ رہا تھا۔

(الوقایا حوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۳-۳۱۴ مطبوعہ مصطفیٰ الباب فی مصر)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی فتح مکہ من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۳۳۱-۳۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قیال العلامة السید احمد دحلان رحمہ اللہ تعالیٰ والحاصل ان اباسفیان کان فی اول الامر مستکرها فلم یزل رسول اللہ ﷺ یترفق بہ ویبألفہ حتی تمكن الإسلام من قلبہ وقد فقت عینہ فی غزوہ الطائف فجاء بها فی یدہ الی النبی ﷺ فقال لہ ان شئت ارجعها اللہ الیک خیرا مما كانت وان شئت خیرا منها فی الجنة فرمی بها وقال خیرا منها فی الجنة وفقت عینہ الاخری یوم الیرموک فی خلافة عمر رضی اللہ عنہ وکان یحث الناس ویحرضہم علی القتال ویقول هذا یوم من ایام اللہ انصروا اللہ ینصرکم۔

ترجمہ: علامہ سید احمد دحلان کی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ابوسفیان کو شروع شروع میں یہ انقلاب ناگوار گزرا مگر نبی اکرم ﷺ اس کے ساتھ نرمی اور تالیف قلب سے کام لیتے رہے ہاں تک کہ اسلام اس کے دل میں جم گیا۔ بعد میں غزوہ طائف کے دوران اس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی تو وہ اسے ہتھیلی پر اٹھا کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھ کو پہلے سے بہتر صورت میں لوٹا دے یا یہ پسند کرو کہ اللہ تعالیٰ جنت میں تمہیں اس سے بہتر آنکھ عطا کر دے۔ یہ سن کر ابوسفیان نے اپنی آنکھ پھینک دی اور کہا میں جنت کی اس سے اچھی آنکھ پسند کرتا ہوں اس کی دوسری آنکھ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں یرموک کی لڑائی کے دوران پھوٹ گئی۔ وہ مجاہدین کو جہاد و قتال پر براہیختہ کرتے اور ترغیب دیتے ہوئے کہہ رہا تھا لوگو! یہ اللہ کے عظیم ایام میں سے ایک دن ہے۔ تم اللہ کی دین کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۲۷..... عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کا خفیہ منصوبہ ظاہر کر دیا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال لہ ما لك والسلاح فقال انسیته علی لما دخلت قال ولم قدمت قال قدمت فی فدی ابنی قال فما جعلت لصفوان بن امیہ فی الحجر فقال وما جعلت لہ قال جعلت لہ ان تقتلنی علی ان یعطیک کذا وکذا وعلی ان یقضی دینک ویکفیک مژونة وعیالک فقال عمیر اشهد ان لا اله الا الله وانک رسول الله فوالله یا رسول الله ما یتحقق علی هذا احد غیری وغیر صفوان وانی اعلم ان الله اخبرک بہ۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے عمیر سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا کہ ہتھیار لئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ حاضر ہوتے وقت میں بھول کے تلوار لئے چلا آیا۔ فرمایا کہ تم کیوں آئے؟

عمیر نے کہا کہ میں اپنے لڑکے کے فدیے میں آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے حرم میں صفوان بن امیہ سے عہد کیا کہ؟ عرض کی میں نے کچھ نہیں کیا۔ فرمایا تم نے یہ کیا کہ مجھے اس شرط پر قتل کرو گے کہ وہ تمہیں یہ چیزیں دے گا۔ تمہارا قرض ادا کرے گا اور تمہارے عیال کا خرچ برداشت کرے گا۔

حاشیہ.....☆

عمیر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ یا رسول اللہ واللہ میرے اور صفوان کے سوا کسی کو اطلاع نہ تھی۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ نے آپ کو آگاہ کر دیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

قال فماذا شرطت لصفوان في الحجر ففرع عمير وقال ماذا شرطت له قال تحملت له بقتلي علي ان يعول اولادك ويقضى دينك والله حائل بينك وبين ذلك فقال عمير اشهد انك رسول الله واشهد ان لا اله الا الله۔
(الاصابة في تميز الصحابة ذكر عمير بن وهب رضي الله عنه ج ۳ ص ۷۲ رقم ۶۰۶۲ مطبوعہ دار الجليل بیروت)

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال له فما شرطت لصفوان بن امية في الحجر ففرع عمير وقال ماذا شرطت له قال تحملت له بقتلي علي ان يقضى دينك والله تعالى حائل بينك وبين ذلك قال عمير اشهد انك لرسول الله وانك صادق واشهد ان لا اله الا الله كنا نكذبك بالوحي وبما ياتيك من السماء وهذا الحديث كان بيني وبين صفوان كما قلت لم يطلع عليه احد غيري۔

(اعلام النبوة ص ۱۶۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوة وطلاسمانی ص ۱۳۰-۱۳۱ رقم الحدیث ۱۵۳ مطبوعہ دار طيبة الرياض)

امام عبدالملک بن هشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

قال اصدقني ما الذي جئت له قال ما جئت الا لذلك قال بل قعدت و صفوان بن امية في الحجر فذكرتما اصحاب القلب من قريش ثم قلت لو لا دين علي وعيال عنده لخرجت حتى اقتل محمدا فتحمل لك صفوان بدينك وعيالك علي ان تقتلني له والله حائل بينك وبين ذلك قال عمير اشهد انك رسول الله۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا مجھے سچی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا میں تو اسی مقصد کے لئے آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ تو اور صفوان بن امیہ نے حجر میں بیٹھ کر کنوئیں میں ڈالے جانے والے قریش کا تذکرہ کیا پھر تو نے کہا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور میرے ہاں اہل و عیال نہ ہوتے تو میں محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کے لئے ضرور روانہ ہوتا۔ صفوان بن امیہ نے تیرے قرض اور تیرے اہل و عیال کی ذمہ داری اس شرط پر اٹھالی کہ تو اس کی خاطر مجھے قتل کرے گا حالانکہ تیرے اور اس کے ارادے کی تکمیل کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔ عمیر کہہ اٹھا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(السيرة النبوية المعروف سیرت ابن هشام اسلام عمیر بن وهب بعد تحريض صفوان له على قتل الرسول ج ۳ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الجليل بیروت)، (الاكتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله والاشیاء الخلفاء غزوة بدر الكبرى ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ عالم الکتاب بیروت)، (انسان العیون فی سیرة الامین المأمون المعروف بالسيرة الحلبیة باب غزوة بدر الكبرى ج ۲ ص ۳۵۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (حجة الله على العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۳-۳۵۵ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت)، (تسیم الرياض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت)، (مختصر سیرة الرسول ص ۱۳۸ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۳۵ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت)، (الوقایا حوال المصطفی الباب الحامس عشر فی اخبار رسول الله ﷺ)، (مختصر سیرة الرسول ج ۲ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)، (تجلی الزوائد من القوائد باب اخباره ﷺ بالمفصیلات ج ۸ ص ۲۸۸-۲۸۷ مطبوعہ مؤسسة المعارف بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۳۳۴-۳۳۵ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت)، (السيرة النبوية لابن کثیر اسلام عمیر بن وهب و تحريض صفوان له على قتل الرسول ﷺ ج ۲ ص ۴۲۸-۴۲۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (المعجم فی اختصار سیرة الرسول لابن کثیر ص ۲۰۸ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (الاستیعاب ذکر حضرت عمیر بن وهب رضي الله عنه ج ۳ ص ۱۲۲ رقم ۱۹۹۷ مطبوعہ دار الجليل بیروت)، (الاستیعاب ذکر صفوان بن امیہ رضي الله عنه ج ۲ ص ۷۲ رقم ۶۰۶۲ مطبوعہ دار الجليل بیروت)

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر ۲۸۰..... تو نے اس کے رخسار میں ایک تل دیکھا ہے جس وجہ سے تیرے جسم کا ہر بال کھڑا ہو گیا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن سعد عن عبدالرحمن بن سابط قال: خطب رسول الله ﷺ امرأة من كلب فبعث عائشة تنظر اليها فذهبت ثم رجعت فقال لها رسول الله ﷺ: ما رأيت؟ قالت: ما رأيت طائلاً فقال لها رسول الله ﷺ: لقد رأيت طائلاً لقد رأيت خالاً بخدها اقشعرت كل شعرة منك فقالت يا رسول الله: ما دونك سر۔

ترجمہ: ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمن بن سابط رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی کلب کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کے لئے بھیجا تو وہ گئیں۔ جب وہ واپس آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا، تم نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا میں نے کوئی خاص بات نہیں دیکھی۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تم نے ایک خاص بات دیکھی ہے تم نے دیکھا کہ اس کے رخسار پر ایک تل ہے جس کو دیکھ کر تمہارے بدن کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس پر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے یعنی آپ کو ہر شے کا علم ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبدالرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۸ھ لکھتے ہیں۔

عن عائشة ان النبي ﷺ ارسل عائشة الى امرأة فقالت: ما رأيت طائلاً قال لقد رأيت خالاً بخدها اقشعرت ذؤابتك فقالت: ما دونك سر ومن يستطيع ان يكتمك۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو اس عورت کو دیکھنے بھیجا جس کے لئے آپ نے پیغام نکاح دیا تھا تو انہوں نے آکر کہا میں نے کوئی خاص بات نہیں دیکھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اس کے رخسار پر تل دیکھا ہے جس سے تمہارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا آپ ﷺ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہتی۔ خواہ کوئی آپ سے کتنا ہی چھپائے۔ کسی میں یہ جرأت ہے۔

(الوفاء باحوال المصطفى الباب الخامس عشر في اخبار رسول الله ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۲ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبد اللہ سہلی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

قد روى انه السلام انه خطب امرأة فارسل عائشة لتنظر اليها فلما رجعت اليه قالت ما رأيت بلى لقد رأيت خالاً قد خدها اقشعرت منه كل شعرة في جسدك۔

ترجمہ: روایت کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک عورت کو دعوت نکاح دی اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کے لئے بھیجا جب حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو عرض کی میں تو اس میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتی تو حضور ﷺ نے فرمایا تو نے اس کے رخسار میں ایک تل دیکھا ہے جس وجہ سے تیرے جسم کا ہر بال کھڑا ہو گیا۔

(روض الانف السہلی غیرۃ النساء النبی والنظر الی المراق ج ۳ ص ۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر ۲۹..... میری امت میں ایک شخص وہب نامی ہوگا

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحكم بن موسى ثنا الوليد عن مروان بن سالم من اهل قرقيسيا ثنا الاحوص بن حكيم عن خالد بن معدان عن عبادة بن الصامت يكون في امتي رجلان رجل يقال له وهب يهب الله له الحكمة ورجل يقال له غيلان هو اضر على امتي من ابليس۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام وہب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے حکمت عطا فرمائے گا اور ایک شخص ہوگا جس کا نام غیلان ہوگا۔ وہ شیطان سے زیادہ لوگوں کو ضرر پہنچائے گا۔ (غیلان دمشق قدریہ فرقہ کا سردار ہے۔ اسی نے سب سے پہلے قدر کے باب میں اختراعات کیں)

(بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث بن ابی اسامہ، کتاب الامارۃ باب فی ولایۃ السوء ج ۲ ص ۶۴۱ رقم الحدیث ۶۱۵ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسمیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبادة بن الصامت قال: قال رسول الله ﷺ: يكون في امتي رجل يقال له وهب يهب الله له الحكمة ورجل يقال له غيلان هو اضر على امتي من ابليس۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام وہب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے حکمت عطا فرمائے گا اور ایک شخص ہوگا جس کا نام غیلان ہوگا۔ وہ شیطان سے زیادہ لوگوں کو ضرر پہنچائے گا۔ (غیلان دمشق قدریہ فرقہ کا سردار ہے۔ اسی نے سب سے پہلے قدر کے باب میں اختراعات کیں)

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۴۶ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۳۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (ویمی، الفردوس بما ثور الخطاب ج ۵ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۸۷۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (جمع الجوامع ج ۹ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۲۸۸۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۳۱۱۶۷ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۳ مطبوعہ المكتبة التجارية مكة المكرمة)، (جامع الکبیر الاحادیث ج ۹ ص ۳۳۷-۳۳۸ رقم الحدیث ۲۸۸۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۶-۲۲۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجة الله علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱۹ ص ۳۸۹-۳۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳۳ ص ۶۶۷-۶۶۸ رقم الحدیث ۱۳۲۹۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا علي بن احمد بن عبدان، اخبرنا احمد بن عبيد الصغار، حدثنا احمد بن العباس، حدثنا هشام بن عمار، حدثنا الوليد هو ابن مسلم، حدثنا ابن لهيعة، عن موسى بن وردان، عن ابي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: ينشق الشيطان بالشام نعة يكذب ثلثاهم بالقدر۔ وفي هذا ان اصح اشارة الى غيلان القدري وما ظهر بالشام بسببه من التكذيب بالقدر حتى قتل۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک شیطان شام میں پکارے گا اور دو تہائی شامی قدر کو جھٹلائیں گے۔ اس حدیث میں غیلان قدری کی طرف اشارہ ہے۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۶-۳۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۳ مطبوعہ المكتبة التجارية مكة المكرمة)، (حجة الله علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر ۳۰..... اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ کس چیز نے تمہیں وہیں روکے رکھا؟

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبد اللہ کبلی متوفی ۵۷۵ھ لکھتے ہیں۔

وروی الزبیر فی حدیث اسندہ ان رسول اللہ بعث رجلا الی عثمان ورقیة فاحتبس علیہ الرسول فقال له ان شئت اخبرتك ما قال نعم قال وقفت تنظر الی عثمان ورقیة تعجب من حسنهما۔

ترجمہ: علامہ زبیر (بن بکار رحمۃ اللہ علیہ) نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو کو کچھ تحائف دے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ وہ قاصد کا فی عرصہ وہیں ٹھہرا رہا جب وہ واپس آیا تو حضور ﷺ نے اسے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ کس چیز نے تمہیں وہیں روکے رکھا؟ اس نے عرض کی ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال نے تجھے وہاں روکے رکھا۔ اس نے عرض کی حضور ﷺ نے سچ نے فرمایا۔ میں ان کے حسن و جمال کی دلکشی میں کھویا رہا۔

(روض الانف باب الحجۃ الی ارض الحبشۃ ج ۲ ص ۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

قال الزبیر بن بکار حدثنی محمد بن سلام الجمحی قال حدثنی ابو المقدام مولى عثمان قال بعث النبی ﷺ مع رجل بلصف الی عثمان فاحتبس الرجل له النبی ﷺ ما حبسك الا كنت تنظر الی عثمان ورقیة تعجب من حسنهما وجاء من اوجه متواترة ان رسول الله ﷺ بشره بالجنة وعده من اهل الجنة وشهد له بالشهادة۔

(الاصابة فی تیز الصحابة عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۵۶ رقم ۵۴۵۲ مطبوعہ دار البیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابن عساكر من طريق ابی عاصم قال: حدثنی مولى لعثمان بن عفان ان رسول الله ﷺ بعث الی عثمان بهدية فاحتبس الرسول ثم جاء فقال له رسول الله ﷺ ما حبسك؟ ثم قال: ان شئت اخبرتك بما حبسك كنت تنظر الی عثمان مرة والی رقیة مرة ایهما احسن۔ قال: ای والذي بعثك بالحق انه الذي حبسني۔

ترجمہ: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق ابی عاصم رضی اللہ عنہ روایت کی۔ کہا کہ مجھ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی چیز ہدیہ بھیجی اور وہ قاصد کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ پھر وہ قاصد آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا، تم کس لئے ٹھہرے رہے؟ پھر فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ کس بنا پر تم ٹھہرے رہے؟ فرمایا تم ایک نظر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ڈالتے تھے اور ایک نظر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر اور یہ دیکھتے تھے کہ ان میں سے کون زیادہ حسین ہے۔ اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ تم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اسی بات نے مجھے ٹھہرائے رکھا تھا۔

(سبل الحمدی والرشاد ج ۱ ص ۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہی علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن عساكر من طريق الزبیر بن بکار قال: حدثنی محمد بن سلام الجمحی قال: حدثنی ابو المقدام مولى عثمان بن عفان قال: بعث النبی ﷺ مع رجل بظلف الی عثمان بن عفان فاحتبس الرجل فقال النبی ﷺ: ان شئت اخبرتك ما حبسك قال: نعم يا رسول الله۔ قال: تنظر الی عثمان ورقیة تعجب من حسنهما۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ روایت کی کہ مجھ سے محمد بن سلام رحمۃ اللہ نے حدیث بیان کی کہا کہ مجھ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غلام ابوالمقدام نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ بکری کے پائے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے یہاں بھیجے وہ آدمی کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا اگر تم چاہو تو میں بتا دوں کہ کس لئے تم وہاں ٹھہرے رہے اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ضرور بتائیے۔ آپ نے فرمایا تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر ان کے حسن پر تعجب کر رہے تھے۔

(سبل المہدی والرشاد ج ۱ ص ۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۳۱..... یہ شیمابنت نفیلہ ازدیہ اپنے خچر شہباء پر کالا دوپٹہ اوڑھے موجود ہے

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

وخزیم من المهاجرین وهو الذی لما ان اخبر النبی اصحابه ان الحیرة رفعت له فراى الشیاء بنت بقیلة معتجرة بخمار اسود علی بغلة شہباء قال یا رسول اللہ ان نحن فتحناها فوجدناها علی هذه الصفة وهی لی قال هی لك ثم سار مع خالد بن الولید الی مسیلمة فقتلوا مسیلمة ثم سار معه نحو الطف حتی دخلوا الحیرة فکان اول من لقیهم فیها بنت بقیلة علی البغلة الشہباء کما نعتها رسول اللہ ﷺ فتعلق بها خزیم وادعاهما فشہد له محمد بن مسلمة وعبد اللہ بن عمر فسلمها الیه خالد بن الولید فنزل الیها اخوها عبدالمسیح فقال له بعینها فقال لا انقصها واللہ من عشر مائة فدفع الیه الفا وقال لو قلت مائة الف لدفعتها الیک فقال ما کنت احسب ان مالا اکثر من عشر مائة۔

ترجمہ: حضرت خزیم رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے ہیں یہ وہی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا یہ حیرہ بیضا ہے جسے میرے سامنے لایا گیا ہے اور یہ شیمابنت نفیلہ ازدیہ اپنے خچر شہباء پر کالا دوپٹہ اوڑھے موجود ہے خزیم رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے حیرہ کو فتح کر لیا اور ہم نے شیماء کو اسی حالت میں پایا تو کیا وہ میری ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں وہ تیری ہوئی پھر حضرت خزیم رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے چل پڑے چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسیلمہ کذاب کو جہنم واصل کیا پھر حضرت خزیم رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ حیرہ کی طرف چل دیئے۔ جب مسلمانوں کا لشکر حیرہ میں داخل ہوا تو سب سے پہلے انہیں (شیماء) بنت بقیلہ سیاہی مائل ایک طاقتور خچر پر سوار ملی جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی حالت بیان فرمائی تھی چنانچہ اسے دیکھتے ہی خزیم رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ چٹ گئے اور اس کا دعویٰ کرنے لگے ان کے متعلق حضور ﷺ کے فرمان کی گواہی حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے دی۔ لہذا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شیماء حضرت خزیم رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ پھر شیماء کے پاس اس کا بھائی عبد المسیح قلعے سے نیچے اتر کر آیا اور خزیم رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا شیماء کو مجھے بیچ دے۔ خزیم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا بخدا میں ایک ہزار سے کم نہیں کروں گا چنانچہ عبد المسیح نے ایک ہزار دے کر شیماء کو لے لیا اور پھر کہنے لگا اگر تم ایک لاکھ بھی مانگتے میں وہ بھی دینے کو تیار تھا۔ حضرت خزیم رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں تو یہ سمجھتا رہا کہ مال دس سو (یعنی ایک ہزار) سے زیادہ ہوتا ہی نہیں۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر حضرت خزیم بن اوس رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۶۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)۔ (السیرۃ النبویہ ذکر ماکان من الحوادث

بعد رجوع علیہ السلام الی المدینہ منصرفہ من تبوک ج ۳ ص ۴۶-۴۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البخاری فی "تاریخہ" والطبرانی والبیہقی وابونعیم عن خذیم بن اوس ابن حارثہ بن لام قال: هاجرت الى رسول الله ﷺ من تبوك فقال رسول الله ﷺ: هذه الحيرة البيضاء قد رفعت لي وهذه الشهباء بنت نفيلة الازدية عل بغلة شهباء معتجرة بخمار اسود فقلت يا رسول الله: ان نحن دخلنا الحيرة فوجدتها كما تصف فهي لي۔ قال: هي لك فلما كان زمن ابي بكر وفرغنا من مسيلمة اقبلنا الى الحيرة فاؤل من تلقانا حين دخلناها الشهباء بنت نفيلة كما قال رسول الله ﷺ علي بغلة شهباء معتجرة خمار اسود فتعلقت بها وقلت: هذه وهبها لي رسول الله ﷺ فدعاني خالد بن الوليد عليها بالبينة فاتيته بها وكانت البينة محمد بن مسلمة ومحمد بن بشير الانصاريين فسلمها الي فنزل اليها اخوها يريد الصلح، فقال: بعنيها۔ قلت: لا انقصها والله من عشرة مائة درهم فاعطاني الف درهم فقيل لي: لو قلت مائة الف لدفعها اليك فقلت: ما كنت احسب ان عددا اكثر من عشر مائة۔

ترجمہ: بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "تاریخ" میں اور طبرانی نے بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے خذیم بن اوس بن حارثہ بن لام رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی جانب اس وقت ہجرت کی جب کہ آپ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا یہ حیرہ بیضا ہے جسے میرے سامنے لایا گیا ہے اور یہ شیمابنت نفیلہ ازدیہ اپنے خچر شهباء پر کالادو پٹہ اوڑھے موجود ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم حیرہ میں داخل ہوں اور میں اسے ویسا ہی پاؤں جیسا کہ آپ نے صفت بیان کی تو کیا وہ میرے لئے ہوگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ تمہارے لئے ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا اور ہم مسلمہ کذاب کے استیصال سے فارغ ہوئے تو حیرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہمارے داخل ہونے کے بعد جو عورت سب سے پہلے ہمیں ملی وہ شیمابنت نفیلہ تھی اور اسی حال میں تھی جس حالت کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی تھی یعنی وہ اپنے خچر شهباء پر سوار کالا دو پٹہ اوڑھے تھی اور میں اس کے ساتھ متعلق ہو گیا اور میں نے کہا یہی وہ عورت ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس پر مجھ سے شہادت طلب فرمائی اور میں نے اس کی شہادت پیش کی۔ وہ شہادت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ کی تھی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے میرے حوالہ کر دیا۔ پھر اس کا بھائی ہمارے پاس صلح کی غرض سے آیا اور اس نے کہا اسے فروخت کر دو۔ خدا کی قسم دس سو درہم سے کم نہ کروں گا تو اس نے مجھے ایک ہزار درہم دے دیئے۔ پھر مجھ سے کسی نے کہا اگر تم ایک لاکھ درہم مانگتے تو ضرور دیتا۔ میں نے کہا میں دس سو درہم سے زیادہ کتنی جتنا ہی نہ تھا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۶-۱۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۱ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکتبۃ المکرمہ)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب اخبار رسول اللہ ﷺ بالمغنیات ج ۸ ص ۲۹۱-۲۹۲ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (دلائل النبوة لابن قیم ص ۲۸۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (الاصابة فی تميز الصحابة ذکر خیریم بن اوس رضی اللہ عنہما ج ۲ ص ۲۷۴ رقم ۲۲۳ مطبوعہ دارالکبیر بیروت)، (دلائل النبوة و تلامیحات ص ۱۵۰ رقم الحمد ۱۶۱ مطبوعہ دارطیبة الریاض)

حدیث نمبر ۲۲..... زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کے اعضاء جنت میں پہلے داخل ہوں گے

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو سعد المالینی اخبرنا ابو احمد بن عدی اخبرنا ابو یعلی حدثنا ابراہیم بن سعید الجوهري

حاشیہ.....☆

حدثنا حسين بن محمد عن الهذيل بن بلال عن عبدالرحمن بن مسعود العبدى عن علي قال قال رسول الله ﷺ من سره ان ينظر الى رجل يسبقه بعض اعضائه الى الجنة فلينظر الى زيد بن صوحان۔

ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اس سے خوش ہوتا ہے کہ وہ ایسے شخص کو دیکھے جس کے بعض اعضاء جنت میں پہلے داخل ہوں گے اسے چاہئے کہ وہ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۲۱۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الہدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۰۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکتبہ المکرمہ)، (بل الہدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاصابة ج ۱ ص ۵۸۲)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تیمم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۲۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حاکم ج ۱ ص ۳۳۷۔ حیلۃ الالیاء ج ۱ ص ۸۸۔ ابن عدی ج ۷ ص ۲۵۸۳)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا يعلى بن عبيد قال حدثنا الاجلح عن عبيد بن لاحق قال قال رسول الله ﷺ في سفر فنزل رجل من القوم فساق بهم ورجز ثم نزل آخر ثم بدا لرسول الله ﷺ ان يواسي اصحابه فنزل فجعل يقول جندب وما جندب والاقطع الخير زيد ثم ركب فلدنا منه اصحابه فقالوا يا رسول الله سمعناك الليلة تقول جندب وما جندب والاقطع الخير زيد فقال رجلا من يكونان في هذه الامة يضرب احدهما حصول تفرق بين الحق والباطل والآخر تقطع يده في سبيل الله ثم يتبع الله آخر جسده باوله قال يعلى قال الاجلح اما جندب فقتل الساحر ثم الوليد بن عقبة واما زيد فقطعت يده يوم جلولا و قتل يوم الجمل۔

ترجمہ: آپ ﷺ اگلے روز جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے قریب ہوئے تو انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ رات ہم نے آپ سے یہ سنا جندب کیا ہے جندب؟ زید نے اس سے خیر قطع کر دیا اس کی کیا حقیقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں دو آدمی ہوں گے ان میں سے ایک دوسرے کو تلوار مارے گا جس سے حق و باطل کے درمیان تفریق ہو جائے گی دوسرے کا ہاتھ اللہ کے راستے میں کاٹا جائے گا اور دوسرے موقع پر وہ قتل ہوگا۔

اجلح کہتے ہیں کہ جندب رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کے موجود ایک جادوگر کو قتل کیا اور زید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ یوم جلولا کے موقع پر ہاتھ کاٹا گیا۔ (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (الاستیعاب ذکر زید بن صوحان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۵۵۶۔ ۵۵۷ برقم ۸۵۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

عن عبدالرحمن بن مسعود العبدى قال سمعت عليا يقول قال رسول الله ﷺ من سره ان ينظر الى من يسبقه بعض اعضائه الى الجنة فلينظر الى زيد بن صوحان۔ وروى بن منده من طريق الجريري عن عبدالله بن بريدة عن ابيه قال ساق رسول الله ﷺ باصحابه فجعل يقول جندب وما جندب والاقطع الخير زيد فسئل عن ذلك فقال اما جندب فيضرب حصول يكون فيها امة وحده واما زيد فرجل من امتي تدخل الجنة يده قبل بدنه فلما ولي الوليد بن عقبة الكوفة في زمن عثمان فذكر قصة جندب في قتله الساحر واما زيد بن صوحان فقطعت يده يوم القادسية و قتل يوم الجمل۔

ترجمہ: عبدالرحمن بن مسعود العبدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو چاہے کہ ایسے آدمی کو دیکھے جس کے بعض اعضاء جنت میں پہلے داخل ہوں گے تو وہ زید بن صوحان کو دیکھے۔

(الاصابة فی تمیز الصحابة زید بن صوحان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۶۲۷ برقم ۲۹۹۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۳۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ماوی ان النبی ذکر زید بن صوحان فقال زید و ما زید یسبقه عضو منه الی الجنة فقطعت یدہ
یوم نہاوند فی سبیل اللہ۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کونسا زید جس کا ایک عضو جنت میں پہلے داخل ہوگا تو
نہاوند کے دن زید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اللہ کے راستے میں کٹ گیا۔

(اعلام النبوة الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الاحاد ص ۱۵۸ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن عساکر عن الحارث الاعور قال: کان مما ذکرہ رسول اللہ ﷺ زید الخیر وهو زید
بن صوحان قال رسول اللہ ﷺ سیکون بعدی رجل من التابعین وهو زید الخیر یسبقه بعض اعضاءہ الی
الجنة بعشرين سنة فقطعت یدہ الیسری بنہاوند وعاش بعد ذلك عشرين سنة ثم قتل یوم الجمل بین
یدی علی وقال قبل ان یقتل: انی رايت یدی خرجت من السماء تشير الی ان تعال وانا لاحق بہا۔

ترجمہ: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حارث اعور رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے جن زید الخیر کا ذکر
فرمایا تھا وہ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد تابعین میں سے ایک شخص ہوگا اور وہ زید الخیر ہے۔ وہ
اپنے جسم کا ایک حصہ بیس سال پہلے جنت کی طرف بھیجے گا چنانچہ ان کا بایاں ہاتھ نہاوند میں قطع ہوا۔ اس کے بعد وہ بیس سال زندہ رہے۔
پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے یوم الجمل میں شہید ہوئے۔ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ نے شہید ہونے سے پہلے فرمایا کہ
میں اپنے ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آسمان سے نکلا ہے اور اپنی طرف آنے کا اشارہ کر رہا ہے اور میں اس سے ملنے والا ہوں۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۳۳.....سراقہ تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البيهقي عن الحسن ان عمر اتي بسواری كسرى فالبسهما سراقه بن مالك فبلغا منكبيه
فقال الحمد لله سواری كسرى بن هرمل في یدی سراقه بن مالك اعرابی من بنی مدلج۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے کنگن
لائے گئے اور ان دونوں کنگنوں کو سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو پہنایا گیا اور وہ کنگن اس کے شانوں تک پہنچے۔ اس وقت حضرت عمر رضی
اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ کسریٰ بن ہرمل کے کنگن سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ بنی مدلج کے اعرابی کے ہاتھوں میں ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة
ج ۶ ص ۳۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۱ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (حجة اللہ علی العالمین فی معجزات
سید المرسلین ص ۳۷۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تیمم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۰۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الشفاء
بجریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاكتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله والاشیاء الخلفاء ذکر الحدیث عن الخروج رسول الله
والابی بکر الصديق رضی اللہ عنہما ج ۱ ص ۳۳۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال الشافعی: وانما البسهما سراقة لان النبی ﷺ قال لسراقة ونظر الی ذراعیه: کانی بک قد لبست سواری کسری۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کنگنوں کو اس بنا پر پہنا کہ نبی کریم ﷺ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے کسریٰ کے کنگن پہن رکھے ہیں۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۱ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن اعلامہ انه رأى ذراعى سراقة بن مالك بن جعشم دقيقين اشعرين فقال كيف بك اذا البست بعدى سواری کسری فلما تحت فارس دعاه عمر والبسه سواری کسری وقال له قل الحمد لله الذى سلبها کسری بن هرمز والبسهما سراقة بن جعشم۔

(اعلام النبوة الباب العاشر فيما سمع من معجزات اقواله فصل اخبار الاحاد ص ۱۵۶ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج من طريق ابن عتبة عن اسرائيل ابى موسى عن الحسن ان رسول الله ﷺ قال لسراقة بن مالك كيف بك اذا لبست سواری کسری قال: فلما اتى عمر بسواری کسری دعا سراقة فالبسه وقال: قل الحمد لله الذى سلبهما کسری ابن هرمز والبسهما سراقة الاعرابی۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ اسرائیل بن ابی موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ کسریٰ کے کنگن پہنتے وقت تمہارا کیا حال ہوگا راوی نے کہا کہ جب کسریٰ کے کنگن دربار فاروقی میں لائے گئے تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلا کر پہنایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ جس نے کسریٰ بن ہرمز سے ان کنگنوں کو چھین کر سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ اعرابی کو پہنایا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادة المتقين ج ۸ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار المرفۃ بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سیبلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

وانما فعلها عمر لان رسول الله قد بشر بها سراقة حين اسلم واخبره ان الله سيفتح عليه بلاد فارس ويغنمه ملك كسرى فاستعبد ذلك سراقة في نفسه وقال اكسرى ملك الملوك فاخبره النبی ان حليته ستجعل عليه تحقيقا للوعد كان اعرابيا بوالا على عقبيه ولكن الله يعز بالاسلام اهله ويسبغ على محمد نعمته وفضله۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو اس لئے پہنایا تھا کیونکہ حضور ﷺ نے انہیں اس وقت شارت دی تھی جب انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب ایران کے شہر فتح ہو جائیں گے اور کسریٰ کا ملک مسلمانوں

حاشیہ.....☆
 کے زیر نگین ہوگا لیکن حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے دل میں اسے ناممکن سمجھا اور کہا کیا وہ کسریٰ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے؟ حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا عنقریب اس کے زیورات اسے پہنائے جائیں گے آپ ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا تھا تا کہ آپ ﷺ کی خبر کی تحقیق ہو جائے۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ اگرچہ ایک بدو تھے لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسلام کے ساتھ اعزاز بخشا ہے اور حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت مرحومہ پر فضل و کرم کا ابر رحمت برساتا ہے۔

(روض الانف ج ۲ ص ۳۲۳ مطبوعہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

وقال بن عیینة عن اسرائیل عن ابی موسی عن الحسن ان رسول الله ﷺ قال لسراقه بن مالك كيف بك اذا لبست سواری كسرى قال فلما اتی عمر بسواری كسرى ومنطقته وتاجه دعا سراقه فالبسه وكان رجلا ازب كثير شعر الساعدين فقال له ارفع يدك وقل الحمد لله الذي سلبهما كسرى بن هرمز والبسهما سراقه الاعرابی۔

(الاصابة فی تميز الصحابة سراقه بن مالك رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۳۱ برقم ۳۱۱ مطبوعہ دارالجمیل بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وروی عن سفیان بن عیینة عن ابی موسی عن الحسن ان رسول الله ﷺ قال لسراقه بن مالك كيف بك اذا لبست سواری كسرى قال فلما اتی عمر بسواری كسرى ومنطقته وتاجه دعا سراقه بن مالك فالبسه اياهما۔

(الاستيعاب ذکر سراقه بن مالك رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۵۸۱ برقم ۹۱۶ مطبوعہ دارالجمیل بیروت)

حدیث نمبر ۳۴۰..... میری امت میں سے ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا القاضي ابو احمد محمد بن احمد بن ابراهيم ثنا علي بن علي بن العباس البجلي ثنا جعفر بن محمد بن رباح الاشجعي حدثني ابی عن عبيدة عن عبد الملك ابن نمير في مع عبد الملك بن عمرو الصحيح عبد الملك بن عمير الفرسى بفتح الفاء ابو عمرو الكوفي القبطي عن ربعي بن حراش قال كنا اربع اخوة وكان الربيع اخونا اكثرنا صلاة واكثرنا صياما في الهواجر وانه توفي فبينما نحن حوله وقد بعثنا من يتاع لنا كفنا اذ كشف الثوب عن وجهه فقال السلام عليكم فقال القوم وعليكم السلام يا اخا بني عبس ابعث الموت قال نعم اني لقيت ربي عز وجل بعدكم فلقيت غضبان واستقبلني بروح وريحان واستبرق الا وان القاسم ﷺ ينتظر الصلاة على فعجلوني ولا تؤخروني ثم كان بمنزلة حصاة رمى بها في طست فسمى الحديث الى عائشة رضي الله عنها فقالت اما اني سمعت رسول الله ﷺ يقول يتكلم رجل من امتي بعد الموت۔

ترجمہ: حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چار بھائی تھے الربیع رحمۃ اللہ علیہ ہم سے زیادہ نمازیں پڑھنے والا اور سخت روزے رکھنے والا تھا اس کی وفات ہوگئی ہم اس کے ارد گرد کھڑے تھے اور کسی کو کفن خریدنے کے لئے بھیج چکے تھے کہ اچانک اس نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور سب کو سلام کیا لوگوں نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا اے بنی عبس کے بھائی! کیا تم موت کے بعد گفتگو کر رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں میں تمہارے بعد اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ اللہ تعالیٰ بالکل غصے میں نہ تھا اس نے میرا پھولوں

حاشیہ.....☆

خوشبو اور ریشم کے پھونوں سے استقبال کیا سنو! ابوالقاسم علیہ السلام میری نماز جنازہ کے منتظر ہیں لہذا جلدی کرو اور مجھے دیر نہ ہونے دو۔ پھر ایسے ہوا جیسے ایک کنکر کو طشت میں پھینکا جاتا ہے۔

(یعنی تکفین و تدفین میں بہت جلدی کی گئی) اس کے بعد یہ معاملہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میری امت میں سے ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو ان کے آنسو بہنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جدائی کی اطلاع دی حتیٰ کہ جدائی کا وقت قریب آ گیا۔ (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر ربیع بن خراش رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۳۶۷-۳۶۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج الطبرانی فی (الاوسط) بسند جيد عن حذيفة: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول یكون فی امتی رجل یتکلم بعد الموت۔

ترجمہ: طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اوسط“ میں بسند حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ہوگا جو مرنے کے بعد کلام کرے گا۔

واخرج البیهقی وصححه وابونعیم من طرق عن ربیع بن خراش قال: مات اخي الربیع وکان اصومنا فی الیوم الحار واقومنا فی اللیلة الباردة فسجنته فضحك فقلت یا اخي: احیاء بعد الموت؟ قال: لا ولكنی لقی ربی فلقینی بروح وریحان ووجه غیر غضبان فقلت کیف رایت الامر؟ قال: ایسر مما تظنون فذكر لعائشة فقالت: صدق ربیع سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول من امتی من یتکلم بعد الموت۔ وفی لفظ یتکلم رجل من امتی بعد الموت من خیر التابعین۔

قلت: لهذا الحديث طرق وقد استوفيت اخبار من تکلم بعد الموت فی (کتاب البرزخ)۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق ربیع بن خراش رحمۃ اللہ علیہ روایت کی انہوں نے کہا کہ میرا بھائی ربیع فوت ہو گیا۔ وہ ہم میں گرمی کے دنوں میں زیادہ روزہ دار اور سردی کی راتوں میں زیادہ قیام کرنے والا تھا۔ میں نے اس کے جسد پر چادر ڈالی تو وہ ہنسنے لگا اس پر میں نے کہا اے بھائی! کیا مرنے کے بعد بھی (دنیاوی) زندگی ہے؟ اس نے کہا نہیں بات یہ ہے کہ میں نے اپنے رب سے ملا اور میرا رب مجھ سے روح وریحان اور ایسے وجہ کریم کے ساتھ ملا جو غضب ناک نہ تھا میں نے پوچھا تم نے امر کو کیسا دیکھا اس نے کہا جتنا تم گمان کر سکتے ہو اس سے زیادہ آسان میں نے دیکھا اس کے بعد یہ واقعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔ تو انہوں نے فرمایا ربیع رضی اللہ عنہ نے سچ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص مرنے کے بعد کلام کرے گا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میری امت میں ایک شخص مرنے کے بعد کلام کرے گا اور وہ خیر تابعین سے ہوگا۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس روایت کی بکثرت سندیں ہیں جن کو میں نے ”کتاب البرزخ“ میں مرنے کے بعد کلام کرنے والوں کی خبروں کے ضمن میں جمع کیا ہے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة اردو ص ۵۲۲ مطبوعہ خفاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۵۶ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکہ المکرمہ)، (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور امام سیوطی ص ۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۶۷)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمعنیات ج ۸ ص ۲۹۴ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔
هذا اسناد صحيح لا يشك حديثي في صحته۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فسمى الحديث الى عائشة رضى الله عنها فقالت اما انى سمعت رسول الله ﷺ يقول يتكلم رجل من امتي بعد الموت۔

ترجمہ: اس کے بعد یہ معاملہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ میری امت میں سے ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا۔

(سیر اعلام النبلاء ذکر ربیع بن حراش ج ۳ ص ۳۶۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وعدت رسول الله ﷺ ان لا يذهب في ادر كه قال فما شبهت خروج نفسه الا كحصاة القيت في ماء فرسبت فذكر ذلك لعائشة فصدقت بذلك وقالت قد كنا نتحدث ان رجلا من هذه الامه يتكلم بعد الموت۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مجھ سے ملے بغیر نہ جائیں گے اس کے بعد اس کی جان کا ٹکنا اتنی ہی تیزی سے ہوا جیسے ایک پتھر کو پانی میں پھینکا جائے اور گرتے ہی وہ ڈوب جائے۔ اس کے بعد یہ واقعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں سنایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس واقع کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اس رات شخص اپنی موت کے بعد گفتگو کرے گا۔

(سیر اعلام النبلاء ذکر ربیع بن حراش ج ۳ ص ۳۶۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ دوسری سند سے روایت کرتے ہیں۔

وعدني رسول الله ﷺ ان لا يذهب في ادر كه قال فما شبهت خروج نفسه الا كحصاة القيت في ماء فرسبت فذكر ذلك لعائشة فصدقت بذلك وقالت قد كنا نتحدث ان رجلا من هذه الامه يتكلم بعد الموت۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مجھ سے ملے بغیر نہ جائیں گے اس کے بعد اس کی جان کا ٹکنا اتنی ہی تیزی سے ہوا جیسے ایک پتھر کو پانی میں پھینکا جائے اور گرتے ہی وہ ڈوب جائے۔ اس کے بعد یہ واقعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں سنایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس واقع کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اس رات شخص اپنی موت کے بعد گفتگو کرے گا۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر ربیع بن حراش رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام ابن ابی حاتم ۳۲۷ھ لکھتے ہیں۔

ربيع بن حراش اخو رباعي بن حراش الذي تكلم بعد الموت وذكره امره لعائشة فقالت سمعت رسول الله ﷺ يقول انه يتكلم رجل من امتي بعد الموت من خير التابعين۔

(الجرح والتعديل ج ۳ ص ۲۵۶ رقم ۲۰۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر ۳۵..... یہ بچہ ایک قرن تک زندہ رہے گا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاكم والبيهقي وابو نعيم من طريق محمد بن زياد الالهاني عن عبد الله بن بسر ان النبي ﷺ وضع يده على راسه وقال يعيش هذا الغلام قرنا فعاش مائة سنة و كان في وجهه ثولول فقال لا يموت هذا حتى يذهب الثولول من وجهه فلم يمت حتى ذهب۔

ترجمہ: حاکم و بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے بطریق محمد بن زیاد الہانی رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا دست اقدس ان کے سر پر رکھا اور فرمایا یہ بچہ ایک قرن تک زندہ رہے گا تو وہ ۱۰۰ھ تک زندہ رہے اور ان کے چہرے پر مہاسہ تھا حضور ﷺ نے فرمایا یہ بچہ اس وقت تک نہ مرے گا جب تک یہ مہاسہ اس کے چہرے سے دور نہ ہو جائے تو وہ فوت نہ ہوئے جب تک وہ مہاسہ دور نہ ہوا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۲-۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۵ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن عمرو بن عبد الحلق تھکی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابراهيم بن سعيد قال: نا يحيى بن صالح قال: نا محمد ابن القاسم الطائي قال: سمعت عبد الله بن بسر رضي الله عنه يقول: قال لي رسول الله ﷺ لتدر كن قرنا قال: فبلغنا انه اتت عليه مائة سنة۔ (البحر الزخار، المعروف بمسند المزاريح ص ۸۳۰ رقم الحديث ۳۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۲۱۳۔ الجرح والتعديل ج ۳ ص ۶۲-۶۵۔ کشف الاستار مناقب عبد اللہ بن بسر ج ۳ ص ۲۸۰ رقم الحديث ۲۷۴۷۔ حاکم مستدرک الحقائق والملاحم ج ۳ ص ۵۰۰)

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۱۸۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا داود بن رشيد ثنا ابو حيوه عن ابراهيم بن محمد بن زياد عن ابيه عن عبد الله بن بسر ثم ان النبي ﷺ وضع يده على رأسه وقال يعيش هذا الغلام قرنا قال فعاش مائة سنة و كان في وجهه ثالول فقال لا يموت هذا حتى يذهب هذا الثالول من وجهه فلم يمت حتى ذهب الثالول من وجهه۔ (مسند الحارث زوائد) کتاب المناقب باب مناقب عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۹۳۷ رقم الحديث ۱۰۳۳ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسمرة النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو جعفر محمد ان فاطمة اخبرتهم ابنا محمد بن ريدة ابنا سليمان الطبراني ثنا ابو زرعة عبد الرحمن بن عمرو الدمشقي ثنا يحيى بن صالح الوحاظي ثنا الحسن بن ايوب الحضرمي عن عبد الله بن بسر انه كان في راسه شامة فقال له النبي ﷺ ليذر كن هذا قرنا۔

(الاحاديث الخارئة ج ۹ ص ۵۶-۵۷ رقم الحديث ۳۷-۳۸-۳۹ مطبوعہ مکتبۃ النهضة المدینۃ المکرمہ)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو جعفر ايضا ان فاطمة بنت عبد الله اخبرتهم ابنا محمد بن عبد الله بن ريدة ابنا سليمان بن احمد الطبراني ثنا عبد الله بن احمد بن حنبل ثنا داود بن رشيد ثنا ابو حيوه شريح بن يزيد عن ابراهيم بن محمد بن زياد الالهاني عن ابيه عن عبد الله بن بسر قال وضع رسول الله ﷺ يده على راسه وقال يعيش هذا الغلام قرنا فعاش مائة سنة و كان في وجهه ثالول فقال لا يموت حتى يذهب الثالول من وجهه فلم يمت حتى ذهب الثالول من وجهه۔

(الاحاديث الخارئة ج ۹ ص ۹۰ رقم الحديث ۷۲ مطبوعہ مکتبۃ النهضة المدینۃ المکرمہ)، (جامع الاحاديث الکبیر ج ۲ ص ۲۵۲ رقم الحديث ۶۷۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

☆ حاشیہ.....

حدیث نمبر ۲۶۱ آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ تو آج ہی یا کل وقت چاشت

ضرور رونما ہو جاتی ہے

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۳ھ لکھتے ہیں۔

وینلو کتاب اللہ فی کل مشہد

نبی یری مالا الناس حوله

فتصدیقہ فی الیوم او فی ضحوة الیوم او غد

وان قال فی یوم مقالة غائب

بصحبتہ من یسعد اللہ یسعد

لیہننی ابابکر سعادة جده

ترجمہ: وہ ایسے نبی محترم ﷺ ہیں جو ان چیزوں کا مشاہدہ فرماتے ہیں جنہیں لوگ نہیں دیکھ سکتے وہ ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اگر آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ تو آج ہی یا کل وقت چاشت ضرور رونما ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی رفاقت کی سعادت مبارک ہو۔ درحقیقت جسے اللہ تعالیٰ سعادت مند کرتا ہے وہی سعید ہوتا ہے۔ (السیرۃ النبویہ و اخبار الخلفاء لابن حبان ص ۱۳۷ ذکر ہجرت رسول اللہ ﷺ الی یثرب فاجاء بہ حسان بن ثابت مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہلی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

رکاب ہدی حلت علیہم باسعد

لقد نزلت منه الی اهل یثرب

وینلو کتاب اللہ فی کل مشہد

نبی یری مالا الناس حوله

فتصدیقہ فی الیوم او فی ضحی الغد

وان قال فی یوم مقالة غائب

بصحبتہ من یسعد اللہ یسعد

لیہن ابابکر سعادة جده

ترجمہ: آپ ﷺ کے طفیل اہل یثرب کو ہدایت نصیب ہوئی اور تمام سعادتیں ان کا مقدر ہو گئیں۔ وہ ایسے نبی محترم ﷺ ہیں جو ان چیزوں کا مشاہدہ فرماتے ہیں جنہیں لوگ نہیں دیکھ سکتے وہ ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اگر آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ تو آج ہی یا کل وقت چاشت ضرور رونما ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی رفاقت کی سعادت مبارک ہو۔ درحقیقت جسے اللہ تعالیٰ سعادت مند کرتا ہے وہی سعید ہوتا ہے۔

(روض الانف حدیث ام معبد ج ۲ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النہبانی متوفی ۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لانا شق معروف من الصبح ساطع

وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ

اور ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اس کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں جب اٹھنے والی صبح سے بھلائی پھوٹتی ہے۔

حاشیہ.....☆

ارانا الهدى بعد العمى فقلوبنا
به موقنات ان ما قال واقع
آپ نے ہمیں اندھے پن کے بعد راستہ دکھایا پس ہمارے دل یہ یقین رکھتے ہیں کہ آپ جو فرمائیں گے لامحالہ وہ واقع ہو کر رہے گا۔
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

نبی یری مالا یری الناس حوله
ويتلو كتاب الله في كل مشهد
نبی علیہ السلام اپنے ارگرد وہ کچھ دیکھتے ہیں جو لوگ نہیں دیکھ سکتے آپ ہر مجلس میں اللہ کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں۔
فان قال فی يوم مقالة غائب
فتصد بقها فی ضحوة البوم او غد
اگر آپ نے کسی روز غائب کی بات بتائی تو اس کی تصدیق اسی روز چاشت کے وقت آجاتی ہے یا اگلے روز واقع ہو جاتی ہے۔
(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (مختصر سیرۃ الرسول ص ۸۸ مطبوعہ دار القلم بیروت)

حدیث نمبر ۶۲۷..... حضور ﷺ نے مجھے میرے تمام دلی ارادوں سے مطلع فرمایا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج ابن سعد وابن عساكر عن عبد الملك بن عبيد وغيره قالوا كان شيبه ابن عثمان يحدث
عن اسلامه قال لما كان عام الفتح ودخل رسول الله ﷺ مكة عنوة قلت اسير مع قريش الى هوازن بحنين
فعسى ان اختلطوا ان اصيب من محمد غرة فاكون انا الذي قمت بئار قريش كلها واقول لو لم يبق من
العرب والعجم احد الا اتبع محمدا ما اتبعته ابدا فكنيت مترصدا لما خرجت له لا يزداد الامر في نفسي
الا قوة فلما اختلط الناس اقتحم رسول الله ﷺ عن بغلته واصلحت السيف ودنوت اريد ما اريد منه
ورفعت سيفي حتى كدت اسوره فرفع لي شواظ من نار كالبرق كاد يمحشني فوضعت يدي على بصرى
خوفا عليه والتفت الى رسول الله ﷺ فناداني يا شيبه ادن مني فدنوت فمسح صدرى ثم قال اللهم اعذه
من الشيطان قال فوالله لهو كان ساعتئذ احب الي من سمعي وبصري ونفسي واذهب الله ما كان بي ثم
قال ادن فقاتل فتقدمت امامه اضرب بسيفي الله يعلم اني احب ان اقيه بنفسي كل شئ ولو لقيت تلك
الساعة ابى لو كان حيا لا وقعت به السيف حتى رجع الى معسكره فدخل خباءه فدخلت عليه فقال يا
شيبه الذي اراد الله بك خير مما اردت بنفسك ثم حدثني بكل ما اضمرت في نفسي مما لم اذكره لاحد
قط فقلت اني اشهد ان لا اله الا الله وانكر رسول الله ﷺ ثم قلت استغفر لي يا رسول الله قال غفر الله لك.

ترجمہ: عبد الملك بن عبید وغیرہ محدثین بیان کرتے ہیں کہ شیبہ بن عثمان اپنے اسلام لانے کی داستان (مندرجہ ذیل الفاظ میں) بیان کرتے تھے۔ وہ کہتے کہ جب فتح مکہ کا سال آیا اور نبی اکرم ﷺ نے بزدور مکہ پر قبضہ کر لیا، تو میں نے کہا کہ میں بنو قریش کے ہمراہ بنو هوازن کے پاس حنین میں چلا جاتا ہوں، ہو سکتا ہے، کہ جلد ہی یہ دونوں گروہ محمد ﷺ کا باہم ملکر مقابلہ کریں اور میں موقع پا کر تمام قریش کی ہزیمت کا بدلہ لے لوں۔ میں کہا کرتا تھا کہ اگر عرب و عجم میں کوئی شخص بھی باقی نہ رہے۔ سب محمد (ﷺ) کی اطاعت اختیار کر لیں تب بھی میں آپ ﷺ کی اتباع نہ کروں گا چنانچہ میں اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے منتظر تھا۔ آتش انتقام سینے میں بھڑک رہی تھی پھر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا۔ نبی کریم ﷺ اپنے خچر سے نیچے آئے میں تلوار سونت کر اپنے ارادے کی تکمیل کے لئے ان کے قریب ہوا۔ میں نے تلوار بھی لہرائی ہی تھی کہ بجلی کی طرح آگ کے شعلے بلند ہوئے جنہوں نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ میں نے بیتابی چھن جائے کے

حاشیہ.....☆

خوف سے اپنے ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے۔ اسی اثناء میں نبی اکرم ﷺ نے میری جانب التفات فرمایا اور صدا دی۔ اے شیبہ! میرے قریب آؤ۔ میں آپ ﷺ کے قریب گیا، تو آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سینہ پر پھرا اور فرمایا: اے اللہ! اسے شیطان کے شر سے محفوظ فرما۔ شیبہ بیان کرتے ہیں بخدا! وہ گھڑی مجھے اپنی آنکھ، کان اور جان سے زیادہ عزیز اور پیاری ہے۔ میرے سینہ کا بغض و کینہ جاتا رہا۔ نبی اکرم ﷺ نے پھر فرمایا: میرے قریب آ جاؤ اور قال کرو، چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر تیغ زنی شروع کی۔ خدا جانتا ہے، کہ اس وقت مجھے سب سے زیادہ یہ عزیز تھا کہ میں اپنی جان کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا دفاع کروں۔ اس گھڑی میری یہ حالت تھی کہ میرا والد بھی میرے سامنے آتا، تو اس کو بھی تیغ کر دیتا۔ اس کے بعد حضور ﷺ اپنی لشکر گاہ کی طرف لوٹے اور خیمہ میں تشریف لائے۔ میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے شیبہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جس چیز کا ارادہ فرمایا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تمہارے دل میں آئی تھی اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھے میرے تمام دلی ارادوں سے مطلع فرمایا: حالانکہ میں نے ان ارادوں سے کسی کو قطعاً آگاہ نہیں کیا تھا میں نے عرض کیا ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہے۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرمادی ہے۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوة حنین من المعجزات ج ۸ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (دلائل النبوة لابن نعیم ص ۱۷۱ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب المادوری متوفی ۳۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال لی الذی اراد اللہ بک خیر مما اردتہ لنفسک وحدثنی بجميع ما زورتہ فی نفسی فقلت ما اطلع علی هذا احد الا اللہ فاسلمت۔

(اعلام النبوة ص ۱۶۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام محمد بن اسحاق بن العباس الفاکھی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال مالک یا شیبہ ادن فدنوت فوضع رسول اللہ ﷺ یدہ علی صدري قال فستخرج اللہ عزوجل الشیطان من قلبی فرفعت الیہ بصری وهو واللہ احب الی من سمعی ومن بصری ومن ابی وامی۔

(اخبار مکة فی قدیم الدرر وحده ذکر الموضع التي دخلها رسول اللہ ﷺ واصحابه رضی اللہ عنہم ج ۵ ص ۹۲ رقم الحدیث ۲۸۹۷ مطبوعہ دار خضر بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمغانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

وقال یا شیبہ ادنہ فدنوت فوضع یدہ علی صدري فستخرج اللہ الشیطان من قلبی فرفعت الیہ بصری فلهو احب الی من سمعی وبصری۔

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے میری جانب التفات فرمایا اور صدا دی۔ اے شیبہ! میرے قریب آؤ۔ میں آپ ﷺ کے قریب گیا، تو آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سینہ پر پھرا اور فرمایا: اے اللہ! اسے شیطان کے شر سے محفوظ فرما۔ شیبہ بیان کرتے ہیں بخدا! وہ گھڑی مجھے اپنی آنکھ، کان اور جان سے زیادہ عزیز اور پیاری ہے۔ میرے سینہ کا بغض و کینہ جاتا رہا۔

(دلائل النبوة لابن نعیم ص ۱۸۲-۱۸۳ رقم الحدیث ۲۳۶ مطبوعہ دار طبعہ الرياض)

امام ابی الفرج عبدالرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

فقال یا شیبہ الذی اراد اللہ بک خیر مما اردتہ لنفسک ثم حدثنی بكل ما اضمرت فی نفسی مما لم اذکرہ لاحد قط فقلت انی اشهد ان لا اله الا اللہ وانک رسول اللہ ثم قلت استغفر لی یا رسول اللہ قال غفر اللہ لک۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا: اے شیبہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جس چیز کا ارادہ فرمایا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تمہارے دل میں آئی تھی اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھے میرے تمام ولی ارادوں سے مطلع فرمایا: حالانکہ میں نے ان ارادوں سے کسی کو قطعاً آگاہ نہیں کیا تھا میں نے عرض کیا ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہے۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرمادی ہے۔

(مفہوم الصفوة ج ۱ ذکر شیبہ بن عثمان بن طلحة رضی اللہ عنہ ص ۲۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۲۸ رقم الحدیث ۱۵۵۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الاستیعاب ذکر شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۲ رقم ۱۲۰۵ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۵ ص ۱۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فخطب الناس يومئذ ودعا عثمان بن طلحة تالدة خالدة لا ينزعها منكم احد الا السهو۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے اس روز لوگوں کو نصیحت کی عثمان بن طلحة کو بلا کر چابی دے دی اور فرمایا کہ اولاد ابی طلحة اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لے لو وہ تم سے سوائے ظالم کے اور کوئی نہ چھینے لگا۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد سریہ رسول اللہ ﷺ عام الفتح ج ۲ ص ۱۳۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۲ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (الاستیعاب ذکر شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۳ رقم ۱۲۰۵ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (تخریج الدلائل اسمعیلیہ ص ۱۶۱ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ خذوها يا بني طلحة خالدة تالدة لا ينزعها منكم الا ظالم يعني حجابة الكعبة۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور تحت سورة النساء آیت نمبر ۵۸ ج ۲ ص ۳۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الدرر فی اختصار المغازی والسير لابن عبد البر ص ۲۲۰ مطبوعہ دار المعارف القاہرہ مصر)

علامہ یوسف بن اسماعیل النہانی متوفی ۱۳۵۰ھ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

وكان شيبه من خيار المسلمين ودفع له رسول الله ﷺ مفتاح الكعبة والى ابن عمه عثمان بن طلحة بن ابي طلحة وقال خذوها خالدة مخلدة تالدة الى يوم القيامة يا بني ابي طلحة لا ياخذها منكم الا ظالم وهو جد هؤلاء بنى شيبه الذين يلون حجابة البيت الذين بايدهم حجابة الكعبة ومفتاحها الى يومنا هذا انتهى كلام ابن اثير قلت وبنو شيبه هذا هم الذين يلون مفتاح الكعبة الى يومنا هذا وهو العام السابع عشر من القرن الرابع عشر وفي قوله ﷺ خذوها خالدة مخلدة تالدة الى يوم القيامة يا بني ابي طلحة معجزة اخرى له ﷺ لا طلاقه على بقاء سلالتهم حتى يتوارثوها وبشارة لهم بان سلالتهم تبقى الى يوم القيامة يتوارثونها الا ان يسلط الله عليهم ظالما ينزعها من ايدهم ولم يسلط الى الآن۔

ترجمہ: حضرت شیبہ رضی اللہ عنہ کا شمار بہترین مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے کعبہ شریف کی کنجی انہیں اور ان کے چچا زاد بھائی عثمان بن طلحة کو عطا فرمائی اور فرمایا: یہ کنجی لے لو اے اولاد ابی طلحة! یہ تمہارے پاس ابد الابد تک رہے گی اور سوائے ظالم کے کوئی تم سے چھین نہ سکے گا۔ ابو طلحة ان بنو شیبہ کا جد ہے جو بیت اللہ شریف کے دربان ہیں۔ کعبہ شریف کی کنجی آج انہی کے پاس ہے۔ انتہی کلام ابن اثیر۔

حاشیہ.....☆

امام نبھانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ آج تک یعنی 1317ھ تک کنجی برداری کا منصب اسی گھرانے کے پاس ہے نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کہ یہ کنجی ابد الابد تک ابی طلحہ کے گھرانے میں رہے گی میں ایک اور معجزہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اس بات کا بھی علم تھا کہ ابو طلحہ کی نسل باقی رہے گی اور وہ نسل در نسل اس منصب کے وارث بنیں گے۔ نیز یہ بشارت ہے کہ ان سے سوائے کسی ظالم کے کوئی یہ چابی چھین نہ سکے گا۔ چنانچہ یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی اور آج تک کوئی اس منصب پر تسلط نہیں جما سکا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۳۸ اے عثمان یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار

کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وذكر ابن سعد في الطبقات عن عثمان بن طلحة قال كنا نفتح الكعبة في الجاهلية يوم الاثنين والخميس فاقبل رسول الله يوما يريد ان يدخل الكعبة مع الناس فغلظت له ونلت منه فحلم عني ثم قال يا عثمان لعلك ستري هذا المفتاح يوما بيدى اضعه حيث شئت فقلت: لقد هلك قريش وذلت فقال: بل عمرت وعزت يومئذ ودخل الكعبة فوقع كلمته منى موقعا ظننت ان الامر سيصير الى ما قاله فلما كان يوم الفتح قال يا عثمان اتنى بالمفتاح فاتيته به فاخذه منى ثم دفعه الى وقال خذوها خالدة تالدة لا ينزعها منكم الا ظالم۔

ترجمہ: ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں دو شنبہ اور پنج شنبہ کو کعبہ طواف کے لئے کھولا جاتا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ ایک روز آپ ﷺ تشریف لائے اور کعبۃ اللہ میں داخل ہونا چاہا مگر میں نے سختی سے روک دیا۔ آپ ﷺ نے تحمل و برداشت سے کام لیا اور فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں ہے کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا تولیت کے ساتھ چابی عطا کروں گا۔ میں نے کہا تھا کہ اے محمد (ﷺ) کیا اس وقت قریش مرچکے ہوں گے یا پھر وہ ذلت رسوائی کو برداشت کر لیں گے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا تھا عثمان رضی اللہ عنہ! ایسا نہیں ہے اس دن قریش کو عزت اور معافی ملے گی یہ فرما کر آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہو گئے اس کے بعد میں آپ ﷺ کو کعبہ کے اندر داخلہ سے نہ روک سکا۔ لیکن آپ ﷺ کی باتیں میرے دل میں گھر کر گئی تھیں۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ حضور ﷺ نے جو فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا پھر میں نے مسلمان ہو جانے کا ارادہ کیا تو میری قوم نے مجھے جھڑکا اور سختی کے ساتھ خائف کر دیا۔ فتح مکہ کے روز حضور ﷺ نے کعبۃ اللہ کی چابی مجھ سے طلب فرمائی میں نے چابی دی اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں لے کر پھر مجھ ہی کو عطا فرمادی اور کہا یہ چابی ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔ تم سے کسی کا چابی لینا دارا صل ظلم سے چھین لینے کے مترادف ہوگا۔

(زاد المعاد فی حدی خیر العباد فصل فی الفتح الا عظم ج ۳ ص ۴۰۹ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

قال يا عثمان لعلك ستري هذا المفتاح يوما بيدى اضعه حيث شئت فقلت: لقد هلك قريش وذلت فقال: بل عمرت وعزت ودخل الكعبة فوقع كلمته منى موقعا ظننت ان الامر سيصير الى ما قال فاردت الاسلام فاذا قومي يزبرونني زبرا شديدا فلما كان يوم فتح مكة قال لي يا عثمان انت

حاشیہ.....☆

بالمفتاح فأتيت به فاخذه مني ثم دفعه الي وقال خذها خالدة تالدة لا ينزعها منكم الا ظالم فلما وليت ناداني فرجعت اليه فقال الم يكن الذي قلت لك؟ فذكرت قوله لي بمكة قبل الهجرة لعلك ستري هذا المفتاح يوما بيدي اضعه حيث شئت فقلت: بل اشهد انك رسول الله-
(خصائص الكبرى باب ما وقع في فتح مكة من المعجزات والخصائص ج ١ ص ٢٢٢-٢٢٣ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (سبل الهدى والرشاد ج ١ ص ٦٥-٦٦ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

امام علی بن برہان الدین الحلی الشافعی متوفی ١٠٢٦ھ لکھتے ہیں۔

قال يا عثمان لعلك ستري هذا المفتاح يوما بيدي اضعه حيث شئت۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں ہے کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا تو لیت کے ساتھ چابی عطا کروں گا۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الحلبیہ ج ٣ ص ٥٣ مطبوعه دار المعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر ٣٩..... تو اپنے دل میں کیا خیال کر رہا تھا؟

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ٣٦٣ھ لکھتے ہیں۔

فقال له ما تحدث به نفسك قال لا شيء كنت اذكر الله عز وجل فضحك النبي عليه السلام وقال استغفر الله لك ووضع يده عليه السلام على صدر فضالة فكان فضالة يقول والله ما رفع يده عن صدري حتى ما اجد على ظهر الارض احب الي منه۔

(الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ٢٢٢ مطبوعه دار المعارف القاہرۃ مصر)

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ٢١٣ھ لکھتے ہیں۔

کیا تو فضالہ ہے؟

افضالہ؟

اس نے جواب دیا:

جی ہاں میں فضالہ ہوں۔

نعم

آپ ﷺ نے فرمایا:

تو اپنے دل میں کیا خیال کر رہا تھا؟

ماذا كنت تحدث نفسك؟

اس نے کہا:

لا شيء كنت اذكر الله فضحك النبي ثم قال استغفر الله میں اللہ سے (تمہارے لئے) مغفرت طلب کرتا ہوں۔

ثم وضع يده على صدري فسكن قلبه فكان فضالة يقول والله ما رفع يده عن صدري حتى ما من خلق الله شيء احب الي منه۔

اللہ کی قسم آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے سے ہٹایا نہیں تھا کہ مجھے آپ ﷺ کی ذات کائنات کی ہر شے سے زیادہ محبوب ہوگئی۔

(السیرۃ النبویہ المعروفہ سیرت ابن ہشام ج ٥ ص ٨٠ مطبوعه دار الجیل بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ابی الریح سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

ماذا كنت تحدث نفسك؟ تو اپنے دل میں کیا خیال کر رہا تھا؟

اس نے کہا:

لا شيء كنت اذكر الله فضحك النبي ثم قال استغفر الله في الله مني (تمہارے لئے) مغفرت طلب کرتا ہوں۔
ثم وضع يده على صدرى فسكن قلبه فكان فضالة يقول والله ما رفع يده عن صدرى حتى ما من خلق الله شيء احب الى منه۔

اللہ کی قسم آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے سے ہٹایا نہیں تھا کہ مجھے آپ ﷺ کی ذات کائنات کی ہر شے سے زیادہ محبوب ہو گئی۔
(الاكتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله والائمة الخلفاء غزوة الفتح ج ۲ ص ۲۳۰ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وهم فضالة بن عمير بن الملوح ان يقتل رسول الله وهو يطوف بالبيت فلما دنا منه قال له رسول الله فضالة؟ قال نعم فضالة يا رسول الله قال ما ذا كنت تحدث به نفسك؟ قال لا شيء كنت اذكر الله قال: فضحك النبي ﷺ ثم قال استغفر الله ثم وضع يده على صدره فسكن قلبه۔ وكان فضالة يقول والله ما رفع يده عن صدرى حتى ما خلق الله شيء احب الى منه۔

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد فصل فی الفتح الاعظم ج ۳ ص ۴۱۲-۴۱۳ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۶ھ روایت کرتے ہیں۔

وقال ابن هشام وحدثني بعض اهل العلم ان فضالة بن عمير بن الملوح يعني الليثي اراد قتل النبي ﷺ وهو يطوف بالبيت عام الفتح فلما دنا منه قال رسول الله ﷺ فضالة؟ قال نعم فضالة يا رسول الله قال ما ذا كنت تحدث به نفسك؟ قال لا شيء كنت اذكر الله قال: فضحك النبي ﷺ ثم قال استغفر الله ثم وضع يده على صدره فسكن قلبه۔

فكان فضالة يقول والله ما رفع يده عن صدرى حتى ما من خلق الله شيء احب الى منه.....

(السيرة النبوية خطبة النبي ﷺ عام الفتح ج ۳ ص ۵۴۸-۵۴۹ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (سبل الهدی والرشاد ج ۵ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرة الامین المامون المعروفہ بالسیرة الحلیہ ج ۳ ص ۵۶ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حدیث نمبر ۴۰..... اسی شب کسری کو قتل کر دیا گیا جس روز آپ ﷺ نے یہ خبر دی تھی

اخرج البزار وابونعيم والبيهقي عن دحية رضى الله عنه ان كسرى لما كتب اليه النبي ﷺ كتب كسرى الى صاحبه بصنعاء يتوعده ويقول الا تكفيني رجلا خرج بارضك يدعوني الى دينه لتكفينه او لا فعلم بك فبعث صاحب صنعاء الى النبي ﷺ فلما قرأ النبي ﷺ كتاب صاحبهم تركهم خمس عشرة ليلة ثم قال اذهبوا الى صاحبكم فقولوا ان ربي قتل ربك الليلة فانطلقوا فاخبروه قال دحية ثم جاء الخبر بان كسرى قتل تلك الليلة۔

ترجمہ: حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے شہنشاہ ایران کو گرامی نامہ لکھا تو اس نے صنعاء کے گورنر کو دھمکی آمیز خط لکھا اور کہا کہ کیا تم میری طرف سے اس شخص کا بندوبست نہیں کرو گے جو تمہارے علاقے میں ظاہر ہوا اور اپنے دین

حاشیہ.....☆

کی طرف دعوت دیتا ہے تم یہ کام سرانجام دو گے یا پھر میں تمہیں اس کی پاداش میں سزا دوں گا چنانچہ صنعاء کے گورنر نے اپنا اپیلچی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا جب نبی اکرم ﷺ نے حاکم صنعاء کا خط پڑھا تو پندرہ دن تک اس اپیلچی کو کوئی جواب نہ دیا پھر آپ نے اس اپیلچی اور اس کے ساتھیوں کو فرمایا تم اپنے حاکم کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتا دو کہ میرے پروردگار نے تمہارے حکمران کو قتل کر دیا ہے۔ پس وہ روانہ ہو گئے اور عامل صنعاء کو جا کر نبی اکرم ﷺ کی اس غیبی خبر سے آگاہ کیا حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ خبر آ گئی کہ اسی شب کسری کو قتل کر دیا گیا جس روز آپ ﷺ نے یہ خبر دی تھی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب اخبارہ ﷺ بالمعنیات ج ۸ ص ۲۹۰۔ ۲۹۱ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)

امام حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قد کان کتب الی کسری فکتب کسری الی صاحبہ بصنعاء یتوعدہ ویقول الا تکفینی رجلا خرج بارضک یدعونی الی دینہ لتکفینہ او لافعلن بک فبعث صاحب صنعاء الی النبی ﷺ فلما قرأ النبی ﷺ کتاب صاحبہم ترکہم خمس عشرة لیلة ثم قال لهم اذهبوا الی صاحبکم فقولوا ان ربی قد قتل ربک اللیلة فانطلقوا فاخبروه قال دحیة ثم جاء الخبر بان کسری قتل تلك اللیلة۔

ترجمہ: جب نبی کریم ﷺ نے شہنشاہ ایران کو گرامی نامہ لکھا تو اس نے صنعاء کے گورنر کو دھمکی آمیز خط لکھا اور کہا کہ کیا تم میری طرف سے اس شخص کا بندوبست نہیں کرو گے جو تمہارے علاقے میں ظاہر ہوا اور اپنے دین کی طرف دعوت دیتا ہے تم یہ کام سرانجام دو گے یا پھر میں تمہیں اس کی پاداش میں سزا دوں گا چنانچہ صنعاء کے گورنر نے اپنا اپیلچی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا جب نبی اکرم ﷺ نے حاکم صنعاء کا خط پڑھا تو پندرہ دن تک اس اپیلچی کو کوئی جواب نہ دیا پھر آپ نے اس اپیلچی اور اس کے ساتھیوں کو فرمایا تم اپنے حاکم کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتا دو کہ میرے پروردگار نے تمہارے حکمران کو قتل کر دیا ہے۔ پس وہ روانہ ہو گئے اور عامل صنعاء کو جا کر نبی اکرم ﷺ کی اس غیبی خبر سے آگاہ کیا حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ خبر آ گئی کہ اسی شب کسری کو قتل کر دیا گیا جس روز آپ ﷺ نے یہ خبر دی تھی۔

(دلائل النبوة باب ما جاء فی موت کسری و اخبار النبی ﷺ بذلک ج ۴ ص ۳۹۰۔ ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱۰ ص ۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

ان رجلا من اهل فارس اتی النبی ﷺ فقال ﷺ (دلائل النبوة باب ما جاء فی موت کسری و اخبار النبی ﷺ بذلک ج ۴ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

فجاء اہ من الغد فقال لهما ابغيا صاحبكما ان ربی قد قتل ربہ کسری فی هذه اللیلة لسبع الثلثاء لعشر لیال مضین من جمادی الاولى سنة سبع۔

ترجمہ: دوسرے دن وہ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں اپنے صاحب (بازان) کو یہ خبر پہنچا دو کہ اسی شب کو جو شب سہ شنبہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ھ تھی سات بجے میرے رب نے اس کے رب (کسری) کو قتل کر دیا ہے۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۱ ص ۲۶۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

چوتھی فصل..... علمائے امت کے اقوال کے بیان میں دربارہ علم غیب

مدارج النبوة کے خطبہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔
هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئ عليم۔
ترجمہ: وہ ہی اول ہے وہ ہی آخر وہ ہی ظاہر وہ ہی پوشیدہ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۷ آیت نمبر ۳)

یہ خدا کی حمد بھی ہے اور نعمت مصطفیٰ علیہ السلام بھی۔

حاشیہ.....☆

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

فقتل الله كسرى في اليوم الذي قال رسول الله ﷺ
قال ابن هشام قتل علي يد ابنه شيرويه وقال خالد بن حق الشيباني۔

وكسرى اذ تقسمه بنوه

باسياف كما اقسم اللحم

تمخضت المنون له بيوم

ترجمہ: کسری اسی دن قتل ہوا جس دن کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا اس کو اس کے بیٹے شیروہ نے قتل کیا تھا خالد بن حق الشیبانی نے اسی واقعہ کے متعلق کہا ہے۔ اور کسری کو اس کے بیٹے اس طرح طرح تقسیم کر رہے تھے جس طرح گوشت تقسیم کیا جاتا ہے اس کی موت کے لئے ایک دن مختص تھا وہ دن آگیا اور حاملہ کے وضع حمل کا وقت آ ہی جاتا ہے۔

(السيرة النبوية المعروف سيرة ابن هشام ج ۱ ص ۱۹۱-۱۹۲ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

ان ربي قد قتل ربه الغداة۔

(دلائل النبوة للاصمہانی ص ۲۳۲ رقم الحدیث ۳۳۲ مطبوعہ دار طيبة الرياض)

امام ابی الربیع سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۴ھ لکھتے ہیں۔

ان ربي عز وجل قد قتل كسرى في هذه الليلة فانطلقنا حتى قدما على باذان فاخبرنا بذلك۔
(الاكتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله والائمة الخلفاء ج ۲ ص ۳۸۸ مطبوعہ عالم الكتب بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۷ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ان ربي قد قتل الليلة ربك۔

(البدلية والنهلية بحث الی کسری ملک الفرس ج ۳ ص ۲۷۰ مطبوعہ مکتبة المعارف بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

و في هذا الخبر من آيات الغيوب ما لا يعلمه الا الله او من اطلعه عليه۔

(اعلام النبوة الباب العاشر فيما سمع من معجزات اقواله فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۵ مطبوعہ دار الكتاب العربي بیروت)

چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہی اذانا است بہمہ چیز از شیونان و احکام و صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بہ جمیع علوم

ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کمال ذی علم علیم شد۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام تمام چیزیں کے جاننے والے ہیں اور انہوں نے خدائے پاک کی شانیں اس کے احکام حق تعالیٰ کے صفات اور افعال اور سارے ظاہری باطنی اول و آخر کے علوم کا احاطہ فرمالیا ہے۔

(مدارج النبوة مقدمة الكتاب ج ۱ ص ۲-۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

اسی مدارج جلد اول باب پنجم در ذکر فضائل آنحضرت صفحہ ۱۴۴ میں ہے۔

از زمان آدم تا نفخہ اولیٰ بروی علیہ السلام منکشف ساختند تاہمہ احوال او دا از اول و آخر معلوم گردو و یاران خود و انیز از بعضی احوال خبر داد۔

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام سے سور پھونکنے تک تمام حضور علیہ السلام پر ظاہر فرمادیا تا کہ اول سے آخر تک کے سارے حالات آپ کو معلوم ہو جائیں اور حضور علیہ السلام نے بعض حالات کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

(مدارج النبوة باب پنجم وصل خصائص آنحضرت ج ۱ ص ۱۴۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔

وقد تواترت الاخبار و اتفقت معانیہا علی اطلاعه علی الغیب و لا ینا فی الایت الدالۃ علی انہ لا یعلم الغیب الا اللہ لان المنفی علمہ علیہ السلام من غیر واسطۃ اما اطلاعه علیہ باعلام اللہ فمحقق بقولہ تعالیٰ الا من ارتضیٰ من رسول۔

ترجمہ: احادیث اس پر متواتر ہیں اور ان کے معانی اس پر متفق ہیں کہ حضور علیہ السلام کو غیب پر اطلاع ہے اور یہ مسئلہ ان آیتوں کے خلاف نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا کیونکہ جس غیب کی نفی ہے وہ علم بغیر واسطہ ہے (ذاتی) لیکن حضور کا غیب پر مطلع ہونا اللہ کے بتانے سے وہ ثابت ہے رب کے اس قول سے کہ سوائے پسندیدہ رسول کے۔

شفا شریف میں قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (ماخوذ از خرپوتی شرح قصیدہ بردہ)

خص اللہ تعالیٰ بہ علیہ السلام بالاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین و مصالح امتہ و کان فی الامم و ما سیکون فی امتہ من النقییر و القطمیر و علی جمیع فنون المعارف کا حوال القلب و الفرائض و العبادۃ و الحساب۔

ترجمہ: اللہ نے حضور علیہ السلام کو خاص فرمایا تمام دینی و دنیاوی مصلحتوں پر مطلع فرما کر اور اپنی امت کے مصلحت اور شہ امتوں کے واقعات اور اپنی امت کے اولیٰ سے ادنیٰ واقعہ پر خبردار فرمادیا۔ اور تمامی معرفت کے فنون پر مطلع فرمادیا جیسے دل کے حالات و فرائض عبادات اور علم حساب۔

قصیدہ بردہ میں ہے۔

ومن علومك علم واللوح والقلم

فان من جودك الدنيا وضررتها

اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا بعض حصہ ہے
(قصیدۃ البردۃ ص ۱۰ مطبوعہ الشؤون الدینیہ دولۃ قطر)

ترجمہ: دنیا و آخرت آپ ہی کے کرم سے ہے

شرح قصیدہ بردہ مصنفہ علامہ ابرہیم ہجوری میں اس شعر کے ماتحت ہے۔

فان قيل اذا كان علم اللوح والقلم بعض علومه عليه السلام فما البعض الاخر اجيب بان البعض الاخر هو ما اخبره الله تعالى من احوال الآخرة لان القلم انما كتب في اللوح ما هو كائن الى يوم القيمة۔
ترجمہ: اگر کہا جاوے کہ جب لوح و قلم کا علم حضور کے علوم کا بعض ہوا تو دوسرے بعض کون سے علوم ہیں جواب دیا جاوے گا کہ وہ بعض آخرت کے حالات کا علم ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو خبر دی کیونکہ قلم نے تو لوح میں وہ ہی لکھا ہے جو قیامت تک ہونے والا ہے۔

ملا علی قاری حل العقد شرح قصیدہ بردہ میں اسی شعر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

وكون علومها من علومه عليه السلام ان علومه تتنوع الى الكليات والجزئيات وحقائق ومعارف وعوارف تتعلق بالذات والصفات وعلمها يكون نهرا من بحور علمه وحرفا من سطور علمه۔
ترجمہ: اور لوح و قلم کے علوم حضور علیہ السلام کے علوم کے بعض اس لئے ہیں کہ حضور کے علوم منقسم ہیں جزئیات اور کلیات اور حقائق اور معرفت اور ان معرفتوں کی طرف جس کا تعلق ذات اور صفات سے ہے لہذا لوح و قلم کا علم حضور کے علم دریاؤں کی ایک نہر ہے اور حضور علیہ السلام کے علم کی سطروں کا ایک حرف۔

(الزبدة العمدۃ فی شرح البردة ص ۱۷ مطبوعہ جمیعہ علماء سکندریہ خیر پور سندھ)

ان عبارتوں نے فیصلہ فرمادیا کہ وہ لوح و قلم جن کے علوم کو قرآن نے فرمایا کہ۔

ولا رطب ولا يابس الا في كتاب مبين۔

ترجمہ: کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۹)

اس کے علوم علم مصطفیٰ ﷺ کے سمندروں کا ایک قطرہ ہے تو معلوم ہوا کہ ماکان وما یکون کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے دفتر کا ایک نقطہ ہے۔

امام بوصیری صاحب قصیدہ بردہ اپنے دوسرے قصیدہ ام القرط میں فرماتے ہیں۔

وسع العالمين علما وحلما فهو بحر لم تعبها الاعياء

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے اپنے علم و اخلاق سے جہانوں کو گھیر لیا۔ پس آپ ایسے سمندر ہیں کہ اس کو گھیرنے والے نہ گھیر سکے۔

(مجموع المتن متن قصيدة الهمزية في مدح خير البرية ص ۱۸ مطبوعہ قطر)

شیخ سلیمان جمل اس شعر کی شرح میں فتوحات احمدیہ میں فرماتے ہیں۔

ای وسع علمه علوم العلمين الانس والجن والملئكة لان الله تعالى اطلعه على العالم كله فعلم علم الاولين والآخرين وما كان وما يكون وحسبك علمه علم القرآن وقد قال الله تعالى ما فرطنا في الكتاب من شئ۔

ترجمہ: فرشتوں آپ کا علم تمام جہانوں یعنی جن و انسان اور فرشتوں کے علم کو گھیرے ہوئے ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو تمام عالم پر خبردار فرمایا پس اگلے پچھلوں کا علم سکھایا اور ماکان وما یکون بتایا اور حضور علیہ السلام کے علم کے لئے علم قرآن کافی ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھانہ رکھی۔

امام ابن حجر مکی اس شعر کی شرح میں افضل القری میں فرماتے ہیں۔

لان الله تعالى اطلعه على العالم فعلم الاولين والاخرين وما كان وما يكون۔

ترجمہ: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام جہان پر خبردار فرمایا پس آپ نے اولین و آخرین کو اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اس کو جان لیا۔

(انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفی ص ۱۹۔ ۲۰ مطبوعہ دار الرضاء لاہور)

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ سارے جہان والوں کا علم حضور علیہ السلام کو دیا گیا۔ جہان والوں میں حضرت آدم و ملائکہ اور ملک الموت اور شیطان وغیرہ سب ہی ہیں۔ اور ملک الموت و شیطان کے لئے علم غیب تو دیوبندی بھی جانتے ہیں۔

امام بوصیری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔

وكلهم من رسول الله ملتمس

تمام رسول حضور علیہ السلام سے ہی لینے والے ہیں

غرفاً من البحر ادر شفا من الدیم

سمندر سے ایک چلو یا تیز بارش سے چھینٹا

علامہ خرپوٹی شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ان جميع الانبياء كل واحد منهم طلبوا واخذوا العلم من علمه عليه السلام الذي كالبخوف في السعة والكرم من كرمه عليه السلام الذي هو كالدیم لانه عليه السلام مفيض وهم مستفاضون لانه تعالى خلق ابتداء روحه عليه السلام ووضع علوم الانبياء وعلم ما كان وما يكون ثم خلقهم فاخذوا علومهم منه عليه السلام۔

ترجمہ: ہر نبی نے حضور علیہ السلام کے اس علم سے مانگا اور لیا جو وسعت میں سمندر کی طرح ہے اور سب نے کرم حضور علیہ السلام کے اس کرم سے حاصل کیا جو تیز بارش کی طرح ہے کیونکہ حضور علیہ السلام فیض دینے والے ہیں اور وہ نبی فیض لینے والے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے اولاً حضور علیہ السلام کی روح پیدا فرمائی پھر اس روح میں نبیوں کے اور ماکان و ما یکون کے علم رکھے پھر ان رسولوں کو پیدا فرمایا پس ان سب نے اپنے علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لئے۔

(عمیرۃ الشہیدۃ شرح قصیدۃ بردۃ از علامہ خرپوٹی ص ۸۳ مطبوعہ نور محمد کراچی)

حافظ سلیمان ابریز شریف صفحہ ۲۵۸ فرماتے ہیں۔

يعلم عليه السلام من العرش الى الفرش ويطالع على جميع ما فيها وهذا العلوم بالنسبة اليه عليه السلام كالف من ستين جزء التي هي القرآن العزيز۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام عرش سے فرش تک کو جانتے ہیں اور جو کچھ ان میں ہے اس کی خبر رکھتے ہیں اور یہ سارے علوم حضور علیہ السلام کی نسبت سے ایسے ہیں جیسے الف ۶۰ جزو کی نسبت ہے جو قرآن کریم ہیں۔

اما قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں۔

النبوۃ ماخوذة من النبا بمعنی الخبر ای اطلعه الله على الغیب۔

ترجمہ: نبوت بنا سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں خبر یعنی اللہ نے ان کو غیب پر خبردار فرمایا۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول ج ۲ ص ۳۵۔ ۳۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

مواہب لدنیہ جلد دوم صفحہ ۱۹۲ القسم الثانی فیما اخبر به عليه السلام من الغیوب میں ہے۔

لا شك ان الله تعالى قد اطلعه على ازيد من ذلك والقی عليه علم الاولين والاخرين۔

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ پر اطلاع دی اور آپ پر انگوں پچھلوں کا علم پیش کر دیا۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثامن الفصل الثالث ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات شریف جلد اول مکتوب ۳۱۰ میں فرماتے ہیں۔

ہر علم کہ مخصوص بہ اوست سبحانہ خاص رسل را اطلاع می بخشند مدارج النبوة جلد اول میں ہے۔ از بعضی صلحا از اہل فضل شنیدہ شدہ کہ بعضی از عرفا کتابی نوشتہ امڈانبات کردہ اند کہ آن حضرت را تمام علوم الہی معلوم ساختہ بودند و این سخن بظاہر مخالف بسیارے از اولہ است

ترجمہ: جو علم رب تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس پر خاص رسولوں کو اطلاع دیتے ہیں۔ بعض علمائے صالحین میں سے سنا گیا ہے کہ بعض عارفین نے کوئی کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو تمام علوم الہیہ معلوم کرادیئے گئے تھے۔ یہ کلام بظاہر تو بہت سے دلائل کے خلاف ہے نہ معلوم کہ قائل نے اس سے کیا سمجھا ہے۔

یہ عبارت اس لئے پیش کی گئی کہ بعض لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم خدا کے علم کے برابر مانا اور فرق صرف ذاتی اور عطائی کا جانا۔ مگر شیخ عبدالحق نے ان کو مشرک نہ مانا۔ بلکہ عارف کہا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب ماننا شرک نہیں۔ میرزا ہد رسالہ کے خطبہ میں ہے۔

کان صواق التصدیقات بطبائعها متوجہتہ الی حضرتہ الا قدس وحقائق التصورات بانفسها مائلتہ الی جناب المقدس فروجہ المعلی مرکز المعقولات تصوراتها و تصدیقاتها ونفسہ العلیا منبع العقلیات نظریاتہا وفطریاتہا۔

اس کی شرح لواء الہدی مصنفہ غلام یحییٰ میں اس عبارت کے ماتحت ہے۔ فدائہ علیہ السلام جامع بین جمیع انحاء العلوم۔ سبحان اللہ اس عبارت نے پردے اٹھا دیئے۔ منطقیوں نے بھی بارگاہ نبوت میں پیشانی رگڑ دی۔

مولانا بحر العلوم عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمۃ خطبہ حواشی میرزا ہد رسالہ میں فرماتے ہیں۔

علمہ علوم ما احتوی علیہ العلم الا علی وما استطاع علی إحاطتہا اللوح الاولی لم یلد الدھر مثله من الازل ولم یلد الی الابد فلیس له من فی السوت والارض کفوا احد۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کو رب نے وہ علوم سکھائے جن پر علم اعلیٰ بھی مشتمل نہیں اور جس کے گھیرنے پر لوح محفوظ قادر نہیں نہ تو آپ کی مثل زمانے میں پیدا ہوا نازل سے اور نہ ابد تک ہوا اور آسمانوں وزمین میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔

علامہ شنوانی جمع النہایہ میں فرماتے ہیں۔

قد وارد ان اللہ تعالیٰ لم یخرج النبی علیہ السلام حتی اطلعه علی کل شئی۔

ترجمہ: یہ وار ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو دنیا سے نہ نکالا یہاں تک کہ آپ کو ہر چیز پر مطلع فرمادیا۔

(خالص الاعتقاد ۲ مطبوعہ دارالرضا لاہور)

شرح عقائد نسفی صفحہ ۷۱ میں ہے۔

بالجملة العلم بالغیب امر تفرد بہ اللہ تعالیٰ لا سبیل الیہ للعباد الا باعلام منہ او الہا ما بطریق المعجزۃ او الکرامۃ۔

ترجمہ: خلاصہ کلام یہ ہے کہ غیب جاننا ایک ایسی بات ہے جو خدا سے خاص ہے بندوں کو اس تک کوئی راہ نہیں بغیر رب کے بتائے یا

الهام فرمائے معجزے یا کرامت کے طریقہ پر۔

در مختار شروع کتاب الحج میں ہے۔

فرض الحج سنة تسع وانما اخره عليه السلام العشر لعذر مع علمه ببقاء حيونه ليكمل التبليغ۔

ترجمہ: حج سنہ ۹ھ میں فرض ہوا اور حضور علیہ السلام نے اس کو سنہ ۱۰ھ تک موخر فرمایا کسی عذر کی وجہ سے اور حضور علیہ السلام کو اپنی زندگی پاک کے باقی رہنے کا علم بھی تھا۔ تاکہ تبلیغ پوری ہو جائے۔

(الدر المختار کتاب الحج ص ۱۵۹ مطبوعہ مطبع مجتہائی لاہور پاکستان)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کب وفات ہوگی اس کا جاننا علوم غمہ سے ہے مگر حضور علیہ السلام کو اپنی وفات کی خبر تھی۔ کہ سنہ ۹ھ میں نہ ہوگی۔ اسی لئے اس سال حج نہ فرمایا۔ ورنہ حج فرض ہوتے ہی اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ ہم کو موت کی خبر نہیں۔

خرپوتی نے شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے ماتحت بیان فرمایا۔

و واقفون لديه عند حدهم وفي حديث يروى عن معاوية انه كان يكتب بين يديه عليه السلام فقال له الق الدواة وحرف القلم واقم الباء وفرق السين ولا تعور الميم مع انه عليه السلام لم يكتب ولم يقرء من كتاب الاولين۔

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے سامنے لکھا کرتے تھے۔ پس حضور علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ دوات اس طرح رکھو۔ قلم کو پھیرا اب کو سیدھا کرو سین میں فرق کرو اور ميم کو ٹیڑھا کرو۔ باوجودیکہ حضور علیہ السلام نے لکھنا نہ سیکھا اور نہ اگلوں کی کتاب پڑھی۔

تفسیر روح البیان میں زیر آیت ولا تخطه يمينك (پارہ ۲۱ سورہ ۲۹ آیت نمبر ۲۸) ہے۔

كان عليه السلام يعلم الخطوط ويخبر عنها۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام خطوں کو جانتے تھے اور اس کی خبر بھی دیتے تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۶۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام علم خط بھی بخوبی جانتے تھے۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمن بآیات القرآن میں دیکھوے مثنوی شریف میں ہے۔

تابسه بينى زابتداء تا انتها

تابت عن نادو بودت در دروند

دیدہ باشندت بچند پس حالا

زانکہ ہر مستند از اسرار ہو

اسی مثنوی شریف میں مولانا کفار قیدیوں کا ایک واقعہ نقل فرما کر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے ارشاد فرمایا:

آدم و حوا نرستہ از جہاں

دیدہ ام بابستہ و منکوس و بست

سرمہ کن در چشم خاک اولیا

کاملان از دور نامت بشنومذ

بلکہ پیش از زادن تو سالہا

حال تو داند يك يك موبمو

بنگرم سر عالم بینر نہاں

من شمارا وقت ذرات الست

از حدود آسمان سے عمدہ آنچہ دانستہ بدر افزوں نہ شد
یعنی ہم سارے جہان کو اس وقت سے دیکھ رہے ہیں جب آدم و حوا پیدا بھی نہ ہوئے تھے اے کافر قید یوہم نے تمہیں میثاق کے دن مومن اور نمازی دیکھا تھا۔ اس لئے تمہیں قید کیا ہے کہ تم ایمان لاؤ۔ بے ستون آسمان کی پیدائش ہم نے دیکھی ہے اس سے کچھ نہ زیادہ ہوا۔
علمائے کرام کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے سارے انبیاء ملائکہ سے زیادہ علوم عطا فرمائے لوح و محفوظ و قلم کے علوم حضور علیہ السلام کے علموں کا قطرہ ہے اور عالم کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس چشم حق بین سے مخفی رہی ہو۔

پانچویں فصل..... مخالفین کی تائید کے بیان میں

اب تک تو موافقین کی عبارات سے علم غیب حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کیا گیا۔ اب مخالفین کے اکابر کی وہ عبارات پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے مسئلہ علم غیب بخوبی حل ہو جاتا ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب شائستہ امدادیہ صفحہ ۱۱۰ میں فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں۔ دریافت و ادراک مغیبات کا ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت علیہ السلام کو حدیبیہ اور حضرت عائشہ کے معاملات کی خبر نہ تھی۔ اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔

(ماخوذ از انوار غیبیہ صفحہ ۲۵)

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لطائف رشیدیہ صفحہ ۲۷ میں فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہ السلام کو ہر دم مشاہدہ امور غیبیہ اور تیفظ (حضور حق تعالیٰ کا رہتا ہے) کما قال النبی علیہ السلام لو تعلمون ما اعلم لضحکم قلیلاً و لیکبکم کثیراً اور فرمایا انی اری ما لا ترون۔

(انوار غیبیہ صفحہ ۳۲)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی تکمیل الیقین مطبوعہ ہندوستان پرٹنگ پریس صفحہ ۱۳۵ میں فرماتے ہیں کہ شریعت میں وارد ہوا ہے کہ رسل و اولیاء غیب اور آئندہ کی خبر دیا کرتے ہیں۔ کیونکہ جب خدا غیب اور آئندہ کے حوادث کو جانتا ہے اس لئے کہ ہر حادثہ اس کے علم سے اسی کے ارادے کے متعلق ہونے سے اسی کے فعل سے پیدا ہوتا ہے تو پھر اس سے کون امر مانع ہو سکتا ہے۔ کہ یہ ہی خدا ان رسل و اولیاء میں سے جسے چاہے اے غیب یا آئندہ کی خبر دے دے۔ اگرچہ ہم اس کے قائل ہیں کہ فطرت انسانی کا یہ مسقفی نہیں کہ وہ بذاتہ اور خود مغیبات میں سے کسی شے کو جان سکے لیکن اگر خدا کسی کو بتا دے تو اس کو کون روک سکتا ہے۔ پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے بتائے سے ہی معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اوروں کو خبر دے دیتے ہیں۔ ان میں سے ایسا کوئی نہیں جو بذاتہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہو۔ چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعویٰ کرنے کو اعلیٰ درجہ کے ممنوعات میں شمار کرتی ہے۔ اور جو اس کا دعویٰ کرے اس کو کافر بتاتی ہے۔

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی تحذیر الناس کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں۔ علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علم رسول اللہ میں مجتمع ہیں۔ اسی طرح سے عالم حقیقی رسول اللہ ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء بالعرض ہیں۔

اس آخری عبارت پر غور کرنا چاہیے کہ مولوی قاسم صاحب نے حضور علیہ السلام میں اولین اور آخرین کا علم جمع مانا ہے۔ اور اولین میں حضرت آدم و حضرت خلیل و حضرت ابراہیم علیہم السلام اسی طرح سارے ملائکہ حاملان عرش و حاضرین لوح محفوظ بھی شامل ہیں لہذا ان سب کے علوم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم زیادہ ہونا چاہیے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے علم کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

چھٹی فصل..... علم غیب کے عقلی دلائل اور اولیاء کے علم غیب کے بیان میں

چند عقلی دلائل سے بھی علم ماکان و مایکون کا ثابت ہے وہ دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضور سید عالم ﷺ سلطنت الہیہ کے وزیر اعظم بلکہ خلیفہ اعظم ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ اللہ بنایا گیا۔ تو حضور علیہ السلام اس سلطنت کے خلیفہ اعظم اور زمین میں نائب رب العالمین ہیں۔ اور سلطنت کے مقرر کردہ حاکم میں دو وصف لازم ہیں۔ ایک تو علم دوسرے اختیارات۔ اس دنیاوی سلطنت کے حکام جس قدر بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ اسی قدر ان کی معلومات اور اختیارات زیادہ ہوتے ہیں۔ کلکٹر کو سارے ضلع کا علم و اختیارات۔ وائسرائے کو سارے ملک کے متعلق علم و اختیارات ضروری ہیں کہ ان دو وصفوں کے بغیر وہ حکومت کر ہی نہیں سکتا۔ اور سلطانی قانون رعایا میں جاری ہی نہیں کر سکتا۔ اسی طرح حضرات انبیاء میں جن کا جس قدر بڑا درجہ اسی قدر ان کے اختیارات اور علم زیادہ۔ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی رب العالمین نے ان کے علم ہی سے ثابت فرمایا کہ چونکہ ان کو اتنا وسیع علم دیا ہے وہ ہی خلافت الہیہ کے لئے موزوں ہیں پھر ملائکہ سے سجدہ کرانا ان کے اختیارات خصوصیت کا ثبوت تھا کہ ملائکہ بھی ان کے سامنے جھک گئے۔ چونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ السلام سارے عالم کے نبی اور عرش و فرش کے لوگ آپ کے امتی ہیں۔ لہذا ضروری تھا کہ آپ کو تمام انبیاء سے زیادہ علم اور زیادہ اختیارات دیئے جاویں۔ اسی لئے بہت سے معجزات دکھائے گئے۔ چاند اشارے سے پھاڑا۔ ڈوبا ہوا سورج واپس فرمایا۔ بادل کو حکم دیا۔ پانی برسا، پھر حکم دیا۔ کھل گیا۔ یہ سب اپنے خداداد اختیارات کا اظہار تھا۔

(۲) مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے تذکیر الناس میں لکھا ہے کہ انبیاء امت سے علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ رہا عمل۔ اس میں بظاہر کبھی امتی نبی سے بڑھ جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ عمل میں امتی نبی سے بڑھ سکتے ہیں۔ مگر علم میں نبی کا زیادہ ہونا ضروری ہے اور حضور علیہ السلام کے امتی تو ملائکہ بھی ہیں لیکن للعالمین نذیراً (پارہ ۱۸ سورہ ۲۵ آیت نمبر ۱) تو علم میں حضور علیہ السلام کا ملائکہ سے زیادہ ہونا ضروری ہے ورنہ پھر حضور علیہ السلام کس وصف میں امت سے افضل ہوں گے اور ملائکہ حاضرین لوح محفوظ کو تو ماکان و مایکون کا علم ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ حضور علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ علم ہو۔

(۳) چند سال کامل استاد کی صحبت میں رہ کر انسان عالم بن جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام قبل ولادت پاک کر وڑوں برس رب تعالیٰ کی بارگاہ خاص میں حاضر رہے تو حضور کیوں نہ کامل عالم ہوں۔ روح البیان نے لقد جاء کم کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت جبریل نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ ایک تارہ ستر ہزار سال بعد چمکتا تھا۔ اور میں نے اسے بہتر ہزار دفعہ چمکتے دیکھا۔ فرمایا وہ تارا ہم ہی تھے۔ حساب لگالو۔ کتنے کر وڑ برس دربار خاص میں حاضری رہی۔

(۴) اگر شاگرد کے علم میں کچھ کمی رہے تو اس کی صرف چار ہی وجہ ہو سکتی ہیں۔ اولاً تو یہ کہ شاگرد نا اہل تھا۔ استاذ سے پورا فیض لے نہ سکا۔ دوم یہ کہ استاذ کامل نہ تھا کہ مکمل سکھانہ سکا۔ سوم یہ کہ استاذ یا بخیل تھا کہ پورا پورا علم اس شاگرد کو نہ دیا یا اس سے زیادہ کوئی اور پیارا شاگرد تھا کہ اس کو سکھانا چاہتا ہے۔ چوتھے یہ کہ جو کتاب پڑھائی وہ ناقص تھی۔ ان چار وجہوں کے سوا اور کوئی وجہ ہو سکتی ہی نہیں۔ یہاں سکھانے والا پروردگار سیکھنے والے محبوب علیہ السلام۔ کیا سکھایا قرآن اور اپنے خاص علوم بتاؤ آیا رب تعالیٰ کامل استاذ نہیں۔ یا رسول اللہ علیہ السلام لائق شاگرد نہیں؟ حضور علیہ السلام سے زیادہ کوئی اور پیارا ہے؟ یا کہ قرآن مکمل نہیں؟ جب ان میں سے کوئی نہیں۔ رب تعالیٰ کامل عطا فرمانے والا محبوب علیہ السلام کامل لینے والے۔ قرآن کریم کامل کتاب۔ الرحمن علم القرآن وہ ہی سب سے زیادہ مقبول بارگاہ۔ پھر علم کیوں ناقص۔

(۵) رب تعالیٰ نے ہر بات لوح محفوظ میں کیوں لکھی۔ لکھنا تو اپنی یادداشت کے لئے ہوتا ہے کہ بھول نہ جائیں۔ یا دوسروں کے بتانے کے لئے رب تعالیٰ تو بھول سے پاک لہذا اس نے دوسروں ہی کے لئے لکھا اور حضور علیہ السلام تو دوسروں سے زیادہ محبوب لہذا وہ تم پر حضور کے لئے ہے۔

(۶) غیب کی غیب رب تعالیٰ کی ذات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی تمنا فرمائی تو فرما دیا گیا۔ لن ترانی تم ہم کو دیکھ نہ سکو گے۔ جب محبوب علیہ السلام نے رب ہی کو معراج میں اپنی ان ظاہری مبارک آنکھوں سے دیکھ لیا۔ تو عالم کیا چیز ہے جو آپ سے چھپ سکے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

دیدار الہی کی بحث ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو۔ ☆

حاشیہ..... ☆

☆ جمہور کے نزدیک حضور ﷺ نے سر کی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ما کذب الفواد ما رآی۔

ترجمہ: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

(تفسیر نور العرفان ص ۶۳۲ پارہ ۲۷ سورۃ النجم آیت: ۱۱ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

امام التفسیر حمزہ الامت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے رب عزوجل کو دیکھا۔

(تویر المقباس ص ۵۶۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ محلہ جنگلی پشاور)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولقد راہ نزلة اخرى 0 عند سدرۃ المنتهى۔

ترجمہ: اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا۔ سدرۃ المنتهى کے پاس۔

(تفسیر نور العرفان ص ۶۳۲ پارہ ۲۷ سورۃ النجم آیت: ۱۳-۱۲ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حتى جاء سدرۃ المنتهى ودنا الجبار رب العزة فندلی حتی کان منه قاب قوسین او ادنی۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرۃ المنتهى پر آئے اور جبار رب

العزت آپ کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الترمذی وحسنہ والطبرانی وابن مردويه والبيهقي في الاسماء والصفات عن ابن عباس

في قول الله ولقد راہ نزلة اخرى قال ابن عباس قد راى النبي ﷺ ربه عزوجل۔

(الدر المنثور في التفسير المأثور سورة النجم آیت نمبر ۱۱ ج ۶ ص ۱۵۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں۔

بتحقیق دید آنحضرت اہرورد گدار خود را جل و علا در بار یکے چوں نزدیک
سدرة المنتہ بود و در مر جود بالائی عرش بر آمد۔**ترجمہ:** تحقیق آنحضرت ﷺ نے اپنے پروردگار جل و علا کو دو بار دیکھا ایک بار جب آپ سدرہ کے قریب تھے اور دوسری بار جب
آپ عرش پر جلوہ گر ہوئے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی کتاب الفتن باب رویۃ اللہ تعالیٰ فصل الثانی ج ۳ ص ۲۵۳ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا ابو معاوية ثنا الاعمش عن زياد بن الحصين عن ابي العالية عن بن
عباس ثم في قوله عز وجل ما كذب الفواد ما راى قال راى محمد ربه عز وجل بقلبه مرتين۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۳ رقم الحديث ۱۹۵۷ مطبوعہ موسسۃ قرطبیہ مصر)

امام علی بن ابی بکر عثمی متوفی ۸۰ھ لکھتے ہیں۔

وعن ابن عباس انه كان يقول ان محمداً ﷺ راى ربه مرتين مرة ببصره ومرة بفؤاده رواه
الطبراني في الاوسط ورجاله رجال الصحيح خلا جهور بن منصور الكوفي وجهور بن منصور ذكره ابن
حبان في الثقات۔**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ اپنی آنکھ کے ساتھ اور
ایک بار اپنے دل کے ساتھ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند صحیح ہے ماسوا جهور بن منصور کوئی کے امام ابن
حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب فی الرؤیۃ ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دہب اللدنیہ ج ۳ ص ۳۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبراني في (الاوسط) بسند صحيح عن ابن عباس انه كان يقول ان محمداً ﷺ راى
ربه مرتين مرة ببصره ومرة بفؤاده۔**ترجمہ:** امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاوسط“ میں یہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے دو مرتبہ
اپنے رب کو دیکھا ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔(خصائص الکبریٰ باب خصوصیتہ ﷺ بالاسراء و مارای من آیات ربہ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۹
ص ۱۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا عفان ثنا عبد الصمد بن كيسان ثنا حماد بن سلمة عن قتادة عن
عكرمة عن بن عباس قال قال رسول الله ﷺ رايت ربي تبارك وتعالى۔**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۰ رقم الحديث ۲۶۳۳ مطبوعہ موسسۃ قرطبیہ مصر)

(۷) شیطان دنیا کا گمراہ کرنے والا ہے اور نبی ﷺ دنیا کے ہادی۔ گویا شیطان وہائی بیماری ہے۔ اور نبی علیہ السلام طبیب مطلق۔ رب تعالیٰ نے شیطان کو گمراہ کرنے کے لئے اتنا وسیع علم دیا کہ دنیا کا کوئی شخص اس کی نگاہ سے غائب نہیں۔ پھر اسے یہ بھی خبر ہے کہ کون گمراہ ہو سکتا ہے۔ کون نہیں۔ اور جو گمراہ ہو سکتا ہے۔ وہ کس حیلہ سے۔ ایسے ہی وہ ہر دین کے ہر مسئلہ سے خبردار ہے اس لئے ہر نیکی سے روکتا ہے۔ ہر برائی کراتا ہے۔ اس نے رب تعالیٰ سے عرض کیا تھا۔ لا غوینہم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین۔ (پارہ ۱۴ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۳۹، ۴۰) جب گمراہ کرنے والے کو اتنا علم دیا گیا۔ تو ضروری ہے کہ دنیا کے طبیب مطلق ﷺ ہدایت دینے کے لئے اس سے کہیں زیادہ علم والے ہوں کہ آپ ہر شخص کو اس کی بیماری کو اس کی استعداد کو اس کے علاج کو جانیں۔ ورنہ ہدایت مکمل نہ ہوگی۔ اور رب تعالیٰ پر اعتراض پڑے گا کہ اس نے گمراہ کرنے والے کو قوی کیا اور ہادی کو کمزور رکھا۔ لہذا امر ہی تو کامل رہی اور ہدایت ناقص۔

حاشیہ.....☆

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الایمان بالقدر فصل اول کے آخر میں ہے۔

كما ان النبی ﷺ راہ فی الدنیا لانقلابہ نورا۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے دنیا میں رب کو دیکھا۔ کیونکہ خود نور ہو گئے تھے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۱۶۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

امام عمرو بن عاصم الضحاک الشیبانی متوفی ۲۸۸ھ لکھتے ہیں۔

ثنا فضل بن سهل ثنا محمد عن اسماعیل بن زکریا عن عاصم عن الشعبي عن عكرمة عن ابن عباس قال رأى محمد ربه۔

(النتیلا بن ابی عاصم ج ۱ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۳۳۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

اس کے حاشیہ پر ہے۔

اسنادہ صحیح موقوف وهو علی شرط البخاری۔

(النتیلا بن ابی عاصم ج ۱ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۳۳۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عمرو بن نهران بن صفوان البصري الثقفی حدثنا يحيى بن كثير الغنبري ابو غسان حدثنا سلم بن جعفر عن الحكم بن ابان عن عكرمة عن ابن عباس قال رأى محمد ربه قلت اليس الله يقول لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار قال ويحك ذلك اذا تجلى نوره الذي هو نوره وقال اريه مرنين۔

قال ابو عيسى هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه۔

ترجمہ: عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب وہ اپنے اس نور سے جلی فرمائے گا جو اس کا خاص نور ہے آپ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔

(۸) رب تعالیٰ نے حضور ﷺ کو نبی کے خطاب سے پکارا یا لکھا النبی اور نبی کے معنی ہیں۔ خبر دینے والا۔ اگر اس خبر سے صرف دین کی خبر مراد ہو تو ہر مولوی نبی ہے اور اگر دنیا کے واقعات مراد ہوں تو ہر اخبار۔ ریڈیو، خط، تاریخچے والا نبی ہو جاوے۔ معلوم ہوا کہ نبی میں غیبی خبریں معتبر ہیں یعنی فرشتوں کی اور عرش کی خبر دینے والا جہاں تاریخ اخبار کام نہ آسکیں۔ وہاں نبی کا علم ہوتا ہے معلوم ہوا کہ علم غیب نبی کے معنی میں داخل ہے۔

یہاں تک تو حضور علیہ السلام کے علم غیب کی بحث تھی۔ اب یہ بھی جانتا چاہیے کہ حضور علیہ السلام کے صدقے سے اولیائے کرام کو بھی علم غیب دیا جاتا ہے۔ مگر ان کا علم نبی علیہ السلام کے واسطے سے ہوتا ہے اور ان کے علم کے سمندر کا قطرہ۔
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کتاب عقائد تالیف ابو عبد اللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں۔
العبد ينقل في الاحوال حتى يصير الى نعت الروحانية فيعلم الغيب۔
ترجمہ: بندہ حالات میں منتقل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ روحانیت کی صفت پالیتا ہے۔ پس غیب جانتا ہے۔
(مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث ۲ ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ المکتبۃ الحسبۃ کونستہ)
اسی کتاب مرقاۃ میں کتاب عقائد سے نقل فرمایا:

يطلع العبد على حقائق الاشياء ويتجلى له الغيب وغيب الغيب۔
ترجمہ: کامل بندہ چیزوں کی حقیقتوں پر مطلع ہو جاتا ہے اس پر غیب اور غیب الغیب کھل جاتے ہیں۔
(مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث ۲ ج ۱ ص ۱۱۹ مطبوعہ المکتبۃ الحسبۃ کونستہ)
مرقاۃ جلد دوم صفحہ ۲ باب الصلوٰۃ علی النبی وفضلہا میں فرماتے ہیں۔
النفوس الزكية القدسية اذا تجردت عن العلائق البدنية خرجت واتصلت بالملاء الاعلى ولم يبق له حجاب فترى الكل كالمشاهد بنفسها او باخبار الملك لها۔
ترجمہ: پاک و صاف نفس جبکہ بدنی علاقوں سے خالی ہو جاتے ہیں تو ترقی کر کے بزم بالا سے مل جاتے ہیں اور ان پر کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔ پس وہ تمام چیزوں کا مثل محسوس و حاضر کے دیکھتے ہیں خواہ تو اپنے آپ یا فرشتہ کے الہام سے۔
(مرقاۃ المفاتیح باب الصلوٰۃ علی النبی وفضلہا فصل الثانی ج ۲ ص ۳۳۲ مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ ملتان)
شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی سورہ جن میں فرماتے ہیں۔

اطلاع بر لوح محفوظ و دیدن نقوش نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول است۔

.....☆..... حاشیہ

یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن الترمذی باب من سورۃ النجم ج ۵ ص ۳۹۵ رقم الحدیث ۳۲۷۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (السنن لابن ابی عاصم قال الحق عن ابن عباس صحیح لا تنکرہ الامعزی ج ۱ ص ۱۸۸ رقم الحدیث ۳۳۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ج ۲ ص ۱۹۰-۱۹۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تفسیر مجاہد ج ۲ ص ۶۲۸ مطبوعہ المنشورات العلمیہ بیروت)، (افعیۃ المسمعات فارسی کتاب الفعن باب رویۃ اللہ تعالیٰ الفصل الثانی ج ۳ ص ۳۵۲ مطبوعہ مکتبۃ حقانیہ پشاور)، (جامع المسانید والسنن لابن یثیر ج ۳ ص ۸۷۸ رقم الحدیث ۲۱۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۳ ص ۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حاشیۃ التاودی بن سودۃ علی صحیح البخاری للتاودی مالکی ج ۳ ص ۵۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس مسئلہ کی پوری تحقیق فقیر ناچیز کی کتاب ”ویدار الہی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (سعد اللہ)

لوح محفوظ کی خبر رکھنا اور اس کی تحریر دیکھنا بعض اولیاء اللہ سے بھی بطریق تو اتر منقول ہے۔

(تفسیر عزیزی فارسی پارہ ۲۹ تحت سورہ جن ص ۲۱۶-۲۱۷ مطبوعہ قدہارا افغانستان)

امام ابن حجر کی کتاب الاعلام میں اور علامہ شامی ہبل الجسام میں فرماتے ہیں۔

الخواص يجوز ان يعلم الغيب في قضية او قضاء كما وقع لكثير منهم واشتهر۔

ترجمہ: جائز ہے کہ خاص خاص حضرات کسی معاملہ یا فیصلے میں غیب جان لیں جیسا کہ بہت سے اولیاء اللہ سے واقع ہوا اور یہ مشہور بھی ہو گیا۔

(الاعلام بقواطع الاسلام لابن حجر مکی ص ۳۵۹ مطبوعہ مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی) (سبل الجسام من مجموعۃ رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۳۱۱ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

شاہ ولی اللہ صاحب الطاف القدس میں فرماتے ہیں۔

نفس کلیہ بجائے جسد عارف مے شود و ذات و عارف بجائے روح او ہمہ عالم بعلم حضوری مے بیند۔

ترجمہ: عارف کا نفس بالکل جسم بن جاتا ہے اور عارف کی ذات بجائے روح کے ہو جاتی ہے وہ تمام عارف کو علم حضوری سے دیکھتا ہے۔

زرقاتی شرح مواہب جلد ۷ ص ۲۲۸ میں فرماتے ہیں۔

قال في لطائف المنن اطلاع العبد على غيب من غيوب الله بدليل خبر اتفقوا من فراسة المومن فانه ينظر بنور الله لا يستغرب وهو معنى كنت بصره الذي يبصره فمن الحق بصره فاطلاعه على الغيب لا يستغرب۔

ترجمہ: لطائف المنن میں فرمایا کہ کامل بندے کا اللہ کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہو جانا عجیب نہیں اس حدیث کی وجہ سے کہ مومن کی دانائی سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہی اس حدیث کے معنی ہیں کہ رب فرماتا ہے کہ میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے پس اس کا دیکھنا حق کی طرف سے ہوتا ہے لہذا اس کا غیب پر مطلع ہونا کچھ عجیب بات نہیں۔

(زرقاتی شرح مواہب جلد ۷ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام شعرانی الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں۔

للمجتهدین القدم فی علوم الغیب۔

ترجمہ: غیبی علوم میں مجتہدین کا قدم مضبوط ہے۔

(الیواقیت، الجواہر فی بیان عتقاد کبار ائمہ السلف والاربعون ج ۲ ص ۳۸۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

نظرت الی بلاد اللہ جمسعا کحدر دلتہ علی حکم اتصالی

ترجمہ: ہم نے اللہ کے سارے شہروں کو اس طرح دیکھ لیا جیسے چندرائی کے دانے ٹہکے ہوئے ہوں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی زبدۃ الاسرار میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

قال رضى الله عنه يا ابطال هلمو وخذ واعن هذا البحر الذى لا ساحل له وعزة ربى ان السعداء والاشقياء يعرضون على وان بوبوءة عيني فى اللوح المحفوظ وانا غائض فى بحار علم الله۔

ترجمہ: اے بہادر و اے فرزندو! آؤ اس دریا سے کچھ لے لو۔ جس کا کنارہ ہی نہیں۔ قسم ہے اپنے رب کی کہ تحقیق نیک بخت اور

بد بخت لوگ مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور ہمارا گوشہ چشم لوح محفوظ رہتا ہے اور میں اللہ کے علم کے سمندروں میں غوطے لگا رہا ہوں۔
(زبدۃ الاسرار مترجم ص مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

مولانا جامی نقحات الانس میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند یہ قدس سرہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عزیزان علیہ الرحمة گفته امذ کہ زمین در نظر این طائفہ چوں سفرہ ایست دامامی گویم کہ چوں ناخن است هیچ چیز از نظر ایشان غائب نیست۔
ترجمہ: حضرت عزیزان علیہ الرحمة نے فرمایا ہے کہ اس گروہ اولیاء کی نظر میں زمین و سترخوان کی طرح ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی طرح ہے کہ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔

(نقحات الانس ترجمہ خواجہ بہاء الحق والدين النقشبندی ص ۲۸۷-۲۸۸ مطبوعہ انتشارات کتاب فروشی)
امام شعرانی کبریت احمر میں فرماتے ہیں۔

واما شيخنا السيد علي الخواص رضي الله عنه فسمعه يقول لا يكمل الرجل عندنا حتى يعلم حركات مریده في انتقاله في الاصلاب وهو من يوم الست الى استقراره في الجنة اوفي النار۔
ترجمہ: ہم نے اپنے شیخ سید علی خواص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے نزدیک اس وقت تک کوئی مرد کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے مرید کی حرکات نسبی کو نہ جان لے۔ یوم میثاق سے لے کر اس کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک کو۔

(الكبريت الاحمر بها مش اليواقيت والجواهر الباب الرابع والثمانين ج ۲ ص ۳۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں۔

ثم انه ينجذب الى حيز الحق فيصير عبد الله فيتجلى له كل شئ۔

ترجمہ: پھر وہ مرد عارف بارگاہ حق کی طرف جذب ہو جاتے ہیں پس وہ اللہ کے بندے ہوتے ہیں اور ان کو ہر چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔
(فیوض الحرمین ص ۱۷۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

مشکوٰۃ جلد اول کتاب الدعوات باب ذکر اللہ والتقرب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بروایت بخاری۔
فاذا احببته فكنتم سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ويده الذي يبطش بها ورجله الذي يمشي بها۔

ترجمہ: رب تعالیٰ فرماتا ہے پس جبکہ میں اس بندے سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب التواضع ج ۵ ص ۲۳۸ رقم الحدیث ۶۱۳۷ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۵۸ رقم الحدیث ۳۳۷ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۱۹ مطبوعہ دار الباز مکتہ المکرمۃ)، (الترغیب الکبیر للبیہقی ج ۲ ص ۲۶۹ رقم الحدیث ۶۹۶ مطبوعہ موسسة الكتب الثقافية بیروت)

یہ بھی خیال ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام والیاس علیہ السلام اس وقت زمین پر زندہ ہیں۔ اور یہ حضرات اب امت مصطفیٰ علیہ السلام کے ولی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے وہ بھی اس امت کے ولی کی حیثیت سے ہوں گے۔ ان کے علوم کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ان کے علوم بھی اب حضور علیہ السلام کی امت کے اولیاء کے علوم ہیں۔

حاشیہ.....☆

اولیاء کرام رحمہم اللہ کا تعلیم الہی سے غیب پر مطلع ہونا معجزات سید الانبیاء علیہم السلام سے ہے جو آپ کے صدق نبوت و رسالت اور دین اسلام کی حقانیت و صداقت کی دلیل ہے (اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار اور بے حد و حساب معجزات عطاء فرمائے ہیں) لہذا ایسے اولیاء کرام بھی بحمد اللہ کثیر التعداد ہیں اور ہر دور اور ہر علاقہ میں موجود رہے ہیں اور ان شاء اللہ رہیں گے۔

امام ابو یسٰی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن اسماعیل حدثنا احمد بن ابی الطیب حدثنا مصعب بن سلام عن عمرو بن قیس عن عطیة عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ ثم اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله ثم قرأ ان في ذلك لآيات للمتوسمين۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔ ذلك لآيات للمتوسمين۔

(سنن الترمذی باب ومن سورة الحجج ۵ ص ۲۹۸ رقم الحدیث ۳۱۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المعجم الکبیر ج ۸ ص ۱۰۲ رقم الحدیث ۷۴۹۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (تاریخ بغداد حرف الکاف من اباء المحدثین ج ۳ ص ۱۹۱ رقم الحدیث ۱۲۳۳ مطبوعہ دار کتب العلمیۃ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۸۱-۲۸۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثني ابو شرحبيل الحمصي قال ثنا سليمان بن سلمة قال ثنا المؤمل بن سعيد بن يوسف الرحبي قال ثنا ابو المعلى اسد بن وداعة الطائي قال ثنا وهب بن منبه عن طاؤس بن كيسان عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ احذروا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله وينطق بتوفيق الله۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کی توفیق سے بولتا ہے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری تحت سورة الحجرات آیت نمبر ۵ ج ۱۳ ص ۳۶-۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا عبد الاعلى بن واصل قال ثنى سعيد بن محمد الجرمي قال ثنا عبد الواحد بن واصل قال ثنا ابو بشر المولق عن ثابت البناني عن انس قال قال رسول الله ﷺ ان الله عبادا يعرفون الناس بالتوسم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو لوگوں کو توسم (فراست) سے پہچان لیتے ہیں۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری تحت سورة الحجرات آیت نمبر ۵ ج ۱۳ ص ۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثني احمد فتعبدوه قال ثنا الحسن بن محمد قال ثنا الفرات بن السائب قال ثنا ميمون بن مهران عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ اتقوا فراسة المؤمن فان المؤمن ينظر بنور الله۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے

حاشیہ.....☆

دیکھتا ہے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری تحت سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۵ ج ۴ ص ۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ذکر میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۹۴ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

ولیوں کے امام مشکل کشا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

اخرج ابن عساكر عن الحسن بن محمد العلوي قال: كنت بالكوفة وانا صبي في المسجد الجامع وقد جاء القرامطة بالحجر الاسود وكان اهل الكوفة قد رووا عن امير المؤمنين علي عليه السلام انه قال: كانى بالاسود الدنداني من اولاد حام قد دلى الحجر الاسود من القنطرة السابعة في مسجدى هذا يقال له (رحمة) وذكروا اسمه بالحاء (رحمة) قال: فلما دخلوا المسجد قال السيد القرمطي يا رحمة بالحاء قم فقام اسود دنداني من اولاد حام كما ذكر امير المؤمنين فاعطاه الحجر وقال: اطلع الى سطح المسجد ودل الحجر فاخذه وطلع فجاء يدليه من القنطرة الاولى وكان انسانا دفعه الى الثانية وكان كلما اراد ان يدليه من القنطرة مشى الى قنطرة اخرى حتى وصل الى القنطرة السابعة ودلاه منها فكبر الناس لقول امير المؤمنين وتصحيح قوله۔

ترجمہ: ابن عساكر رحمۃ اللہ علیہ نے الحسن بن محمد علوی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں بچپن میں کوفہ کی جامع مسجد میں تھا جب کہ قرامطہ (جو کہ ملاحدہ روافض کی قوم تھی اور خلافت عباسیہ میں انہوں نے خروج کیا تھا) حجر اسود کو لائے تو اہل کوفہ نے امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بیان کی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا گویا میں اسود دندانی کو جو کہ حام کی اولاد سے ہے دیکھ رہا ہوں کہ اس نے میری اس مسجد کے ساتویں کنگرے سے حجر اسود کو گرایا ہے۔ اس کا نام رحمہ ہے۔ (علماء اس کا نام رحمہ ماء کے ساتھ بتاتے ہیں) راوی نے بیان کیا جب قرامطہ مسجد کے اندر آئے تو ان کے سردار نے کہا اے رحمہ اٹھ تو اسود دندانی (جو کہ اولاد حام سے تھا جیسا کہ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا) اٹھا اور اسے حجر اسود سے مسجد کی چھت پر لے جا اور اوپر سے اسے گرا دے تو وہ حجر اسود کو لے کر مسجد کی چھت پر چڑھا اور وہ پہلے کنگرے کے قریب سے اسے گرانے لگا تو ایک انسان نے دوسرے کنگرے کی طرف دھکیل دیا پھر جب وہ اسے وہاں سے گرانے لگا تو تیسرے کنگرے کی طرف دھکیل دیا۔ یہاں تک کہ وہ ساتویں کنگرے سے پاس پہنچے اور وہاں سے اس نے حجر اسود کو گرا دیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے قول کی صداقت پر لوگوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ کس طرح ان کی غیبی خبر صحیح ثابت ہوئی۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۷۳-۲۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ حضرت ابو الطفیل عامر بن واہلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

قال شهدت علي بن ابي طالب يخطب فقال في خطبته سلوني فوالله لا تسألوني عن شيء الى يوم القيمة الا حدثكم به۔

ترجمہ: میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خطبہ میں حاضر تھا امیر المؤمنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا مجھ سے دریافت کرو خدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے پوچھو میں بتا دوں گا۔

(جامع بیان العلم وفضله باب فی ابتداء العالم جلساء بالقائمة وقوله سلوني ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ص ۸۳ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

حاشیہ.....☆

علامہ سید شریف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

الجفر والجامعة کتابان لعلی رضی اللہ عنہ قد ذکر فیہا علی طريقة علم الحروف الحوادث التي تحدث الى انقراض العالم وكانت الائمة المعروفون من اولاده يعرفونہما ويحكمون بہما وفي کتاب قبول العهد الذي كتبه علی بن موسی رضی اللہ عنہما الى المامون انک قد عرفت من حقوقنا ما لم يعرفه اباؤک فقبلت منك عهدک الا ان الجفر والجامعة يدلان علی انه لا یتیم ولمشائخ المغاربة نصیب من علم الحروف ینتسبون فیہ الى اهل البيت ورأیت انا بالشام نظما اشیر فیہ بالرموز الى احوال ملوک مصر و سمعت انه مستخرج من ذینک الکتابین اه۔

ترجمہ: یعنی جفر و جامعہ المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دو کتابیں ہیں بے شک امیر المومنین نے ان دونوں میں علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے ہیں سب ذکر فرمادیے ہیں اور ان کی اولاد و امجاد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ عنہم ان کتابوں کے رموز پہچانتے اور ان سے احکام لگاتے تھے۔ اور مامون رشید نے جب امام علی رضا ابن امام موسی کاظم رضی اللہ عنہما کو اپنے بعد ولی عہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا امام رضی اللہ عنہ نے اس کے قبول میں فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا اس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم نے ہمارے حق پہچانے جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہچانے اس لئے میں تمہاری ولی عہد قبول کرتا ہوں۔ مگر جفر و جامعہ بتا رہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امام رضی اللہ عنہ نے مامون رشید کی زندگی ہی میں شہادت پائی) اور مشائخ مغرب اس علم سے حصہ اور اس میں اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے اپنے انتساب کا سلسلہ رکھتے ہیں۔ اور میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں شاہان مصر کے احوال کی طرف رموز میں اشارہ کیا ہے میں نے سنا کہ وہ احکام انہی دونوں کتابوں سے نکالے ہیں۔ اتمی۔

(شرح المواقف النوع الثانی المقصد الثانی ج ۶ ص ۲۲ مطبوعہ ایران)

الشیخ کمال الدین الدمیری محمد بن موسی بن عیسی متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں۔

الجفر جلد کتبہ جعفر الصادق کتب فیہ لاهل البيت کل ما یحتاجون الی علمہ و کل ما یكون الی یوم القیمة۔

ترجمہ: جفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کرام کے لئے جس چیز کے علم کی انہیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرمادیا۔

(حیلة الحیوان الکبری تحت لفظ الجفرة ج ۱ ص ۲۷۹ مطبوعہ مطبعة البابی مصر)، (وفیات الاعیان ترجمہ عبدالمومن صاحب المغرب ۲۰۸ ج ۳ ص ۲۳۰ مطبوعہ دارالثقافت بیروت)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: دخلت علی عثمان رضی اللہ عنہ و کنت قد لقيت امرأة فی طریق فی نظرت الیہا شذرا و تأملت محاسنها فقال عثمان رضی اللہ عنہ لما دخلت یدخل علی احدکم و اثر الزنا ظاهر علی عینہ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاتا تھا راستہ میں ایک عورت ملی میر نے اس کو دیکھا اور اس کے حسن کا اچھی طرح معائنہ کیا جب میں خدمت عثمان میں حاضر ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ بعض آدمی میرے پاس ایسے آتے ہیں جن کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے۔

(احیاء علوم الدین ج ۳ ص ۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (اتحاف سادة المتقین ج ۸ ص ۳۷۹-۳۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

علامہ یوسف بن اسماعیل النہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

ما ذکرہ التاج السبکی فی الطبقات وغیرہ انہ دخل علیہ رجل کان قد لقی امرأة فی الطريق فتاملها فقال له عثمان رضی اللہ عنہ یدخل احدکم وفی عینیہ الزنا فقال الرجل اوحی بعد رسول اللہ ﷺ قال لا ولكنها فراسة المؤمن وانما ظهر عثمان هذا تاديباً لهذا الرجل وزجراً له عن شیء صنعہ۔ قال واعلم ان المرء اذا صفا قلبہ صار ينظر بنور اللہ فلا يقع بصرہ علی کدر او صاف الا عرفہ ثم تختلف المقامات فمنہم من یعرف ان هتاک کبرا ولا یدری ما اصلہ ومنہم من یکون اعلی من هذا المقام فیدری اصلہ کما اتفق لعثمان رضی اللہ عنہ فان تامل الرجل للمرأة اورثہ کدراً فابصرہ عثمان وفہم سبہ۔

ترجمہ: امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا راستے میں اسے ایک عورت ملی تو اس نے عورت کو نظر بھردیکھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف روئے خن کر کے فرمایا تم میں سے کچھ لوگ ہمارے پاس اس حالت میں آتے ہیں کہ ان کی نگھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے یہ سن کر ایک شخص بولا کیا حضور انور ﷺ کے بعد بھی وحی کا سلسلہ قائم ہے فرمایا نہیں بلکہ یہ مومن کی فراست ہے (اور وہ ربانی تور سے دکھتا ہے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا اظہار اس لئے کیا کہ اس آدمی کی اصلاح ہو اور وہ اس قسم کی بے جا حرکت سے باز رہے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کا دل جب صاف ہو جاتا ہے تو وہ نوری خداوندی سے دیکھتا ہے اس کی نظر جس صاف یا گدلی چیز پر پڑتی ہے وہ اسے اچھی طرح پہچان لیتا ہے پھر اس صفائے قلبی کے مختلف مقامات ہوتے ہیں بعض حضرات کا مقام اس سے اعلیٰ ہوتا ہے تو وہ اس کے اصل سبب سے آگاہ ہوتے ہیں ہی مقام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا جب اس شخص نے عورت کو گھور کر دیکھا تو اس کی نظریں میل کیل سے بوجھل ہو گئیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اس کی آنکھوں میں گندگی دیکھی تو اس کا سبب بھی معلوم کر لیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۶۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام شمس الدین السخاوی متوفی ۹۰۲ھ عبد اللہ بن عمر بن موسی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وظہورت له فی الناس کرامات و اخبار بالمغیبات۔

(الفتح الملطیۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفہ برقم ۲۱۸۱ ج ۲ ص ۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

نیز یہی امام شمس الدین السخاوی متوفی ۹۰۲ھ عبد الرحمن بن الجبرتی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ویخبر احیاناً بالمغیبات۔

(الفتح الملطیۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفہ للسخاوی ترجمہ عبد الرحمن بن الجبرتی ج ۲ ص ۱۶۰ برقم ۲۵۸۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں۔

الخامس وهو فی الاخبار عن المغیبات قوله تعالیٰ عالم الغیب فلا ینظر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول خص الرسل من بین المرتضین بالاطلاع علی الغیب فلا یطلع غیرہم وان کانوا اولیاء مرتضین الجواب ان الغیب ہلہنا لیس للعموم بل مطلق او معین ہو وقت وقوع القیمة بقریۃ السباق ولا یبعد ان یطلع علیہ بعض الرسل من الملائکۃ او البشر فیصح الاستثناء۔

ترجمہ: یعنی معزز کی پانچویں دلیل خاص علم غیب کے بارے میں ہے وہ گمراہ کہتے ہیں کہ اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہو سکتا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو جب غیب پر اطلاع رسولوں کے ساتھ خاص ہے تو

☆.....☆

اولیاء کیونکر غیب جان سکتے ہیں ائمہ اہل سنت نے جواب دیا کہ یہاں غیب عام نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ کوئی غیب رسولوں کے سوا کسی کو نہیں بتاتا جس سے مطلقاً اولیاء کے علوم غیب کی نفی ہو سکے بلکہ یہ تو مطلق ہے (یعنی کچھ غیب ایسے ہیں کہ غیر رسول کو نہیں معلوم ہوتے) یا خاص وقت وقوع قیامت مراد ہے (کہ خاص اس غیب کی اطلاع رسولوں کے سوا اوروں کو نہیں دیتے) اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں غیب قیامت ہی کا ذکر ہے (تو آیت سے صرف اتنا نکلا کہ بعض غیبوں یا خاص وقت قیامت کی تعیین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے اس پر اگر شبہ کیجئے کہ اللہ تو رسولوں کا استثناء فرما رہا ہے کہ وہ ان غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں جن کو اور لوگ نہیں جانتے اب اگر اس سے تعیین وقت قیامت لیجئے تو رسولوں کو بھی استثناء نہ رہے گا کہ یہ تو ان کو بھی نہیں بتایا جاتا۔ اس کا جواب یہ فرمایا کہ) ملائکہ یا بشر سے بعض رسولوں کو تعیین وقت قیامت کا علم ملنا کچھ بعید نہیں تو استثناء کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ضرور صحیح ہے۔
(شرح القاصد المحمّد الثامن الولی مو العارف باللہ تعالیٰ ج ۲ ص ۲۰۴-۲۰۵ مطبوعہ دار المعارف العثمانیہ لاہور)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

الحجة السادسة لاشك ان المتولى للافعال هو الروح لا البدن ولهذا نرى ان كل من كان اكثر علماً باحوال عالم الغيب كان اقوى قلباً ولهذا قال علي كرم الله تعالى وجهه والله ما قلعت باب خبير بقوة جسدانية ولكن بقوة ربانية وكذلك العبد اذا واظب على الطاعات بلغ الى المقام الذي يقول الله تعالى كنت له سمعاً وبصراً فاذا صار نور اجلال الله تعالى سمعاً له سمع القريب والبعيد واذا صار ذلك النور بصراً له راي القريب والبعيد واذا صار ذلك النور يدا له قدر على التصرف في الصعب والسهل والبعيد والقريب۔

ترجمہ: یعنی اہل سنت کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ بلاشبہ افعال کی متولی تو روح ہے نہ کہ بدن۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جسے احوال عالم غیب کا علم زیادہ ہے اس کا دل زیادہ زبردست ہوتا ہے ولہذا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا خدا کی قسم میں نے خیر کا دروازہ جسم کی قوت سے نہ کھیرا بلکہ ربانی طاقت سے اسی طرح بندہ جب ہمیشہ طاعت میں لگا رہتا ہے تو اس مقام تک پہنچتا ہے جس کی نسبت رب عزوجل فرماتا ہے کہ وہاں میں خود اس کے کان آنکھ ہو جاتا ہوں تو جب اجلال الہی کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے۔ بندہ نزدیک دور سب سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے بندہ نزدیک و دور سب دیکھتا ہے اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے بندہ سہل و دشوار و نزدیک و دور میں تصرفات کرتا ہے۔

(مفتاح الغیب تفسیر الکبیر تحت آیت ۱۸ سورۃ نمبر ۹ ج ۲ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

☆.....☆

دوسرا باب

علم غیب پر اعتراضات کے بیان میں

اس باب میں چار فصلیں ہیں۔ پہلی فصل ان آیات قرآنیہ کے بیان میں جو مخالفین پیش کرتے ہیں دوسری فصل احادیث کے بیان میں تیسری فصل اقوال علماء و فقہاء کے بیان میں۔ چوتھی فصل عقلی اعتراضات کے بیان میں۔

اس بات کے شروع سے پہلے بطور مقدمہ چند ضروری بحثیں قابل غور ہیں۔

(۱) جن آیات و احادیث یا اقوال فقہاء میں حضور علیہ السلام کے علم غیب کی نفی ہے ان میں یا تو ذاتی علم مراد ہے یا اتمی معلومات یعنی رب تعالیٰ کے معلومات کے برابر عطائی علم کی نفی نہیں ورنہ پھر آیات و احادیث میں جو ہم اثبات میں بیان کر چکے ہیں مطابقت کیوں کر ہوگی۔

علامہ ابن حجر فتاویٰ حدیثیہ میں اس قسم کے تمام دلائل کے جواب میں فرماتے ہیں۔

معناها لا يعلم ذلك استقلالاً و علم احاطة الا الله تعالى اما المعجزات والكرامات فباعلام الله

تعالیٰ۔

ترجمہ: ان کے معنی یہ ہیں کہ مستقل طور پر (ذاتی) اور احاطہ کے طور پر کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے لیکن معجزات اور کرامات پس وہ خدا کے بتانے سے ہوتے ہیں۔

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۶۸ مطبوعہ معطفی البابلی داوود مصر)

مخالفین کہتے ہیں کہ جن دلائل میں علم غیب کا ثبوت ہے اس سے مراد مسائل دینیہ کا علم ہے۔ اور جن میں نفی ہے ان سے مراد باقی دنیاوی چیزوں کے علوم ہیں۔ مگر یہ تو جیہ ان آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ و اقوال علمائے امت کے خلاف ہے۔ جو ہم نے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا علم۔ اسی طرح لوح محفوظ کا علم سب ہی چیزوں کو شامل ہے۔ پھر حضور علیہ السلام کا فرمانا کہ تمام عالم ہمارے سامنے مثل ہاتھ کے ہے لہذا یہ تو جیہ بالکل باطل ہے۔

(۲) مخالفین کے پیش کردہ دلائل کہ رب فرماتا ہے کہ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یا حضور فرماتے ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا یا فقہاء فرماتے ہیں کہ جو غیر خدا کے لئے علم غیب مانے وہ کافر ہے۔ وہ خود مخالفین کے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ بعض علوم غیبیہ کے تو وہ بھی قائل ہیں۔ صرف جمع ماکان و مایکون میں اختلاف ہے ان آیات و اقوال فقہاء سے تو یہ بھی نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ اگر ایک بات کا بھی علم مانا۔ ان دلائل کے خلاف ہوا سالیہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے۔

(۳) مخالفین کہتے ہیں کہ ان دلائل میں کل علم غیب کی نفی ہے نہ کہ بعض کی تو جھگڑا ہی ختم ہو گیا۔ کیونکہ ماکان و مایکون علم الہی کے سمندروں کا قطرہ ہے۔ ہم بھی حضور علیہ السلام کے لئے علوم الہیہ کے مقابلہ میں بعض ہی علم کے قائل ہیں۔

(۴) مخالفین کہتے ہیں کہ علم غیب خدا کی صفت ہے لہذا غیر خدا کے لئے ماننا کفر ہے اس کفر میں وہ بھی داخل ہو گئے۔ کیونکہ صفت الہیہ میں اگر ایک میں شرکت مانی تو کفر ہوا جو شخص عالم کی ایک چیز کا خالق کسی بندے کو مانے وہ بھی بے دین ہے۔ تمام عالم کا خالق کسی کو مانے تو بھی کافر اور وہ بھی بعض علم غیب تو حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ پھر کفر سے کیسے بچے ہاں یہ کہو کہ ذاتی علم خدا کی صفت عطائی علم حضور علیہ السلام کی صفت لہذا اشرف نہ ہوا۔ یہ ہی ہم کہتے ہیں۔

حاشیہ.....☆

ذاتی عطائی کا ثبوت

ہدایت دینے کون؟

ذاتی

ہدایت دینے والا اللہ عزوجل ہے۔

عطائی

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبد الرحمن بن ابی عمیرہ وکان من اصحاب رسول اللہ ﷺ عن النبی ﷺ ثم انه قال لمعاویہ اللہم اجعلہ ہادیا مہدیا واهد بہ۔

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔

(سنن الترمذی باب مناقب لمعاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۸۷ رقم الحدیث ۳۸۴۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۰۸ رقم ۲۸ مطبوعہ دار لکتب العلمیۃ بیروت)، (مسند الشامیین ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۳۱۱ ص ۱۹۰ رقم الحدیث ۳۳۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ ج ۸ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۲۵-۱۲۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاستیعاب ذکر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۱۲ رقم ۱۸۵۵ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال ثم اللہم اجعلہ ہادیا مہدیا واهد بہ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔

(الحکم الاوسط ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۶۵۶ مطبوعہ دار الحرمین القاہرہ)، (الاستیعاب ذکر عبد الرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۸۴۳ رقم ۱۳۳۵ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

ذاتی

ان اللہ بالناس الرؤف رحیم۔

ترجمہ: بے شک اللہ لوگوں پر بہت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳)

وان اللہ بکم رؤف رحیم۔

ترجمہ: بے شک اللہ مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ النور آیت نمبر ۲۰)

حاشیہ.....☆

وان الله بكم لرؤف رحيم-

ترجمہ: اور بے شک اللہ تم پر مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ الحدید آیت نمبر ۹)

ربنا انك رءوف رحيم-

ترجمہ: اے ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ الحشر آیت نمبر ۱۰)

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل رؤف بھی ہے اور رحیم بھی۔ وہ رب قدوس اپنے بندوں پر رحمت کرنے والا ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے میں اس کی مہربانیوں کے بے شمار جلوے نظر آتے ہیں۔ مخلوق کے ہر فرد کی زندگی میں بے شمار نعمتیں اور آسائشیں اسی رب کریم و مہربان کی عنایت و رحمت سے ہیں۔

یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں اور اس نے اپنے بندوں کو یہ صفات عطا فرمائی ہیں ان کے لیے یہ صفات عطائی ہیں بالخصوص سرور عالم ﷺ تو جملہ عالمین کے لیے رحمۃ العلمین بنا کر بھیجے گئے اس لیے آپ رحیم بھی ہے اور رؤف بھی۔

لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤف الرحيم-

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول آیا جس پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہارا بڑا خیر خواہ مومنوں پر بڑا فیق و رحیم۔

(سورہ توبہ آیت نمبر ۱۲۸)

پچھلی آیات میں اللہ عزوجل شانہ کی صفات حسنہ کریمہ رؤف اور رحیم بتائی گئی ہیں۔ آیت مذکورہ میں رسول اللہ ﷺ کے لئے رؤف اور رحیم بتایا گیا ہے بس رب کریم کے لئے یہ صفات عالیہ حقیقی ذاتی ہیں اور حضور ﷺ کے لئے بطور صورت صفت عطائی ہیں یعنی حقیقتاً اللہ جل شانہ مومنوں کے لئے رؤف اور رحیم ہے اور حضور ﷺ اس کی عطا سے۔ یہ دونوں صفات رسول اکرم ﷺ کی قرآن میں مذکور ہیں جو انکار کرے کافر ہو جائے گا اب دونوں کو ملا کر کہ اللہ بھی رؤف رحیم ہے اور حضور ﷺ بھی رؤف رحیم ہیں اب نتیجہ نکالے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر رؤف رحیم ہے حضور ﷺ اس کی عطا سے بلکہ اللہ جل شانہ کی رحمت اور فضل مومنوں کو رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے ملتا ہے۔

امام نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

وعن جریر قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ارحم من في الارض ير حملك من في السماء۔ رواه الطبرانی و رجاله رجال الصحيح۔

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ان پر رحم کرو جو زمین میں ہیں تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد مع الفوائد باب ما جاء من الناس ج ۸ ص ۱۹۰ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (المعجم الكبير طبرانی ج ۱ ص رقم الحدیث ۲۳۳۸-۲۳۵۰

مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق)، (المعجم الكبير طبرانی ج ۲ ص ۳۵۶ رقم الحدیث ۲۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم، اتم الموصل) حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۱۰۔

کنز العمال رقم الحدیث ۵۹۷۵۔ جامع المسند و سنن جریر ابن عبد اللہ رقم الحدیث ۱۵۸۷)، (الجامع الصغير فی احادیث اشیر اندریس ج ۱ ص ۲۴ رقم الحدیث

۹۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۶۱۹ مطبوعہ دارالاصحی الریاض)

.....☆ حاشیہ

اللہ کریم ہے:

یا ایہا الانسلان ما غرک بربک الکریم۔

ترجمہ: اے انسان تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے رب کریم کے بارے میں۔

(سورہ انفطار آیت نمبر ۶)

غیر اللہ بھی کریم ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولہم اجر کریم۔

ترجمہ: اور ان کے لیے اجر کریم ہے۔

(سورہ الحدید آیت نمبر ۱۸)

انہ القرآن کریم۔

ترجمہ: بے شک یہ عزت والا قرآن ہے۔

(سورہ الواقعة آیت نمبر ۷۷)

لا الہ الا ہو رب العرش الکریم۔

ترجمہ: کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک ہے۔

(سورہ المؤمن آیت نمبر ۱۱۶)

انہ لقول رسول کریم۔ ۵ وما ہو بقول شاعر قلیلاً ما تؤمنون ۵ ولا بقول کاہن قلیلاً ما تذکرون۔

(سورہ الحاقة آیت نمبر ۳۲-۳۰)

انہ لقول رسول کریم۔

ترجمہ: بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔

(سورہ التکویر آیت نمبر ۱۹)

عطائی

قال رسول اللہ ﷺ اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ۔

(المراسل لابی داؤد ص ۳۷۷ رقم الحدیث ۵۱۱ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الاستیعاب
در عبد اللہ بن عمر ؓ ابنی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۹۲۸ رقم ۱۵۸۰ مطبوعہ دار النجیل بیروت)، (سنن ابن ماجہ ابواب الادب باب اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ ص
۳۶۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (الاصابة فی تیز السحاب ذکر جریر بن عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۴۷۵ رقم ۱۱۳۸ مطبوعہ دار النجیل بیروت)، (طہرانی الاوسط ج ۵ ص
۳۶۷ رقم الحدیث ۵۵۸۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی قاہرہ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کو ایک ذی کے بدلہ میں قتل کر دیا اور فرمایا جو
لوگ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے زیادہ کریم ہوں۔

(سنن دار قطنی ج ۳ رقم الحدیث ۳۲۳۲)

حاشیہ.....☆

وقال انا اكرم من وفي بدمته هذا خطا من وجهين احدهما وصلة بذكر بن عمر فيه وانما هو۔
(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ دارالباہز مکتبہ المکتبہ)
پچھلی آیات میں رسول کریم سے جبریل علیہ السلام مراد ہیں۔ آیات مذکورہ میں متعدد چیزوں کو کریم کہا گیا ہے اجر کریم قرآن کریم
عرش کریم اور جبریل کریم جس سے معلوم ہوا کہ یہ اللہ عطا سے کریم ہیں۔
اللہ ولی الذین امنوا۔

ترجمہ: اللہ ولی ہے ایمان والوں کا۔

انما ولیکم اللہ ورسوله والذین امنوا۔

ترجمہ: تمہارا ولی ہے اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے۔

ولی مددگار اور کارساز کو کہتے ہیں یعنی مدد کرنے والا اور کام بنانے والا۔

پہلی آیت کریمہ سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ مومنوں کا مددگار و کارساز ہے۔

دوسری آیت کریمہ میں بطور خلافت رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء کو بھی مسلمانوں کا مددگار و کارساز بتایا گیا ہے۔ اور
حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بے آواز بلند فرماتے ہوئے سنا کہ سنو فلاں شخص کی
آل میرے ولی نہیں ہیں میرا ولی اللہ ہے اور نیک مومن میرے ولی ہیں۔

(صحیح مسلم ج ۱۱ ص ۱۱۵۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)۔ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۸۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عطانی

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

.....من كنت وليه فعلى وليه۔

ترجمہ: جس کا میں مولیٰ ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کا مولیٰ ہے۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۶۸۹ رقم الحدیث ۱۱۷۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۳۳ھ روایت کرتے ہیں۔

ثم اخذ بيد علي رضي الله عنه فاقامه وقال من كان الله ورسوله وليه فهذا وليه۔

ترجمہ: پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر حضور ﷺ نے فرمایا جس کا مولیٰ اللہ اور اس کا رسول ہے تو یہ اس کا مولیٰ ہوگا۔

(الحادیث البخاری ج ۲ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۱۱۷۷ مطبوعہ مکتبہ المدینۃ المکرمہ)

حافظ غماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۷ھ روایت کرتے ہیں۔

ان الله ولي المؤمنين و من كنت وليه فهذا وليه۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں کا مولیٰ ہے اور جس کا میں مولیٰ ہوں تو یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا مولیٰ ہے۔

(السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۳۵۲ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام محبت الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ متوفی ۶۹۳ھ لکھتے ہیں۔

قال ان عليا مني وانا منه وهو ولي كل مومن بعدى۔

ترجمہ: فرمایا حضور ﷺ نے کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مولیٰ ہے اس کا جو مومن ہے میری بعد۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکرانہ من النبی واندولیٰ کل مومن من بعدہ ص ۶۸ مطبوعہ دارالکتب المصریہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

من كنت وليه فعلي وليه۔ (حسن)

ترجمہ: جس کا میں مولیٰ ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کا مولیٰ ہے۔

(الجامع الصغير فی احادیث البشير اللہ بحرف الحسم ج ۲ ص ۵۴۲ رقم الحدیث ۹۰۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

فان العزة لله جميعا۔

ترجمہ: بے شک عزت تو سب اللہ کے لئے ہے۔

ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين۔

ترجمہ: اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔

عزت میں عظمت شان و شوکت اور رعب و دبدبہ سب شامل ہیں۔ پہلی آیت کریمہ میں عزت ساری اللہ جل شانہ کے لئے بتائی گئی۔

دوسری آیت کریمہ میں عزت اللہ جل شانہ اس کے رسول ﷺ اور مومنین کا ملین کے لئے بتائی گئی۔

الله يتوفى الانفس حين موتها

ترجمہ: اللہ قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت۔

(سورہ الزمر آیت نمبر ۴۲)

قل يتوفكم ملك الموت الذي و كل بكم۔

ترجمہ: اے نبی فرما دو! کہ تمہاری جانوں کو ملک الموت قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

رسلنا يتوفونهم۔

ترجمہ: ہمارے رسول انہیں فوت کرتے ہیں۔

پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جان قبض کرنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ دوسری تیسری آیت کریمہ میں موت کے فرشتے

کی طرف۔ یعنی حقیقتاً جان قبض کرنے والا اللہ ہے اور حکم الہی سے فرشتے۔

بہت سی صفات خداوندی اس کے بندوں میں ہیں۔ (۱) علیم (۲) سمیع (۳) بصیر (۴) خبیر۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ قرآن مجید

میں اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں اپنے لئے ان کا ذکر فرمایا ہے۔

واعلموا ان الله بكل شيء عليم۔

ترجمہ: اور جان لو بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

(البقرة آیت نمبر ۲۳۱)

حاشیہ.....☆

وهو السميع العليم-

ترجمہ: بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

(سورہ انبیاء آیت نمبر ۴)

انه عليم بذات الصدور-

ترجمہ: بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

(سورہ زمر آیت نمبر ۷)

وهو عليم بذات الصدور-

ترجمہ: اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

والله خبير بما تعملون-

ترجمہ: اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے۔

ان الله عليم خبير-

ترجمہ: اللہ بے شک علیم خبیر ہے۔

یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں اور بغیر کسی اسباب کے وہ دیکھتا ہے جانتا ہے سنتا ہے باخبر ہے یہ ہم سب کا عقیدہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ صفات اپنی مخلوق کو عطا فرمائی ہیں ان کے لئے یہ عطائی صفات ہیں۔

عطائی مثالیں

و بشروہ بغلام علیم-

(سورہ الزاریات پارہ ۲۶)

ترجمہ: اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔ اسی آیت میں حضرت اسحاق علیہ السلام کو علیم کہا گیا ہے دوسری آیت کریمہ میں ہے:

فبشرناه بغلام حلیم-

(سورہ الصافات پارہ ۲۳)

یہاں حلیم سے حضرت اسماعیل علیہ السلام مراد ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے حلیم کی صفت سے نوازا۔ حالانکہ حلیم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو وہی بات ہوئی کہ حلیم اللہ کا ذاتی صفت ہے اور اسماعیل علیہ السلام کی عطائی۔

انسی حفیظ علیم-

ترجمہ: بے شک میں حفیظ اور علیم ہوں۔

(سورہ یوسف آیت نمبر ۵۵)

اس آیت میں دو صفتیں اللہ تعالیٰ کی حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے بیان ہوئی ہیں حالانکہ یہ دونوں صفتیں اللہ کی ہیں۔

الرحمن فاسئل به خبیرا-

ترجمہ: وہ بڑی مہر والا تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھیے۔

(سورہ الفرقان پارہ ۱۹)

حاشیہ.....☆

اس آیت میں خیر حضور ﷺ کے لیے کہا گیا ہے حالانکہ خیر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو ماننا پڑے گا کہ خیر اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اور نبی پاک ﷺ کے لئے عطائی۔

ہر انسان سمیع و بصیر ہے
انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلناه سميعاً بصيراً۔

(سورہ الدھر پارہ ۲۹)

اس آیت میں سمیع و بصیر ہر انسان کو کہا گیا ہے تو ثابت ہوا کہ سمیع و بصیر اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت اور انسان کی عطائی۔
هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئ عليم۔
ترجمہ: وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

(سورہ الحدید آیت نمبر ۳ پارہ ۲۷)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات کا ذکر ہے۔ (۱) اول (۲) آخر (۳) ظاہر (۴) باطن (۵) علیم۔
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوہ کے مقدمہ میں یہ جملہ صفات حضور ﷺ کے لیے ثابت فرمائی ہیں۔
وہ بھی اسی قاعدہ پر کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں لیکن یہی صفات اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائی ہیں مثلاً آپ ﷺ اول ہیں اس بنا پر کہ آپ کی تخلیق موجودات میں سب سے اولیٰ ہے اور آخر میں اس لیے کہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں اور ظاہر اس لیے کہ آپ کے انوار نے سب کو گھیر رکھا ہے جس سے سارا جہان روشن ہے اور باطن اس لیے کہ آپ کے وہ اسرار ہیں جن کی حقیقت کا ادراک ناممکن ہے اور قرب و بعید کے لوگ آپ کے جمال و کمال میں دنگ ہو کر رہ گئے ہیں اور وہو بكل شئ عليم اس لیے کہ وہ فوق کل ذی علم علیم کی صفات آپ ہی میں موجود ہیں۔

مولی اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت:

قرآن مجید میں ہے:

بل الله مولکم۔

ترجمہ: بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

(پارہ ۳ سورہ آل عمران)

ثم ردوا الى الله مولهم الحق۔

(سورہ الانعام پارہ ۷ آیت نمبر ۲۶)

ان الله مولکم نعم المولی ونعم النصیر۔

ترجمہ: پس جان لو کہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے تو کیا یہی اچھا مولیٰ ہے اور کیا یہی اچھا مددگار۔

(پارہ ۱۹ سورہ الانفال آیت نمبر ۴۰)

هو مولنا۔

(سورہ تحریم آیت نمبر ۲)

هو مولکم۔

☆ حاشیہ.....

ترجمہ: وہ تمہارا مولیٰ ہے۔

(سورہ حج آیت نمبر ۷۸)

واللہ مولکم۔

ترجمہ: اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

(سورہ تحریم آیت نمبر ۲)

انت مولنا۔

ترجمہ: تو ہمارا مولیٰ ہے۔

(سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۸۶)

ذالك بان الله مولی الذین امنوا وان الکافرین لا مولی لهم۔

(سورہ محمد آیت نمبر ۱۱)

قرآن کی ان آیات سے واضح ہے کہ مولیٰ اللہ ہے مولیٰ اس وحدہ لا شریک کا صفاتی نام ہے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک جنگ کے موقع پر کفار سے فرمایا:

اللہ مولنا ولا مولیٰ لکم۔

ترجمہ: اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور (اے کافرو) تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۷۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اور مقام پر فرمایا

لا یقل العبد السیدہ مولای فان مولکم اللہ عزوجل۔

ترجمہ: کوئی غلام اپنے آقا کو ”میرا مولیٰ“ نہ کہے کیونکہ بے شک سب کا مولیٰ اللہ عزوجل ہے۔

(مسلم شریف کتاب الاطلاق من الادب وغیرہ باب حکم اطلاق لفظ العبد والامۃ والمولیٰ والسید ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عطائی مثالیں

قرآن و احادیث و عرف عرب اور شریعت اسلام میں مولیٰ کا اطلاق غیر اللہ پر بار بار ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فان الله هو موله وجبریل وصالح المؤمنین والملائکة بعد ذلك ظہیر۔

ترجمہ: تو بے شک اللہ اس کا مولیٰ ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

(سورہ التحریم آیت نمبر ۲)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد قشنا علی بن الجعد قال سمعت مقاتلا یقول ثم فی قول الله عزوجل فان الله هو مولاه

جبریل وصالح المؤمنین قال ابوبکر و عمر و علی۔

ترجمہ: علی بن جعد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے سنا جو کہتے تھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ذکر فرمایا کہ فان الله هو

مولاه جبریل وصالح المؤمنین۔ فرمایا ابوبکر، عمر علی رضی اللہ عنہم۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۴۱۶ رقم الحدیث ۶۳۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حاشیہ.....☆

وان يخلدكم فمن ذا الذي ينصركم من بعده۔

(سورہ آل عمران ۱۶۰)

ولا يجدن من دون الله ولياً ولا نصيراً۔

(سورہ النساء آیت نمبر ۱۲۳)

ولا يجدون لهم من دون الله ولياً ولا نصيراً۔

(سورہ النساء سورہ الاحزاب ۱۷۰)

وما النصر الا من عند الله۔

(سورہ الانفال آیت نمبر ۱۰)

قرآن پاک کی ان آیات مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ نصیر ”اللہ“ ہے وہی مددگار ہے کسی کی مدد و نصرت کرنا اسی کے دست قدرت میں ہے۔

مددگار عطائی:

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

من انصاري الى الله قال الحواريون نحن انصار الله۔

(سورہ آل عمران آیت نمبر ۵۲)

ولينصرون الله من ينصره۔

ترجمہ: اور بے شک اللہ ضرور مدد کرے۔ اس کی جو اس کی مدد کرے گا۔

(سورہ الحج آیت نمبر ۴۰)

يا ايها الذين امنوا ان تنصروا الله ينصركم ويثبت اقدامكم۔

ترجمہ: اے ایمان والوں اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

(سورہ محمد آیت نمبر ۷)

واجعل لنا من لدنك ولياً واجعل من لدنك نصيراً۔

ترجمہ: اے اللہ ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے۔

(سورہ النساء آیت نمبر ۷۴)

ولی

یہ لفظ اللہ عز و جل کی صفت ہے اور بندگان خدا کے لیے اس کا استعمال مجازاً ہے گویا یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہے اور بندگان خدا کے

لیے عطائی۔

الله ولي الذين امنوا يخرجهم من الظلمت الى النور۔

ترجمہ: اللہ ایمان والوں کا انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

(سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۵۷)

حاشیہ.....☆

وهو الولی الحمید۔

(سورہ شوریٰ آیت نمبر ۲۸)

واللہ ولی المؤمنین۔

ترجمہ: اور ایمان والوں کا ولی اللہ ہے۔

(سورہ آل عمران آیت نمبر ۶۸)

عطائی مثالیں

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا.....الخ۔

ترجمہ: بے شک اللہ تمہارا ولی ہے اور اس کا رسول ﷺ اور ایمان والے۔

نحن اولیاء کم فی الحیوة الدنیا والآخرۃ۔

ترجمہ: ہم تمہارے ولی ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

ان الذین امنوا وهاجروا وجاهدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ وانذین او و نصروا اولئک بعضهم اولیاء بعض۔

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اللہ کے لیے گھربار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

اس آیت میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اولیاء کا لفظ استعمال ہوا اور یہ بھی کہ ہر صحابی ولی ہیں۔

ان آیات اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ذاتی اور عطائی کا یہ عقیدہ اہل سنت و جماعت بریلوی کا اختراع نہیں بلکہ قرآن و احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔ اور بالخصوص مسئلہ علم غیب کے بارے میں چند حوالا جات ملاحظہ فرمائیں:

عطائی علم غیب کا ثبوت

علامہ سید شریف رحمۃ اللہ علیہ حواشی کشف میں فرماتے ہیں۔

وانما لم یجز الاطلاق فی غیرہ تعالیٰ لانہ یتبادر منہ تعلق علمہ بہ ابتداء فیکون تناقضا اما اذا قید وقیل اعلمہ اللہ تعالیٰ الغیب او اطلعه علیہ فلا محذور فیہ۔

ترجمہ: علم غیب کا اطلاق غیر اللہ پر اس لئے ناجائز ہے کہ اس سے غیر اللہ کے علم کا غیب کے ساتھ ابتداء (بالذات) متعلق ہونا متبادر ہوتا ہے تو اس طرح تناقض لازم آتا ہے لیکن اگر علم غیب کے ساتھ کوئی قید لگا دی جائے اور یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو اس صورت میں کوئی ممانعت نہیں۔

(حاشیہ سید الشریف علی الکشاف ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ تہران)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واما الذی علیہ دلیل فلا یمتنع ان تقول نعلم من الغیب مالنا علیہ دلیل ویفید الکلام ولا یلتبس۔

ترجمہ: اور غیب جس پر دلیل ہے پس آپ کا یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس میں ہمارے لئے دلیل ہے۔ یہ کلام مفید ہے اور اس میں کوئی التباس نہیں۔

(تفسیر الکبیر ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ.....☆

تفسیر غرائب القرآن و غائب الفرقان میں ہے۔

لم ينف الا الدراية من قبل نفسه وما نفى الدراية من جهة الوحي۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات سے جاننے کی نفی فرمائی ہے خدا کے بتائے سے جاننے کی نفی نہیں فرمائی۔

(تفسیر غرائب القرآن تفسیر المنیما پوری ج ۸ ص ۲۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

نیم الریاض میں ہے۔

لم يكلفنا الله الايمان بالغيب الا وقد فتح لنا باب غيبه۔

ترجمہ: ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کا جب بھی حکم دیا ہے کہ اپنے غیب کا دروازہ ہمارے لئے کھول دیا ہے۔

(نیم الریاض فصل من ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب ج ۳ ص ۱۵۱)، (زقانی علی المواہب ج ۷ ص ۲۰۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

تفسیر بیضاوی میں ہے۔

وهو قسمان قسم لا دلیل علیہ وهو المعنى بقوله تعالى وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو

وقسم نصب علیہ دلیل كالصانع وصفاته واليوم الآخر واحواله۔

ترجمہ: غیب کی دو اقسام ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ فرمان باری تعالیٰ وعنده مفاتيح الغيب..... الخ سے یہی مفہوم

ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم ہو جیسے صانع (ذات باری تعالیٰ) اور اس کی صفات، یوم آخرت اور احوال قیامت۔

(انوار التنزیل ج ۱ ص ۲۷ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ثم هذا الغيب ينقسم الى ما عليه دليل والى ما ليس عليه دليل۔

ترجمہ: غیب کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ ہے جس پر دلیل قائم ہو اور دوسری وہ جس پر دلیل قائم نہ ہو۔

(تفسیر الکبیر ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ الفاضل اکمل الشیخ اسمعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۳ھ لکھتے ہیں۔

وهو قسمان قسم لا دلیل علیہ وهو اريد بقوله سبحانه وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو

وقسم نصب علیہ دلیل كالصانع وصفاته۔

ترجمہ: غیب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ اور فرمان باری تعالیٰ وعنده مفاتيح الغيب..... الخ سے یہی مراد

ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم ہو جیسے صانع اور اس کی صفات۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

پہلی فصل..... آیات قرآنیہ کے بیان میں

قل لا اقول لكم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب۔

ترجمہ: تم فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ کہو کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں۔

(پارہ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۵۰)

اس آیت کی چار توجہیں مفسرین نے کی ہیں اولاً تو یہ کہ علم غیب ذاتی کی نفی ہے۔ دوم یہ کہ کل علم غیب کی نفی ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ کلام تواضع انکسار کے طور پر بیان فرمادیا گیا ہے۔ چہارم یہ کہ آیت کے معنی یہ ہیں میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں غیب جانتا ہوں۔ یعنی دعویٰ علم غیب کی نفی نہ کہ علم غیب کی۔ ملاحظہ ہوں تفاسیر۔

تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

يحتمل ان يكون ولا اعلم الغيب عطفاً على لا اقول لكم اي قل لا اعلم الغيب فيكون فيه دلالة ان الغيب بالاستقلال لا يعلمه الا الله۔

ترجمہ: اس آیت میں یہ احتمال بھی ہے کہ لا اعلم کا عطف لا اقول پر ہو یعنی اے محبوب فرمادو کہ میں غیب نہیں جانتا تو اس میں دلالت اس پر ہوگی کہ غیب بالاستقلال یعنی ذاتی سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

(تفسیر نیشاپوری ج ۶ ص ۱۱۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابي مصر)

تفسیر بیضاوی یہ ہی آیت۔

لا اعلم الغيب مالم يوح الي او لم يتصب عليه دليل۔

ترجمہ: میں غیب نہیں جانتا جب تک اس کی مجھ پر وحی نہ کی جاوے یا کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔

(انوار التنزيل ج ۲ ص ۳۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یا اس سے مراد کل علم کی نفی ہے۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قوله لا اعلم الغيب يدل على اعترافه بانه غير عالم بكل المعلومات۔

ترجمہ: یہ فرمان کہ میں غیب نہیں جانتا حضور علیہ السلام کے اس اقرار پر دلالت کرتا ہے کہ آپ سارے معلومات نہیں جانتے۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہ کلام بطور تواضع و انکسار فرمایا گیا۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وانما نفى عن نفسه الشريفة هذه الاشياء تواضعاً لله تعالى واعترافاً للعبودية فلست اقول شيئا من ذلك ولا ادعيه۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے ان چیزوں کی اپنی ذات کریمہ سے نفی فرمائی رب کے لئے عاجزی کرتے ہوئے اور اپنی بندگی کا اقرار فرماتے ہوئے یعنی میں اس میں سے کچھ نہیں کہتا اور کسی چیز کا دعویٰ نہیں کرتا۔

(باب التاویل فی معانی التنزيل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر عرائس البیان میں ہے۔

وتواضع حين اقام نفسه مقام الانسانية بعد ان كان اشرف خلق الله من العرش الى الثرى و اظهر من الكبر و بتين والروح حانين خضوعاً لجبروته وخشوعاً لملكوته۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے انکسار فرمایا کہ اپنی ذات کو انسانیت کی جگہ میں رکھا ورنہ آپ از عرش تا فرش ساری مخلوق میں اشرف ہیں اور ملائکہ اور روحانین سے زیادہ سترے ہیں۔ حق تعالیٰ کی شان جباری کے سامنے عاجزی کے طور پر اس کی سطوت کے سامنے پستی کے اظہار کے طریقہ پر یہ فرمایا۔

یہ دعویٰ علم غیب کی نفی ہے کہ میں علم غیب کا دعویٰ نہیں کرتا۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے۔
ای لا ادعی المقدرة علی کل المقدورات والعلم بکل المعلومات۔
ترجمہ: یعنی میں تمام مقدورات پر قدرت رکھنے اور تمام معلومات کے جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا۔
تفسیر کبیر یہی آیت۔

ای لا ادعی کونی موصوفاً بعلم الله و بمجموع هذین الکلامین حصل انه لا یدعی الالهية۔
ترجمہ: یعنی میں اللہ کے علم کے متصف ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور ان دونوں باتوں کے مجموعہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں یہی آیت۔

عطف علی عندی خزائن الله ولا مذیلة مذکرة للنفی ای ولا ادعی انی اعلم الغیب من افعاله
تعالی علی انها عندی ولكن لا اقول لكم فمن قال ان نبی الله لا یعلم الغیب فقد اخطا فيما اصاب۔
ترجمہ: اس کا عطف عند خزائن اللہ پر ہے اور لازائدہ ہے نفی کا یاد دلانے والے یعنی میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ خدا کے افعال میں غیب جانتا ہوں اس بنا پر کہ خزائن اللہ میرے پاس تو ہیں مگر میں یہ کہتا نہیں۔ تو جو شخص یہ کہے کہ نبی اللہ غیب نہیں جانتے تھے اس نے غلطی کی اس آیت میں جس میں یہ مصیب تھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر مدارک یہی آیت۔

ومحل لا اعلم الغیب النصب عطفاً علی محل عندی خزائن الله لانه من جملة المقول کانه قال
لا اقول لكم هذا القول ولا هذا القول ولا اعلم الغیب۔
ترجمہ: ولا اعلم الغیب کا اعراب زیر ہے عندی خزائن اللہ کے محل پر عطف کی وجہ سے کیونکہ یہ بھی کہی ہوئی بات میں سے ہے گویا آپ نے یوں فرمایا کہ میں تم سے نہ یہ کہتا ہوں اور نہ یہ۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ مکتبہ القرآن والنہ پشاور)

تفسیر نیشاپوری۔ ای قل لا اعلم الغیب فیکون فیہ دلالتہ علی ان الغیب باستقلال لا یعلم الا الله۔

(تفسیر نیشاپوری ج ۶ ص ۱۱۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

نکتہ: اس آیت میں لا اقول دو جگہ پر ہے پہلے لا اقول کے بعد دو چیزوں کا ذکر ہے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ غیب جانتا ہوں۔ دوسرے لا اقول کے بعد صرف ایک چیز کا ذکر ہے میں نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ اس لئے کہ پہلے دو میں تو دعویٰ کی نفی ہے اور مدعی کا ثبوت اور دوسرے قول میں دعویٰ دونوں کی نفی ہے۔ یعنی میرے پاس اللہ کے خزانے بھی ہیں اور میں غیب بھی جانتا ہوں۔ مگر ان کا دعویٰ نہیں کرتا۔ حدیث پاک میں ہے۔ اوتیت منافع خزائن الارض۔ (مشکوٰۃ باب فضائل

سید المرسلین) یعنی مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں اور علم غیب کی احادیث ہم پیش کر چکے ہیں۔ اور نہ واقع میں فرشتہ ہوں اور نہ اس کا دعویٰ کرتا ہوں۔ اگر یہ نکتہ نہیں۔ تو ایک ہی جگہ لا اقول کافی تھا۔ دو جگہ کیوں لایا گیا اگر ہماری بیان کی ہوئی تو ہمیں نہ کی جاویں تو یہ آیت مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ بعض علم غیب تو وہ بھی مانتے ہیں۔ اور یہ آیت بالکل نفی کر رہی ہے۔ نیز یہاں لکم میں کفار سے خطاب ہے یعنی اے کافروں میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے ہیں تم تو چور ہو۔ چوروں کو خزانے نہیں بتائے جاتے۔ تم شیطانوں کی طرح اسرار کی چوری نہ کر لو۔ رب تعالیٰ نے بھی شیطان کو آسمان پر جانے سے اسی لئے روکا کہ وہ چور ہے۔ یہ تو مدیق سے کہا جاوے گا کہ مجھے خزانہ الہیہ کی کنجیاں سپرد ہوئیں نیز یہاں عندی فرما کر بتایا کہ خزانہ میرے پاس نہیں میری ملک میں ہیں۔ کیوں کہ خزانہ خزانچی کے پاس اور مالک کی ملک میں ہوتا ہے۔ میں خزانچی نہیں کیا نہ دیکھا کہ ان کے اشارہ پر بادل برسنا۔ ان کی انگلیوں سے چشمے جاری ہوئے۔

ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير۔

ترجمہ: اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی۔

(پارہ ۹ سورہ ۷۷ آیت نمبر ۱۸۸)

اس آیت کے بھی مفسرین نے تین مطلب بتائے ہیں۔ ایک یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کلام بطور انکسار کے ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں تمام معلومات الہیہ جاننے کی نفی کرنا مقصود ہے۔ تیسرے یہ کہ علم غیب ذاتی کی نفی ہے۔ نسیم الریاض میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقوله ولو كنت اعلم الغيب فان المنفى علمه من غير واسطة واما اطلاعه عليه السلام باعلام الله تعالى فامر متحقق بقوله تعالى فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول۔

ترجمہ: علم غیب کا ماننا اس آیت کے منافی نہیں کہ ولو كنت اعلم الغيب الخ کیونکہ نفی علم بغیر واسطہ کی ہے لیکن حضور علیہ السلام کا غیب پر مطلع ہونا اللہ کے بتانے سے واقع ہے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے فلا يظهر على غيبه الخ کل معلومات الہیہ جاننے کی نفی ہے۔ (نسیم الریاض ومن ذلک ما طلع علیہ من الغیوب ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ گجرات ہند)

شرح مواقف میں میر سید شریف فرماتے ہیں۔

الاطلاع على جميع المغيبات لا يجب للنبي و لذا قال عليه السلام لو كنت اعلم الغيب (الایة) وجميع مغيبات الدنيا والاخرة فالجواب انه قال ذلك تواضعا۔

ترجمہ: تمام غیبوں پر مطلع ہونا نبی کے لئے ضروری نہیں اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ولو كنت اعلم الغيب الآية تمام غیب غیر متناہی ہیں۔ (یہ کلام انکسار کے طور پر ہے اگر تم کہو کہ یہ آیت گزشتہ کلام کے خلاف ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کو تمام دینی و دنیاوی غیبوں پر مطلع کر دیا گیا تو جواب یہ ہے کہ یہ کلام لا اعلم الغيب بطور انکسار فرمایا گیا ہے۔

تفسیر خازن میں جمل حاشیہ جلال اسی آیت کے ماتحت نقل کیا۔

فان قلت قد اخبر النبي عليه السلام عن المغيبات قد جاءت احاديث في الصحيح بذلك وهو من اعظم معجزاته فكيف الجمع بينه وبين قوله لو كنت اعلم الغيب قلت يحتمل ان يكون قاله تواضعا وادبا والمعنى لا اعلم الغيب الا ان يطلعني الله عليه و يقدره لي و يحتمل ان يكون قال ذلك قبل ان يطلعه الله على الغيب فلما اطلعه الله اخبر به۔

ترجمہ: پس اگر تم کہو کہ حضور علیہ السلام نے بہت سے غیبوں کی خبر دی ہے اور اس کے متعلق بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ اور علم

غيب تو حضور عليه السلام کا بڑا معجزہ ہے تو ان باتوں میں اور اس آیت میں لو کنت اعلم الغیب میں مطابقت کس طرح ہوگی تو میں کہوں گا کہ یہاں احتمال یہ ہے کہ یہ کلام انکسار کے طریقہ پر فرمایا ہو اور اس کے معنی یہ ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا بغیر خدا کے بتائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کلام غیب پر مطلع ہونے سے پہلے کا ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو غیب پر مطلع فرمادیا تو خبریں دیں۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۸۰)، (فتوحات الالبیہ تفسیر جمل ج ۳ ص ۱۵۸)

علامہ سیمان جمل نے فتوحات الہیہ حاشیہ جلالین جلد دوم صفحہ ۲۵۸ میں اسی کی مثل فرمایا۔

ای قل لا اعلم الغیب فیکون فیہ دلالة علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلم الا اللہ۔

ترجمہ: یعنی فرمادو کہ میں غیب نہیں جانتا الخ پس اس میں آیت اس پر دلالت ہے کہ غیب بالاستقلال یعنی ذاتی خدا کے سوائے کوئی نہیں جانتا۔

(فتوحات الہیہ حاشیہ جلالین جلد دوم ص ۲۱۷ مطبوعہ کراچی)

تفسیر صاوی یہی آیت۔

او ان علمہ بالمغیب کلا علم من حیث انه لا قدرة له علی تغیر ما قدر اللہ فیکون المعنی حیث ان لو کان لی علم حقیقی بان اقدر علی ما ارید وقوعه لاستکثرت من الخبر۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کا علم غیب جانتا نہ جاننے کی طرح ہے۔ کیونکہ آپ کو اس چیز کے بدلنے پر قدرت نہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادیں۔ تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھ کو علم حقیقی ہوتا اس طرح کہ میں اپنی مراد کے واقع کرنے پر قادر ہوتا تو خیر بہت سی جمع کر لیتا۔

(تفسیر صاوی ج ۲ ص ۳۰۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہ تو جیسہ نہایت ہی نفیس ہے کیونکہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو تکلیف نہ پہنچتی۔ اور صرف کسی چیز کا جانتا خیر جمع کرنے اور مصیبت سے بچنے کے لئے کافی نہیں جب تک کہ خیر کے حاصل کرنے اور مصیبت سے بچنے پر مستقل قدرت نہ ہو۔ مجھ کو علم ہے کہ بڑھاپا آوے گا اور اس وقت مجھ کو یہ تکالیف پہنچیں گی۔ مگر مجھے پڑھاپے کے دفع کرنے پر قدرت نہیں۔ مجھے آج خبر ہے کہ غلہ چند روز کے بعد گراں ہو جاوے گا۔ کہ میرے پاس آج روپیہ نہیں کہ بہت ساعلہ خرید لوں خرید نہیں سکتا۔ معلوم ہوا کہ خیر حاصل کرنا مصیبت سے بچنا علم اور قدرت دونوں پر موقوف ہے اور یہاں قدرت کا ذکر نہیں۔ تو علم غیب سے وہ علم مراد ہے جو قدرت حقیقی کے ساتھ ہو یعنی علم ذاتی جو لازم الوہیت ہے جس کے ساتھ قدرت حقیقی لازم ہے ورنہ آیت کے معنی نہیں درست ہوتے۔ کیونکہ مقدم اور ثانی میں لزوم نہیں رہتا اور اس کے بغیر قیاس درست نہیں ہوتا۔

نیز دیوبندی تو اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ اگر میں غیب جانتا تو بہت خبر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی مصیبت نہ پہنچتی۔ مگر چونکہ نہ میرے پاس خیر ہے اور نہ مصیبت سے بچا لہذا غیب نہیں جانتا۔

ہم یہ ترجمہ کر سکتے ہیں کہ غور کر لو اگر میرے پاس خیر ہو اور میں مصیبت سے بچوں تو سمجھ لو کہ مجھے علم غیب بھی ہے میرے پاس بہت خیر تو ہے۔ من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا (پارہ ۳ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۶۹) نیز انا اعطینک الکواثر۔ نیز بعنہم الکتاب والحکمۃ۔ (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۶۷) اور میں مصیبت سے بھی محفوظ کہ رب تعالیٰ نے فرمایا واللہ یعصمک من الناس لہذا مجھے علم غیب بھی ہے۔ یہ آیت تو علم غیب کے ثبوت میں ہے نہ کہ انکار میں۔

روح البیان یہی آیت۔

وقد ذهب بعض المشائخ الى ان النبی علیہ السلام كان يعرف وقت الساعة باعلام الله وهو لاينا في الحصر في الایة كما لا يخفى۔

ترجمہ: بعض مشائخ اس طرف گئے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کا وقت بھی جانتے تھے اللہ کے بتانے سے اور ان کا یہ کلام اس آیت کے حق کے خلاف نہیں۔ جیسا کہ مخفی نہیں اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی ان کو وہ ہی جانتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۲۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مفسرین نے فرمایا ہے کہ مفاتیح الغیب (غیب کی کنجیوں) سے مراد یا تو غیب کے خزانے ہیں۔ یعنی سارے معلومات الہیہ کا جانتا یا اس سے مراد ہے غیب کو حاضر کرنے یعنی چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہونا۔ کیونکہ کنجی کا کام یہ ہی ہوتا ہے کہ اس سے قفل کھولا جائے اور اندر کی چیز باہر اور باہر کی چیز اندر کر دی جائے اسی طرح حاضر کو غائب اور غائب کو حاضر کرنا یعنی پیدا کرنے اور موت دینے کی قدرت پروردگار ہی کو ہے۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فكذلك ههنا لما كان عالما بجميع المعلومات عبر هذا المعنى بالعبارة المذكورة وعلى التقدير الثاني المراد منه القدرة على كل الممكنات۔

ترجمہ: جب کہ پروردگار تمام معلومات کا جاننے والا ہے تو اس مطلب کو اس عبارت سے بیان کیا اور دوسری صورت پر مراد اس سے سارے ممکنات پر قادر ہونا ہے۔

(تفسیر کبیر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقلم تصويرها الذي هو مفتاح يفتح به باب علم تكوينها على صورتها وكونها هو الملكوت فبقلم ملكوت كل شئ يكون كل شئ وقلم الملكوت بيد الله لان الغيب هو علم التكوين۔

ترجمہ: ان چیزوں کے نقش باندھنے کا قلم جو ایسی کنجی ہے جس سے ان چیزوں کے پیدائش کا دروازہ کھولا جاتا ہے (ان کی مناسب صورتوں پر) وہ ہی ملکوت ہے پس ہر چیز کے ملکوت کے قلم سے ہر چیز کی ہستی ہوتی ہے اور ملکوت کا قلم اللہ کے ہاتھ میں اس لئے کہ غیب سے مراد پیدا کرنے کا جانتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لان الله تعالى لما كان عالما بجميع المعلومات عبر هذا المعنى بهذا العبادة وعلى التفسير الثاني يكون المعنى وعنده خزائن الغيب والمراد منه القدرة الكاملة على كل الممكنات۔

ترجمہ: کیونکہ رب تعالیٰ جب تمام معلومات کا جاننے والا ہے تو اس کے معنی کو اس عبارت سے بیان کیا اور دوسری تفسیر پر اس کے معنی یہ ہو گئے کہ اس کے نزدیک غیب کے خزانے ہیں اور اس سے مراد ہے ہر ممکن چیز پر قدرت کاملہ۔

(تفسیر خازن مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یا اس سے مراد ہے کہ غیب کی کنجیاں بغیر تعلیم الہی کوئی نہیں جانتا۔ تفسیر عرائس البیان میں ہے۔

قال الحریری لا يعلمها الا هو ومن يطلع عليها من خليل وحبيب اي لا يعلمها ولون و الاخرون قبل اظهاره تعالى ذلك لهم۔

ترجمہ: حریری نے فرمایا کہ ان کنجیوں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور سوائے ان محبوبوں کے جن کو اللہ خبردار کرے کوئی نہیں جانتا یعنی ان کو اگلے پچھلے اللہ کے ظاہر فرمانے سے پہلے نہیں جانتے۔

تفسیر عنایت القاضی یہی آیت۔

وجه اختصاصها به تعالى انه لا يعلمها كما هي ابتداء الا هو۔

ترجمہ: ان غیب کی کنجیوں کے خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جیسی وہ ہیں اس طرح ابتداء خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(عنایۃ القاضی علی التفسیر المبیحاوی ج ۳ ص ۷۳ مطبوعہ دار صار بیروت)

اس آیت کے اُردو مطلب نہ بیان کئے جاویں تو نام نے بتائے تو یہ محاشین کے بھی خلاف ہے کیونکہ بعض علم غیب وہ بھی مانتے ہیں۔ اور اس میں علم غیب کی بالکل نفی ہے۔

نکتہ: بعض صاحبوں نے مجھ سے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس جگہ ایک نکتہ لکھا ہے وہ یہ کہ اس آیت میں ہے۔ عندہ مفاتح الغیب (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۹) دوسری میں ہے له مقالید السموت والارض (پارہ ۲۲ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۶۳) مفاتح اور مقالید دونوں کے معنے ہیں کنجیاں اور اگر مفاتح کا اول و آخر حرف یعنی م، ح، لو اور مقالید کا اول و آخر حرف یعنی م، و لو تو بنتا ہے محمد (ﷺ) جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ ذات رسول اللہ ﷺ ہی ظہور عالم کی کنجی ہے لا یعلمها الا هو میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام جیسے ہیں ویسا کوئی نہیں جانتا۔ حقیقت محمد یہ کورب ہی جانے مفاتح جمع اس لئے بولا کہ آپ کی ہر ادا رحمت، ساجی ہے آپ کا نور عالم کی کنجی کل الخلق من نودی قیامت میں آپ کا سجدہ شفاعت کی کنجی ہے جنت میں آپ کا نام ہر نعمت کی کنجی اور جنت میں آپ کا جانا سب کے لئے جنت کے کھلنے کی کنجی ہے۔ دیکھو ہماری کتاب شان حبیب الرحمن۔

نکتہ: اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اب یہ سوال ہے کہ اس کنجی سے کسی کے لئے دروازہ غیب کھولا بھی گیا یا نہیں؟ یا کسی کو کوئی کنجی دی گئی یا نہیں؟ اس کا جواب قرآن وحدیث سے پوچھو قرآن فرماتا ہے۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا (پارہ ۲۶ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۱) ہم نے آپ کے لئے ظاہر طور پر کھول دیا۔ کیا کھول دیا؟ اس کی نفیس تو جہیں ہماری کتاب شان حبیب الرحمن من آیات القرآن میں دیکھو۔ قفل اور کنجی میں وہ ہی چیز رکھی جاتی ہے۔ جو کھول کر نکالنی ہو اور جسے نکالنا نہ ہو۔ وہ زمین میں دفن کر دی جاتی ہے۔ پتہ لگا کہ غیب کسی کو دینا تھا اس لئے کنجی بھی بھیجی۔

حدیث میں ہے۔ اوتیت مفاتیح خزائن الارض۔ مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو کنجی دی بھی گئی آپ ﷺ کے لئے فتح باب بھی ہوا۔

قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ۔

ترجمہ: تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے وہ آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔

(پارہ ۲۰ سورہ ۷۲ آیت نمبر ۶۵)

اس آیت کے بھی مفسرین نے دو مطلب بیان فرمائے غیب ذاتی کوئی نہیں جانتا۔ کلی غیب کوئی نہیں جانتا۔

تفسیر المودج جلیل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

معناه لا یعلم الغیب بلا دلیل الا اللہ او بلا تعلیم او جمیع الغیب۔

ترجمہ: اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ بغیر دلیل یا بغیر بتائے یا سارے غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(خالص الاعتقاد ۱۵ مطبوعہ دارالرضا لاہور)

تفسیر مدارک یہ ہی آیت۔

والغیب ما لم یقم علیہ دلیل ولا اطلع علیہ مخلوق۔

ترجمہ: غیب وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہ کیا گیا ہو۔

(تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنة پشاور)

مدارک کی اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ ان کی اصطلاح میں جو علم عطائی ہو وہ غیب نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں۔ اب کوئی اشکال ہی نہیں رہا۔ جس آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے اس آیت کے کچھ آگے ہے۔ ما من غائبة فی السماء والارض الا فی کتب مبین۔ (پارہ ۲۰ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۷۵) جس سے معلوم ہوا کہ ہر غیب لوح محفوظ یا قرآن میں محفوظ ہے۔

فتاویٰ امام نووی میں ہے۔

ما معنی قول الله لا یعلم من فی السموات و اشباه ذلك مع انه قد علم ما فی غد فی الجواب معناه لا یعلم ذلك استقلالاً و اما المعجزات و الکرامات فحصلت باعلام الله لا استقلالاً۔

ترجمہ: آیت لا یعلم من فی السموات وغیرہ کے کیا معنی ہیں۔ حالانکہ حضور علیہ السلام آئندہ کی باتیں جانتے ہیں جواب اس کے معنی یہ ہیں کہ غیب کو مستقل طور پر (ذاتی) کوئی نہیں جانتا لیکن معجزات اور کرامات پس یہ رب کے بتانے سے حاصل ہوئے نہ کہ بالاستقلال۔

(فتاویٰ الامام النووی ص ۱۷۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر کی فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں۔

ما ذکرناه فی الایة صرح به النووی فی فتاواه فقال لا یعلم ذلك استقلالاً و علم احاطة بكل المعلومات۔

ترجمہ: ہم نے اس آیت کے بارے میں جو کچھ کہا اس کی امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے انہوں نے کہا کہ غیب مستقل طور پر سارے معلومات الہیہ کو کوئی نہیں جانتا۔

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۶۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

شرح شفاء خفاجی میں ہے۔

هذا الاینا فی الایة الدالة علی انه لا یعلم الغیب الا الله فان النفسی علما من غیر واسطة اما اطلاعه علیہ باعلام الله فامرہ متحقق۔

ترجمہ: کلام ان آیات کے خلاف نہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ نفی بے واسطہ علم کی ہے لیکن اللہ کی تعلیم سے جانتا یہ ثابت ہے۔

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اگر اس آیت کے یہ مطلب نہ مانے جاویں تو مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ بھی بعض غیبوں کا علم حضور علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ اور اس میں بالکل نفی ہے۔ نیز انہوں نے شیطان و ملک الموت کو علم غیب مانا ہے دیکھو براہین قاطعہ صفحہ ۵ پھر اس آیت کا کیا مطلب

بتائیں گے قرآن کریم میں ہے ان الحکم الا للہ حکم خدا کے سوا کسی کا نہیں لہ ما فی السموت وما فی الارض (پارہ ۶ سورہ ۴ آیت نمبر ۱) خدا کی ہی وہ تمام چیزیں ہیں جو آسمان و زمین میں ہیں۔ و کفی باللہ شہیداً۔ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۷۹) اللہ کافی گواہ ہے۔ و کفی باللہ وکیل (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۸۱) اللہ کافی وکیل ہے۔ و کفی باللہ حسیباً (پارہ ۴ سورہ ۴ آیت نمبر ۶) اللہ کافی حساب لینے والا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حکومت ملکیت گواہی، وکالت حساب لینا سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اب بادشاہ کو حاکم ہر شخص کو اپنی چیزوں کا ملک مشرکین کو وکیل محاسب اور عام لوگوں کو مقدمات کا گواہ مانا جاتا ہے۔ یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ان آیات میں حکومت ملکیت وغیرہ سے حقیقی اور ذاتی مراد ہے اور دوسروں کے لئے یہ اوصاف بہ عطائے الہی مانے گئے اسی طرح آیات غیب میں بھی توجیہ کرنا لازم ہے کہ حقیقی کی غیر سے نفی ہے اور عطائی کا ثبوت۔

وما علمناه الشعر وما ينبغي له ان هو الا ذکر وقرآن مبين۔

ترجمہ: اور ہم نے اس کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

(پارہ ۲۳ سورہ یس آیت نمبر ۶۹)

مفسرین نے اس آیت کے تین مطلب بتائے ہیں اولیہ کہ علم کے چند معنی ہیں۔ جاننا بلکہ (مشق و تجربہ وغیرہ) اس جگہ علم کے دوسرے معنی مراد ہیں۔ یعنی ہم نے نبی کریم ﷺ کو شعر گوئی کا ملکہ نہ دیا نہ یہ کہ ان کو اچھا برا صحیح غلط شعر پہچاننے کا شعور نہ دیا۔ دوسرے یہ کہ شعر کے دو معنی ہیں ایک تو وزن و قافیہ والا کلام (غزل) دوسرے جھوٹی اور وہمی و خیالی باتیں چاہے نظم ہوں یا نثر اس آیت میں یہ دوسرے معنی ہی مراد ہیں۔ یعنی ہم نے ان کو جھوٹی اور وہمی باتیں نہ سکھائیں وہ جو کچھ فرماتے ہیں حق ہے۔ تیسرے یہ کہ شعر سے مراد اس جگہ اجمالی کلام ہے۔ یعنی ہم نے ان کو ہر چیز کی تفصیل بتائی ہے نہ کہ معنی اور جمالی باتیں و تفصیلاً لکل شئی علم بمعنی ملکہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ و علمنه صنعة لبوس لکم (پارہ ۱۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۸۰) اور ہم نے ان کو تمہارا ایک پہنا دینا سکھایا۔

دلیلی نے حضرت جابر سے روایت کیا۔

علموا بینکم الرمی۔

ترجمہ: یعنی اپنی اولاد کو تیرا اندازی سکھاؤ۔

(الفردوس بما ثور الخطاب ج ۳ ص ۱۱ رقم الحدیث ۳۰۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

والاصح انه كان يحسنه ولكن كان يميز جيد الشعر وردیه۔

ترجمہ: زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ شعر بخوبی پڑھتے تھے لیکن اچھے اور ردی شعر میں فرق فرما لیتے تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۵۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان یہ ہے آیت ان المحرم علیہ انما هو انشاء الشعر آپ کے لئے شعر بنانا منع تھا۔ شعر کے معنی ہیں جھٹکا کام کفار ملکہ کرتے تھے کہ قرآن کریم شعر ہے اور حضور علیہ السلام شاعر ہیں بنی ہو شاعراً اس شعر سے مراد تھی جھوٹا کلام تو ان کے اس ملکہ کی تردید اسی آیت نے کر دی کیونکہ فرمایا گیا ہے۔ ان هو الا ذکر وقرآن مبين۔ (پارہ ۲۳ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۱۹) وہ تو انہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن یہاں اگر شعر سے مراد منظوم کلام ہو تو اس عبارت سے آیت کا کیا تعلق ہوگا۔

مدارک یہی آیت۔ (پارہ ۲۳ سورہ یس آیت نمبر ۶۹)

ای و ما علمنا النبی علیہ السلام قول الشعر او ما علمناه بتعلیم القرآن الشعر علی معنی ان القرآن لیس شعر۔

ترجمہ: یعنی ہم نے نبی علیہ السلام کو شعر کہنا نہ سکھایا یا ہم نے ان کو قرآن کی تعلیم سے شعر نہ سکھایا۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم شعر نہیں۔ (تفسیر مدارک التنزیل ج ۲ ص ۲۰۴ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنة پشاور)

خازن یہی آیت۔

ولما نفی ان یکون القرآن من جنس الشعر قال الله تعالى ان هو الا ذکر و قرآن مبین۔
ترجمہ: جبکہ اس کی تردید فرمادی کہ قرآن کریم شعر کی جنس سے ہو تو رب تعالیٰ نے فرمادیا کہ نہیں ہے وہ مگر نصیحت اور روشن کتاب۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)
قیل ان کفار قریش قالوا ان محمداً شاعر و ما یقولہ شعر فانزل الله تکذیباً لهم و ما علمناه الشعر۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ کفار قریش نے کہا تھا کہ حضور علیہ السلام شاعر ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں (قرآن) وہ شعر ہے اس کی تکذیب کے لئے رب تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

تنبیہ: اس جگہ مخالفین یہ سوال کرتے ہیں کہ روایات میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام کی زبان پاک شعر کے موافق نہ تھی یعنی آپ کو شعر پڑھتے تھے تو وزن بگڑ جاتا۔ دیکھو اسی خازن میں ہے۔

ای ما یسهل له ذلك و ما یصلح منه بحیث لو اراد نظم شعر لم یتات لذلك۔

ترجمہ: یعنی آپ کو شعر پڑھنا آسان نہ تھا اور آپ سے درست نہ ادا ہوتا تھا اگر کسی شعر کو نظم فرمانے کا ارادہ فرماتے تو نہ ہو سکتا تھا یعنی ہم نے آپ کو اس طرح کیا ہے کہ اگر آپ شعر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو نہ ہو سکتا تھا۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

مدارک ای جعلناه بحیث لو اراد قراءه شعر لم یتات له ولم یسهل۔

ترجمہ: یعنی ہم نے آپ کو اس طرح کیا ہے کہ اگر آپ شعر پڑھنے کا ارادہ فرمائیں تو آسان نہ ہو۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۰۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنة پشاور)

تفسیر کبیر میں ہے۔

وما یسهل له حتی انه ان تمثل له بیت شعر سمع منه مزاحفاً۔

ترجمہ: آپ کو شعر آسان نہیں یہاں تک کہ اگر کسی کو ادا فرمانے کا ارادہ فرمائیں تو آپ سے ٹوٹا ہوا سنا جاتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۰۴-۳۰۵ مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت)

اس کا جواب یہ ہے کہ شعر کا علم اور ہے شعر کا پڑھنا اور بڑے بڑے شعر اور علماء کا کر پڑھ نہیں سکتے بہت سے نعت خواں اور اقوال علم شعر نہیں رکھتے مگر شعر پڑھنے پر پورے قادر ہوتے ہیں۔ آپ روٹی پکانا جانتے نہیں مگر اچھی بری موٹی باریک خوب جان لیتے ہیں۔

آپ کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو شعر پڑھنے کا ملکہ اور مشق نہ تھی۔ نہ کہ شعر کی پہچان نہ تھی۔ یہ ہی ہم نے کہا تھا۔ حضور علیہ السلام کو بعض شعر پسند تھے اور بعض ناپسند۔

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

كان احب الحديث عليه السلام الشعر وايضا كان ابغض الحديث اليه عليه السلام الشعر۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کو شعر بہت پسند بھی تھا اور نہایت ناپسند بھی۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۵۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے بعض شعراء کے شعر پڑھے ہیں اور ان کی تعریف فرمائی ہے جیسے کہ الاكل شني ماما خلا الله باطل اگر اچھے برے شعر کی پہچان نہیں تو یہ تعریف فرمانا کیسا؟ شعر سے مراد اجمالی یعنی غیر مفصل کلام اور معنی ہیں۔ روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال الشيخ الاكبر اعلم ان الشعر محل للاجمال واللغز والتورية اي ما مرنا محمداً عليه السلام شنيا ولا الغزنا ولا خطبناه بشني ونحن نريد شينا ولا جعلنا له الخطاب حيث لم يفهم۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ شعر اجمالی اور پھسلنے اور اشاروں کا مقام ہے یعنی ہم نے حضور علیہ السلام کے لئے کسی چیز کے اشارے نہ کئے اور نہ یہ کیا کہ ہم ارادہ کچھ فرمائیں اور خطاب کچھ کریں اور ان سے اس طرح اجمالی کلام نہ فرمایا کہ سمجھ میں نہ آوے۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۵۰۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

مناظر اہل سنت مفتی عبد المجید سعیدی رضوی مدظلہ العالی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں۔

علم شعر کی تحقیق

رہی سورۃ یسین شریف کی آیت وما علمنه الشعر وما ينبغي له الاية۔ جس کا ترجمہ معترض نے اس طرح کیا ہے ”اور نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سیکھائے اور نہ ہی اس کے لائق ہے۔“ (ملاحظہ ص ۲۲) تو یہ بھی اس کی جہالت قبیحہ کا نتیجہ ہے کیونکہ اس کا دعویٰ علم غیب کے متعلق ہے جبکہ شعر کا علم غیب سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر شعر کی نفی علم غیب کی نفی کی دلیل ہے تو اس کا ثبوت علم غیب کا ثبوت ہوگا اور تمام شعراء معترض کے طور پر عالم الغیب قرار پائیں گے۔ پس شعر، علم غیب نہیں تو معترض کی دلیل غلط ہوئی۔ علم غیب ہے تو وہ بقلم خود بہت ہی بڑا مشرک ہوا کیونکہ وہ اس سے ایک دو، دس، بیس اور سو پچاس نہیں اربوں کمر بوں شعراء کو علماء الغیب مان چکا ہے۔

باقی اس سے یہ سمجھنا بھی اس کی سخت جہالت ہے کہ آپ ﷺ کو کلام منظوم کی پہچان نہیں دی گئی کیونکہ آیت ہذا میں بنیادی طور پر الشعر سے مراد کلام منظوم مراد نہیں بلکہ کلام منظوم کے ماخذ کی نفی مراد ہے جو وہم اور کذب ہے اور معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو جس کلام سے نوازا ہے وہ وہی خیالی نہیں کہ کذب ہو بلکہ وہ ترجمان حق و حقیقت ہے جس کی دلیل اس آیت کا اگلا حصہ بھی ہے جسے معترض شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گیا ہے اور وہ یہ ہے ”ان هو الا ذکر وقرآن مبین“ یعنی وہ تو محض نصیحت اور قرآن مبین ہے اگر الشعر سے مراد کلام منظوم ہو تو آیت کا یہ آخری حصہ اس سے مربوط نہیں رہتا کیونکہ اشعار بھی تو نصیحت پر مبنی ہوتے ہیں جیسا کہ پند نامہ، نصیحت نامہ، اور تحفہ نصائح کتابیں اس کی واضح دلیل ہیں۔ جو منظوم ہیں ورنہ اس کا کیا مطلب بنے گا کہ قرآن شعر نہیں بلکہ نصیحت ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ہے کہ بعض کفار و مشرکین حضور ﷺ کو شاعر کہتے تھے جب یہ امر حقیقت ثابتہ اور نہایت واضح تھا کہ آپ ﷺ شاعری اور شعر گوئی بمعنی معروف کرتے ہی نہیں تھے تو ان کا آپ کو شاعر کہنے کا کیا معنی؟ کیا وہ لوگ اتنا بے وقوف تھے کہ انہیں نظم و نثر کا فرق بھی معلوم

حاشیہ.....☆

نہیں تھا؟ چنانچہ پ ۱۱ الانبیاء آیت نمبر ۵ میں ہے بل هو شاعر۔ نیز پ ۲۹ سورۃ الحاقہ آیت نمبر میں ہے۔ انہ لقول رسول کریم وما هو بقول شاعر۔ نیز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے قصہ میں ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی کو حضور ﷺ کے ہاں حالات کا جائزہ لے کر آنے کی غرض سے پوچھا ان کے بھائی نے واپس آ کر انہیں بتایا رایتہ یا ممر بمکارم اخلاق و کلاما ما هو بالشعر۔ یعنی میں نے آپ کو بزرگ اخلاق کا حکم دیتے دیکھا اور آپ سے ایسا کلام سنا جو شعر نہیں ملاحظہ ہو۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۳-۵۴۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

وبطریق اخر

اسے یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ شعر گوئی میں چونکہ زیادہ تر تخیل کا دخل ہوتا ہے اور تخیلات غلط بھی ہو سکتے ہیں خصوصاً جب کہ کسی متعین کلام منشور سے ہٹ کر نظم کی زبان میں مضمون تشکیل دینا ہو اس لئے ایسے کلام عموماً جھوٹ پر مبنی یا کم از کم کذب آمیز ضرور ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو شعر گوئی سے دور اور محفوظ رکھا پس اس صورت میں پیش نظر آیت شعر سے نتیجہ شاعری مراد

قرار پائے گا اور اس کا مفہوم یہ بنے گا کہ ہمارا یہ کلام ہمارے محبوب کا خود ساختہ اور شعر (جھوٹ و باطل) کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ ہم نے انہیں شعر گوئی کے فن کی مہارت اور اس کا ملکہ ہی نہیں دیا اس تقدیر پر علم بمعنی ملکہ ہوگا جو عربی میں مروج اور ثابت ہے چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا و علمنہ صنعة لبوس لکم یعنی ہم نے اپنے پیغمبر داؤد علیہ السلام کو تمہارے لیے زر ہیں بنانے کا ملکہ عطا فرمایا ملاحظہ ہو (پ ۱۱ الانبیاء آیت نمبر) جبکہ ملکہ کی نفی علم بمعنی دانستن کی نفی ہرگز نہیں سینکڑوں امور کو ہر شخص جانتا ہے کہ اس طرح سے کیے جاتے ہیں مگر جب انہیں کر کے دکھانے کو کہا جائے تو وہ نہیں کر سکتے۔ ہر ایک کو معلوم ہے روٹی بنا کر توے پر نہیں ڈال سکتے پس اسے معترض کا حضور ﷺ کی معاذ اللہ علم کی نفی کی دلیل سمجھنا خود اس کی اپنی کم علمی اور جہالت ہے جب کہ یہاں ملکہ کی نفی بھی آپ ﷺ کی عظمت ہے جیسے امی ہونا آپ کے لئے شان ہے۔ فافہم ولا تمکن من الغافلین لاسیما الوہابیین۔

(علم النبی ﷺ ص ۷۸-۸۰ مطبوعہ قادریہ پبلشرز کراچی)

احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے بعض شعراء کے شعر پڑھے ہیں اور بعض شعراء کی تعریف فرمائی ہے:

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن عائشة قالت ذکر عند رسول اللہ ﷺ الشعر فقال رسول اللہ ﷺ هو کلام فحسنہ حسن و قبیحہ قبیح رواہ الدارقطنی وروی الشعبی عن عروۃ مرسلًا۔

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور ﷺ کے حضور مبارک میں اشعار کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک ایسا کلام ہے کہ اس کا اچھا، اچھا ہے اور اس کا برا، برا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف باب البیان والشعر الفصل الثانی ص ۳۱۰-۳۱۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (کامل ابن عدی ج ۳ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الادب المفرد ص ۲۹۹ رقم الحدیث ۸۶۳ مطبوعہ دار البیضاء الاسلامیہ بیروت)

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غزوہ خندق کے دن مٹی کھود رہے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کا پیٹ مبارک

حاشیہ.....☆

خاک آلود ہو گیا اور آپ ﷺ یہ منظوم کلام پڑھ رہے تھے۔

والله لو لا الله ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا

اللہ کی قسم اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فانزلن سكينه علينا وثبت الاقدام ان لا قينا

پس تو ہم پر طمانیت نازل فرما اور دشمن کے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ

ان لا اله الا انت قد بعونا عنا ان ارادوا قتلة ابينا

بے شک پہلوؤں نے ہمارے خلاف بغاوت کی اگر وہ ہم کو قتلہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے اور رسول

اللہ ﷺ اپنا امینا کا تکرار کرتے اور اس پر آواز کو بلند فرماتے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد والسر باب الرجز فی الحرب و رفع الصوت فی حفر الخندق ج ۳ ص ۱۱۰۳ رقم الحدیث ۲۸۷۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن

الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۲۶۹ رقم الحدیث ۸۸۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۳۳۰ رقم الحدیث ۱۸۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث

العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۳۹۷ رقم الحدیث ۲۵۳۵ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۷۹ رقم الحدیث

۲۶۰۶۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ کان فی بعض المشاهد وقد دمیّت اصبعه فقال

هل انت الا اصبع دمیّت

وفی سبیل اللہ ما لقیّت

ترجمہ: حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کسی جہاد میں تھے کہ آپ ﷺ کی انگشت

مبارک خون آلود ہو گئی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

تو ایک انگلی ہے جو خون آلود ہوئی۔ اور تو نے جو پایا اللہ کی راہ میں پایا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد ج ۳ ص ۱۰۳۱ رقم الحدیث ۲۶۲۸ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الترمذی ج ۵ ص ۲۲۲ رقم الحدیث ۳۳۳۵ مطبوعہ دار احیاء

التراث العربی بیروت)، (مسند ابویعلیٰ ج ۳ ص ۱۰۱ رقم الحدیث ۱۵۳۳ مطبوعہ دار المأمون للتراث دمشق)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۸۰ رقم الحدیث

۲۶۰۷۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)

امام ابویعلیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن شریح عن عائشة رضی اللہ عنہا قال قیل لها هل کان النبی ﷺ یتمثل بشیء من الشعر؟

قالت کان یتمثل بشعر ابن رواحة رضی اللہ عنہ و یتمثل ویقول:

ویاتیک بالاکخبار من لم تزود۔

وقال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: حضرت شریح روایت کرتے ہیں کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا حضور نبی اکرم ﷺ شعر بھی

پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا (ہاں) آپ ﷺ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھتے:

منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك۔

ترجمہ: ان نبیوں میں سے کسی کا احوال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا۔

(پارہ ۲۳ سورہ ۳۰ آیت نمبر ۷۸)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے چند توجہیں فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں تمام انبیاء کے حالات کا علم دینے کی نفی نہیں۔ بلکہ قرآن کریم میں صراحت ذکر کی نفی ہے۔ یعنی بعض انبیاء کے واقعات صراحتاً بیان نہ فرمائے۔ دوسرے یہ کہ ذکر تفصیلی کی نفی ہے۔ اور اجمالی ذکر سب کا فرمایا گیا ہے۔ تیسرے یہ کہ وحی ظاہر میں سب کا بیان نہ ہوا۔ وحی خفی میں سب کا ذکر فرمایا گیا۔ تفسیر صاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ان النبی علیہ السلام لم یخرج من الدنیا حتی علم جمیع الانبیاء تفصیلاً کیف لا وہم مخلقون منه وخلفہم لیلۃ الاسراء فی بیت المقدس ولكنه العلم المکنون وانما ترك بیان قصصہم لامتنہ رحمۃ بہم فلم یكلفہم الا بما كانوا یطیقون۔

حاشیہ..... ☆

تیسرے پاس وہ شخص خبریں لے کر حاضر ہوگا جسے تو نے ان کے لانے کے لئے زور دیا بھی نہیں دیا ہوگا۔ (سنن الترمذی کتاب الادب ج ۵ ص ۱۳۹ رقم الحدیث ۲۸۲۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۲۳۸ رقم الحدیث ۱۰۸۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۷۲ رقم الحدیث ۲۶۰۱۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض) امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عمرو بن الشرید رضی اللہ عنہ عن ابیہ قال ردفت رسول اللہ ﷺ یوماً فقال هل معک من شعر امیۃ بن ابی الصلت شیء؟ قلت نعم قال ہیۃ فانشدته بیتا فقال ہیۃ ثم انشدته بیتا فقال ہیۃ حتی انشدته مائۃ بیت۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شرید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سوار ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں امیہ بن الصلت کے اشعار میں سے کچھ یاد ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں (یا رسول اللہ!) آپ ﷺ نے فرمایا سناؤ میں نے ایک شعر سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اور سناؤ میں نے ایک اور شعر سنایا آپ ﷺ نے فرمایا اور سناؤ حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کو ایک سوا شعر کو سنائے۔

(صحیح مسلم کتاب الشرح ج ۳ ص ۶۷۷ رقم الحدیث ۲۳۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الارب المنہج ج ۱ ص ۲۷۸ رقم الحدیث ۵۹۹ مطبوعہ دار البیضاء الاسلامیہ بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۲۳۸ رقم الحدیث ۱۰۸۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (معلیٰ ایوم والعیلۃ للذہبی ج ۱ ص ۵۵۰ رقم الحدیث ۹۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۳ ص ۹۷ رقم الحدیث ۸۲۷۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۷ ص ۳۱۵ رقم الحدیث ۷۲۳۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم وافتح الموصل)

عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ قال کان اصحاب النبی ﷺ یتناشدون الشعر ورسول اللہ ﷺ یسمع۔
ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو اشعار سنایا کرتے جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ بھی سماعت فرماتے۔

(طبرانی کبیر ج ۲ ص ۲۲۱ رقم الحدیث ۱۹۱۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم وافتح الموصل)

اور تاریخ واسط کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے:

ورسول اللہ ﷺ یتبسم۔

ترجمہ: کہ حضور نبی اکرم ﷺ ان کے اشعار کو سن کر تبسم ریز بھی ہوا کرتے۔

(تاریخ واسط ج ۱ ص ۱۵۶ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

ترجمہ: حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ تمام انبیاء کو تفصیلاً جان لیا۔ کیونکہ نہ جانیں وہ سب پیغمبر آپ ہی سے پیدا ہوئے اور شب معراج بیت المقدس میں آپ کے مقتدی بنے لیکن یہ علم مکنوں ہے اور ان پیغمبروں کے قصے چھوڑ دیئے امت کے لئے ان پر رحمت فرماتے ہوئے پس ان کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

(تفسیر صادی ج ۵ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۵۰ میں ہے۔

هذا لا ينا في قوله تعالى منهم من لم نقصص عليك لان المنفى هو التفصيل والثابت هو الاجمال او النفي مقيد بالوحي الجلي والاثبات متحقق بالوحي الخفي۔

ترجمہ: یہ کلام اس آیت کے خلاف نہیں کہ منهم من لم نقصص عليك کیونکہ نفی تو علم تفصیلی کی ہے اور اثبات علم اجمالی کا ہے یا نفی وحی ظاہر (قرآن) کی ہے اور اثبات وحی خفی (حدیث) کا ہے۔

(مرقاۃ ج ۵ ص ۵۰)

قرآن فرماتا ہے:

كلا نقصص عليك من انباء الرسل ما ثبت به فؤادك۔

ترجمہ: اور سب کچھ ہم تم کو رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۱۲۰)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يوم يجمع الله الرسل فيقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انك انت علام الغيوب۔

ترجمہ: جس دن اللہ جمع فرما دیگا رسولوں کو۔ پھر فرما دیگا کہ تم کو کیا جواب ملا۔ عرض کریں ہمیں کچھ علم نہیں ہے شک تو ہی غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔

(پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۹)

مفسرین نے اس آیت کریمہ کی دو توجہیں فرمائی ہیں اولاً یہ کہ خدا یا تیرے علم کے مقابلہ میں ہم کو علم نہیں۔ دوسرے یہ کہ ادباً یہ عرض کیا گیا۔ تیسرے یہ کہ قیامت میں جس وقت نفسی نفسی فرمانے کا وقت ہوگا اس وقت انبیائے کرام یہ فرمائیں گے۔ بعد میں پھر عرض کریں گے کہ ہم نے اپنی قوم کو تبلیغ احکام کی مگر انہوں نے نہ مانا۔ وہ کفار کہیں گے کہ ہم کو احکام نہ پہنچے۔ جس پر امت مصطفیٰ علیہ السلام انبیائے کرام کی گواہی دے گی۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ (پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۹)

فعلى هذا القول انما نفوا العلم عن انفسهم وان كانوا علماء لان علمهم صار كلاً علم عند علم الله۔
ترجمہ: پس اس قول کی بنا پر پیغمبروں نے اپنی ذات سے علم کی نفی کی اگرچہ وہ جانتے تھے کیونکہ علم اللہ کے علم کے سامنے مثل نہ ہونے کے ہو گیا۔

(باب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مدارک میں ہے۔

قالوا ذلك تادبا اى علمنا ساقط مع علمك فكانه لا علم لنا۔

ترجمہ: ان انبیاء نے یہ عرض کیا ادباً یعنی ہمارا علم تیرے علم کے ساتھ ساقط ہے پس گویا ہم کو علم ہی نہیں۔

(تفسیر مدارک ج ۵ ص ۳۵۰ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

تفسیر کبیر میں ہے۔

ان الرسل علیہم السلام لما علموا ان الله عالم لا یجهل حلیم لا ینسفہ عادل لا یظلم علموا ان قولہم لا ینفید خیرا ولا یدفع شرا فالادب فی السکوت و تفویض الامر الی الله وعدله فقالوا الا علم لنا۔
ترجمہ: (ازخازن) انبیائے کرام نے جب جان لیا کہ اللہ عالم ہے بے علم نہیں۔ حلیم ہے سفیہ نہیں۔ انصاف والا ہے ظالم نہیں تو وہ سمجھ گئے کہ ان کی بات نہ تو بھلائی کا فائدہ دے گی اور نہ مصیبت کو دفع کرے گی۔ پس ادب خاموشی میں ہے اور معاملہ کو اللہ کے عدل کی طرف سپرد کر دینے میں ہے لہذا انہوں نے عرض کر دیا کہ ہم کو علم نہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۶۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر بیضاوی یہی آیت۔

وقیل المعنی لا علم لنا الی جنب علمک۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم کو تیرے علم کے مقابل علم نہیں۔

روح البیان میں ہے۔

ان هذا الجواب یکون فی بعض مواطن القيمة وترجع عقولہم الیہم فیشهدون علی قومہم انہم بلغوا الرسالة وان قومہم کیف ردوا علیہم۔

ترجمہ: یہ جواب قیامت کے بعض موقعوں میں ہوگا۔ اور اس کے بعد حواس قائم ہوں گے تو اپنی قوم پر گواہی دیں گے کہ ہم نے رسالت کی تبلیغ فرمادی اور ہمارے قوم نے کیا جواب دیا۔ (ملخصاً)

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۵۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔

ترجمہ: اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔

(پارہ ۲۶ سورہ الاحقاف آیت نمبر ۹)

اس سے مخالفین دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو نہ تو اپنی خبر تھی۔ نہ کسی اور کی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا۔ لیکن اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ اولاً یہ کہ اس آیت میں درایت کی نفی ہے نہ کہ علم کی۔ درایت انکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں۔ یعنی میں بغیر وحی اپنے قیاس سے یہ امور نہیں جانتا۔ وحی سے جانتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ یہ آیت حضور علیہ السلام کو یہ باتیں بتانے سے پہلے کی ہے۔ لہذا یہ منسوخ ہے۔

تفسیر صاوی میں ہے یہی آیت۔

ما خرج علیہ السلام من الدنیا حتی علمہ الله فی القرآن ما یعمل بہ وبالمومنین فی الدنیا الاخر اجمالاً وتفصیلاً۔

ترجمہ: کہ ان سے اور مومنین سے اور کافروں سے دنیا اور آخرت میں کیا کیا جاویگا۔ ان سے اور مومنین سے اور کافروں سے دنیا اور آخرت میں کیا کیا جاوے گا۔

(تفسیر صاوی ج ۵ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ملا عبد الرحمن ابن محمد مشقی رسالہ ناسخ و منسوخ میں فرماتے ہیں۔ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم نسخ بقولہ۔ انا

فتحنالك آیت ما ادری منسوخ ہے انا فتحنا لك سے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لما نزلت هذه الآية فرح المشركون فقالوا واللات والعزى ما امرنا وامر محمد الا واحد او ماله علينا من منزلة وفضل لولا انه ما ابتدع ما يقوله لا خبره الذي بعثه بما يفعل به فانزل الله عز وجل ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك (الاية) فقالت الصحابة هنيئا لك يا نبي الله قد علمت ما يفعل بك فما ذا يفعل بنا فانزل الله ليدخل المؤمنين والمؤمنات جنت (الاية) وانزل وبشر المؤمنين بان لهم من الله فضلا كبيرا وهذا قول انس وقتادة وعكرمة قالوا انما هذا قبل ان يخبر بغفران ذنبه وانما اخبر بغفران ذنبه عام الحديبية فنسخ ذلك۔

ترجمہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات و عزیٰ کی قسم ہمارا اور حضور علیہ السلام تو یکساں حال ہے ان کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوتے تو ان کو بھیجنے والا خدا انہیں بتا دیتا کہ ان سے کیا معاملہ کرے گا تو رب نے یہ آیت اتاری لی لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا بخشش ہے یہ حضرات انس اور قتادہ و عکرمہ کا قول ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت سے پہلے لی ہے جبکہ حضور علیہ السلام کو ان کی مغفرت کی خبر دی گئی تھی مغفرت کی خبر آپ کو حدیبیہ کے سال دی گئی تھی تو یہ آیت منسوخ ہو گئی۔

(الباب الاول فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگر کوئی کہے کہ آیت لا ادری خبر ہے اور منسوخ نہیں ہو سکتی تو اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ بہت سے علماء نسخ خبر جائز کہتے ہیں۔ جیسے وان تبدوا (الآیۃ) لا یکلف الله نفسا (پارہ ۳ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۸۶) سے منسوخ ہے ایسے ہی لا ادری کو ابن عباس و انس و ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انا فتحنا لك سے منسوخ مانا (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) در منثور ج ۷ ص ۳۷۷-۳۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت و ابوسعود ج ۶ ص ۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) دوسرے یہ کہ یہاں گویا فرمایا گیا۔ قل لا ادری اور قل امر ہے۔ نسخ کا تعلق اسی سے ہے۔ تیسرے یہ کہ بعض آیات صورت میں خبر اور معنی میں حکم ہیں جیسے کتب علیکم الصیام (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۸۳) واللہ علی الناس حج البیت (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۹۷) وغیرہ ان جیسی خبروں کا نسخ جائز ہے چوتھے یہ کہ اعتراض ہم پر نہیں بلکہ ان تفاسیر اور احادیث پر ہے جس سے نسخ ثابت ہے۔

اگر اس آیت کے مذکور بالا مطلب نہ بیان کئے جاویں تو صد ہا احادیث کی مخالفت ہوگی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن لواء الحمد ہمارے ہاتھ میں ہوگا آدم و آدمیان ہمارے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ شفاعت کبریٰ ہم فرمائیں گے۔ ہمارا خوش ایسا ہوگا۔ اس کے برتن اس طرح کے ہوں گے وغیرہ وغیرہ ابو بکر جنتی ہیں۔ حسن و حسین جو انان جنت کے سردار ہیں۔ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا خواتین جنت کی سردار ہیں۔ کسی کو فرمایا کہ تو جہنمی ہے۔ ایک آدمی بہت اچھا جہاد کر رہا ہے صحابہ کرام نے اس کی تعریف کی فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ آخر کا اس نے خود کشی کی۔ اگر معاذ اللہ حضور علیہ السلام کو اپنی بھی خبر نہ ہو تو اپنی اور دیگر حضرات کی یہ خبریں کس طرح سنا رہے ہیں وہ تو جس کے ایمان کی رجسٹری فرمادیں۔ وہ کامل مومن ہے۔ اس جگہ بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اختصار اسی پر کفایت کرتا ہوں خدا درست سمجھ عطا فرماوے۔ آمین۔

لا تعلمهم نحن نعلمهم۔

ترجمہ: تم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۰۱)

اس آیت سے منافقین دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور علیہ السلام دربار میں آنے والے منافقوں کو نہ پہچانتے تھے پھر علم غیب کیسا؟ مگر مفسرین نے اس آیت کی یہ توجیہ کی ہے کہ اس آیت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ولتعرفنہم فی لحن القول (پارہ ۲۶ سورہ محمد آیت نمبر ۳۰) اور ضرورتاً ان کو بات کے طریقہ سے پہچان لو گے لہذا یہ آیت منسوخ ہے یا یہ توجیہ ہے کہ بغیر ہمارے تائے ان کو نہیں پہچانتے۔ جمل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فان قلت کیف نفی عنه علم بحال المنافقین و اثبتہ فی قوله تعالیٰ ولتعرفنہم فی لحن القول فالجواب ان اية النفي نزلت قبل اية الاثبات۔

ترجمہ: اگر تم کہو کہ حضور علیہ السلام کے منافقین کا حال جاننے کی نفی کیوں کی گئی حالانکہ آیت ولتعرفنہم فی لحن القول میں اس کے جاننے کا ثبوت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کی آیت ثبوت کی آیت سے پہلے اتری ہے اس آیت کے بعد کوئی بھی منافق حضور علیہ السلام کی حرفت میں کلام نہ کرتا تھا۔ مگر حضور علیہ السلام ان کو پہچان لیتے تھے اور اس کے فساد باطن اور نفاق پر دلیل پکڑتے تھے۔ تفسیر بیضاوی یہی آیت۔

خفی علیک حالہم مع کمال فطنتک و صدق فراستک۔

ترجمہ: آپ پر ان کا حال باوجود آپ کی کمال سمجھ اور سچی مردم شناسی کے مخفی رہ گیا۔

(تفسیر بیضاوی ج ۳ ص ۱۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں اندازے سے پتہ لگانے کی نفی ہے۔ اگر اس آیت کی یہ توجیہیں نہ کی جاویں تو ان احادیث کی مخالفت ہوگی جن سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام منافقوں کو پہچانتے تھے۔ مگر پردہ پوشی سے کام لیتے تھے۔ یعنی شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۲۱ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

خطب رسول اللہ ﷺ یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان فانک منافق فاخرج منهم ناسا ففضیحهم۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا۔ پس فرمایا کہ اے فلاں نکل جا کیونکہ تو منافق ہے ان میں سے بہت سے آدمیوں کو رسوا کر کے نکال دیا۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۲۲۱)

شرح شفا للاحی قاری جلد اول صفحہ ۲۲۱ میں فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس كان المنفقون من الرجال ثلثة مائة ومن النساء مائة وسبعین۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ منافقین مرد تین سو تھے اور عورتیں ایک سو ستر۔

(شرح شفا للاحی ج ۱ ص ۲۳۱)

حاشیہ.....☆

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن يحيى الحلواني قال حدثنا الحسين بن محمد بن عمرو العنقري قال حدثنا ابي

حاشیہ.....☆

قال حدثنا اسباط بن نصر عن السدي عن ابي مالك عن بن عباس ثم في قوله وممن حولكم من الاعراب منافقون ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذاب عظيم قال قام رسول الله ﷺ يوم الجمعة خطيباً فقال قم يا فلان فاخرج فانك منافق اخرج يا فلان فانك منافقاً فاخرجهم بأسمائهم ففضحهم ولم يكن عمر بن الخطاب شهد تلك الجمعة لحاجة كانت له فلقبهم عمر وهم يخرجون من المسجد فاخبتهم استحياء انه لم يشهد الجمعة وظن الناس قد انصرفوا واختبوا هم من عمر فظنوا انه قد علم بامرهم فدخل عمر المسجد فاذا الناس لم ينصرفوا فقال له رجل ابشر يا عمر فقد فضح الله المنافقين اليوم فهذا العذاب الاول والعذاب الثاني عذاب القبر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ (التوبہ ۱۰۱) کی تفسیر میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا اے فلاں تو نکل جا تو منافق ہے۔ آپ ﷺ نے منافقوں کا نام لے لے کر ان کو مسجد سے نکال دیا اور ان کو رسوا کر دیا اسی دن کسی کام کی وجہ سے اس وقت تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں نہیں پہنچے تھے جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو وہ مسجد سے نکل رہے تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چھپ رہے تھے ان کا یہ گمان تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حقیقت واقعہ کا پتا چل گیا ہے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے آج منافقین کو رسوا کر دیا یہ ان پر عذاب اول تھا اور عذاب ثانی عذاب قبر ہے۔

(المعجم الاوسط ج ۱ ص ۲۳۱-۲۳۲ رقم الحدیث ۷۹۲ مطبوعہ دار الحرمین القاہرہ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

وروی الحافظ البیهقی من طریق ابی احمد الزبیری عن عن سفیان الثوری عن سلمة بن كهيل عن عياض بن عياض عن ابيه عن ابی مسعود قال خطبنا رسول الله ﷺ فقال: ان منكم منافقين فمن سميت فليقم قم يا فلان قم يا فلان قم يا فلان حتى عد ستا و ثلاثين۔

(السيرة النبوية ذكر اقوام خلفوا من العصاة غير هؤلاء ج ۳ ص ۲۵ مطبوعہ دار الكتب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج البیهقی، عن ابن مسعود قال: خطبنا رسول الله ﷺ فقال في خطبته ايها الناس ان منكم منافقين فمن سميت فليقم قم يا فلان قم يا فلان حتى عد ستا و ثلاثين۔

ترجمہ: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! بلاشبہ تم لوگوں میں منافقین موجود ہیں تو میں جس کا نام لوں وہ اٹھ جائے۔ اور فلاں اٹھ جا اور فلاں اٹھ جا۔ اس طرح چھتیس منافقوں کے نام لئے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۴ مطبوعہ دار الكتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۲۸۶ ج ۵ ص ۲۸۳-۲۸۴ مطبوعہ دار الكتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۳ رقم الحدیث ۲۲۳۰۲ مطبوعہ موسسة قرطبة مصر)، (حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين ص ۳۸۴ مطبوعہ دار الكتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا هاشم بن القاسم قال حدثني سليمان عن ثابت يعني البناني قال: اجتمع المنافقون فتكلموا

حاشیہ.....☆

بينهم، فقال رسول الله ﷺ ان رجلا منكم اجتمعوا فقالوا كذا وقالوا كذا فقوموا فاستغفروا الله واستغفر لكم فلم يقوموا فقال ذلك ثلاث مرات، فقال لتقومن او لا سمينكم باسمائكم، فقال: قم يا فلان فقاموا خزايا متقنعين۔

ترجمہ: حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ منافقین مجتمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں گفتگو کی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کچھ لوگ مجتمع ہوئے اور انہوں نے ایسا ایسا کیا کہ لہذا تم لوگ اٹھ جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ میں بھی تمہارے لئے استغفار کروں گا مگر کوئی نہ اٹھا۔ پھر حضور ﷺ نے اس طرح تین مرتبہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ خود اٹھ جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو ورنہ میں تمہارے نام لے کر پکاروں گا۔ بالآخر آپ نے فرمایا: اٹھ جاؤ اور وہ تمام کے تمام ذلیل و خوار ہو کر اٹھے۔ (طبقات الکبریٰ ابن سعد ذکر علامات النبوة بعد نزول الوحی علی رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام رازی "لا تعلمهم ونحن نعلمهم" سورہ توبہ پارہ ۹ آیت نمبر ۱۰ کے تحت لکھتے ہیں۔

عن السدی عن انس بن مالک قام النبی ﷺ خطيباً يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان فانك منافق اخرج يا فلان فانك منافق فاخرج من المسجد ناسا وفضحهم۔

ترجمہ: سدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے روز خطاب کے لئے کھڑے ہوئے پس فرمایا اے فلاں! تو نکل جا بے شک تو منافق ہے اے فلاں! تو (بھی) نکل جا بے شک تو (بھی) منافق ہے پس آپ نے (منافق) لوگوں کو مسجد سے رسوا کر کے نکال باہر کیا۔

(التفسیر الکبیر ج ۱۶ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمد بن محمد العمادی ابوسعود متوفی ۹۵ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما ان النبي ﷺ قام خطيباً يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان فانك منافق اخرج يا فلان فانك منافق فاخرج ناسا وفضحهم فهذا هو العذاب الاول۔

(تفسیر ابوسعود ج ۴ ص ۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

قال قام رسول الله ﷺ خطيباً يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان فانك منافق اخرج يا فلان فانك منافق فاخرج من المسجد۔

ترجمہ: حضور ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا اے فلاں! تو نکل جا تو منافق ہے۔ آپ ﷺ نے منافقوں کا نام لے لے کر ان کو مسجد سے نکال دیا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۱۱ ص ۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الدر المنثور ج ۴ ص ۲۸۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

قال الكلبي والسدی قام النبی ﷺ خطيباً يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان فانك منافق اخرج ناسا من المسجد وفضحهم فهذا هو العذاب الاول۔

(تفسیر بغوی ج ۲ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔
 قالہ ابن عباس قال وقام رسول اللہ ﷺ یوم جمعة خطیباً فقال یا فلان اخرج فانک منافق ویا فلان
 اخرج ففضحهم۔
 (زاد المسیر فی علم التفسیر لابن جوزی ج ۳ ص ۳۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۷ھ لکھتے ہیں۔
 وقال السدی عن ابی مالک عن ابن عباس فی هذه الآية قال قام رسول الله ﷺ خطیباً یوم الجمعة
 فقال اخرج یا فلان انک منافق واخرج یا فلان فانک منافق فاخرج من المسجد ناساً منهم فضحهم۔
 (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔
 اخرج ابن ابی حاتم والطبرانی فی الاوسط وغيرهما عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قام
 رسول الله ﷺ یوم جمعة خطیباً فقال قم فلان فاخرج فانک منافق اخرج یا فلان فانک منافق فاخرجهم
 باسمائهم ففضحهم۔
 (تفسیر روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

محقق اہل سنت مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں۔
 اگر ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی لا تعلمہم (تم ان منافقین کو نہیں جانتے) واضح کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کو
 منافقین کے احوال سے آگاہی نہ تھی اس کے باوجود کیسے کہا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کو آگاہی تھی۔
 اس سلسلہ میں چند گزارشات درج ذیل ہیں۔

(۱) بلاشبہ یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپ ﷺ کو منافقین کا علم نہ تھا مگر جب دیگر آیات قرآنیہ آشکار کر رہی ہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے
 آگاہ فرمادیا تھا جیسا کہ فرمایا و علمک ما لم تکن تعلم (اور اللہ نے تعلیم دیدی اس چیز کی جو تم نہیں جانتے تھے) تو یوں کہا جائے گا
 پہلے آپ ﷺ کو علم نہ تھا یہ علم بعد میں دیا گیا۔

(۲) مفسرین کرام نے ان الفاظ قرآنیہ کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں نہیں جانتے ہاں ہم جانتے ہیں اور ہم تمہیں ان کے مطلع
 کر دیں گے۔

امام ابواللیث سمرقندی متوفی ۳۸۶ھ ان الفاظ کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لانی عالم السر والعلانیة ونعلم نفاقهم نعرفک حالہم۔

ترجمہ: میں ظاہر و خفی جانتا ہوں اور ان کے نفاق کو بھی جانتا ہوں اور ان کا حال تم پر آشکار کر دوں گا۔

(بحر العلوم ج ۲ ص ۸۳)

امام عبد الرحمن ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ کے الفاظ ہیں۔

لا تعلم انت حتی نعلمک بہم۔

ترجمہ: تم نہیں جانتے یہاں تک کہ ہم تم کو آگاہ نہیں کر دیتے۔

(زاد المسیر ج ۳ ص ۲۷۲)

حاشیہ.....☆

یہی الفاظ امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی متوفی ۴۵۰ھ کے ہیں۔

امام علاء الدین علی بن محمد خازن حضرت کلینی اور سدی سے روایت نقل کرنے کے بعد (کہ حضور ﷺ نے دوران خطبہ جمعہ متعدد منافقین کو مسجد سے ذلیل و رسوا کر کے نکال دیا) لکھتے ہیں۔

فان صح هذا القول فيحتمل ان يكون بعد ان اعلمه الله حالهم وسماهم له لان الله سبحانه و تعالى قال لا تعلمهم نحن نعلمهم ثم بعد ذلك اعلمه بهم۔

ترجمہ: اگر یہ روایت درست ہے تو ممکن ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے احوال اور ناموں پر آپ ﷺ کو مطلع فرمادیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں پھر اس کے بعد آپ ﷺ کو آگاہ فرمادیا۔

(باب التاويل ج ۲ ص ۲۷۶)

شیخ محمد علی صابونی رقمطراز ہیں۔

ای لا تعلمهم انت يا محمد لمهارتهم في النفاق بحيث يخفى امرهم على كثيرين ولكن نحن نعلمهم ونخبرك عن احوالهم۔

ترجمہ: اے محمد ﷺ ان کے ماہر نفاق ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ انہیں نہیں جان سکتے ان کا معاملہ بہت سوں پر مخفی ہے لیکن ہم جانتے ہیں اور ان کے احوال سے آپ ﷺ کو باخبر کر دیں گے۔

(صفوة التفسير ج ۱ ص ۸۷۷)

شیخ مصطفیٰ المنصوری کے بھی تقریباً یہی الفاظ ہیں۔

لا تعرفهم باعيانهم لمهارتهم في النفاق بحيث يخفى امرهم على كثير ولكن نحن نعلمهم ونخبرك عن احوالهم۔

(المختطف ج ۲ ص ۲۲۷)

یہ آیت پہلے کی ہے

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ یہ پہلے کا معاملہ ہے بعد میں حضور ﷺ کو منافقین کا علم عطا کر دیا گیا اس پر مفسرین کرام کی تصریحات بھی موجود ہیں۔ جب سوال پیدا ہوا کہ سورہ محمد کی آیت ”ولتعرفنهم في لحن القول“ بتاریخی ہے کہ آپ ﷺ منافقین کو جانتے تھے اس کی تفسیر میں آپ متعدد صحابہ کے اقوال بھی ملاحظہ کریں گے کہ اس کے بعد آپ ﷺ پر کوئی منافق مخفی نہ رہا تو اس کے جواب میں مفسرین نے کہا سورہ توبہ کی آیت مبارکہ ”لا تعلمهم“ پہلے کی اور سورہ محمد کی آیت بعد میں نازل ہوئی۔ آئیے چند مفسرین کرام کی تصریحات ملاحظہ کریں۔

(۱) امام سلیمان الجمل متوفی ۱۲۰ھ یہی اعتراف نقل کر کے امام کرنی کے حوالہ سے جواب دیتے ہیں۔

فان قلت كيف نفى علمه بحال المنافقين هنا واثبت في قوله ولتعرفنهم في لحن القول فالجواب ان آية النفي نزلت قبل آية الاثبات فلاننا في اهكر خي۔

ترجمہ: سوال یہاں منافقین کے احوال کے علم کی نفی کیسے کر دی حالانکہ ولتعرفنهم في لحن القول میں اس کا اثبات ہے۔ جواب آیت نفی

.....☆ حاشیہ

اثبات سے پہلے کی ہے لہذا منافات نہیں ہے۔

(الفتوحات الالہیہ ج ۲ ص ۳۱۲)

(۲) امام احمد صاوی متوفی ۱۲۳۱ھ نے بھی یہی الفاظ ذکر کئے۔

ان قلت کیف نفی علمہ بحال المنافقین ہنا واثبتہ فی قولہ (لتعرفنہم فی لحن القول) فالجواب ان آیۃ النفی نزلت قبل آیۃ الاثبات۔

ترجمہ: سوال یہاں احوال منافقین کی آپ ﷺ سے نفی کی جارہی ہے حالانکہ وتعرفنہم فی لحن القول میں علم ثابت ہے جواب آیت نفی آیت اثبات سے پہلے کی ہے۔

(حاشیہ صاوی ج ۳ ص ۶۸)

(۳) شیخ صدیق حسن قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں۔

لاینا فی هذا قوله تعالى (ولتعرفنہم فی لحن القول) لان آیۃ النفی نزلت قبل آیۃ الاثبات۔

ترجمہ: یہ ارشاد گرامی وتعرفنہم فی لحن القول کے منافی نہیں کیونکہ آیت نفی آیت اثبات سے پہلے کی ہے۔

(فتح البیان ج ۳ ص ۱۷۰)

(۴) شیخ ثناء اللہ امرتسری متوفی ۱۳۲۱ھ نہ تعلمہم کے تحت لکھتے ہیں۔

ای الآن علما قطعیا۔

ترجمہ: آپ ابھی تک ان کے بارے میں علم قطعی نہیں رکھتے۔

اس پر حاشیہ لکھا۔

فیه اشارۃ الی ان ما یروی ان حذیفۃ صاحب سر رسول اللہ ﷺ کان یعلم المنافقین باعلامہ ﷺ فهو بعد هذه الایۃ فلا تعارض لقوله تعالى لعل الله يحدث بعد ذلك امرا۔

ترجمہ: اس میں اس طرف اشارہ ہے جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ صاحب سر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ حضور

ﷺ کے بتانے کی وجہ سے منافقین کو جانتے تھے تو وہ اس آیت کے بعد کا معاملہ ہے لہذا کوئی تعارض نہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کسی امر کو پسند فرمائے۔

سورہ محمد کی تفسیر میں ان کے الفاظ یہ ہیں۔

ولتعرفنہم الآن فی لحن القول۔

ترجمہ: تم ضرور اب لحن قول سے انہیں پہچان لو گے۔

(تفسیر القرآن ص ۳۳۳)

مولانا محمد نعیم دیوبندی (استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند) نے اس اعتراض و جواب کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

لا تمہم دوسری آیت میں وتعرفنہم الخ فرمایا گیا ہے ان دونوں آیتوں میں تعارض کا جواب یہ ہے کہ انکار کی آیت پہلے ہے اور اثبات کی بعد کی۔

(علم نبوی اور منافقین ص ۱۹۷ تا ۲۰۰ مطبوعہ کاروان اسلام پبلیکیشنز لاہور)

ہم اثبات علم غیب میں ایک حدیث پیش کر چکے ہیں۔ جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم پر ہماری امت پیش کی گئی۔ لہذا ہم نے منافقوں اور کفار اور موثرین کو پہچان لیا۔ اس پر منافقین نے اعتراض کیا اور قرآن کی آیت ان کے جواب کے لئے آئی۔ ان سب دلائل میں مطابقت کرنے کے لئے یہ توجیہ کرنا ضروری ہے۔ نیز یہ کلام اظہار غضب کے لئے ہوتا ہے اگر بچہ کو باپ مارنے لگے اور کوئی باپ سے بچائے تو وہ کہتا ہے کہ اس خبیث کو تم نہیں جانتے میں جانتا ہوں اس سے علم کی نفی نہیں۔

(۱۰) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تصل علی احد منہم مات ابدا (پارہ ۱۰ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۸۳) حضور علیہ السلام نے عبد اللہ بن ابی منافق کی نماز جنازہ یا تو پڑھ لی یا پڑھنا چاہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منع کیا۔ مگر ان کی عرض نہ سنی۔ تب یہ آیت اتری۔ جس میں آپ کو منافقین کی نماز جنازہ سے روکا گیا۔ اگر علم غیب تھا تو منافق کا جنازہ کیوں پڑھا؟

جواب:- اس منافق کا حضرت ابن عباس پر کچھ احسان تھا اور اس کا فرزند مخلص مومن تھا اور خود اس منافق نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ حضور پڑھائیں۔ اس وقت تک اس کی ممانعت نہ تھی۔ لہذا دینی مصلحت سے اجازت پر عمل فرمایا۔ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت و روح البیان نے فرمایا کہ اس کی وصیت علامت توبہ تھی اور شریعت کا حکم ظاہر پڑا ہے۔ جس پر حضور نے عمل فرمایا۔ رب کو منظور نہ تھا کہ حبیب کا دشمن ظاہری عزت بھی پاوے۔ لہذا قرآن کریم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تائید فرمادی غرض کہ اس مسئلہ کو علم غیب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا منافق ہونا ظاہر تھا۔ مگر اس نماز میں بہت سی مصلحتیں تھیں۔ کریم کا کرم غیر اختیارای ہوتا ہے۔ اور پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتہ لگ جائے مگر حضور ﷺ کو پتہ نہ لگے۔

ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیت من العلم الا قلیلا۔

ترجمہ: اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ کہ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تم کو علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۷۷ آیت نمبر ۸۵)

مخالفین اس آیت سے دلیل لاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو روح کا علم نہ تھا کہ روح کیا چیز ہے لہذا آپ کو علم غیب کلی نہ ہوا اس میں تین امور قابل غور ہیں۔ اولاً یہ کہ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ ہم نے حضور علیہ السلام کو یہ علم نہیں دیا۔ یا حضور علیہ السلام نے کہاں فرمایا کہ مجھے روح کا علم نہیں ملا۔ لہذا اس آیت کو نفی علم روح کی دلیل بنانا محض غلط ہے۔ اس میں تو پوچھنے والے کافروں سے فرمایا گیا کہ تم کو علم بہت تھوڑا سا دیا گیا ہے تم کو روح کی حقیقت کا علم نہیں دوسرے یہ کہ قل الروح من امر ربی کے معنی حضرت قبلہ عالم شیخ مہر علی شاہ صاحب فاضل گولڑی علیہ الرحمۃ نے سیف چشتیائی میں حضرت محی الدین ابن عربی سے یہ نقل فرمایا کہ قل الروح من امر ربی فرمادو کہ روح امر رب سے ہے۔ یعنی عالم بہت سے ہیں عالم عناصر عالم ارواح عالم امر عالم امکان وغیرہ تو روح عالم امر کی چیز ہے اور تم لوگ عالم عناصر کے تم اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتے کیونکہ اے کافر تم کو تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ روح البیان میں زیر آیت۔ لا تدركہ الابصار وهو بدركہ الابصار (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۰۳) ہے۔

لانه تجاوز فی تلك الليلة عن عالم العناصر ثم عن عالم الطبیعیة ثم عن عالم الارواح حتی وصل الی عالم الامر وعین الراس من عالم الاجسام فانسلخ عن الكل وراى ربه بالکل۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام معراج کی رات عالم عناصر سے آگے بڑھے پھر عالم طبیعت سے پھر عالم ارواح سے یہاں تک کہ عالم امر تک جا پہنچے اور سر کی آنکھ عالم اجسام سے ہے پس آپ ان تمام چیزوں سے علیحدہ ہو گئے اور رب تعالیٰ کو کل ذات سے دیکھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ شب معراج میں حضور علیہ السلام نے عالم امر کی سیر ہی نہیں فرمائی بلکہ خود بھی عالم امر میں سے بن گئے۔ اور اپنے رب کو دیکھا۔ اور اسی عالم امر کی روح بھی ہے۔ پھر آپ پر روح کیونکر مخفی رہ سکتی ہے۔ جس طرح ہم جسموں کو جانتے پہچانتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام آدھے بشر اور آدھے روح تھے کیونکہ حضرت مریم علیہ السلام تو بشر تھیں اور حضرت جبریل علیہ السلام روح فساد سلسلہ روحنا (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۱۷) ہم نے حضرت مریم علیہ السلام کے پاس اپنی روح یعنی جبریل کو بھیجا۔ اور آپ کی پیدائش حضرت جبریل کی پھونک سے ہوئی۔ اس لئے دونوں امور آپ میں موجود ہیں۔ فتوحات مکیہ باب ۵۷۵ میں شیخ اکبر فرماتے ہیں۔

فكان نصفه بشرا ونصفه الاخر روحا مطهرا ملكا لان جبريل وهبه لمريم۔

ترجمہ: حضرت مسیح علیہ السلام نصف بشر اور نصف دوم پاک روح ہیں۔ کیونکہ جبریل نے حضرت مریم کو انہیں بخشا۔

اور ان کی پیدائش بھی حضور علیہ السلام کے نور سے ہے۔ تو گویا حضور علیہ السلام از سر تا پا روح ہیں۔

روح البیان نے اسی آیت لا تدرك کے ماتحت لکھا ہے۔

الحقیقت المحمدیہ ہی حقیقة الحقائق وهو الموجود العام الشامل۔

ترجمہ: حقیقت محمدیہ تمام حقیقتوں کی حقیقت ہے اور وہ ہی وجود عام ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

لہذا آیت کے معنی یہ ہوئے کہ روح وہ جو امر یعنی کن سے بلا واسطہ پیدا ہو۔ اور وہ تو حقیقت محمدیہ ہے۔ کہ بلا واسطہ ان کی پیدائش ہے اور سب کی پیدائش ان کے نور سے ہے مطلب یہ ہوا کہ عالم کی روح حقیقی میں ہوں۔ تفسیر کبیر نے اس جگہ فرمایا کہ یہاں روح سے قرآن یا جبریل مراد ہیں۔ کفار نے سوال کیا تھا کہ قرآن کیا ہے شعر ہے یا کہانت؟ جبریل کون ہیں؟ اور کیسے آتے ہیں؟ جواب دیا گیا کہ قرآن امر الہی ہے نہ شعر ہے نہ جادو۔ جبریل امر الہی سے آتے ہیں۔ وما ننزل الا بامر ربك (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۶۳) اسی کبیر میں ہے۔

فاذا كان معرفت الله تعالى ممكنة بل حاصلة فاي مانع يمنع من معرفة الروح۔

ترجمہ: جب حضور علیہ السلام خدا کو پہچانیں تو روح کو کیوں نہ پہچانیں۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۹۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تیسرے یہ کہ مفسرین و محدثین نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور علیہ السلام کو روح کا علم تھا۔ تفسیر خازن نے اسی آیت کے ماتحت لکھا۔
قيل ان النبي عليه السلام علم معنى الروح لكن لم يخبر به لان ترك الاخبار كان علما لنبوته والقول الاصح ان الله استأثر بعلم الروح۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کو حقیقت روح معلوم تھی لیکن اس کی خبر نہ دی کیونکہ یہ خبر نہ دینا آپ کی نبوت کی علامت اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علم روح سے خاص ہے۔

(باب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس عبارت میں علم روح ماننے والوں کو مشرک نہ کہا گیا اور نہ ان کے قول کو غلط بتایا۔

تفسیر روح البیان اسی آیت کی تفسیر میں ہے۔

جل منصب حبيب الله ان يكون جاهلا بالروح مع انه عالم بالله وقد من الله عليه بقوله وعلمك ما لم تكن تعلم۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کی شان اس سے بلند ہے کہ آپ روح سے ناواقف ہوں حالانکہ آپ اللہ سے واقف ہیں رب نے آپ پر احسان بتایا کہ فرمایا جو کچھ آپ نے جانتے تھے وہ آپ کو بتا دیا۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر مدارک یہی آیت۔

وقیل کان السؤال عن خلق الروح یعنی مخلوق ام لا لقوله من امر ربی دلیل خلق الروح فکان جواباً۔
ترجمہ: کہا گیا ہے کہ سوال روح کی پیدائش سے متعلق تھا کہ روح مخلوق بھی ہے یا نہیں اور رب کا فرمان من امر ربی روح کے مخلوق ہونے کی دلیل ہے لہذا یہ جواب ہو گیا۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۱ ص ۲۷۷ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والنسہ پشاور)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں روح کا علم ہونے نہ ہونے سے بحث ہی نہیں ہو رہی ہے یہاں تو ذکر تکلیفیت روح کا ہے۔
مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۳۰ وصل ایذا رسائی کفار فقراء صحابہ را میں شیخ فرماتے ہیں۔

چہ گونہ جرات کنند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح از سید المرسلین و امام العارفین کنند و دادہ است اور احق سبحانہ علم ذات و صفات خود و فتح کردہ برائے او فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب جامعیت و فطرۃ ایست از دریا و ذرۃ ایست از پیدا۔

ترجمہ:..... مومن عارف یہ ہمت کس طرح کر سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام سے حقیقت روح کے علم کی نفی کرے حالانکہ رب نے ان کو اپنی ذات و صفات کا علم دیا ہے اور ان پر علوم اولین و آخرین کھول دیئے حضور علیہ السلام کے علم کے مقابل روح انسانی کی کیا حقیقت ہے وہ تو اس دریا کا ایک قطرہ اور جنگل کا ایک ذرہ ہے۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۰-۳۱ مطبوعہ مکتبۃ نوریہ رضویہ)

احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں:

ولا تظن ان ذلك لم يكن مكشوفاً لرسول الله ﷺ فان من لم يعرف نفسه فكيف يعرف الله سبحانه فلا يبعد ان يكون ذلك مكشوفاً لبعض الاولياء والعلماء۔

ترجمہ: تم یہ گمان نہ کرنا کہ روح حضور علیہ السلام کو ظاہر نہ تھی۔ کیونکہ جو اپنے کو نہ پہچانے گا۔ وہ اللہ کو کس طرح پہچان سکتا ہے یہ بھی بعید نہیں کہ روح بعض اولیاء و علماء کو ظاہر ہو۔

(احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۱۲ مطبوعہ مصر)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم روح عطا ہوا بلکہ حضور کے صدقے سے بعض علماء و اولیاء کو بھی ملا۔ بعض لوگوں نے اس کا انکار بھی کیا۔ مگر وہ بلا دلیل ہے۔ نیز جب ثبوت نفی کے دلائل ہوں تو ثبوت کو اختیار کرنا چاہیے جیسا کہ ہم قاعدہ اصول کا بیان کر چکے ہیں۔

(۱۲) عفا الله عنك لما اذنت لهم (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۴۳) غزوہ تبوک میں بعض منافقین نے غلط بہانہ کر کے شرکت نہ

کی۔ حضور علیہ السلام کو ان کی حیلہ سازی کا پتہ نہ لگا اور انہیں جہاد میں نہ جانے کی اجازت دے دی اس آیت میں آپ پر عتاب فرمایا گیا کہ کیوں اجازت دی۔ اگر آپ کو علم غیب ہوتا۔ تو اصل حال آپ پر ظاہر ہوتا۔

جواب:- نہ اس آیت آپ پر عتاب ہے اور نہ حضور ان کے فریب سے بے خبر تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام نے ان کی پردہ پوشی

فرماتے ہوئے اجازت دی۔ رب نے فرمایا کہ اے مجرموں کے پردہ پوش! آپ نے ان کو رسوا کیوں نہ کیا؟ عتاب غلطی پر ہوتا ہے یہاں غلطی کون سے ہوئی تھی؟ عفا اللہ کلمہ دعائیہ ہے نہ کہ عتاب۔

يسئلونك عن الساعة ايان مرسها فيم انت من ذكرها۔

ترجمہ: تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لئے ٹھہری ہوتی ہے تم کو اس بیان سے کیا تعلق۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۹۷ آیت نمبر ۴۲-۴۳)

اس آیت سے مخالفین دلیل لاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم نہ تھا کہ کب ہوگی۔ لہذا آپ کو علم غیب کلی نہ ہوا۔ جواب صحیح یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو یہ علم بھی عطا فرمایا۔ مفسرین نے اس آیت کی چند توجہیں کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ آیت علم قیامت عطا کرنے سے پہلے کی ہے دوم یہ کہ اس سے مقصود سائلین کو جواب دینے سے روکنا ہے نہ کہ آپ کے علم کی نفی۔ تیسرے یہ کہ اس آیت میں فرمایا گیا۔ انت من ذکرها (پارہ ۳۰ سورہ ۹۷ آیت نمبر ۴۲) آپ اس قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہیں آپ کو دیکھ کر ہی جان لینا چاہیے کہ قیامت قریب ہے۔ چوتھے یہ کہ اس میں فرمایا گیا ہے کہ دنیا میں آپ یہ باتیں بتانے نہیں بھیجے گئے۔

تفسیر صاوی یہی آیت۔

وهذا قبل اعلامه بوقتها فلاينا في انه عليه السلام لم يخرج من الدنيا حتى اعلمه الله بجميع
مغيبات الدنيا والاخرة۔

ترجمہ: یہ آیت حضور علیہ السلام کو قیامت کے وقت کی خبر دینے سے پہلے کی ہے لہذا یہ اس قول کے خلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام دنیا سے نہ گئے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو دنیا و آخرت کے سارے علوم دے دیئے۔

(تفسیر صاوی ج ۶ ص ۲۳۱-۲۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں یہی آیت۔

قد ذهب بعض المشائخ الى ان النبي عليه السلام كان يعرف وقت الساعة باعلام الله وهو لاينا
في الحصر في الاية۔

ترجمہ: بعض مشائخ ادھر گئے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کے وقت جانتے تھے اللہ کے بتانے سے اور یہ قول اس آیت کے حصر کے خلاف نہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۳۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں یہی آیت پارہ ۹ زیر آیت يسئلونك كانك حفي عنها (پارہ ۹ سورہ ۹۷ آیت نمبر ۱۸) (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۷۱-۳۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) میں بھی ہے اور وہاں یہ بھی ہے کہ دنیا کی کل عمر ۷۰ ہزار سال ہے۔ یہ روایت صحیحہ ثابت ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم ہے۔

تفسیر خازن یہی آیت۔

وقيل معناه فيم انكار لسوالهم اي فيم هذا السؤال ثم قال انت يا محملاً من ذكرها اي من
علامتها لانك اخر الرسل فكفاهم ذلك دليلاً على ذنوها۔

ترجمہ:..... کہا گیا ہے کہ فیما کفار کے سوال کا انکار ہے یعنی ان کا سوال کس شمار میں ہے پھر فرمایا کہ آپ اے محمد (ﷺ) اس قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ آپ آخری نبی ہیں پس ان کو یہ دلیل کافی ہے قیامت قریب ہونے پر۔

(باب التاویل فی معانی التزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر مدارک یہی آیت۔

او كان رسول الله عليه السلام لم يزل يذكر الساعة ويسئل عنها حتى نزلت فهو تعجب من كثرة ذكرها۔

ترجمہ: یا حضور علیہ السلام قیامت کا بہت ہی ذکر فرماتے تھے اور اس کے بارے میں سوال کئے جاتے تھے یہاں تک کہ آیت اتری پس یہ آیت تعجب ہے آپ کے زیادہ ذکر قیامت فرمانے پر۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والنہ پشاور)

اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کس قدر ذکر قیامت فرماتے ہیں۔

مدارک یہی آیت۔

او فیم انکار لسوالہم عنہا ای فیم هذا السؤال ثم قال انت من ذکرتها وانت اخر الانبياء علامة من علامتها فلا معنى لسوالہم عنہا۔

ترجمہ:..... یا فیما کفار کے سوال کا انکار ہے یعنی یہ سوال کس شمار میں ہے پھر فرمایا کہ آپ اس قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ قیامت کی علامت میں سے ایک علامت ہیں اب ان کے قیامت کے پوچھنے کے کوئی معنی ہی نہیں۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والنہ پشاور)

اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا قیامت کے متعلق پوچھنا لغو ہے آپ خود اس کی علامت ہیں وہ کیوں پوچھتے ہیں۔ مدارک یہی آیت۔

قیل فیم انت من ذکرها متصل بالسؤال ای یسئلونک عن الساعة ایان مرسها ویقولون این انت من ذکرها ثم استأنف فقال الی ربک۔

ترجمہ:..... اور کہا گیا ہے کہ فیما انت سوال سے ملا ہوا ہے یعنی کفار آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کا قیام کب ہوگا؟ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کو اس کا علم کہاں سے آیا پھر رب تعالیٰ نے اپنی بات شروع کی الی ربک۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والنہ پشاور)

اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ کفار نے پوچھا کہ آپ کو یہ علم کہاں سے ہے۔ رب نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے تو یہ آیت علم قیامت کا ثبوت ہے۔ مدارک یہی آیت۔

انما انت منذر من یخشها ای لم تبعث لتعلمهم بوقت الساعة انما انت النخ۔

ترجمہ: یعنی آپ اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ ان کو قیامت کے وقت کی خبر دیں۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والنہ پشاور)

اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ کفار کا یہ کہنا کہ اگر آپ قیامت کی خبر دے دیں تو آپ نبی ہیں در نہ نہیں۔ محض بیہودہ ہے کیونکہ قیامت کی خبر دینا نبوت کے فرائض میں سے نہیں۔ نبی کے لئے تبلیغ احکام ضروری ہے۔

مدارج النبوة جلد دوم صفحہ ۴۰ وصل ایذ رسانی کفار فقراء صحابہ میں ہے۔

وبعض علماء علم ساعته نیز مثل ابن معنی گفته اند۔

ترجمہ: یعنی بعض علماء نے روح کی طرح حضور کو قیامت کا علم بھی مانا۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۰-۳۱ مطبوعہ مکتبۃ نوریہ رضویہ)

یسئلونک کانک حفی عنہا قل انما علمها عند اللہ۔

ترجمہ: تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا تم نے اس کو خوب تحقیق کر رکھا ہے تم فرماؤ کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

(پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۸۷)

مخالفین اس آیت کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم نہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ آپ ﷺ کو قیامت کا علم نہیں دیا۔ اس میں تو یہ ہے کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ دینے کی نفی نہیں۔ دوم یہ کہ یہ علم قیامت دینے سے قبل کی آیت ہے۔

تفسیر صاوی یہی آیت۔

والذی یجب الايمان به ان النبی علیہ السلام لم ینتقل من الدنیا حتی اعلمه اللہ بجميع المغمیات التي تحصل فی الدنیا والاخرة فهو یعلمها کما هی عین یقین لما ورد رفعت لی الدنیا فانا انظر فیما کما انظر الی کفی هذه وورد انه اطلع لی الجنة وما فیها والنار وما فیها و غیر ذلك مما تواترت الاخبار ولكن امر بکتمان بعضها۔

ترجمہ: جس پر ایمان لانا ضروری ہے یہ ہے کہ نبی علیہ السلام دنیا سے منتقل نہ ہوئے یہاں تک کہ رب نے آپ کو وہ تمام غائب چیزیں بتا دیں جو دنیا اور آخرت میں آیا کہ ہمارے سامنے دنیا پیش کی گئی۔ پس ہم اس میں اس طرح نظر کر رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ میں یہ بھی آیا ہے کہ ہم کو جنت اور وہاں کی نعمتوں اور دوزخ اور وہاں کے عذابوں پر اطلاع دی گئی علاوہ ازیں اور متواتر خبریں ہیں لیکن بعض کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔

(تفسیر صاوی علی الجلائین تحت آیت۔ سلو تک عن الساعة ایان مرصھا پارہ ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۸۷ ج ۲ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

تفسیر خازن میں اسی آیت میں ہے کہ اس کی اصل عبارت یہ ہے۔ یسئلونک عنہا کانتک حفی یعنی یہ لوگ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا آپ ان پر بڑے مہربان ہیں۔ اور آپ ان کو بتا ہی دیں گے حالانکہ یہ اسرار الہی میں سے ہے اغیار سے چھپانا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم ہے مگر اظہار کی اجازت نہیں۔

یسئلونک الناس عن الساعة قل انما علمها عند اللہ۔

ترجمہ: لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

(پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶۳)

جواب:- تفسیر صاوی یہی آیت۔

انما وقت السؤال والا فلم یخرج نبینا علیہ السلام حتی اطلعه اللہ علی جمیع المغمیات ومن جملتها الساعة۔

ترجمہ: یعنی اس قیامت پر کوئی مطلع نہیں اور یہ سوال کے وقت تھا اور نہ نبی علیہ السلام تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ آپ کو اللہ نے تمام غیبوں پر مطلع فرما دیا۔ جس میں سے قیامت بھی ہے۔

(حاشیہ الصاوی علی تفسیر الجلائین ج ۳ ص ۲۸۹ مطبوعہ قاہرہ مصر)

روح البیان یہی آیت۔

ولیس من شرط النبی ان یعلم الغیب بغير تعلیم من اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: اور نبی شرائط میں سے یہ نہیں ہے کہ اللہ کے بغیر بتائے غیب جانے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۸۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت میں کسی کو علم قیامت دینے کی نفی نہیں ہے لہذا اس سے حضور علیہ السلام کے نہ جاننے پر دلیل پکڑنا غلط ہے۔ تفسیر صاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

المعنى لا يفيد علمه غيره تعالى فلا ينافي ان رسول الله عليه السلام لم يخرج من الدنيا حتى اطلع على ما كان وما يكون وما هو كائن ومن جملته علم الساعة۔

ترجمہ: معنی یہ ہیں کہ قیامت کا علم خدا کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ پس یہ آیت اس کے خلاف نہیں کہ نبی علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ رب تعالیٰ نے ان کو سارے اگلے پچھلے واقعات پر مطلع فرمادیا۔ ان میں سے قیامت کا علم بھی ہے۔

(تفسیر صاوی ج ۵ ص ۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مخالفین علم قیامت کی نفی کی دلیل میں شروع مشکوٰۃ کی وہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا اخبرنی عن الساعة مجھے قیامت کے متعلق خبر دیجئے تو فرمایا اما المسؤل عنها باعلم من السائل یعنی اس بارے میں ہم سائل سے زیادہ جاننے والے نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں۔

مگر دلیل بھی محض لغو ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ اس میں حضور علیہ السلام نے اپنے جاننے کی نفی نہیں کی بلکہ زیادتی علم کی نفی کی۔ ورنہ فرماتے لا اعلم میں نہیں جانتا اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد فرمائی؟ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اے جبریل اس مسئلہ میں میرا اور تمہارا علم برابر ہے کہ مجھ کو بھی خبر ہے اور تم کو بھی اس مجمع میں یہ پوچھ کر راز ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ دوسرے یہ کہ جواب سن کر حضرت جبریل نے عرض کیا۔ فابخر عن اماراتھا تو قیامت کی نشانیاں ہی بتا دیجئے اس پر حضور علیہ السلام نے چند نشانیاں بیان فرمائیں کہ اولادنا فرمان ہوگی اور کمین لوگ عزت پائیں گے وغیرہ وغیرہ جس کو قیامت کا بالکل علم ہی نہ ہو۔ ان سے اس کے نشان پوچھنا کیا معنی؟ نشان اور پتہ تو جاننے والے سے پوچھا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے قیامت قائم ہونے کا دن بتایا۔ مشکوٰۃ باب الجمعہ میں ہے۔

لا تقوم الساعة الا في يوم الجمعة۔

ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی مگر جمعہ کے دن۔

(سنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجمعہ باب فضل يوم الجمعة ولیلۃ الجمعہ ج ۱ ص ۲۷۲ رقم الحدیث ۱۰۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کلمہ اور بیچ کی انگلی ملا کر فرمایا۔

بعثت انا والساعة كهاتين۔

ترجمہ: ہم اور قیامت اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں۔ (مشکوٰۃ باب خطبہ يوم الجمعة)

(صحیح البخاری کتاب الرقاق باب قول النبی ﷺ بعثت انا والساعة كهاتين ج ۵ ص ۲۲۸۵ رقم الحدیث ۶۱۳۸-۶۱۳۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مشکوٰۃ باب الخطبہ يوم الجمعة الفصل الاول ص ۱۲۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یعنی ہمارے زمانہ کے بعد پس قیامت ہی ہے اور اس قدر علامات قیامت ارشاد فرمائیں کہ ایک بات بھی نہ چھوڑی۔ آج میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ابھی قیامت نہیں آ سکتی کیونکہ نہ ابھی دجال آیا نہ حضرت مسیح و مہدی نہ آفتاب مغرب سے نکلا۔ ان علامات نے قیامت کو بالکل ظاہر فرمادیا۔ پھر قیامت کا علم نہ ہونے کے کیا معنی؟ پس زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سنہ نہ بتایا کہ فلاں سنہ میں قیامت ہوگی۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک میں سنہ مقرر ہی نہ ہوئی تھی۔ سنہ ہجری عہد قادری میں مقرر ہوئی کہ ہجرت تو ربیع الاول

میں ہوئی مگر سنہ ہجری کا آغاز محرم سے ہوتا ہے بلکہ اس زمانہ میں قاعدہ یہ تھا کہ سال جو کوئی بھی اہم واقعہ ہوا اس سے سال منسوب کر دیا۔ سال قبل سال فتح سال حدیبیہ وغیرہ۔ تو سنہ ہجری کس طرح بتایا جاسکتا تھا۔ اس دن کی علامات وغیرہ سب بتادیئے اور جو ذات اس قدر تفصیلی علامتیں بیان کرے وہ بے علم کس طرح ہو سکتی ہے؟ نیز ہم ثبوت علم غیب میں وہ حدیث پیش کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قیامت تک کے من وعن واقعات بیان کر دیئے۔ اب کیسے ممکن ہے کہ قیامت کا علم نہ ہو۔ کیونکہ دنیا ختم ہوتے ہی قیامت ہے اور حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کونسا واقعہ کس کے بعد ہوگا تو جو آخری واقعہ ارشاد فرمایا وہ ہی دنیا کی انتہاء ہے اور قیامت کی ابتداء دوہلی ہوئی چیزوں میں سے ایک کی انتہاء کا علم دوسری کے ابتداء کا علم ہوتا ہے۔ اس پر خوب غور کر لیا جاوے۔ نہایت نفیس تحقیق ہے جو حضرت صدر الافاضل مرشدی استاذی مولانا سپید نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے ایک تقریر کے دوران میں ارشاد فرمائی۔

اعتراض۔ ۱۶ ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام وما تدرى نفس ماذا تكسب غدا وما تدرى نفس باى ارض تموت ان الله علیم خبیر۔

ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جانتے والا بتانے والا ہے۔

(پارہ ۲۱ سورہ لقمان آیت نمبر ۳۲)

اس آیت سے مخالفین کہتے ہیں کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں یہ اللہ کی صفت ہے جو کسی غیر کے لئے ثابت کرے وہ مشرک ہے اسی کو علوم خمسہ کہتے ہیں قیامت کب ہوگی بارش کب ہوگی عورت کے پیٹ میں لڑکا یا لڑکی اور کل کیا ہوگا اور کون کہاں مرے گا؟ اس آیت کی تائید میں شرح مشکوٰۃ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نے حضور علیہ السلام سے قیامت کے متعلق دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ فی خمس لا یعلم هن الا الله ثم قرء ان الله عنده علم الساعة یعنی پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ ہم علوم خمسہ کے بارے میں نہایت منصفانہ تحقیق کرتے ہیں اور ناظرین سے انصاف کی توقع اور اپنے رب سے تمنائے قبول رکھتے ہیں اولاً اس آیت کی تفسیریں مفسرین کے اقوال پھر اہل حدیث کے متعلق محدثین کے اقوال پھر اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

تفسیرات احمدیہ زیر آیت مذکورہ۔

ولك ان تقول ان علم هذه الخمسة وان لا يعلمها احد الا الله لكن يجوز ان يعلمها من يشاء من محبيه واولياء بقريته قوله تعالى ان الله علیم خبیر بمعنى المخبر۔

ترجمہ: اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں باتوں کو اگرچہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لیکن جائز ہے کہ خدا پاک اپنے ولیوں اور محبوبوں میں سے جس کو چاہے سکھائے اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جانتے والا بتانے والا ہے خبیر بمعنی مخبر۔

(التفسیرات الاحمدیہ ص ۶۰۸ پارہ ۲۱ سورہ لقمان تحت آیت ۳۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

تفسیر صادی آیت ما ذا تكسب غداً (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۳۲) کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ای من حیث ذاتها واما باعلام الله للعبد فلا مانع منه كالانبياء وبعض الاولياء وقال تعالى ولا يحيطون بشئ من علمه الا بما شاء وقال تعالى فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول فلا مانع من كون الله يطلع بعض عباده الصالحين على بعض المغيبات فتكون معجزة للنبي وكرامة للولي ولذلك قال العلماء الحق انه لمه يخرج نبينا من الدنيا حتى اطلعه على تلك الخمس۔

ترجمہ: یعنی ان باتوں کو کوئی اپنے آپ نہیں جانتا لیکن کسی بندے کا اللہ کے بتانے سے جانتا اس سے کوئی مانع نہیں جیسے انبیاء اور بعض اولیاء۔ رب نے فرمایا کہ یہ لوگ خدا کے علم کو نہیں گھیر سکتے مگر جس قدر رب چاہے اور فرمایا کہ اپنے غیب پر کسی کو ظاہر نہیں فرماتا سوائے برگزیدہ رسولوں کے پس اگر خدا تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کو بعض غیبوں پر مطلع فرمادے تو کوئی مانع نہیں پس یہ علم نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت ہوگا اسی لئے علماء نے فرمایا کہ حق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک ان کو ان پانچوں باتوں پر رب نے مطلع فرمادیا۔

(الصادی علی الجلالین ج ۳ ص ۲۶۰ مطبوعہ مصر)

تفسیر عرائس البیان زیر آیت و یعلم ما فی الارحام (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۳۴) ہے۔

وسمعت ایضا من بعض اولیاء اللہ انه اخبر ما فی الرحم من ذکر و انشی و رأیت بعینی ما اخبر۔

ترجمہ: ہم نے بعض اولیاء کو سنا کہ انہوں نے پیٹ کے بچہ لڑکی یا لڑکے کی خبر دی اور ہم نے اپنی آنکھوں سے وہی دیکھا جس کی انہوں نے خبر دی تھی۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وما روى عن الانبياء والاولياء من الاخبار عن الغيوب فتعليم الله تعالى اما بطريق الوحي او بطريق الالهام والكشف وكذا اخبر بعض الاولياء عن نزول المطر واخبر عما في الرحم من ذكر و انشی فوق كما اخبر۔

ترجمہ: اور جو غیب کی خبریں انبیاء و اولیاء سے مروی ہیں پس یہ اللہ کی تعلیم سے ہے یا وحی یا الہام کے طریقے سے۔ اور اسی طرح بعض اولیاء نے بارش آنے کی خبر دی اور بعض نے رحم کے بچہ لڑکے یا لڑکی کی خبر دی تو وہی ہوا جو انہوں نے کہا تھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۱۰۵ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

قیامت کے علم کی تحقیق ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں۔ جو علوم خمسہ میں سے ہے۔

ان تفاسیر کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے علوم خمسہ اپنے حبیب علیہ السلام کو دیئے اور اس آیت میں خبر بمعنی مخبر ہے اس کے متعلق اور بھی تفاسیر کی عبارتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اس پر اختصار کرتا ہوں۔ اب رہی مشکوٰۃ شروع کتاب الایمان کی حدیث کہ یہ پانچ چیزیں کوئی نہیں جانتا اس کی شرحیں ملاحظہ ہوں امام قرطبی امام عینی امام قسطلانی شرح بخاری میں اور ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فمن ادعی علم شیء منها غیر مسند الی رسول اللہ ﷺ کان کاذباً فی دعوہ۔

ترجمہ: پس جو شخص ان پانچوں میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے حضور علیہ السلام کی طرف بغیر نسبت کئے ہوئے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

(عمدة القاری شرح البخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۹۰ مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بیروت)، (ارشاد الساری شرح البخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی ﷺ ج ۱ ص ۱۳۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار نشر الکتب لاہور)، (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۶۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)، (روح المعانی ج ۲ ص ۱۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

لمعات میں شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

المراد لا یعلم بدون تعلیم اللہ۔

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ ان پانچوں باتوں کو بغیر اللہ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔

(المعات للتحقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح تحت الحدیث ۳ ج ۱ ص ۷۳ مطبوعہ مکتبہ العارف العلمیہ شیش محل لاہور)

احد الممعات میں شیخ عبدالحق اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

مراد آنسب کہ ہے تعلیم الہی بحساب عقل ایہناں اندامناز امور الغیب اذکر کہ جز خدائے تعالیٰ کسے آن رامذ امد مگر آنکہ دے تعالیٰ از نزد خود کسے رابوحی والہام بدنامذ۔

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ ان امور غیب کو بغیر اللہ کے بتائے ہوئے عقل کے اندازہ سے کوئی نہیں جان سکتا۔ کیونکہ ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مگر وہ جس کو اللہ اپنی طرف سے بتادے۔ وحی یا الہام سے۔

(احد الممعات ج ۱ ص ۲۴ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

امام قحطانی شرح بخاری کتاب التفسیر سورہ رعد میں فرماتے ہیں۔

لا یعلم متی تقوم الساعة الا الله الا من ارتضى من رسول فانه يطلعه من يشاء من غيبه والولى التابع له ياخذ عنه۔

ترجمہ: کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی سوائے اللہ کے اور پسندیدہ رسول کے کیونکہ رب تعالیٰ اس کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے اور ان کا تابع ولی ان سے وہ غیب لیتا ہے۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورہ الرعد ج ۷ ص ۱۸۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

انجام الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ باب اشرط الساعة زیر حدیث خمس لا یعلمهن الا الله ہے۔

اخبر الصديق زوجته بنت خارجه انها حامله بنت فولدت بعد وفاته ام كلثوم بنت ابی بكر فهذا من الفراسة والظن ويصدق الله فراسة المومن۔

ترجمہ: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی بنت خارجہ کو خبر دی کہ وہ بیٹی ہے حاملہ ہیں۔ لہذا صدیق کی وفات کے بعد ام کلثوم بنت صدیق پیدا ہوئیں پس یہ فراست اور ظن ہے خدا تعالیٰ مومن کی فراست کو سچا کر دیتا ہے۔

(انجام الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ ابواب الفتن باب اشرط الساعة ج ۲۹۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

سید شریف عبدالعزیز سعودی ابابریز میں فرماتے ہیں۔

هو عليه السلام لا يخفى عليه من شئ من الخمس المذكورة في الآية وكيف يخفى ذلك والاقطاب السبعة من امته الشريفة يعلمونها وهم دون الغوث فكيف بالغوث فكيف بسيد الاولين والآخرين الذي هو سبب كل شئ ومنه كل شئ۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام پر ان پانچ مذکورہ میں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں اور حضور پر یہ امور مخفی کیونکر ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ کی امت کے ساتھ قطب ان کو جانتے ہیں پس غوث کا کیا پوچھنا اور پھر سید الانبیاء علیہ السلام کا کیا کہنا جو ہر چیز کے سبب ہیں اور جن سے ہر چیز ہے۔

(الابرز الباب الثانی ص ۱۶۷-۱۶۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابي مصر)

علامہ جلال الدین سیوطی روض النظر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

قوله عليه السلام الا هو معناه بانه لا يعلمها احد بذاته الا هو لكن قد يعلم به باعلام الله فان ثم من يعلمها وقد وجدنا ذلك بغير واحد كمارءينا جماعة علموا متي يموتون علموا ما في الارحام۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کا فرمانا الا هو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو اپنے آپ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن کبھی اللہ کے بتانے سے

جان لیتے ہیں کیونکہ یہاں وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں ہم نے متعدد کو ایسا پایا جیسے ہم نے ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ جان لیتے ہیں کہ کب مرینگے اور جانتے ہیں شکم کے بچہ کو۔

(خالص الاعتقاد ص ۶۷ مطبوعہ دار الرضاء لاہور)

یہی جلال الدین سیوطی خصائص شریف میں فرماتے ہیں۔

عرض فیہ ما ہو کائن فی امتہ حتی تقوم الساعة۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام پر تمام وہ چیزیں پیش کر دی گئیں جو آپ کی امت میں قیامت تک ہونے والی ہیں۔

علامہ بیجوری شرح قصیدہ بردہ صفحہ ۴۷ میں فرماتے ہیں۔

لم یخرج ﷺ من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالیٰ بہذہ الامور ای الخمسة۔

ترجمہ: حضور ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان پانچ چیزوں کا علم بتا دیا۔

(حاشیہ الباجوری علی البردة تحت البیت فان من جودک الدنیا الخ ص ۹۲ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

جمع النہایہ میں علامہ شنوانی فرماتے ہیں۔

قد ورد ان اللہ تعالیٰ لم یخرج النبی ﷺ حتی اطلعه علی کل شی۔

ترجمہ: یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو دنیا سے خارج نہ کیا یہاں تک کہ ہر چیز پر مطلع کر دیا۔

(خالص الاعتقاد ص ۷۷-۷۸ مطبوعہ دار الرضاء لاہور)

یہی علامہ شنوانی اسی جمع النہایہ میں فرماتے ہیں۔

قال بعض المفسرین لا یعلم هذا الخمس علما لدنیا ذاتیا بلا واسطة الا اللہ فالعلم بهذا الصفة

مما اختص اللہ به واما بواسطة فلا يختص به۔

ترجمہ: بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان پانچ باتوں کو ذاتی طور پر بلا واسطہ تو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا پس اس طرح کا علم خدا سے

خاص ہے لیکن علم بالواسطہ وہ خدا سے خاص نہیں۔

فتوحات وہبیہ شرح اربعین نووی میں فاضل ابن عطیہ فرماتے ہیں۔

الحق کما قال جمع ان اللہ لم یقض نبینا علیہ السلام حتی اطلعه علی کل ما ابہم عنہ الا انه امر

بکم بعض والاعلام ببعض۔

ترجمہ: حق وہی ہے جو ایک جماعت نے کہا ہے کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کو وفات نہ دی یہاں تک کہ پوشیدہ چیزوں پر خبردار

کر دیا لیکن بعض کے چھپانے اور بعض کے بتانے کا حکم دیا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب بستان المحمدین صفحہ ۱۱۴ میں فرماتے ہیں۔

نقل می کنند کہ والد شیخ ابن حجر دافرزند نمی ذبست کشیدہ خاطر بحضور شیخ رسید

شیخ فرمود اذ پشت تو فرزند می خواہد بر آمد کہ بعلم دنیا راہر کنند۔

ترجمہ: نقل ہے کہ شیخ ابن حجر کے والد کا کوئی بچہ نہ جیتا تھا۔ طول دل ہو کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ نے فرمایا کہ تمہاری

پشت سے ایسا فرزند ہوگا کہ اپنے علم سے دنیا کو بھر دے گا۔

(بستان المحمدین اردو قاری ص ۳۰۴ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

یہاں تک تو علوم خمسہ کے نقلی دلائل تھے۔ اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ مخالفین بھی مانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے جس کا حوالہ ہم تحذیر الناس سے پیش کر چکے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کو ان پانچ چیزوں کا علم دیا گیا یا نہیں۔ مشکوٰۃ کتاب الایمان بالقدر میں ہے کہ شکم مادر میں بچہ بننے کا ذکر فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ثم یبعث اللہ الیہ ملکا باربع کلمات فیکتب عملہ واجلہ ورزقہ وشقی او سعید ثم ینفخ فیہ الروح۔
ترجمہ: یعنی پھر رب تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتیں بتا کر بھیجتا ہے وہ فرشتہ لکھ جاتا ہے اس کا عمل اس کی موت اس کا رزق اور یہ کہ نیک بخت ہے یا بد بخت پھر روح پھونکی جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان بالقدر الفصل الاول ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یہ ہی علوم خمسہ ہیں اور تمام موجودہ اور گزشتہ لوگوں کی یہ پانچ باتیں وہ فرشتہ کتاب تقدیر جانتا ہے مشکوٰۃ اسی باب میں ہے۔

کتب اللہ مقادیر الخلاق قبل ان یخلق السموت والارض بخمسين الف سنة۔

ترجمہ: اللہ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیریں لکھ دیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان بالقدر الفصل الاول ص ۱۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں علوم خمسہ ہیں۔ تو وہ ملائکہ جو لوح محفوظ پر مقرر ہیں اسی طرح انبیاء و اولیاء جن کی نظر لوح محفوظ پر رہتی ہے ان کو یہ علوم خمسہ حاصل ہوئے۔ مشکوٰۃ کتاب الایمان بالقدر میں ہے کہ میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اولاد کی رو میں سیاہ و سفید رنگ میں دکھادی گئیں کہ سیاہ رو میں تو کافروں کی ہیں اور سفید مسلمانوں کی۔ معراج میں حضور علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس طرح دیکھا کہ ان کے داہنے جانب سفید اور بائیں جانب سیاہ رنگ کی ارواح ہیں یعنی جتنی دوزخی لوگ مومنوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور کفار کو ملاحظہ فرما کر غمگین۔ اسی مشکوٰۃ کتاب الایمان بالقدر میں ہے۔ کہ ایک دن حضور علیہ السلام اپنے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں لئے ہوئے مجمع صحابہ میں تشریف لائے۔ اور داہنے ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ اس میں تمام جتنی لوگوں کے نام مع ان کے قبیلے کے ناموں کے ہیں۔ اور دوسری کتاب میں تمام دوزخیوں کے نام مع ان کے قبائل کے ہیں۔ اور آخر میں ان ناموں کا ٹوٹل بھی لگا دیا گیا ہے۔ کہ کل کتنے۔ اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا۔ الظاهر من الاشارات انهما حسیان وقبل تمثیل۔ اشارہ سے یہ ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ کتابیں دیکھنے میں آ رہی ہیں۔ اسی مشکوٰۃ باب عذاب القبر میں ہے کہ جو مردہ نکرین کے امتحان میں کامیاب یا نام ہوتا ہے تو نکرین کہتے ہیں۔ قد کنا نعلم انک تقول هذا ہم تو پہلے ہی سے جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا۔ معلوم ہوا کہ نکرین کو امتحان میت سے پہلے ہی سعادت اور شقاوت کا علم ہوتا ہے۔ امتحان تو فقط پابندی قانون یا معترض کا منہ بند کرنے کو ہوتا ہے حدیث میں ہے کہ جب کسی صالح آدمی کی بیوی اس سے لڑتی ہے تو جنت سے حور پکارتی ہے کہ یہ تیرے پاس چند دن کا مہمان ہے پھر ہمارے پاس آنے والا ہے اس سے جھگڑا نہ کر مشکوٰۃ کتاب النکاح فی عشرة النساء معلوم ہوا کہ حور کو بھی خبر ہوتی ہے کہ اس کا خاتمہ بالآخر ہوگا حضور علیہ السلام نے جنگ بدر میں ایک دن پہلے زمین پر نشان لگا کر فرمایا کہ یہاں فلاں کافر مرے گا اور یہاں فلاں موت کی زمین کا علم ہوا۔ (مشکوٰۃ کتاب الجہاد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ علوم خمسہ کا علم اللہ نے بعض بندوں کو بھی دیا ہے پھر حضور علیہ السلام کا علم ان سب کے علموں کو محیط تو کس طرح ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علوم خمسہ حاصل نہ ہوں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ پانچ علوم عطائی حادث ہو کر خدا کی صفت نہیں۔ ورنہ کسی کو ان میں سے ایک بات کا بھی علم نہ ہوتا۔ صفت الہی میں شرکت نہ تو کلا جائز نہ بعضاً۔ ان دلائل کے جواب انشاء اللہ مخالف سے نہ بن سکیں گے۔

علوم خمسہ کے مزید دلائل

بارش کے نزول کا علم

ثم ياتي من بعد ذلك عام فيه يغاث الناس وفيه يعصرون۔

ترجمہ: اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش نازل کی جائے گی اور اس سال انکو کارس بھی خوب نچوڑیں گے۔

(سورۃ یوسف آیت نمبر ۴۹)

والصفت صفاء فالزجرت زجراً 0

(سورۃ الصفت آیت نمبر ۱-۲)

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۶۵۷ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس هم الملائكة يصفون كصفوف الخلق في الدنيا للصلاة۔

ترجمہ: وہ فرشتے ہیں جو صف بستہ کھڑے ہوں گے جیسے دنیا میں لوگ نماز کے لئے۔

(الباب التأويل في معاني التنزيل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

دوسری آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يعني الملائكة تزجر السحاب وتسوقه۔

ترجمہ: آیت سے مراد ہے کہ فرشتے بادلوں کو چلاتے ہیں۔ (یعنی بارش برسانے کی غرض سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں)

(الباب التأويل في معاني التنزيل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۵ھ لکھتے ہیں۔

وذكر القسطلاني انه عز وجل اذا امر بالغيث وسوقه الى ما شاء من الاماكن علمته الملائكة

الموكلون به ومن شاء سبحانه من خلقه عز وجل۔

ترجمہ: امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بارش کا حکم دیتا ہے اور جس جگہ چاہتا ہے بادلوں کو بھیج دیتا ہے تو وہ

فرشتے جن کے سپرد یہ کام ہے۔ اس کے بارے میں جان لیتے ہیں اور اللہ کی مخلوق میں سے جسے اللہ چاہے وہ بھی جان جاتا ہے۔

(تفسیر روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ويُرسل الله عليهم مطراً لا يَكُنْ مِنْهُ بَيْتٌ وَبَرٌّ وَلَا مَدْرٌ فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ يَتْرَكُهَا كَالزَّلْفَةِ۔

ترجمہ: اللہ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ مٹی کا یا ہوا ہوا کھال کا خیمہ ہو وہ آئینہ کی طرف صاف ہو جائے گا۔

(سنن الترمذی باب ماجاء فی فتنۃ الدجال قال ابو یحییٰ فی هذا حدیث حسن صحیح غریب ج ۴ ص ۵۱۰ رقم الحدیث ۲۲۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

ثم يرسل الله عليهم مطراً لا يَكُنْ مِنْهُ بَيْتٌ وَلَا مَدْرٌ وَلَا مَدْرٌ فَيَغْسِلُهُ حَتَّى يَتْرَكَهُ كَالزَّلْفَةِ۔

ترجمہ: اللہ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ مٹی کا یا ہوا ہوا کھال کا خیمہ ہو وہ آئینہ کی طرف صاف ہو جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال وخروج یحییٰ بن مریم وخروج یاجوج وما جوج ج ۲ ص ۱۳۵ تا ۱۳۵ رقم الحدیث ۴۰۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۱)

مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر

حاشیہ.....☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابى ثنا ابو كامل وعفان قالنا حماد عن سهيل قال عفان في حديثه قال انا سهيل بن ابى صالح عن ابیه عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ثم لا تقوم الساعة حتى يمطر الناس مطرا لا تكن منه بيوت المدر ولا تكن منه الا بيوت الشعر۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت واقع نہیں ہوگی جب تک کہ اتنی زبردست بارش نہ ہو جس سے کوئی پختہ بنا ہوا گھر محفوظ رہے نہ خیمہ۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۷۵۵۲ مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

رواہ احمد و رجالہ رجال الصحیح۔

ترجمہ: اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فیرغب نبی اللہ عیسی واصحابہ الی اللہ فیرسل اللہ طیرا کاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حیث شاء اللہ ثم یرسل اللہ مطرا لا یکن منه بیت مدر ولا یر فیغسل الارض حتی یترکھا کالزلفۃ۔

ترجمہ: پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرندے بھیجے گا یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں پھینک دیں گے پھر اللہ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ مٹی کا بنا ہوا ہو یا کھال کا خیمہ ہو وہ آئینہ کی طرف صاف ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم باب ذکر الدجال وصفہ وما وعد ج ۲ ص ۲۲۵۰ تا ۲۲۵۳ رقم الحدیث ۲۹۳۷ مطبوعہ دار حیاء التراث العربیہ بیروت)، (سبل الہدی والمرشاد ج ۱۰ ص ۱۷۳-۱۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس قال اصابتنا سحابۃ، ولم نطلع فیہا فخرج علینا النبی ﷺ فقال ان ملکاً موکلاً بالسحاب دخل علی أنفا فسلم علی فاخبرنی انه یسوق بالسحاب الی واد باليمن یقال له صریح، فجاءنا راکب بعد ذلك فسالناہ عن السحابۃ فاخبر انہم مطروا فی ذلك الیوم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ہم نے ایک بدلی دیکھی اور رسول اللہ ﷺ باہر ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا یہ بدلی کا موکل فرشتہ ابھی میرے پاس آیا اور اس نے مجھے سلام کر کے بتایا کہ اس بدلی کو یمن کی اس وادی کی طرف لے جا رہا ہوں جس کا نام صریح ہے۔ اس کے بعد ہمارے پاس ایک سوار آیا۔ اس نے اس سے اس بدلی کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ بدلی اسی دن برسی تھی۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۵ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے باب باندھا ہے۔
باب اخبارہ ﷺ عن السحابۃ التي مطرت باليمن۔
بادل کو ملاحظہ فرما کر خبر دینا کہ یہ یمن میں برسے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۷۵ مطبوعہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

قال البيهقي: وبلغه شاهد مرسل، عن بكر بن عبد الله المزني ان النبي ﷺ اخبر عن ملك السحاب انه يجي من بلد كذا وانهم مطروا يوم كذا وانه ساله متى تمطر بلدنا؟ فقال: يوم كذا وعنده ناس من المنافقين، فحفظوه ثم سألوا عن ذلك فوجدوا تصديقه فآمنوا وذكروا ذلك للنبي ﷺ فقال لهم: زادكم الله ايمانا۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث کی شاہد وہ مرسل روایت ہے جو بکر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابر کے فرشتہ کی خبر دی کہ یہ فرشتہ فلاں شہر سے آرہا ہے اور فلاں دن ان پر بارش ہوئی ہے اور آپ نے پوچھا ہمارے شہر میں کب بارش ہوگی؟ اس نے کہا فلاں دن ہوگی۔ اس وقت کچھ منافقین موجود تھے۔ انہوں نے اس دن کو یاد رکھا کہ اس بات کی تصدیق کریں اور انہوں نے اس کی تصدیق کی اور وہ ایمان لائے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا آپ نے ان کو دعادی کہ ”زادکم اللہ ايمانا“
(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۷۵ مطبوعہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ما فی الارحام یعنی ماؤں کے رحم کا علم

قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلاماً زكياً 0

ترجمہ: جبریل نے کہا میں صرف آپ کے رب کا فرستادہ ہوں تاکہ آپ کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔

(سورہ مریم آیت نمبر ۱۹)

قالوا لا تخف و بشروه بغلم عليم 0

ترجمہ: فرشتوں نے کہا آپ مت ڈریں اور ان کو علم والے لڑکے کی بشارت دی۔

(سورہ الذاریات آیت نمبر ۲۸)

حدیث نمبر ۱۰۰۰۰۰

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

ان الله عز وجل اذا اراد ان يخلق العبد قال الملك يارب ذكر ام انثى فيقول الرب ما شاء يكتب الملك يارب اشقى ام سعيد فيقول الرب ما شاء ويكتب الملك ثم يقول يارب ما هو لاق فيقول الرب ما شاء ويكتب الملك ثم يقول الملك ما رزقه فيقول الله ما شاء ويكتب الملك ثم يقول يارب ما اجله فيقول الرب ما شاء ويكتب الملك۔

ترجمہ: اللہ عزوجل جب کسی بندے کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو فرشتہ عرض کرتا ہے یارب! لڑکا یا لڑکی؟ رب تعالیٰ تو جو چاہتا ہے فرمادیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے یارب! بد بخت یا نیک بخت؟ پس رب (کائنات) جو چاہتا ہے فرمادیتا ہے اور فرشتہ

حاشیہ.....☆

لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے یا رب! یہ کس کو ملنے والا ہے؟ پس رب کریم جو چاہتا ہے فرمادیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے اس کا رزق کتنا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے فرمادیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے یا رب! اس کی موت کب ہوگی؟ تو رب تعالیٰ جو چاہتا ہے فرمادیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۳ ص ۶۷ رقم الحدیث ۳۳۰ مطبوعہ المطبعہ الزہراء الحدیثیہ عراق موصل)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر الذریج ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۱۸۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

بدخل الملك على النطفة بعد ما تستقر في الرحم باربعين او خمسة واربعين ليلة فيقول يا رب اشقي۔
(بخاری شریف کتاب الانبیاء باب خلق ادم وذریئہ ج ۱ ص ۳۶۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مکتوۃ المصانح کتاب الایمان باب الایمان بالقدر الفصل الاول ص ۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (طبرانی صغیر باب من اسما احمد ج ۱ ص ۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن احمد بن جمیع الصید اوی متوفی ۴۰۲ھ روایت کرتے ہیں۔

فيكتب رزقه واجله وعمله وشقيا او سعيدا۔

(تجم الشیوخ ص ۶۰ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النہبانی متوفی ۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

قال ای رب شقی ام سعيد ذکر او انشی فما الرزق فما الاجل فيكتب كذلك في بطن امه۔
(الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۳۳۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حدیث مبارکہ میں لفظ کلمات واقع ہے جو کلمہ کی جمع ہے اس سے قضاء و قدر کا ہر ایک علیحدہ علیحدہ باب مراد ہے مثلاً وہ فرشتہ انسان کا رزق اور اجل یعنی اس کے عالم دنیا میں رہنے کے کل لمحات اور اس کے اعمال اور پھر یہ کہ وہ بد بخت ہے یعنی ایسا کہ اس کے لیے دوزخ واجب اور نیک بخت یعنی اس کے لیے بہشت واجب ہوگی یہ تمام باتیں اس کی ماں کے پیٹ کے اندر موجودگی میں لکھی جاتی ہیں۔ یہ حدیث شریف اہلسنت و جماعت کے دلائل میں سے ایک ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ اور ان کے طفیل دیگر محبوبوں کو مافی الارحام کا علم عطا فرماتا ہے۔ افسوس ان نادانوں پر کہ وہ ایک فرشتے کے لیے تو مانتے ہیں لیکن فرشتوں کے نبی ﷺ اور ان کے آقا ﷺ کے لئے شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۰۰.....

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو بکر ثنا معاذ بن هشام ثنا علی بن صالح عن سماك عن قابوس قال قالت ام الفضل ثا یا رسول الله رأيت كان فی بیتی عضوا من اعضائك قال خیرا رأیت تلد فاطمة غلاما فترضعه فولدت حسينا او حسنا فارضعته بلبن قسم۔

ترجمہ: حضرت قابوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ہمارے گھر میں آپ کے اعضاء میں سے ایک عضو ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا ہے عنقریب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تم اس کو دودھ پلاؤ گی پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت امام حسین یا امام حسن رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے

☆..... حاشیہ

اور انہوں نے حضرت کثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کو دودھ پلایا۔
(سنن ابن ماجہ باب تعبیر الرویاج ص ۲ رقم الحدیث ۳۹۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت) (التحقیق فی احادیث الخلاف ج ۱ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام احمد بن ابی بکر بن اسماعیل الکثانی متوفی ۸۴۰ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔
هذا اسناد رجاله ثقات وهو صحيح۔

(مصباح الزجاجة باب تعبیر الرویاج ص ۲ رقم الحدیث ۸۵ مطبوعہ دار العربیۃ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا عبد الله بن بكر بن حبيب السهمي حدثنا حاتم بن ابي صغيرة عن سماك بن حرب ان ام الفضل امرأة العباس بن عبد المطلب قالت يا رسول الله رايت فيما يرى النائم كان عضو من اعضاءك في بيتي قال خيرا رايت تلد فاطمة غلاماً وترضعينه بلبان ابنك قسم قال فولدت الحسين فكفلته ام الفضل۔
ترجمہ: سماک بن حرب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے خواب دیکھا کہ گویا آپ کے اعضاء میں سے کوئی عضو اڑ کر میرے گھر آ گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایک مبارک خواب دیکھا ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا اور تم اسے اپنے بچے کثم رضی اللہ عنہ کے ساتھ دودھ پلاؤ گی پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے ام فضل رضی اللہ عنہا نے انہیں اپنی کفالت میں لے لیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

تلد فاطمة غلاماً وترضعينه بلبان ابنك فولدت حسين۔
ترجمہ: فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا اور تم اسے اپنے بچے کثم رضی اللہ عنہ کے ساتھ دودھ پلاؤ گی پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حدیث نمبر (۳).....

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابو نعیم عن ابن عباس قال: حدثتني ام الفضل قالت: مررت بالنبي ﷺ فقال انك حامل بغلام فاذا ولدت فائتيني به قلت يا رسول الله اني ذاك وقد تحالفت قريش ان لا ياتوا النساء قال هو ما قد اخبرتك قالت فلما ولدته اتيته به فاذن في اذنه اليمنى واقام في اليسر والباء من ريقه وسماه عبدالله وقال اذهبى بابى الخلفاء فاخبرت العباس فاتاه فذكر له فقال هو ما اخبرتك هذا ابو الخلفاء حتى يكون منهم السفاح حتى يكون منهم من يصلى بعيسى عليه السلام۔

ترجمہ: ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا مجھ سے ام فضل رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے سامنے سے گزری تو آپ نے فرمایا تم ایک فرزند کی حاملہ ہو۔ جب وہ بچہ پیدا ہو تو

حاشیہ.....☆

اسے میرے پاس لانا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے بچہ کیسے ہوگا۔ جب کہ قریش نے قسم اٹھائی رکھی ہے کہ وہ عورتوں کے پاس نہ آئیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ایسا ہی ہوگا جیسا میں نے تم سے فرمایا۔ وہ کہتی ہیں جب میرے بچہ پیدا ہوا تو اسے آپ کے پاس لائی اور حضور ﷺ نے اس کے داہنے کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ اور اس بچے کے منہ میں لعاب دہن اقدس ڈالا اور اس کا نام عبد اللہ رکھا۔ پھر فرمایا خلفاء کے باپ کو اب لے جاؤ۔ جب میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے واقعہ عرض کیا تو وہ حضور کی خدمت میں آئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا جو بات تم سے ام فضل رضی اللہ عنہا نے کہی ہے وہ حقیقت ہے۔ یہ ابو الخلفاء ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کچھ بدکار ہوں گے اور کچھ ان میں سے ہدایت یافتہ ہوں گے حتیٰ کہ ان میں سے ایک وہ ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۲۲-۲۲۳ مطبوعہ دار المرفقہ بیروت)، (دلائل النبوة لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۳۹۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

منا الذی یصلی عیسیٰ ابن مریم خلفہ۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر الذی یحرف الیم ج ۲ ص ۵۰۳ رقم الحدیث ۸۲۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد اللہ قال حدثنی ابو عبد اللہ محمد بن ابی خلف قشنا عثمان یعنی الحرانی عن سعید بن عبد العزیز عن داود بن علی قال حملت ام الفضل فی الشعب فقال النبی ﷺ ثم انی لارجوا ان یبيض اللہ و جوہنا بغلام فولدت عبد اللہ بن عباس۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۹۸۲ رقم الحدیث ۱۹۳۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)

امام محبت الدین ابوالعباس احمد بن عبد اللہ متوفی ۶۹۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال یا ام الفضل فقلت لیک یا رسول اللہ قال انک حامل بغلام۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ذکرانہ ابوالخلفاء ص ۲۳۶ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

امام محبت الدین ابوالعباس احمد بن عبد اللہ متوفی ۶۹۳ھ لکھتے ہیں۔

ذکر حدیث ام الفضل ان هذا ابنک ابو الخلفاء منهم من یصلی بعیسی بن مریم۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ذکرانہ ابوالخلفاء ص ۲۳۶ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

حدیث نمبر ۴.....

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصحانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

وعن میسرۃ قال خرج رسول اللہ ﷺ فقال یا عباس هل ترى فی السماء من نجم؟ فقلت نعم اری الثریا قال یملك هذه الامۃ من ولدک عددہا۔

ترجمہ: حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا دیکھو کیا

☆..... حاشیہ

آسمان میں کسی ستارہ کو دیکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں ثریا کو دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا سنو! ان ستاروں کی تعداد کے موافق تمہارے صلب کی اولاد اس امت کی حکمران ہوگی۔

(دلائل النبوة للامامی ص ۲۲۶ رقم الحديث ۳۲۶ مطبوعہ دار طبعہ الریاض)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر ماجاء فی ان الخلافة فی ولده ص ۲۰۵ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد ضلی المقدسی متوفی ۶۳۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو طاهر المبارك بن ابی المعالی الحریمی ان هبة الله اخبرهم ابنا الحسن ابنا احمد ثنا عبد الله حدثني ابی ثنا عبيد بن ابی قرة ثنا ليث بن سعد عن ابی قبيل عن ابی ميسرة عن العباس قال كنت ثم النبي ﷺ ذات ليلة فقال انظر هل ترى في السماء من نجم؟ قال قلت نعم قال ما ترى قال قلت ارى الثريا قال اما انه يلي هذه الامة بعددها من صلبك اثنين في فتنة ثم في اسناده لا باس به ثم۔

(الا حاديث البخارة ج ۸ ص ۳۸۳-۳۸۵-۳۸۶ رقم الحديث ۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶ مطبوعہ مكتبة النهضة الحديثة مكرمة)

امام جلال الدين سيوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد والحاكم والبيهقي وابو نعيم عن العباس قال: كنت عند النبي ﷺ ذات ليلة فقال انظر هل ترى في السماء من نجم؟ قلت نعم ارى الثريا قال اما انه يلي هذه الامة بعددها من صلبك اثنين في فتنة۔

ترجمہ: امام احمد و حاکم اور بیہقی و ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ایک رات میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا۔ آپ نے فرمایا دیکھو کیا آسمان میں کسی ستارہ کو دیکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں ثریا کو دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا سنو! ان ستاروں کی تعداد کے موافق تمہارے صلب کی اولاد اس امت کی حکمران ہوگی اور وہ فتنہ کے وقت حکمران ہوں گے۔

(خصائص الكبرى خلافة بني العباس ج ۲ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجة الله على العالمين فی معجزات سيد المرسلين ص ۳۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۴۵.....

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن انس قال مات ابن لابی طلحة من ام سليم فقال لاهلها لا تحدثوا ابا طلحة بابنه حتى اكون انا احده قال فجاء فقربت اليه عشاء فاكل وشرب قال ثم صنعت له احسن ما كان تصنع قبل ذلك فوقع بها فلما رات انه قد شبع واصاب منها قالت يا ابا طلحة ارايت لو ان قوما اعاروا اهل بيت فطلبوا اعاريتهم الهم ان يمنعوهم؟ قال لا قالت فاحتسب ابنك قال فغضب فقال تركتني حتى تلطخت ثم اخبرتنني بابني فانطلق حتى اتى رسول الله ﷺ فاخبره بما كان فقال رسول الله ﷺ بارك له لكما غابر ليلتكما قال فحملت۔

(مسلم شريف كتاب الفضائل باب فضائل ام سليم رضي الله عنها ج ۲ ص ۲۹۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (حجة الله على العالمين فی معجزات سيد المرسلين الباب الثامن فی المعجزات المحلقة باستجابة دعاء ﷺ ص ۳۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الكبرى باب دعاء ﷺ ص ۲۸۸-۲۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر ارمیاء ام سليم رضي الله عنها ج ۲ ص ۵۸ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

فقال لی ابو طلحة احملة حتى تاتی به النبي ﷺ فاتی به النبي ﷺ وبعثت معه بتمرات فاخذه

حاشیہ.....☆

النبي ﷺ فقال امعه شي قالوا نعم تمرات فاخذہ النبي ﷺ فمضغها ثم اخذها من فيه فجعله في الصبي ثم حنكه وسماه عبد الله وفي بعض الروايات فولد لعبد الله جماعة قراوا القرآن ببركة دعا رسول الله ﷺ.

(دلائل النبوۃ ص ۷۲ رقم الحدیث ۲۱۳ مطبوعہ دار طیبہ انریض)

حدیث نمبر ۶۶.....

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج البيهقي عن علي قال قال لي رسول الله ﷺ سيولد لك بعدى غلام قد نحلته اسمي وكنيتي۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد تم سے ایک بچہ پیدا ہوگا۔ اس کا نام میرے نام پر اور اس کی کنیت میری کنیت پر تم رکھو گے۔

(دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، حلیۃ الالیاء ج ۳ ص ۱۷۳۔ تاریخ الکبیر ج ۱ ص ۱۸۲۔ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۵۳۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۹۱)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء بحقیۃ الطبقة الاولى کن کبراء التابعین ابن الحنفیہ ج ۳ ص ۱۱۵ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (فضائل صحابہ لابن خضیل ج ۲ ص ۶۷ رقم الحدیث ۱۱۵۵ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا المؤيد بن عبد الرحيم بن الاخوة باصبهان ان الحسين بن عبد الملك اخبرهم قراءة عليه انا ابراهيم سبط بحرويه انا محمد بن المقرئ انا ابو يعلى الموصلي ثنا عبيد الله يعني القواريري ثنا يحيى عن فطر عن منذر ابي يعلى عن محمد بن الحنفية عن علي انه استاذن رسول الله ﷺ في ان ولد له بعده ان يسميه باسمه ويكنيه بكنيته قال فكانت رخصة من رسول الله ﷺ فكان اسمه محمدا وكنيته ابو القاسم ورواه وكيع عن فطر اسناده صحيح۔

(الاحاديث المختارة ج ۲ ص ۳۴۳ رقم الحدیث ۷۲۰ مطبوعہ مکتبۃ النہضة الحدیث مکرمہ)، (مفوة الصغوة ذکر المصطفین من طبقات اهل المدينة من التابعین ومن بعدهم ج ۲ ص ۷۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر ۶۷.....

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن عروة قال لقي رسول الله ﷺ رجلاً من اهل البادية وهو يتوجه الى بدر لقيه بالروحاء فسائله القوم عن خبر الناس فلم يجدوا عنده خبرا فقالوا اله سلم علي رسول الله ﷺ فقال اوفيكم رسول الله ﷺ قالوا نعم قال الاعرابي فان كنت رسول الله ﷺ فاخبرني ما في ناقتي هذه فقال له سلمة بن سلامة بن وقش وكان غلاما حدثا لاتسال رسول الله ﷺ؟ انا اخبرك نزوت عليهما فقي بطنها سخله منك۔

ترجمہ: عروہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی جنگ کو جا رہے تھے تو مقام روحا پر ایک بدوی ملا اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کچھ حالات پوچھے لیکن اس نے کچھ نہ بتایا پھر اسے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیجئے کہا کیا تم میں رسول اللہ ﷺ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہاں۔ اعرابی بدوی نے کہا بتاؤ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے نہ پوچھو میری طرف متوجہ ہو میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں تیری نالائق حرکت کا نتیجہ ہے۔

حاشیہ.....☆
(مستدرک للحاکم متفقہ شریفہ سلمہ بن سلامہ وقال هذا صحیح مرسل ج ۳ ص ۵۱۸ رقم الحدیث ۵۸۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (عنوان غزوة البدر الکبریٰ الرجل اعترض رسول الله وجواب سلمہ له ص ۲۵۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (امام الدمیری فی حیوة النحویان تحت لفظ "السحلة" ج ۱ ص ۳۷۹ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۳۲ھ روایت کرتے ہیں۔
لقی رجلاً من الاعراب فسأله عن الناس فلم يجدوا عنده خبراً فقال له الناس مسلم علی رسول الله ﷺ قال اوفیکم رسول الله ﷺ؟ قالوا نعم فسلم علیہ ثم قال لئن کنت رسول الله ﷺ فاخبرنی عما فی بطنی ناقتی هذه قال له سلمة بن سلامة بن وقش لا تسأل رسول الله ﷺ واقبل علی فانا اخبرک عن ذلك نزوت علیها ففی بطنها منك سحلة فقال رسول الله ﷺ مه افحشت علی الرجل ثم اعرض عن سلمة۔
(السيرة النبویة الطریق الی بدر ج ۲ ص ۳۳۲ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (الروض الانف ج ۳ ص ۴۴)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔
فاخبرنی عما فی بطنی ناقتی هذه فقال سلمة بن سلامة بن وقش لا تسأل رسول الله ﷺ واقبل علی فانا اخبرک عن ذلك قد نزوت علیها ففی بطنها منك سحلة فقال رسول الله ﷺ مه افحشت علی الرجل ثم اعرض عن سلمة۔
ترجمہ: اعرابی بدوی نے کہا بتاؤ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے نہ پوچھو میری طرف متوجہ ہو میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں تیری نالائق حرکت کا نتیجہ ہے۔
(سبل الہدی والرشاد غزوة بدر الکبریٰ ج ۳ ص ۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحنفی الشافعی متوفی ۱۰۶۱ھ لکھتے ہیں۔
قال ان کنت رسول الله ﷺ فاخبرنی بما فی بطنی ناقتی هذه فقال له سلامہ بن سلامة بن وقش لا تسأل رسول الله ﷺ اقبل علی انا اخبرک عن ذلك نزوت علیها ففی بطنها منك سحلة۔
(انسان النحویان فی سیرۃ الامین المامون المعروفة بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوة بدر الکبریٰ ج ۳ ص ۳۸۵ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)
اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے نوعمر صحابی نے پیٹ کا حال بتا دیا حضور نبی کریم ﷺ نے اعرابی کا یہ سوال سن کر خاموشی فرمائی تاکہ اس کی نالائق حرکت کا پردہ فاش نہ ہو لیکن اس نوعمر صحابی رضی اللہ عنہ نے اعرابی کو یہ بتا دیا کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں کس کا علاقہ ہے۔

حضور ﷺ کی رؤف رحیمی پر قربان جنہوں نے علم ہونے کے باوجود اس اعرابی کا پردہ فاش کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس صحابی رضی اللہ عنہ کا یہ خبر دے دینا اسی بات کی دلیل ہے کہ آقا و عالم ﷺ کے علم کی شان تو بہت بلند ہے بلکہ ان کی بدولت غلاموں کو بھی مافی الارحام کا علم ہوتا ہے یہی وجہ تھی کہ اعرابی حیران ہو گیا۔

حدیث نمبر ۸۰.....

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا عارم بن الفضل قال اخبرنا حماد بن زید عن اسحاق بن سويد ان ابا بكر اوصی

حاشیہ.....☆

بالخمس قال اخبرنا الفضل بن دكين قال اخبرنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن عروة عن عائشة قالت لما حضر ابا بكر الوفاة جلس فتشهد ثم قال اما بعد يا بنیة فان احب الناس غنی الی بعدی انت وان اعز الناس علی فقری بعدی انت وانی كنت نحلک جداد عشرين وسقا من مالی فوددت والله انک حزته واخذته فانما هو مال الوارث وهما اخواک واختاک قالت قلت هذا اخوای فمن اختای قال ذات بطن انة خارجة فانی اظنها جاریة۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وقت قریب آیا تو وہ بیٹھے خطبہ و تشہد پڑھا پھر کہا کہ اما بعد پیاری بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے اپنے بعد سب سے زیادہ تمہاری بے فکری بے نیازی محبوب ہے اور اپنے بعد تمہاری مفلسی محتاجی مجھے سب سے بے زیادہ گراں ہے میں نے اپنے مال کا مالک نہیں دیکھا کہ اس قدر غم میں ہو جائے اور اس پر قبضہ کرتی ہو اور اسے لے لیتیں لیکن وہ اب تو صرف وارثوں کا مال ہے اور وہ تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ تو میرے دونوں بھائی ہیں بہنیں کون ہیں؟

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ لکھتے ہیں۔

انها قالت ان ابا بكر الصديق كان نحلها جاد عشرين

(موطا امام مالک کتاب الاقضية ج ۲ ص ۲۳۵)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال ابو بكر الصديق رضي الله عنه لعائشة رضي الله عنها عند موته انما هما اخواك واختاك وكانت زوجته حاملا فولدت بنتا فكان قد عرف قبل الولادة انها۔

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ تیرے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں آپ کی زوجہ اس وقت حاملہ تھیں اور بعد میں بیٹی پیدا ہوئی تو پیدا ہونے سے پہلے ہی معلوم کر لیا کہ لڑکی پیدا ہوگی۔

(احیاء علوم الدین ج ۳ ص ۲۳-۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (اتحاف سادة السلفین ج ۸ ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی القریب عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۸ھ لکھتے ہیں۔

قال لما حضر ابا بكر الوفاة جلس فتشهد ثم قال اما بعد يا بنیة فان احب الناس غنی الی بعدی انت وان اعز الناس علی فقری بعدی انت وانی كنت نحلک جداد عشرين وسقا من مالی فوددت والله انک حزته وانما هو اخواک واختاک قالت قلت هذا اخوای فمن اختای قال ذو بطن انة خارجة فانی اظنها جاریة و فی رواية قد القی فی روعی انها جاریة فولدت ام کلثوم۔

(صفوة الصفوة ذکر مرض ابی بکر و وفاته رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۲۵-۲۲۶ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ بنی متوفی ۵۸۵ھ لکھتے ہیں۔

وخبيب هو الذي خلف علي بنت خارجة بعد ابی بكر صديق واسمها حبيبة وهي التي يقول ابو بكر عند وفاته ذو بطن بنت خارجة بن ابی زهير ام کلثوم بنت ابی بکر۔

ترجمہ: حضرت خبيب رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت حبیبة بنت خارجہ

حاشیہ.....☆

رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔ یہ وہی خوش نصیب خاتون ہیں جن کے متعلق وقت وصال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ان کے بطن اقدس میں بچی ہے۔ یہ خارجہ بن ابی زہر کی نور نظر تھیں اور وہ بچی حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما تھیں۔

(روض الانف نزول طلحہ وصحب علی ضییب بن اساف ج ۲ ص ۳۰۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

وصح من حدیث عروہ بن الزبیر عن عائشة رضی اللہ عنہا ان ابابکر الصديق رضی اللہ عنہ کان نحلها جداد عشرين وسقا من ماله بالغابة فلما حضرته الوفاة قال واللہ یا بنیة ما من الناس احب الی غنی بعدی منك ولا اعز علی فقرا بعدی منك وانی كنت قد نخلتک جداد عشرين وسقا فلو كنت حزیه کان لك وانما هو اليوم مال وارث وانما هما اخواک واختاک فاقسموه علی کتاب اللہ قالت عائشة یا ابت واللہ لو کان کذا وكذا لتركته انما هی اسماء فمن الاخری فقال ابوبکر ذو بطن اراها جارية فکان ذلك۔ قال التاج السبکی وفيه كرامتان لابی بکر رضی اللہ عنہ احدهما اخباره انه يموت فی ذلك المرض حيث قال وانما هو اليوم مال وارث والثانية اخباره بمولود يولد له وهو جارية۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیح حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے مقام غابہ کے مال سے بیس وسق کھجوریں بطور ہدیہ عطا فرمائیں جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بیٹی! میں اپنے وصال کے بعد تم سے زیادہ کسی کے مالدار ہونے کا متمنی ہوں نہ تم سے زیادہ کسی کی تنگ دستی کی فکر ہے میں نے تم کو کھجوروں کے جو بیس وسق دیئے تھے اگر تم اس پر قبضہ کر لیتیں تو وہ تمہاری ہو جاتیں مگر اب تو اس میں میراث جاری ہوگی اور ورثاء میں تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں شامل ہیں پس کتاب اللہ کے مطابق وراثت تقسیم کرنا عرض کیا اباجی اگر بہت سامال بھی ہوتا تو چھوڑ دیتی لیکن میری تو صرف ایک بہن اسماء ہے یہ دوسری کون ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ابھی شکم مادر میں ہے اور میرے علم کے مطابق وہ لڑکی ہے چنانچہ جس طرح انہوں نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دو کرامتیں ہیں ایک تو یہ خبر دینا کہ اس مرض میں ان کا وصال ہو جائے گا کیونکہ فرمایا اب یہ کھجوریں وارثوں کا مال ہے دوسری یہ خبر دینا کہ جو بچہ پیدا ہوگا وہ لڑکی ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین المطلب الثالث فی ذکر حملۃ من کرامات اصحاب رسول اللہ ﷺ ص ۶۱۱-۶۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۹.....

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ اخبرنا ابو حامد احمد بن علی المقرئ حدثنا ابو عیسیٰ الترمذی حدثنا احمد بن ابراہیم حدثنا عفان بن مسلم حدثنا عثمان بن الحمید بن لاحق عن جویریۃ بن اسماء عن نافع قال: بلغنا ان عمر بن الخطاب قال ان ولدی رجلا بوجه شین یلی فیملا الارض عدلا قال نافع: لا احسبه الا عمر بن عبد العزیز۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری نسل میں ایک شخص ہوگا جس کے چہرے پر بد نما نشان ہوگا مگر وہ زمین کو انصاف سے بھر دے گا۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں گمان نہیں رکھتا مگر یہ کہ وہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حاشیہ.....☆

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۱۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسین بن یحییٰ متوفی ۲۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو علی الحسین بن محمد الروذباری حدثنا ابو بکر محمد بن مہرویہ بن عباس بن سنان الرازی قال قرات علی محمد بن ایوب قلت: اخبرکم عثمان بن طلوت اخبرنا سلیمان بن حرب حدثنا مبارک بن فضالہ عن عبيد الله بن عمر عن نافع قال: كان ابن عمر يقول كثيرا: ليت شعري هذا الذي من ولد عمر بن الخطاب في وجهه علامة يملأ الارض عدلا۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں اس شخص کو جان لیتا کہ جو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی نسل میں سے ہے اور اس کے چہرے پر بد نما نشان ہے اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۱۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۳۶۳ رقم الحدیث ۱۷۱۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۱۲۲ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

و حدثنا ابو بکر بن مالک ثنا عبد الله بن احمد بن حنبل حدثني ابي ثنا سليمان بن حرب ثنا مبارك بن فضالہ عن عبيد الله بن عمر عن نافع قال كنت اسمع ابن عمر كثير يقول ليت شعري من هذا الذي في وجهه علامة من ولد عمر يملأ الارض عدلا۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے سنا تھا۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کس کے چہرے میں علامت ہے۔ جو زمین کو انصاف سے بھر دے گا؟

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۲۵۴ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۱۱۶ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۵۰ھ لکھتے ہیں۔

عبد الله بن دينار قال: قال ابن عمر: يا عجباً، يزعم الناس ان الدنيا لا تنقضي حتى يلي رجل من آل عمر يعمل بمثل عمل عمر، قال: فكانوا يرونه بلال بن عبد الله بن عمر، قال: وكان بوجهه اثر، فلم يكن هو، واذا هو عمر بن عبد العزيز، وامه ابنة عاصم بن عمر بن الخطاب۔

ترجمہ: عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا ہے کہ کیسی عجیب بات ہے لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک آل عمر میں ایک ایسا شخص پیدا نہ ہوگا جو عمر رضی اللہ عنہ کی سی زندگی گزارے گا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا شخص بلال بن عبد اللہ بن عمر ہو سکتے ہیں۔ اور اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے چہرہ پر نشان بھی ہوگا لیکن ایسا کوئی شخص بھی بجز عمر بن عبدالعزیز کے اور کوئی نہیں ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۳ جز ۴۸ ص ۱۰۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل

حاشیہ.....☆

المندوة امام يهتي ج ٦ ص ٣٩٢ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (سبل المهدى والرشاد ج ١٠ ص ١١٥-١١٦ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

امام جلال الدين سيوطي متوفى ٩١١ هـ روايت کرتے ہیں۔

واخرج عبد الله بن احمد في (زوائد الزهد) على بن ابي طالب قال: لا تلعنوا بني امية فان فيهم اميراً صالحاً يعنى عمر بن عبدالعزيز رحمه الله عليه۔

ترجمہ: عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ”الزوائد“ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ بنی امیہ پر لعنت نہ کرو کیونکہ ان میں ایک امیر ایسا ہے جو مرد صالح ہے یعنی عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ۔

(خصائص الکبریٰ ج ٢ ص ٢٠٠ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (سبل المهدى والرشاد ج ١٠ ص ١١٦ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

امام جلال الدين سيوطي متوفى ٩١١ هـ روايت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقي عن سعيد بن المسيب انه قال: الخلفاء ابوبكر والعمران، فليل له: من عمر الآخر؟ قال يوشك ان تعرفه۔ قال البيهقي: وابن المسيب مات قبل عمر بن عبدالعزيز بسنتين ولا يقوله الا توفيقاً۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ خلفاء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دو عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ کسی نے ان سے پوچھا دوسرے عمر کون ہیں؟ فرمایا قریب ہے کہ تم اسے جان لو گے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابن المسیب رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے دو سال پہلے فوت ہوئے اور انہوں نے یہ بات توفیق الہی سے سنا۔

(خصائص الکبریٰ ج ٢ ص ٢٠٠ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (دلائل المنوة امام يهتي ج ٦ ص ٣٩٣ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (سبل المهدى والرشاد ج ١٠ ص ١١٦ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

امام ہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان جبرئیل اتانی فبشرنی ان فی بطنها منی غلاماً و انه اشبه الخلق بی و امرنی ان اسمیه ابراهیم و کنانی بابی ابراهیم۔

ترجمہ: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے بشارت دی کہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ میں مجھ سے لڑکا ہے وہ تمام مخلوق سے زیادہ مجھ سے مشابہ تر ہے انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اس کا نام ابراہیم رکھوں اور جبریل علیہ السلام نے میری کنیت ابو ابراہیم رکھی۔

(کنز العمال ج ١١ ص ٢٤١ رقم الحدیث ٣٢٢١٣-٣٢٢١٦ مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت)

ماذا تكسب غداً یعنی كل اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم

حدیث نمبر ١٠.....

امام احمد بن حنبل متوفى ٢٤١ هـ روايت کرتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

انکم ستاتون غدا ان شاء الله تعالى عين تبوك و انکم لن تاتوا بها حتی یضحی النہار فمن جاء فلا

حاشیہ.....☆

بمس من مائها شيا حتى اتى۔

ترجمہ: کل تم (اسلامی لشکر) تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے اور تم وہاں چاشت سے پہلے نہ پہنچ سکو گے پس جو کوئی پہلے پہنچ جائے تو وہ اس چشمہ کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے یہاں تک کہ میں آ جاؤں۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

انکم ستاتون غدا ان انشاء الله عين تبوك۔

ترجمہ: انشاء اللہ کل صبح چشمہ تبوک پر پہنچ جاؤ گے۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع في غزوة تبوك من المعجزات ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۲.....

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

ثم نزل غدا ان شاء الله بخيف بن كنانة۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کل ان شاء اللہ ہماری منزل خیف بن کنانہ میں ہوگی۔

(صحیح مسلم باب استجاب النزول بالمخيف يوم الغفر والصلاة ج ۲ ص ۹۲۵ رقم الحدیث ۶۳۱۲ مطبوعہ دار حیات التراث العربی بیروت)، (سنن ابی داؤد باب التخصيب ج ۲ ص

۲۱۰ رقم الحدیث ۲۰۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حدیث نمبر ۳.....

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

عن ابی هريرة قال بينا رسول الله ﷺ في حلقة من اصحابه اذ قال ليصلين معكم غدا رجل من اهل الجنة قال ابو هريرة فطمعت ان اكون انا ذلك الرجل فغدوت فصليت خلف النبي ﷺ فاقمت في المسجد حتى انصرف الناس وبقيت انا وهو فبينما نحن عنده اذ اقبل رجل اسود متزر بخرقه مرتد برقعة فجاء حتى وضع يده في يد رسول الله ﷺ ثم قال يا نبي الله ادع الله لي فدعا النبي ﷺ له بالشهادة۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کل صبح تمہارے ساتھ ایک جنتی آدمی نماز پڑھے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے امید ہوئی کہ ہو سکتا ہے وہ میں ہوں چنانچہ صبح کو میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی لوگ واپس لوٹ گئے مگر میں برابر مسجد میں ہی بیٹھا رہا اور حضور ﷺ بھی بیٹھے رہے اسی دوران ایک کالا آدمی معمولی کپڑے کا ازار باندھے ہوئے برقعہ اوڑھے ہوئے سامنے آیا اور حضور ﷺ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھ کر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا کیجئے چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے لئے شہادت کی دعا کی۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر اوّل بن عامر القرنی رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۸۱ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

بای ارض تموت یعنی مرنے کا وقت اور مرنے کی جگہ کا علم

حدیث نمبر ۱۰۰۰۰۰

امام ابن حجر عسلائی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

عن الاقرع بن شفی العکی قال قال دخل علی النبی ﷺ فی مرضی فقلت لا احسب الا انی میت من مرضی قال کلا لتبقین ولتھا جرن الی ارض الشام وتموت وتدفن بالربوة من ارض فلسطين۔

ترجمہ: حضرت اقرع بن شفیعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ میری بیماری کے زمانہ میں تشریف لائے۔ اس وقت میں عرض کیا میرا گمان یہی ہے کہ میں اپنے اس مرض سے جانبر نہ ہو سکوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تم ضرور زندہ رہو گے اور سرزمین شام کی طرف ضرور ہجرت کرو گے اور وہاں فوت ہو کر فلسطین کے ٹیلہ پر دفن ہو گے۔

(الاصابة فی تیز الصحابة ذکر اقرع بن شفیعی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۰۳ برقم ۲۳۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاستیعاب فی معرفة الاصحاب مختصر ج ۱ ص ۱۰۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام عبدالباقی بن قانع ابوالحسن متوفی ۳۵۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا یحیی بن عبدالباقی الثغری ابو محمد نا ابو الحارث الحسن بن موسی الرملی نا محمد بن فھر بن جمیل العکی قال حدثنی امیة ولفاف ابنا المفضل عن ابیہما عن جدهما لفاف بن کدر عن الاقرع بن شفی العکی قال مرضت فدخل علی النبی ﷺ فقلت احسب انی میت فی مرضی هذا فقال کلا لتبعثن وتھا جرن الی الشام فتموت وتدفن بها۔

(معجم الصحابة ج ۱ ص ۶۸ برقم ۶۶ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)

امام ابن حجر عسلائی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

ودفن بالرملة۔

ترجمہ: اور رملہ میں مدفون ہوئے۔

(الاصابة فی تیز الصحابة ذکر اقرع بن شفیعی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۰۳ برقم ۲۳۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابن السکن وابن مندہ کلہما فی (الصحابة) وابن عساكر فی تاریخہ من طرق عن الاقرع بن شفی العکی قال: دخل علی النبی ﷺ فی مرض: لا احسب الا انی میت من مرضی قال کلا لتبقین ولتھا جرن الی ارض الشام وتموت وتدفن بالربوة من ارض فلسطين فمات فی خلافة عمر ودفن بالرملة۔

ترجمہ: ابن السکن اور ابن مندہ رحمہما اللہ دونوں نے ”الصحابة“ میں اور ابن عساكر نے اپنی ”تاریخ“ میں کئی سندوں کے ساتھ اقرع بن شفیعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ میری بیماری کے زمانہ میں تشریف لائے۔ اس وقت میں عرض کیا میرا گمان یہی ہے کہ میں اپنے اس مرض سے جانبر نہ ہو سکوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تم ضرور زندہ رہو گے اور سرزمین شام کی طرف ضرور ہجرت کرو گے اور وہاں فوت ہو کر فلسطین کے ٹیلہ پر دفن ہو گے۔ چنانچہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں فوت ہوئے اور رملہ میں مدفون ہوئے۔

☆..... حاشیہ.....
(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۱۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،
(سبل المہدی والرشاد ج ۱ ص ۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر (۲).....

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سیلی متوفی ۵۵۷ھ لکھتے ہیں۔
وفي حديث آخر انه عليه السلام ذكر آخر من يموت من هذه الامة فقال رجلا من مزينة جبلا
من جبال العرب يقال له ورقان كل هذا من قول البكري في كتاب معجم ما۔
ترجمہ: آپ ﷺ نے اس شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا جو امت مسلمہ میں سے سب سے آخر میں مرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سب
سے آخر میں مرنے والے مزینہ کے دو آدمی ہوں گے جو عرب کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر خیمہ زن ہوں گے اس پہاڑ کا نام ورقان ہے۔
(روض الانف ج ۱ ص ۲۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر (۳).....

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔
واخرج ابن سعد عن مالك بن ابى عامر قال كان الناس يتوفون ان يدفنوا موتاهم في حش
كوكب فكان عثمان يقول يوشك ان يهلك رجل صالح ليدفن هناك فياتسى الناس به فكان عثمان اول
من دفن هناك۔
ترجمہ: ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے مالک بن ابی عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا۔ لوگ ”حش کوكب“ میں اپنے
مردوں کو دفن کرنے سے بچا کرتے تھے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب ایک مرد صالح فوت ہوگا اور اسے
اس جگہ دفن کیا جائے گا اور لوگ اس کی اقتدا کریں گے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جو اس جگہ دفن کئے گئے۔
(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔
وكان عثمان رضى الله عنه قبل لك يمر بحش كوكب فيقول ليدفن ههنا رجل صالح قال
ابو القاسم الحش البستان۔
(المعجم الکبیر طبرانی ج ۱ ص ۸۷ رقم الحدیث ۱۰۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۹۹ھ لکھتے ہیں۔
قال مالك وكان عثمان يمر بحش كوكب فيقول انه سيدفن هاهنا رجل صالح وقيل انهم لما
دفنوه غيبوا قبره رحمه الله تعالى۔
(تخریج الدلالات السمعیہ ص ۲۰۵ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۹۹ھ لکھتے ہیں۔
وقال البكري وحش كوكب بضم الحاء وتشديد الشين موضع بالمدينة وهو الذي دفن فيه عثمان رضى الله عنه
(تخریج الدلالات السمعیہ ص ۲۰۶ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)

امام ابی عبداللہ بن مسلم بن قتیبة الدینوری متوفی ۲۷۶ھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔
ودفن بالبقیع لیلا و صلی علیہ جبیر بن مطعم واخفوا قبره قال ابو اليقظان قتل يوم الجمعة سنة

حاشیہ.....☆

خمس وثلاثين ودفن بارض يقال لها حش كوكب رجل من الانصار۔

(العارف ص ۱۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام شمس الدین السخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں۔

مشهد عثمان بن عفان وهو اول من دفن به فی بستان كان يقال له حش كوكب بالبقيع۔

(التمه الملطیفة فی تاریخ المدینہ الشریفة ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابن عبد البر متوفی ۳۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قال مالك وكان عثمان رضي الله عنه يمر بحش كوكب فيقول انه سيدفن هنا رجل صالح۔

(الاستيعاب ذكر عثمان بن عفان رضي الله عنه ج ۳ ص ۱۰۲۸ رقم ۱۷۷۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابن عبد البر متوفی ۳۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ودفن ليلاً بموضع يقال له حش كوكب۔

(الاستيعاب ذكر عثمان بن عفان رضي الله عنه ج ۳ ص ۱۰۲۸ رقم ۱۷۷۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا ابو بكر بن عبد الله بن ابي اويس قال حدثني عم جدتي الربيع بن مالك بن ابي عامر عن ابيه قال كان الناس يتوفون ان يدفنوا موتاهم في حش كوكب فكان عثمان بن عفان يقول يوشك ان يهلك رجل صالح فيدفن هناك فياتسي الناس به۔

قال مالك بن ابي عامر فكان عثمان بن عفان اول من دفن هناك۔

ترجمہ: حضرت ربیع بن مالک بن ابی عامر نے اپنے والد سے روایت کی کہ لوگ آرزو کرتے کہ ان کی مہتیں حش کوكب میں دفن کی جائیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہا کرتے کہ عنقریب ایک مرد صالح وفات پائے گا اور وہاں دفن کیا جائے گا اور لوگ اس کی پیروی کریں گے۔

مالک بن ابی عامر نے کہا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جو وہاں دفن کیے گئے۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۷۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حدیث نمبر ۴۰۰.....

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا ابو النضر ثنا ابراهيم بن سعد عن محمد بن اسحاق عن عبد الله بن ابي رافع عن ابيه عن ام سلمى قالت اشتكت فاطمة شكواها التي قبضت فيه فكنت امرضها فاصبحت يوم ما رأيتها في شكواها تلك قالت وخرج علي لبعض حاجته فقالت يا امه اسكبي لي غسلا فسكبت لها غسلا فاغتسلت كما حسن ما رأيتها تغتسل ثم قالت ثم اعطيني ثيابي الجدد فاعطيتها فلبستها ثم قالت يا امه قدمي لي فراشي وسط البيت ففعلت واضطجعت واستقبلت القبلة وجعلت يدها تحت خدها ثم قالت يا امه اني مقبوضة الآن وقد تطهرت فلا يكشفني احد فقبضت مكانها قالت فجاء علي فاخبرته۔

ترجمہ: حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی مرض موت میں مبتلا ہوئیں تو میں ان کی تیمارداری کرتی تھی۔ مرض کے اس پورے عرصہ کے دوران میں جہاں تک میں نے دیکھا ایک صبح ان کی حالت قدرے بہتر تھی۔ حضرت علی

☆..... حاشیہ

رضی اللہ عنہ کسی کام سے باہر گئے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا امی جان میرے غسل کرنے کے لیے پانی لائیں۔ میں پانی لائی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اچھی طرح غسل کیا۔ پھر فرمایا امی جان مجھے نیا لباس دیں۔ میں نے ایسا ہی کیا اسے آپ رضی اللہ عنہا نے زیب تن فرمایا اور قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئیں ہاتھ مبارک رخسار مبارک کے نیچے کر لیا پھر فرمایا امی جان اب میری وفات ہوگی میں پاک ہو چکی ہوں لہذا کوئی مجھے (غسل دینے کے لیے) بے پردہ نہ کرے۔ پس اسی جگہ آپ کی وفات ہو گئی۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میں نے انہیں سیدہ کے وصال کی اطلاع دی۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۶۱ رقم الحدیث ۲۷۵۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (فضائل الصحابة ج ۲ ص ۲۲۹ رقم الحدیث ۱۰۸۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (العلل المتناہیۃ لابن جوزی ج ۱ ص ۲۶۰-۲۶۱ رقم الحدیث ۳۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۵۴ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ثم قالت يا امه اني مقبوضة الآن وقد تطهرت فلا يكشفني احد فقبضت مكانها قالت فجاء علي فاخبرته **ترجمہ:** پھر فرمایا امی جان اب میری وفات ہوگی میں پاک ہو چکی ہوں لہذا کوئی مجھے (غسل دینے کے لیے) بے پردہ نہ کرے۔ پس اسی جگہ آپ کی وفات ہو گئی۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میں نے انہیں سیدہ کے وصال کی اطلاع دی۔

(مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (نصب الریۃ لاحادیث الہدیۃ ج ۲ ص ۲۵۰ مطبوعہ دار الحدیث مصر)

امام الحافظ ابو بشر محمد بن احمد الدولابی متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحسن بن علي بن عفان حدثنا معاوية بن هشام حدثنا علي ابن صالح عن سماك بن حرب عن قابوس بن المخارق قال قلت ام الفضل يا رسول الله كان عضوا من اعضائك في بيتي قال خيرا رايته تلد فاطمة غلاما فترضعه بلبن قثم فولدت الحسن فارضعته بلبن قثم۔

(الذرية الطاهرة النبوية ص ۷۲ رقم الحدیث ۱۱۶ مطبوعہ الدار السلفیۃ الکویت)

امام الحافظ ابو بشر محمد بن احمد الدولابی متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں۔

قالت فاطمة اسبكي لي يا امه غسلا فسكبت لها غسلا فاغتسلت كاحسن ما كنت اراها تغتسل قالت ثم قالت يا امه ناوليني ثيابي الجدد قالت فناولتها فلبستها ثم جاءت الى البيت الذي كانت فيه فقالت قدمي فراشي وسط البيت فاضطجعت فاطمة عليه ووضعت يدها اليمنى تحت خرها ثم استقبلت القبلة ثم قالت فاطمة يا امه اني مقبوضة الآن فلا يكشفني احد ولا يغسلني احد قالت فقبضت مكانها فقالت ودخل علي بن ابي طالب فاخبرته بالذي قالت امرتني فقالت علي والله لا يكشفها احد فاحتملها فدفنها بغسلها ذلك ولم يكفنها احد ولا غسلها احد۔

(الذرية الطاهرة النبوية ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۲۱۵ مطبوعہ الدار السلفیۃ الکویت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۰ھ لکھتے ہیں۔

عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله ﷺ ينزل عيسى بن مريم الى الارض فيتزوج ويولد له ويمكث خمسا واربعين سنة ثم يموت فيدفن معي في قبري فاقوم انا وعيسى بن مريم من قبر واحد بين

حاشیہ.....☆

ابی بکر و عمر۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) زمین کی طرف نزول فرما ہوں گے شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی پینتالیس سال زمین پر رہیں گے پھر ان کا وصال ہوگا اور میرے مقبرے میں دفن ہوں گے میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی مقبرہ سے اٹھیں گے اور ابو بکر و عمر ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔ (الوفاء بحوال المصطفیٰ الباب الثانی فی حشر عیسیٰ بن مریم مع نبینا ﷺ ج ۲ ص ۸۱۴ مطبوعہ مصطفیٰ البابا مصر)، (مکتوبۃ المعانی باب قرب الساعة ص ۲۸۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حدیث نمبر ۵۰.....

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا ابو نصر عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن قتادة اخبرنا ابو العباس محمد بن اسحاق بن ايوب الضبي حدثنا الحسن بن علي بن زياد حدثنا اسماعيل بن ابي اويس قال: حدثني ابو معن الانصاري اسنده۔ قال: بينا عمر ابن عبدالعزیز يمشي الى مكة بفلاة من الارض اذ رأى حية ميتة، فقال: علي بمحفار فقالوا: نكفيك اصلحك الله قال: لا ثم اخذه فحفره ثم لفه فخرقة ودفنه فاذا هاتف يهتف لا يرونه رحمة الله عليك يا سرق فاشهد لسمعت رسول الله ﷺ يموت يا سرق في فلاة من الارض يدفنك خير امتي فقال له عمر بن عبدالعزیز من انت يرحمك الله قال انا رجل من الجن وهذا سرق ولم يكن ممن بايع رسول الله ﷺ من الجن احد غيري وغيره واشهد لسمعت رسول الله ﷺ يقول يموت يا سرق بفلاة من الارض ويدفنك خير امتي۔

ترجمہ: حضرت ابو معن انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک دن چٹیل میدان میں مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے تھے کہ اچانک انہوں نے ایک مرا ہوا سانپ دیکھا تو انہوں نے کہا کہ اس کو دفن کرنا مجھ پر لازم ہے اور جنوں نے کہا ہم تمہارے لئے کافی ہیں (ہم آپ کو اس سے منع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے) اللہ تعالیٰ تمہاری بھلائی فرمائے یعنی بہتر بدلہ دے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہو سکتا پھر سانپ کو اٹھایا اور ایک گڑھا کھودا پھر ایک کپڑے میں اسے لپیٹ کر دفن کر دیا پھر اچانک ایک عجیب سی آواز دینے والے نے آواز دی جو نظر نہیں آ رہا تھا اے سُرَق! تم پر اللہ کی رحمت ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے اے سُرَق! تم ایک چٹیل میدان میں مرو گے اور تم کو میری امت کا بہترین آدمی دفن کرے گا تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اس نے کہا میں ایک جن ہوں اور یہ سُرَق ہے اور جنوں میں سے میرے اور اس کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا جس نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے اے سُرَق! تم چٹیل میدان بیابان میں مرے گا اور تجھے میرا بہترین امتی دفن کرے گا۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۳-۳۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (لقط المرجان فی احکام الجنان للسیدوطی اردو ص ۱۱۲-۱۱۳ مطبوعہ عظمیٰ پبلشرز دارالعلوم صادق الاسلام کراچی)

حاشیہ.....☆

یہی امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دوسری سند سے روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا ابو محمد عبد اللہ بن یحیی السکری ببغداد اخبرنا اسماعیل بن محمد الصفار حدثنا عباس بن عبد اللہ الترقفی حدثنا محمد بن فضیل و لیس بابن غزوان حدثنا العباس بن ابی راشد عن ابیہ قال: نزل بنا عمر بن عبد العزیز فلما رحل قال لی مولای: اركب معه فشیعه قال: فركبت فمررنا بواد فاذا نحن بحیة میتة مطروحة علی الطريق فنزل عمر ففتحها وواراها ثم ركب فبینا نحن نسیر اذا هاتف یهتف وهو یقول یا خرقاء یا خرقاء۔ قال فالتفتنا یمینا وشمالا فلم نر احدا فقال له عمر اسالك بالله ایها الهاتف ان كنت ممن یظهر الا ظهیر وان كنت ممن لا یمظهر اخبرنا ما الخرقاء؟ قال: الحیة التی دفنتم بمكان كذا وكذا فانی سمعت رسول الله ﷺ یقول لها یوما: یا خرقاء تموتین بفلاة من الارض یدفنتك خیر مومن من اهل الارض یومئذ فقال له عمر ومن انت یرحمك الله قال: انا من التسعة او السبعة۔ شك الترقفی۔ الذین بايعوا رسول الله ﷺ فی هذا المكان او قال: فی هذا الوادی۔ شك الترقفی ایضا فقال له عمر: الله انت سمعت هذا من رسول الله ﷺ؟ قال: الله انی سمعت رسول الله ﷺ فدمعت عینا عمر وانصرفنا۔

ترجمہ: ابی راشد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہاں اترے جب کوچ کیا تو میرے آقائے مجھے کہا کہ سوار ہو کر ان کے ساتھ چلو چنانچہ میں سوار ہو کر ساتھ ہولیا جب ہم ایک وادی سے گزرے تو ہمیں راستے پر پڑا ہوا ایک مردہ سانپ نظر آیا۔ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اتر کر اسے راستے سے ہٹایا اور دفن کر دیا اور پھر سوار ہو گئے۔ ہم چل رہے تھے کہ اچانک ہاتف کی آواز آئی۔ اے خرق! اے خرق! ہم نے مڑ کر دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پکار کر کہا اے ہاتف! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ اگر تو ظاہر ہو بیواؤں میں سے ہے تو سامنے آ اور اگر ظاہر نہ ہونے والوں میں سے ہے تو بتا کہ خرق کون ہے؟ اس نے جواب دیا وہی سانپ ہے جو آپ نے فلاں مقام پر دفن کیا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ایک دن اس سے فرما رہے تھے۔ اے خرق! تیری فلاں جنگل میں موت ہوگی اور تمہیں اس زمانے کا ایک بہترین مومن دفن کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو کون ہے؟ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ اس نے جواب دیا میں ان نوجنات میں سے ہوں جنہوں نے اس جگہ نبی کریم ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی تو عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کیا تم نے واقعی رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی تھی؟ اس نے کہا ہاں یہ سن کر عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پھر ہم وہاں سے لوٹ آئے۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۳-۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۲۹۷-۲۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن احمد بن ہارون ثنا عبد اللہ بن الحسن بن اخت عبدان ثنا نصر بن داود بن طغرق ثنا محمد بن الفضل ثنا العباس بن راشد عن ابیہ راشد قال زار عمر بن عبد العزیز مولای فلما اراد الرجوع قال لی شیعة فلما برزنا اذا نحن بسوداء میتة فنزل عمر فدفنها فاذا هاتف یهتف یا خرقاء یا خرقاء انی سمعت رسول الله ﷺ یقول لهذه الحیة لتموتن بفلاة من الارض ولیدفنتك خیر اهل الارض فقال نشدتك الله ان كنت ممن یظهر الا ظهیرت لی قال انا من السبعة الذین بايعوا رسول الله ﷺ فی هذا الوادی وانی سمعته یقول لهذه الحیة لتوتن بفلاة من الارض ولیدفنتك خیر اهل الارض یومئذ فبکی عمر حتی کاد ان یسقط عن راحلته وقال یا راشد انشدك الله ان تخبر بهذا احدا حتی یوارینی التراب۔

ترجمہ: حضرت راشد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرے آقا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت کی، جب واپس ہونے

حاشیہ.....☆

لگے تو مجھ سے فرمایا اس کے ساتھ چلو، ہم نکلے تو ہم نے ایک کالا سانپ مرا پایا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اترے اور اسے دفن کر دیا اچانک ایک غیبی آواز آئی اے خرقاء خرقاء میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سانپ کے بارے میں فرماتے سنا تھا تو فلاں زمین کے بیابان میں مرے گا اور تجھے اہل زمین کا بہترین شخص دفن کرے گا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں اگر تو ظاہر ہو سکتا ہے تو مرے سامنے آ۔ اس نے کہا میں ان سات شخصوں میں سے ایک ہوں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی واوی میں بیعت کی تھی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سانپ کے بارے میں میں فرماتے سنا کہ تو فلاں زمین کے بیابان میں مرے گا۔ تجھے اس دن اہل زمین کا بہترین شخص دفن کرے گا تو عمر رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور قریب تھا کہ سواری سے گر پڑتے فرمایا راشد میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ جب تک مجھے مٹی کے سپرد نہیں کر دیتے اس کی کسی کو اطلاع نہ کرو گے۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

یا سرق فاشهد لسمعت رسول الله ﷺ يقول تموت یا سرق بفلاة من الارض فیدفنك خیر امتی فقال له عمر بن عبدالعزیز من انت قال انا رجل من الجن وهذا سرق ولم یکن بقی ممن بايع النبی ﷺ غیری وغیره۔

(الاصابة فی تیز الصحابة سرق رضی اللہ عنہ آخره من الجن ج ۳ ص ۲۵ رقم ۳۱۲۵ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

حدیث نمبر ۶۶.....

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج الحاكم والبيهقي عن ام الفضل بنت الحارث قالت: دخلت على رسول الله ﷺ يوما بالحسين فوضعت في حجره ثم خانت مني التفاتة فاذا عينا رسول الله ﷺ تهريقان من الدموع فقال اتاني جبريل فاخبرني ان امتي ستقتل ابني هذا والثاني بتربة من تربته حمراء۔

ترجمہ: حاکم و بیہقی رحمہما اللہ نے ام فضل بن الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ایک دن میں امام حسین رضی اللہ عنہ کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے انہیں آپ کی آغوش میں دے دیا۔ کچھ دیر بعد میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی چشمان مبارک آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ میری امت میرے اس فرزند کو شہید کر دے گی اور میرے پاس ان کے مقتل کی سرخ مٹی لائے۔

(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۵ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ مکرمہ)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۶۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجة الله علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی غم الزیادة الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۳ رقم الحدیث ۱۲۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن راهويه والبيهقي وابونعيم عن ام سلمة ان رسول الله ﷺ اضطجع ذات يوم فاستيقظ وهو حائر وفي يده تربة حمراء يقلبها قلت ما هذه التربة يا رسول الله؟ قال اخبرني جبريل ان هذا يعني الحسين يقتل بارض العراق وهذه تربتها۔

ترجمہ: ابن راہویہ، بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن محو استراحت تھے آپ

حاشیہ.....☆

بیدار ہوئے تو غمگین تھے اور آپ کے دست اقدس میں سرخ مٹی تھی جسے آپ پلٹ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ مٹی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ حسین رضی اللہ عنہ سرزمین عراق میں قتل کئے جائیں گے اور یہ ان کے مقتل کی مٹی ہے۔

(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۲ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۶۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر مقتل الحسین رضی اللہ عنہ و ذکر قاتلہ و این قتل و متی قتل ص ۱۳۷ مطبوعہ دارالکتب المعمریہ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابراهيم بن عبد الله نا حجاج نا حماد عن ابان عن شهر بن حوشب عن ام سلمة قالت ثم كان جبريل عليه اسلام ثم النبي ﷺ والحسين معي فبكى فتركتهم فدفنا من النبي ﷺ فقال جبريل عليه السلام اتحبه يا محمد فقال نعم ان امتك ستقتله وان شئت اريتك ومن تربة الارض التي يقتل بها نارا اياه فاذا الارض يقال له كربلاء۔

(فوائد صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۸۲ رقم الحدیث ۱۳۹۱ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابو بکر الشیبانی متوفی ۲۸۸ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرني جبريل عليه السلام ان هذا يقتل بارض العراق للحسين فقلت يا جبريل ارنى تربة الارض التي يقتل فيها و هي هذه۔

(الاحاد والثنائي ج ۱ ص ۳۱۰ رقم الحدیث ۳۲۹ مطبوعہ دارالریة الرياض)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۲۶۸ھ لکھتے ہیں۔

عن انس ان ملك المطر استاذن ان ياتي النبي ﷺ فاذن له فقال لام سلمة املكي علينا الباب لا يدخل علينا احد قال وجاء الحسين ليدخل فمنعته فوثب فدخل فجعل يقعد على ظهر النبي ﷺ وعلى منكبيه وعلى عاتقه قال فقال الملك للنبي ﷺ اتحبه؟ قال نعم قال: اما ان امتك ستقتله وان شئت اريتك المكان الذي يقتل فيه فضر ب بيده فجاء بطينة حمراء فاخذتها ام سلمة فصرتها في خمارها قال ثابت بلغنا انها كربلاء۔

ترجمہ: حضرت انس بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی اور اسے اجازت دی گئی۔ اس وقت حضور ﷺ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے فرشتے کی آمد پر حضور ﷺ نے فرمایا اے ام سلمہ! دروازے کا دھیان رکھنا کوئی اندر نہ آئے جب آپ دروازے پر نگہبانی فرما رہی تھیں تو اسی دوران امام حسین رضی اللہ عنہ اندر آئے اور نبی کریم ﷺ کے دوش مبارک پر سوار ہونے لگے فرشتے نے پوچھا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ کی امت ان کو قتل کر دے گی اگر چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں انہیں قتل کیا جائے گا تو فرشتے نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سرخ مٹی آپ کو دکھائی اور اس مٹی کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لے لیا اور اسے اپنے کپڑے میں باندھ لیا اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ وہ جگہ كربلاء ہے۔

(الذکر فی احوال الموتی و الامور الآخرة باب ما جاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قاتلہ ج ۲ ص ۳۷۲-۳۷۳ مطبوعہ سعید کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگلی پشاور)، (مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۲)، (معجم الزوائد ج ۹ ص ۱۸۷)، (المصنف الکبیر للعقلمی ج ۳ ص ۳۱۵)، (المحرر کون اللد ارقطنی رقم الحدیث ۳۸۲)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البيهقي وابونعيم عن انس قال: استاذن ملك المطر ان ياتي رسول الله ﷺ فاذن له فدخل الحسين فجعل يقع على منكب النبي ﷺ فقال الملك اتحبه؟ قال النبي ﷺ نعم قال: فان امتك تقتله وان شئت اريتك المكان الذي يقتل فيه فضرب بيده فاراه ترابا احمر فاخذته ام سلمة فصرت في ثوبها فكننا نسمع انه يقتل بكر بلاء۔

ترجمہ: بیہقی و ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی اور اسے اجازت دی گئی۔ اسی دوران امام حسین رضی اللہ عنہ اندر آئے اور نبی کریم ﷺ کے دوش مبارک پر سوار ہونے لگے فرشتے نے پوچھا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ کی امت ان کو قتل کر دے گی اگر چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں انہیں قتل کیا جائے گا تو فرشتے نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سرخ مٹی آپ کو دکھائی اور اس مٹی کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لے لیا اور اسے اپنے کپڑے میں باندھ لیا اور ہم سنا کرتے تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں شہید کیا جائے گا۔

(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ ﷺ بمقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۱۰۰-۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طہرانی کبیر ج ۳ ص ۱۱۲-ابن عساکر ج ۳ ص ۳۲۸-کنز العمال رقم الحدیث ۳۷۶۹۶) (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ) (سبل المہدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۵۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۲-ج ۳ ص ۲۶۵)، (تیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الشفاء جریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح الطائفة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۱۸ مطبوعہ دارالرفقہ بیروت)، (دلائل النبوة لابن قیم امصمائی اردو ص ۳۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ذکر مقتل الحسین رضی اللہ عنہ و ذکر قتله و ابن قتل و متی قتل ص ۱۳۶-۱۳۷ مطبوعہ دارالکتب المصریہ)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابونعیم احمد بن عبد اللہ امصمائی متوفی ۳۳۰ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

جبکہ سلیمان بن احمد کی روایت میں ہے کہ اسے نبی کریم ﷺ نے سونگھا تو فرمایا کرب اور بلا کی بو ہے اس میں، تو کہتے ہیں ہم سنا کرتے تھے کہ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوں گے۔

(دلائل النبوة لابن قیم امصمائی اردو ص ۳۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابونعيم عن ام سلمة قالت: كان الحسن والحسين يلعبان ببیتی فنزل جبريل فقال يا محمد: ان امتك تقتل ابنك هذا من بعدك واوما الى الحسين واتاه بتربة فشمها ثم قال ریح کرب و بلاء وقال يا ام سلمة اذا تحولت هذه التربة دما فاعلمي ان ابني قد قتل فجعلتها في قارورة۔

ترجمہ: ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما میرے گھر میں آکر کھیل رہے تھے اسی وقت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی امت آپ کے اس فرزند کو آپ کے بعد شہید کر دے گی اور جبریل علیہ السلام نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور انہوں نے مٹی لا کر دی۔ آپ نے اسے سونگھ کر فرمایا کرب و بلا کی بو ہے اور فرمایا اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب یہ مٹی خون سے بدل جائے تو جان لینا کہ میرا فرزند شہید کر دیا گیا تو انہوں

حاشیہ.....☆

نے اس مٹی کو شیشی میں محفوظ کر لیا۔

(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ رحمۃ اللہ علیہ مقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۲۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ذکر ابو علی سعید بن عثمان بن السکن الحافظ قال: حدثنا ابو عبد اللہ الحسن بن اسماعیل قال حدثنا محمد بن ابراهیم الحلوانی قال ابن السکن واخبرنی ابوبکر محمد بن اسماعیل حدثنا احمد بن عبد اللہ بن زیاد الحداد قالا حدثنا سعید بن عبد الملک بن واقد قال حدثنا عطاء بن مسلم عن اشعث بن سحیم عن ابیه عن انس بن الحارث قال قال رسول اللہ ﷺ ان ابنی هذا یقتل بارض من ارض العراق فمن ادركه منکم فلینصره فقتل انس یعنی مع الحسین بن علی علیہما السلام۔

ترجمہ: حضرت انس بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک میرا یہ بیٹا (امام حسین رضی اللہ عنہ) عراق کی سرزمین پر قتل کیا جائے گا۔ پس تم میں سے جو شخص اس زمانے کو پائے وہ اس کی مدد کرے **چنانچہ انس بن حارث رضی اللہ عنہ** امام حسین رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے اور ان کے ساتھ ہی شہید ہوئے۔

(الذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرة باب ما جاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قتله ج ۲ ص ۲۷۲ مطبوعہ سعید یہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، کنز العمال رقم الحدیث (۳۳۳۱۳) (دلائل النبوة لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۸ مطبوعہ نیا القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (خصائص الکبریٰ باب اخبارہ رحمۃ اللہ علیہ مقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ذکر اخبار النبی الحسین والحق علی نصرته ص ۱۳۶ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البيهقي عن ابی سلمة بن عبد الرحمن ان الحسين دخل علی النبی ﷺ وعنده جبریل فی مشربة عائشة فقال له جبریل: ستقتله امتك وان شئت اخبرتك بالارض التي یقتل فیها وایشار جبریل بیده الی الطف بالعراق فاخذ تربة حمراء فاراه اياها۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اس وقت جبریل علیہ السلام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تھے تو حضور ﷺ سے جبریل امین علیہ السلام نے کہا آپ کی امت ان کو شہید کر دے گی اگر آپ چاہیں تو وہ مٹی آپ کو بتا دوں جہاں انہیں شہید کیا جائے گا اور جبریل امین علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے مقام طف کی طرف اشارہ کیا جو عراق میں ہے اور سرخ مٹی لے کر آپ کو دکھائی۔

(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ رحمۃ اللہ علیہ مقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة لابی نعیم ج ۶ ص ۴۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۴)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۲۶۸ھ لکھتے ہیں۔

وقال ابن عبد البر (الاستیعاب) قتل يوم الاحد لعشر مضین من المحرم بموضع من ارض الكوفة یقال له كربلاء ويعرف بالطف ایضا۔

ترجمہ: امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاستیعاب“ میں کہا کہ آپ کو اتوار کے دن محرم الحرام کی ۱۰ تاریخ کو کوفہ کے ایک مقام جس

حاشیہ.....☆

کاتام ”کر بلا“ ہے وہاں پر شہید کیا گیا تھا۔ کر بلا ہی کو ”طف“ بھی کہتے ہیں۔
(اند کرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرة باب ماجاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قتله ج ۲ ص ۴۷۳-۴۷۴ مطبوعہ سعید یہ کتب خانہ صدف پازو محلہ جنگلی پشاور)
امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابو نعیم عن اصبع بن نباتة قال: اتينا مع علي موضع قبر الحسين فقال ههنا مناخ وکابهم
و موضع رحالهم ومهراق دمانهم فتية من آل محمد يقتلون بهذه العرصة تبكي عليهم السماء والارض۔
ترجمہ: ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اصبع بن نباتہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ہم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ
امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی جگہ آئے۔ آپ نے فرمایا اس جگہ ان کے اونٹ باندھے جائیں گے۔ اس جگہ ان کا سامان رکھا جائے گا اور
اس جگہ ان کا خون بہایا جائے گا۔ آل محمد ﷺ کی ایک جماعت اس میدان میں قتل کی جائے گی اور ان پر زمین و آسمان روتیں گے۔
(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ ﷺ مقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۵۲۰ مطبوعہ
نساء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

حدیث نمبر (۷).....

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الحاكم وابو نعیم عن ام ذر قالت: لما حضرت ابا ذر الوفاة قال سمعت رسول الله ﷺ
يقول لنفر انا فيهم ليموتن رجل منكم بفلاة من الارض يشهده عصابة من المؤمنين وليس من اولئك
النفر احد الا وقد مات في قرية او جماعة فانا ذلك الرجل فابصرى الطريق فقلت اني وقد ذهب الحاج
وتقطعت الطريق فبينما انا وهو كذلك اذا برجال علي رحالهم فالتحت بثوبي فاسرعوا الي حتى وقفوا
علي فحضره وقاموا عليه حتى دفنوه۔

ترجمہ: حاکم وابو نعیم رحمہما اللہ نے ام ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ جب ابو ذر رضی اللہ عنہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو
انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے ان لوگوں سے جن میں میں بھی تھا فرمایا تم میں سے ایک شخص بیابان سرزمین میں
فوت ہوگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس آئے گی تو ان لوگوں میں کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس نے آبادی اور جماعت میں وفات نہ پائی
ہو۔ البتہ ایک میں ہی وہ شخص رہ گیا ہوں لہذا تم سر راہ انتظار کرو اس پر میں نے کہا اس زمانے میں لوگ کہاں آتے جاتے ہیں کیونکہ حجاج گزر چکے
ہیں اور راستہ رک چکا ہے۔ ہم اسی حال میں تھے اور وہ وفات پا چکے تھے کہ اچانک چند سواروں کو اونٹوں پر دیکھا اور میں نے ہاتھ اور کپڑے سے
انہیں اشارہ کیا اور وہ لوگ تیزی سے ساتھ آ کر کھڑے ہو گئے اور وہ لوگ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ٹھہر کر انہیں دفن کیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۰۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکتۃ المکرمہ)، (دلائل النبوة امام
تہمتی ج ۶ ص ۴۰۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۵)، (الوقایا بحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱
ص ۳۱۵-۳۱۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر ابو ذر غفاری ج ۱ ص ۱۷۰ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص
۱۵۵)، (مستدرک ج ۳ ص ۳۲۵)، (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۷۱-۱۷۲)، (موارد القلآن رقم الحدیث ۲۲۶۰)، (ترغیب والترہیب ج ۳ ص
۲۲۰)، (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۱۳)، (کنز العمال رقم الحدیث ۳۶۸۹۲)

امام ابی القریٰ عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

يقول لنفر انا فيهم ليموتن رجل منكم بفلاة من الارض يشهده عصابة من المؤمنين۔

ترجمہ: جب ابو ذر رضی اللہ عنہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے ان

حاشیہ.....☆

لوگوں سے جن میں میں بھی تھا فرمایا تم میں سے ایک شخص بیابان سرزمین میں فوت ہوگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس آئے گی۔
(مفوة الصغوة ذکروا فی ذرری رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۵۹۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

ان رسول اللہ رأی اباذر یمشی فی ناحیة العسکر وحده فقال یرحم اللہ اباذر یمشی وحده یموت وحده ویبعث وحده فکان کما قال ﷺ مات بالربذة وحده۔

(الدرر فی اختصار المغازی والسير لابن عبد البر ص ۲۳۱ مطبوعہ دار المعارف القاہرہ مصر)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

فنظر ناظر من المسلمین فقال یرسل اللہ ان هذا الرجل یمشی علی الطريق وحده فقال رسول اللہ کن اباذر فلما تأمله القوم قالوا یرسل اللہ واللہ هو ابوذر فقال رسول اللہ رحم اللہ اباذر یمشی وحده ویموت وحده ویبعث وحده..... قال فستهل عبد اللہ بیکي ویقول صدق رسول اللہ تمشي وحده وتموت وحده وتبعث وحده۔

(زاد المعاد فی حدی خیر العباد فصل فی غزوة تبوک ج ۳ ص ۵۳۲ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

ویقول صدق رسول اللہ ﷺ تمشي وحده وتموت وحده وتبعث وحده۔

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ تم (ابوذر رضی اللہ عنہ) تنہا جاؤ گے تنہا مرو گے اور (قیامت میں) تنہا اٹھائے جاؤ گے۔

(طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار صادر بیروت) (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ محمد بن یحییٰ بن ابی بکر الاندلسی متوفی ۷۴۱ھ لکھتے ہیں۔

عن اسماعیل بن رافع عن محمد بن کعب ان رسول اللہ ﷺ قبل له عام تبوک تخلف ابوذر وهو فی الطريق فطلع فقال یرحم اللہ اباذر یمشی وحده ویبعث وحده..... واذا ركب من اهل الکوفۃ فیهم ابن مسعود رضی اللہ عنہ فمالوا الیه وابن مسعود بیکي ویقول صدق رسول اللہ ﷺ یموت وحده ویبعث وحده۔

(التعمید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ذکروا فی ذرری رضی اللہ عنہ ص ۸۷ مطبوعہ دار الثقافة الدوحہ قطر)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحارث بن ابی اسامة عن ابی المثنی الملیکی ان رسول اللہ ﷺ کان اذا خرج الی اصحابه قال: عویمر حکیم امتی وجندب طرید امتی یبعث وحده ویموت وحده واللہ یکفیه وحده۔

ترجمہ: حارث بن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالمثنیٰ مکی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف لاتے تو فرماتے عویمر رضی اللہ عنہ میری امت کا دانشور ہے اور جندب (ابوذر رضی اللہ عنہ) میری امت کا تنہا شخص ہے۔ یہ تنہا زندگی گزارے گا اور تنہا فوت ہوگا اور صرف اللہ تعالیٰ ہی اس کی کفایت کرے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۸-۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر (۸).....

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا الحكم بن نافع ابو اليمان ثنا صفوان بن عمرو عن راشد بن سعد عن عاصم بن زيد السكوني ثم ان معاذ لما بعثه النبي ﷺ خرج الى اليمن معه النبي ﷺ يوصيه ومعاذ راكب و رسول الله ﷺ يمشي تحت راحلته فلما فرغ يا معاذ انك عسى ان تلقاني بعد عامي هذا ولعلك ان تمر بمسجدى وقبرى فبكي معاذ بن جبل جشعا لفراق رسول الله ﷺ فقال النبي ﷺ لا تبك يا معاذ للبكاء او ان البكاء من الشيطان۔

ترجمہ: حضرت عاصم بن حمید السکونی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب نبی کریم ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا ان کے ساتھ نبی کریم ﷺ بھی باہر نکلے آپ ﷺ ان کو وصیت فرما رہے تھے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سوار تھے اور نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نصیحت سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ! امید ہے کہ اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہیں کرو گے اور شاید کہ تم میری مسجد اور قبر کے پاس سے گزرو، حضور ﷺ کی جدائی کے خیال سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رونے لگے حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ مت روؤ کیونکہ (آواز) سے رونا شیطان کا کام ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۵ رقم الحدیث ۲۲۱۰۷-۲۲۱۰۸-۲۲۱۰۹ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (مسند الثامین ج ۲ ص ۹۷ رقم الحدیث ۹۸۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسین بخاری متوفی ۲۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسين بن بشران العدل ابانا ابو عمرو عثمان بن احمد حدثنا عبد الكريم بن الهيثم حدثنا ابو اليمان حدثنا صفوان بن عمرو عن راشد بن سعد عن عاصم بن حميد السكوني ان معاذ بن جبل لما بعثه النبي ﷺ الى اليمن فخرج النبي ﷺ يوصيه ومعاذ انك عسى ان لا تلقاني بعد عامي هذا ولعلك ان تمر بمسجدى وقبرى فبكي معاذ خشعا لفراق النبي ﷺ فقال له النبي ﷺ لا تبك يا معاذ البكاء او ان البكاء من الشيطان۔

(دلائل النبوة باب بعث معاذ بن جبل وابي موسى الاشعري رضي الله عنهما الى اليمن ج ۵ ص ۴۰۴-۴۰۵ مطبوعہ دار الكتب العلمیہ بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن انذاره ما رواه معاذ بن جبل قال بعثني رسول الله ﷺ الى اليمن فخرج معي يوصيني فلما فرغ قال يا معاذ انك عسى ان لا تلقاني بعد هذا ولعلك ان تمر بمسجدى ومنبري فبكي معاذ ثم التفت رسول الله ﷺ فاقبل وجهه۔

(اعلام النبوة الباب الثاني عشر في انذاره بما سجدت بعده ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الكتب العربیہ بیروت)، (صفوة الصفوة ذكر ثناء رسول الله ﷺ على معاذ ومشيئه معوه راکب ج ۱ ص ۳۹۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام بہائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخرج احمد والبيهقي عن عاصم بن حميد السكوني ان النبي ﷺ ارسل معاذ بن جبل الى اليمن فخرج معه يوصيه فلما فرغ قال يا معاذ انك عسى ان لا تلقاني بعد عامي ولعلك ان تمر بمسجدى وقبرى فبكي معاذ۔ واخرجه احمد من وجه آخر عن عاصم بن معاذ موصولا۔ واخرج البيهقي من طريق الزهري عن

حاشیہ.....☆

كعب بن مالك رضي الله عنه قال لما حج النبي ﷺ بعث معاذ الى اليمن ثم توفي رسول الله ﷺ.

ترجمہ: عاصم ابن حمید سکونی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور وصیت کرتے ہوئے ان کے ہمراہ باہر تشریف لائے جب وصیت کر چکے تو فرمایا شاید! آئندہ تم سے ملاقات نہ ہو سکے گی اور میری مسجد اور قبر کے پاس سے گزر دو گے یہ سن کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۰-۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الخلیفہ ج ۳ ص ۲۸۹-۲۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث نمبر ۹۹.....

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ صنفانی متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو حامد بن جبلة ثنا محمد بن اسحاق ثنا هناد بن اسرى ثنا قبيصة ثنا سفيان عن عمرو بن سعيد بن ابي حسين قال اخبرني كثير بن تميم الداري قال كنت جالسا مع سعيد بن جبیر فطلع عليه ابنه عبد الله بن سعيد وكان به من الفقه فقال اني لاعلم خیر حالته فقال وما هو قال ان يموت فاحتسبه۔ حدثنا عبد الرحمن بن العباس ثنا ابرهيم الحربي ثنا اسحاق ابن اسماعيل ثنا سفيان عن حميد الاعرج قال اقبل ابن لسعيد بن جبیر فقال اني لاعلم خیر خلة فيه ان يموت فاحتسبه۔

ترجمہ: کثیر بن تمیم داری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں ان کا بیٹا عبد اللہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ آیا جو فقہ کا کچھ علم رکھتا تھا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے اس کے بہترین حالات کا علم ہے پوچھا وہ کیا ہے؟ تو فرمایا کہ اس کی موت واقع ہو جائے گی اور ایسا ہی ہوا۔

حضرت حمید بن الاعرج رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا ان کے پاس آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں اس کی ایک بہترین حالت سے واقف ہوں اور وہ یہ کہ اس کی موت واقع ہو جائے گی پھر ایسا ہی ہوا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

حدیث نمبر ۱۰۰.....

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ صنفانی متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو بكر بن مالك ثنا عبد الله بن احمد حدثني احمد بن ابراهيم ثنا علي بن اسحاق قال اخبرنا عبد الله يعني ابن المبارك قال انبانا عيسى بن عمر عن السدي قال - حدثني ابن عم لعمر بن عتبة قال نزلنا في مرج حسن فقال عمرو بن عتبة ما احسن هذا المرج ما احسن الآن لو ان مناديا نادى يا خيل الله ار كبي فخرج رجل فكان في اول من لقي فاصيب ثم جئ به فدفن في هذا المرج قال فما كان باسرع من ان نادى مناد يا خيل الله ار كبي فخرج عمرو في سرعان الناس في اول من خرج فاتى عتبة فاخبر بذلك فقال علي عمرا فارسل في طلبه فما ادرك حتى اصيب قال فما اراده دفن الا في مـ كـز رمحه وعتبة يومئذ على الناس۔

ترجمہ: عیسیٰ بن عمرو بن عمرو السدی کی سند سے بیان کیا کہ عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کے چچا زاد بھائی کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک خوبصورت چراگاہ میں اترے تو عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ چراگاہ کتنی خوبصورت ہے اور اب کتنا اچھا ہوگا کہ ایک منادی آواز دے کہ اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ چنانچہ ایک شخص نکلے گا اور پہلے حملہ آور دستے میں ہوگا اسے زخم لگے گا اور اسے لایا جائے گا اور شہادت

حاشیہ.....☆

کے بعد یہیں دفن کیا جائے گا چنانچہ فوراً ہی ایک منادی نے آواز لگائی اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ کہا عمرو کے میرے پاس لاؤ عمرو کو میرے پاس لاؤ۔ یہ کہہ کر اس نے کسی کو بھیجا مگر وہ انہیں پانہ سکا اور عمرو شہید ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ عمرو کو اس جگہ میں دفن کیا گیا اور عتبہ اس دن لوگوں کے پاس تھا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال حدثني احمد بن ابراهيم قال حدثنا علي بن اسحاق قال اخبرنا عبد الله يعني ابن المبارك قال عيسى بن عمر عن السدي قال حدثني بن عم لعمر بن عتبة قال نزلنا في مرج حسن فقال عمرو بن عتبة ما احسن هذا المرج ما احسن الآن لو ان مناديا نادى يا خيل الله اركبي فخرج رجل فكان في اول من لقي فاصيب ثم جئ به فدفن في هذا المرج قال فما كان باسرع من ان نادى مناد يا خيل الله اركبي فخرج عمرو في سرعان الناس في اول من خرج فاتي عتبة فاخبر بذلك فقال علي عمرا فارسل في طلبه فما ادرك حتى اصيب قال فما اراده دفن الا في مركز رمحه وعتبة يومئذ على الناس۔

ترجمہ: عیسیٰ بن عمرو بن عمرو السدی کی سند سے بیان کیا کہ عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کے چچا زاد بھائی کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک خوبصورت چراگاہ میں اترے تو عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ چراگاہ کتنی خوبصورت ہے اور اب کتنا اچھا ہوگا کہ ایک منادی آواز دے کہ اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ چنانچہ ایک شخص نکلے گا اور پہلے حملہ آور دستے میں ہوگا سے زخم لگے گا اور اسے لایا جائے گا اور شہادت کے بعد یہیں دفن کیا جائے گا چنانچہ فوراً ہی ایک منادی نے آواز لگائی اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ کہا عمرو کے میرے پاس لاؤ عمرو کو میرے پاس لاؤ۔ یہ کہہ کر اس نے کسی کو بھیجا مگر وہ انہیں پانہ سکا اور عمرو شہید ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ عمرو کو اس جگہ میں دفن کیا گیا اور عتبہ اس دن لوگوں کے پاس تھا۔

(تحدیب الکمال ج ۲۲ ص ۱۳۲-۱۳۳ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

حدیث نمبر ۱۱.....

امام ابویسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا قتيبة حدثنا الليث عن بن شهاب انه سمع عبيد الله بن عبد الله بن نبة الانصاري يحدث عن عبد الرحمن بن يزيد الانصاري عن بنی عمرو بن عوف يقول سمعت عمي مجمع بن جارية الانصاري يقول سمعت رسول الله يقول ثم يقتل بن مريم الدجال بباب لد۔

ترجمہ: مجمع بن جاریہ الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن مریم علیہ السلام، دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

(سنن الترمذی باب ماجاء فی قتل عیسیٰ بن مریم الدجال ج ۳ ص ۵۱۵ رقم ۲۲۳۳ قال ابویسیٰ هذا حدیث حسن صحیح مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

يقتل بن مريم الدجال بباب لد۔

ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام، دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۹ ص ۳۳۳-۳۳۵ رقم الحدیث ۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

حاشیہ.....☆

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یقتل بن مریم الدجال بباب لد۔

ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام، دجال کو بابل پر قتل کریں گے۔

(صحیح ابن حبان ذکر الاخبار عن قاتل المسیح وصف الموضع الذي يقتله فيه ج ۱۵ ص ۲۲۱-۲۲۲ رقم الحدیث ۶۸۱۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں۔

یقتل بن مریم الدجال بباب لد۔

ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام، دجال کو بابل پر قتل کریں گے۔

(الاستیعاب عبد الرحمن بن یزید رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۸۵۶ رقم ۱۳۶۲ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

حدیث نمبر ۱۲.....

امام نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا سلم بن قتيبة عن ابي مودود المديني عن عثمان بن الضحاك عن يوسف بن عبد الله بن سلام عن ابيه قال نجد في التوراة ان عيسى ابن مريم يدفن مع محمد ﷺ۔

قال ابو مودود وقد بقي في البيت موضع قبر عيسى ابن مريم۔

(الفتن لنعيم بن حماد ج ۲ ص ۵۸۰ رقم الحدیث ۱۶۲۱ مطبوعہ مکتبۃ التوحید القاہرۃ مصر)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۷ھ روایت کرتے ہیں۔

قال واذا جاز نزوله مرة جاز نزوله مرارا ثم يكون نزوله الظاهر حين يكسر الصليب ويقتل الخنزير ويتزوج حينئذ امرأة من بني جذام واذا مات دفن في حجرة روضة رسول الله ﷺ۔

(السيرۃ النبویۃ اسلام سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ثم يقبض الله روح عيسى ويدوق الموت ويدفن الى جانب النبي ﷺ في الحجرة۔

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح مبارک قبض فرمائے گا اور وہ موت کا ذائقہ چکھیں گے اور حجرہ مبارک میں حضور

ﷺ کے پہلو میں دفن کیے جائیں گے۔

(الذکر فی احوال الموتی وامور الآخرة ج ۲ ص ۵۶۰-۵۶۱ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف بازار محلہ جنگلی پشاور)

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ تورات میں حضرت محمد ﷺ کی صفت لکھی ہوئی ہے اور عیسیٰ بن مریم علیہا السلام آپ کے ساتھ دفن کیے جائیں گے ابو مودود نے کہا آپ کے روضہ میں ایک قبر کی جگہ رکھی ہوئی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۶۳۷)

امام نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۵۰ھ لکھتے ہیں۔

وعن عبد الله بن سلام قال يدفن عيسى بن مريم عليه السلام مع رسول الله ﷺ وصاحبيه رضي الله

عنهما فيكون قبره رابع۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ

حاشیہ.....☆

مدفون ہوں گے۔ اس بناء پر عیسیٰ علیہ السلام کی چوتھی قبر ہوگی۔
(مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب ذکر اسح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ج ۸ ص ۲۰۹ مطبوعہ موسسة المعارف بیروت)، (رواہ الطبرانی وابن عساکر والبخاری فی تاریخہ عن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ)

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ذکر ابن عساکر ان وفات عیسیٰ تکنون بالمدينة فیصلی علیہ هنا لك ویدفن بالحجرة النبوية۔
ترجمہ: ابن عساکر نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مدینہ میں ہوگی وہاں پر ہی آپ کا جنازہ پڑھایا جائے گا اور نبی کریم ﷺ کے حجرہ میں دفن کئے جائیں گے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۱۵۴-۱۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علم الساعة یعنی قیامت کا علم

علامہ ابوالقاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سیبلی متوفی ۵۵۷ھ لکھتے ہیں۔
اذ تقوم الساعة۔

ترجمہ: اسی روز (جمعہ) قیامت قائم ہوگی۔

(روض الانف ج ۲ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوداؤد متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔
وفیه تقوم الساعة۔

ترجمہ: اسی روز (جمعہ) میں قیامت قائم ہوگی۔

(سنن ابی داؤد باب تفریح ابواب الجمعة باب فضل يوم الجمعة ولیلۃ الجمعة ج ۱ ص ۲۷۴ رقم الحدیث ۱۰۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں۔

وفیه تقوم الساعة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۷ رقم الحدیث ۵۵۱۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۹۰ رقم الحدیث ۲۹۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ ثنا الربیع بن سلیمان ثنا عبد اللہ بن وهب اخبرنی ابن ابی الزناد عن ابیه عن موسی بن ابی عثمان عن ابیه عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ سيد الايام يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه ادخل الجنة وفيه اخروج منها ولا تقوم الساعة الا في يوم الجمعة۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن سید الايام ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا اسی دن وہ جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت صرف جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۹۰ رقم الحدیث ۲۹۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث المختارة ج ۹ ص ۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷ رقم الحدیث ۳۹۵-۳۹۶ مطبوعہ مکتبۃ النعمۃ الحدیث مکہ مکرمہ)، (المجامع الصغیر فی احادیث البشیر الحدیث ج ۱ ص ۲۹۱ رقم الحدیث ۴۷۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۱۶۰۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر رفاعة ابولبابہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اعترض ۷ او ما يعلم تاويله الا الله (پارہ ۳ سورہ عمران آیت نمبر ۷) متشابہات آیات کی تاویل رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو متشابہات آیات کا علم نہ تھا۔

جواب :- اس آیت میں یہ کہاں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے متشابہات کا علم کسی کو دیا بھی نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ الرحمن علم القرآن اپنے حبیب کو رحمان نے قرآن سکھایا۔ جب رب نے سارا قرآن حضور کو سکھادیا تو متشابہات بھی سکھادیئے۔ اسی لئے حنفی مذہب کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کو جانتے ہیں ورنہ ان کا نازل کرنا بیکار ہوگا۔ شافعیوں کے نزدیک علماء بھی جانتے ہیں وہ والراسخون فی العلم (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۷) پر وقف کرتے ہیں۔ شوافع کے ہاں اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ اور مضبوط علماء کے سوا کسی کو نہیں۔

☆.....

امام صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۳ھ صاحب التوضیح حضور ﷺ کے اجتہاد پر گفتگو کرتے ہوئے صاف اور واضح طور پر لکھتے ہیں۔
لانه اسبق الناس فی العلم وانه يعلم المتشابه والمجمل فمحال ان يخفى عليه معاني النصوص۔
ترجمہ: آپ ﷺ علم میں تمام لوگوں سے کہیں آگے ہیں اور آپ ﷺ متشابہ اور مجمل کا علم رکھتے ہیں لہذا معانی نصوص کا آپ ﷺ سے مخفی رہنا محال ہے۔

(التوضیح باب انعال النبی ﷺ ص ۴۹۲)

امام بدرالدین زرکشی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں۔
لايسوغ لاحد ان يقول ان رسول الله ﷺ لم يعلم المتشابه فاذا جاز ان يعرفه الرسول مع قوله (وما يعلم تاويله الا الله) جاز ان يعرفه الربانيون من صحابته والمفسرون من امته الا ترى ان ابن عباس كان يقول انا من الراسخين في العلم..... ونحن لم نر المفسرين الى هذه الغاية توقفوا عن شئني من القرآن فقالوا هو متشابه لا يعلمه الا الله بل امره على التفسير حتى فسروا الحروف
ترجمہ: کسی کا یہ کہنا جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ متشابہ کا علم نہیں رکھتے جب وہ ما یعلم تاويله الا الله پر وقف کے باوجود رسول اللہ ﷺ انہیں جانتے ہیں تو پھر امت کے ربانیوں اور صحابہ اور مفسرین کا انہیں جانتا بھی جائز ہوگا۔ کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نہیں کہ میں راہن میں شامل ہوں۔ اور ہم کسی مفسر کو نہیں جانتے کہ اس نے تفسیر کرنے میں یہ کہہ کر توقف کیا ہو کہ یہ متشابہ ہے اور اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان کے سامنے انہوں نے تمام کی تفسیر کی حتیٰ کہ حروف مقطعات کی بھی۔

(البرہان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۸۲)

شیخ احمد جیون لکھتے ہیں۔

هذا في حق الامة واما في حق النبي عليه السلام فكان معلوما والاتبطل فائدة التخاطب وبصير التخاطب بالمهمل كالتكلم بالزنجي مع العربي۔

ترجمہ: یہ بات حق امت میں ہے۔ حضور ﷺ کو ان کا علم ہو نہ خطاب کا فائدہ باطل اور بے معنی لازم آئے گا۔ جیسے حبشی کسی عربی سے گفتگو کرے۔
(تور الانوار ص ۹۳)

دوسری فصل..... نفی غیب کی احادیث کے بیان میں

مخالفین نفی غیب کے لئے بہت سی احادیث پیش کرتے ہیں ان سب کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ ان احادیث میں حضور علیہ السلام نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے رب نے فلاں چیز کا علم نہ دیا بلکہ کسی میں تو ہے۔ اللہ اعلم کسی میں ہے مجھے کیا خبر کسی میں ہے کہ فلاں بات حضور علیہ السلام نے نہ بتائی۔ کسی میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فلاں سے یہ بات پوچھی۔ اور یہ بات پوچھی۔ اور یہ تمام باتیں علم کی نفی ثابت نہیں کرتیں۔ نہ بتانا یا پوچھنا یا اللہ اعلم فرمانا اور بہت سی مصلحتوں کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے بہت سی باتیں خدا نے بندوں کو نہ بتائیں۔ سوال کے باوجود مخفی رکھا۔ بہت سی چیزوں کے متعلق پروردگار عالم فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا اس کو بھی علم نہیں۔ ایک حدیث صحیح قطعی الدلالت ایسی لاؤ۔ جس میں عطائے علم غیب کی نفی ہو۔ مگر انشاء اللہ نہ لائیں گے۔ یہ جواب نہایت کافی تھا۔ مگر پھر بھی ان کی مشہور احادیث عرض کر کے جواب عرض کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

اعتراض (۱)..... مشکوٰۃ باب اعلان الزکاح کی پہلی حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام ایک نکاح میں تشریف لے گئے جہاں انصار کی کچھ بچیاں دف بجا کر جنگ بدر کے مقتولین کے مرثیہ کے گیت گانے لگیں ان میں سے کسی نے یہ مصرع پڑھا۔
وفینا نبی بعلم ما فی غد۔

حاشیہ..... ☆

امام ابو بکر بن احمد سرخسی متوفی ۳۹۰ھ لکھتے ہیں۔

ولاشک ان درجته فی ذالک اعلیٰ من درجۃ غیرہ وقد کان یعلم المتشابه الذی لایقف احد من الامة بعده علی معناه۔

ترجمہ: بلاشبہ آپ ﷺ کا اس میں درجہ تمام سے کہیں بلند ہے آپ متشابہات کا علم رکھتے ہیں جن کے معنی سے کوئی امتی آگاہ نہیں۔
(اصول السرخسی ج ۲ ص ۹۴)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں۔

والحق عندی انها من المتشابهات وہی اسرار بین اللہ تعالیٰ و بین رسول اللہ ﷺ لم یقصد بها افہام العامة بل افہام الرسول ﷺ او من شاء افہامہ من اکمل اتباعہ۔

ترجمہ: ہمارے نزدیک حق یہی ہے کہ مقطعات متشابہات میں سے ہیں یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے کامل اتباع کرنے والوں سے جس کو چاہا ان سے آگاہی عطا فرمادے۔

(تفسیر المنظر ی ج ۱ ص ۱۳ مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

فلا یعرف بعد رسول اللہ ﷺ الا الاولیاء الورثة فہم یعرفونہ من تلك الحضرة وقد تنطق لہم الحروف مما فیہا کما کانت تنطق لمن سبغ بکفہ الحصى و کلمہ الضب والظبی۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے بعد انہیں آپ کے وارث اولیاء ہی جان سکتے ہیں اور انہیں اس بارگاہ سے ہی یہ فیض نصیب ہوتا ہے تو ان کے ساتھ یہ حروف ہم کلام ہو کر اپنے معانی سے آگاہ کرتے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ سے گوہ، ہرن اور تھیلی کے پتھروں نے گفتگو کی۔

(تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۱۳۶)

ترجمہ: ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔

(سنن الترمذی کتاب النکاح عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء فی اعلان النکاح ج ۳ ص ۳۹۹ رقم الحدیث ۱۰۹۰ مطبوعہ واز احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب النکاح ج ۱ ص ۶۱۱ رقم الحدیث ۱۸۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۵۸۷۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۱ رقم الحدیث ۳۹۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۳ ص ۳۳۲ رقم الحدیث ۵۵۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ چھوڑ دو۔ وہ ہی گائے جاؤ جو پہلے گاری تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب نہیں تھا اگر ہوتا تو آپ ان کو یہ کہنے سے نہ روکتے۔ سچی بات سے کیوں روکا۔

جواب:- اولاً تو غور کرنا چاہیے کہ یہ مصرع خوان بچیوں نے تو بتایا ہی نہیں کیونکہ بچیوں کو شعر بنانا نہیں آتا اور نہ کسی کافر و مشرک نے بنایا۔ کیوں کہ وہ حضور علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے تھے لامحالہ یہ کسی صحابی کا شعر ہے۔ بتاؤ وہ شعر بنانے والے صحابی معاذ اللہ مشرک ہیں یا نہیں؟ پھر حضور علیہ السلام نے نہ تو اس شعر بنانے والے کو برا کہا نہ شعر کی مذمت کی۔ بلکہ ان کو گانے سے روکا۔ کیوں روکا؟ چار وجہ سے اولاً تو یہ کہ اگر کوئی ہمارے سامنے ہماری تعریف کرے۔ تو بطور انکسار کہتے ہیں ارے میاں! یہ باتیں چھوڑ دو وہ ہی باتیں کرو۔ یہ بھی انکسار فرمایا۔ دوم یہ کہ کھیل کود، گانے بجانے کے درمیان نعت کے اشعار پڑھنے سے ممانعت فرمائی اس کے لئے ادب چاہیے۔ تیسرے یہ کہ غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو ناپسند فرمایا۔ چوتھے یہ کہ مرثیہ کے درمیان نعت ہونا ناپسند فرمایا۔ جیسا کہ آج کل نعت خواں کرتے ہیں کہ نعت و مرثیہ کو ملا کر پڑھتے ہیں۔ مرقاۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

لکراہۃ نسبة علم الغیب الیہ لانہ لا یعلم الغیب الا اللہ وانما یعلم الرسول من الغیب ما اعلمہ او لکرامۃ ان یدکر فی اثناء ضرب الدف واثناء مرثیۃ القتلی لعلو منصبہ عن ذالک۔

ترجمہ: منع فرمایا علم کی نسبت اپنی طرف کرنے کو۔ کیونکہ علم غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور رسول وہ ہی غیب جانتے ہیں جو اللہ بتائے یا یہ ناپسند کیا کہ آپ کا ذکر وف بجانے میں یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان کیا جاوے کہ آپ کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اثناء الممعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

گفتہ اند کہ منع آنحضرت اذیں قول بجهت آن است کہ دروے اسناد علم غیب است بہ آنحضرت دانا خوش آمد و بعضے گویند کہ بجهت آن است کہ ذکر شریف دے در اثنا لہو مناسب نہ باشد۔

ترجمہ: شارحین نے کہا ہے حضور علیہ السلام منع فرماتا اس لئے ہے کہ اس میں علم غیب کی نسبت حضور کی طرف ہے۔ لہذا آپ کو ناپسند آئی اور بعض نے فرمایا کہ آپ کا ذکر شریف کھیل کود میں مناسب نہیں۔

(اثناء الممعات باب اعلان النکاح والخطبة والشرط ج ۳ ص ۱۱۷ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

اعتراض (۲)۔۔۔۔۔ مدینہ پاک میں انصار باغوں میں زبردخت کی شاخ مادہ درخت میں لگاتے تھے تاکہ پھل زیادہ دے اس فعل سے انصار کو حضور علیہ السلام نے منع فرمایا (اس کام کو عربی میں تلخ کہتے ہیں) انصار نے تلخ چھوڑ دی۔ خدا کی شان پھل گھٹ گئے اس کی شکایت سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئی تو فرمایا۔
انتم اعلم بامور دنیا کم۔

ترجمہ: اپنے دنیاوی معاملات تم جانتے ہو۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ آپ کو یہ علم نہ تھا کہ تلقیح روکنے سے پھل گھٹ جاوے گی اور انصار کا علم آپ سے زیادہ ثابت ہوا۔

جواب :- حضور علیہ السلام کا فرمانا اعلیٰ بامور دنیا کم اظہار ناراضی ہے کہ جب تم صبر نہیں کرتے تو دنیاوی معاملات تم جانو۔ جیسے ہم کسی سے کوئی بات کہیں اور وہ اس میں کچھ تامل کرے تو کہتے ہیں بھائی تو جان۔ اس سے نفی علم مقصود نہیں۔ شرح شفاء ملا علی قاری بحث معجزات میں فرماتے ہیں۔

وخصه الله من الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين واستشكل بانه عليه السلام وجد الانصار يلقيحون النخل فقال لو تركتموه فتركوه فلم يخرج شيئا او خرج شيئا فقال انتم اعلم بامور الدنيا كم قال الشيخ السوسي اراد ان يحملهم على خرق العوائد في ذلك الى باب التوكل واما هناك فلم يمتثلوا فقال انتم اعرف بدنيا كم ولو امتثلوا وتحملوا في سنة او سنتين لكفوا امر هذه المحنة۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تمام دینی و دنیاوی مصلحتوں پر مطلع فرمانے سے خاص فرمایا اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضور نے انصار کو درختوں کی تلقیح کرتے ہوئے پایا تو فرمایا کہ تم اس کو چھوڑ دیتے تو اچھا تھا انہوں نے چھوڑ دیا تو کچھ پھل ہی نہ آیا یا ناقص آیا تو فرمایا کہ اپنے دنیاوی معاملات تم جانو۔ شیخ سنوسی نے فرمایا کہ آپ نے چاہا تھا کہ ان کو خلاف عادت کام کر کے باب توکل تک پہنچادیں۔ انہوں نے نہ مانا تو فرمایا کہ تم جانو۔ اگر وہ مان جاتے اور دو ایک سال نقصان برداشت کر لیتے تو اس محنت سے بچ جاتے۔ (شرح الشفاء للقاری علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۲۳۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ملا علی قاری اسی شرح شفاء جلد دوم صفحہ ۲۳۸ میں فرماتے ہیں۔

ولو ثبتوا على كلامه افاقوا اني الفن تقع عنهم كلفة المعالجة۔

ترجمہ: اگر وہ حضرات حضور کے فرمان پر ثابت رہتے تو اس فن میں فوقیت لیجاتے۔ اور ان سے اس تلقیح کی محنت دور ہو جاتی۔ (شرح الشفاء للقاری علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۵۶۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فصل الخطاب میں علامہ قیصری سے نقل فرمایا:

ولا يعزب عن علمه عليه السلام مثقال ذرة في الارض ولا في السماء من حيث مرتبته وان كان يقول انتم اعلم بامور دينا کم۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کے علم سے زمین و آسمان میں ذرہ بھر چیز بھی پوشیدہ نہیں اگرچہ آپ فرماتے تھے کہ دنیاوی کام تم جانو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کبھی کاشتکاری نہ کی تھی اور نہ کاشتکاروں کی صحبت حاصل کی۔ مگر زمانہ قحط آنے سے پہلے حکم دیا کہ غلہ خوب کاشت کرو۔ اور فرمایا۔

فما حصد ثم فذر وہ فی سنبله۔

ترجمہ: کہ جو کچھ کاٹو اس کو بالی ہی میں رہنے دو۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۴۷)

یعنی گیہوں کی حفاظت کا طریقہ سکھایا۔ آج بھی غلہ کو بھوسے میں رکھ کر اس کی حفاظت کرتے ہیں ان کو کھیتی باڑی کا خفیہ راز کس طرح معلوم ہوا اور فرمایا۔

قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم۔

ترجمہ: مجھ کو زمین کے خزانوں پر مقرر کر دو میں اس کا محافظ اور ہر کام جاننے والا ہوں۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۵)

یہ ملکی انتظامات وغیرہ کس سے سیکھے؟ تو کیا حضور علیہ السلام کی دانائی اور حضور کا علم حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی کم ہے۔ معاذ اللہ۔

اعتراض (۳)۔۔۔۔۔ ترمذی کتاب التفسیر سورہ انعام میں ہے کہ حضرت مسروق عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص کہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے کو دیکھایا کسی شئی کو چھپایا وہ جھوٹا ہے۔
ومن زعم انه يعلم ما في غد فقد اعظم القرية على الله۔
ترجمہ: اور جو کہے کہ حضور علیہ السلام کل کی بات جانتے ہیں اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر سورہ انعام ج ۵ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۳۰۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
جواب:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ تینوں باتیں اپنے ظاہری معنی پر نہیں ہیں آپ کے یہ قول اپنی رائے سے ہیں۔ اس پر کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں فرماتیں بلکہ آیات سے استدلال فرماتی ہیں رب تعالیٰ کو دیکھنے کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت پیش فرمائی۔ اور اب تک جمہور اہل اسلام اس کو مانتے چلے آئے ہیں۔ دیکھو اس کی تحقیق مدارج اور نسیم الریاض وغیرہ میں ہماری کتاب شان حبیب الرحمن سورہ والنجم میں اسی طرح صدیقہ کا فرمانا کہ حضور علیہ السلام نے کوئی چیز نہ چھپائی۔ اس سے مراد احکام شرعیہ تبلیغیہ ہیں۔ ورنہ بہت سے اسرار الہیہ پر لوگوں کو مطلع نہ فرمایا۔

مشکوٰۃ کتاب العلم فصل دوم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضور علیہ السلام سے دو قسم کے علوم ملے۔ ایک وہ جن کی تبلیغ کر دی۔ دوسرے وہ کہ اگر تم کو بتاؤں تو تم میرا گلا کاٹ دو۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم فصل الثانی ص ۳۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)
اس سے معلوم ہوا کہ اسرار الہیہ نامحرم سے چھپائے گئے۔ اسی طرح صدیقہ کا یہ فرمان کہ کل کی بات حضور علیہ السلام نہیں جانتے تھے اس سے مراد ہے بالذات نہ جاننا ورنہ صد ہا احادیث اور قرآنی آیات کی مخالفت لازم آوے گی۔ حضور علیہ السلام نے قیامت کی دجال امام مہدی لی اور حوض کوثر کی شفاعت بلکہ امام حسین کی شہادت کی۔ جنگ بدر ہونے سے پیشتر کفار کے قتل کی۔ اور جگہ قتل کی خبر دی۔ نیز اگر صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے ظاہری معنی بھی کئے جاویں تو مخالفین کے بھی تو خلاف ہے کہ وہ بھی بہت سے غیوب کا علم مانتے ہیں اور اس میں بالکل نفی ہے۔ مجھے آج یقین ہے کہ کل پنجشنبہ ہوگا۔ سورج نکلے گا۔ رات آوے گی یہ بھی تو کل کی بات کا علم ہوا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے معراج جسمانی کا بھی انکار فرمایا۔ مگر یہ ہی کہا جاتا ہے کہ واقعہ معراج ان کے نکاح میں آنے سے پیشتر کا ہے۔ جواب تک ان کے علم میں نہ آیا تھا۔

اعتراض (۴)۔۔۔۔۔ صدیقہ کا ہار گم ہو گیا۔ جگہ جگہ تلاش کرایا گیا نہ ملا پھر اونٹ کے نیچے سے برآمد ہوا اگر حضور علیہ السلام کو علم تھا تو لوگوں کو اسی وقت کیوں نہ بتا دیا کہ ہار وہاں ہے۔ معلوم ہوا کہ علم نہ تھا۔

جواب:- اس حدیث سے نہ بتانا معلوم ہوا نہ کہ نہ جاننا اور نہ بتانے میں صد ہا حکمتیں ہوتی ہیں حضرات صحابہ نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کا سبب دریافت کیا۔ رب تعالیٰ نے نہ بتایا تو کیا خدائے پاک کو بھی علم نہیں؟ مرضی الہی یہ تھی کہ صدیقہ کا ہار گم ہو مسلمان اس کی تلاش میں۔ یہاں رک جاویں ظہر کا وقت آ جاوے پانی نہ ملے۔ تب حضور علیہ السلام سے عرض کیا جاوے کہ اب کیا کریں تب آیت تیمم نازل ہو جس سے حضرت صدیقہ کی عظمت قیامت تک مسلمان معلوم کر لیں کہ ان کے طفیل ہم کو تیمم ملا۔ مگر اسی وقت ہار بتا دیا جاتا۔ تو آیت تیمم کیوں

نازل ہوتی۔ رب کے کام اسباب سے ہوتے ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ جو آنکھ قیامت تک کے حالات کو مشاہدہ کرے۔ اس سے اونٹ کے نیچے کی چیز کس طرح مخفی رہے۔ شان محبوب علیہ السلام پہچانتے کی خدا توفیق دے۔

اعتراض (۵)..... مشکوٰۃ باب الخوض والشفاء میں ہے۔

ليردن على اقوام اعرفهم ويعرفونني ثم بحال بيني وبينهم فاقول انهم مني فيقال انك لاتدري ما احدثوا بعدك فاقول محققا محققا لمن غير بعدى۔

ترجمہ: حوض پر ہمارے پاس کچھ قومیں آئے گی جن کو ہم پہچانتے ہیں اور وہ ہم کو پہچانتے ہیں پھر ہمارے اور ان کے درمیان آڑ کر دی جاوے گی ہم کہیں گے کہ یہ تو ہمارے لوگ ہیں تو کہا جاوے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئے کام کئے پس فرمائیں گے کہ دوری ہو دوری ہو اس کو جو میرے بعد دین بدلے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الخوض والشفاء فصل الاول ص ۲۸۷-۲۸۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت میں بھی اپنے پرانے اور مومن و کافر کی پہچان نہ ہوگی کیونکہ آپ مرتدین کو فرمائیں گے کہ یہ میرے صحابہ ہیں اور ملائکہ عرض کریں گے کہ آپ نہیں جانتے۔

جواب:- حضور علیہ السلام کا ان کو صحابی کہنا طعن کے طور پر ہوگا کہ ان کو آنے دو یہ تو ہمارے بڑے مخلص صحابہ ہیں اور ملائکہ کا یہ عرض کرنا ان کو سنا کر ممکن کرنے کے لئے ہوگا۔ ورنہ ملائکہ نے ان کو یہاں تک آنے ہی کیوں دیا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ جہنمی کافر سے کہا جاوے گا۔

ذق انك انت العزيز الكريم۔

ترجمہ: عذاب چکھ۔ تو تو عزت کرم والا ہے۔

(پارہ ۲۵ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۴۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج کو دیکھ کر فرمایا تھا۔ هذا ربی (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷) یہ میرا رب ہے۔

پھر غور کی بات تو یہ ہے کہ آج تو حضور علیہ السلام اس سارے واقعہ کو جانتے ہیں اور فرماتے ہیں اعرفہم ہم ان کو پہچانتے ہیں کیا اس دن بھول جائیں گے؟ نیز قیامت کے دن مسلمانوں کی چند علامات ہوں گی۔ اعضاء وضو کا چمکنا چہرہ انورانی ہونا یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ (پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۰۶) داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال کا ہونا۔ پیشانی پر سجدہ کا داغ ہونا۔ (دیکھو مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ) اور کفار کی علامت ہوگی ان کے خلاف ہونا۔ اور ان لوگوں کو ملائکہ کا روکنا۔ ان کے ارتداد کی خاص علامت ہوگی۔ جو آج بیان ہو رہی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اتنی علامات کے ہوتے ہوئے حضور ان کو نہ پہچانیں۔ نیز آج تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنتی و جہنمی لوگوں کی خبر دے دی۔ عشرہ مبشرہ کو بشارت دی۔ دو کتا میں صحابہ کرام کو دکھادیں۔ جن میں جنتی اور جہنمی لوگوں کے نام ہیں وہاں نہ پہچاننے کے کیا معنی؟ حضور علیہ السلام کو خبر نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ یعرف المجرمون بسیمامہم (پارہ ۲۷ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۴۱) نیز فرماتا ہے سیمامہم فی وجوہہم من اثر السجود (پارہ ۲۶ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۲۹) معلوم ہوا کہ قیامت میں نیک و بد لوگوں کی علامات چہروں پر ہوں گی۔

مشکوٰۃ باب الخوض والشفاء میں ہے کہ جنتی مسلمان جہنمی مسلمانوں کو نکالنے کے لئے جہنم میں جائیں گے اور ان کی پیشانی کے داغ سجدہ دیکھ کر ان کو جل چکنے کے بعد نکالیں گے اور ان سے فرمایا جاوے گا۔

فمن وجدتم فی قلبه مثقال دینار من خیر فاخر جوہ۔

ترجمہ: جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان پاؤ۔ اس کو نکال لے جاؤ۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الخوض والشفاعہ ص ۳۹۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)
دیکھو جتنی مسلمان دوزخی مسلمانوں کے دل کے ایمان کو پہچانتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کس کے دل میں کس درجہ کا ایمان ہے۔ دینار کے برابر یا ذرہ کے برابر۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کو چہرہ دیکھ کر علامات دیکھ کر بھی خبر نہیں ہوئی کہ یہ مسلمان ہیں یا کافر۔ اللہ تعالیٰ سمجھ نصیب کرے۔

اعتراض (۶)۔۔۔۔۔ بخاری جلد اول کتاب الجنازہ میں حضرت ام العلاء کی روایت ہے۔

واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی۔

ترجمہ: خدا کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کو اپنی بھی خبر نہ تھی کہ قیامت میں مجھ سے کیا معاملہ ہوگا۔

حاشیہ.....☆

صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس موقع پر ما یفعل بہ فرمایا تھا۔ جس کا تعلق حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ہے اور ما یفعل بی کے لفظ صحیح ثابت نہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ مدینہ منورہ کا واقعہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہجرت سے پہلے ہی آپ ﷺ سے فرما چکا ہے۔ عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔

ترجمہ: یعنی وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جس میں آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر ظاہر فرمائے گا۔

نیز فرمایا:

وللآخرۃ خیر لک من الاولی ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔

ترجمہ: یعنی اے محبوب آخرت آپ کے لئے دنیا کی بہ نسبت ضرور بہتر ہے اور وہ وقت ضرور عنقریب آ رہا ہے جس میں آپ کا رب آپ کو اتادے گا کہ آپ راضی اور خوش ہو جائیں گے۔

تو حضور ﷺ کیسے فرما سکتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حال ہوتا ہے۔

دوم اس کا ثبوت یہ ہے کہ بعض جگہ اس حدیث کے الفاظ میں ما یفعل بہ ہے۔ دیکھئے اسی بخاری شریف میں ہے:

واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بہ۔

(صحیح البخاری کتاب الشہادات ج ۱ ص ۳۶۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی طرح کتاب المناقب میں ہے۔

واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بہ۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب ج ۱ ص ۵۵۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نیز بخاری شریف ص ۱۶۶ کے حدیث کے حاشیہ پر ہے:

قال الداؤدی ما یفعل بی وہم الصواب بہ ای بعثمان۔

(صحیح البخاری کتاب الجنازہ حاشیہ نمبر ۱۱ ج ۱ ص ۱۶۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جواب:- اس جگہ علم کی نفی نہیں۔ بلکہ درایت کی نفی ہے۔ یعنی میں اپنے انکل و قیاس سے نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ بلکہ اس کا تعلق وحی الہی سے ہے تو اے ام العلاء تم جو عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی گواہی محض قیاس سے دے رہی ہو یہ معتبر نہیں۔ اس غیب کی خبروں میں تو انبیاء کرام بھی قیاس نہیں فرماتے۔ ورنہ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین میں ہے کہ ہم اولاد آدم کے سردار ہیں اس روز لواء الحمد ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔ آدم و آدمیان ہمارے جھنڈے کے نیچے ہونگے ان کی مطابقت کس طرح کی جاوے گی۔

اعتراض (۷)۔۔۔۔۔ بخاری جلد دوم کتاب المغازی باب حدیث افک میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگی۔ آپ اس پر پریشان تو رہے مگر وحی آئے ہوئے کچھ نہ فرما سکے کہ یہ تہمت صحیح ہے یا غلط اگر علم غیب ہوتا تو پریشانی کیسی؟ اور اتنے روز تک خاموشی کیوں فرمائی۔

جواب:- اس میں بھی نہ بتانا ثابت ہے نہ جاننا۔ نہ بتانے سے نہ نہ جاننا لازم نہیں آتا۔ خود رب نے بھی بہت روز تک ان کی عصمت کی آیات نہ اتاریں تو کیا رب کو خبر نہ تھی نیز بخاری کی اسی حدیث میں ہے:

ما علمت علی اہلی الا خیر۔

ترجمہ: میں اپنی بیوی کی پاکدامنی ہی جانتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ج ۳ ص ۱۵۲۰ رقم الحدیث ۳۹۱۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۱۳۳ رقم الحدیث ۲۷۷۰ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم ہے، وقت سے پہلے اظہار نہیں اور یہ تو ہو سکتا ہی نہیں کہ نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی ہوئی ہو۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو عتاب فرمایا۔

لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسهم خیراً وقالوا هذا افک مبین۔

ترجمہ: یعنی مسلمان مردوں و عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمانی کیوں نہ کی اور فوراً کیوں نہ کہا کہ یہ کھلا ہوا بہتان ہے۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۱۲)

پتہ لگا کہ نزول براءت سے پہلے ہی مسلمانوں پر نیک گمانی واجب اور بدگمانی حرام تھی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حرام سے معصوم ہیں۔ تو آپ بدگمانی ہرگز نہیں فرما سکتے۔ ہاں آپ کا فوراً یہ فرمانا هذا افک مبین آپ پر واجب نہ تھا کیونکہ آپ کے گھر کا معاملہ تھا۔ رہی پریشانی اور اتنا سکوت یہ کیوں ہوا؟ پریشانی کی وجہ معاذ اللہ لاعلمی نہیں ہے۔ اگر کسی عزت و عظمت والے کو غلط الزام لگا دیا جاوے اور وہ خود جانتا بھی ہو کہ یہ الزام غلط ہے۔ پھر بھی اپنی بدنامی کے اندیشہ سے پریشان ہوتا ہے لوگوں میں افواہ کا پھیلنا ہی پریشانی کا باعث ہوا۔

حاشیہ.....☆

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۷۵۹ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس ما بغت امرأة نبي قط۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۳۱۵ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)، (الکشاف ج ۳ ص ۵۷۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الدر المنثور ج ۸ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۸ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تفسیر الشعاعی ج ۳ ص ۳۱۷ مطبوعہ موسسۃ الاعلیٰ للمطبوعات بیروت)، (معالم التنزیل ج ۳ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اگر آیات نزول کے انتظار میں نہ فرمایا جاتا۔ اور پہلے ہی عصمت کا اظہار فرمایا جاتا تو منافقین کہتے کہ اپنی اہل خانہ کی حمایت کی۔ اور مسلمانوں کو تہمت کے مسائل نہ معلوم ہوتے اور پھر مقدمات میں تحقیقات کرنے کا طریقہ نہ آتا اور صدیقہ الکبریٰ کو صبر کا وہ ثواب نہ ملتا جواب ملا۔ اس تاخیر میں صدمہ ہا حکمتیں ہیں۔ اور یہ تو مسئلہ عقائد کا ہے کہ نبی کی بیوی بدکار نہیں ہو سکتیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات۔

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۲۶)

اس گندگی سے مراد گندگی زنا ہے۔ یعنی نبی کی بیوی زانیہ نہیں ہو سکتی۔ ہاں کافرہ ہو سکتی ہے کہ کفر سخت جرم ہے۔ مگر گھنونی چیز نہیں۔ ہر شخص اس سے عار نہیں کرتا اور زنا سے ہر طبیعت نفرت اور عار کرتی ہے اسی لئے انبیاء کی بیوی کو کبھی خواب میں احتلام نہیں ہوتا۔ دیکھو مشکوٰۃ کتاب الغسل کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پر تعجب فرمایا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ باب فی المرأة تری فی منامها ماری الرجل ج ۱ ص ۱۹۷ رقم الحدیث ۶۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں بھی ہے۔ تو کیا حضور علیہ السلام کو عقیدے کا یہ مسئلہ بھی معلوم نہیں تھا کہ صدیقہ سید الانبیاء کی زوجہ پاک ہیں ان سے یہ تصور ہو ہی نہیں سکتا۔ نیز مرضی الہی یہ تھی کہ محبوب علیہ السلام کی عصمت کی گواہی ہم براہ راست دیں اور قرآن میں یہ آیات اتار کر قیامت تک کہ مسلمانوں سے تمام دنیا میں ان کی پاکدامنی کے خطبے پڑھوا لیں کہ نمازی نمازوں میں ان کی عفت کے گیت گایا کریں اب اگر حضور علیہ السلام خود ہی بیان فرما دیتے تو یہ خوبیاں حاصل نہ ہوتیں غرضیکہ علم تو تھا اظہار نہ تھا۔

لطف یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے تہمت لگائی۔ تو رب تعالیٰ نے ان کی صفائی خود بیان نہ فرمائی بلکہ ایک شیر خوار بچہ کے ذریعہ پاکدامنی فرمادی۔ حضرت مریم علیہ السلام کو تہمت لگی۔ تو شیر خوار روح اللہ سے ان کی عصمت ظاہر کی۔ مگر محبوب علیہ السلام کی محبوبہ زوجہ کو الزام لگا تو کسی بچہ یا فرشتہ سے عصمت کی گواہی نہ دلوائی گئی۔ بلکہ یہ گواہی خود خالق نے دی اور گواہی کو قرآن کا جزو بنایا۔ تاکہ یہ گواہی ایمان کا رکن بنے اور مخلوق کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوبیت کا پتہ چلے۔

حاشیہ.....☆

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں۔

عن الضحاک ما بغت امرأة نبی قط۔

ترجمہ: ضحاک بیان کرتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۲۸ ص ۱۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی نیشاپوری متوفی ۳۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس ما بغت امرأة نبی قط۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز المعروف تفسیر الواحدی ج ۳ ص ۳۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن عساکر عن اشروس الخراسانی رضی اللہ عنہ یرفعو الی النبی ﷺ انه قال ما بغت امرأة نبی قط۔

ترجمہ: اشروس خراسانی بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۵۳ رقم الحدیث ۱۷۲۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تنبیہ: ایک جہل ہے ایک نسیان ایک ذہول۔ جہل نہ جانتا ہے۔ نسیان جان کر حافظہ سے نکل جاتا۔ ذہول یہ ہے کہ کوئی چیز حافظہ میں ہو مگر ادھر توجہ نہ رہے۔ ایک شخص قرآن نہ پڑھا دوسرے نے حفظ کر کے بھلا دیا۔ تیسرا شخص حافظہ کامل ہے۔ اگر کسی وقت کوئی آیت اس سے پوچھی تو بتا نہ سکا۔ توجہ نہ رہی۔ پہلا تو قرآن سے جاہل۔ دوسرا ناسی، تیسرا ذاہل ہوا انبیائے کرام کو بعض وقت کسی خاص چیز کا نسیان ہو سکتا ہے مگر بعد میں اس پر قائم نہیں رہتے۔ قرآن کریم سیدنا آدم علیہ السلام کے لئے فرماتا ہے۔ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عِزْمًا (پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۱۱۵) وہ بھول گئے ہم نے ان کا قصد نہ پایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی نظر نوح محفوظ پر تھی۔ یہ تمام واقعات پیش نظر تھے۔ مگر ارادہ الہی کہ کچھ مدت کے لئے نسیان ہو گیا۔ قیامت میں شفیع کی تلاش میں سارے مسلمان جن میں محدثین و مفسرین و فقہاء سب ہی ہیں۔ انبیاء کرام کے پاس جائیں گے کہ آپ شفاعت فرمادیں۔ وہ شفاعت تو نہ کریں گے اور نہ شفیع المذنبین کا صحیح پتہ دیں گے۔ خیال سے فرمادیں گے کہ حضرت نوح کے پاس جاؤ۔ وہاں جاؤ وہاں جاؤ شاید وہ تمہاری شفاعت کریں۔ حالانکہ دنیا میں سب کا عقیدہ تھا اور ہے کہ قیامت میں شفیع المذنبین حضور علیہ السلام ہی ہیں۔ یہ ہوا ذہول کہ ان باتوں کی طرف توجہ نہ رہی۔ اگر حضور علیہ السلام کسی وقت کوئی بات نہ بتائیں تو اس کی وجہ ذہول (ادھر توجہ نہ ہونا) ہو سکتی ہے۔ بے علمی ثابت نہ ہوگی رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَ اَنْ كُنْتَ مِنْ الْغَافِلِينَ (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۳) اگرچہ آپ اس سے پہلے واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بے پرواہ تھے غافل فرمایا جاہل نہ فرمایا۔ غافل وہ کہ واقعہ علم میں ہے۔ مگر ادھر دھیان نہیں لگتا میں فرماتے ہیں۔ کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا۔

ذمصرش بونے بیرا من شمیدی جرا در چالا کنعانتس ندیدی!

ترجمہ: کہ آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتہ کی خوشبو مصر سے تو پائی۔ مگر کنعان کے کنوئیں میں رہے۔ تو آپ معلوم نہ کر سکے۔ جواب دیا۔

ہگفت احوال ماہرق جہاں است دمے پیدا و دیگر در نہان است

گہے بر طار در اعلیٰ نشینیم! گہے بر پشت پانی خود نہ بینیم

ترجمہ: فرمایا کہ ہمارا حال بجلی کی تڑپ کی طرح ہے کبھی ظاہر کبھی چھپا ہوا۔ قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ ماہ کنعان مصر میں تجلی دے رہا ہے۔ فرماتے ہیں۔
وَ اعْلَمَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔

ترجمہ: مجھے خدا کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو نہیں معلوم۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۸۶)

روح البیان پارہ ۱۲ از آیت وَلَقَدْ ارسلنا نوحاً الىٰ قوله (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۲۵) میں ہے کہ رب تعالیٰ کو اپنے پیاروں کا رونا بہت پسند ہے حضرت نوح علیہ السلام اتار دئے کہ نام ہی نوح ہوا۔ یعنی نوحہ اور گریہ زاری کرنے والے۔ حضرت یعقوب کے رونے کے لئے فراق یوسف سب ظاہری تھا ورنہ ان کا رونا بلندی درجات کا سبب تھا۔ لہذا ان کا یہ رونا حضرت یوسف علیہ السلام سے بے خبری کی وجہ سے نہ تھا بلکہ المعجاز فطرۃ الحقیقۃ ثنوی میں ہے۔

حسن لیلیٰ عکس رخسار منست

ذوقھا دارم بسیار بہائے تو

عشق لیلیٰ نیست امیں کار منست

خوش بیاید فالنہ شب ہائے تو

بنیامین کو مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک جیلہ سے روک لیا۔ بھائیوں نے اگر قسم کھائی اور قافلے والوں کی گواہی پیش کی کہ بنیامین مصر میں شامی قیدی بنائے گئے مگر فرمایا:

بل سولت لکم انفسکم امرا۔

ترجمہ: کہ تمہارے نفس نے تمہیں جیلہ سکھا دیا۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۸)

یعنی یوسف کو بھی مجھ سے میری اولاد نے ہی جدا کیا اور بنیامین کو بھی، میری اولاد یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے جیلہ ہی سے روکا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل واقعہ کی خبر ہے۔ پھر بڑا بر مصر میں یعقوب علیہ السلام کے دو فرزند رہ گئے تھے ایک بنیامین دوسرا یہودا۔ مگر فرماتے ہیں۔

عسی الله ان یاتیننی بہم جمیعاً۔

ترجمہ: قریب ہے کہ اللہ ان تینوں کو مجھ سے ملائے۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۸۳)

تین کون تھے؟ حضرت یوسف علیہ السلام ہی تو تھے۔ جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گھر میں بند کر کے بری خواہش ظاہر کرنا چاہی تو اس بند مکان میں یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے اور دانت تلے انگلی دبا کر اشارہ کیا کہ ہرگز نہیں۔ اسے فرزند یہ کام تمہارا نہیں ہے کہ تم نبی کے بیٹے ہو جس کو قرآن فرماتا ہے:

وہم بہا لولا ان راہوہان ربہ۔

ترجمہ: وہ بھی زلیخا کا قصد کر لیتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔

(پارہ ۱۴ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۳)

یہ بھی خیال رہے کہ برادران یوسف علیہ السلام نے خبر دی کہ ان کو بھڑیا کھا گیا ہے اور آپ کو قیص اور بھڑیے کی خبر سے ان کا جھوٹا ہونا معلوم ہو گیا تھا کہ بھڑیے نے عرض کیا تھا کہ ہم پر انبیاء کا گوشت حرام ہے، دیکھو تفسیر خازن، روح البیان سورہ یوسف۔ پھر آپ اپنے فرزند کی تلاش میں جنگل میں کیوں نہ گئے؟ معلوم ہوا کہ باخبر تھے مگر راز دار تھے جانتے تھے کہ فرزند سے مصر میں ملاقات ہوگی۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام کو بہت سے موقع ملے مگر والد کو اپنی خبر نہ دی معلوم ہوا کہ حکم کا انتظار تھا کنعان سے ٹھٹھے ہوئے یعقوب علیہ السلام اپنے فرزندوں کی ایک ایک بات دیکھ لیں۔ مگر حضور علیہ السلام اپنی طیبہ طاہرہ صدیق کی بیٹی حضرت صدیقہ کے حالات سے بے خبر ہوں۔ مگر جو رب ان کو اتنا علم دیتا ہے طاقت ضبط بھی دیتا ہے کہ دیکھتے ہیں مگر بے مرضی الہی راز فاش نہیں کرتے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالہ (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۲۳) ہماری یہ تقریر اگر خیال میں رہی تو بہت مفید ہوگی۔ انشاء اللہ۔

اعتراض (۸)۔۔۔۔۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے بعض ازواج کے گھر شہد ملاحظہ فرمایا اس پر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ آپ کے وہن پاک سے مغفیر کی بو آرہی ہے۔ تو فرمایا کہ ہم نے مغفیر نہیں استعمال فرمایا۔ شہد پیا ہے۔ پھر حضور نے اپنے پر شہد حرام کر لیا۔ جس پر یہ آیت اتری لم تحرم ما احل اللہ لک۔ (پارہ ۲۸ سورہ ۲۶ آیت نمبر ۱)

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۰۰ رقم الحدیث ۱۴۷۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۳ ص ۳۳۳ رقم الحدیث ۳۷۱۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

معلوم ہوا کہ اپنے وہن پاک کی بو کا بھی علم نہ تھا کہ اس سے بو آرہی ہے یا نہیں۔

جواب:- اس کا جواب اسی آیت میں ہے۔ تبتنفی مرضات ازواجك (پارہ ۲۸ سورہ ۶۶ آیت نمبر ۱) اے حبیب یہ حرام فرمانا آپ کی بے خبری سے نہیں بلکہ ان معترض ازواج کی رضا کے لئے ہے نیز اپنے منہ کی بوغیب نہیں محسوس چیز ہے پر صحیح الدماغ محسوس کر لیتا ہے کیا دیوبندی انبیاء کے حواس کو بھی ناقص ماننے لگے ان کے حواس کی قوت کو مولانا روم نے بیان فرمایا:

نطق آب و نطق خاک و نطق گیل
ہست محسوس از حواس اہل دل

فلسفی گو منکر حناہ است
از حواس اولیاء بیگانہ است!

اعتراض (۹)..... اگر نبی ﷺ کو علم غیب تھا تو خبر میں زہر آلود گوشت کیوں کھالیا۔ اگر جانتے ہوئے کھایا تو یہ خودکشی کو کوشش ہے۔ جس سے نبی معصوم ہے۔

جواب:- اس وقت حضور علیہ السلام کو یہ بھی علم تھا کہ اس میں زہر ہے اور یہ بھی خبر تھی کہ زہر ہم پر بحکم الہی اثر نہ کرے گا اور یہ بھی خبر تھی کہ رب تعالیٰ کی مرضی یہ ہی تھی کہ ہم اسے کھالیں تاکہ بوقت وفات اس کا اثر لوٹے اور ہم کو شہادت کی وفات عطا فرمائی جاوے راضی برضا تھے۔
اعتراض (۱۰)..... اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب تھا تو بیر معونہ کے منافقین دھوکے سے آپ سے ستر (۷۰) صحابہ کرام کیوں لے گئے؟ جنہیں وہاں لے جا کر شہید کر دیا۔ اس آفت میں انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیوں پھنسایا۔

حاشیہ.....☆
مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

وعن ام سلمة قالت يا رسول الله ﷺ لا يزال يصيبك في كل عام وجع من الشاة المسمومة التي اكلت قال ما اصابني شئ منها الا وهو مكتوب علي وادم في طينته رواه ابن ماجه۔

ترجمہ: ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے جس زہر آلود بکری کا گوشت تناول فرمایا تھا اس کی وجہ سے آپ پر ہر سال تکلیف ظاہر ہوتی رہتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا یعنی ابوالبشر آدم علیہ السلام کی خلقت سے بھی پہلے لکھ دیا گیا تھا کہ یہ تکلیف مجھے پہنچے گی پس اس کے باعث مجھے جو بھی دکھ پہنچا وہ اسی لکھت کے مطابق ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الایمان بالقدر الفصل الثالث ص ۲۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لان احلف تسعا ان رسول الله ﷺ قتل قتلا احب الي من ان احلف واحدة وذلك بان اتخذه نبيا وجعله شهيدا۔

ترجمہ: مجھے ایک بار حلفیہ کہنے سے نو بار حلفیہ یہ بیان کرنا زیادہ محبوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہید بھی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بھی بنایا اور مرتبہ شہادت پر فائز بھی فرمایا ہے۔

(الطبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۷۱ صفحہ ۳۵۰ مطبوعہ بیروت)

ابن کثیر لکھتے ہیں۔

كان المسلمون ليرون ان رسول الله ﷺ مات شهيدا مع ما اكرمه الله به من النبوه۔

ترجمہ: یعنی مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ شہید بھی ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۸۹ مطبوعہ بیروت)

جواب:- جی ہاں حضور علیہ السلام کو یہ بھی خبر تھی کہ میر معوند اے منافقین ہیں اور یہ بھی خبر تھی کہ یہ لوگ ان ستر صحابہ کو شہید کر دیں گے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی خبر تھی کہ مرضی الہی یہ ہی ہے اور ان ستر کی شہادت کا وقت آ گیا ہے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ رب تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا بندے کی شان ہے ابراہیم علیہ السلام تو مرضی الہی پاکر فرزند پر چھری لے کر تیار ہو گئے کیا یہ بے گناہ پر ظلم تھا؟ نہیں بلکہ رضائے مولیٰ پر رضا تھی۔ اچھا بتاؤ رب تعالیٰ کو تو خبر تھی کہ گوشت میں زہر ہے۔ اور میر معوند اے ان ستر کو شہید کر دیں گے۔ اس نے وحی بھیج کر کیوں نہ روک دیا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔

تیسری فصل علم غیب کے خلاف عبارات فقہاء کے بیان میں

اعتراض (۱)..... فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

رجل تزوج بغیر شہود فقال الرجل والمرءة خدا ورسول راہ گواہ کر دیم قالوا یکون کفرا لانه اعتقد ان رسول الله عليه السلام يعلم الغیب وهو ما كان يعلم الغیب حين كان في الحياة فكيف بعد الموت۔
ترجمہ: کسی نے بغیر گواہوں کے نکاح تو مرد اور عورت نے کہا کہ ہم نے خدا اور رسول کو گواہ کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ قول کفر ہے کیونکہ اس نے اعتقاد کیا کہ رسول اللہ علیہ السلام غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ تو غیب زندگی میں نہ جانتے تھے چہ جائیکہ موت کے بعد۔
(فتاویٰ قاضی خان ج ۳ ص ۸۸۳ مطبوعہ نولکشور ہند)

اعتراض (۲)..... شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبي عليه السلام يعلم الغیب لمعاوضة قوله تعالى قل لا يعلم من في السموات والارض الغیب الا الله۔
ترجمہ: حنفیوں نے صراحتاً ذکر کیا ہے کہ یہ اعتقاد کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے تھے کفر ہے کیونکہ یہ عقیدہ خدائے پاک کے اس فرمان کے خلاف ہے کہ فرما دو آسمانوں اور زمین کا غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر)

ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب ماننا کفر ہے۔

جواب:- ان دونوں عبارتوں کا اجمالی اور الزامی جواب تو یہ ہے کہ منافقین بھی حضور علیہ السلام کو بعض علم غیب مانتے ہیں۔ لہذا وہ بھی کافر ہوئے کیونکہ ان عبارتوں میں کل یا بعض کا ذکر تو نہیں بلکہ یہ ہے کہ جو بھی حضور علیہ السلام کو علم غیب مانے وہ کافر ہے۔ خواہ ایک کا مانے یا زیادہ کا۔ تو وہ بھی خیر من میں مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بعض علم غیب مانا ہے۔ مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں شیطان اور ملک الموت کو وسیع علم غیب مانا۔ مولوی قاسم صاحب نے تحذیر الناس میں کمال ہی کر دیا کہ ساری مخلوقات سے حضور علیہ السلام کا علم زیادہ مانا اب ان تینوں صاحبوں پر کیا حکم لگایا جاوے گا؟ تفصیلی جواب یہ ہے کہ قاضی خان کی عبارت میں ہے قالوا لوگوں نے کہا اور قاضی خان وغیرہ فقہاء کی عادت یہ ہے کہ وہ قالوا اس جگہ بولتے ہیں جہاں ان کو یہ قول پسند نہ ہو۔ شای جلد پنجم صفحہ ۴۴۵ میں ہے۔

لفظة قالوا تذكر فيما فيه خلاف۔

ترجمہ: لفظ قالوا ہاں بولا جاتا ہے جہاں اختلاف ہو۔

(شای جلد پنجم صفحہ ۴۴۵)

غنیۃ المستملی شرح مدیۃ المصلی بحث قنوت میں ہے۔

کلام قاضی خان یبشر الی عدم اختیارہ له حیث قال قالوا لا یصلی علیہ فی القعدة الا خیرۃ ففی

قوله قالوا اشارة الى عدم استحسانه له والى انه غير مروي عن الائمة كما قلناه فان ذلك متعارف في عباراتهم لمن استقراها۔

ترجمہ: قاضی خان کا کلام ان کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا قالوا الخ ان کے قالوا کہنے میں اشارہ اہر ہے کہ یہ قول پسندیدہ نہیں اور یہ اماموں سے مروی نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا کیونکہ یہ فقہاء کی عبارات میں شائع ہے اس کو معلوم ہے جو ان کی تلاش کرے۔
(غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی باب صلوۃ الوتر ذکر البحر القوت ص ۳۶۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)
در مختار کتاب النکاح میں ہے۔

تزوج رجل بشهادة الله ورسوله لم يجز بل قيل يكفر۔

ترجمہ: ایک شخص نے نکاح کیا اللہ اور رسول کی گواہی سے تو نہیں جائز ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ وہ کافر ہو جاوے گا۔
اس عبارت کے ماتحت شامی نے تاتارخانیہ سے نقل ہے۔

وفي الحجة ذكر في الملتقط انه لا يكفر لان الاشياء تعرض على روح النبي ﷺ وان الرسل يعرفون بعض الغيب قال الله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول اه، قلت بل ذكروا في كتب العقائد ان من جملة كرامات الاولياء الاطلاع على بعض المغيبات۔

ترجمہ: ملتقط میں ہے کہ وہ کافر نہ ہوگا کیونکہ تمام چیزیں حضور علیہ السلام کی روح پر پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب جانتے ہیں رب نے فرمایا ہے کہ پس نہیں ظاہر فرماتا اپنے غیب پر کسی کو سوائے پسندیدہ رسول کے میں کہتا ہوں کہ کتب عقائد میں ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے بعض غیبوں پر مطلع ہوتا بھی ہے۔

(رد المحتار کتاب النکاح قبل فصل فی الحرمات ج ۲ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شامی باب المرتدین میں مسئلہ بزاز یہ ذکر فرما کر فرمایا:

حاصله ان دعوى الغيب معارضة لنص القرآن يكفر بها الا اذا اسند ذلك صريحا او دلالة الى سبب كوحى او الهام۔

ترجمہ: اس کا خلاصہ یہ ہے دعویٰ علم غیب نص قرآنی کے خلاف ہے کہ اس سے کافر ہوگا مگر جبکہ اس کو صراحت یا دلالت کسی سبب کی طرف نسبت کر دے جیسے کہ وحی یا الہام۔

(رد المحتار کتاب الجہاد باب المرتد ج ۳ ص ۲۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معدن الحقائق شرح كنز الدقائق اور خزائن الروایات میں ہے۔

وفي المضمرة والصحيح انه لا يكفر لان الانبياء يعلمون الغيب ويعرض عليهم الاشياء فلا يكون كفرا۔
ترجمہ: مضمرات میں ہے صحیح ہے کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا کیونکہ انبیاء کرام غیب جانتے ہیں اور ان پر چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ پس یہ کفر نہ ہوگا۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ عقیدہ علم غیب پر فتوے کفر لگانا غلط ہے۔ بلکہ فقہاء کا بھی عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب دیا گیا۔ ملا علی قاری کی عبارت پوری نقل نہیں کی۔ اصل عبارت یہ ہے جو مطلب واضح کرتی ہے۔

ثم اعلم ان الانبياء لم يعلموا المغيبات من الاشياء والا ما اعلمهم الله وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير۔ الخ۔
ترجمہ: پھر جانو کہ انبیاء کرام غیب چیزوں کو نہیں جانتے سوائے اس کے جو ان کو اللہ نے بتادیں اور حنفیوں نے کفر کی تصریح کی جو نبی علیہ السلام کو علم غیب جانے الخ۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر)

اب پورا مطلب معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کو علم غیب ذاتی ماننے کو ملا علی قاری کفر فرما رہے ہیں نہ کہ عطائی۔ کیونکہ عطائی کو تو مان رہے ہیں اور پھر ان کی عبارتیں ہم ثبوت علم غیب میں پیش کر چکے ہیں کہ ملا علی قاری حضور علیہ السلام کو تمام ماکان و مایکون کا علم مانتے ہیں۔

حاشیہ.....☆

علماء دیوبند کے نزدیک عقیدہ کے لیے قطعی دلیل کی ضرورت ہے تو کیا یہ بحر الرائق کی عبارت قطعی دلیل ہے۔ اور بحر الرائق اور عالمگیری کی اس عبارت کا تعلق عقیدہ سے ہے۔ لہذا باب اعتقاد میں ان سے استدلال کرنا غلط ہے۔ مسائل فقہ میں تقلیدائہ کی لازم ہوتی ہے نہ کہ متاخرین فقہاء کی لہذا اگر دیوبندیوں میں امت ہے تو امام صاحب یا صاحبین رحمہم اللہ سے تکفیر ثابت کریں۔

بحر الرائق اور عالمگیری کی عبارتوں کا صحیح محل

بحر الرائق اور عالمگیری میں جو کفر کے فتویٰ دیے گئے ہیں وہ اس صورت پر محمول ہوں گے کہ جب کوئی ذاتی علم غیب اعتقاد کرے۔ دیکھیے۔ جامع الفصولین میں ہے۔

يجاب بانه يمكن التوفيق بان المنفى هو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام او المنفى هو المجزوم به لا المظنون ويؤيده قوله تعالى اتجعل فيها من يفسد فيها الآية لانه غيب اخبر به الملكة ظنا منهم او باعلام الحق فينبغي ان يكفر لو ادعاه مستقلا لا لو اخبر به باعلام في نومه او يقظته بنوع من الكشف اذ لا منافاة بينه وبين الآية لما مر من التوفيق۔

ترجمہ: (یعنی فقہاء نے دعویٰ علم غیب پر حکم کفر کیا اور حدیثوں اور ائمہ ثقات کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا) اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق ہوں ہو سکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لئے بذات خود علم غیب مانا جائے خدا کے بتائے سے علم غیب کی نفی نہ کی یا نفی قطعی کی ہے نہ ظنی کی اور اس کی تائید یہ آیت کریمہ کرتی ہے فرشتوں نے عرض کی کیا تو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد و خوریزی کریں گے ملائکہ غیب کی خبر بولے مگر ظن یا خدا کے بتائے سے تو تکفیر اس پر چاہئے کہ کوئی بے خدا کے بتائے علم غیب ملنے کا دعویٰ کرے نہ یوں کہ براہ کشف جاگتے یا سوتے میں خدا کے بتائے سے ایسا علم غیب آیت کے کچھ منافی نہیں۔

(جامع الفصولین الفصل الثامن والثلثون ج ۲ ص ۳۰۲ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ کراچی)

رد المحتار میں ہے۔

قال في التتار خانية وفي الحجة ذكر في الملتقط انه لا يكفر لان الاشياء تعرض على روح النبي ﷺ وان الرسل يعرفون بعض الغيب قال الله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول اه، قلت بل ذكروا في كتب العقائد ان من جملة كرامات الاولياء الاطلاع على بعض المغيبات وردوا على المعتزلة المستدلين بهذه الآية على نفیها۔

ترجمہ: تاتارخانیہ میں ہے کہ فتاویٰ حجتہ میں ہے ملتقط میں فرمایا کہ جس نے اللہ و رسول کو گواہ کر کے نکاح کیا کافر نہ ہوگا اس لئے کہ اشیاء نبی ﷺ کی روح مبارک پر عرض کی جاتی ہیں اور بے شک رسولوں کو بعض علم غیب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو علامہ شامی نے فرمایا کہ بلکہ ائمہ اہل سنت نے کتب عقائد میں فرمایا کہ بعض غیبوں کا

علم ہوتا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے اس آیت کو اولیاء کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا ہے ہمارے ائمہ نے اس کا رد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ آیہ کریمہ اولیاء سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرماتی۔

(رد المحتار کتاب النکاح قبیل فصل فی المعمرات ج ۲ ص ۲۶۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

چوتھی فصل علم..... غیب پر عقلی اعتراضات کے بیان میں

اعتراض (۱)..... علم غیب خدا کی صفت ہے اس میں کسی کو شریک کرنا شرک فی الصفت ہے لہذا حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب ماننا شرک ہے۔
جواب:- غیب جاننا بھی خدا کی صفت ہے حاضر چیزوں کا جاننا بھی خدا کی صفت ہے۔ عالم الغیب والشہادۃ اسی طرح سننا دیکھنا زندہ ہونا سب خدا کی صفت ہیں۔ تو اگر کسی کو حاضر چیز کا علم ماننا یا کسی کو سمیع یا بصیر یا حی ماننا ہر طرح مشرک ہوا۔ فرق یہ ہی کیا جاتا ہے کہ ہمارا سننا دیکھنا زندہ رہنا خدا کے دینے سے ہے اور حادث ہے۔ خدا کی یہ صفات ذاتی اور قدیم پھر شرک کیسا؟ اسی طرح علم غیب نبی عطائی اور حادث اور متناہی ہے۔ رب کو علم ذاتی قدیم اوکل معلومات غیر متناہیہ کا ہے نیز یہ شرک تو تم پر لازم ہے۔ کیونکہ تم حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب مانتے ہو بعض ہی کا سہی۔ اور خدا کی صفت میں کلاً و بعضاً ہر طرح شریک کرنا شرک ہے۔ نیز مولوی حسین علی صاحب وال پھر والے جو مولوی رشید احمد صاحب کے خاص شاگرد ہیں۔ اپنی کتاب بلغۃ الخیر ان زیر آیت يعلم مستقرھا ومستودعھا کل فی کتب مبین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۶) میں لکھتے ہیں کہ خدا کو ہر وقت مخلوقات کے اعمال کا علم نہیں ہوتا۔ بلکہ بندے جب اعمال کر لیتے ہیں۔ تب علم ہوتا ہے۔ اب تو علم غیب خدا کی صفت رہی ہی نہیں۔ پھر کسی کو علم غیب ماننا شرک کیوں ہوگا؟

اعتراض (۲)..... حضور علیہ السلام کو علم غیب کب حاصل ہوا تم کبھی تو کہتے ہو کہ شب معراج منہ میں قطرہ ٹپکا یا گیا اس سے علم غیب ملا اور کبھی کہتے ہو کہ خواب میں رب کو دیکھا کہ اس نے اپنا دست قدرت حضور علیہ السلام کے شانہ پر رکھا۔ جس سے تمام علوم حاصل ہوئے۔ کبھی کہتے ہو کہ قرآن تمام چیزوں کا بیان ہے۔ اس کے نزول ختم ہونے سے علم غیب ملا۔ اس میں کوئی بات درست ہے۔ اگر نزول قرآن سے پہلے علم مل چکا تھا تو قرآن سے کیا ملا۔ تحصیل حاصل محل ہے۔

جواب:- حضور علیہ السلام کو نفس علم غیب تو ولادت سے پہلے ہی عطا ہو چکا تھا کیونکہ آپ ولادت سے قبل عالم ارواح میں نبی تھے۔

حاشیہ.....☆

اگر بحر الرائق کی عبارت کی تاویل نہ کی جائے تو یہ سب علماء (جن کی عبارتیں ہم پہلے نقل کر چکے ہیں) تکفیر کی زد میں آتے ہیں۔ اور بحر الرائق کی اس عبارت میں مطلق علم غیب کا اعتقاد رکھنے پر کفر کا فتویٰ ہے جزی علم غیب کوئی مانے یا کفری ہر صورت میں اس کی تکفیر کی گئی ہے اور مجلس نکاح میں تو جزی واقعہ ہے تو جو اس میں گواہ مان رہا ہے وہ بعض علم غیب ہی ثابت کر رہا ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ در مختار کے کفر والے قول کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

ان الرسل يعرفون بعض الغیب۔

تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ کا فتویٰ کفر مطلق تھا بعض علم غیب کا مدعی بھی اس کی زد میں تھا اور کلی کا بھی۔ کیونکہ اگر فقہاء کرام رحمہم اللہ کلی علم غیب جاننے کے معتقد کی تکفیر کرتے اور بعض علم غیب کے مدعی کو مسلمان جانتے تو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ان الرسل يعرفون بعض الغیب۔ کہہ کر ان کی تکفیر کو رد نہ کرتے اب فقہاء کرام کے فتویٰ کی زد میں تمام دیوبندی بھی آجائیں گے۔ خصوصاً گکھڑوی صاحب بھی اس فتویٰ کی زد میں آئے گے۔ گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کو بعض علوم کا عطا ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں۔ (تقید المتین ص ۱۹۷)

بحر الرائق ودر مختار میں عبارت مطلق ہے لہذا ان عبارت کی رو سے گکھڑوی صاحب کی بھی تکفیر ہو جائے گی۔ گکھڑوی صاحب اگر بعض علم غیب تسلیم کریں تو بحر الرائق کی عبارت کی رو سے کافر بنتے ہیں اور اگر بعض کا انکار کریں تو اپنی تقید متین والی عبارت کی روشنی میں کافر بنتے ہیں۔

كنت نبيا وادم بين الطين والماء

(مجمع الزوائد وفتح القوائد ج ۸ ص ۲۲۳ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)، (جامع الكبير الاحاديث للسيوطي ج ۶ ص ۳۶۳ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (السيره النبويه لابن كثير كتاب مبعث رسول الله ﷺ كثير اذ كرفي من البشارات بذلك ج ۱ ص ۳۳۶ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)، (حاکم في المستدرک ج ۲ ص ۶۰۸-۶۰۹ وقال هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخبرنا به)، (دلائل النبوة للبيهقي ج ۱ ص ۸۲ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (حلية الاولياء ج ۷ ص ۱۲۲)، (فيض القدير ج ۵ ص ۵۳)، (القاصد الحسنة ج ۵ ص ۵۲۱-۵۲۲)، (كشف الخفاء ج ۲ ص ۱۶۹)، (مجم الصلابة ج ۱ ص ۳۲۷ برقم ۳۳۷ ج ۳ ص ۱۲۹ برقم ۱۰۰۳ مطبوعه مكتبة الغرباء الاثرية المدية المنورة)، (المعجم الكبير للطبراني ج ۲ ص ۳۵۳ برقم ۸۳۳ مطبوعه مكتبة العلوم والحكم الموصل)، (التاريخ الكبير للبخاري ج ۷ ص ۲۵۱ برقم ۱۰۹۳۳ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۵۹ مطبوعه مؤسسة قرطبة مصر)، (حلية الاولياء ج ۷ ص ۱۲۲ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)، (صحیح ابن حبان رقم الحديث ۲۰۹۳)، (السنن لابن ابی عامر رقم الحديث ۴۱۰)، (الاستيعاب ذكر مبسرة الفجر رضي الله عنه ج ۳ ص ۱۳۸۸ برقم ۲۵۸۲ مطبوعه دار الجليل بيروت)، (الاحاديث المختارة ج ۹ ص ۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴ رقم الحديث ۱۲۳-۱۲۴ مطبوعه مكتبة النهضة الحديثة مکه کرمه)، (طبقات الكبرى ابن سعد ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعه دار صادر بيروت)، (مصنف ابی حنيفة ج ۱۳ ص ۲۹۲ مطبوعه ادارة القرآن کراچی)، (الاصابة في تميز الصحابة ذكر عبد الله بن ابی الجعد عامر رضي الله عنه ج ۳ ص ۳۷ برقم ۳۵۸۹ مطبوعه دار الجليل بيروت)

اور نبی کہتے ہی اس کو ہیں جو غیب کی خبر رکھے مگر ماکان وما یكون کی تکمیل شب معراج میں ہوئی۔ لیکن یہ تمام علوم شہودی تھے کہ تمام اشیاء کو نظر سے مشاہدہ فرمایا۔ پھر قرآن نے ان ہی دیکھی ہوئی چیزوں کا بیان فرمایا اسی لئے قرآن میں ہے۔ تبیاننا لکل شئی (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱۶ آیت نمبر ۸۹) ہر چیز کا بیان اور معراج میں ہوا فجلی لی کل شئی وعرفت دیکھنا اور ہے بیان کچھ اور۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان کو تمام چیزیں دکھادیں۔ بعد میں ان کے نام بتائے۔ وہ مشاہدہ تھا اور یہ بیان۔ اگرچہ چیزیں دکھائی نہ گئی تھیں تو ثم عرضهم علی الملائكة (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۱) کے کیا معنی ہوں گے۔ یعنی پھر ان چیزوں کو ملائکہ پر پیش فرمایا لہذا دونوں قول صحیح ہیں کہ معراج میں بھی علم ہوا۔ اور قرآن سے بھی۔ اگر کہا جاوے کہ پھر نزول قرآن سے کیا فائدہ سب باتیں تو پہلے ہی سے حضور کو معلوم تھیں۔ بتائی جاتی ہے نامعلوم چیز۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نزول قرآن صرف حضور علیہ السلام کے علم کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے ہزار ہا دیگر فائدے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ کسی آیت کے نزول سے پہلے اس کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ اس کی تلاوت وغیرہ نہ ہوگی اگر نزول قرآن حضور علیہ السلام کے علم کے لئے ہے تو بعض سورتیں دوبار کیوں نازل ہوئیں۔

تفسیر مدارک میں ہے۔

فاتحة الكتاب مكية وقيل مدنية والاصح انها مكية ومدنية بمكة ثم نزلت بالمدينة۔

ترجمہ: سورہ فاتحہ مکی ہے اور کہا گیا ہے کہ مدنی ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ یہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی اور اولاً مکہ میں نازل ہوئی پھر مدینہ میں۔

(مدارک الشریع ج ۵ ص ۵ مطبوعه مكتبة القرآن والنسہ پشاور)

مشکوٰۃ حدیث معراج میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو شب معراج میں پانچ نمازیں اور سورہ بقرہ کی آخری آیات عطا ہوئیں۔ مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۲۹ مطبوعه نور محمد کتب خانہ کراچی اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے سوال کیا کہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی اور سورہ بقرہ مدنی ہے۔ پھر اس کی آخری آیات معراج میں کیسے عطا ہوئیں؟ تو جواب دیتے ہیں۔

حاصله انه وقع تكرار الوحي فيه تعظيماً له واهتماماً لسانه فاحسب الله اليه في تلك الليلة بلا واسطة جبريل۔

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ اس میں وحی مکرر ہوئی حضور علیہ السلام کی تعظیم اور آپ کے اتمام شان کے لئے۔ پس اللہ نے اس رات بغیر واسطہ جبریل وحی فرمادی۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱۱ ص ۱۵۶ مطبوعه مكتبة امدادیہ ملتان)

اسی حدیث کے ماتحت لمعات میں ہے۔

نزلت علیہ ﷺ لیلۃ المعراج بلا واسطۃ ثم نزل بها جبریل فأنبت فی المصاحف۔

ترجمہ: شب معراج میں یہ آیات بغیر واسطہ کے اتریں پھر ان کو جبریل نے اتارا تو قرآن میں رکھی گئیں۔

(حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۲۹-۵۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

بتاؤ کہ دوبار نزول کس لئے ہوا؟ حضور علیہ السلام کو تو پہلے نزول سے علم حاصل ہو چکا تھا۔ نیز ہر سال ماہ رمضان میں جبریل امین حضور علیہ السلام کو سارا قرآن سناتے تھے۔ مقدمہ نور الانوار تعریف کتاب میں ہے۔ لانه كان ينزل عليه السلام دفعة واحدة في كل شهر رمضان جملة بتاؤ یہ نزول کیوں تھا؟ بلکہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو تمام آسمانی کتابوں کا پورا علم تھا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

يا اهل الكتاب قد جاءكم رسولنا يبين لكم كثيرا مما كنتم تخفون من الكتاب ويعفوا عن كثير۔

ترجمہ: یعنی اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے وہ رسول آگئے جو تمہاری بہت سی چھپائی ہوئی کتاب کو ظاہر فرماتے ہیں اور بہت سے درگزر فرماتے ہیں۔

(پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۵)

اگر حضور علیہ السلام کے علم میں ساری کتب آسمانی نہیں تو ان کا ظاہر فرمانا یا نہ فرمانا کیا معنی حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اول ہی سے قرآن کے عارف تھے۔ مگر قرآنی احکام نزول سے قبل جاری نہ فرمائے اسی لئے بخاری کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل نے غار احرا میں پہلی بار آکر عرض کیا اقرء آپ پڑھیے یہ نہ عرض کیا کیا کہ فلاں آیت پڑھیے اور پڑھو اسی سے کہتے ہیں جو جانتا ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا انا بقار ع میں نہیں پڑھنے والا میں تو پڑھانے والا ہوں پڑھ تو پہلے ہی لیا ہے لوح محفوظ میں قرآن ہے اور حضور علیہ السلام کے علم میں پہلے ہی سے ہے۔ آپ ولادت سے پہلے نبی صاحب قرآن ہیں بغیر وحی کے نبوت کیسی؟ لہذا اماننا ہوگا کہ قبل ولادت ہی قرآن کے عارف ہیں آج بھی بعض بچے حافظ پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے پیدا ہوتے ہی فرمایا انا نبی الکتب (پارہ ۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۳) رب نے مجھے کتاب دی۔ معلوم ہوا کہ ابھی سے کتاب کو جانتے ہیں۔ بعض پیغمبروں کے لئے فرمایا اتیناہ الحکم صبا (پارہ ۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۱۲) ہم نے انہیں بچپن ہی سے علم و حکمت دی۔ حضور نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کر کے امت کی شفاعت کی۔ حالانکہ سجدہ اور شفاعت حکم قرآنی ہے۔ حضور غوث پاک نے ماہ رمضان میں ماں کا دودھ نہ پیا۔ یہ بھی حکم قرآنی ہے۔ نور الانوار کے خطبہ میں خلق کی بحث میں ہے یعنی ان العمل بالقرآن کان جبلة له من غیر تکلیف معلوم ہوا کہ قرآن پر عمل کرنا حضور علیہ السلام کی پیدائش عادت ہے ہمیشہ حلیمہ دانی کا ایک پستان پاک چوسا۔ دوسرا بھائی کے لئے چھوڑا۔ یہ عدل و انصاف بھی قرآنی حکم ہے۔ اگر ابتداء سے قرآن کے عارف نہیں تو یہ عمل کیسے فرما رہے ہیں۔ دیوبندیوں کا ایک مشہور اعتراض یہ بھی ہے کہ تمہاری پیش کردہ آیتوں کے عموم سے لازم آتا ہے کہ حضور کا علم رب کے برابر ہو۔ مگر ان آیتوں میں قیامت تک کی قید لگاتے ہو مالم تکن تعلم میں نہ تو قیامت کی قید ہے نہ ما کان وما یكون کا ذکر۔ اور ایک دفعہ خاص ہونے سے آئندہ خصوص کا دروازہ کھل جاتا ہے دیکھو کتب اصول۔ لہذا ہم ان آیتوں میں احکام شرعیہ کی قید لگاتے ہیں یعنی اس سے صرف شرعی احکام مراد ہیں۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہاں آیت میں تخصیص نہیں۔ بلکہ عقلی استثناء ہے کیونکہ رب کا علم غیر متناہی ہے مخلوق کا دماغ غیر متناہی علوم نہیں لے سکتا۔ برہان تسلسل وغیرہ سے لہذا امتنا ہی ہوگا۔ احادیث سے پتہ لگا کہ قیامت تک کی حضور نے خبر دی اسی لئے یہ دعویٰ کیا گیا استثناء کا اور حکم ہے اور تخصیص کا حکم دوسرا دیکھو اقیما الصلوة سے بچے دیوانے حائضہ خارج ہیں یہ تخصیص نہیں بلکہ استثناء ہے۔

فقير نے یہ مختصری تقریر علم غیب کے متعلق کردی۔ اس کی زیادہ تحقیق کرنا ہو تو رسالہ مبارکہ الکلمۃ العلیاء کا مطالعہ کرو۔ جو کچھ میں نے کہا یہ اس بحر کی ایک لہر ہے چونکہ مجھے اور مسائل پر بھی گفتگو کرنا ہے۔ لہذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ
سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک و هو ارحم الراحمین۔



حاضر و ناظر کی بحث

اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں

مقدمہ حاضر و ناظر کی لغوی اور شرعی معنی کی تحقیق میں

حاضر کے لغوی معنی ہیں سامنے موجود ہونا یعنی غائب نہ ہونا المصباح المنیر میں ہے۔ حاضر حضورۃ مجلس القاضی و حضر الغائب حضوراً قدم من غیبتہ۔ منتہی الادب میں ہے حاضر حاضر شومذہ۔ ناظر کے چند معنی ہیں دیکھنے والا، آنکھ کا تل، نظر، ناک کی رگ، آنکھ کا پانی۔ المصباح المنیر میں ہے۔ والناظر السواد الاصفر من العين الذي يبصر به الانسان شخصہ۔ قاموس اللغات میں ہے۔ والناظر السواد فی العين او البصر بنفسه وعرق فی الانف وفيه ماء البصر مختار الصحاح میں ابن ابی بکر رازی کہتے ہیں۔ الناظر فی المقلۃ السواد الاصفر الذي فيه الماء العين۔ (المختار الصحاح ص ۴۹۱) جہاں تک ہماری نظر کام کرے وہاں تک ہم ناظر ہیں اور جس جگہ تک ہماری دسترس ہو کہ تصرف کر لیں وہاں تک ہم حاضر ہیں۔ آسمان تک نظر کام کرتی ہے وہاں تک ہم ناظر یعنی دیکھنے والے ہیں مگر وہاں ہم حاضر نہیں۔ کیونکہ وہاں دسترس نہیں۔ اور جس حجرے یا گھر میں ہم موجود ہیں وہاں حاضر ہیں کہ اس جگہ ہماری پہنچ ہے۔ عالم میں حاضر و ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرے اور صد ہا کوس پر حاجتمندوں کی حاجت روائی کرے۔ یہ رفتار خواہ صرف روحانی ہو یا جسم مثالی کے ساتھ ہو یا اسی جسم سے ہو جو قبر میں مدفون یا کسی جگہ موجود ہے ان سب معنی کا ثبوت بزرگان دین کے لئے قرآن وحدیث واقوال علماء سے ہے۔

پہلا باب

حاضر و ناظر کے ثبوت میں

اس میں پانچ فصلیں ہیں

پہلی فصل۔ آیات قرآنیہ سے ثبوت

(۱) یا ایہا النبی انا ارسلنک شہداً ومبشراً و نذیراً وداعیاً الی اللہ باذنه و مسراجاً منیراً۔
ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سنانا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکادینے والا آفتاب۔

(پارہ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۴۶)

حاشیہ.....☆

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضہ منورہ میں تشریف فرما ہیں۔ اور تمام کائنات آپ کے سامنے حاضر ہے۔ جسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں آپ جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔ مگر ایک وقت میں متعدد جگہوں پر تشریف لے جانا چاہیں تو یہ بھی ممکن ہے۔ یہی حاضر و ناظر کا صحیح مفہوم ہے نہ یہ کہ آپ اپنے مخصوص جسم کے ساتھ ہر جگہ بالفعل موجود ہوتے ہیں جیسا کہ دیوبندیوں، وہابیوں نے اہل سنت پر افتراء باعہ ما ہے اور پھر اسے بنیاد بنا کر لغو اور لالچ یعنی اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

شاہد کے معنی گواہ بھی ہو سکتے ہیں اور حاضر و ناظر بھی، گواہ کو شاہد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ موقعہ پر حاضر تھا۔ حضور علیہ السلام کو شاہد یا تو اس لئے فرمایا گیا کہ آپ دنیا میں عالم غیب کی دیکھ کر گواہی دے رہے ہیں ورنہ سارے انبیاء گواہ تھے یا اس لئے کہ قیامت میں تمام انبیاء کی یعنی گواہی دیں گے یہ گواہی بغیر دیکھے ہوئے نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح آپ کا مبشر اور نذیر اور داعی الی اللہ ہوتا ہے کہ سارے پیغمبروں نے یہ کام کئے مگر سن کر حضور علیہ السلام نے دیکھ کر۔ اسی لئے معراج صرف حضور کو ہوئی۔ سراج منیر آفتاب کو کہتے ہیں وہ بھی عالم میں ہر جگہ ہوتا ہے گھر گھر میں موجود۔ آپ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ اس آیت کے ہر کلمہ سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے۔

(۲) و کذا لک جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویكون الرسول علیکم شهیداً۔

ترجمہ: اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ۔
(پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۴۳)

(۳) فکیف اذا جئنا من کل امة بشہید و جئنا بک علی ہولاء شہیداً۔

ترجمہ: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تم کو ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں۔
(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۴۱)

ان آیتوں میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے دن دیگر انبیاء کرام کی امتیں عرض کریں گی کہ ہم تک تیرے پیغمبروں نے تیرے احکام نہ پہنچائے تھے۔ انبیاء کرام عرض کریں گے کہ ہم نے احکام پہنچادے ان کی گواہی پر اعتراض ہوگا کہ تم نے ان پیغمبروں کا زمانہ نہ پایا۔ تم بغیر دیکھے کیسے گواہی دے رہے ہو؟ یہ عرض کریں گے کہ ہم سے حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا تب حضور علیہ السلام کی گواہی لی جاوے گی۔ آپ دو گواہیاں دیں گے ایک تو یہ کہ نبیوں نے تبلیغ کی۔ دوسری یہ کہ یہ میری امت والے قائل گواہی ہیں۔ پس مقدمہ ختم۔ انبیاء کرام کے حق میں ڈگری۔ اگر حضور علیہ السلام نے گذشتہ انبیاء کی تبلیغ اور آئندہ اپنی امت کے حالات کو خود چشم حق بین سے ملاحظہ نہ فرمایا تھا تو آپ کی گواہی پر جرح کیوں نہ ہوئی؟ جیسی کہ امت کی گواہی پر جرح ہوئی تھی معلوم ہوا کہ یہ گواہی دیکھی ہوئی تھی اور پہلی سنی ہوئی۔ اس سے آپ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا۔ اس آیت کی تحقیق ہم بحث علم غیب میں کر چکے ہیں۔

(۴) لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم۔

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۲۸)

اس آیت سے تین طرح حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے ایک یہ کہ جاءکم میں قیامت تک کے مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس حضور علیہ السلام تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو حضور بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ دوم یہ فرمایا گیا من انفسکم تمہاری نفسوں میں سے ہیں یعنی ان کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا کہ قالب کی رگ رگ اور روٹگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے۔ ایسے ہی حضور علیہ السلام ہر مسلمان کے ہر فعل سے خبردار ہیں۔

آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظریوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جاں

ہیں مجھ میں وہ لیکن مجھ سے نہاں اس شان کی کی جلوہ نمائی ہے!

اگر اس آیت کے صرف یہ معنی ہوتے کہ وہ تم میں سے ایک انسان ہیں تو منکم کافی تھا من انفسکم کیوں ارشاد ہوا؟ تیسرے یہ کہ

فرمایا گیا عزیز علیہ ما عنتم ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے جس سے معلوم ہوا کہ ہماری راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور کو خبر ہے تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر ہی نہ ہو تو تکلیف کیسی؟ یہ کلمہ بھی حقیقت میں انفسکم کا بیان ہے کہ جس طرح جسم کے کسی عضو کو دیکھ ہو تو روح کو تکلیف اسی طرح تم کو دکھ درد ہو تو آقا کو گرائی اس کرم کے قربان ﷺ۔

(۵) ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں۔ تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۴)

اس سے معلوم ہوا کہ گنہگاروں کی بخشش کی سبیل صرف یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت مانگیں۔ اور حضور کرم کریمانہ سے شفاعت فرمادیں۔ اور یہ تو مطلب ہو سکتا نہیں کہ مدینہ پاک میں حاضر ہوں۔ ورنہ پھر ہم فقیر پردیسی گنہگاروں کی مغفرت کی کیا سبیل ہوگی۔ اور مالدار بھی عمر میں ایک دو بار ہی پہنچتے ہیں اور گناہ دن رات کرتے ہیں۔ لہذا تکلیف مافوق الطاق ہوگی لہذا مطلب یہ ہوا کہ وہ تمہارے پاس موجود ہیں تم غائب ہو تو تم بھی حاضر ہو جاؤ کہ ادھر متوجہ ہو جاؤ۔

یار نزدیک تراز من بمن است دین عجب میں کہ من ازوئے دورم

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر ہیں۔

(۶) وما ارسلناك الا رحمة للعالمین۔

ترجمہ: اور ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

(سورہ الحج آیت نمبر ۵۰)

پھر فرماتا ہے:

ورحمتی وسعت کل شئی۔

ترجمہ: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔

(پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۵۶)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ اور رحمت جہانوں کو محیط ہے۔ لہذا حضور علیہ السلام جہانوں کو محیط خیال رہے کہ رب کی شان ہے رب العالمین۔ حبیب کی شان ہے رحمة للعالمین معلوم ہوا کہ اللہ جس کا رب ہے۔ حضور علیہ السلام اس کے لئے رحمت۔ (۷) وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم۔

ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

(پارہ ۹ سورہ ۸ آیت نمبر ۳۳)

یعنی عذاب الہی اس لئے نہیں آتا کہ ان میں آپ موجود ہیں اور عام عذاب تو قیامت تک کسی جگہ بھی نہ آوے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام قیامت تک ہر جگہ موجود ہیں۔ بلکہ روح البیان میں فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام ہر سعید و شقی کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس کا ذکر تیسری فصل میں آتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

واعلموا ان فيكم رسول الله۔

ترجمہ: جان لو کہ تم سب میں رسول اللہ تشریف فرما ہیں۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۲۹ آیت نمبر ۷)

یہ تمام صحابہ کرام سے خطاب ہے، اور صحابہ کرام تو مختلف جگہ رہتے تھے معلوم ہوا کہ حضور سب جگہ ان کے پاس ہیں۔

(۹) و کذلک نوری ابراہیم ملکوت السموت و الارض۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں۔ ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت ۷۵)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رب نے تمام عالم پنچشم سر ملاحظہ کرا دیا۔ حضور علیہ السلام کا درجہ ان سے اعلیٰ ہے لہذا ضروری ہے کہ آپ نے بھی عالم کو مشاہدہ فرمایا ہو۔ اس آیت کی تحقیق بحث علم غیب میں گزر گئی۔

(۱۰) الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل۔

ترجمہ: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔

(پارہ ۳ سورہ الفیل آیت نمبر ۱)

(۱۱) الم تر كيف فعل ربك بعاد۔

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا۔

(پارہ ۳ سورہ ۹ آیت نمبر ۶)

قوم عاد اور اصحاب فیل کا واقعہ ولادت پاک سے پہلے کا ہے مگر فرمایا جاتا ہے الم تر کیا آپ نے نہ دیکھا یعنی دیکھا ہے اگر کوئی کہے کہ قرآن کریم کفار کے بارے میں فرماتا ہے:

الم یروا کم اهلکنا من قبلہم من قرن۔

ترجمہ: کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں۔

(پارہ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۶)

کفار نے اپنے سے پہلے کفار کو ہلاک ہوتے نہ دیکھا تھا۔ مگر فرمایا گیا کہ کیا نہ دیکھا انہوں نے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان کفار کے اجڑے ہوئے ملک اور تباہ شدہ مکانات کا دیکھنا مراد ہے اور چونکہ کفار مکہ اپنے سفروں میں ان مقامات سے گزرتے تھے اس لئے فرمایا گیا کہ یہ لوگ ان چیزوں کو دیکھ کر عبرت کیوں نہیں پکڑتے۔ حضور علیہ السلام نے نہ تو ظاہر میں دنیا کی سیاحت فرمائی اور نہ قوم عاد وغیرہ کے اجڑے ہوئے ملکوں کو بظاہر دیکھا۔ اس لئے ماننا ہوگا کہ یہاں نور نبوت سے دیکھنا مراد ہے۔

(۱۱) قرآن کریم جگہ جگہ اذ فرماتا ہے واذا قال ربك للملئکة (پارہ ۱۰ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۰) جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے

کہا و اذ قال موسی لقومه (پارہ ۱۰ سورہ ۲ آیت نمبر ۶۷) جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا وغیرہ وغیرہ اس جگہ مفسرین محذوف نکالتے ہیں اذ کر یعنی اس واقعہ کو یاد کرو۔ اور یاد وہ چیز دلائی جاتی ہے جو پہلے سے دیکھی بھالی ہو اور توجہ نہ ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ

تمام گزشتہ واقعات حضور کے دیکھے ہوئے ہیں۔ روح البیان نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سارے واقعات حضور علیہ السلام مشاہدہ فرما رہے تھے اس کا ذکر آگے آتا ہے اگر کوئی کہے کہ بنی اسرائیل سے بھی خطاب ہے واذا نجینا کم من ال فرعون (پارہ ۱۰ سورہ

۲ آیت نمبر ۴۹) اس وقت کو یاد کرو جب کہ ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی تھی۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ کے یہودی اس زمانہ میں کہاں تھے مگر مفسرین یہاں بھی اذ کرو محذوف نکالتے ہیں۔ جواب دیا جائے گا کہ ان بنی اسرائیل کو تاریخی واقعات معلوم تھے۔ کتب

تواریخ پڑھی تھیں۔ اس طرف ان کو متوجہ کیا گیا۔ حضور علیہ السلام نے نہ کسی سے پڑھانے کتب تواریخ کا مطالعہ فرمایا اور نہ کسی مورخ کی صحبت میں رہے نہ تعلیم یافتہ قوم میں پورش پائی اب آپ کو بحر نور نبوت علم کا ذریعہ کیا تھا۔

(۱۲) النبی اولی بالمومنین من انفسهم۔

ترجمہ: نبی مسلمانوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہے۔

(پارہ ۲۱ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶)

مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند تحذیر الناس صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اولی کے معنی قریب تر ہیں۔ تو آیت کے معنی ہوئے نبی مسلمانوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں سب سے زیادہ قریب ہم سے ہماری جان اور جان سے بھی قریب نبی علیہ السلام ہیں اور زیادہ قریب چیز بھی چھپی رہتی ہے۔ اسی زیادتی قرب کی وجہ سے آنکھ سے نظر نہیں آتے۔

تبہہ: اس جگہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تم مقلد ہو اور مقلد کو آیات یا احادیث سے دلیل لینا جائز نہیں وہ تو قول امام پیش کرے۔ لہذا تم صرف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہی پیش کر سکتے ہو۔ اس کا جواب چند طرح سے ہے۔ ایک یہ کہ آپ خود حاضر و ناظر نہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس بارے میں امام صاحب کا قول پیش کریں۔ دوسرے یہ کہ ہم تقلید کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ مسئلہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی۔ بلکہ مسائل فقہیہ اجتہاد یہ میں ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ عقیدہ کا ہے۔ تیسرے یہ کہ صریح آیات و احادیث سے مقلد بھی استدلال کر سکتا ہے۔ ہاں ان سے مسائل استنباط نہیں کر سکتا۔ طحاوی میں ہے۔

وما فهم الاحکام من نحو الظاهر والنص والمفسر فلیس مختصا به (ای بالمجتہد) بل یقدر علیہ العلماء الاعم۔

ترجمہ: جو احکام ظاہر نص و مفسر سے سمجھے جاویں۔ وہ مجتہد سے خاص نہیں۔ بلکہ اس پر عام علماء قادر ہیں۔

مسلم الثبوت میں ہے۔

وايضاً شاع و ذاع احتجاجهم سلفاً و خلفاً بالعمومات من غیر نکیہ۔

ترجمہ: نیز عام آیات سے دلیل پکڑنا خلف و سلف میں بغیر کسی انکار کے شائع ہے۔

قرآن بھی فرماتا ہے فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون (پارہ ۱۲ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۴۳) اگر تم نہ جانتے ہو تو ذکر والوں سے پوچھو۔ اجتہادی مسائل ہم نہیں جانتے ان میں آئمہ کی تقلید کرتے ہیں اور صریح آیات کا ترجمہ جانتے ہیں اس میں تقلید نہیں۔ چوتھے یہ کہ مسئلہ حاضر و ناظر پر فقہاء محدثین اور مفسرین کے اقوال بھی آئندہ فصلوں میں آرہے ہیں دیکھو اور غور کرو کہ حاضر و ناظر کا عقیدہ سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

دوسری فصل..... حاضر و ناظر کی احادیث کے بیان میں

اس میں تمام وہ احادیث پیش کی جاویں گی جو مسئلہ علم غیب میں گزر چکی ہیں۔ خصوصاً حدیث نمبر ۶ و ۷ و ۸ و ۱۹ جن کا مضمون یہ ہے کہ ہم تمام عالم کو مثل کف دست دیکھ رہے ہیں۔ ہم پر ہماری امت اپنی صورتوں میں پیش ہوئی اور ہم ان کے نام ان کے باپ دادوں کے نام، ان کے گھوڑوں کے رنگ جانتے ہیں وغیرہ وغیرہ اسی طرح ان کی شرح میں محدثین کے اقوال گزر چکے ہیں وہ پیش کئے جائیں گے خصوصاً مراقۃ، زرقانی وغیرہ کی عبارتیں ان کے علاوہ حسب ذیل احادیث اور بھی پیش کی جاویں گی۔

مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے۔

(۱) فيقولان ما كنت تقول في هذا الرجل لمحمد۔

ترجمہ: مکرین میت سے پوچھتے ہیں کہ تم ان کے (محمد رسول اللہ ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے تھے۔

(مشکوٰۃ اثبات عذاب القبر الفصل الثانی ص ۲۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الحجۃ وصفۃ تمیم باب عرض مقعد لیت من الحجۃ او النار علیہ و اثبات عذاب القبر والعوذ منہ ص ۳ ص ۲۲۰ رقم الحدیث ۷۰۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اشعة اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے

یعنی هذا الرجل کہہ می گویند آنحضرت دمی خواہند۔ هذا الرجل سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات ہے۔ اشعة اللمعات میں یہی حدیث ہے یا باحضر ذات شریف در عیانے بہ این طریق کہ در قبر مثالی در عذیہ السلام حاضر ساختہ باشد در دریں جانبشارتے است عظیم مریشان غمزہ را کہ مر امید این شازی حار دہندہ و زندہ در گور دروند حائے دارد یا قبر میں ظاہر ظہور آپ کی ذات شریف کو کرتے ہیں اس طرح کہ قبر میں حضور علیہ السلام کا وجود مثالی موجود کر دیتے ہیں اور اس جگہ مشتاقان غمزہ کو پڑی خوشخبری ہے کہ اگر اس شادی کی امید پر جان دے دیں اور زندہ قبروں میں چلے جائیں تو اس کا موقع ہے۔

(اشعة اللمعات ج ۱ ص ۱۵۱ مطبوعہ مکتبہ)

حاشیہ مشکوٰۃ میں یہی حدیث ہے:

قل یکشف للمیت حتی یری النبی علیہ السلام وہی بشری عظیمہ۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھتا ہے اور یہ بڑی ہی خوشخبری ہے۔

(حاشیہ مشکوٰۃ اثبات عذاب القبر الفصل الاول ص ۲۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

قسطانی شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۹۰ کتاب الجنائز میں ہے۔

قل یکشف للمیت حتی یری النبی علیہ السلام وہی بشری عظیمہ للمومن ان صح۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھتا ہے اور یہ بڑی ہی خوشخبری ہے اگر ٹھیک رہے۔

(ارشاد الساری شرح بخاری کتاب الجنائز ج ۳ ص ۳۹۰ مطبوعہ مصر)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ هذا الرجل معبود و نہی کی طرف اشارہ ہے کہ فرشتے مردہ سے پوچھتے ہیں کہ وہ جو تیرے ذہن میں موجود ہیں انہیں تو کیا کہتا تھا؟ مگر یہ درست نہیں کیونکہ ایسا ہوتا تو کافر میت سے سوال نہ ہوتا کیونکہ وہ تو حضور علیہ السلام کے تصور سے خالی الذہن ہے۔ نیز کافر اس کے جواب میں یہ نہ کہتا۔ میں نہیں جانتا بلکہ پوچھتا تم کس کے بارے میں سوال کرتے ہو؟ اس کے لا ادری کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور کو آنکھوں سے دیکھ تو رہا ہے مگر پہچانتا نہیں اور یہ اشارہ خارجی ہے۔

اس حدیث اور عبارتوں سے معلوم ہوا کہ قبر میں میت کو حضور علیہ السلام کا دیدار کرا کر سوال ہوتا ہے تو اس شمس الضحیٰ بدر اللہجی ﷺ کو جو تیرے سامنے جلوہ گر ہیں۔ کیا کہتا تھا هذا اشارہ قریب ہے معلوم ہوا کہ دیکھا کہ قریب کر کے پھر پوچھتے ہیں۔ اسی لئے حضرات صوفیائے کرام اور عشاق موت کی تمنا کرتے ہیں اور قبر کی پہلی رات کو دولہا کے دیدار کی رات کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے

مولانا آسی فرماتے ہیں۔

جس کے جویاں تھے ہاں گل کی ملاقات کی رات

آج پھولے نہ سائیں کفن میں آسی

ہم نے اپنے دیوان میں عرض کیا ہے۔

اس شب پہ عید صدقے اس کا جواب کیسا

مرقد کی پہلی شب ہے دولہا کی دید کی شب

اسی لئے بزرگان دین کے وصال کے دن کو روز عرس کہتے ہیں عرس کے معنی ہیں شادی کیونکہ عروس یعنی محمد رسول اللہ ﷺ دولہا کے

دیدار کا دن ہے۔

اور ایک وقت میں ہزار ہا جگہ ہزاروں مردے دفن ہوتے ہیں۔ تو اگر حضور علیہ السلام حاضر و ناظر نہیں ہوتے تو ہر جگہ جلوہ گری کیسی؟ ثابت ہوا کہ حجاب ہماری نگاہوں پر ہے۔ ملائکہ اس حجاب کو اٹھا دیتے ہیں جیسے کہ دن میں کوئی خیمہ میں بیٹھا ہو اور آفتاب اس کی نگاہ سے غائب ہو کسی نے اس خیمہ کو اوپر سے ہٹا کر سورج دکھایا۔

(۲) مشکوٰۃ باب التحریض علی قیام الیل میں ہے۔

استیقظ رسول اللہ ﷺ لیلۃ فرعاً یقول سبحن اللہ ماذا انزل اللیلۃ من الخزائن وماذا انزل من الفتن۔

ترجمہ: ایک شب حضور علیہ السلام گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے فرماتے تھے کہ سبحان اللہ اس رات میں کس قدر خزانے اور کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں۔

(مشکوٰۃ باب التحریض علی قیام الیل ص ۱۰۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (التمہید لابن عبد البر ج ۲ ص ۳۳۸ مطبوعہ وزارت عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیہ المغرب) اس سے معلوم ہوا کہ آئندہ ہونے والے فتنوں کو چشم ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

(۳) مشکوٰۃ باب المعجزات میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

نعمی النبی علیہ السلام زیدا وجعفر واپن رواحۃ للناس قبل ان یاتیہم خبرہم فقال اخذ الراية زید فاصیب الی حتی اخذ الراية سیف من سیوف اللہ یعنی خالد ابن الولید حتی فتح اللہ علیہم۔ ☆

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے زید اور جعفر اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی ان کی خبر موت آنے سے پہلے لوگوں کو خبر موت دے دی۔ فرمایا کہ اب جھنڈا اللہ کی تلوار خالد ابن ولید نے لیا تا آنکہ کہ اللہ نے ان کو فتح دے دی۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ موتہ جو کہ منورہ سے بہت ہی دور ہے وہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس کو حضور مدینہ سے دیکھ رہے ہیں۔

حاشیہ..... ☆

(۱) امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

عن ام سلمۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ذات لیلۃ یا سبحان اللہ ماذا نزل من الفتن وما فتح من الخزائن فایقظوا صواحبۃ الحجر قرب کاسیۃ فی الدنیا ہمام یوم القیامۃ۔

فی هذا الحدیث علم من اعلام نبوتہ ﷺ بخبرہ عن الغیب وذلك انه اخبر بما کان بعدہ من الفتن فكان کما قال ﷺ فتن کما وقع القطر وکاللیل المظلم۔

و کذلك قوله ماذا فتح اللہ اللیلۃ من الخزائن یرید و اللہ اعلم من ارزاق العباد من خزائن اللہ الی لا تنفذ یرید ما یفتح اللہ علی هذه الامۃ من اخذها الکفر والاتساع فی المال واللہ اعلم۔

وهذا ایضا من الغیب الذی لا یعلمہ الا هو ومثله من الانبیاء والرسل صلوات اللہ علیہم۔

وقد یجوز ان تكون لیلۃ القدر ففیہا یفرق کل امر حکیم قیل ما یکون فی کل عام ویجوز ان تكون لیلۃ غیرہا قضی اللہ فیہا بقضائہ واعلمہ رسولہ ﷺ وقد یجوز ان تكون لتلك اللیلۃ اخوات مثلہا وهذه امور لا یعلمہا الا من اطالعہ اللہ علیہا ممن ارتضی من رسلہ صلوات اللہ علیہم۔

(التمہید لابن عبد البر ج ۲ ص ۳۳۹ مطبوعہ وزارت عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیہ المغرب)

حاشیہ.....☆

سینکڑوں میل دور غزوہ موتہ کے حالات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتانے

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی انعی زیداً او جعفرأ و ابن رواحة للناس قبل ان یاتیہم خبرہم فقال اخذ الراية زید فاصیب ثم اخذ جعفر فاصیب ثم اخذ ابن رواحة فاصیب و عیناہ تذرفان حتی اخذ الراية سیف من سیوف اللہ یعنی حتی فتح اللہ علیہم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی خبر آنے سے پہلے ان کے شہید ہو جانے کے متعلق لوگوں کو پہلے ہی بتا دیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب جھنڈا زید نے سنبھالا ہوا ہے لیکن وہ شہید ہو گئے۔ پھر جعفر نے جھنڈا سنبھال لیا، تو وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر ابن رواحہ نے جھنڈا سنبھالا ہے اور وہ بھی جام شہادت نوش کر گئے۔ یہ فرماتے ہوئے آپ کے چشمان مبارک اشک بار تھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی تلواریں میں سے ایک تلوار (یعنی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا سنبھال لیا ہے اور اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے کافروں پر فتح مرحمت فرمادی۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۶۰۔ سنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۵۴، (دلائل النبوة تہذیبی باب ما جاء فی غزوة موتہ وما ظہر فی تاجیر النبی ﷺ ج ۳ ص ۳۶۵۔ ۳۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل المحدثی والرشاد ج ۱ ص ۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۱۳۵۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الخلیفہ ج ۳ ص ۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الغیاث جعفریہ حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ الامم والملوک المعروفہ تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الوقایا بحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۳۱۴ مطبوعہ مطبعة البابی مصر)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۳۶۷۔ ۳۶۸ رقم الحدیث ۶۳۷۳۔ ۶۳۷۴ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوة موتہ من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۳۳۰۔ ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۱۶۲۔ ۱۶۳ رقم الحدیث ۱۳۸۔ ۱۳۹ مطبوعہ مکتبۃ النصحۃ الحدیث مکہ مکرمہ)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر ما جاء انہ بطبرستان مع الملائکۃ فی الجہنم ص ۲۱۸ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)، (اعلام النبوة الباب العاشر فیما سجد من معجزات اقوال فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (تخریج الدلالات السعیدۃ ص ۳۷ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الخلیفہ ج ۲ ص ۷۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (صفوة الصفوة لابن جوزی ذکر وفاتہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۵۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (التمکد فی احوال الموتی وامور الآخرة للقرطبی باب ما جاء ان عیسیٰ اذا نزل سجد فی لمة محمد ﷺ خلقاً من حواریہ ج ۲ ص ۵۶۸۔ ۵۶۹ مطبوعہ سعید یہ کتب خانہ صدف بلازہ محلہ جلی پشاور)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر عبد اللہ بن رواحہ الانصاری ج ۱ ص ۱۲۰ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت) حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا علی بن عبد العزیز ثنا محمد بن عبد اللہ الرقاشی وحدثنا ابو مسلم الکشی ثنا سلیمان بن حرب قال ثنا حماد بن زید ثنا ایوب عن حمید بن ہلال عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ثم ان رسول اللہ ﷺ نعی زیداً وصاحبیہ قبل ان یاتیہ الخبر و عیناہ تذرفان۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر دی گئی جب کہ آپ ﷺ نے انہیں یہ خبر شہادت سے پہلے ہی دیدی تھی۔ آپ ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں۔

(انجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۱۳۶۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۰۸ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

كما اخبر بذلك كله رسول الله ﷺ اصحابه الذين بالمدينة يومئذ وهو قائم على المنبر فنعى اليهم الامراء واحد واحدا وعيناه تذرفان ﷺ والحديث في الصحيح۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: آپ ﷺ نے مدینہ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منبر پر کھڑے ہو کر خبر دی اور ایک ایک امیر کی شہادت کی خبر دی اور آپ ﷺ کے آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(تفسیر سیرۃ الرسول لابن کثیر ص ۷۳ مطبوعہ دار القلم بیروت)

۱۱۔ حلال المدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقي وابو نعيم عن موسى بن عقبة عن ابن شهاب قال زعموا ان رسول الله ﷺ قال مر علي جعفر بن ابي طالب في الملائكة يطير كما يطرون له جناحان وزعموا ان يعلى بن منبه قدم على رسول الله ﷺ بخبر اهل مودة فقال له رسول الله ﷺ ان شئت فاخبرني وان شئت اخبرتك قال اخبرني يا رسول الله فاخبره رسول الله ﷺ خبرهم كله ووصفه لهم فقال والذي بعثك بالحق ما تركت من حديثهم حرفا لم تذكره وان امرهم لكما ذكرت فقال ﷺ ان الله رفع لي الارض حتى رايت معرفتهم۔

ترجمہ: موسیٰ ابن عقبہ ابن شہاب زہری سے نقل کرتے ہیں کہ علمائے سیرت کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرشتوں کے جھرمٹ میں اڑتے ہوئے گزرے ہیں ان کے دو پر تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ یعلیٰ بن منبہ شہیدان موتہ کی خبر لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: چاہو تو تم مجھے خبر دو یا تمہیں پسند ہو تو میں وہاں کے حالات بیان کروں یعلیٰ بولے یا رسول اللہ ﷺ آپ ہی ان کے حالات ارشاد فرمادیں تو نبی اکرم ﷺ نے غزوہ موتہ کے تمام حالات اور شہیدوں کے واقعات بیان کر دیے یہ سن کر یعلیٰ کہنے لگے اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ نے غزوہ موتہ کی کہانی کا ایک حرف تک نہیں چھوڑا بلکہ پورا واقعہ حرف بحرف بیان فرمادیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا دراصل اللہ نے زمین اٹھا کر میرے سامنے رکھ دی یہاں تک کہ میں نے لڑائی کا پورا منظر چشم خود دیکھا ہے۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوة موتة من الآيات والمعجزات ج ۱ ص ۳۳۰-۳۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة بیہقی باب ما جاء فی غزوة موتة وما ظهر فی تائید النبی ﷺ ج ۳ ص ۳۶۲-۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجة الله علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرة الامین المأمون المعروف بالسیرة الخلیفہ ج ۲ ص ۹۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (زاد المعاد فی حدی خیر العباد فی غزوة موتة ج ۳ ص ۳۸۵ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (الاستبصار فی معرفة احوال الانبياء ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السیرة النبویة غزوة موتة ج ۳ ص ۳۳۴ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

قال رسول الله ﷺ كان الذي رايتم مني انه احزنني قتل اصحابي حتى رايتهم في الجنة اخوانا على سرور نتقابلين ورايت في بعضهم اعراضا كانه كره السيف ورايت جعفر ا ملكا ذا جناحين مضرجا بالدماء مصبوغ القوادم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے جو میری حالت دیکھی یہ ہے کہ مجھے میرے اصحاب کے قتل نے غمگین کر دیا یہاں تک کہ میں نے انہیں اس طرح جنت میں دیکھ لیا کہ وہ بھائی بھائی ہیں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں ان میں سے ایک میں نے کسی قدر اعتراض (روگردانی) کو دیکھا گویا انہیں تلواریں پسند ہیں میں نے جعفر کو دیکھا کہ وہ ایک فرشتے ہیں جن کے دو بازو ہیں جو خون میں رنگے ہیں اور جن کے قدم بھی رنگے ہوئے ہیں۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد سریر موتہ ج ۲ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ذکر ما جاء انه یتطیر بجناحين مع الملائكة فی الجنة ص ۲۱۶ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)، (انجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۱۰۷ رقم الحدیث ۱۳۶۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (اکمال فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ذکر ما جاء انه یتطیر بجناحين مع الملائكة فی الجنة ص ۲۱۶ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)، (السیرة النبویة ذکر جعفر بن ابی طالب

حاشیہ.....☆

ج ۳ ص ۳۵۸ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (الجامع الصغير فی احادیث البشير الذی یحرف الراء ج ۱ ص ۲۶۸ رقم الحدیث ۳۳۸۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغير ج ۲ ص ۱۲۱ رقم الحدیث ۶۵۰۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۱ ص ۲۳۳ مطبوعہ دارالکحل بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۱۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابة فی تمیز الصحابة ذکر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۸۷ رقم الحدیث ۱۱۶۸ مطبوعہ دارالکحل بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله قال حدثني ابي قننا يزيد قال انا اسماعيل عن رجل ان النبي ﷺ قال ثم لقد رأيتني في الجنة و جناحيه مضر جين بالدماء مصبوغ القوادم يعني جعفرا۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۸۹۰ رقم الحدیث ۱۶۹۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الآحاد والثانی ج ۱ ص ۲۸۲ رقم الحدیث ۳۶۰ مطبوعہ دارالریاض الریاض)، (السيرة النبوية المعروف سیرت ابن ہشام ج ۵ ص ۲۸ مطبوعہ دارالکحل بیروت)

امام حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ قال اخبرنا ابو سعيد احمد بن يعقوب الثقفي قال حدثنا يوسف بن يعقوب قال حدثنا محمد بن ابي بكر قال حدثنا عمر بن علي عن اسماعيل بن ابي خالد عن عامر قال كان ابن عمر اذا حيا ابن جعفر قال "السلام عليك يا ابن ذی الجناحين۔"

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب ابن جعفر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تو کہتے:

"السلام عليك يا ابن ذی الجناحين۔"

(دلائل النبوة امام بیہقی باب ما جاء في غزوة مؤتة وما ظهر في تائيم النبي ﷺ ج ۲ ص ۳۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص النبوی باب ما وقع في غزوة مؤتة من الآيات والمعجزات ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (فضائل الصحابة للنسائي ص ۱۸ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر ما جاء انه بطير بجناحين مع الملائكة فی الجنة ص ۲۱۶ مطبوعہ دارالکتب المصریہ)، (السيرة النبوية ذکر جعفر بن ابی طالب ج ۳ ص ۳۵۷ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۲۱۵ رقم الحدیث ۱۶۶۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (انجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۱۳۷۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (خصائص النبوی باب ما وقع في غزوة مؤتة من الآيات والمعجزات ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (وسيلة الاسلام بالنبي عليه الصلاة والسلام ص ۸۰ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)، (الجامع الصغير فی احادیث البشير الذی یحرف الراء ج ۱ ص ۲۵۵ رقم الحدیث ۳۱۸۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثني محمد بن صالح عن عاصم بن عمر بن قتادة وحدثني عبد الجبار ابن عمارة بن عبد الله بن ابي بكر، زاد احدهما، علي صاحبه في الحديث قال لما التقى الناس بموتة جلس رسول الله ﷺ على المنبر وكشف له ما بينه وبين الشام فهو ينظر الى معركتهم فقال رسول الله ﷺ اخذا الراية زيد بن حارثة فجاءه الشيطان فحبب اليه الحياة وكره اليه الموت وحبب اليه الدنيا فقال الآن حين استحکم الايمان في قلوب المومنين تحبب الي الدنيا فمضى قدما حتى استشهدا فصلى عليه رسول الله ﷺ وقال استغفروا له فقد دخل الجنة وهو يسعى ثم اخذ الراية جعفر بن ابي طالب فجاءه الشيطان فمناه الحياة وكره اليه الموت ومناه الدنيا فقال الآن حين استحکم الايمان في قلوب المومنين تمنيني الدنيا ثم معني قدما حتى استشهدا فصلى عليه رسول الله ﷺ ودعا له ثم قال "استغفروا لأخيكم فانه شهيد دخل الجنة فهو يطير في الجنة بجناحين من ياقوت حيث يشاء من الجنة....."

ترجمہ: واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب موتہ میں دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو نبی ﷺ نے منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور معرکہ جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے نبی ﷺ نے فرمایا زید نے جھنڈا اٹھالیا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور سمجھانے لگا کہ زندگی محبوب چیز ہے اور موت بری اس نے زید رضی اللہ عنہ کے دل میں دنیا کی محبت ڈالنے کی کوشش کی تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا اب تو آیا ہے

☆.....

جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں سیر کر رہے ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا اب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جہنم اٹھالیا۔ ان کے پاس بھی شیطان آیا اور ان کے دل میں زندگی کی محبت اور موت سے کراہت ڈالنا چاہی تو انہوں نے کہا اس وقت جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی پھر فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو چکا اور وہاں اپنی خواہش سے جہاں چاہتا ہے اپنے دو یا قوتی پروں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔

(کتاب المغازی ج ۲ ص ۲۱۰-۲۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة ج ۲ ص ۱۹۲-۱۹۳ مطبوعہ حیدرآباد دکن ہند)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال الواقدي: فحدثني محمد بن صالح التمار عن عاصم بن عمر ابن قتادة قال: وحدثني عبد الجبار بن عمار بن غزوة عن عبد الله بن ابي بكر بن حزم زاد احدهما، علي صاحبه في الحديث قال لما التقى الناس بمؤتة جلس رسول الله ﷺ على المنبر وكشف ما بينه وبين الشام فهو ينظر الى معتز كههم قال رسول الله ﷺ اخذا الراية زيد بن حارثة فجاءه الشيطان فحبب اليه الحياة وكره اليه الموت وحبب اليه الدنيا فقال الآن حين استحکم الايمان في قلوب المؤمنين يحب الي الدنيا فمضى فلما حتى استشهدا فصلى عليه رسول الله ﷺ وقال استغفروا له وقد دخل الجنة وهو يسعى ثم اخذ الراية جعفر بن ابي طالب فجاءه الشيطان فمناه الحياة وكره اليه الموت ومناه الدنيا فقال الآن حين استحکم الايمان في قلوب المؤمنين تمسني الدنيا ثم معي فلما حتى استشهدا فصلى عليه رسول الله ﷺ ودعاه له ثم قال "استغفروا لأخيكم فانه شهيد دخل الجنة فهو يطير في الجنة بجناحين من ياقوت حيث يشاء من الجنة".

ترجمہ: واقدي رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب موت میں دونوں شہداء آئے تو نبی ﷺ نے انہیں منورہ میں منیرہ جلوسہ فرما دیا اور انہوں نے اور معتز کے جنگ واپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے نبی ﷺ نے فرمایا زید نے جہنم اٹھالیا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور بھانے لگا کہ زندگی محبوب چیز ہے اور موت بری اس نے زید رضی اللہ عنہ کے دل میں دنیا کی محبت ڈالنے کی کوشش کی تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا اب تو آیا ہے جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں سیر کر رہے ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا اب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جہنم اٹھالیا۔ ان کے پاس بھی شیطان آیا اور ان کے دل میں زندگی کی محبت اور موت سے کراہت ڈالنا چاہی تو انہوں نے کہا اس وقت جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی پھر فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو چکا اور وہاں اپنی خواہش سے جہاں چاہتا ہے اپنے دو یا قوتی پروں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔

(دلائل النبوة بیہقی ج ۲ ص ۳۶۸-۳۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ دمشق الكبير ج ۱۱ ص ۲۵۸-۲۵۹ رقم الحديث ۳۵۹۲-۳۵۹۱ مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت)، (السيرة النبوية ج ۳ ص ۳۴۲-۳۴۳ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (مواہب اللہ ج ۳ ص ۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،

(۴) مشکوٰۃ جلد دوم باب الکرامات کے بعد وفاة النبی علیہ السلام میں ہے۔

وان موعدکم الحوض وانی لاکنظر الیه وانا فی مقامی۔

ترجمہ: تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے۔ میں اس کو اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب وفاة النبی الفصل الاول ص ۵۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۵) مشکوٰۃ باب تسوية الصف میں ہے۔ اقيموا صفوفکم فانی اراکم من ورائی۔

ترجمہ: اپنی صفیں سیدھی رکھی کیونکہ ہم تم کو اپنے پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔ (۱)

(مشکوٰۃ المصابیح باب تسوية الصف الفصل الاول ص ۹۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

.....☆ حاشیہ

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۳۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمۃ)، (نصب الرایۃ ج ۲ ص ۲۹۱-۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (غنیۃ المستملی ص ۳۹۰ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)، (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح ج ۴ ص ۶۳۰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)، (حاشیہ کتاب الآثار امام محمد ج ۲ ص ۱۰۵-۱۰۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (عون المعبود ج ۹ ص ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

موت ملک شام میں دمشق کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے بہت فاصلہ پر ہے وہاں کے حاکم نے حضور ﷺ کے قاصد کو قتل کیا تھا اس لئے حضور ﷺ نے اس کی طرف لشکر بھیجا اور اس لشکر پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور ارشاد فرمایا کہ زید رضی اللہ عنہ، شہید ہو جائیں تو پھر جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوں اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان اپنے میں سے کسی کو امیر بنالیں جیسا آپ ﷺ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ اس لڑائی میں یہ صاحب شہید ہوئے سب لوگوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سردار کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح دی گویا حضور ﷺ نے اس واقعہ کے ہونے سے پہلے لوگوں کو بطور اختیار بالغیب خبر دی۔ نہ صرف خبر دی بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ فرما کر ان کے لئے نماز جنازہ کے بعد دعائیں کیں گویا آنکھوں سے مشاہدہ فرما کر ان کے لئے دعائیں کیں۔ گویا آپ میدان جنگ میں موجود تھے۔ اس حدیث مبارکہ سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب اور حاضر و ناظر ہونا بھی ثابت ہوا۔

مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کی اور منبر پر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے نماز اور رکوع کے بارے میں فرمایا۔ انی لاراکم من ورائی کما اراکم۔ یقیناً میں تمہیں پیچھے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح (سامنے سے) دیکھتا ہوں۔

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ باب عظمۃ الامام الناس ج ۱ ص ۵۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

فانی اراکم من ورائی ظہری۔

(الاحادیث المختارۃ ج ۶ ص ۱۰۲ رقم الحدیث ۲۰۹۲ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ المدینہ مکہ مکرمہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اهل تروون قبلتی ههنا فوالله ما يخفى على خشوعکم ولا رکوعکم انی لاراکم من ورائی ظہری۔ کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ (میری توجہ) اسی قبلہ کی طرف ہے جبکہ اللہ کی قسم مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں۔ میں تمہیں اپنی پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ)

(۶) ترمذی جلد دوم باب العلم باب ما جاء في ذهاب العلم میں ہے۔

كنا مع النبي عليه السلام فشخص ببصره الى السماء ثم قال هذا او ان يختلس العلم من الناس حتى لا يقدر وامنه على شئني۔

ترجمہ: ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے کہ آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے جب کہ علم لوگوں سے چھین لیا جاوے گا حتیٰ کہ اس پر بالکل قابو نہ پائیں گے۔

(سنن الترمذی کتاب العلم باب ما جاء في ذهاب العلم ج ۵ ص ۳۱ رقم الحدیث ۲۶۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری مرقاة کتاب العلم میں فرماتے ہیں۔

فكانه عليه السلام لما نظر الى السماء كشف باقتراب اجله فاخبر بذلك۔

ترجمہ: جب حضور علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا تو آپ پر آپ کی موت کا قرب ظاہر ہو گیا تو اس کی خبر دے دی۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۷) مشکوٰۃ شروع باب الفتن فصل اول میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ پاک کی ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام سے

پوچھا کہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ عرض کیا کہ نہیں فرمایا:

فاني اري الفتن تقع خلل بيوتكم كوقع المطر۔

ترجمہ: میں تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنے گرتے دیکھتا ہوں۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن الفصل الاول ص ۶۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حاشیہ.....☆

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

هل ترون قبلتي ههنا فوالله ما يخفى على خشوعكم ولا ركوعكم اني لا راكم من وراء ظهري۔

ترجمہ: کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ (میری توجہ) اسی قبلہ کی طرف ہے جبکہ اللہ کی قسم مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں۔ میں تمہیں اپنی پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔

(دلائل النبوة للإمام احمد بن حنبل ص ۱۷۱ رقم الحدیث ۵۶ مطبوعہ دار طبعہ الرياض)

امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا يونس بن عبد الاعلى قال انبا ابن وهب ان مالك حدثه عن ابي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة ان رسول الله ﷺ قال هل ترون قبلتي ها هنا فوالله ما يخفى على خشوعكم ولا ركوعكم اني لا راكم من وراء ظهري۔

(مسند ابو عوانہ باب ايجاب اقامة الركوع والسجود واما صحاح ج ۱ ص ۶۲ رقم الحدیث ۱۷۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

فوالله اني اراكم من خلفي او قال من خلف ظهري اذا ركعتم وسجدتم۔

(مسند ابو عوانہ باب ايجاب اقامة الركوع والسجود واما صحاح ج ۱ ص ۶۲ رقم الحدیث ۱۷۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

وقال لهم اني اراكم من امامي ومن خلفي۔

(مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۶۱ رقم الحدیث ۱۷۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

معلوم ہوا کہ یزیدی و حجازی فتنے جو عرصہ کے بعد ہونے والے تھے انہیں بھی ملاحظہ فرما رہے تھے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی چشم حق بین آئندہ کے واقعات اور دور قریب کے حالات اور حوض کوثر جنت و دوزخ وغیرہ کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے طفیل حضور کے خدام کو بھی خدائے قدوس یہ قدرت و علم عطا فرماتا ہے۔

(۸) مشکوٰۃ جلد دوم باب الکرامات میں ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر کا سردار ساریہ کو بنا کر نہاوند بھیجا۔

فیما عمر یخطب فجعل یصیح یا ساریہ الجبل۔ ☆

ترجمہ: عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں خطبہ پر ہتے ہوئے پکارنے لگے کہ اے ساریہ پہاڑ کولو۔

کچھ عرصہ کے بعد اس لشکر سے قاصد آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہم کو دشمن نے شکست دے دی تھی کہ ہم نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ ساریہ پہاڑ کولو۔ تو ہم نے پہاڑ کو اپنی پشت کے پیچھے لیا۔ خدا نے ان کو شکست دے دی۔

(مشکوٰۃ المسابیح باب وفاة النبی ص ۵۳۶ مطبوعہ نور محمد سب خانہ کراچی)

حاشیہ..... ☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فانی اراکم من وراء ظہری۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر اند بر ج ص ۸۵ رقم الحدیث ۱۳۷۰-۱۳۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النیبانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

فواللہ انی لاراکم من بعدی ظہری اذا رکعتہم و اذا سجدتم۔

(فتح الکبیر فی اسم التریادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۰۸ رقم الحدیث ۲۲۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

☆ امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنگ کے لئے لشکر بھیجا اور ایک فتنے کو ان کا امیر بنایا جسے ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے ایک روز عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ دوران خطبہ نہ یایا نہ ساریہ الجبل یایا ساریہ الجبل اے ساریہ پہاڑ کی پناہ لو۔ تو لوگوں نے دیکھا کہ اسی وقت جمعہ کے دن ساریہ پہاڑ کی طرف چل دیئے۔ حالانکہ ان کے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک مہینے کے سفر کا فاصلہ تھا۔

(دلائل النبوة لابن نعیم اصفہانی ص ۵۱۸-۵۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادة المتقين ج ۸ ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۳ کتاب عجائب القلوب ص ۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (کنز العمال ج ۱۲ ص ۵۷۱ رقم الحدیث ۳۵۷۸۸ مطبوعہ موسسة الرسالہ بیروت)، (الاصابة فی تیز الصحابة ساریہ بن زینم رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۶ رقم ۳۰۳۶ مطبوعہ دار النیل بیروت)، (طبقات الشافعیة الکبری ج ۲ ص ۳۲۲ طبع جدید دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)، (تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد ص ۲۰۳ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

نیز کچھ سطور بعد لکھتے ہیں۔

چند ہی روز بعد حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا پیغام رساں ان کا خط لے کر آگیا جس میں لکھا تھا کہ جمعہ کے روز دشمن سے ہمارا سامنا ہوا ہم نے نماز فجر سے لڑنا شروع کیا اور جمعہ کے وقت آگیا اور سارے اپنا رخ بدلنے لگے۔ تو اچانک ہم نے سنا کوئی پکار کر کہہ رہا تھا۔

اے ساریہ پہاڑ یہ آواز دوبرتبہ آئی.....

(دلائل النبوة لابن نعیم اصفہانی ص ۵۱۸-۵۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

علامہ یوسف بن اسماعیل النہبانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

قال التاج السبکی ومنها على يد امير المؤمنين عمر الفاروق الذي قال فيه النبي ﷺ لقد كان فيمن قبلكم ناس محدثون فان يك في امتي احد فانه عمر قصة سارية بن زعيم الخلجي كان عمر رضى الله عنه قد امر سارية على جيش من جيوش المسلمين وجهزه على بلاد فارس فاشتد على عسكره الحال على باب نهاوند وهو ويحصرها وكثرت جموع الاعداء وكاد المسلمون يهزمون وعمر رضى الله عنه بالمدينة فصعد المنبر وخطب ثم استغاث في اثناء خطبته باعلى صوته يا سارية الجبل من استرعى الذئب الغنم فقد ظلم فاسمع الله عز وجل سارية وجيوشه اجمعين وهم على باب نهاوند صوت عمر فلدجوا الى الجبل وقالوا هذا صوت امير المؤمنين فنجوا وانتصروا هذا ملخصها قال رحمه الله ويسمعت الشيخ الامام الوالد يعنى اباہ تقى الدين السبکی رحمہ اللہ یزید فیہا ان علیا رضى الله عنه كان حاضرا فقیل له ما هذا الذى یقولہ امیر المؤمنین وابن ساریۃ منا الان فقال علی کرم اللہ وجہہ دعوه فما دخل فی امر الا وخرج منه ثم تبین الحال بالآخرۃ۔ قال التاج قلت عمر رضى الله عنه لم یقصد اظهار هذه الکرامة وانما کشف له وراى القوم عیاناً وکان کمن هو بین اظهرهم حقیقة وغاب عن مجلسہ بالمدينة واشتغلت حواسہ بما دہم المسلمین بنہاوند فخطب امیرہم خطاب من ہو معہ اذ ہو معہ حقیقة او کمن ہو معہ واعلم ان ما یخرجه اللہ علی لسان اولیائہ من ہذہ الامور یحتمل ان یعرفوا بہا وہی کرامة علی کلا الحالین۔

ترجمہ: امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامات میں سے مشہور کرامت وہ ہے جس کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوئے ہیں اگر میری امت میں کسی کو یہ شرف ملا تو وہ عمر ہیں اس کرامت کا مظہر ساریہ بن زینم خلجی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساریہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے ایک لشکر کا امیر بنایا پھر انہیں بلاد فارس کی طرف بھیجا انہوں نے نہاوند کا محاصرہ کیا مگر سخت پریشانی سے دوچار ہوئے کیونکہ دشمن دستوں کو زبردست کمک مل رہی تھی اور قریب تھا کہ مسلمان شکست سے دوچار ہو جاتے ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے آپ (جمعہ کے روز) منبر شریف پر جلوہ گر ہوئے اور خطبہ کے دوران بلند آواز سے سے پکار کر فرمایا اے ساریہ پہاڑ کی طرف دیکھو جو شخص بھیڑیے کو بھیڑ بکریوں کا نگہبان بناتا ہے وہ ظلم کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے نہاوند کے درے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ آواز حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ اور ان کے سارے لشکر کو سنوادی اہل لشکر کہنے لگے یہ آواز تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے پھر پہاڑ کی اوٹ میں آگے اور چاؤ کر لیا اس طرح انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت سے غیبی امداد مل گئی۔ ملخصاً

امام تاج الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ اس روایت میں اتنا اور اضافہ کرتے تھے کہ اس مجلس میں حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خطاب کی حقیقت کیا ہے؟ ساریہ رضی اللہ عنہ تو ہم سے بہت دور ہیں فرمایا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے حال پر چھوڑ دو وہ جس معاملے میں داخل ہوتے ہیں اس سے نکلنے کا راستہ بھی دیکھ لیتے ہیں آخر کار اس خطاب کا سارا راز کھل گیا (جب لشکر ساریہ رضی اللہ عنہ نے فتح یاب ہو کر واپسی اختیار کی اور سارا واقعہ بیان کیا)۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کرامت کے اظہار کا ارادہ نہیں رکھتے تھے دراصل ان پر کشف کی حالت طاری ہوئی اور محاذ جنگ کا نقشہ نظروں کے سامنے آگیا گویا آپ وہاں بنفس نفیس موجود تھے اور مدینہ کی مجلس میں نہ تھے آپ کے حواس اس وقت نہاوند کے مقام پر مسلمانوں کے اوپر پڑنے والی افواہ میں مستغرق تھے اسی لئے آپ نے سالار لشکر کو اس طرح

(۹) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فقہ اکبر اور علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع کبیر میں حارث ابن نعمان اور حارثہ ابن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک بار میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرکار نے مجھ سے سوال فرمایا کہ اے حارث تم نے کس حال میں دن پایا۔ میں نے عرض کیا کہ سچا مومن ہو کر۔ فرمایا کہ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے میں نے عرض کیا۔
و کانی انظر الی عرش ربی بارزا و کانی انظر الی اهل الجنة يتزاوون فیها و کانی انظر الی اهل النار يتضاعون فیها۔
ترجمہ: میں گویا عرش الہی کو ظاہر دیکھ رہا ہوں۔ اور گویا جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملتے ہوئے اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۳ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۳۳۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

اسی قصہ کو مشنوی شریف میں نقل کیا ہے۔

مشت جنت هفت دوزخ پیش من
مست پیدا مرچوں بت این پیش من
بك پيك دامی شناسم خلق را
ممجو گندم من زجود در آسیا
كه بهشتی كه دزیگانه کی است
پیش من پیدا جو مورد دامی است
من بگویم یا فرد بندم نفس
لب گزیدش مصطفی یعنی كه بس
میرے سامنے ۸ بہشت اور ۷ دوزخ ایسے ظاہر ہیں۔ جیسے ہندو کے سامنے بت ہیں ہر ایک مخلوق کو ایسا پہنچاتا ہوں جیسے چکی میں جو اور گیہوں۔ کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون۔ میرے سامنے یہ یہ سب مچھلی اور چوٹی کی طرح ہیں۔ چپ رہوں یا کچھ اور کہوں۔ حضور نے ان کا منہ پکڑ لیا کہ بس۔

جب اس آفتاب کے زروں کی نظر کا یہ حال کہ جنت و دوزخ، عرش، و فرش، جنتی و دوزخی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو اس آفتاب کو نین کی نظر کا کیا پوچھنا ہے۔

(۱۰) حضور ﷺ نے نماز کسوف جماعت صحابہ کو پڑھائی بحالت نماز ہاتھ اٹھایا جیسے کچھ لیتا چاہتے ہیں بعد نماز صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں یہ جنبش کیسی تھی۔ فرمایا ہم پر جنت پیش کی گئی چاہا کہ ہم اس کا ایک خوشہ توڑ لیں۔ مگر چھوڑ دیا تا کہ لوگوں کا علم بالغیب قائم رہے۔ اگر یہ توڑ لیتے تو لوگ تا قیامت اس سے کھاتے رہتے اس سے پتہ لگا کہ حضور مدینہ میں کھڑے ہیں ہاتھ اٹھایا تو جنت میں پہنچا جسم مدینہ میں ہے ہاتھ جنت الفردوس کے باغ کے خوشہ پر یہ ہے حاضر و ناظر کے معنی۔ اسی طرح حضور کا ہاتھ مدینہ منورہ سے ہماری ذہنی کشتی پر پہنچ کر بیڑا پار کر سکتا ہے۔

حاشیہ.....☆

خطاب کیا گویا آپ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ موجود ہوں حقیقت یہ ہے کہ روحانی تعلق کی بناء پر آپ ان کے ساتھ ہی تھے یہ بات بھی حاشیہ خیال میں رہے کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کی باتیں جو اپنے مقربین کی زبان سے جاری فرماتا ہے اس کے بارے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ہو سکتا ہے ان باتوں کا علم و عرفان ہوتا ہو دوم یہ کہ بغیر ادراک و احساس کے یہ باتیں صادر ہو جائیں بہر حال دونوں صورتوں میں کرامت کا تحقق ہوتا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین المطلب الثالث فی ذکر حملۃ من کرامات اصحاب رسول اللہ ﷺ ص ۲۱۲-۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تیسری فصل حاضر و ناظر کا ثبوت فقہاء اور علماء امت کے اقوال سے

(۱) در مختار جلد سوم باب المرتدین بحث کرامات اولیاء میں ہے۔

یا حاضر یا ناظر لیس بکفر۔

ترجمہ: اے حاضر اے ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔

(فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی کے ماتحت ہے۔

فان الحضور بمعنی العلم شائع ما يكون من نجوى ثلثة الا هو او بعضهم والناظر بمعنی الروية الم يعلم بان الله يرى فالمعنی یا عالم من ری۔

ترجمہ: (بزازیہ) کیونکہ حضور بمعنی علم مشہور ہے قرآن میں ہے کہ نہیں ہوتا تین کا مشورہ مگر رب ان کا چوتھا ہوتا ہے اور ناظر بمعنی دیکھنا ہے رب فرماتا ہے کیا نہیں جانتا کہ اللہ دیکھتا ہے پس اس کے معنی یہ ہوئے کہ اے عالم اے دیکھنے والے۔

(فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

(۲) در مختار جلد اول باب کیفیۃ الصلوۃ میں ہے۔

ویقصد بالفاظ التشهد الانشاء كانه يحيى على الله ويسلم على نبيه نفسه۔

ترجمہ: التحیات کے لفظوں میں خود کہنے کی نیت کرے گویا نمازی رب کو تحیہ اور خود نبی علیہ السلام کو سلام عرض کر رہا ہے۔

(در مختار علی ہاشم رد المحتار ج ۱ ص ۶۷۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استانبول)

شامی میں اسی عبارت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ای لا یقصد الاخبار والحکایۃ عما وقع فی المعراج منه علیہ السلام ومن ربه ومن الملائکۃ۔ ☆

ترجمہ: یعنی التحیات میں معراج کے اس کلام کے قصہ کی نیت نہ کرے جو حضور علیہ السلام اور رب تعالیٰ اور ملائکہ کے درمیان ہوا۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۶۷۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استانبول)۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۷۳ مطبوعہ مصر)

حاشیہ..... ☆

علامہ احمد طحاوی متوفی ۲۴۱ھ لکھتے ہیں۔

لا حکایۃ سلام رسول الله ﷺ۔

ترجمہ: حضور ﷺ کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے۔

(حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

علامہ حسن بن عمار شرمیلی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں۔

فیقصد المصلی انشاء هذه الالفاظ مرأۃ له قاصدا معناه الموضوعه له من عنده كانه يحيى الله

سبحانه وتعالى ويسلم على النبي ﷺ۔

ترجمہ: نمازی کو تشہد کے الفاظ پڑھتے وقت بالا ارادہ و قصد یہ نیت کرنی چاہیے کہ ان الفاظ کی حقیقت اور مفہوم موضوعہ ادا کر رہا ہوں

گویا وہ اللہ تعالیٰ کے حضور تمام مالی، جسمانی عبادات کی انشاء کر رہا ہے اور انشائی طور پر ہی رسول اللہ ﷺ کو عرض سلام کر رہا ہے۔

(مرآئی الفلاح علی نور الايضاح باب الامۃ کے متعل ماقبل ص ۷۰ مطبوعہ معظنی البابی مصر)

فقہاء کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے اور التحیات میں حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر سلام عرض کرے التحیات کے متعلق اور بھی عبارات آتی ہے مجمع البرکات میں شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں۔ دے علیہ السلام براحوال و اعمال امت مطلع است برمقریان و خاصان درگاہ خود مفیض و حاضر و ناظر است۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے رسالہ ہزوم سکی بہ سلوک اقرب السبل بالتوجہ سید الرسل میں فرماتے ہیں۔

باجندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علماء امت هست يك کس داد دیں مسئلہ خلافی نیست کہ آنحضرت علیہ السلام بحقیقت حیات یے شائبہ مجازد تو مر تاویل دائر و باقی است و براعمال امت حاضر و ناظر است و مر طالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مفیض و مربی (اذخال السان)

ترجمہ: اس اختلاف و مذاہب کے باوجود جو علمائے امت میں سے اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام حقیقی زندگی سے بغیر تاویل و مجاز کے احتمال کے باقی اور دائم ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت کے طلبکار اور حاضرین بارگاہ کو فیض رساں اور مربی۔

(مکتوبات بر حاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۵۵ مطبوعہ ہند)

حاشیہ.....☆

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۷۹۷ھ لکھتے ہیں۔

انما ذکرنا بعض معانی التشهد لما ان المصلی يقصد بهذه الالفاظ معانيها مرأة له على وجه الانشاء كما صرح به المجتبی بقوله ولانه من ان يقصد بالفاظ التشهد معناها التي وضعت لها من عنده كانه يحيى الله ويسلم على النبي ﷺ۔

ترجمہ: ہم نے تشہد کے بعض معانی اس لیے ذکر کیے تاکہ نمازی ان کی ادائیگی کے وقت ان کے معانی کی انشائی نیت کرے جیسا کہ اس کی مجتبیٰ نے تصریح فرمائی۔ وہ کہتے ہیں اس لیے کہ نمازی کو الفاظ تشہد کے حقیقی معانی قصد کرنے جائیں گویا وہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیت اور نبی ﷺ کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔

(بحر الرائق تشہد ابن مسعود ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ مطبعہ علیہ مصر)

محدث کبیر امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

ان المصلین لما استفتحوا باب الملكوت بالتحیات اذن لهم بالدخول فی حریم الذی لا یموت فقرت اعینهم بالمناجات فنبهوا على ان ذلك بواسطة نبی الرحمة وبركة متابعتہ فاذا التفتوا فاذا الحبيب فی حرم الحبيب حاضر فاقبلوا علیه قائلین السلام عليك ايها النبي ورحمته الله وبركاته۔

ترجمہ: نمازیوں نے جب عبادات کے قفے پیش کر کے باب ملکوت پر دستک دی تو انہیں بارگاہ الوہیت میں دخول کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں پھر ان کو بتایا کہ یہ مرحبہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی رحمت برکت اور آپ کی پیروی سے ملا ہے جب وہ اس تنبیہ سے متوجہ ہوئے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کیا السلام عليك ايها النبي ورحمته الله وبركاته۔

(عمدة القاری شرح معجم البخاری ج ۶ ص ۱۱۱ مطبوعہ ادارة مطبعة المنيرة مصر) (فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار النشر الكتب الاسلامیہ لاہور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح فتوح الغیب صفحہ ۳۳۳ میں فرماتے ہیں۔ امام الانبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی و دنیاوی حی و باقی و منصرف ان درین جاخن نیست۔ انبیاء علیہم السلام دنیاوی حقیقی زندگی سے زندہ اور باقی و عمل درآمد فرمانے والے ہیں اس میں کوئی کلام نہیں۔

مرقاۃ باب ما یقال عند من حضرہ الموت کے آخر میں ہے۔

ولا تباعد عن الاولیاء حیث طویت لهم الارض وحصل لهم ابدان مكتسبة متعددة وجدوها فی اما کن مختلفة فی ان واحد۔

ترجمہ: یعنی اولیاء اللہ ایک آن میں چند جگہ ہو سکتے ہیں اور ان کے بیک وقت چند اجسام ہو سکتے ہیں۔
(مرقاۃ المفاتیح کتاب الجنائز ما یقال عند من حضرہ الموت الفصل الثالث ج ۳ ص ۱۱۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شفائیں ہے۔

ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ۔

ترجمہ: جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہو کہ اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔
(شفاء بحر یف حقوق المصطفیٰ فصل فی المواطن التي یستحب فیہا المصلاۃ والسلام علی النبی ﷺ ج ۲ ص ۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
اس کے ماتحت ملا علی قاری شرح شفائیں فرماتے ہیں۔

لان روح النبی علیہ السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام۔

ترجمہ: کیونکہ نبی علیہ السلام کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔
(شرح شفاء ملا علی قاری علی ہامش نسیم الریاض فصل فی المواطن التي یستحب فیہا المصلاۃ والسلام علی النبی ﷺ ج ۲ ص ۳۶۳ مطبوعہ مرکز اہل سنت یرکات رضا گجرات ہند)
شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

ذکر کن اور اور و دیرست بردے علیہ السلام و باش در حال ذکر گویا یا حاضر است پیش تو در حالت حیات دی نبی تو اور امتاد ب با جلال و تعظیم و ہیبت و حیاء بدانکہ دے علیہ السلام می بیند و حی شتو و کلام ترا زیراکہ دے علیہ السلام متصف است بصفات الہیہ و یکے از صفات الہی آں است کہ انا جلیس من ذکر نی۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کو یاد کرو اور درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو کہ حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب اور جلال اور تعظیم اور ہیبت و حیاء سے رہو اور جانو کہ حضور علیہ السلام دیکھتے اور سنتے ہیں تمہارے کلام کو کیونکہ حضور علیہ السلام

حاشیہ.....☆

علامہ عبد الوہاب شعرائی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں۔

انما امر الشارع المصلی بالصلوۃ والسلام علی رسول اللہ ﷺ فی التشہد لینبہ الغافلین فی جلوسہم بین یدی اللہ عزوجل علی شہود نیتہم فی تلك الحضرة فانه لا یفارق حضرة اللہ ابدًا لیخاطبون بالسلام مشافہة۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نمازی کو دوران نماز صلوۃ و سلام کا حکم اس لیے دیا تا کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے حضور غفلت سے بیٹھے ہیں انہیں یہ تنبیہ کر دی جائے کہ اس بارگاہ میں ان کے نبی بھی موجود ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتے لہذا نمازی آپ کو بالمشافہ سلام عرض کریں۔

(میزان الکبریٰ للشعرائی ج ۱ ص ۱۶۷ باب مفت الصلاۃ کے آخر میں مع رحمۃ اللہ مطبوعہ معطفی البابی مصر)

صفات الہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔

(مدارج النبوۃ باب یازدہم وصل نوع ثانی کہ تعلق معنوی است الخ ج ۲ ص ۶۲۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھر)

امام ابن الحاج مدخل میں اور امام قسطلانی مواہب جلد دوم صفحہ ۳۸۷ فصل ثانی زیارۃ قبرہ الشریف میں فرماتے ہیں۔

وقد قال علماءنا لا فرق بین موتہ و حیوۃ علیہ السلام فی مشاہدۃ لامتہ و معرفتہ باحوالہم و نیاتہم و عزائمہم و خواطرہم و ذالک جلی عندہ لا خفاء بہ۔

ترجمہ: ہمارے علماء نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کے حالات و نیات اور ارادے اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں یہ آپ کو بالکل ظاہر ہے۔ اس میں پوشیدگی نہیں۔

(المدخل لابن الحاج فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین ج ۱ ص ۲۵۲ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (المواہب للہ نیہ المقصد العاشر الفصل الثانی ج ۲ ص ۵۸۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وقال الغزالی سلم علیہ اذا دخلت فی المسجد فانه علیہ السلام یحضر فی المسجد۔

ترجمہ: امام غزالی نے فرمایا کہ جب تم مسجدوں میں جاؤ تم حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۳ مطبوعہ مکتبہ اندلیہ ملتان)

نیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض جلد سوم کے آخر میں ہے۔

الانبیاء علیہم السلام من جهة الاجسام والظواهر مع البشر وبواطنهم وقواہم الروحانية ملكية ولذا ترى مشارق الارض و مغاربها تسمع اطميط السماء وتشم رائحة جبریل اذا اراد النزول الیہم۔

ترجمہ: انبیائے کرام جسمانی اور ظاہری طور پر بشر کے ساتھ ہیں اور ان کے باطن اور روحانی قوتیں ملکی ہیں اسی لئے وہ زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھتے ہیں اور آسمانوں کی چڑچڑاہٹ سنتے ہیں اور جبریل کی خوشبو پالیتے ہیں جب وہ ان پر اترتے ہیں۔

(نیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض جلد سوم)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

ان سائر الانبیاء علیہم وسلم اذن لهم فی الخروج من قبورهم للتصرف فی الملكوت العلوی والسفلی۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اجازت ہے کہ آسمان و زمین کی سلطنت الہی میں تصرف فرمانے کے لئے اپنے مزارات طیبہ سے باہر تشریف لے جائیں۔

(الحادی للفتاویٰ تنویر الحکک فی امکان رویۃ النبی والملك ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

روح نبینا ﷺ ربما تظهر فی سبعین الف صورة۔

ترجمہ: ہمارے نبی ﷺ کی روح اقدس ستر ہزار صورتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

(الفتاویٰ الکبریٰ کتاب الصلوٰۃ باب البیان ج ۲ ص ۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام اسماعیل بن یوسف مہبانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فلا ینخفی علیہ ﷺ من امور امتہ شیئی القریب منهم البعید۔

ترجمہ: حضور پر امت کے امور میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں خواہ قریب ہو یا دور۔

(شواہد الحق ص ۱۵۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

دلائل الخیرات کے خطبہ میں ہے۔

وقیل لرسول اللہ اراء یت صلوة المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یاتر بعدک ما خالهما عندک فقال اسمع صلوة اهل محبتی و اعرفهم و تعرض علی صلوة غیرهم عرضا۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ سے دور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے درودوں کا آپ کے نزدیک کیا حال ہے تو فرمایا کہ ہم محبت والوں کے درود تو خود سنتے ہیں اور ان کو پہچانتے ہیں اور غیر محبتیوں کا درود ہم پر پیش کر دیا جاتا ہے۔ شفاء قاضی عیاض جلد دوم میں ہے۔

عن علقمة قال اذا دخلت المسجد اقول السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ۔ ☆
ترجمہ: علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں کہ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور برکات۔

(شرح شفا ج ۲ ص ۲ مطبوعہ مصر)، (القول البدیع للقاوی ص ۱۸۵ مطبوعہ مدینہ منورہ)، (شفاء تعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی المواطن اتیٰ یستحب فیہا الصلوة والسلام علی النبی ﷺ ج ۲ ص ۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کی تائید ابوداؤد ابن ماجہ باب الدعاء عند دخول المسجد کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

مدارج النبوۃ صفحہ ۴۵ جلد دوم قسم چہارم وسلم حیات انبیاء میں ہے۔

اگر بعد ازاں گوید کہ حق تعالیٰ جس شریف را حالتی و قدرتی بخشدہ است کہ در ہر مکانی کہ خواہد تشریف بخشند خواہ بعینہ خواہ مثال خواہ بر آسمان و خواہ بر زمین خواہ در قبر یا غیر دے صورتی دارد باوجود ثبوت نسبت خاص بقبر در ہمہ حال۔

ترجمہ: اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور کے جسم پاک کو ایسی حالت و قدرت بخشی ہے کہ جس مکان میں چاہیں تشریف لے جائیں خواہ بعینہ اس جسم سے خواہ جسم مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ قبر میں تو درست ہے۔ قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔

(مدارج النبوۃ قسم چہارم وسلم حیات انبیاء ج ۲ ص ۴۵۰)

حاشیہ.....☆

نیز لکھتے ہیں۔

فہی لا یحجبہا شئی من الاکوان ان مہما تباعدت الامکنۃ وتفادمت الازمان ولذلكہ یسمع الخطاب من جمیع المعلنین۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی روح مبارک سے کائنات میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو سکتی اور یہ بات نہیں کہ آپ ﷺ کی آرام کی جگہ دور ہو اور یا بہت زمانے گزر چکے ہوں اس لئے حضور ﷺ تمام زمانوں کے خطبات سنتے ہیں۔

(شواہد الحق ص ۱۵۱ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

☆ امام ابوداؤد متوفی ۲۵۵ھ لکھتے ہیں۔

عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی ﷺ ثم لیقل اللہم الفتح لی ابواب رحمتک واذا خرج فلیقل اللہم انی اسالک من فضلك۔

ترجمہ: حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو

مصباح الہدایت ترجمہ عوارف المعارف مصنفہ شیخ شہاب الدین سہروردی صفحہ ۱۶۵ میں ہے۔

پس باید کہ بندہ ممیجان کہ حق سبحانہ را پیوستہ بر جمیع احوال خود ظاہراً و باطناً واقف و مطلع بیند رسول اللہ علیہ السلام را نیز ظاہر و باطن حاضر داند۔ تا مطالعہ صورت تعظیم و وفات اور ممو را بہ محافظت آداب حضرتش دلیل بود از مخالفت دے سر ادا علاناً شر مر داد و هیچ دقیقہ از وقائق آداب صحبت او فرد نہ گذارد۔

ترجمہ: پس چاہیے کہ بندہ جس طرح حق تعالیٰ کو ہر حال میں ظاہر و باطن طور پر واقف جانتا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کو بھی ظاہر و باطن حاضر جانے تاکہ آپ کی صورت کا دیکھنا آپ کی ہمیشہ تعظیم و قار کرنے اور اس بارگاہ کے ادب کی دلیل ہو جاوے اور آپ کی ظاہر و باطن میں مخالفت سے شرف کرے اور حضور علیہ السلام کی صحبت پاک کے ادب کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑے۔

(مصباح الہدایت ترجمہ عوارف المعارف ص ۱۶۵)

فقہاء و علماء امت کے ان اقوال سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی واضح ہوا اب ہم آپ کو یہ دکھاتے ہیں کہ نمازی نماز میں حضور علیہ السلام کے متعلق کیا خیال رکھے اس کے متعلق ہم در مختار اور شامی عبارتیں تو شروع فصل میں پیش کر چکے ہیں۔ دیگر بزرگان دین کی اور عبارتیں سنیں اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔

اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب التہجد اور مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۳۵ باب پنجم ذکر فضائل آنحضرت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

و بعض عرفا گفته اند کہ این بہجت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرات موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت در ذرات مصلیان موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازین معنی آگاہ باشد و ازین شہود غافل نہ بود تا انوار قرب و اسرار معرفت منور و فائدہ گردد۔

ترجمہ: بعض عارفین نے کہا ہے کہ الحیات میں یہ خطاب اس لئے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر

☆..... حاشیہ

(سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فیما یقولہ الرجل عند دخول المسجد ص ۱۲۶ رقم الحدیث ۳۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب المساجد والجماعات باب الدعا عند دخول المسجد ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۷۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن دہلوی ج ۱ ص ۳۷۷ رقم الحدیث ۱۳۹۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (شیخ ابن حبان ج ۵ ص ۳۹۷ رقم الحدیث ۲۰۳۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبخاری ج ۲ ص ۳۳۱ رقم الحدیث ۳۱۱۵ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکتبۃ)، (مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۲۳۳۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی ﷺ ولیقل اللہم افتح لی ابواب رحمتک و اذا خرج فلیسلم علی النبی ﷺ ولیقل اللہم اعصمنی من الشیطان الرجیم۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور یہ کہے اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب باہر نکلے تو حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے اے میرے اللہ مجھے شیطان مردود سے بچا۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۷۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۸ رقم الحدیث ۳۳۱۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشید انریاض)، (مسند ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۱۲۱ رقم الحدیث ۷۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فرد میں سرایت کئے ہے۔ پس حضور علیہ السلام نمازوں کی ذات میں موجود حاضر ہیں نمازی کو چاہیے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہوتا کہ قرب کے نور اور معرفت کے بھیدوں سے کامیاب ہو جاوے۔

(اشعۃ الممعات باب التمشید ج ۳ ص ۱۸۱)، (لمعات ج ۳ ص ۱۸۱ مطبوعہ انجمن ایشیائیہ کل روڈ لاہور)

احیاء العلوم جلد اول باب چہارم فصل سوم نماز کی باطنی شرطوں میں امام غزالی فرماتے ہیں۔

واحضرنی قلبک النبی علیہ السلام و شخصہ الکریم و قل السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
(احیاء العلوم ج ۱ ص ۷۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اسی طرح مرقاۃ باب التمشید میں ہے۔ مسک الختام میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی صفحہ ۲۳۲ پر وہی عبارت لکھتے ہیں جو ہم نے ابھی اشعۃ الممعات کی التحتیات کے بارے میں لکھی کہ نمازی کو چاہیے کہ حضور کو حاضر و ناظر جان کر التحتیات میں سلام کرے پھر یہ شعر لکھتے ہیں۔

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست
عشق کی راہ میں دور و قریب کی منزل نہیں ہے
می بینمت عیان و دعای فرستمت
میں تم کو دیکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں!

علامہ شیخ مجدد فرماتے ہیں۔

و خوطب علیہ السلام کانه اشارة الى انه تعالى يكشف له عن المصلين من امته حتى يكون كال حاضر يشهد لهم بالعقل اعمالهم و ليكون تذکر حضوره سببا لمزيد الخشوع والخضوع۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کو نماز میں خطاب کیا گیا شاید کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت میں سے نمازیوں کا حال آپ پر ظاہر فرما دیتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ مش حاضر کے ہوتے ہیں اس کے اعمال کو سمجھنے میں اور اس لئے کہ آپ کی حاضرت کا خیال زیادتی خشوع و خضوع کا سبب ہو جاوے۔

مسئلہ حاضر و ناظر پر بعض فقہی مسائل بھی موقوف ہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ زوج مشرق میں ہو اور زوجہ مغرب میں اور بچہ پیدا ہو۔ اور زوج کہتا ہے کہ بچہ میرا ہے تو بچہ اسی کا ہے کہ شاید یہ ولی اللہ ہو اور کرامت سے اپنی بیوی کے پاس پہنچا ہو۔

.....☆

غیر مقلد نواب حسن خاں لکھتے ہیں۔

وبعضی از عرفا قدس سرمر گفتہ اند کہ ابی خطاب بجهت سریان حقیقت محمدیہ است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آن حضرت ﷺ در ذوات مصلیان موجود و حاضر ست پس مصلی باید کہ ازین معنی آگاہ باشد و ازین شہود غافل نبود تا بہ انوار قرب و اسرار معرفت منور و فائز گردد۔

ترجمہ: بعض عارفین قدس سرہم نے فرمایا کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کو اس لیے خطاب کر کے سلام عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذروں میں ممکنات کے ہر فرد میں جلوہ گر ہے پس نبی اکرم ﷺ نمازیوں کے اندر موجود اور حاضر ہیں۔ پس نمازی کو چاہیے کہ اس معنی و مفہوم سے آگاہ رہے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی اس جلوہ گری سے غافل نہ ہوتا کہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت سے منور اور فیضیاب ہو۔

(مسک الختام شرح بلوغ المرام ج ۱ ص ۴۵۹)

دیکھو شامی جلد دوم باب ثبوت النسب شامی جلد سوم باب المرتدین مطلب کرامات اولیاء میں ہے۔

وطی المسافة منه لقوله عليه السلام رويت لي الارض ويدل عليه ما قالوا فيمن كان في المشرق وتزوج امرأة بالمغرب فانت بولد يلحقه وفي انتارخانية ان هذه المسئلة تويد الجواز۔

ترجمہ: اور راستہ طے کرنا بھی اسی کرامت میں سے ہے حضور کے فرمانے کی وجہ سے کہ میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی۔ اس پر وہ مسئلہ دلالت کرتا ہے جو فقہاء نے کہا کہ کوئی شخص مشرق میں ہو اور مغرب میں رہنے والی عورت سے نکاح کرے پھر وہ عورت بچہ جنے تو بچہ اس مرد سے ملتی ہوگا اور تارخانیہ میں ہے کہ یہ مسئلہ اس کرامت کے جائے ہونے کی تائید کرتا ہے۔

(فتاویٰ شامی باب المرتد مطلب کرامات الاولیاء ج ۳ ص ۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی یہی مقام۔ والانصاف ما ذکرہ الامام النسفی حین سئل عما یحکی ان الکعبة کانت تزور واحد من الاولیاء هل یجوز القول به فقال نقض العادة علی سبیل الکرامة لاهل الولاية جائز عند اهل السنة۔

ترجمہ: انصاف کی بات وہ ہی ہے جو امام نسفی نے اس وقت کہے جب کہ ان سے سوال کیا گیا کہ کہا جاتا ہے کہ کعبہ ایک ولی کی زیارت کرنے جاتا ہے کیا یہ کہنا جائز ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کے لئے خلاف عادت کام کرامت کے طریقہ پر اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔

(فتاویٰ شامی باب المرتد مطلب کرامات الاولیاء ج ۳ ص ۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کعبہ معظمہ بھی اولیاء اللہ کی زیارت کرنے کے لئے عالم میں چکر لگاتا ہے۔

تفسیر روح البیان سورہ ملک کے آخر میں ہے۔

قال الامام الغزالی والرسول علیه السلام له الخيار فی طواف العالم مع ارواح الصحابة لقد راه كثير من الاولیاء۔

ترجمہ: امام غزالی نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام کو دنیا میں سیر فرمانے کا اپنے صحابہ کرام کی روحوں کے ساتھ اختیار ہے آپ کو بہت سے اولیاء اللہ نے دیکھا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

انتباه الاذکیاء فی حیات الاولیاء میں علامہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں۔

النظر فی اعمال امته والاستغفار لهم من السيئات والدعاء بكشف البلاء عنهم والتردد فی اقطار الارض والبركة فیها وحضور جنازة من صالحی امته فان هذه الامور من اشغاله كما وردت بذلك الحديث والاثار۔

ترجمہ: اپنی امت کے اعمال میں نگاہ رکھنا ان کے لئے گناہوں سے استغفار کرنا ان سے دفع بلا کی دعا فرمانا اطراف زمین میں آنا جانا اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کوئی صالح آدمی مر جاوے تو اس کے جنازے میں جانا یہ چیزیں حضور علیہ السلام کا مشغلہ ہیں جیسے کہ اس پر احادیث اور آثار آئے ہیں۔

(الحاوی للفتاویٰ کتاب البعث رسالہ انباء الاذکیاء ج ۲ ص ۱۸۳-۱۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام غزالی المتقد من الضلال میں فرماتے ہیں۔

ارباب قلوب مشاہدہ می کنند در بیداری انبیاء و ملائکہ را و مملکات مر می شوند بایشان۔

ترجمہ: صاحب دل حضرات جاگتے ہوئے انبیاء و ملائکہ کو دیکھتے ہیں۔ اور ان سے بات چیت کرتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی شرح صدور میں فرماتے ہیں۔

ان اعتقد الناس ان روحه و مثاله في وقت قراءة المولد و ختم رمضان و قراء القصائد يحضر جاز۔
ترجمہ: اگر لوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ حضور علیہ السلام کی روح اور آپ کی مثال مولود شریف پڑھنے اور ختم رمضان اور نعت خوانی کے وقت آتی ہے تو جائز ہے۔

مولوی عبدالحی صاحب رسالہ ترویج الجمان تبشیر حکم شرب الدخان میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نعت خواں تھا اور حقہ بھی پیتا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم مولود شریف پڑھتے ہو تو ہم رونق افروز مجلس ہوتے ہیں۔ مگر جب حقہ آجاتا ہے۔ تو ہم فوراً مجلس سے واپس ہو جاتے ہیں۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی نگاہ پاک ہر وقت عالم کے ذرہ ذرہ پر ہے اور نماز تلاوت قرآن محفل میلاد شریف اور نعت خوانی کی مجالس میں اسی طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنی جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں۔

تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت انا ارسلناک شاحداً ہے۔

فانه لما كان اول مخلوق خلقه الله كان شاهداً بوحداية الحق وشاهداً بما اخرج من العدم الى الوجود من الارواح والنفوس والاجرام والاركان والاجساد والمعادن والنبات والحيوان والملك والجن والشيطان والانسان وغير ذلك لتلايشد عنه ما يمكن للمخلوق و اسرار افعاله وعجائبه۔

ترجمہ: چونکہ حضور علیہ السلام کی پہلی مخلوق ہیں اس لئے اس کی وحدانیت کے گواہ ہیں اور ان چیزوں کو مشاہدہ کرنے والے ہیں جو عدم سے وجود میں آئے ارواح نفوس اجسام معدنیات نباتات حیوانات فرشتے اور انسان وغیرہ تاکہ آپ پر رب کے وہ اسرار اور عجائب مخفی نہ رہیں جو کسی مخلوق کے لئے ممکن ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی جگہ کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں۔

فشاهد خلقه وما جرى عليه من الاكرام والاخراج من الجنة بسبب المخالفة و ما تاب الله عليه الى اخر ما جرى الله عليه وشاهد خلق ابليس وما جرى عليه۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا ان کی تعظیم ہونا اور خطا پر جنت سے علیحدہ ہونا اور پھر توبہ قبول ہونا آخر تک کے سارے معاملات جو ان پر گزرے سے کو دیکھا اور ابلیس کی پیدائش اور جو کچھ اس پر گزرا اس کو بھی دیکھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور نے عالم ظہور میں جلوہ گری سے پہلے ہر ایک کے ایک ایک حالات کا مشاہدہ فرمایا۔

یہ ہی صاحب روح البیان کچھ آگے چل کر اسی مقام پر فرماتے ہیں۔

قال بعض الكبار ان مع كل سعيد رفيقه من روح النبي عليه السلام هي الرقيب العتيد عليه ولما قبض الروح المحمدي عن ادم الذي كان به دائماً لا يضل ولا ينسى جرمه عليه ما جرى من النسيان وما يتبعه۔

ترجمہ: بعض اکابر نے فرمایا کہ ہر سعید کے ساتھ حضور علیہ السلام کی روح رہتی ہے اور یہی رقیب عتید سے مراد ہے اور جس وقت روح محمدی کی توجہ دائمی حضرت آدم علیہ السلام سے ہٹ گئی تب ان سے نسیان اور اس کے نتائج ہوئے۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایک حدیث میں ہے کہ جب زانی زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے۔
روح البیان میں اسی جگہ ہے کہ ایمان سے مراد توجہ مصطفیٰ ہے یعنی جو مومن کوئی اچھا کام کرتا ہے تو حضور علیہ السلام کی توجہ کی برکت سے کرتا ہے اور جو گناہ کرتا ہے وہ ان کی بے توجہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی ثابت ہوا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

واذا سمعت فعنك قولل طيبا واذا نظرت فلا ادرى الاك
جب میں سنتا ہوں تو آپ ہی کا ذکر سنتا ہوں اور جب دیکھتا ہوں تو آپ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا

چوتھی فصل حاضر و ناظر کا ثبوت مخالفین کی کتابوں سے

تخذیر انسان صفحہ ۱۰ میں مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند کہتے ہیں کہ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم (پارہ ۲۱ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶) کو بعد لفظ صلہ من انفسهم کے دیکھتے تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہے۔ ترجمہ صراط مستقیم صفحہ ۱۰۱ میں دہلوی صفحہ ۱۳ میں چوتھی ہدایت جب عشق کے بیان میں کوئلے اور آگ کی مثال دے کر کہتے ہیں۔ اسی طرح جب اس طالب کے نفس کامل کو رحمانی کوشش اور جذب کی موجیں احادیث کے دریاؤں کی تہ میں کھینچ کر لے جاتی ہے تو انا الحق اور لیس فی جنتی سوی اللہ کا آواز اس سے صادر ہونے لگتا ہے اور یہ حدیث قدسی كنت معہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہا اور ایک اور روایت کی رو سے لسانہ الذی یتکلم بہ اسی حالت کی حکایت ہے۔ اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ جب انسان فتا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ تو خدائی طاقت سے دیکھتا سنتا اور چھوتا اور بولتا ہے۔ یعنی عالم کی ہر چیز کو دیکھتا ہے ہر دور و نزدیک کی چیزوں کو پکڑتا ہے یہ ہی حاضر و ناظر کے معنی ہیں اور جب معمولی انسان فتا فی اللہ کون ہو سکتا ہے تو بدرجہ اولیٰ حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہوئے۔ امداد السلوک صفحہ ۱۰ میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں۔

مر مرید یقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس مر جا کہ مرید باشد قریب یا بعد اگر چہ از شیخ دور است اما روحانیت او دور نیست چون این امر محکم دارد و ہر وقت شیخ را بیان دواردد و ربط قلب پیدا آید و ہر دم مستفید بود۔ شیخ را بقلب حاضر آورد و بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ الفاء خواہد کرد مگر ربط نامر شوط است و بسبب ربط قلب شیخ و لسان قلب ناطق می شود و بسوی حق تعالیٰ راہ می کشاند و حق تعالیٰ او را محدث می کند۔

ترجمہ: مرید یہ بھی یقین سے جانے کہ شیخ کی روح ایک جگہ میں قید نہیں ہے مرید جہاں بھی ہو دور ہو یا نزدیک اگر چہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت دور نہیں جب یہ بات پہنچے ہو گئی تو ہر وقت پیر کی یاد آئے اور ذی اطلاق اس سے ظاہر ہوا اور ہر وقت اس سے فائدہ لیتا رہے مرید واقعہ جات میں پیر کا محتاج ہوتا ہے شیخ کو اپنے دل میں حاضر کر کے زبان حال سے اس سے مانگے پیر کی روح اللہ کے

حکم سے ضرور القاء کر گئی۔ مگر پورا تعلق شرط ہے اور شیخ سے اسی تعلق کی وجہ سے دل کی زبان گویا ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف راہ کھل جاتی ہے اور حق تعالیٰ اس کو صاحب الہام کر دیتا ہے۔

(امداد السلوک ص ۱۰)، (الشہاب الثاقب ص ۶۱-۶۲ مطبوعہ کتب خانہ رحمیہ دیوبند ضلع سہارنپور)

اس عبارت میں حسب ذیل فائدے ہیں

1..... پیر کا مریدوں کے پاس حاضر و ناظر ہونا

2..... مرید کا تصور شیخ میں رہنا

3..... پیر کا حاجت روا ہونا

4..... مرید خدا کو چھوڑ کر اپنے پیر سے مانگے

5..... پیر مرید کو القا کرتا رہے

6..... پیر مرید کا دل جاری کر دیتا ہے۔

جب پیر میں یہ طاقتیں ہیں تو ملائکہ اور انسانوں کے شیخ الشیوخ ہیں رحمۃ اللہ علیہ ان میں یہ چھ صفات ماننا کیوں شرک ہے؟ اس عبارت نے تو مخالفین کے سارے مذہب پر پانی ہی پھیر دیا واللہ الحمد سب تقویۃ الایمان ختم۔ حفظ الایمان صفحہ ۷ میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں کہ ابویزید سے پوچھا گیا طیۃ زمین کی نسبت۔ تو آپ نے فرمایا یہ کوئی چیز کمال کی نہیں دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لمحہ میں قطع کر جاتا ہے۔

اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ آنا فنا مشرق سے مغرب تک پہنچ جانا اہل اللہ کو تو کیا کفار و شیاطین سے بھی ممکن ہے بلکہ ہوتا رہتا ہے اور یہ حاضر و ناظر کے معنی ہیں۔ تقویۃ الایمان کے لحاظ سے شرک ہے۔ مسک الختام مصنفہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی دہلوی کی عبارت ہم بحث ثبوت میں پیش کر چکے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ النجات میں السلام علیک سے خطاب اس لئے ہے کہ حضور علیہ السلام عالم کے ذرہ ذرہ میں موجود ہیں۔ لہذا نمازی کی ذات میں موجود و حاضر ہیں۔

ان عبارات سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی واضح ہے۔

پانچویں فصل..... حاضر و ناظر ہونا کا ثبوت دلائل عقلیہ سے

اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جان کمالات ہے یعنی جس قدر کمالات کہ دیگر انبیائے کرام یا آئندہ اولیائے عظام یا کسی مخلوق کو مل چکے یا ملیں گے وہ سب بلکہ ان سے بھی زیادہ حضور علیہ السلام کو عطا فرما دیئے بلکہ حضور ہی کے ذریعہ سے ان کو ملے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: فبہذا ہم اقتدہ (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۹۰) آپ ان سب کی راہ چلو۔ اس کی تفسیر روح البیان میں ہے۔ فجمع اللہ کل خصلۃ فی حبیبہ علیہ السلام۔

ترجمہ: اللہ نے ہر نبی کی خصلت حضور علیہ السلام کو عطا فرمائی۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۰ مطبوعہ دارالحدیث التراث العربی بیروت)

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

حسن یوسف دمر عبسی بد بیضا داری
آنچه خوبان همه دارند نوتنها داری
نیز مولوی محمد قاسم صاحب تحذیر الناس صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں اور انبیاء رسول اللہ ﷺ سے لے کر امتوں کو پہنچاتے ہیں۔ غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے اس قاعدے پر بہت سے دلائل قرآن و احادیث و اقوال علماء سے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ مگر چونکہ مخالفین اس کو مانتے ہیں۔ اس لئے اس پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں۔ تو پہلا قاعدہ یہ مسلم ہے کہ جو صفت کمال کسی مخلوق کو ملی وہ تمام اعلیٰ وجہ الکمال حضور علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہونا عطا کیا گیا ماننا پڑے گا کہ یہ صفت بھی حضور علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہونا کس کس مخلوق کو عطا ہوا۔ ہم نے اس بحث حاضر و ناظر کے مقدمہ میں عرض کر دیا ہے کہ حاضر و ناظر ہونے کے تین معنی ہیں ایک جگہ رہ کر تمام عالم کو مثل کف دست کے دیکھنا۔ ایک آن میں عالم کی سیر کر لینا اور صد ہا کوس پر کس کی مدد کر دینا اس جسم یا جسم مثالی کا متعدد جگہ موجود ہو جانا۔ یہ صفات بہت سی مخلوقات کو ملی ہیں۔

(۱) روح البیان اور خازن تفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر میں پارہ ۷ سورہ انعام۔

حتى اذا جاء احدكم الموت توفته رسلنا۔

ترجمہ: یہاں تک کہ آئے تم میں سے کسی کو موت تو وفات دیتے ہیں اس کو ہمارے رسول۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۶۱)

آیت ۶۱ کی تحت ہے جعلت الارض لملك الموت مثل الطشت يتناول من حيث شاء۔

ترجمہ: یعنی ملک الموت کے لئے ساری زمین طشت کی طرح کر دی گئی ہے کہ جہاں سے چاہیں لے لیں۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اسی روح البیان میں اسی جگہ ہے۔

نيس على ملك الموت صعوبة في قبض الارواح وان كثرت و كانت في امكنة متعددة۔

ترجمہ: ملک الموت پر روحیں قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں اگرچہ روحیں زیادہ ہوں اور مختلف جگہ میں ہوں۔

(روح البیان ج ۶ ص ۳۳۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ما من اهل بيت شعر ولا صدر الا ملك الموت بطيف بهم يوماً مرتين۔

ترجمہ: کوئی خیمہ اور مکان والے نہیں مگر ملک الموت ہر روز ان کے پاس دوبار جاتے ہیں۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

مشکوٰۃ باب فصل الاذان میں ہے کہ جب اذان اور تکبیر ہوتی ہے تو شیطان ۳۶ میل بھاگ جاتا ہے پھر جہاں یہ ختم ہوئیں کہ پھر موجود اس ناری کی رفتار کا یہ عالم ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب فصل الاذان الفصل الثالث ص ۶۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

جب ہم سوتے ہیں تو ہماری ایک روح جسم سے نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے جسے روح سیرانی کہتے ہیں جس کا ثبوت قرآن پاک میں ہے۔ ویسک اخری اور جہاں کسی نے جسم کے پاس کھڑے ہو کر اس کو اٹھایا وہ ہی روح جو ابھی مکہ معظمہ یا مدینہ پاک میں تھی آنا فانا جسم

میں آکر داخل ہوگئی اور آدمی بیدار ہو گیا۔ روح البیان زیر آیت۔ وهو الذی یتوفکم باللیل (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۶۰) ہے۔
فاذا انتبه من النوم عادت الروح الى جسد باسرع من لحظة۔

ترجمہ: یعنی جب انسان نیند سے بیدار ہوتا ہے تو روح جسم میں ایک لمحہ سے بھی کم میں لوٹ آتی ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ہمارا نور نظر آن کی آن میں آسمانوں پر جا کر زمین پر آجاتا ہے ہمارا خیال آن واحد میں تمام عالم کی سیر کر لیتا ہے بجلی تار ٹیلیفون اور لاؤڈ سپیکر کی قوت کا یہ عالم ہے کہ آدھے سیکنڈ میں زمین کے قطر کو طے کر لیتے ہیں حضرت جبریل کی رفتار کا یہ عالم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب آدھے کنویں سے نیچے چلے اور حضرت جبریل سدرہ سے چلے یوسف علیہ السلام ابھی کنویں کی تہ نہ پہنچے تھے کہ جبریل سدرہ سے وہاں پہنچ گئے۔ دیکھو تفسیر روح البیان زیر آیت ان یجعلوه فی غیابت الجب (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۵) حضرت خلیل نے خلق اسمعیل پر چھری چلائی ابھی چھری روانہ نہ ہوئی تھی کہ جبریل سدرہ سے مع ذنبہ خلیل اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سلیمان کے وزیر آصف ابن برخیا نے ایک پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت یمن سے لا کر شام میں حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر کر دیا جس کا ثبوت قرآن میں ہے کہ انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک (پارہ ۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۴۰) معلوم ہوا کہ آصف کو یہ بھی خبر تھی کہ تخت کہاں ہے۔ خیال کرنا چاہیے کہ پلک جھپکنے سے پہلے یمن گئے بھی اور لوٹ بھی آئے اور اتنا وزنی تخت بھی لے آئے۔ رہی یہ بحث کہ حضرت سلیمان میں تخت لانے کی طاقت تھی یا نہیں کہ وہ ہم اسی بحث کے دوسرے باب میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ۔

معراج میں سارے انبیاء نے بیت المقدس میں حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کی۔ حضور پراق پر تشریف لے گئے۔ اور براق کی رفتار کا یہ عالم کہ حد نظر اس کا ایک قدم پڑتا تھا۔ مگر رفتار انبیاء کا یہ عالم کہ ابھی بیت المقدس میں مقتدی تھے اور ابھی مختلف آسمانوں پر پہنچ گئے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم نے فلاں آسمان پر فلاں پیغمبر سے ملاقات کی جس سے معلوم ہوا کہ براق کی یہ برق رفتاری خراماں تھی کہ دولہا گھوڑے پر سوار ہو کر خراماں ہی جایا کرتے ہیں اور انبیاء کی خدمت گزاری کا وقت تھا۔ ابھی بیت المقدس میں اور ابھی افلاک پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعة اللمعات آخر باب زیارة القبور میں فرمایا کہ ہر پنجشنبہ کے دن مردوں کی ردھیں اپنے خویش و اقارب کے یہاں جا کر ان سے ایصال ثواب ک تمنا کرتی ہیں۔ اب اگر کسی میت کے خویش و اقربا دوسرے ممالک میں بھی رہتے ہوں تو وہاں ہی پہنچیں گی۔

ہماری اس گفتگو سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ سارے عالم پر نگاہ رکھنا ہر جگہ کی آفاقا سیر کر لیتا ایک وقت میں چند جگہ پایا جانا یہ وہ صفات ہیں کہ رب نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہیں۔ اس سے دو باتیں لازم آئیں ایک تو یہ کہ کسی بندے کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا شرک نہیں کہ شرک کہتے ہیں۔ خدا کی ذات و صفات میں کسی اور کو شریک ماننا۔ یہاں یہ نہیں دوسرے یہ کہ حضور علیہ السلام کے خدام میں ہر جگہ رہنے کی طاقت ہے تو حضور علیہ السلام میں بدرجہ اولیٰ یہ صفت ہے۔

(۲) دنیا میں پانی اور دانہ ہر جگہ موجود نہیں۔ بلکہ خاص خاص جگہ ہے۔ پانی تو کنویں اور تالاب و دریا وغیرہ میں ہے دانہ کھیت یا گھروں وغیرہ میں۔ مگر ہوا اور دھوپ عالم کے گوشہ گوشہ میں ہے کہ فلاسفہ کے نزدیک خلا محال ہے ہر جگہ ہوا ہے۔ اس لئے کہ ہوا اور روشنی کی ہر وقت ہر چیز کو ضرورت ہے اور حبیب خدا علیہ السلام کی بھی ہر مخلوق الہی کو ہر وقت ضرورت ہے۔ جیسا کہ ہم روح البیان وغیرہ کے حوالے سے ثابت کر چکے تو لازم ہے کہ حضور علیہ السلام کی ہر جگہ جلوہ گری ہے۔

(۳) حضور علیہ السلام تمام عالم کی اصل ہیں۔ وکل الخلق من نوری اور اصل کا اپنی فرع میں مادہ کا سارے مشتقات میں ایک

کمال۔ یہ عدوؤں کی بارہنا ضروری ہے۔

ہر ایک ان سے ہے وہ ہر اک میں ہیں
وہ ہیں ایک علم حساب کے
بنے دو جہاں کی وہ ہی بناء
وہ نہیں جو ان سے بنا نہیں

دوسرا باب

مسئلہ حاضر و ناظر پر اعتراضات کے بیان میں

اعتراض (۱)..... ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے علی کل شئی شہید (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۷) بکل شئی محیط۔ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۲۶) لہذا غیر میں یہ صفت ماننا شرک فی الصفت ہے۔

جواب:- ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔ خدائے تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے کتب عقائد میں ہے۔ لایجری علیہ وزمات ولا یشتمل علیہ مکان۔ خدا پر نہ زمانہ گزرے کیونکہ زمانہ عقلی اجسام پر زمین میں رہ کر گزرتا ہے انہیں کی عمر ہوتی ہے۔ چاند سورج ستارے حور و غلمان فرشتے بلکہ آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام معراج میں حضور علیہ السلام زمانہ سے علیحدہ ہیں اور نہ کوئی جگہ خدا کو گھیرے خدا تعالیٰ حاضر ہے مگر بغیر جگہ کے اسی لئے ہم استوی علی العرش (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲) کو متشابہات سے مانا گیا ہے اور بکل شیء محیطا (پارہ ۵ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۲۶) وغیرہ آیات میں مفسرین فرماتے ہیں علما و قدرة یعنی اللہ کا علم اور اس کی قدرت عام کو گھیرے ہوئے ہے۔

سر عرش تخت نشین ہونے؟

وہی لامکااں کے مکیاں ہونے

وہ خدا ہے جس کا مکان نہیں

ولابی میں جن کے ہیں یہ مکار

خدا ہر جگہ ماننا بے دینی ہے۔ ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو بقرض محال بھی حضور علیہ السلام کی یہ صفت عطا کی۔ حادث مخلوق قبضہ الہی میں ہے اور خدا کی یہ صفت ذاتی قدیم غیر مخلوق ہے کسی کے قبضے میں نہیں اتنے فرق ہوتے ہوئے شرک کیسا؟ جیسے حیوۃ سمع بصر وغیرہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۱ میں ہے۔ فخر دو عالم علیہ السلام کو مولود میں حاضر جانا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو شرک نہیں ورنہ شرک ہے۔ یہ ہی مضمون براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ میں ہے مولوی رشید احمد صاحب نے رجسٹری فرمادی کہ غیر خدا کو ہر جگہ حاضر دنا نظر جانا بہ عطاء الہی شرک نہیں اگر کوئی کہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ خالقیت وجوب قدم وغیرہ دیگر صفات الہیہ بھی پیغمبروں کو عطا کی مان لو اور حضور کو خالق واجب قدیم کہا کرو تو اس کا جواب یہ ہے کہ چار صفات قابل عطا نہیں کہ ان پر الوہیت کا مدار ہے وجوب، قدیم، خلق، نہ مرنا دیگر صفات کی تجلی مخلوقات میں بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے سمع بصر حیات وغیرہ مگر

ان میں بھی بڑا فرق ہوگا رب کی یہ صفات ذاتی، واجب نہ مثنیٰ والی اور حقوق کی عطائی، ممکن، فانی۔

جو ہوتی خدائی بھی دینے کے قابل خدا بن کے آتا وہ بندہ خدا

اعتراض (۲) قرآن کریم فرماتا ہے:

وما كنت لذيهم اذ يلقون اقلامهم۔

ترجمہ: آپ ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ لوگ اپنے اپنے کلموں میں لکھ رہے تھے۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۳۳)

حضرت مریم علیہ السلام کے حاصل کرنے لئے۔

وما كنت لذيهم اذا جمعوا امرهم۔

ترجمہ: آپ ان کے پاس نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنے معاملہ پر اتفاق کیا۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۰۲)

وما كنت بجانب الغربي اذ قضينا الى موسى۔

ترجمہ: آپ مغربی کنارہ میں نہ تھے جبکہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف حکم بھیجا۔

(پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۳۶)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ گزشتہ زمانہ میں جو یہ مذکورہ واقعات ہوئے اس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے صاف ظاہر ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔

جواب یہ سوال اس وجہ سے ہے کہ معترض کو حاضر و ناظر کے معنی کی خبر نہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حاضر و ناظر کی تین صورتیں ہیں ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھنا۔ آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا۔ ایک وقت میں چند جگہ ہونا۔ ان آیات میں فرمایا گیا کہ آپ بایں جسم پاک وہاں موجود نہ تھے ان میں یہ کہاں ہے کہ آپ ان واقعات کو ملاحظہ بھی نہیں فرما رہے تھے اس جسد غصری سے وہاں نہ ہونا اور ہے اور ان واقعات کو مشاہدہ فرمانا کچھ اور بلکہ آیات مذکورہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ اے محبوب علیہ السلام آپ وہاں بے ایں جسم موجود نہ تھے لیکن پھر بھی آپ کو ان واقعات کا علم اور مشاہدہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ سچے نبی ہیں یہ آیات تو حضور کا حاضر و ناظر ہونا ثابت کر رہی ہیں۔ تفسیر صاوی میں وما كنت بجانب الطور الآیہ کی تفسیر میں ہے۔

وهذا بالنظر الى العالم الجسماني لاقامة الحجة على الخصم واما بالنظر الى العالم الروحاني فهو حاضر رسالة كل رسول وما وقع من لدن ادم الى ان ظهر بجسمه الشريف۔

ترجمہ: یعنی یہ فرمانا کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کی جگہ نہ تھے جسمانی لحاظ سے ہے عالم روحانی کی حیثیت سے حضور علیہ السلام ہر رسول کی رسالت اور آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے جسمانی ظہور تک کے تمام واقعات پر حاضر ہیں۔

(تفسیر صاوی سورہ قصص)

نیز ہجرت کے دن غار ثور میں مدتی مدتی ہوئے جوہ گریں کہ کفار مکہ دروازہ غار پر آپہنچے حضرت صدیق پریشان ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا:

لا تحزن ان الله معنا۔

ترجمہ: غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۳۰)

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ تو ہے مگر کفار کے ساتھ نہیں لہذا خدا ہر جگہ نہیں کیونکہ کفار بھی تو عالم ہی میں تھے نیز غزوہ احد سے فارغ ہو کر کفار سے خطاب فرمایا۔

اللہ مولنا ولا مولیٰ لکم۔

ترجمہ: اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۷۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی سلطنت و حکومت فقط مسلمانوں پر تو ہے کفار پر نہیں۔ مولیٰ بمعنی والی۔ تو جس طرح ان دونوں کلاموں میں توجیہ کرو گے کہ پہلے کلام سے مراد ہے کہ اللہ رحم و کرم سے ہمارے ساتھ ہے اور جبر و قہر سے کفار کے ساتھ اور دوسری کلام میں مراد یہ ہے کہ مددگار والی ہمارا ہے اور تمہارا والی تو ہے مگر ناصر اور مہربان نہیں اسی طرح ان آیات میں بھی کہا جاوے گا کہ بطریق ظاہر بہ اس جسد غصری آپ اس وقت ان کے پاس نہ تھے۔

اعتراض (۳): قرآن کریم فرماتا ہے:

ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم۔

ترجمہ: اور کچھ مدینہ والے ان کی خو ہو گئی ہے نفاق ان کو تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۰۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر نہیں ورنہ آپ کو منافقین کے اندرونی رازوں کی بھی خبر ہوتی حالانکہ آپ ان سے بے خبر تھے۔
جواب: اس کا تفصیلی جواب ہم بحث علم غیب میں اسی آیت کے ماتحت دے چکے ہیں۔

اعتراض (۴): بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ زید ابن ارقم نے عبد اللہ ابن ابی کی شکایت کی کہ وہ لوگوں سے کہتا ہے لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ (پارہ ۲۸ سورہ ۶۳ آیت نمبر ۷) مسلمانوں کو کچھ خرچ نہ دو۔ عبد اللہ ابن ابی نے بارگاہ الہی میں آکر جھوٹی قسم کھالی کہ میں نے یہ نہ کہا تھا قصد قہم و کذب بنی حضور علیہ السلام نے ان کو سچا مان لیا اور مجھ کو جھوٹا۔ اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ تو ابن ابی کی غلط تصدیق کیوں کر دی جب آیت کریمہ نے نازل ہو کر زید ابن ارقم کی تصدیق کی تو یہ سچے ہوئے۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر پارہ ۲۸ سورہ المنافقون ج ۳ ص ۱۸۵۹ رقم الحدیث ۳۶۱۷ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

جواب عبد اللہ ابن ابی کی تصدیق فرمادینے سے لازم نہیں کہ آپ کو اصل واقعہ کا علم بھی نہ ہو شرعاً مقدمہ میں ضروری ہے کہ یا تو مدعی گواہ پیش کرے۔ ورنہ مدعی علیہ قسم کھا کر مقدمہ جیت لے گا۔ کیونکہ قاضی کا فیصلہ مدعی کی گواہی یا مدعا علیہ کی قسم پر ہوتا ہے نہ کہ قاضی کے ذاتی علم پر زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ مدعی تھے کہ ابن ابی نے توہین کی اور ابن ابی منکر چونکہ حضرت زید کے پاس گواہی نہ تھی عبد اللہ کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا۔ پھر جب قرآن یزید کی گواہی دی تب اس گواہی نے ان کی تصدیق ہوئی۔ قیامت میں گزشتہ کفار انبیاء کی تبلیغ کا انکار کریں گے اور انبیاء دعویٰ۔ رب العالمین امت مصطفیٰ علیہ السلام سے انبیاء کرام کے حق میں گواہی لے کر انبیاء کرام کی تصدیق فرمائے گا۔ اسی طرح کفار عرض کریں گے۔ واللہ ربنا ما کنا مشرکین (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۲۳) خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے تب ان کے نامہ اعمال اور ملائکہ اور ان کے اعضاء سے گواہی لے کر ان کے خلاف فیصلہ ہوگا۔ تو کیا رب کو بھی اصل واقعہ کا پتہ نہ تھا۔ ضرور تھا مگر یہ قانون کی پابندی ہے کذب کی معنی ہیں کہ میری بات

جس کی غیبت کی گئی ورنہ حق اللہ رہتی ہے۔ دیکھو شرح فقہ اکبر مصنفہ ملا علی قاری۔

کتاب جلاء الافہام مصنفہ ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ صفحہ ۷۳ حدیث ۱۰۸ میں ہے۔

لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا بعد وفاتک قال وبعد وفاتی۔

ترجمہ: یعنی کوئی کہیں سے درود شریف پڑھے مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے۔ یہ دستور بعد وفات بھی رہے گا۔

حاشیہ.....☆

میری ساری امت اپنے سب اعمال کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۱۸۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحسن بن قتيبة ثنا جسر بن فرقد عن بكر بن عبد الله المزني قال قال رسول الله ﷺ ثم حياتي خير لكم تحدثون ويحدث لكم ووفاتي خير لكم تعرض علي اعمالكم فما كان من حسن حمدت الله عليه وما كان من سيئ استغفرت الله لكم۔

(مسند الحارث بن اسامہ ج ۱ ص ۲۸۸ رقم الحدیث ۹۵۳ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

امام ابو داؤد متوفی ۲۴۵ھ روایت کرتے ہیں۔

ان من افضل ايامكم يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة فاكثروا على من الصلاة فيه فان صلاتكم معروضة علي۔

ترجمہ: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس دن آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس روزان کی روح قبض کی گئی اور اسی روز صور پھونکا جائے گا پس اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف بھیجا کرو بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(سنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجمعۃ باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ ج ۱ ص ۲۷۵ رقم الحدیث ۱۰۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہما باب فی فضل الجمعۃ ج ۱ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۱۰۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الترمذی کتاب الجمعۃ باب اکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ ج ۳ ص ۹۱ رقم الحدیث ۱۳۷۵ مطبوعہ مکتب المطبعۃ الاسلامیۃ حلب)، (سنن الکبریٰ للنسائی باب الامر باکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ ج ۱ ص ۵۱۹ رقم الحدیث ۱۶۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سنن دارمی ج ۱ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۱۵۷۲ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت)، (معنی ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۸۶۹۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)، (طبرانی کبیر ج ۱ ص ۲۱۶ رقم الحدیث ۵۸۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والفکر المصالح)، (سنن ابی نعیم ج ۳ ص ۲۳۸ رقم الحدیث ۵۷۸۹ مطبوعہ دار البازمکۃ المکرمۃ)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عرضت علی امتی باعمالها حسنھا وقبحھا۔

ترجمہ: میری ساری امت اپنے سب اعمال نیک و بد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد باب النبی عن البصاق فی المسجد ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰ مطبوعہ مکتبۃ المدینۃ بیروت)، (دلائل النبوة ج ۱ ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۲۸۰ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبخاری ج ۲ ص ۲۹۱ مطبوعہ نشر السنۃ لمکات)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عرضت علی امتی البارحة لیدی هذه الحجرة حتی لانا اعرف بالرجل منهم من احدکم بصاحبہ۔

ترجمہ: گزشتہ رات مجھ پر میری امت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی بے شک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔

(طبرانی کبیر ج ۳ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۳۰۵۴ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۳۰۸ رقم الحدیث ۳۱۹۱۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

☆ حاشیہ

امام احمد بن عمرو بن عبدالحق عینی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حياتي خير لكم تحدثون ونحدثكم ووفاتي خير لكم تعرض على اعمالكم فما رآيت من خير حمدت الله عليه وما رآيت من شر استغفرت الله لكم۔

ترجمہ: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تم سے باتیں کرتے ہیں۔ اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائے گے جب بھلائی دیکھوں گا حمد الہی بجالاؤں گا اور جب برائی دیکھوں گا تمہاری بخشش چاہوں گا۔
(المحرر از خازن المعروف بسند الزوارج ص ۳۰۸-۳۰۹ رقم الحدیث ۱۹۲۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

رواہ البزار و رجالہ رجال الصحیح۔

(مجمع الزوائد باب ما حصل لامۃ بیہقی استغفار بعد وفاتہ ج ۹ ص ۲۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حياتي خير لكم تحدثون ونحدثكم فاذا انامت كانت وفاتي خيرا لكم تعرض على اعمالكم فان رآيت خيرا حمدت الله وان رآيت شرا ذلك استغفرت الله لكم۔

ترجمہ: میرا جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں۔ اور جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد ذکر ما قرب لرسول اللہ ﷺ من اجلہ ج ۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۳۰۷ رقم الحدیث ۳۱۹۰۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (جامع الصغیر ج ۱ ص ۲۲۹ رقم الحدیث ۳۷۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الوقایا حوال المصطفیٰ الباب السابع والاربعون فی عرض اعمال امتہ علیہ ج ۲ ص ۸۰۹-۸۱۰ مطبوعہ مکتبۃ البابي مصر)، (المطالب العالیۃ لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۲۲-۲۳ مطبوعہ مکتبہ مکرّمہ)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ج ۴ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (البدلیۃ والنہدیۃ ج ۴ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۹۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰ھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان اعمال امتی تعرض علی فی کل یوم جمعة واشتد غضب الله علی الزناة۔

ترجمہ: بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر پیش ہوتے ہیں اور زانیوں پر خدا کا سخت غضب ہے۔

(طیۃ الاولیاء ترجمۃ عمران القصیر ج ۶ ص ۱۷۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ترمذی محمد بن علی والد عبد العزیز سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

تعرض الاعمال یوم الاثنين و یوم الخميس علی الله تعالیٰ و تعرض علی الانبیاء و علی الالباء و الامہات یوم الجمعة فیفرحون بحسنا تهم و تزاداد و جوہم بیضا و نرہة فاتقوا الله تعالیٰ و لاتؤذوا موتاکم۔

ترجمہ: ہر دو شنبہ و پنبہ کو اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنی بد اعمالیوں سے ایذا نہ دو۔

(نوادیر الاصول الاصل السابع والستون، الامۃ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر اندیر ج ۱ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۳۳۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (نوادیر الاصول فی احادیث الرسول ﷺ ج ۳ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الحیئل بیروت)، (الافرووس بما ثور الخطاب ج ۱ ص ۱۸۳-۱۸۴ رقم الحدیث ۶۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جلال افہام مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ صفحہ ۷۳ انیس انجلیس مصنفہ مولانا الدین سیوطی صفحہ ۲۲۲ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اصحابی اخوانی صلوا علی فی کل يوم الاثنين و الجمعة بعد وفاتی فانی اسمع صلواتکم بلا واسطۃ۔
ترجمہ: یعنی ہر جمعہ و پیر کو مجھ پر درود زیادہ پڑھو میری وفات کے بعد کیونکہ میں تمہارا درود بلا واسطہ سنتا ہوں۔
اعتراض (۷)۔۔۔۔۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر۔

ترجمہ: جو کہے کہ مشائخ کی روحيں حاضر ہیں جانتی ہیں وہ کافر ہیں۔

حاشیہ.....☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

لیس من يوم الا تعرض فيه علی النبی ﷺ اعمال امتہ غدوة وعشية فيعرفهم بسماهم واعمالهم۔

ترجمہ: کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی ﷺ پر ان کی امت کے اعمال صبح و شام دو دفعہ پیش نہ ہوتے ہوں تو حضور ﷺ انہیں ان کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں اور ان کے اعمال سے بھی پہچانتے ہیں۔

(کتاب الزعم باب فی عرض عمل الایماء علی الاموات المجلد الرابع ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیراً لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیراً حمدت اللہ وان رأیت شراً ذلک استغفرت اللہ لکم۔

ترجمہ: میرا جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں۔ اور جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر اند بروج ص ۲۲۹ رقم الحدیث ۳۷۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ تفسیر شرح جامع صغیر امام سیوطی کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وذلك کل يوم کما ذکره المؤلف وعده من خصوصياته ﷺ و تعرض علیه ایضاً مع الانبیاء والاباء يوم الاثنين والخمیس۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا اور اسے حضور ﷺ کے خصائص سے گنا اور ہر دو شنبہ و پندشنبہ کو بھی حضور ﷺ پر اعمال امت انبیاء اور آباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔

(التیسر شرح الجامع صغیر تحت الحدیث حیاتی خیر لکم الخ ج ۱ ص ۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض)

نسیم الریاض میں ہے۔

ذکر العراقی فی شرح المہذب انه ﷺ عرضت علیہ الخلاق من لدن آدم علیہ الصلوۃ والسلام الی قیام الساعة فعرّفهم کلهم کما علم آدم الاسماء۔

ترجمہ: امام عراقی شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقات الہی حضور ﷺ پر

شاہ عبدالعزیز تفسیر فتح العزیز صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین والوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدرات ثابت کنند یعنی نبی اور پیغمبروں کے لئے خدائی صفات جیسے علم غیب اور ہر جگہ سے ہر شخص کی فریاد سننا اور تمام ممکنات پر قدرت ثابت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے۔ کسی اور میں ماننا صریح کفر ہے۔ بزاز یہ فقہ کی معتبر کتاب ہے وہ حکم کفر دے رہی ہے۔

جواب:- فتاویٰ بزاز یہ کی ظاہر عبارت کے زد میں تو مخالفین بھی آتے ہیں۔ اولاً تو اس لئے کہ ہم امداد السلوک مصنفہ مولوی رشید احمد صاحب کی عبارت پیش کر چکے ہیں۔ جس میں انہوں نے نہایت صفائی سے شیخ کی روح کو مریدین کے پاس حاضر جانے کی تعلیم دی ہے۔ دوسرے اس لئے کہ بزاز یہ کی عبارت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کس جگہ روح مشائخ کو حاضر جاتے ہر جگہ یا بعض جگہ اس اطلاق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مشائخ کی روح کو ایک جگہ بھی حاضر جانے یا ایک بات کا بھی علم مانے تو کافر ہے اب مخالفین بھی ارواح مشائخ کو ان کی قبر یا مقام علین برزخ وغیرہ جہاں وہ رہتی ہیں۔ وہاں تو حاضر مانے گئے ہیں۔ بس کہیں بھی مانا کفر ہوا۔ تیسرے اس لئے کہ ہم اس بحث حاضر و ناظر میں شامی کی عبارت پیش کر چکے ہیں کہ یہ حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ ہم اشعۃ اللمعات اور احیاء العلوم بلکہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی کی عبارت بیان کر چکے ہیں۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نمازی اپنے قلب میں حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر السلام علیک لکھا لکھی کہے۔ اب ان اکابر فقہاء پر بزاز یہ کا فتویٰ جاری ہو گا یا نہیں لہذا ماننا ہو گا کہ بزاز یہ میں جس حاضر و ناظر ماننے کو کفر فرمایا جا رہا ہے وہ حاضر و ناظر ہونا ہے جو صفت البیہ ہے یعنی ذاتی قدیم واجب بغیر کسی جگہ میں ہوئے کہ ایسا حاضر ہونا رب کی صفت ہے وہ ہر جگہ ہے مگر کسی جگہ میں نہیں پہلے سوال کے جواب میں ہم فتاویٰ رشید یہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۱ کی عبارت اور براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ کی عبارت نقل کر چکے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ مولوی رشید احمد و خلیل احمد صاحبان بھی اس فتوے میں ہم سے متفق ہیں۔ شاہ عبدالعزیز کی عبارت بالکل واضح ہے کہ مشائخ و انبیاء کی قدرت تمام مقدرات البیہ پر اللہ کی طرف ماننا کفر ہے ورنہ خود شاہ عبدالعزیز صاحب و یكون الرسول علیکم شہیدا (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۳۳) کے ماتحت حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ ان کی بحث علم غیب میں اسی آیت مذکورہ کے ماتحت لکھ چکے ہیں۔

حاشیہ.....☆

عرض کی گئیں تو حضور ﷺ نے ان سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ السلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔ (نیم اربعہ شرح الشفا للفاضل عیاض الباب الثالث فصل فیما ورد من ذکر مکاتیب ج ۲ ص ۲۰۸)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

پہلی روایت ابن مبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے کی ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ نبی ﷺ پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کیے جاتے ہوں۔

(نشر الطیب ص ۱۴۰ مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

نیز لکھتے ہیں۔

مجموعی روایات سے خلاصہ علاوہ فضیلت حیات و اکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا نماز پڑھنا غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا..... یہ تو دائمی ثابت ہیں۔ (نشر الطیب ص ۱۴۰ مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

اعتراض (۸)۔۔۔۔۔ اگر حضور حاضر بھی ہیں اور نور بھی تو چاہیے کہ رات میں کبھی اندھیرا نہ ہو مگر ہر جگہ اندھیرا ہوتا ہے لہذا آیا تو حضور نور نہیں یا نور ہیں مگر ہر جگہ حاضر نہیں۔

جواب:- اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ قرآن مجید نور ہے اور ہر گھر میں بھی نیز فرشتے نور بھی ہیں اور ہر انسان کے ساتھ بھی نیز رب تعالیٰ نور بھی ہے اور ہر ایک کے ساتھ بھی مگر پھر بھی رات کو اندھیرا ہوتا ہے لہذا آیا تو فرشتے۔ قرآن، خدا تعالیٰ نور نہیں یا حاضر نہیں۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ۔ قرآن۔ فرشتوں کی نورانیت ایمانی ہے اور نور کو دیکھنے کے لئے دیکھنے والے میں بصیرت کا نور چاہیے بعض مقبول لوگ وہ نور اب بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔

اعتراض (۹)۔۔۔۔۔ بعض مخالفین جب کوئی راستہ نہیں پاتے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم ابلیس میں ہر جگہ پہنچ جانے کی طاقت مانتے ہیں۔ اسی طرح آصف ابن برخیا اور ملک الموت اور ملائکہ میں یہ طاقت تسلیم کرتے ہیں مگر یہ نہیں مانتے کہ دیگر مخلوق کے کمالات پیغمبروں میں یا حضور علیہ السلام میں جمع ہیں۔ مولوی قاسم صاحب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں کہ ”رباعی اس میں بسا اوقات غیر نبی سے بڑھ جاتے ہیں“ رجوم المذنبین میں مولوی حسین احمد صاحب نے لکھا کہ دیکھو تخت بلقیس لانے کی طاقت حضرت سلیمان میں نہ تھی اور آصف میں تھی ورنہ آپ خود ہی کیوں نہ لے آتے اسی طرح ہد ہد نے کہا کہ احطت بمسلم تحط بہ (پارہ ۱۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۲۲) اے سلیمان میں وہ بات معلوم کر کے آیا ہوں جس کی خبر آپ کو نہیں نیز ہد ہد کی آنکھ زمین کے اندر کا پانی دیکھ لیتی ہے اسی لئے وہ حضرت سلیمان کی خدمت میں رہتا تھا کہ جنگل میں زمین کے اندر کا پانی بتائے اور حضرت سلیمان کو اس کی خبر نہ تھی معلوم ہوا کہ انبیاء کے علم و طاقت سے غیر نبی بلکہ جانوروں کا علم و طاقت زیادہ ہو سکتا ہے۔

جواب:- غیر نبی میں نبی سے زیادہ یا کسی اور نبی میں حضور علیہ السلام سے زیادہ کمال ماننا صریح آیت قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے خلاف ہے خود مخالفین بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں جن کی عبارات ہم پیش کر چکے ہیں۔ یہ آٹھواں اعتراض خود اپنے مذہب کو چھوڑتا ہے۔ شفا شریف میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ فلاں کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ وہ کافر ہے۔ کسی بھی کمال میں کسی کو حضور علیہ السلام سے زیادہ ماننا کفر ہے کوئی غیر نبی نبی سے نہ تو علم میں بڑھ سکتا ہے نہ عمل میں۔ اگر کسی کی عمر ۸ سو سال ہو اور وہ اس تمام مدت میں عبادت ہی کرے اور کہے کہ میری عبادت تو ۸ سال کی ہے اور حضور علیہ السلام کی عبادت کل پچیس بری کی لہذا عبادت میں حضور سے بڑھ گیا وہ بے دین ہے۔ ان کے ایک سجدے کا جو ثواب ہے وہ ہماری لاکھوں برس کی عبادت سے کہیں بڑھ کر ہے صرف یہ ہوا کہ اس کی محنت زیادہ ہوئی مگر قرب الہی درجہ اور ثواب میں نبی سے اس کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ شان نبی تو بہت بلند و بالا ہے۔ مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے کہ میرے صحابہ کا تھوڑے جو خیرات کرنا تمہارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے۔ شمس بن اسرائیل نے ایک ہزار ماہ یعنی ۸۳ سال چار ماہ مسلسل عبادت کی۔ مسلمانوں کو اس پر رشک ہوا کہ ہم اس کا درجہ ثواب کیسے پائیں تو آیت کریمہ اتری لیلۃ القدر خیر من الف شهر (پارہ ۳۰ سورہ ۹۷ آیت نمبر ۳) شب قدر تو ہزار ماہ سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ یعنی اے مسلمانوں تم کو ہم ایک شب قدر دیتے ہیں کہ اس شب میں عبادت بنی اسرائیل کی ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے تو حضور علیہ السلام کی ایک ایک ساعت لاکھوں شب قدر سے افضل ہے۔ جس مسجد پاک کے ایک گوشہ میں سید الانبیاء آرام فرما ہیں یعنی مسجد نبوی وہاں کی ایک رکعت پچاس ہزار کے برابر ثواب رکھتی ہے۔ جن کے قریب میں ہماری عبادت ایسی پھولتی پھلتی ہے تو ان کی عبادت کا کیا پوچھنا ہے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ آصف ابن برخیا میں تخت لانے کی طاقت تھی نہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام میں محض بیہودہ بکواس ہے۔ قرآن

کریم فرماتا ہے۔

وقال الذى عنده علم من الكتاب انا اتيك به قبل ان يرتد اليك طرفك۔

ترجمہ: اس نے کہا جس کو کتاب کا علم تھا کہ میں اس تخت بلیقہ کو آپ کے چھپنے سے پہلے حاضر خدمت کر دوں گا۔

(پارہ ۱۹، ص ۲۷۰ آیت نمبر ۴۰)

معلوم ہوا کہ آصف کی یہ قدرت علم کتاب کی وجہ سے تھی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان کو اسم اعظم یاد تھا جس سے وہ یہ تخت لائے۔ ان کو یہ علم حضرت سلیمان کی برکت سے ملا۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان میں یہ قدرت ہو اور ان کے استاذ سیدنا سلیمان علیہ السلام میں نہ ہو رہا یہ کہ پھر آپ خود نہ لائے وجہ بالکل ظاہر ہے کہ کام کرنا خدام کا کام ہے نہ کہ سلاطین کا دبدبہ سلطنت چاہتا ہے کہ خدام سے کام لیا جاوے۔ بادشاہ اپنے نوکروں سے پانی منگوا کر پیتا ہے تو کیا خود اس میں پانی لینے کی طاقت نہیں۔ رب العلمین دنیا کے سارے کام فرشتوں سے کراتا ہے کہ بارش برسانا جان نکالنا پیٹ میں بچہ بنانا سب ملائکہ کے سپرد ہیں تو کیا خدا میں یہ طاقت نہیں ہے۔ کیا فرشتے خدا سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔

تفسیر روح البیان نے زیر آیت فصیام شہرین متابعین (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۹۲) پارہ پنجم سورہ نساء میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان کا آصف کو بلیقیہ تخت لانے کا حکم دینا اس لئے تھا کہ آپ نے اپنے درجہ سے اترنا نہ چاہا یعنی یہ کام خدام کا ہے۔ اسی طرح ہد کا قول قرآن نے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں۔ قرآن نے کہاں فرمایا کہ واقعی آپ کو خبر نہ تھی۔ ہد سمجھا کہ شاید اس کی خبر حضرت کو نہ ہوگی یہ کہہ یا لہذا اس نے سند نہیں پکڑی جاسکتی۔

حاشیہ..... ☆

علامہ سید محمود آلوی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں۔

فالجمہور ومنہم ابن عباس ویزید بن رومان والحسن علی انہ آصف بن برخیا بن شمعیان منکیل، واسم امہ باطیورا من بنی اسرائیل کان وزیر سلیمان علی المشہور وفي مجمع البیان انہ وزیرہ وابن اختہ وکان صدیقاً یعلم الاسم الاعظم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس، یزید بن رومان، امام حسن بصری اور جمہور حمیم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ شخص آصف بن برخیا بن شمعیان منکیل تھا وہ بنی اسرائیل میں سے تھے مشہور قول کے مطابق وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر تھا۔ مجمع البیان میں ہے کہ وہ ان کا وزیر تھا وہ ان کا بھانجا تھا اور ان کا سچا خیر خواہ تھا اس کو اسم اعظم کا علم تھا۔

(تفسیر روح المعانی تحت آیت سورہ النمل آیت نمبر ۳۰ ج ۱۹ ص ۲۶۵ مطبوعہ المکتبۃ الثقافیۃ بشار)، (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۱۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر طبری ج ۱۹ ص ۱۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

جس طرح ہماری شریعت میں اللہ تعالیٰ اپنے دلی کی آنکھ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اور پیر ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کی صفات کا مظہر ہو کر تصرف کرتا ہے اس طرح آصف بن برخیا نے بھی اس تخت پر تصرف کیا۔

(نظم الدرر ج ۵ ص ۳۲۶-۳۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز ہد نے عرض کیا کہ اعلیٰ بھلائی (پارہ ۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۲۲) میں وہ بات دیکھ کر آیا جو آپ نے نہ دیکھی یعنی اس ملک میں آپ بہ ایں جسم شریف مشاہدہ فرمانے نہ گئے خبر کی نفی نہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو سب کچھ خبر تھی مگر منشاء الہی یہ تھا کہ اتنا بڑا کام ایک ہد بد چڑیا کے ذریعہ ہوتا کہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبر کے پاس بیٹھنے والے جانور وہ کام کر دکھاتے ہیں جو دوسرے انسانوں سے نہیں ہو سکتے اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی تو آصف ابن برخیا بغیر کسی سے پتہ پوچھے یمن کے شہر سبام میں بلقیس کے گھر کیسے پہنچے اور آن کی آن میں تخت کیسے لے آئے؟ معلوم ہوا کہ سارا یمن حضرت آصف کے سامنے تھا تو پھر حضرت سلیمان علیہ السلام سے کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کو باپ کا پتہ معلوم تھا۔ مگر وقت سے پہلے اپنی خبر نہ دی تا کہ قحط سالی پڑے اور آپ کی شان دنیا کو معلوم ہو۔ پھر باپ سے ملاقات ہو۔ نیز زمین کے نیچے کا پانی معلوم ہونا بدیہی یہ خدمت تھی سلاطین ان کاموں کو آپ نہیں کرتے۔ مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام منوفہ مارے تھے موزے اتار کر رکھ دیئے کہ ایک چیل نے جھپٹ کر ایک موزہ اٹھالیا اور اوپر لے جا کر الٹا کر کے پھینک دیا۔ جس میں سے سانپ نکلا۔ حضور علیہ السلام نے چیل سے دریافت فرمایا کہ تو نے میرا موزہ کیوں اٹھایا؟ عرض کیا کہ جب میں اڑتی ہوئی آپ کے سرمبارک کے مقابل آئی تو آپ کے سر سے آسمان تک وہ نور تھا کہ اس میں آکر مجھ پر زمین کے ساتوں طبق روشن ہو گئے۔ اس سے میں نے آپ کے موزے کے اندر کا سانپ دیکھ لیا تو اس خیال سے اٹھالیا کہ شاید آپ بے تو جہی میں اس کو پہن لیں اور آپ کو تکلیف پہنچ جاوے۔

مولینا فرماتے ہیں۔

نیست از من عکس تست اے مصطفیٰ

مادر موزہ بہ بینم از ہوا

پھر حضور نے فرمایا۔

دل دراز لحظہ بخود مشغول بود

گرچہ مرغیب خدا مادر نمود

(مثنوی معنوی ربودن عقاب موزہ رسول خدا ﷺ دفتر سوم ص ۸۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار عرض کیا کہ یا حبیب اللہ آج بہت تیز بارش آئی اور آپ قبرستان میں تھے آپ کے کپڑے کیوں تر نہ ہوئے؟ فرمایا کہ عائشہ تم نے کیا اوڑھا ہوا ہے؟

☆..... حاشیہ

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ قضاء حاجت کے لئے دور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک اسی طرح آپ تشریف لے گئے۔ پھر وضو کیا اور موزے پہنے لگے ابھی ایک موزہ پہنا تھا کہ ایک سبز پرندہ آیا اور دوسرا موزہ لے اڑا۔ اور اوپر لے جا کر اسے پھینک دیا۔ تو اس موزے سے ایک نہایت سیاہ سانپ نکل کر گر پڑا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے میری تکریم و تعظیم ہے۔ پھر آپ نے یہ دعا فرمائی۔

اللهم انی اعوذ بك من شر من یمشی علی بطنه و شر من یمشی علی رجلین و شر من یمشی علی اربع۔

عرض کیا کہ آپ کا تہبند شریف فرمایا۔

گفت بہر آن نمود اے پاک حبیب
چشم پاکت را خدا باران غیب!
نیست ایس باران ازیں ابر شما
ہست باران دیگر و دد دیگر شما!

اے محبوبہ اس تہبند شریف کی برکت سے تمہاری آنکھوں سے غیب کے پردے کھل گئے۔ یہ بارش نور کی تھی نہ کہ پانی کی بارش۔ اس کا بادل اور آسمان ہی دوسرا ہے۔ اے عائشہ یہ کسی کو نظر نہیں آیا کرتی۔ تم نے ہمارے تہبند کی برکت سے اس کو دیکھ لیا۔ ہدہ کی آنکھ کو یہ طاقت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پانی ڈالنے کی برکت سے ملی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی صحبت سے۔

اعتراض (۱۰)۔۔۔۔۔ اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو مدینہ پاک حاضر ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب:- جب خدا ہر جگہ ہے تو کعبہ جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور پھر معراج میں حضور علیہ السلام کے عرش پر جانے کا کیا فائدہ تھا؟ جناب مدینہ منورہ دار السلطنت ہے۔ اور خاص تجلی گاہ جیسے کہ برقی طاقت کے لئے پاور ہاؤس بلکہ اولیاء اللہ کی قبور مختلف پادروں کے قمعے ہیں۔ ان کی بھی زیارت ضروری ہے۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر اس مخلوق کے شر سے جو (سانپ کی طرح) اپنے پیٹ پر چلتی ہے یا (انسانوں کی طرح) دو قدموں پر یا (درندوں کی طرح) چار قدموں پر چلتی ہے۔

(دلائل النبوة لابی نعیم اصفہانی اردو ۱۷۳-۱۷۴ ص مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (ج۱- اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب السادس فی معجزات شریفہ السعادتہ ج۱ حکیم البھائم لدھما دتھا برسالت الخ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

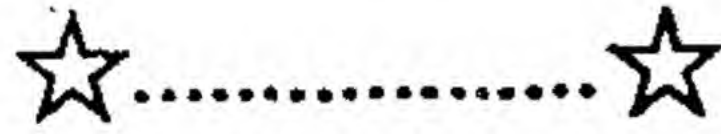
حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۷ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ اذا اراد الحاجة ابعد قال فذهب يوماً فقعد تحت سمرة ونزع خفيه قال ولبس احدهما فجاء طائر فاخذ الخف الآخر فحلّق به فی السماء فانسلت منه اسود سالح فقال رسول اللہ هذه کرامة اکرمنی اللہ بها.....

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رفع حاجت کا ارادہ فرماتے تو وہ دور نکل جاتے ایک دن آپ تشریف لے گئے اور موزے اتار کر ایک درخت کے نیچے بیٹھے پھر جب آپ نے ایک موزہ پہنا تو دوسرا موزہ ایک پرندہ لے اڑا جس نے فضا میں جا کر اس کو اٹا تو اس میں سے کینچلی اتر ا ہوا کا لاسانپ برآمد ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ہے وہ عزت و کرامت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔

(البدلیۃ والنہایۃ حدیث آخری ذلک فی غریبہ ج ۶ ص ۱۹۵ مطبوعہ مکتبۃ العارف بیروت)

اعتراض (۱۱)..... اگر حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں تو تم لوگ نماز کی امامت کیوں کرتے ہو ہر جگہ حضور ہی امام ہونے چاہئیں۔
جواب:- کسی آیت یا حدیث میں یہ نہیں کہ حضور کی موجودگی میں کوئی امامت نہیں کر سکتا۔ حضرت صدیق اکبر نے حضور کی حیات شریف میں ۷ نمازیں پڑھائیں حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضور کی موجودگی میں نماز فجر پڑھائی خود حضور انور نے ان کے پیچھے ایک رکعت پڑھی۔ جناب امامت کے لئے ضروری ہے کہ امام حاضر بھی ہو نظر بھی آئے نماز بھی پڑھائے حضور حاضر ہیں اور تمام جہان کو ملاحظہ فرما رہے ہیں مگر وہ تو نظر نہیں آتے ناظر ہیں مگر منظور نہیں نیز اب آپ یہ نماز کسی کو نہیں پڑھاتے کہ یہ نماز اسی عالم کی چیز ہے حضور دوسرے عالم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور حضور پر اب نماز فرض نہیں ہم پر فرض ہے فرض والا نفل والے کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا۔



حضور علیہ السلام کو بشر یا بھائی کہنے کی بحث

اس میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں

مقدمہ: - نبی کی تعریف اور ان کے درجات کے بیان میں

عقیدہ: - نبی وہ انسان مرد ہیں جن کو اللہ نے احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لئے بھیجا (شرح عقائد) لہذا نبی نہ تو غیر انسان ہو اور نہ

عورت۔ قرآن فرماتا ہے۔

وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیہم۔

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے نہ بھیجا مگر ان مردوں کو جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

(پارہ ۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۷)

معلوم ہوا کہ جن فرشتہ عورت، وغیرہ نبی نہیں ہو سکتے۔ عقیدہ نبی ہمیشہ اعلیٰ خاندان اور عالی نسب میں سے ہوتے ہیں اور نہایت عمدہ اخلاق ان کو عطا ہوتے ہیں۔ ذلیل قوم اور ادنیٰ حرکات سے محفوظ (بہار شریعت)

بخاری جلد اول کے شروع میں ہے کہ جب ہرقل بادشاہ روم کے پاس حضور علیہ السلام کا فرمان عالی پہنچا کہ اسلم تسلم اسلام لے آسلام رہے گا۔ تو ہرقل نے ابوسفیان کو بلا کر حضور علیہ السلام کے متعلق کچھ سوالات کئے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ کیف نسبہ فیکم تم میں ان کا خاندان و نسب کیسا ہے؟ ابوسفیان نے کہا ہو فینا ذو نسب وہ ہم میں نہایت اعلیٰ خاندان والے ہیں یعنی قریشی ہاشمی و مطلبی ہیں علیہ السلام۔ اس کے جواب میں ہرقل نے کہا و کذا لک الوسل تبعت فی قومہا ہمیشہ انبیائے کرام عالی قوم و اعلیٰ خاندان میں بھیجے جاتے ہیں۔

(صحیح مسلم باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ہرقل یدعوہ الی الاسلام ج ۳ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۷۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۳۰۹۔ ۳۱۰ رقم الحدیث ۱۱۰۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی باب ماجاء کیف یکب الی اصل الشکر ج ۵ ص ۶۹ رقم الحدیث ۷۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام عالی خاندان میں تشریف لاتے ہیں۔

تنبیہ: - بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہر قوم میں نبی آئے یعنی معاذ اللہ بھٹکوں، چماروں، ہندوؤں، بدھ اور چینی وغیرہ میں ان ہی کی

قوم سے آئے۔ لہذا لال گرو، کرشن، گوتم بدھ وغیرہ چونکہ نبی تھے اس لئے ان کو برانہ کہو قرآن فرماتا ہے۔ لکل قوم ہاد ہاد ہر قوم میں ہادی ہیں نیز عورتیں بھی نبی ہوئی ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت مریم علیہ السلام کو وحی ہوئی اور جس کو وحی ہو وہ نبی ہے۔

واوحینا الی ام موسیٰ (پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۷) وغیرہ لہذا یہ عورتیں نبی ہیں۔ مگر یہ دونوں قول غلط ہیں اول تو اس لئے کہ وہ آیت پوری نہیں بیان کی اور ترجمہ بھی درست نہ کیا۔ آیت یہ ہے۔ انما انت منذر و لکل قوم ہاد (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۷) تم

ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے ہادی ہو۔ یعنی ہر قوم کا ہادی ہونا حضور علیہ السلام کی صفت ہے۔ دیگر انبیاء خاص خاص قوموں کے نبی ہوتے تھے اور اے محبوب تم ہر قوم کے نبی ہو۔ اگر مان بھی لیا جاوے کہ اس آیت کے یہ ہی معنی ہیں کہ ہر قوم میں ہادی ہوئے تو یہاں کہاں

ہے کہ ہر قوم میں اس ہی قوم سے ہادی ہوئے۔ ہو سکتا ہے کہ اشرف قوم میں نبی آئے۔ دیگر قومیں بھی ان کے ماتحت رہیں۔ حضور علیہ السلام قریشی ہیں۔ مگر پٹھان، شیخ، سید غرضیکہ ساری قوموں بلکہ ساری مخلوق کے نبی ہیں نیز لفظ ہادی عام ہے کہ نبی ہو یا غیر نبی۔ تو یہ معنی

بھی ہو سکتے ہیں کہ ہر قوم میں اس قوم میں سے بعض بعض کے لئے رہبر ہوئے۔ بلکہ مہادیو، کرشن وغیرہ کی ہستی کا بھی شرعی ثبوت نہیں قرآن و حدیث نے ان کی خبر نہ دی۔ صرف بت پرستوں کے ذریعہ ان کا پتہ لگا وہ بھی اس طرح کہ کسی کے چار ہاتھ کسی کے چھ پاؤں۔ گئی

کے منہ پر ہاتھی کی سی سوڈ لسی کے چوڑے لٹور کی سی دم۔ ان کے نام بھی گھڑے ہوئے اور ان کی صورتیں بھی۔ رب نے عرب کے بت پرستوں کو فرمایا۔

ان ہی الا اسماء سمیتموھا انتم و اباؤکم۔

ترجمہ: یہ تمہارے اور تمہارے باپ دادوں کے گھڑے ہوئے نام ہیں۔

(پارہ ۲ سورہ ۵۳ آیت نمبر ۲۳)

جب ان کے ہونے کا ہی یقین نہیں تو انہیں نبی مان لینا کون سی عقلمندی ہے۔

دوسرا قول اس لئے غلط ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے دل میں القاء یا الہام کیا گیا تھا جسے قرآن نے اوحینا سے تعبیر کیا وحی بمعنی الہام بھی آتی ہے۔ جیسے قرآن میں ہے و اوحی ربک الی النخل (پارہ ۱۳ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۶۸) آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی۔ یہاں وحی بمعنی دل میں ڈالنا ہے حضرت مریم علیہ السلام کو بھی وحی تبلیغی نہ تھی اور نہ وہ تبلیغ احکام کے لئے بھیجی گئی نیز فرشتے کا ہر کلام وحی نہیں اور ہر وحی تبلیغی نہیں بعض صحابہ نے ملائکہ کے کلام سنے ہیں اور بوقت موت اور قبر و حشر میں سب ہی ملائکہ سے کلام کریں گے حالانکہ سب نبی نہیں۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو۔

عقیدہ: کوئی شخص اپنی عبادات و اعمال سے نبوت نہیں پاسکتا۔ نبوت محض عطا الہی ہے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۲۳) اللہ خوب جانتا ہے کہ جہاں اپنی رسالت رکھے اور غیر نبی خواہ غوث ہو یا قطب ابدال یا کچھ اور نہ تو نبی کے برابر ہو سکتا ہے نہ اس سے بڑھ سکے یہ چند امور خیال میں رہیں۔

پہلا باب

اس بیان میں کہ نبی علیہ السلام کو بشر یا بھائی وغیرہ کہنا حرام ہے

نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں۔ جن یا بشر یا فرشتہ نہیں ہوتے یہ دنیاوی احکام ہیں۔ ورنہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ کیونکہ وہ ہی ابوالبشر ہیں اور حضور علیہ السلام اس وقت نبی ہیں جبکہ آدم علیہ السلام آب وکل میں ہیں خود فرماتے ہیں کنت نبیا و ادم بین الماء والطين اس وقت حضور نبی ہیں بشر نہیں سب کچھ صحیح لیکن ان کو بشر یا انسان کہہ کر پکارنا یا حضور علیہ السلام کو یا محمد یا کہ اے ایراجیم کے باپ یا اے بھائی باوا وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے۔ اور اگر اہانت کی نیت سے پکارا تو کافر ہے۔ عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں ہے کہ جو شخص حضور علیہ السلام کو هذا الرجل یہ مرد کی اہانت سے کہے تو کافر ہے بلکہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا شفیع المذنبین وغیرہ عظمت کے کلمات سے یاد کرنا لازم ہے۔ شعراء جو اشعار میں یا محمد لکھ دیتے ہیں وہ تنگی موقع کی وجہ سے پڑھنے والے کو لازم ہے کہ ﷺ کہہ لے۔ اسی طرح جو کہتے دیتے ہیں کہ

واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطحی تیرا

یہ تیرا انتہائی ناز کا کلمہ ہے جیسے آقا میں تیرے قربان! اے ماں تو کہاں ہے؟ اے اللہ تو ہم پر رحم فرما! اس تو اور تیرے کی حیثیت اور ہے۔

(۱) قرآن کریم فرماتا ہے۔

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو ایسا نہ ٹھہرا جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جاویں اور تم کو خبر نہ ہو۔

(پارہ ۱۸ سورہ النور آیت نمبر ۶۳)

ولا تجھروا له بالقول كجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔

ترجمہ: اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کیسا منے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جاویں اور تم کو خبر نہ ہو۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۲۹ آیت نمبر ۲)

ضبطی اعمال کفر کی وجہ سے ہوتی ہے مدارج جلد اول وصل از جملہ رعایت حقوق اولیت میں ہے۔ مخوانید اور ابنا مہارک اوچتا نمک می خوانید بعضے از شما بعض را بلکہ گوئید یا رسول اللہ یا نبی اللہ باتو قیر تو توضیح۔ نبی علیہ السلام کو ان کا نام پاک لے کر نہ بلاؤ جیسے بعض بعض کو بلاتے ہیں۔ بلکہ یوں کہہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ تو قیر عزت کے ساتھ۔ تفسیر روح البیان زیر آیت لا تجعلوا ہے۔

والمعنی لا تجعلوا نداء کم اباہ وتسمیتکم له کنداء بعضکم بعضاً لاسمہ مثل یا محمد ویا ابن عبد اللہ ولكن بلقبہ المعظم مثل یا نبی اللہ ویا رسول اللہ کما قال اللہ تعالیٰ یا ایہا النبی ویا ایہا الرسول۔

ترجمہ: معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام کو پکارنا یا نام لینا ایسا نہ بناؤ جیسا کہ بعض لوگ بعض کو نام سے پکارتے ہیں جیسے یا محمد اور یا ابن عبد اللہ وغیرہ لیکن ان کے عظمت والے القاب سے پکارو جیسے یا نبی اللہ یا رسول اللہ جیسا کہ خود رب تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا النبی ویا ایہا الرسول۔

(تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۲۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ان آیات قرآنیہ اور اقوال مفسرین و محدثین سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا ادب ہر حال میں ملحوظ رکھا جاوے نداء میں کلام میں ہر ادا میں۔ (۲) دنیاوی عظمت والوں کو بھی ان کا نام لے کر نہیں پکارا جاتا۔ ماں کو والدہ صاحبہ، باپ کو والد ماجد، بھائی کو بھائی صاحب جیسے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اگر کوئی اپنی ماں کو باپ کی بیوی یا باپ کو ماں کا شوہر کہے یا اس کا نام لے کر پکارے یا اس کو بھیا وغیرہ کہے۔ تو اگرچہ بات تو سچی ہے مگر بے ادب گستاخ کہا جائے گا کہ برابری کے کلمات سے کیوں یاد کیا۔ حضور علیہ السلام تو خلیفۃ اللہ الاعظم ہیں ان کو نام سے پکارنا یا بھائی وغیرہ کہنا یقیناً حرام ہے۔ گھر میں بہن ماں بیوی بیٹی سب ہی عورتیں ہیں مگر ان کے نام و کام و احکام جدا گانہ جواماں کو بیوی یا بیوی کو ماں کہہ کر پکارے وہ بے ایمان ہی ہے اور جوان سب کو ایک نگاہ سے دیکھے وہ مردود ہے ایسے ہی جو نبی کو امتی یا امتی کو نبی کی طرح سمجھے وہ ملعون ہے دیوبندیوں نے نبی کو امتی کا درجہ دیا یا ان کے پیشوا مولوی اسماعیل نے سید احمد بریلوی کو نبی کے برابر کرسی دی دیکھو صراط المستقیم کا خاتمہ معاذ اللہ۔

(۳) رب تعالیٰ جس کو کوئی خاص درجہ عطا فرمائے۔ اس کو عام القاب سے پکارنا اس کے ان مراتب عالیہ کا انکار کرنا ہے اگر دنیاوی سلطنت کی طرف سے کسی کو نواب یا خان بہادر کا خطاب ملے تو اس کو آدمی یا آدمی کا بچہ یا بھائی وغیرہ کہنا اور ان القاب کو یاد نہ کرنا جرم ہے کہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم حکومت کے عطا کئے ہوئے ان خطابات سے ناراض ہو تو جس ذات عالی کو رب کی طرف سے نبی رسول کا خطاب ملے اس کو ان القاب کے علاوہ بھائی وغیرہ کہنا جرم ہے۔

(۴) خود پروردگار عالم نے قرآن کریم میں حضور علیہ السلام کو یا محمد یا خاتم النبیین کہہ کر نہ پکارا بلکہ یا ایہا النبی یا ایہا الرسول یا ایہا المزمحل یا ایہا المدثر وغیرہ وغیرہ پیارے القاب سے پکارا حالانکہ وہ رب ہے تو ہم غلاموں کو کیا حق ہے کہ ان کو بشر یا بھائی کہہ کر پکاریں۔

(۵) قرآن کریم نے کفار مکہ کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ وہ انبیاء کو بشر کہتے تھے۔

قالوا ما انتم الا بشر مثلنا۔

ترجمہ: کافر بولے نہیں ہو تم مگر ہم جیسے بشر۔

(پارہ ۲۲ سورہ ۳۲ آیت نمبر ۱۵)

ولئن اطعتم بشرا مثلكم انکم اذا لخسرون۔

ترجمہ: اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی پیروی کی تو تم نقصان والے ہو وغیرہ وغیرہ۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۳۶ آیت نمبر ۱۵)

اس قسم کی بہت سی آیات ہیں اسی طرح مساوات بتانا یا انبیاء کرام کی شان گھٹانا طریقہ ابلیس ہے کہ اس نے کہا۔

خلقتنی من نار و خلقته من طین۔

ترجمہ: خدایا تو نے مجھے آگ سے اور ان کو مٹی سے پیدا فرمایا۔

مطلب یہ کہ میں ان سے افضل ہوں اسی طرح اب یہ کہتا کہ ہم میں اور پیغمبروں میں کیا فرق ہے۔ ہم بھی بشر وہ بھی بشر بلکہ ہم زندہ

وہ مردے یہ سب ابلیسی کلام ہے۔

دوسرا باب

مسئلہ بشریت پر اعتراضات کے بیان میں

اعتراض (۱)۔۔۔۔۔ قرآن فرماتا ہے۔

قل انما انا بشر مثلكم۔

ترجمہ: اے محبوب فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

(پارہ ۲۳ سورہ ۴۱ آیت نمبر ۶)

اس آیت قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ حضور بھی ہماری طرح بشر ہیں اگر نہیں تو آیت معاذ اللہ جھوٹی ہو جاوے گی۔

جواب: اس آیت میں چند طرح غور کرنا لازم ہے ایک یہ کہ فرمایا گیا ہے قل اے محبوب آپ فرمادو۔ تو یہ کلمہ فرمانے کی صرف حضور

علیہ السلام کو اجازت ہے کہ آپ بطور انکسار و تواضع فرمادیں یہ نہیں کہ قولوا انما هو بشر مثلنا اے لوگو تم کہا کرو کہ حضور علیہ السلام ہم

جیسے بشر ہیں۔ بلکہ قل میں اس جانب اشارہ ہے کہ بشر وغیرہ کلمات تم کہہ دو ہم تو نہ کہیں گے ہم تو فرمائیں گے شہدا و مبشرا و نذیرا

و داعیا الی اللہ باذنه و سراجا منیرا (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۴۵، ۴۶) ہم تو فرمائیں گے یا ایہا المزمحل یا ایہا المدثر وغیرہ

ہم تو آپ کی شان بڑھائیں گے آپ انکسار نہ فرما سکتے ہیں۔ نیز اس آیت میں کفار سے خطاب ہے چونکہ ہر چیز اپنی غیر جنس سے نفرت

کرتی ہے لہذا فرمایا گیا کہ اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس میں سے ہوں یعنی بشر ہوں۔ شکاری جانوروں کی سی آوازیں

نکال کر شکار کرتا ہے۔ اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے اگر دیوبندی بھی کفار میں سے ہی ہیں تو ان سے بھی یہ خطاب ہو سکتا

ہے ہم مسلمانوں سے فرمایا گیا اکلم مثلی طوطے کے سامنے آئینہ رکھ کر پیچھے کھڑے ہو کر بولتے ہیں تاکہ طوطا اپنا عکس آئینہ میں دیکھ کر سمجھے کہ

یہ میرے جنس کی آواز ہے انبیائے کرام رب کا آئینہ ہیں آواز و زبان ان کی ہوتی ہے اور کلام رب کا۔ گفت من آئینہ مشقول دوست۔ یہ

عکس کا لحاظ ہے دوسرے اس طرح کہ مسلک پر آیت ختم نہ ہوئی بلکہ آگے آ رہا ہے۔ یوحی الی یوحی الی کی قید ایسی ہے جیسے ہم کہیں کہ زید دیگر

حیوانات کی طرح حیوان ہے مگر مطلق ہے تو مطلق کی قید نے زید اور دیگر حیوانات میں ذاتی فرق پیدا کر دیا کہ اس قید سے زید تو اشرف

المخلوقات انسان ہوا۔ اور دوسرے حیوانات اور شے اسی طرح وحی کی صفت نے نبی اور امتی میں بہت بڑا فرق بتا دیا۔ حیوان اور انسان میں صرف ایک درجہ کا فرق ہے مگر بشریت اور شان مصطفویٰ میں ۲۷ درجہ کا فرق ہے اولاً بشر پھر شہید پھر متقی پھر ولی پھر ابدال پھر اوتار پھر قطب پھر غوث الاعظم پھر تابعی پھر صحابی پھر مہاجر پھر صدیق پھر نبی پھر رحمۃ للعالمین وغیرہ یہ ۲۷ مراتب کا اجمالی ذکر ہے۔ تفصیل دیکھنا ہو تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں ملاحظہ کرو۔ تو عام بشر اور مصطفیٰ علیہ السلام میں شرکت کیسی؟ یہ شرکت تو ایسی بھی نہیں جیسی کہ جنس عالی یا کسی عرض عام کے افراد کو انسان سے ہے یہ تو ایسا ہوا کہ کوئی کہے اللہ ہماری موجودیت اور رب کی موجودیت میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ ایسے ہی ہماری بشریت اور محبوب علیہ السلام کی بشریت میں کوئی نسبت نہیں مولانا مثنوی میں فرماتے ہیں۔ ☆

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر
بہر حق سونے غریباں ہک نظر
حضور علیہ السلام کی بشریت ہزار ہا جبریلی حیثیت سے اعلیٰ ہے۔

حاشیہ..... ☆

امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثني زهير بن حرب قال انا جزيرو عن منصور عن هلال بن يساف عن ابي يحيى عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه قال حدثت ان رسول الله ﷺ قال صلوة الرجل قاعدا نصف الصلوة قال فالتيت فوجدته يصلي جالسا فوضعت يدي على راسه فقال مالك يا عبد الله بن عمر وقلت حدثت يا رسول الله ﷺ انك قلت صلوة الرجل قاعدا على نصف الصلوة وانت تصلي قاعدا قال اجل ولكني لست كاحد منكم۔
ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سنی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ہوتا ہے ایک دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر اقدس پر رکھا آپ ﷺ نے فرمایا اے عبد اللہ بن عمر کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ہوتا ہے حالانکہ آپ خود بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے فرمایا ہاں لیکن میں تم سے کسی ایک کی مثل بھی نہیں ہوں۔

(صحیح مسلم باب جواز النافلة قائما وقاعدا وفعل بعد قاعدا وبعضها قاعدا ج ۱ ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۷۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی باب ملاوة الطلوع قاعدا کصلاة قائما وان لم تکن بہ علة ج ۷ ص ۶۲ رقم الحدیث ۱۳۶۶ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکرمۃ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ امرهم من الاعمال بما يطيقون قالوا انا لسنا كهشاك يا رسول الله ﷺ.....

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان اعمال کا ارشاد فرماتے ہیں جو لوگ طاقت رکھتے ہیں صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کی طرح نہیں ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب بدء الوحي باب قول النبی ﷺ انا اعلمکم باللہ وان المعرفۃ الخ ج ۱ ص ۱۶ رقم الحدیث ۲۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس عن النبی ﷺ قال لا تواصلوا انک تواصل قال لست کا حد منکم قال انی اطعم واسقی او انی ابیت اطعم واسقی۔

تیسرے اس طرح کہ قرآن کریم میں ہے۔ مثل نوره کمشکوة فیہا مصباح (پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵) رب کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے۔ اس آیت میں بھی کلمہ مثل ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نور خدا چراغ کی طرح روشنی ہے اسی طرح قرآن میں ہے۔

وما من دابة فی الارض ولا طائر بطیر بجناحہ الا امم امثالکم۔

ترجمہ: نہیں ہے کوئی جانور زمین میں نہ کوئی پرندہ جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہو مگر وہ تمہاری طرح امتیں ہیں۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۳۸)

یہاں بھی کلمہ امثال موجود ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ ہر انسان گدھے الوجدیسا ہے ہرگز نہیں نیز انما کا حضرت اضافی ہے نہ کہ حقیقی یعنی میں نہ خدا ہوں نہ خدا کا بیٹا بلکہ تمہاری طرح خالص بندہ ہوں جیسے ہاروت ماروت کا کہنا انما نحن فتنۃ۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۳۸)

چوتھے اس طرح کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام ایمان عبادات معاملات غرضیکہ کسی شے میں ہم جیسے نہیں ہر بات میں فرق عظیم ہے۔ (۱) حضور علیہ السلام کا کلمہ ہے انا رسول اللہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر ہم یہ کہیں تو کافر ہو جاویں۔

(۲) حضور علیہ السلام کا ایمان دیکھی ہوئی چیزوں پر کہ رب کو جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرمایا۔ ہمارا ایمان سنا ہوا ہے (۳) ہمارے لئے

رحمۃ ربک.....☆

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا و صلی روزے نہ رکھو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا

حضور آپ و صلی روزہ رکھتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سے کسی ایک کی مثل بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا میں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں یا فرمایا بے شک میں رات گزارتا ہوں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ الوصال للصائم قال ابو یوسفی حدیث انس حدیث حسن صحیح ج ۳ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۷۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی روایت کی مثل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

قال انی لست مثلكم۔

ترجمہ: فرمایا بے شک میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۱ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۲۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

انی لست کھنیتکم۔

ترجمہ: فرمایا بے شک میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۷ رقم الحدیث ۲۳۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح یہ الفاظ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

ارکان اسلام پانچ حضور علیہ السلام کے لئے چار یعنی آپ پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ دیکھو شامی شروع کتاب الزکوٰۃ۔ (۵) ہم پر پانچ نمازیں فرض حضور علیہ السلام پر چھ یعنی تہجد بھی فرض ومن اللیل فتہجد بہ نافلہ لك (۵) ہم کو چار بیویوں کی اجازت حضور علیہ السلام کے لئے کوئی پابندی نہیں جس قدر چاہیں۔ (۶) ہماری بیویاں ہمارے مرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں۔ مگر حضور علیہ السلام کی ازواج پاک سب مسلمانوں کی مائیں وازواجہ امہاتہم (پارہ ۲۱ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶) کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدًا (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۵۳) ہمارے بعد ہماری میراث تقسیم ہو حضور کی میراث نہ بنے (۸) ہمارا پیشاب پانچنا نہ پاک۔ حضور علیہ السلام کے فضلات شریفہ امت کے لئے پاک (دیکھو شامی باب الانجاس) مرقات باب احکام الیاء فصل اول میں ہے ومن ثم اختار کثیر من اصحابنا طہارۃ فضلاتہ اسی مرقاۃ باب الستر کے شروع میں ہے۔ ولذا حجه ابو طیبۃ فشرب دمہ اسی طرح مدارج النبوة میں جلد اول وصل عرق شریف صفحہ ۲۵ میں بھی ہے۔ ☆

حاشیہ..... ☆

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

قال وایکم مثلی۔

ترجمہ: سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہے؟

(صحیح البخاری کتاب فصایم باب التکلیل لمن اکثر الوصال الخ ج ۲ ص ۶۹۴ رقم الحدیث ۱۸۶۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

☆ امام محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنی مخلص بن جعفر ثنا محمد بن جریر ثنا موسی بن عبد الرحمن المسروقی ثنا ابراہیم بن سعد ثنا المنہال بن عابد اللہ عن ذکرہ عن لیلی مولاة عائشہ رضی اللہ عنہا قالت دخل رسول اللہ ﷺ لقضاء حاجتہ فدخلت فلم ار شیئا ووجدت ریح المسک فقلت یا رسول اللہ ﷺ انی لم ار شیئا قال ان الارض امرت ان تکیفہ منا معاشر الانبیاء۔

ترجمہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لیے (بیت الخلاء میں) گئے پھر میں گئی تو میں نے وہاں جا کر کوئی چیز نہیں دیکھی اور مجھے وہاں مشک کی خوشبو آ رہی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے وہاں کوئی چیز نہیں دیکھی آپ ﷺ نے فرمایا بے شک زمین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت سے جو کچھ نکلے اس کو ڈھانپ لے۔

(متدرک للحاکم ج ۲ ص ۸۱ رقم الحدیث ۶۹۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (دلائل النبوة لابن تیم ج ۲ ص ۴۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا احمد بن کامل القاضي ثنا عبد اللہ بن روح المدائنی ثنا شبابة ثنا ابو مالک النخعی عن الاسود بن قیس عن نبیح العنزى عن ام ایمن رضی اللہ عنہا قالت قام النبی ﷺ من اللیل الى فخارة من جانب البيت فبال فیها فقممت من اللیل وانا عطشی فشربت من فی الفخارة وانا لا اشعر فلما اصبح النبی ﷺ قال یا ام ایمن قومی الی تلك الفخارة فاهریقی ما فیها قلت قد والله شربت ما فیها قال فضحك رسول الله ﷺ حتی بدت نواجذه ثم قال اما انک لا یفجع بطنک بعدہ ابدًا۔

ترجمہ: حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھر کی ایک جانب میں مٹی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا

آپ ﷺ رات کو اٹھ کر اس میں پیشاب کرتے تھے ایک رات میں انھی مجھے پیاس لگ رہی تھی میں نے اس برتن سے پی لیا اور مجھے پتا

حاشیہ.....☆

نہیں چلا (کہ یہ پیشاب ہے) جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ام ایمن! اس مٹی کے برتن کو اٹھاؤ اور اس میں جو کچھ ہے اس کو پھینک دو میں نے کہا اللہ کی قسم! اس میں جو کچھ ہے اس کو میں نے پی لیا رسول اللہ ﷺ نے اسے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں پھر آپ نے فرمایا سنو! اس کے بعد کبھی تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہوگا۔

(مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۷۰ رقم الحدیث ۶۹۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۲۰۷ رقم الحدیث ۱۰۸۹ مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۸ ص ۲۷۱ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۵ ص ۸۹ رقم الحدیث ۲۳۰ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الجوامع رقم الحدیث ۲۷۵۳۹)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۷۸ رقم الحدیث ۳۲۳۵۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (دلائل النبوة لابن تیمیہ ج ۲ ص ۳۳۳ مطبوعہ دارالافتاء بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

دو عورتوں نے لکڑی کے پیالہ سے آپ کا پیشاب پیا ایک کی کنیت ام ایمن تھی اور دوسری کی کنیت ام یوسف تھی جب ام یوسف نے آپ کا پیشاب پی لیا تو آپ نے فرمایا تم صحت مند رہو گی سو وہ تاحیات بیمار نہیں ہوئیں۔

قال صحة یا ام یوسف و كانت تکنی ام یوسف فما مرضت قط حتی کان مرضها الذی ماتت فیہ۔
(تخفیف الحیر ج ۱ ص ۲۲ رقم الحدیث ۱۹ مطبوعہ المدینۃ المنورة)

حافظ سلیمان بن احمد ابوالقاسم طبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله بن احمد بن حنبل ثنا يحيى بن معين ثنا حجاج بن محمد عن جريج عن حكيمة بنت اميمة عن امها اميمة قالت كان النبي ﷺ قدح من عيدان يبول فيه ويضعه تحت سريره فقام فطلب فلم يجده فسال فقال ابن القدح قالوا شربته برة خادم ام سلمة التي قدمت معها من ارض الحبشة فقال النبي ﷺ لقد احتظرت من النار بحظار بهيسة۔

ترجمہ: حکیمہ بنت امیمہ بنت رفیقہ اپنی ماں رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں آپ پیشاب کرتے تھے اور اس کو اپنے تحت کے نیچے رکھتے تھے آپ نے اس میں پیشاب کیا پھر آپ آئے تو دیکھا کہ اس پیالہ میں کوئی چیز نہیں تھی ایک خاتون جن کا نام برکہ تھا جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھی اور ان کے ساتھ سرزمین حبشہ سے آئی تھی آپ نے ان سے پوچھا وہ پیشاب کہاں ہے جو اس پیالہ میں تھا؟ انہوں نے کہا میں نے اس کو پی لیا آپ نے فرمایا تم پر دوزخ کی آگ منع کر دی گئی ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۲۳ ص ۲۰۵-۲۰۶ رقم الحدیث ۵۲۷ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم الموصل)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۳۸ رقم الحدیث ۵۲۰۰ مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی باب ترکہ الاثکار علی من شرب بوله و درج ص ۶۷ رقم الحدیث ۱۳۱۸۴ مطبوعہ مکتبہ دارالایاز مکتبہ المکرمۃ)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۸ ص ۲۷۱ قال الہیثمی رواہ الطبرانی و رجالہ رجال عبد اللہ بن احمد بن حنبل و حکیمہ و کلاهما ثقة مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (الاستیعاب لابن عبد البر ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ نور الدین البیہقی متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں۔

عن عبد الله بن الزبير انه اتى النبي ﷺ وهو يحتجم فلما فرغ قال يا عبد الله اذهب بهذا الدم فاهرقه حيث لا يراه احد فلما برزت عن رسول الله ﷺ عمدت الى الدم فحسوته فلما رجعت الى النبي ﷺ قال ما صنعت يا عبد الله قال جعلته في مكان ظننت انه خاف عن الناس قال لعلك شربته قال نعم قال ومن امرك ان تشرب الدم وبل لك من الناس وويل للناس معك۔ رواه الطبرانی و البزار باختصار و رجال البزار رجال الصحيح غير هند بن القاسم وهو ثقة۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے درآں حالی کہ آپ قصد گوارہ تھے

حاشیہ.....☆

جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ خون لے جاؤ اور اس کو ایسی جگہ ڈال دو جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے جب میں رسول اللہ ﷺ سے اوٹھتا ہوں تو میں نے اس خون کو چاٹ لیا جب میں واپس آیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عبد اللہ تم نے کیا کیا انہوں نے کہا میں نے اس کو ایسی جگہ رکھ دیا کہ میرا گمان ہے اس کو کوئی نہیں دیکھے گا آپ نے فرمایا شاید تم نے اس کو پی لیا ہے انہوں نے کہا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا تم سے خون پینے کے لیے کس نے کہا تھا تم پر افسوس لوگوں کی طرف سے اور لوگوں کو افسوس ہو تمہاری طرف سے اس حدیث کو طبرانی نے اور امام بزار نے اختصار سے روایت کیا ہے ہند بن قاسم کے سوا بزار کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں اور وہ بھی ثقہ ہے۔

(مجمع الزوائد منبع النوائد ج ۸ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی باب ترک الاکار علی من شرب بولہ ودمہ ج ۷ ص ۶۷ رقم الحدیث ۱۳۱۸۵ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکتبہ المکتبہ)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۶۲۲۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)

حافظ سلیمان بن احمد ابوالقاسم طبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا علي بن عبد العزيز ثنا ابراهيم بن حمزة الزبيري حدثنا اسماعيل بن الحسن الخفاف المصري ثنا احمد بن صالح انا محمد بن اسماعيل بن ابي فديك عن برة عن عمر بن سفينة مولى رسول الله ﷺ عن ابيه عن جده قال احتجم فقال خذ هذا الدم فادفنه من الدواب والطيور والناس فتغيب فشربه ثم ذكرت ذلك له فحضك۔

ترجمہ: برید بن عمر بن سفینہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قصد لگائی آپ ﷺ نے فرمایا یہ خون لے جاؤ اور اس کو چوپایوں پر ندوں اور لوگوں سے چھپا کر دفن کرو میں نے اس کو چھپ کر پی لیا پھر میں نے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے ہنسے۔

(طبرانی کبیر ج ۷ ص ۸۱ رقم الحدیث ۶۲۲۲ مطبوعہ مکتبہ العلوم والاسلام الموصل)، (سنن الکبریٰ للبیہقی باب ترک الاکار علی من شرب بولہ ودمہ ج ۷ ص ۶۷ رقم الحدیث ۱۳۱۸۶ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکتبہ المکتبہ)، (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

حافظ نور الدین ایبکی متوفی ۸۵۰ھ لکھتے ہیں۔

عن ابي سعيد الخدري ان اباہ مالك بن سنان لما اصيب رسول الله ﷺ في وجهه يوم احد مص دم رسول الله ﷺ وازد رده فقبل له اتشرب الدم فقال نعم اشرب دم رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ خالط دمي دمه لا تمسه النار رواه الطبراني في الاوسط ولم ارفى اسناده من اجمع على ضعفه۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کا چہرہ نور زخمی ہو گیا تو ان کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا خون مبارک چوس کر نگل لیا ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں میں حضور ﷺ کے زخم کا خون مبارک پی رہا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا اس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے اب اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہو۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

محدث کبیر امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نبی کریم ﷺ کا پیشاب اور آپ کے تمام فضلات طاہر ہیں۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۱۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

كانت تفرکہ من ثوبه ﷺ لا مكان ان يقال له منيه طاهر فلا يقاس على خيره والحق ان حكمة حكم جميع المكلفين في الاحكام التكليفه الا فيما خص بدليل قد تكاثرت الادله على طهارة فضلاته وعد الأئمة ذلك في خصائصه فلا يلتفت الى ما وقع في كتب كثير من الشافعية مما يخالف ذلك فقد

یہ شرعی احکام میں فرق بتائے گئے ورنہ لاکھوں امور میں فرق عظیم ہے۔ ہم کو اس ذات کریم سے کوئی نسبت ہی نہیں یوں سمجھو کہ بے مثل خالق کے بے مثل بندے ہیں۔

بے مثل حق کے مظہر ہو پھر مثل تمہارا کیونکر ہو

نہیں کوئی تمہارا ہم رتبہ نہ کوئی تمہارا ہم پایا

اس قدر فرق عظیم کے ہوتے ہوئے مثلیت کے کیا معنی۔

پانچویں اس طرح کہ اس آیت میں ہے بشر مثلکم یہ نہیں ہے کہ انسان مثلکم بشر کے معنی ہیں ذو بشرہ۔ یعنی ظاہری چہرے مہرہ والا۔ بشرہ کہتے ہیں ظاہر کھال کو۔ تو معنی یہ ہوئے کہ میں ظاہر رنگ و روپ میں تم جیسا معلوم ہوتا ہوں کہ اعضائے بدن دیکھنے میں یکساں معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے یوحی الی (پارہ ۲۴ سورہ ۴۱ آیت نمبر ۶) ہم صاحب روحی ہیں یہ گفتگو بھی فقط ظاہری طور پر ہے۔ ورنہ ہمارے ظاہری اعضاء کو حضور علیہ السلام کے اعضاء مبارکہ سے کوئی نسبت نہیں۔ قدرت الہی تو دیکھو کہ منہ کا لعاب شریف کھاری کنوئیں میں پڑے پانی کو بیٹھا کر دے۔ حدیبیہ کے خشک کوئیں میں پڑ جاوے تو پانی پیدا کر دے حضرت جابر کی ہانڈی میں پڑ کر شور ہا اور بوٹیاں بڑھا دے۔ آٹے میں پڑے تو آٹے میں برکت دے صدیق کے پاؤں میں پہنچ کر سانپ کے زہر کو دفع کرے۔ عبداللہ ابن عتیک کے ٹوٹے ہوئے پاؤں میں پہنچ کر ہڈی جوڑ دے۔ حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھ سے لگے تو کھل الجواہر کا کام دے۔ آج ہزار روپیہ کی دوا بھی اس قدر اثر نہیں رکھتی۔ اگر سر پاک سے قدم پاک تک ہر عضو شریف کی برکات دیکھنا ہیں تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمان کا مطالعہ کرو۔ ہمارے ہر عضو کا سایہ حضور کے کسی عضو کا سایہ نہیں پسینہ پاک میں مشک و عنبر سے بہتر خوشبو طیبات ہے۔

چھٹے اس طرح کہ شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ جلد اول باب سوم وصل ازالہ شبہات میں فرماتے ہیں ودر حقیقت تشابہات اند علماء آل رامعانی لائقہ تاویلات رائقہ کردہ راجع بحق ساخته اند۔ یہ آیات حقیقت میں تشابہات ہیں کہ علماء نے ان کے مناسب معانی اور بہتر تاویلیں کر کے حق کی طرف پھیرا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح ید اللہ فوق یدہم (پارہ ۲۶ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۱۰) یا مثل نودہ کمشکوۃ (پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵) وغیرہ آیات جو بظاہر شان خداوندی کے خلاف معلوم ہوتی ہے وہ تشابہات ہیں۔ اسی طرح انما بشر وغیرہ آیات جو بظاہر شان مصطفیٰ کے خلاف ہیں تشابہات ہیں لہذا ان کے ظاہر سے دلیل پکڑنا غلط ہے۔

حاشیہ.....☆

استقر الامر بین ائمتہم علی القول بالطہارۃ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کھرچ دیتی تھیں اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی منی ظاہر تھی اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ کا حکم باقی مکلفین کی طرح ہے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت کسی دلیل سے ثابت ہے اور آپ کے فضلات کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں شمار کیا ہے اور بہت سی کتب میں اس کے خلاف جو دیکھا ہے اس کی طرف بالکل التفات نہ کیا جائے کیونکہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے فضلات ظاہر ہیں۔

(فتح الباری قولہ باب الماء ای تعم الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان الخ ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

ساتویں اس طرح کے روزہ وصال کے بارے میں حضور نے فرمایا ایکم مثلہ تم میں ہم جیسا کون ہے؟ بیٹھ کر نقل پڑھنے کے بارے میں فرمایا لکنی لست کما حد منکم لیکن ہم تمہاری طرح نہیں۔ صحابہ کرام نے بہت موقعوں پر فرمایا اینا مثله ہم میں حضور علیہ السلام کی طرح کون ہے؟ احادیث تو فرما رہی ہیں کہ حضور علیہ السلام ہم جیسے نہیں اور اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم جیسے ہی ہیں ان میں مطابقت کرنا ضروری ہے وہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ آیت میں تاویل کی جاوے۔

آٹھویں اس طرح کے تفسیر روح البیان سورہ مریم میں کھب بعض کے ماتحت ہے کہ حضور علیہ السلام کی تین صورتیں ہیں۔ صورت بشری، صورت حقی، صورت ملکی بشریت کا ذکر انما انا بشر (پارہ ۲۴ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۸) حقی کا ذکر ہوا۔ من رانی فقد رانی الحق جس نے ہم کو دیکھا حق کو دیکھا صورت ملکی کا ذکر فرمایا لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل بعض وقت ہم کو اللہ سے وہ قرب ہوتا ہے کہ نہ اس میں مقرب فرشتہ کی گنجائش ہے نہ مرسل نبی کی۔ معراج میں سدرہ پہنچ کر طاقت جبریلی ختم ہو گئی۔ مگر حضور علیہ السلام کی بشری طاقت کی ابھی ابتداء نہ تھی اس آیت میں محض ایک صورت کا ذکر ہے۔

نویں اس طرح کہ بشر مثلکم میں یہ تو فرمایا کہ ہم تم جیسے بشر ہیں یہ نہ فرمایا کہ کس وصف میں تم جیسے ہیں یعنی جس طرح تم محض بندے ہو۔ نہ خدا کے بیٹے نہ خدا کی صفات سے موصوف اسی طرح میں عبد اللہ ہوں نہ اللہ ہوں۔ نہ ابن عبد اللہ ہوں عیسائیوں نے چند معجزات دیکھ کر عیسیٰ علیہ السلام کو ابن عبد اللہ کہہ دیا۔ تم ہمارے صد ہا معجزات دیکھ کر نہ کہہ دینا بلکہ کہنا عبد اللہ و رسولہ۔

تفسیر کبیر شروع پارہ ۱۲ ازیر آیت فقال الملاء الذین کفروا (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۲۷) قصہ نوح میں ہے کہ نبی بشر اس لئے ہوتے ہیں کہ اگر فرشتہ ہوتے تو لوگ ان کے معجزات کو ان کی ملکی طاقت پر محمول کر لیتے۔ آپ جب بشر ہو کر یہ معجزات دکھاتے ہیں تو ان کا کمال معلوم ہوتا ہے غرضیکہ انبیاء کی بشریت ان کا کمال ہے لہذا آیت کا مقصود یہ ہوا کہ ہم تم جیسے بشر ہو کر ایسے کمالات دکھاتے ہیں تم تو دکھا دو۔

دسویں اس طرح کہ بہت سے الفاظ وہ ہیں جو بخیر اپنے لئے استعمال فرما سکتے ہیں اور وہ ان کا کمال ہے دوسرا کوئی ان کی شان میں یہ کہے تو گستاخی ہے دیکھو آدم علیہ السلام نے عرض کیا ربنا ظلمنا انفسنا (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۲۳) یونس علیہ السلام نے رب سے عرض کیا انی کنت من الظالمین (پارہ ۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۸۷) موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا فعلتھا اذا وانا من الضالکین (پارہ ۱۹ سورہ ۲۶ آیت نمبر ۲۰) لیکن کوئی دوسرا اگر ان حضرات کو ظالم یا ضال کہے تو ایمان سے خارج ہوگا۔ اسی طرح بشر کا لفظ بھی ہے۔

اعتراض (۲)..... حضور علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا واکرموا اخاکم تم اپنے بھائی کا (ہمارا) احترام کرو جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہمارے بھائی ہیں۔ مگر بڑے بھائی ہیں نہ کہ چھوٹے۔

اعتراض (۳)..... قرآن فرماتا ہے۔

والی مدین اخاهم شعیبا والی ثمود اخاهم صلحا والی عاد اخاهم هودا۔

ترجمہ: ان آیات میں رب نے انبیائے کرام کو مدین ثمود اور عاد کا بھائی فرمایا معلوم ہوا کہ انبیاء امتیوں کے بھائی ہوتے ہیں۔

(پارہ ۸ سورہ ۷)

جواب:- حضور علیہ السلام نے اپنے کرم کریمانہ سے بطور تواضع و انکسار فرمایا اخاکم اس فرمانے سے ہم کو بھائی کہنے کی اجازت کیسے ملی ایک بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ لوگوں کا خادم ہوں تو رعایا کو حق نہیں کہ بادشاہ کو خادم کہہ کر پکارے۔ اسی طرح رب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شعیب و صالح و ہود علیہم السلام مدین اور ثمود اور عاد تو قوموں میں سے تھے کسی اور قوم کے نہ تھے۔ یہ بتانے کے لئے اخاکم فرمایا یہ کہاں فرمایا کہ ان کی قوم والوں کو بھائی کہنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اور ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ انبیائے کرام کو

برابری کے القاب سے پکارنا حرام ہے اور لفظ بھائی برابری کا لفظ ہے۔ باپ بھی گوارہ نہیں کرتا کہ اس کا بیٹا اس کو بھائی کہے۔

اعتراض (۴)۔۔۔۔۔ قرآن کہتا ہے۔ انما المؤمنون اخوة (پارہ ۲۶ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۱۰) مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور حضور علیہ السلام بھی مومن ہیں لہذا آپ بھی ہم مسلمانوں کے بھائی ہوئے تو حضور علیہ السلام کو کیوں نہ بھائی کہا جاوے۔

جواب:- پھر تو خدا کو بھی اپنا بھائی کہو کیونکہ وہ بھی مومن ہے قرآن میں ہے الملك القدوس السلام المومن (پارہ ۲۸ سورہ ۵۹ آیت نمبر ۲۳) اور ہر مومن آپس میں بھائی ہے۔ لہذا خدا بھی مسلمانوں کا بھائی معاذ اللہ۔ نیز بھائی کی بیوی بھابی ہوتی ہے اور اس سے نکاح حلال اور نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں ان سے نکاح کرنا حرام ہے (قرآن کریم) لہذا نبی ہمارے لئے مثل والد ہوئے والد کی بیوی ماں ہے نہ کہ بھائی کی۔ جناب ہم تو مومن ہیں۔ اور حضور علیہ السلام عین ایمان ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے۔
فالصدق في الغار والصدق لم يريا
یعنی غار ثور میں صدق بھی تھا صدیق بھی تھے۔

حضور علیہ السلام اور عام مومنین میں صرف لفظ مومن کا اشتراک ہے جیسے رب اور عام مومنین میں نہ کہ حقیقت میں ہم اور طرح کے مومن ہیں اس کی تفصیل ہم جواب نمبر ۱ میں بیان کر چکے ہیں۔

اعتراض (۵)۔۔۔۔۔ حضور علیہ السلام اولاد آدم ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے سوتے جاگتے اور زندگی گزارتے ہیں بیمار ہوتے ہیں موت آتی ہے اتنی باتوں میں شرکت ہوتے ہوئے ان کو بشر یا اپنا بھائی کیوں نہ کہا جاوے۔

جواب:- اس کا فیصلہ مثنوی میں خوب فرما دیا ہے۔

ما وایشان بسته خوابم در خود را

مست فرقی در میان بی انتہا

زاں بکے شد نیش زاں دیگر غسل

ذہن بکے سر گیں شد و زاں مشکتاب

واں خوردد گگرد و ہمہ نور خدا

گفت اینک ما بشر ایشان بشر

ایں نہ دانستند ایشان از عمی

مرد و یک گل خوردد و زنبور و نحل

مرد و گوں آمو گیا خوردد ند و آب

ایں خوردد گگرد و پلیدی ذہن جدا

کفار نے کہا ہم اور پیغمبر بشر ہیں کیونکہ ہم اور وہ دونوں کھانے سونے میں وابستہ ہیں اندھوں نے یہ نہ جانا کہ ان انجام میں بہت بڑا فرق ہے۔ بھڑ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول چوستی ہے مگر اس سے زہر اور اس سے شہد بنتا ہے۔ دونوں ہرن ایک ہی دانہ پانی کھاتے ہیں۔ مگر ایک سے پاخانہ اور دوسرے سے مشک بنتا ہے۔ یہ جو کھاتا ہے اس سے پلیدی بنتی ہے نبی کے کھانے سے نور خدا ہوتا ہے۔

یہ سوال تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ میری کتاب اور قرآن یکساں ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی روشنائی سے ایک کاغذ پر ایک ہی قلم سے لکھی گئیں۔ ایک ہی قسم کے حروف چھپی سے دونوں بنیں ایک ہی پر لیس میں چھپیں۔ ایک ہی جلد ساز نے جلد باندھی۔ ایک ہی الماری میں رکھی گئیں پھر ان میں فرق ہی کیا ہے۔ مگر کوئی بیوقوف بھی نہیں کہے گا کہ ان ظاہری باتوں سے ہماری کتاب قرآن کی طرح ہو گئی تو ہم صاحب قرآن کی مثل کس طرح ہو سکتے ہیں؟ یہ نہ دیکھا کہ حضور کا کلمہ پڑھا جاتا ہے ان کو معراج ہوئی ان کو نماز میں سلام کرتے ہیں ان پر درود بھیجتے ہیں۔ تمام انبیاء و اولیاء ان کے خدام بارگاہ ہیں۔ یہ اوصاف ماوشا تو کیا ملائکہ کو بھی نہ ملے۔

یا قوت حجر لا کالحجر

یا قوت پتھر ہے مگر عام پتھر نہیں

محمد بشر لا کالبشر

حضور علیہ السلام بشر ہیں عام بشر نہیں

بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ اگر حضور کو بشر کہنا حرام ہے تو چاہیے کہ انسان یا عبد کہنا بھی حرام ہو کہ ان سب کے معنی قریب قریب ہے پھر تم کلمہ میں عبدہ و رسولہ کیوں کہتے ہو؟

جواب:- یہ ہے کہ لفظ بشر کفار بہ نیت اہانت کہتے تھے اور نبی کو رب نے انسان یا عبد بطور تعظیم فرمایا خلق الانسان علمہ البیان (پارہ ۲۷ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۳۳) اور اسری بعدہ لیل (پارہ ۱۵ سورہ ۷۱ آیت نمبر ۱) لہذا یہ الفاظ تعظیماً کہنا جائز ہیں اور بشر کہنا حرام ہے جیسے راعنا اور انظرنا ہم معنی ہیں۔ مگر راعنا کہنا حرام ہے کہ طریقہ کفار ہے۔
ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا:

عبد دیگر عبدہ چیزید مگر اور سراپا انتظار اور منتظر
حضور کی عبدیت سے رب کی شان ظاہر ہوتی ہے اور رب کی عظمت سے ہماری عبدیت چمکی وزیر بھی شاہی خادم ہے اور سپاہی بھی مگر وزیر سے بادشاہ کی شان کا ظہور اور شاہی نوکری سے سپاہی کی عزت۔

اعتراض (۶)۔۔۔۔۔ شائل ترمذی میں حضرت صدیقہ کی روایت ہے کہ فرماتی ہیں کان بشر من البشر حضور علیہ السلام بشروں میں سے ایک بشر تھے۔ اسی طرح جب حضور علیہ السلام عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت سے شرف فرمانا چاہا۔ تو صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں آپ کا بھائی ہوں کیا میری دختر آپ کا حلال ہے۔ دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بشر کہا اور صدیق نے اپنے کو حضور کا بھائی بتایا۔

جواب:- بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی علیہ السلام کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے اور احکام ہیں۔ حضرت صدیقہ یا صدیق رضی اللہ عنہا عام گفتگو میں حضور علیہ السلام کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورتاً اس کلمہ کو استعمال فرمایا ہے صدیقہ الکبریٰ تو یہ فرما رہی ہیں کہ حضور علیہ السلام کی زندگی پاک نہایت بے تکلفی اور سادگی سے عام مسلمانوں کی طرح گزری کہ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ ہی سے انجام دیتے تھے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر نے مسئلہ دریافت کیا کہ حضور نے مجھے خطاب اخوت سے نوازا ہے کیا اس خطاب پر حقیقی بھائی کے احکام جاری ہونگے یا نہیں؟ اور میری اولاد حضور کو حلال ہوگی یا نہیں؟ ہم بھی عقیدے کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہوتے ہیں۔ حضرت خلیل نے ایک ضرورت پر حضرت سارہ کو فرما دیا ہذا اختسی یہ میری بہن ہیں حالانکہ وہ آپ کی بیوی تھیں۔ اس سے لازم نہیں آتا کہ حضرت سارہ اب آپ کو بھائی کہہ کر پکارتیں۔

ہم ان حضرات کا عام محاورہ دکھاتے ہیں۔ سب کو معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام رشتہ میں صدیقہ کے زوج اور سیدنا علی کے بھائی حضرت عباس کے بھائی کی اولاد ہیں۔ مگر یہ حضرات جب بھی روایت حدیث کرتے ہیں تو صدیقہ یہ نہیں فرماتیں کہ میرے زوج نے فرمایا یا حضرت عباس یا حضرت علی رضی اللہ عنہما یہ نہیں کہتے کہ ہمارے بھتیجے یا ہمارے بھائی نے یہ فرمایا۔ سب یہ ہی فرماتے ہیں قال رسول اللہ ﷺ تو جو حضرات رشتہ کے لحاظ سے بھائی ہیں وہ بھی بھائی نہیں کہتے تو ہم کینوں غلاموں کو کیا حق ہے کہ بھائی کہیں۔

نسبت خود بسگت کر حمد و پس متعلم ذلک نسبت بسگت کوئے نوشد یہ لای است
مزار باد بشویم دمن بمشک و گلاب منور نامر تو گفتن کمال یہ ادبی است
جناب شروع اسلام میں تو یہ حکم تھا کہ حضور علیہ السلام سے کچھ عرض کرنا چاہے۔ وہ پہلے کچھ صدقہ دے بعد میں عرض کرے۔ قرآن

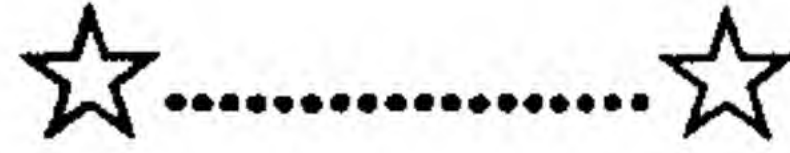
فرماتا ہے:

یا ایہا الذین امنوا اذانا جیتم الرسول فقلدوا بین یدی نجو کم صدقہ۔

ترجمہ: یعنی اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو۔ تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۵۸ آیت نمبر ۱۲)

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل بھی کیا کہ ایک دینار خیرات کر کے دس مسائل دریافت کئے (تفسیر خازن یہ ہی آیت) پھر یہ حکم اگرچہ منسوخ ہو گیا۔ مگر محبوب علیہ السلام کی عظمت شان کا پتہ لگ گیا کہ نماز میں رب سے ہمکلام ہو تو صرف وضو کرو۔ لیکن حضور علیہ السلام سے عرض معروض کرنا ہو تو صدقہ کرو پھر بھائی کہنا کہاں رہا؟



رساله نور

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على من كان نبياً وادم بين الماء والطين واصحابه الطاهرين الى يوم الدين۔

جاننا چاہیے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو لاکھوں خصوصی صفات بخشے دیے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خصوصیت بھی عطا کی کہ انہیں اپنے نور سے بنایا اور سارے عالم کو ان سے ظاہر فرمایا۔ یعنی انہیں کے سر پر اولیت کا تاج رکھا اور ان ہی کی پیشانی پر آخرت کا سہرا باندھا اور انہی کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور انہی کو معراج کی رات میں اگلے سارے پیغمبروں کا امام بنایا۔

نماز اسری میں تھا یہ می سر عیاب ہوں معنی اول آخر

کہ دست بستہ ہوں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

تخم درخت سے پہلے ہوتا ہے پھر اسی تخم پر درخت کی تکمیل اور انتہا ہوتی ہے یہ وہ عقیدہ ہے جس پر آج تک سارے کلمہ گو اور اسلام کا دعویٰ کرنے والے متفق رہے خود علمائے دیوبند کا بھی یہی عقیدہ رہا جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ مگر موجودہ زمانے کے نئے دیوبندی وہابی جہاں حضور کے اور اوصاف خصوصی کے انکاری ہو گئے ہیں جن پر اہل اسلام ناز کرتے تھے۔ وہاں حضور کے نور ہونے کے بھی منکر ہو گئے اب یہ حال ہو گیا ہے کہ حضور کے نور ہونے کے انکار کے لئے جلتے ہو رہے ہیں۔ عام دیوبندی عالموں کے لباس میں دن رات دھواں دھار تقاریر کر رہے ہیں۔ اور گمراہ کن طریقوں سے حضور کی نورانیت کا انکار کر رہے ہیں۔ طریقہ کلام اتنا بدتہذیبی گستاخی کا ہے کہ پتہ نہیں لگتا کہ کوئی سکھ۔ عیسائی۔ آریہ بول رہا ہے یا کلمہ گو مدعی اسلام۔

میں نے حضور ﷺ کا نمک کھایا ہے۔ ان کے نام پلا ہوں۔ ان کے دروازوں کے ٹکڑوں سے گزارہ کر رہا ہوں۔ ان کی غلامی سے عزت ملی ہے۔ نمک حلال نوکر کو اپنے آقا کی توہین یا ان کے کمال کا انکار برداشت نہیں ہوتا۔ مجھے اس سے دکھ پہنچا۔ صرف چوب قلم ہاتھ میں ہے۔ یہ تو میسر نہ ہوا کہ بدر و حنین کا میدان ہوتا اور ان پر جان نچھاور کرتے ہوئے کفار کے تیر و تلوار اپنے اوپر لیتے۔

جو مہر بھی دیاں موتی خاک گگلشن لپٹ کے قدموں سے لینے انوں

مگر کہیں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

اگر وہ نصیب نہ ہوا تو کم از کم چوب قلم سے بدگوئیوں کا مقابلہ کریں اور دشمنوں کے لسان قلم کو اپنے پر جھیلیں۔ شاید اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور غازیان بدر و حنین کے غلاموں میں حشر نصیب فرماوے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نعلین برداروں کی قیامت کے دن اٹھائے۔ یہ مد نظر رکھتے ہوئے فقیر نے اس رسالہ کے لکھنے کی ہمت کی۔ جس میں ثابت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ اللہ کے نور ہیں اور سارے علم کا ظہور حضور کے نور سے ہے۔ اس رسالہ کا نام ”رسالہ نور“ رکھا ہوں اور اس کا بھی وہی طریقہ ہوگا۔ جو جاء الحق اور سلطنت مصطفیٰ وغیرہ کتابوں کا ہے کہ اس رسالہ کے دو باب لکھے جائیں گے۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت قرآنی آیات احادیث شریفہ بزرگان دین کے اقوال اور خود دیوبندی پیشواؤں کے کلام سے ہوگا۔ دوسرے باب میں اسی مسئلہ پر اب تک جس قدر اعتراض ہو چکے ہیں اور میرے علم میں آچکے ہیں ان کے جوابات۔

وما توفیقی الا بالله علیہ التوکل والیہ المآب

احمد یار خاں بدایونی

مقدمه

رسالہ شروع کرنے سے پہلے چند قواعد خیال میں رکھنا چاہئیں۔

(۱)۔ نور کے لغوی معنی ہیں روشنی۔ چمک دمک اور اجالا۔ مگر کبھی اس کو بھی نور کہہ دیا جاتا ہے جس سے روشنی اور اجالا نمودار ہو۔ اس معنی میں سورج کو نور کہا جاتا ہے بجلی۔ چراغ۔ لائٹیں کو نور یا روشنی کہہ دیتے ہیں یعنی مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں۔

(۲)۔ نور دو طرح کا ہوتا ہے۔ نور حسی اور نور عقلی۔ نور حسی وہ جو آنکھوں سے دیکھنے میں آئے جیسے دھوپ۔ چراغ وغیرہ کی روشنی۔ نور عقلی جس کو آنکھ تو محسوس نہ کر سکے مگر عقل کہے کہ یہ نور ہے۔ روشنی ہے۔ اس معنی سے اسلام کو قرآن کو۔ ہدایت کو۔ علم کو نور کہا جاتا ہے۔ آیات ملاحظہ ہوں۔

اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمت الی النور۔

ترجمہ: اللہ دگار ہے مومنوں کا انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔

اس آیت میں گمراہی کو اندھیری اور ہدایت کو روشنی اور نور فرمایا گیا ہے۔

وانزلنا الیکم نوراً مبیناً۔

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف کھلی روشنی اتاری۔

اس آیت میں قرآن کو نور فرمایا گیا۔

مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح۔

ترجمہ: رب کے نور کی مثال اس طاق کی طرح ہے جس میں چراغ ہو۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵)

اس آیت میں رب نے اپنی ذات کو یا اپنے حبیب ﷺ کو نور فرمایا:

ومن کان میتا فاحیناہ وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس۔

ترجمہ: تو کیا وہ جو مردہ تھا۔ پھر ہم نے اسے زندگی بخشی اور اس کے لیے نور بنایا۔ جس سے وہ لوگوں میں چلتا ہے۔

افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ۔

ترجمہ: تو کیا وہ شخص جس کا سینہ ہم نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے پس وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

ربنا ائمم لنا نورنا واغفر لنا۔

ترجمہ: اے رب ہمارے ہمارا نور پورا فرما اور ہماری مغفرت فرما۔

وانزلنا التورۃ فیہ ہدی ونور۔

ترجمہ: اور ہم نے توریت اتاری جس میں ہدایت اور نور ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فان العلم نور من الہ وان النور لا یعطی لعاص۔

ترجمہ: بے شک علم رب کا نور ہے اور نور گنہگار کو نہیں ملتا۔

(۳)۔ نور کی تعریف یہ ہے کہ نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کرے یعنی ظاہر بالذات۔ مظهر للغیر۔ یہ ظاہر ہونا اور ظاہر کرنا

بھی دو طرح کا ہے حسی اور عقلی۔ چاند سورج۔ بجلی۔ گیس وغیرہ حسی طور پر ظاہر اور مظهر ہیں اور علم۔ ہدایت اسلام۔ قرآن وغیرہ عقلی طور پر

خود ظاہر ہیں اور دوسروں کو ظاہر کرتے ہیں۔

(۴)۔ اللہ تعالیٰ حقیقتہً ازلی ابدی ذاتی نور ہے کہ خود ظاہر ہے اور جسے اس نے ظاہر فرما دیا وہ ظاہر ہو گیا۔ باقی نبی کریم ﷺ یا قرآن شریف یا اسلام یا فرشتے عطائی طور پر رب کے بنانے سے نور ہیں۔ کہ اسی نے انہیں نور بنایا یہ نور بن گئے۔ جیسے رب تعالیٰ حقیقی طور پر ازلاً ابداً سمیع۔ بصیر۔ حی۔ علیم۔ خیر ہے اور دوسری مخلوق اس کے بنانے سے عطائی طور پر سمیع بھی ہے بصیر بھی ہے۔ علیم بھی ہے خیر بھی ہے۔ اپنے لئے فرماتا ہے۔

انہ هو السميع البصير۔

ترجمہ: بے شک وہ رب سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں رب نے اپنے آپ کو سمیع بصیر فرمایا۔ دوسری آیت میں انسان کے بارے میں فرماتا ہے۔

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج فجعنا سمیعاً بصیراً۔

ترجمہ: ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا فرمایا۔ آزمائش کو۔ پھر اسے سمیع و بصیر فرمایا۔

تمام صفات یہ ہی حال ہے کہ رب تعالیٰ بذات خود بغیر کسی کی عطا کے ان صفات سے موصوف اور دوسری مخلوق عطائی طور پر رب تعالیٰ کے بنانے سے ان صفات سے عارضی موصوف ہے لفظ مشترک ہیں مگر معنی میں بڑا فرق ہے۔

(۵) حضور ﷺ کے رب کا نور ہونے کے نہ تو یہ معنی ہیں کہ حضور خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں نہ یہ کہ رب کا نور حضور کے نور کا مادہ ہے نہ یہ کہ حضور علیہ السلام خدا کی طرح ازلی ابدی ذاتی نور ہیں۔ نہ یہ کہ رب تعالیٰ حضور میں سرایت کر گیا ہے تاکہ شرک و کفر لازم آئے۔ بلکہ صرف یہ معنی ہیں کہ حضور ﷺ بلا واسطہ رب سے فیض حاصل کرنے والے ہیں اور تمام مخلوق حضور کے واسطے سے رب کا فیض لینے والی۔ جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلا کر پھر دوسرے چراغ سے ہزاروں چراغ لگالو۔ یا ایک شیشہ سورج کے سامنے رکھو کہ وہ چمک جاوے پھر اسے ان شیشوں کی طرف کر دو۔ جو تار یک کوٹھری میں ہیں تو اس کے عکس سے تمام شیشے جگمگا جاویں گے۔ ظاہر ہے کہ پہلے شیشے میں نہ تو سورج اتر کر آگیا نہ اس کا ٹکڑا کٹ کر شیشہ میں سما گیا۔ بلکہ صرف یہ ہوا کہ پہلے شیشے نے بلا واسطہ سورج سے روشنی حاصل کی اور باقی تمام نے اس شیشہ سے۔ کہ اگر یہ پہلا شیشہ درمیان میں نہ ہو تو ساری کوٹھری والے شیشے تاریک اور اندھیرے رہ جائیں۔ اس کی مثال یہ سمجھو کہ رب تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

واذا سويتہ ونفخت فیہ من روحي فقعوا له ساجدين۔

ترجمہ: اور جب میں انہیں درست کر دوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب ان کے لئے سجدے میں گر جانا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وروح منه۔

ترجمہ: وہ عیسیٰ علیہ السلام کے رب کی روح ہیں۔

اسی لیے عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آدم و عیسیٰ علیہما السلام اللہ کی روح کا ٹکڑا یا جز ہیں یا خدا نے ان میں سرایت کی ہے۔ بلکہ بلا واسطہ ماں باپ یا بلا واسطہ اب انہیں رب نے روح بخشی۔ اسی طرح حضور ﷺ کے نور اللہ ہونے کے معنی یہ ہی ہیں کہ بلا واسطہ مخلوق رب سے فیض پانے والے۔

(۶) ایک ہے شخص محمدی۔ دوسری ہے حقیقتہً محمدیہ۔ شخص محمدی اس جسم اطہر کا نام ہے جو آدم علیہ السلام کی اولاد میں بی بی آمنہ خاتون سے ہے۔ تمام نبیوں کے بعد دنیا میں جلوہ گر ہوا۔ جو اس عالم میں تمام رشتوں سے منسلک ہے۔ بی بی آمنہ خاتون کا نور نظر ہونا۔ حضرت عیسیٰ مائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سرتاج ہونا۔ حضرت ابراہیم طیب و طاہر وفا طہ زہرا کا والد نامدار ہونا یہ تمام رشتے اس شخص محمدی کی صفات ہیں۔ حقیقت محمدیہ صوفیا کی اصطلاح میں ذات مطلقہ کے پہلے تعین کا نام ہے۔ بلا تشبیہ یوں سمجھو کہ مصدر کے پہلے تعین کا نام ماضی مطلق ہے جو مصدر سے بنا۔ پھر تمام مشتقات بعد کا تعین رب تعالیٰ مصدر تجلیات ہے اور حضور ﷺ ماضی مطلق یعنی رب کی پہلی تجلی اور باقی مخلوقات بعد کی تجلیوں کے مظہر شخص محمدی کے بارے میں فرمایا گیا۔

قل انما انا بشر مثلکم۔

ترجمہ: فرما دو میں تم جیسا بشر ہوں۔

(سورہ کہف پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۱۰)

اور حقیقت محمدیہ کے بارے میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

كنت نبيا و آدم بين الماء والطین۔

ترجمہ: ہم اس وقت میں نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام آب و گل میں جلوہ گر تھے۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۳۳ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (جامع الکبیر الاحادیث للسیوطی ج ۶ ص ۲۶۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (السیرۃ النبویہ لابن کثیر کتاب مبعوث رسول اللہ ﷺ کثیرا و ذکر شریکین البشارات بذلک ج ۱ ص ۳۳۶ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (حاکم فی المستدرک ج ۲ ص ۶۰۸-۶۰۹ وقال هذا حدیث صحیح الاشارہ لم یخرجہ)، (دلائل النبوة للبیہقی ج ۱ ص ۸۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۲)، (فیض القدر ج ۵ ص ۵۳)، (المقاصد الحسنة ج ۵ ص ۵۲۱-۵۲۲)، (کشف الخفاء ج ۲ ص ۱۶۹)، (معجم الصحابة ج ۱ ص ۳۳۷ ج ۳ ص ۱۲۹ رقم ۱۰۰۳ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۰ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۸۳۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم و الجمال الموصل)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۷ ص ۲۵۱ رقم الحدیث ۱۰۹۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۵۹ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبیہ مصر)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۲ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۲۰۹۳)، (السنن لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۴۱۰)، (الاستیعاب ذکر میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۲۸۸ رقم ۲۵۸۲ مطبوعہ دارالکبیر بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴ رقم الحدیث ۱۲۳-۱۲۴ مطبوعہ مکتبۃ المنعمۃ المدینۃ المنورۃ)، (طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (مصنف ابی شیمہ ج ۱۳ ص ۲۹۲ مطبوعہ اداره القرآن کراچی)، (الاصابة فی تیز الصلابة ذکر عبد اللہ بن ابی الجعد عارضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۳۷ رقم ۳۵۸۹ مطبوعہ دارالکبیر بیروت)

حقیقت محمدیہ نہ اولاد آدم میں سے ہے نہ بشر ہے مثلکم ہے نہ کسی کی باپ۔ نہ کسی کی اولاد۔ بلکہ سارے عالم کی اصل ہے۔ ظاہر ہے کہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہے اور حضور اس وقت نبی ہیں جب آدم علیہ السلام کا خمیر بھی تیار نہیں ہوا۔ اگر اس وقت اور اس حالت میں حضور بشر ہوں۔ تو نہ آدم علیہ السلام بشر رہتے ہیں نہ ابو البشر۔

اب جو نبی کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ نبی وہ انسان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے شرعی احکام کی تبلیغ کے لئے بھیجا۔ یہ شخص نبی کی تعریف ہے۔ حقیقت نبی کی نہیں۔ حضور نبوت سے اس وقت موصوف ہیں جب انسانیت کا نشان بھی نہ تھا کیونکہ ابھی پہلے انسان اور تمام انسانوں کے والد حضرت آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوئے تھے۔ بلکہ انسان کے لئے ضروری چیزیں وقت و جگہ بھی نہ بنے تھے حضور کی نبوت مکان و مکیں سے پہلے کی ہے۔

بادام کا پوست بھی بادام کے نام ہی سے پکارا جاتا ہے۔ اور مغز بھی مگر پوست کے اور احکام ہیں۔ اور مغز کے دوسرے احکام۔ پھر مغز پوست میں ہے اسی طرح حقیقت محمدیہ شخص محمدی میں جلوہ گر ہے۔ نور ہونا۔ برہان ہونا۔ رب کی دلیل ہونا۔ اسی حقیقت محمدیہ اور اسی کے صفات ہیں۔ اس مضمون کو مشنوی شریف میں بہت شرح و بسط سے بیان فرمایا۔ اور مولوی اشرف علی صاحب نے نشر الطیب میں خوب اچھی طرح ثابت فرمایا ہے۔ تفسیر روح البیان سورہ اعراف پارہ ۹ میں زیر آیت هو الذی خلقکم من نفس واحدة فرمایا کہ تمام روحیں روح محمدی سے پیدا ہوئیں۔ لہذا حضور ابو الارواح ہیں۔

(۷) حضور ﷺ کے جسم شریف کی نورانیت حسی بھی تھی کہ صحابہ کرام اور ازواج مطہرات نے اسی نورانیت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ پڑنا پھر ترمذی شریف نے شمائل شریف میں ہند ابن ابی ہالہ سے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے۔

كان رسول الله ﷺ فحما يتللا وجهه كتلاوء القمر ليلة البدر۔

ترجمہ: حضور ﷺ عظمت والے وجاہت والے تھے آپ کا چہرہ انور ایسا جگمگاتا تھا۔ جیسے چودھویں شب کا پورا چاند۔
(اشمال الحمدیہ والخصائل المصطفویہ ص ۳۳ رقم الحدیث ۸ موسسۃ الثقافیۃ بیروت)

دارمی نے حضرت ربیع بنت معوذ ابن صفراء سے روایت کی:

قالت یابنی لو رایتہ رایت الشمس طالعة۔

ترجمہ: اے میرے بچے اگر تم ان محبوب ﷺ کو دیکھتے تو سورج طلوع ہوتا دیکھتے۔

(سنن دارمی باب فی حسن النبی ﷺ ج ۱ ص ۳۳ رقم الحدیث ۶۰ مطبوعہ دارالکتب العربیۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۳ ص ۲۷۲ رقم الحدیث ۶۹۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد منیج الفوائد قال الشیخ رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ وثقوا ج ۸ ص ۲۸۰ مطبوعہ دارالکتب العربیۃ بیروت)

اسی دارمی نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

كان رسول الله ﷺ اقلج الشنن اذا تكلم رئی كالنور يخرج من بين ثناياه۔

ترجمہ: نبی ﷺ کے اگلے دندان مبارک کے درمیان کھڑکی تھی جب کلام فرماتے تو دانتوں سے روشنی نکلتی تھی۔ ☆

(سنن دارمی باب فی حسن النبی ﷺ ج ۱ ص ۳۳ رقم الحدیث ۵۸ مطبوعہ دارالکتب العربیۃ بیروت)

بعض روایت میں ہے کہ اس روشنی سے رات میں سوئی تلاش کر لی جاتی تھی ☆☆۔ شعر

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے

رات کو صبح بناتا ہے اوجالا تیرا

.....☆ حاشیہ

☆ امام ابو عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن انا ابراهيم بن المنذر الحزامي انا عبد العزيز بن ثابت الزهري ثنا اسماعيل بن ابراهيم ابن اخي موسى بن عقبة عن موسى بن عقبة عن كريب عن ابن عباس قال قال كان رسول الله ﷺ اقلج الشنن اذا تكلم روى كالنور يخرج من بين ثناياه۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دو دانتوں میں جھری (خلاء) تھی۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے کے دانتوں سے نور کی طرح نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

(اشمال الحمدیہ والخصائل المصطفویہ ص ۳۱ رقم الحدیث ۱۵ موسسۃ الثقافیۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۱۶ رقم الحدیث ۱۲۱۸۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (دلائل النبوة للشیخ ج ۱ ص ۲۱۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (مجمع الزوائد منیج الفوائد ج ۸ ص ۲۷۹ مطبوعہ دارالکتب العربیۃ بیروت)

☆☆ امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

عن عائشه قالت كنت اخيط في السحر فسقطت مني الابرة فطلبتها فلم اقدر عليها فدخل رسول الله ﷺ فتبينت الابرة بشعاع نور ووجهه فاخبرته فقال يا حميراء الويل ثم الويل ثلاثا لمن حرم النظر الى وجهي۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سحری کے وقت سی رہی تھی مجھ سے سوئی گر گئی میں نے اس کو ڈھونڈا

لیکن وہ مجھے نہیں ملی رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ کے چہرہ کے نور کی شعاع سے وہ سوئی مل گئی میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بتایا

ترمذی۔ احمد۔ بیہقی۔ ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كان الشمس تجرى في وجهه۔

ترجمہ: گویا سورج آپ کے چہرے میں چمکتا تھا۔ ☆

(سنن الترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب فی صفۃ النبی ﷺ ج ۵ ص ۶۰۴ رقم الحدیث ۳۶۲۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۰ رقم الحدیث ۸۵۸۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۱۵ رقم الحدیث ۶۳۰۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (کتاب الزہد لابن مبارک ج ۱ ص ۲۸۸ رقم الحدیث ۸۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۹۷ مطبوعہ دار للطباع والنشر بیروت)

مواہب لدنیہ جلد اول ص ۲۵۱ میں نہایہ شریفہ سے نقل کیا ہے۔

وكان الجدار تلاحك وجهه۔

ترجمہ: آپ کے چہرہ انوار میں دیوار منعکس نظر آتی تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة جلد اول ص ۱۱۸ میں فرمایا:

ونمی اوقات آن حضرت را سایہ بر زمین۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم اطہر کی نورانیت صحابہ کبار کو محسوس ہوتی تھی۔ حضور کے چہرہ انور کو اسی لئے وہ سورج چاند بتا کر سمجھاتے تھے اسی طرح جسم کا سایہ نہ ہونا۔ جسم اطہر سے ایسی خوشبو ظاہر ہونا کہ کوچے اور گلیاں مہک جاویں یہ بھی نورانیت ہی کے باعث ہے۔ معراج شریف میں جسم شریف کا آگ اور زمہریر کے کرہ سے گزر جانا اور کچھ اثر نہ ہونا۔ آسمانوں کی سیر فرمانا۔ جہاں ہوا نہیں پھر زندہ رہنا یہ اسی وجہ سے ہے کہ حضور ﷺ نور ہیں اور یہ نورانیت حسی بھی ہے عقلی بھی۔ اسی طرح شرح صدر کے وقت سینہ مبارک سے دل نکال کر فرشتوں کا اسے دھونا اور پھر حضور کا زندہ رہنا اسی وجہ سے ہے کہ حضور نور ہیں ورنہ دل پر تھوڑا اثر موت کا سبب ہوتا ہے۔ اب بھی بعض اولیاء اللہ حضور کے نور کو چشم سرد دیکھتے ہیں جس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔

اگر ان قواعد کا لحاظ رکھا گیا تو بہت فائدہ ہوگا اور اصل مسئلہ کے سمجھنے میں آسانی ہوگی آج کل مخالفین یہ کہہ کر لوگوں کو بہکاتے ہیں کہ اللہ نور ہے اگر حضور بھی نور ہوں تو آپ بھی رب ہو گئے۔ کبھی کہتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ حضور اللہ کے نور سے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ حضور میں

حاشیہ..... ☆

آپ نے فرمایا اے حمیرا! افسوس ہو پھر تین بار فرمایا اس شخص کے لیے افسوس ہو جو میرا چہرہ دیکھنے سے محروم رہا۔

(خصائص الکبریٰ باب الایۃ فی وجہ الشریف ج ۱ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۶۸۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور)

☆ امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا هناد بن السري حدثنا عبشر بن القاسم عن اشعث يعني ابن سوار عن ابن اسحاق عن جابر بن سمرة قال رايت رسول الله ﷺ في ليلة اضحيان وعليه حلة حمراء فجعلت انظر اليه والى القمر فلهو عندي احسن من القمر۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک چاندنی رات میں دیکھا میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف۔ بخدا! آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(الشمائل الحمديہ والخصائل المصطفويہ ص ۳۹ رقم الحدیث ۱۰ موسسۃ ثقافیۃ بیروت)، (سنن داری باب فی حسن النبی ﷺ ج ۱ ص ۴۴ رقم الحدیث ۵۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (طہرانی کبیر ج ۲ ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۱۸۴۲ مطبوعہ مکتبۃ الطوم والحکم الموصل)

سما گیا۔ یا اللہ کے نور کا ٹکڑا کٹ کر حضور کی ذات تیار ہوئی۔ کبھی کہتے ہیں کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا اور تم نے نبی ﷺ کو خدا کا نور مانا۔ بیٹا ماننا اور نور ماننا ایک ہی ہے کبھی کہتے ہیں کہ اگر حضور نور ہیں تو آپ کی ساری اولاد نور ہونی چاہیے۔ کوئی سید انسان نہ ہونا چاہئے۔ اگر یہ قواعد خیال میں رہیں تو تمام سوالات خود بخود اٹھ جائیں گے۔

اس رسالہ کے دو باب کیے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں حضور ﷺ کا نور ہونا۔ دوسرے باب میں حضور ﷺ کا بے سایہ ہونا۔

پہلا باب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کے ثبوت میں۔

اس باب میں دو فصلیں ہیں پہلی فصل میں مسئلہ نور کا ثبوت دوسری فصل میں اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات

پہلی فصل

حضور نور ﷺ اللہ کا نور ہیں اور تمام مخلوق حضور کے نور سے ہے۔ اس پر قرآنی آیات۔ احادیث شریفہ۔ علماء دین کے اقوال خود دیوبندی وہابیوں کے اقوال گواہ ہیں۔ دلائل ملاحظہ ہوں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔

(سورہ مائدہ پارہ ۶ آیت نمبر ۱۵)

مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح کالزجاجۃ والنزجاجۃ کانہا کوکب دری۔

ترجمہ: رب کے نور یعنی (محمد ﷺ) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق جس میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا تارا ہے۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۳۵)

پہلی آیت میں نور سے مراد حضور ﷺ ہیں جیسے بغیر روشنی کتاب نہیں پڑھی جاسکتی ایسے ہی حضور کے بغیر قرآن نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور وہ رب کا نور ہیں کہ کسی کے بجائے سمجھ نہیں سکتے جیسے سورج چاند وغیرہ۔ نیز ان کے نور کی پیمائش یا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ جیسے سمندر کا پانی یا ہوا۔ دوسری آیت میں بھی اللہ کے نور سے مراد حضور ﷺ ہیں کیونکہ رب تعالیٰ کی مثال نہیں ہو سکتی خود فرماتا ہے۔ لیس کمثلہ شینی۔ اور یہاں اسی نور کی مثال دی جا رہی ہے۔ تو اس سے مراد حضور انور ہیں ﷺ۔

یا ایہا النبی انا ارسلنک شہدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا۔

ترجمہ: اے نبی! بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دینا اور ڈرنا تا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکانے والا سورج۔ (سورہ الاحزاب پارہ ۲۲ آیت نمبر ۴۶)

قرآن شریف نے سورج کو بھی دوسری جگہ سراج منیر فرمایا ہے کیونکہ وہ چمکتا بھی ہے اور چمکتا بھی ہے اور چاند تارے وغیرہ کو نور بھی بناتا ہے۔ کہ وہ سب سورج ہی سے چمکاتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کو بھی سراج منیر فرمایا۔ کہ حضور خود چمک رہے ہیں۔ اور صحابہ کرام اولیاء اللہ کو نور بنا رہے ہیں کہ وہ سب حضور ہی سے چمک رہے ہیں۔

يريدون ليطفوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون۔

ترجمہ: کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (بنی علیہ السلام) کو بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو پورا فرمانے والا ہے۔ اگرچہ کفار ناپسند کریں۔

(سورہ صف پارہ ۲۸)

يريدون ان يطفوا نور الله بافواههم ويابى الله ان يتم نوره۔

ترجمہ: کفار یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (محمد ﷺ) کو اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا۔

(سورہ توبہ پارہ ۱۰)

ان آخری آیتوں میں اللہ کے نور سے مراد نبی کریم ﷺ بھی ہو سکتے ہیں کفار نے چاہا کہ حضور کو ختم کر دیں مگر رب تعالیٰ نے حضور کے ہر کام کو پورا فرمایا اعلیٰ قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا کہ ان آیات میں اللہ کے نور سے مراد حضور ﷺ کے قلب پاک کا نور ہے۔

حضرات مفسرین کے ارشادات

(۱) تفسیر جلالین شریف میں آیت نمبر ۱ کے ماتحت فرمایا۔ یعنی قد جاء کم من الله نور و کتاب مبين۔

هو نور النبی ﷺ۔

ترجمہ: نور سے مراد نور محمد ﷺ۔

(تفسیر جلالین ص ۹۷ مطبوعہ مطبع المطالع دہلی)

(۲) تفسیر صاوی شریف میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

قوله هو النبی ای سمی نور لانه ينور البصائر ويهديها الرشاد ولانه اصل كل نور حسی ومعنوی۔

ترجمہ: رب نے اس آیت میں حضور کو نور اس لئے فرمایا کہ حضور بصارتوں کو نورانی کرتے ہیں اور کامیابی کی طرف ہدایت دیتے ہیں اور حضور ہر حسی اور معنوی نور کی اصل ہیں۔

(تفسیر صاوی حاشیہ جلالین ج ۱ ص ۲۵۸ مطبوعہ مطبع البانی مصر)

(۳) تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قد جاء کم من الله نور یعنی محمد ﷺ انما سماه الله نوراً لانه يهتدى به كما يهتدى في الظلام بالنور۔
ترجمہ: یعنی اس آیت میں نور محمد ﷺ ہیں رب نے انہیں نور اس لئے فرمایا کہ حضور سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسے کہ اندھیری میں نور سے ہدایت لی جاتی ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ مکتبہ التجاریہ مصر)

(۴) تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

وقيل يريد بالنور محمد ﷺ۔

ترجمہ: مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں نور سے مراد محمد ﷺ ہیں۔

(تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۳۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(۵) تفسیر مدارک میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

او النور محمد ﷺ لانه يهتدى به كما سمى سراجا۔

ترجمہ: نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اس لیے کہ حضور سے ہدایت ملتی ہے۔ جیسے کہ رب نے انہیں سورج فرمایا۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۱ ص ۲۷۶ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

(۶) تفسیر ابن عباس تنویر المقیاس میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قد جاء کم من الله نور رسول الله یعنی محمد۔

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کا نور یعنی محمد ﷺ آئے۔ ☆

(تنویر المقیاس ص ۷۲ مطبوعہ مصطفیٰ البابا مصر)

(۷) تفسیر روح البیان شریف میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقیل المراد بالاول هو الرسول ﷺ بالثانی القرآن۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اول یعنی نور سے مراد حضور ﷺ ہیں اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)

(۸) اسی روح البیان میں آیت ۳ سراجاً منیراً کے تحت فرمایا۔

هو الذي جعل الله له نورا فارسله الى الخلق۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور کو نور بنایا۔ اور خلق کی طرف بھیجا۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)

حاشیہ..... ☆

امام علی بن احمد الواحدی متوفی ۳۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قد جاء کم من الله نور یعنی النبی۔

(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز المعروف تفسیر الواحدی ج ۱ ص ۳۱۳ مطبوعہ الدار الشامیہ بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

قد جاء کم من الله نور یعنی محمد ﷺ۔

(تفسیر بغوی ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۰ھ لکھتے ہیں۔

قوله تعالى قد جاء کم من الله نور قال قتادة یعنی بالنور النبی محمد ﷺ۔

(زاد المسیر ج ۲ ص ۳۱۶ مطبوعہ مکتب الاسلامیہ بیروت)

امام عبدالرحمن بن محمد مخلوف ثعالبی متوفی ۸۷۵ھ لکھتے ہیں۔

وقوله تعالى قد جاء کم من الله نور هو محمد ﷺ۔

(الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر الثعالبی ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ مؤسسة الاعلیٰ للمطبوعات بیروت)

امام محمد بن محمد العمادی ابوسعود متوفی ۹۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وقیل المراد بالاول هو الرسول ﷺ وبالثانی القرآن۔

(تفسیر ابوسعود ج ۳ ص ۱۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)

غیر مقلدوں کے امام محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں۔

قال الزجاج النور محمد ﷺ۔

(تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۱۱۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)

(۹) تفسیر بیضاوی نے اسی آیت کے ماتحت فرمایا:

ويقتبس من نوره انوار البصائر۔

ترجمہ: حضور کے نور سے بصیرت کے نور حاصل کیے جاتے ہیں۔

(تفسیر بیضاوی ج ۳ ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی کے قریب تفسیر خازن وغیرہ میں بھی ہے۔

(۱۰) تفسیر خازن نے آیت ۲ کے ماتحت مثل نورہ کی تفسیر میں فرمایا۔

وقيل قد اتى هذا التمثيل للنور محمد ﷺ قال ابن عباس لكعب الاحبار اخبرني عن قوله تعالى مثل نوره كمشكوة فيها مصباح قال كعب هذا مثل ضربه الله تعالى لنبيه ﷺ فالمشكوة صدره والزعاجة قلبه والمصباح فيه النبوة توقد من شجرة مباركة هي شجرة النبوة يكاد نور محمد ﷺ وامره يتبين للناس و لو لم يتكلم۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس آیت میں حضور کے نور کی مثال دی گئی۔ عبد اللہ ابن عباس نے کعب احبار سے اس آیت مثل نورہ الخ کے بارے میں پوچھا تو کعب احبار نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال اپنے نبی کی دی ہے۔ پس طاق تو حضور کا سینہ ہے۔ اور فانوس حضور کا دل مبارک اور اس میں چراغ نبوت ہے اور شجرہ مبارکہ نبوت کا درخت ہے۔ یعنی قریب ہے کہ نور محمدی چمک جاوے۔ لوگوں پر ظاہر ہو جاوے۔ اگرچہ حضور کلام بھی نہ کریں۔

(الباب التأويل في معاني التنزيل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۲۹۶-۲۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱۱) تفسیر روح البیان شریف میں لفظ جاء کم رسول کی تفسیر میں ہے کہ ایک بار حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہے۔ عرض کیا کہ یہ تو مجھے خبر نہیں۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک تارہ ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا اس کو میں نے بہتر ہزار دفعہ چمکتے دیکھا تو فرمایا کہ اسے جبرئیل قسم رب کی وہ تارہ ہم ہی ہیں۔ اور رب نے حضور کا نور حضرت آدم کی پشت میں امانت رکھا۔ تفسیر روح البیان کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نور محمدی ﷺ حضرت جبرئیل سے پہلے پیدا ہو چکا تھا جبکہ آسمان وزمین چاند و سورج کچھ نہ تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۶۱۸)، (سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

احادیث شریفہ

حضور ﷺ کے رب کا نور ہونے پر بے شمار احادیث وارد ہیں جن میں سے کچھ بطور اختصار پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) عبد الرزاق نے اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں مجھے خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کیا پیدا فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الہی سے جہاں اللہ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ نہ فرشتے تھے۔ نہ آسمان وزمین نہ چاند تھا نہ سورج نہ جن تھے نہ انسان۔ پھر جب رب تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے۔ ایک حصہ سے قلم دوسرے سے لوح محفوظ۔ تیسرے سے عرش وغیرہ پیدا فرمایا۔ یہ حدیث بہت دراز ہے یہ حدیث امام بیہقی نے دلائل النبوة میں روایت کی اور بڑے ائمہ دین نے اس حدیث کی اسناد پر اعتماد کیا۔ جسے امام عسقلانی نے مواہب میں امام ابن حجر مکی نے فی فضائل القری میں اور علامہ قاسی نے مطابق المسرات میں اور علامہ عینی نے شرح مواہب میں اور علامہ شافعی نے

عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوة میں۔

(الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف ص ۶۳-۶۴ رقم الحديث ۱۸ مطبوعہ بیروت)، (مواہب اللہ نیج ص ۱۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شرح زرقانی ج ۱ ص ۸۹-۹۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (کشف الخفاء ج ۱ ص ۳۱۱ رقم الحديث ۸۲۷ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (تاریخ النور السافر للامام عمید روی متوفی ۱۰۷۳ھ ج ۱ ص ۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (السيرة الحلیہ ج ۱ ص ۵۰ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)، (نشر الطیب ص ۱۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی لاہور)، (تاریخ الخیسی فی احوال نفس نفیس ج ۱ ص ۱۹ مطبوعہ مؤسسة الشعبان بیروت)، (عمیدۃ الشہدۃ شرح القصیدۃ البرودہ ص ۷۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (جواہر البحار للنہبانی ج ۳ ص ۲۲۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ..... ☆

یہ روایت سنداً صحیح ہے۔ اس روایت کی سند یہ ہیں۔

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر۔

(الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف ص ۶۳-۶۴ رقم الحديث ۱۸ مطبوعہ بیروت)

پہلا راوی امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

عبدالرزاق بن ہمام: بن نافع الحافظ الکبیر ابو بکر الخمری مولاهم الصنعانی صاحب التصانیف: آپ نے عبید اللہ بن عمر ابن جریج، ثور بن یزید، معمر اوزاعی، ثوری اور خلق کثیر سے آپ نے روایات بیان کی ہیں اور آپ سے جنہوں نے روایات بیان کی وہ یہ ہیں: (یعنی آپ کے شاگرد حضرات) حضرت امام احمد بن حنبل، امام اسحاق، امام ابن معین، امام ذہلی، امام احمد بن صالح، امام رمادی، امام اسحاق بن ابراہیم الدبری اور کئی حضرات ہیں۔ بقدر الحاجة۔ امام ذہبی کہتے ہیں کہ:

قلت وثقه غیر واحد وحديثه منخرج فی الصحاح۔

میں کہتا ہوں کہ امام عبدالرزاق کو کثیر لوگوں نے ثقہ کہا ہے اور بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد کے راوی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶۳ برقم ۳۵۷ مطبوعہ دارالکتاب العربی الریاض)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واز اجل تلامذة معمر ست تا هفت سال در صحبت ابوده است ولہذا در حفظ حدیث معمر مشہور و ممتاز ست وروایت او در صحاح ستہ واقع ست۔

ترجمہ: آپ معمر کے ممتاز اور بڑے شاگردوں میں سے ہیں۔ سات سال تک ان کی صحبت میں رہے اور اسی وجہ سے معمر کی حدیثوں کو یاد رکھنے میں مشہور اور ممتاز ہیں۔ صحاح ستہ میں بھی ان کی روایات موجود ہیں۔

(بستان المحمدین اردو قاری ص ۱۲۶-۱۲۷ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

امام احمد بن عبد اللہ بن صالح العجلی الکوفی متوفی ۲۶۱ھ لکھتے ہیں۔

عبدالرزاق بن ہمام یمانی ثقہ۔

ترجمہ: امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عبدالرزاق ثقہ ہے۔

(معرفۃ الثقات ج ۲ ص ۹۳ برقم ۱۰۹۷ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ المنورۃ)

ان کے علاوہ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کے لئے ان کتب کا مطالعہ فرمائیں:

(سیر اعلام النبلاء قال الذہبی قال ابو حاتم صدوق وقال النسائی ثقہ ج ۱ ص ۱۱۷ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (تہذیب الکمال ج ۱ ص ۵۲ برقم ۳۳۱۵ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۳۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۶ ص ۱۳۰ برقم ۱۹۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجرح

حاشیہ.....☆

والتعديل ج ٦ ص ٣٨ رقم ٢٠٣ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الثقات لابن حبان ج ٨ ص ٣١٢ رقم ١٣١٣٦ مطبوعه دار الفکر بیروت)، (ميدان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي ج ٣ ص ٣٣٢ رقم ٥٠٣٩ مطبوعه دار الكتب العلمیة بیروت)، (الكاشف ج ١ ص ٦٥١ رقم ٣٣٦٢ مطبوعه مؤسسة علوم جده)، (التحذیب والتحذیب ج ٦ ص ٢٤٨ رقم ٦١١ مطبوعه دار الفکر بیروت)، (لسان المیزان ج ٤ ص ٢٦٤ رقم ٣٨٢٣ مطبوعه مؤسسة الاعلیٰ للمطبوعات بیروت)، (تسمیة من اخر جمع البخاری وسلم ص ١٤٦ رقم ١٠ مطبوعه دار البیان بیروت)، (الکافی والاسماء دولابی ج ١ ص ١١٩)، (اکمال فی مضعفاء الرجال لابن عدی ج ٥ ص ١٩٣٨)، (شذرات الذهب ج ٢ ص ٢٤)، (المجمع بین المحققین ص ٣٢٨)، (اکمال فی التاريخ ج ٦ ص ٣٠٦)، (شرح ظل الترتیابی ابن رجب حنبلی ج ٢ ص ٥٤٤)

دوسراوی امام معمر بن راشد رحمۃ اللہ علیہ

یہ معمر بن راشد از دی حدانی بصری ہیں ان کی کنیت ابو عمروہ اور ان کے والد کی کنیت ابو عمروہ ہے یمن کے باشندے تھے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے جتازے میں شریک ہوئے ثابت بنانی قتادہ زہری عام احوال زید بن اسلم اور محمد بن منکدر وغیرہم سے روایت کرتے تھے مستند ثقہ اور فاضل تھے ١٥٣ھ میں فوت ہوئے۔

(طبقات ابن سعد ج ٥ ص ٥٣٦ مطبوعه دار صادر بیروت)

امام احمد بن عبد اللہ بن صالح العجلی الکوفی متوفی ٢٦١ھ لکھتے ہیں۔

معمر بن راشد الغرماء ابا عمروة بصری سکن ثقة رجل صالح

ترجمہ: امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام معمر بن راشد ثقہ ہے۔

(معرفۃ الثقات ج ٢ ص ٢٩٠ رقم ٦٦٦ مطبوعه مکتبه الدار العلمیة السوریة)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ٥٨٨ھ لکھتے ہیں۔

الامام الحافظ شیخ الاسلام..... وکان من اوعية العلم مع الصدق والتحری والورع والجلالة وحسن التصنیف۔

ترجمہ: معمر بن راشد الامام الحافظ شیخ الاسلام وغیرہ اوصاف سے متصف تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ترجمۃ امام معمر بن راشد ج ٤ ص ٥٠٥ مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت)

امام ابو حاتم متوفی ٣٢٢ھ لکھتے ہیں۔

وهو صالح الحديث۔

(البرج والتعديل ج ٨ ص ٢٥٦ رقم ١٢٦٥ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)

تیسراوی امام ابن منکدر رحمۃ اللہ علیہ

یہ صحاح ستہ کے راوی ہے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ٥٨٨ھ امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ کو ان القاب سے یاد کرتے ہیں۔

الامام الحافظ القدوة شیخ الاسلام۔

(سیر اعلام النبلاء ج ٥ ص ٣٥٣ مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت)

نیز امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ٥٨٨ھ لکھتے ہیں۔

وقال الحمیدی هو حافظ وقال ابن معین و ابو حاتم ثقہ۔

(سیر اعلام النبلاء ج ٥ ص ٣٥٣ مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت)

(۲) احمد اور بیہقی اور حاکم نے صحیح اسناد سے حضرت عرباض ابن ساریہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں رب تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں جلوہ گر تھے۔ (مشکوٰۃ)

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۷-۱۲۸ رقم الحدیث ۱۶۷۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۳ ص ۳۱۳ رقم الحدیث ۶۳۰۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (حاکم المستدرک ج ۲ ص ۶۵۶ رقم الحدیث ۳۱۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۸ ص ۲۵۲-۲۵۳ رقم الحدیث ۶۲۹-۶۳۰ مطبوعہ مطبعۃ الزہراء الحدیث موصل عراق)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۱۳۳ رقم الحدیث ۱۳۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنن لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۳۰۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۶ ص ۶۸ رقم الحدیث ۷۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

***** حاشیہ..... ☆

امام احمد بن عبد اللہ بن صالح النحلی الکوفی متوفی ۲۶۱ھ لکھتے ہیں۔
محمد بن المنکدر مدنی تابعی ثقة رجل صالح۔
(معرفۃ الثقات ج ۲ ص ۲۵۳ رقم ۶۶۵۱ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ المنورۃ)

ان کے علاوہ امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کے لئے ان کتب کا مطالعہ فرمائیں:
(تہذیب التجذیب ج ۹ ص ۴۱۷ رقم ۷۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تہذیب الکمال ج ۲۶ ص ۵۰۳ رقم ۵۶۳۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۱ ص ۲۱۹)

چوتھا راوی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
یہ جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہے۔

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔
اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن سیماء المقری قدم علينا حاجا حدثنا ابو سعيد الخليل بن احمد بن الخليل القاضي السجزي ابانا ابو العباس محمد بن اسحاق الثقفي حدثنا ابو عبيد الله يحيى بن محمد بن السكن حدثنا حبان بن هلال حدثنا مبارك بن فضالة حدثنا عبيد الله بن عمر بن خبيب بن عبد الرحمن عن حفص بن عاصم عن ابي هريرة عن النبي وقال لما خلق الله عز وجل آدم خيرا لآدم بنيه فجعل يرى فضائل بعضهم على بعض قال فرأى نورا ساطعا في أسفلهم قال يا رب! من هذا؟ قال هذا ابنك احمد الاول والاخر وهو اول شافع۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی اولاد کو ان کے سامنے کیا۔ انہوں نے ان کے ایک دوسرے پر فضائل کو دیکھا تو پھر مجھے پھلتے ہوئے نور کی صورت میں دیکھا۔ تو پوچھا پروردگار! یہ کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیرا بیٹا احمد ہے وہ اول آخر اور سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہے۔
(دلائل النبوة للبیہقی ج ۵ ص ۳۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (زرقاتی علی المواہب ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ)، (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۱۱)

ابو عاصم نبیل بن حاشم القمیری حاشیہ شرف المصطفیٰ پر اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

هذا حديث اسناد رجاله عن آخرهم ثقات دونهم في الثقة المبارك بن فضاله وهو صدوق۔
(شرف المصطفیٰ ج ۱ ص ۳۰۹)

یہ روایت سنداً صحیح ہے۔ اس روایت کی سند یہ ہیں۔
اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن سیماء المقری قدم علينا حاجا حدثنا ابو سعيد الخليل بن احمد بن الخليل القاضي السجزي ابانا ابو العباس محمد بن اسحاق الثقفي حدثنا ابو عبيد الله يحيى بن محمد بن السكن حدثنا حبان بن هلال حدثنا مبارك بن فضالة حدثنا عبيد الله بن عمر بن خبيب بن عبد الرحمن عن حفص بن عاصم عن ابي هريرة۔
(دلائل النبوة للبیہقی ج ۵ ص ۳۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳) ترمذی شریف امام احمد۔ حاکم اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اور حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا کہ ایک بار صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی۔ فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(سنن الترمذی ص ۵۱۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ کراچی)، (دلائل النبوة لابن نعیم ج ۱ ص ۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(۴) احکام ابن القحطان نے حضرت امام زین العابدین سے انہوں نے اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب کے حضور میں ایک نور تھے۔

(خصائص الکبریٰ باب خصوصية النبی بكونه اول النبیین فی الخلق و تقدم نبوته و اخذ الميثاق علیه ج ۱ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نشر الطیب ص ۹ مطبوعہ تاج کتبپنٹ کراچی)

(۵) ابوسمیل قطان نے اپنی کتاب امالی میں سہل ابن صالح ہمدانی سے روایت کی کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی (یعنی امام باقر رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ حضور ﷺ تو آخر میں مبعوث ہوئے سب نبیوں پر مقدم ہونا کیسے ہوا تو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو ميثاق کے دن نکالا اور سب سے پہلے جواب میں علی حضور نے فرمایا۔

(خصائص الکبریٰ باب خصوصية النبی بكونه اول النبیین فی الخلق و تقدم نبوته و اخذ الميثاق علیه ج ۱ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۶) حضرت عباس نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ مجھے کچھ نعت شریف پڑھنے کی اجازت دیجئے۔ سرکار نے فرمایا ہاں پڑھو تو انہوں نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس میں دو شعر یہ بھی تھے۔

وانت لما ولدت اشرققت الارض وضاءت بنورك الافق

جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے نور سے زمین اور کنارہ آسمان چمک گئے

فنحن فی ذالك الضياء وفي النور سبيل الرشاد تحترق

تو ہم اسی نور اور روشنی میں ہیں اور اس سے ہدایت کے راستے طے کر رہے ہیں

(طبرانی کبیر ج ۳ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۳۱۶۷ مطبوعہ مطبعة الزهراء حدیثہ موصل عراق)، (متدرک للامام کرم ج ۳ ص ۳۶۹ رقم الحدیث ۵۴۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)، (صفوة الصنوة ج ۱ ص ۵۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (الاستیعاب لابن عبد البر ج ۲ ص ۳۴۷ رقم ۶۶۳ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (الاصابة فی تیز الصحابة لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۲۷۳ رقم ۲۲۳۷ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (المغنی لابن قدامة ج ۱ ص ۱۷۶ مطبوعہ)، (خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۶ مطبوعہ فیصل آباد پاکستان)، (البدایہ والنہیۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۴۶ مطبوعہ)، (السیرۃ الخسبہ ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

ان تمام روایات کو مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب میں بہت وضاحت اور شرح سے نقل کیا ہے مواہب لدنیہ شریف میں بھی ان روایات کو نقل فرمایا ہے۔

(۷) مواہب لدنیہ شریف ص ۵ جلد اول میں ہے کہ امام ابو سعید نیشاپوری نے عبد الاحبار سے روایت کی کہ جب نور محمدی عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو ملا تو ان کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور نور محمدی ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ حضرت عبد المطلب اس وقت ایسے مقبول دعا تھے کہ مکہ والے ان کو سامنے رکھ کر بارش کی دعا کرتے تو فوراً بارش آتی تھی۔ اس نور کی وجہ سے ابرہہ کے ہاتھیوں نے عبد المطلب کو سجدہ کیا۔

(۸) ابو نعیم نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ شب ولادت آمنہ خاتون نے پیدائش پاک کے وقت ایسا نور محمدی

دیکھا کہ مشرق و مغرب ان پر ظاہر ہو گئے پھر حضور پیدا ہوئے۔ اور پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا۔
(مواہب لدنیہ شریف ص ۲۱)، (دلائل النبوة لابن قیم ج ۶ ص ۷۶ رقم الحدیث ۱۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بہر حال حضور ﷺ کا نور ہونا بہت ہی احادیث سے ثابت ہے یہاں بطور نمونہ بہت تھوڑی پیش کی گئیں اور کچھ احادیث مقدمہ میں عرض کی جا چکی ہیں۔

.....☆ حاشیہ.....

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن ابان الاصبهانی ثنا محمد بن عبادة الباهلی ثنا محمد بن يعقوب الزهري ثنا عبد العزيز بن عمران عن عبد الله بن عثمان بن ابی سليمان عن ابیه عن بن ابی سويد الثقفي قال سمعت عثمان بن ابی العاص يقول اخبرتني امی قالت شدت آمنة لما ولد رسول الله ﷺ فلما ضربها المخاض نظرت الى النجوم تدلی حتی انی لا قول انها لتقعن علی فلما ولدت خرج منها نور اضاء له البيت الذي نحن فيه والدار فما شئ انظر اليه الا نور۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ان کی والدہ نے ان سے بیان کیا جب ولادت نبوی ﷺ کا وقت آیا تو میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔ میں دیکھ رہی تھی کہ ستارے آسمان سے نیچے ڈھنک کر قریب ہو رہے ہیں یہاں تک کہ میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے اوپر گر پڑیں گے۔ پھر جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایسا نور نکلا جس سے پورا گھر جس میں ہم تھے اور حویلی جگمگ کرنے لگی اور مجھے ہر ایک شے میں نور ہی نور نظر آیا۔

(الجم الكبير طبرانی ج ۲۵ ص ۱۸۶ رقم ۳۵۷ مطبوعہ مکتبة العلوم والحکم الموصل)، (اعلام النبوة للماوردي الباب التاسع عشر في آیات مولده وظهور برکته ص ۲۷۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تاریخ الامم والملوک ج ۶ ص ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة لابن قیم ج ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب ما جاء في مولده ورضاعه وشرح صدره وخیبته ج ۸ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار المعارف بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۷۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (فتح الباری ج ۶ ص ۵۸۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

دعوة ابی ابراهيم وبشری عیسی ورات امی انه يخرج منها نور اضاءت منه قصور الشام۔

ترجمہ: میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور (میری ولادت کے وقت) میری والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ ان کے جسم اطہر سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۲۲۳۱۵)، (صحیح ابن حبان ج ۱۳ ص ۳۱۳ رقم الحدیث ۶۳۰۴ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۵ ص ۳۳۲ رقم الحدیث ۷۸۰۷)، (مسند الرویانی ج ۲ ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۱۳۶۷)، (مسند طحاوی ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۱۱۳۰)، (الفردوس بماثور الخطاب ج ۱ ص ۳۶ رقم الحدیث ۱۱۳ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۹۰)

امام علی بن ابی بکر عثمی متوفی ۸۰ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

واسناد احمد حسن۔

ترجمہ: مسند احمد کی سند حسن ہے۔

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۸ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

لما فصل منی خرج معه نور اضاء له ما بین المشرق الى المغرب۔

ترجمہ: جب سرور کائنات ﷺ کا ظہور ہوا تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق تا غرب سب آفاق روشن ہو گئے۔

(مسند ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (طبرانی تیسیر ج ۲۳ ص ۲۱۲ رقم الحدیث ۵۴۵ مطبوعہ مکتبة العلوم والحکم الموصل)، (صفوة الصفوة لابن جوزی ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حضور ﷺ کے نور ہونے کے متعلق علمائے اسلام کے ارشادات

ہمیشہ سے امت مسلمہ کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ رب کا نور ہیں اس میں کسی کا اختلاف نہ ہوا اکابر امت کے کچھ اقوال بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اشعار ہم احادیث کے سلسلہ میں عرض کر چکے ہیں جس میں انہوں نے حضور کو نور فرمایا اور وہ اشعار خود حضور انور ﷺ کی بارگاہ شریف میں پڑھے۔ اور نبی ﷺ نے کچھ نہ اعتراض نہ فرمایا۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہم مقدمہ میں عرض کر چکے کہ حضور انور ﷺ کے چہرہ انور میں سورج جیسی چمک تھی۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی مقدمہ میں عرض کیا جا چکا کہ حضور کے دانت مبارک سے نور نکلتا ہوا معلوم ہوا تھا۔

(۴) حضرت ہند ابن ابی ہالہ کا قول بھی مقدمہ میں گزر چکا کہ حضور کا چہرہ انور ایسا منور تھا جیسے چودھویں رات کا چاند۔

(۵) حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کا قول بھی مقدمہ میں گزر چکا کہ وہ فرماتی ہیں اگر تم انہیں دیکھتے تو ایسا معلوم کرتے کہ سورج نکل رہا ہے۔

(۶) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوة جلد اول باب پنجم ص ۱۱۸ میں فرماتے ہیں۔

وچوں آں حضرت عین نور باشد نور را سایہ نمی باشد۔

ترجمہ: چونکہ انور ﷺ بالکل سراپا نور تھے تو نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

(۷) مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں ص ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

واما نورہ علیہ السلام فہو فی غایۃ من الظہور شرقاً وغرباً و اول ما خلق اللہ نورہ و سماہ فی کتابہ نوراً۔

ترجمہ: لیکن نبی کریم ﷺ کا نور وہ مشرق و مغرب میں انتہائی طور پر چمک رہا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی کتاب میں نور فرمایا۔

(۸) یہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری اسی موضوعات میں اسی جگہ فرماتے ہیں۔

قال تعالیٰ اللہ نور السموات والارض علی مثل نورہ قلب محمد۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس اللہ کے نور کی مثال یہ اللہ کا نور حضور کا دل ہے۔

(۹) امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

فانک شمس فضل ہم کواکبھا یظہرون انور اھا للناس فی الظلم۔

ترجمہ: یا حبیب اللہ آپ بزرگی کے سورج ہیں اور سارے نبی حضور کے تارے ہیں جو حضور کا ہی نور اندھیریوں میں لوگوں میں پھیلاتے ہیں۔

(۱۰) امام جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

عکس دد از حق ممہ دوری بود

عکس نور حق ممہ دوری بود

آں خوردد گوردد ممہ نور خدا

ایں خوردد گوردد پلیدی ذیہ خدا

ترجمہ: اللہ کے نور کا سایہ بھی نور ہوتا ہے۔ جو خدا سے دور ہوں ان کا سایہ بھی دور ہے۔ جو ہم کھاتے ہیں اس سے پلیدی نکلتی ہے۔ جو حضور کھاتے ہیں وہ سب خدا کا نور بنتا ہے۔

(۱۱) امام احمد ابن محمد قسطلانی قدس سرہ مواہب لدنیہ شریف جلد اول ص ۹ میں فرماتے ہیں۔

قال تعالى يا ادم ارفع راسك فرفع راسه قرا نور محمد ﷺ في سراق العرش فقال يا رب ما هذا النور قال هذا نور نبى من ذريتك اسمه في السماء احمد وفي الارض محمد لولا ما خلقتك ولا خلقت السماء ولا ارضا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدم اپنا سر اٹھا تو انہوں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا عرض کی اے مولا یہ نور کیسا ہے فرمایا یہ نور ایک نبی کا ہے جو تمہاری اولاد میں سے ہوں گے ان کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو نہ ہم تمہیں پیدا کرتے نہ آسمان و زمین کو۔

(طبرانی صغیر ج ۲ ص ۸۲ رقم الحدیث ۹۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱۲) یہی امام احمد ابن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اسی مواہب لدنیہ میں ص ۸ پر فرماتے ہیں۔

ان الله تعالى لما خلق نور نبينا محمد ﷺ امره ان ينظر الى نوره فانطق هم الله به فقالوا يا ربنا من غشنا نوره فقال الله تعالى هذا نور محمد ابن عبد الله ان امنتم به جعلتكم انبياء۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جب نبی کریم ﷺ کا نور پیدا فرمایا تو اس نور کو حکم دیا کہ تمام انبیاء کو نوروں کو دیکھیں چنانچہ رب نے حضور کے نور سے تمام کے نور کو ڈھانپ لیا انہیں رب نے گویائی بخشی تو وہ تمام کہنے لگے۔ خدا کس کے نور نے ہم کو ڈھانپ لیا تو رب نے فرمایا کہ یہ محمد ابن عبد اللہ کا نور ہے (ﷺ) اگر تم ان پر ایمان لے آؤ تو میں تم کو نبی بناؤں۔

(۱۳) علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ حدیث جابر کی شرح میں فرماتے ہیں۔

من نوره ای من نور هو ذاته۔

ترجمہ: اللہ نے حضور کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذات الہی ہے۔

(شرح زرقانی ج ۱ ص ۵۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

(۱۴) امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں۔

لما قعلقت اراة الحق تعالى بايجاد خلقه ابرز الحقيقة المحمدية من انوار الصمدية في الحضرة الاحدية ثم سلمخ منها العوالمه كلها علوها وسفلها۔

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا تو صمدی نوروں سے ذات خاص نے حقیقت محمدیہ کو ظاہر فرمایا۔ پھر اس سے تمام عالم علوی و سفلی نکالے۔

(۱۵) مطالع المرات شرح دلائل الخیرات میں ہے۔

قد قال الاشعري انه تعالى نور ليس كالانوار وروح النبوية القدسية لمعه من نوره والملئكة اشرار تلك الانوار وقال ﷺ اول ما خلق الله نوري ومن نوري خلق الله كل شئی وغیره معا فی معناه۔

ترجمہ: امام ابو الحسن اشعری فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نور ہے مگر دوسرے نوروں کی طرح نہیں اور نبی ﷺ کی روح شریف اس نور کی تابش ہے اور فرشتے ان نوروں کے پھول ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ نے میرا نور۔ بنایا۔ اور میرے نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔

(مطالع المرات شرح دلائل الخیرات ص ۱۲۱ مطبوعہ مکتبہ نوزیہ رضویہ لاہور)

اس کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں جن کا مضمون ایک ہی ہے۔

(۱۶) علامہ شاہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں۔ ☆
قد خلق کل شئی من نورہ ﷺ کما ورد بہ الحدیث الصحیح۔
ترجمہ: ہر چیز نبی ﷺ کے نور سے بنائی گئی۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا۔

(الحدیقہ اندیہ ج ۲ ص ۵۷ مطبوعہ مکتبہ نور یہ رضویہ فیصل آباد)

حاشیہ..... ☆

تفسیر نیشاپوری میں آیت مبارکہ ”وانا اول المسلمین“ کی تفسیر میں ہے۔

کما قال اول ما خلق اللہ نوری۔

ترجمہ: جیسے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔

(تفسیر نیشاپوری ج ۸ ص ۶۶ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر)

امام ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

سب سے پہلے نور مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام اشیاء کو پیدا کیا۔ پس نور عرش نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے نور قلم نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔ لوح محفوظ کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، دن کا نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے معرفت کا نور، شمس و قمر کا نور اور آنکھوں کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔

(الدخل لابن الحاج ملخص ج ۲ ص ۳۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

و کونہ ﷺ رحمة للجميع باعتبار انه عليه الصلاة والسلام واسطة الفيض الالهي على الممكنات على حسب القوابل ولذا كان نوره ﷺ اول المخلوقات ففي الخبر اول ما خلق الله تعالى نور نبيك يا جابر وجاء الله تعالى المعطى وانا القاسم۔

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ کا سب کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ممکنات پر نازل ہونے والے فیض الہی کا ان کی قابلیتوں کے مطابق واسطہ ہیں اس لئے آپ کا نور سب سے پہلی مخلوق تھا۔ حدیث شریف میں ہے اے جابر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(تفسیر روح المعانی ج ۷ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن حجر مکی ہتمی متوفی ۸۰۳ھ لکھتے ہیں۔

وانما الذي رواه عبدالرزاق انه ﷺ قال ان الله خلق نور محمد قبل الاشياء من نورہ۔

ترجمہ: عبدالرزاق نے جو حدیث روایت کی ہے وہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نور مصطفیٰ ﷺ پیدا کیا۔

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۴۷ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر)

عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں۔

در حدیث صحیح وارد شدہ کہ ”اول ما خلق الله نوری“

(مراج النبوة ج ۲ ص ۲ مطبوعہ مکتبہ نور یہ رضویہ فیصل آباد)

خود علماء دیوبند کے اقوال

(۱) دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب (ص ۶ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور) کے مضمون کو اسی طرح شروع فرماتے ہیں۔

پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں۔ اس فصل میں نور کی وہ تمام حدیثیں تحریر فرماتے ہیں جو ہم احادیث میں بیان کر چکے ہیں۔ اس ضمن میں فرماتے ہیں۔

(ف) اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باوہلیت حقیقت ثابت ہوا کیونکہ جن اشیاء کی نسبت روایات میں اوہلیت کا حکم آیا ہے۔ ان اشیاء کا نور محمدی سے تاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔ (انتہی)

اس میں مولوی صاحب موصوف نے دو چیزیں تسلیم کیں۔ ایک تو حضور ﷺ کا نور ہونا۔ دوسرے حضور کے نور کا تمام مخلوق سے پہلے ہونا اور ہر چیز کا آپ کے نور سے نور بننا بھی مولوی صاحب مذکور نے اس کتاب میں اس جگہ تسلیم کیا ہے دیکھئے موجودہ دیوبندی وہابی اپنے ان پیشوا پر کیا فتویٰ لگاتے ہیں۔

یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب تلح الصدور میں فرماتے ہیں۔

در شمعاع بے نظیر مر لا شوید

ورنہ پیش نور من رسوا شوید

ترجمہ: میری بے مثال شمعاع کے آگے فنا ہو گم ہو جاؤ

نہیں تو میرے نور کے آگے رسوا ہو جاؤ گے

یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی اسی کتاب تلح الصدور میں دوسری جگہ خود فرماتے ہیں۔ شعر

نہ ہو پھر ملے کیوں نور علی نور

نبی خود نور اور قرآن ملا نور

(تلح الصدور ص ۲)

شاہ عبدالرحیم صاحب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد اپنی کتاب انفاس رحیمہ میں فرماتے ہیں۔

از عرش تا بفرش و ملائکہ علوی و جنس سفلی ہمہ ناشی ازاں حقیقتہ محمدیہ است و قول

حاشیہ.....☆

غیر مقلد اور دیوبندیوں کے امام محمد اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

چنانکہ روایت ”اول ما خلق اللہ نوری“ برآں دلالت می دارد۔

ترجمہ: جیسے کہ روایت اول ما خلق اللہ نوری اس پر دلالت کرتی ہے۔

(یک روزہ ص ۱۱ مطبوعہ ملتان)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں۔

سوال اول ما خلق اللہ نوری اور لولاک لما خلقت الافلاک..... یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟

ترجمہ: یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ باب ص ۱۵۷ مطبوعہ محمد سعید کھنئی کراچی)

رسول مقبول اول ما خلق الله نوري و خلق الله ما خلق الله من نوري وقول لولاك لما خلقت الافلاك وقوله لولاك لما اظهرت ربوبيتي۔

ترجمہ: فرش سے عرش تک نور اور اعلیٰ فرشتے اسفل کی جنس سب کی سب حقیقت محمدیہ سے پیدا ہیں۔ حضور کا فرمان ہے سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔ اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ (انفاس رحیمہ ص ۱۳)

امام طائفہ دیوبندیہ و ہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب منصب امامت میں فرماتے ہیں۔ ص ۱۶۔

کہ اے کسبیکہ بے بصر است البتہ از نور افشاں او بے خبر است۔

ترجمہ: ہاں جو اندھا ہے وہ حضور ﷺ کے نور افشاں سے بے خبر ہے۔

(منصب امامت ص ۱۶ مطبوعہ ہند)

یہ ہی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی اپنی اسی کتاب منصب امامت میں دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

اما نزول برکت پس بیانش آنکہ وجود انبیاء بمشابه آفتاب عالم تاب است کہ جوں نور او در تمام عالم منتشر شود۔ لابد عالمیت شب بدرود۔

ترجمہ: لیکن برکت کا نازل ہونا تو اس کا بیان یہ ہے کہ حضرت انبیاء کا وجود دنیا کو چمکانے والے سورج کی طرح ہے کہ جب اس کا نور دنیا میں پھیلتا ہے تو رات کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔

(منصب امامت ص ۱۶ مطبوعہ ہند)

مولوی حسین احمد صاحب اپنا اور اپنے تمام دیوبندی علماء کا عقیدہ اپنی کتاب الشہادت الثاقبہ میں ۵۰ پر یوں بیان فرماتے ہیں۔
ہمارے حضرات اکابر کے اقوال و آثار کو ملاحظہ فرمائیے یہ جملہ حضرات ذات حضور پر نور علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الہیہ و سراب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے اب تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی عام ہے کہ وہ نعمت و جود کی ہو یا اور کسی قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ پہلے آفتاب سے نور چاند میں آیا۔ اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں غرضیکہ حقیقت محمدیہ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہے غرضیکہ حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و التحسینہ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہے یہی معنی لولاك لما خلقت الافلاك اور اول ما خلق الله نوري اور انانہی الانبیاء کے ہیں۔

(۲) دیوبندیوں کے پیشوا مطلق مولوی رشید احمد صاحب اپنی امداد السلوک کے ص ۸۵ پر فرماتے ہیں۔

از پس جا است کہ حق تعالیٰ در شان حبیب خود ﷺ فرمودہ کہ البتہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد از نور ذات پاک حبیب خدا ﷺ است و نیز از تعالیٰ فرماید کہ اے نبی ﷺ ترا شاہد و مبشر و نذیر و داعی الی اللہ تعالیٰ و سراج منیر فرستادہ امیر و منیر روشن کنندہ و نور دہندہ را گویند۔

ترجمہ: اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی شان میں فرمایا۔ کہ تمہارے پاس حق تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئے۔ نور سے مراد حبیب خدا ﷺ کی ذات پاک ہے۔ نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہ اور بشیر و نذیر اور اللہ کی

طرف بلانے والا اور چمکانے والا سورج بنا کر بھیجا۔ منیر روشن کے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔

اس عبارت میں مولوی رشید احمد صاحب نے تین باتیں فرمائیں ایک یہ کہ حضور ﷺ اللہ کا نور ہیں۔ دوسرے یہ کہ آیت کریمہ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب و مبین۔ میں نور سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور ﷺ صرف نور ہی نہیں بلکہ منیر یعنی نور گر ہیں۔ کہ اپنے قمعین غلاموں کو نور بنادیتے ہیں۔ حضور سورج ہیں کہ رات میں چاند تاروں کو اور دن میں ذروں کو چمکا دیتے ہیں۔ اب کسی دیوبندی کو حق نہیں کہ ان تین چیزوں کا انکار کرے۔ کیونکہ ان کے پیشوا ہادی مطلق برحق نے یہ سب کچھ مان لیا۔

(۳) یہ ہی مولوی رشید احمد صاحب اپنی اسی کتاب امداد السلوک کے صفحہ ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

و حضرات صلوٰۃ اللہ علیہ فرمودہ کہ حق تعالیٰ مرا از نور خود پیدا فرمود۔ و مومنین از نور من پیدا فرمود۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور مسلمانوں کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔

(۴) یہ ہی مولوی رشید احمد صاحب اسی امداد السلوک کے اسی ص ۸۶ پر کچھ آگے یوں فرماتے ہیں۔

آں ذات پاک ﷺ مرا از جملہ اولاد آدم اند مگر آنحضرت ﷺ خود را جناب مطہر فرمود کہ نور خالص گشتہ و حق تعالیٰ آنجناب را نور فرمود و بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت ﷺ سایہ مذ اشتنا۔ و ظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل می در اند۔

ترجمہ: حضور ﷺ بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں مگر نبی ﷺ نے اپنے کو اس طرح پاک فرمایا کہ آپ خالص نور ہو گئے اور تواتر سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام جسم سایہ رکھتے ہیں۔

اس عبارت میں مولوی صاحب نے دو چیزیں مانیں ایک یہ کہ حضور انور ﷺ نور ہیں۔ رب نے انہیں نور کہا۔ دوسرے یہ کہ حضور انور ﷺ کا جسم اطہر کا سایہ نہ تھا۔ یعنی ان کی نورانیت بعض وجوہ سے محسوس بھی تھی۔

حضور کے نور ہونے پر اور بہت سے دلائل قائم کئے جاسکتے ہیں۔ مگر میں اسی پر قناعت کرتا ہوں ماننے والے کو اتنے ہی کافی ہیں۔ ضدی کے لئے دفتر بھی کافی نہیں۔

عقلی دلائل

عقل بھی چاہتی ہے کہ حضور ﷺ خوب تعالیٰ کا نور ہیں آپ کا ہر عضو شریف نور۔ آپ کا ہر حال شریف میں نور ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) نور وہ نور ہے جو خود ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کرے۔ حضور ﷺ خود تو ایسے ظاہر کہ انہیں بحر و بر۔ خشک و تر۔ شجر و حجر۔ آسمان کا ہر تارہ زمین کا ہر ذرہ پہچانتا ہے انسان انہیں جانیں۔ جانور انہیں پہچانیں۔ کنکران کا کلمہ پڑھیں۔ پھران کی گواہی دیں۔ غرضیکہ خود ایسے چمکے کہ کسی سے چھپ نہ سکے۔ اور دوسروں کو ایسا چمکایا کہ جس کو ان سے نسبت ہو گئی وہ چمک گیا۔ مدینہ منورہ کی گلیاں حضور سے چمکیں مکہ معظمہ کے کوچہ بازار۔ کعبہ معظمہ کے در و دیوار نقش و نگار ان سے جلمگائے۔ انہیں کے صدقہ سے علیہ دائی کی عظمت کے دنیا گیت گار ہی ہے۔ انہیں کے طفیل سے حضور کی نسل کی بزرگی کے خطبے پڑھے جارہے ہیں۔ بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے جن کو حضور نے ظاہر کیا وہ تو ظاہر ہو گئے۔ باقی تمام چھپ گئے۔ بلکہ خود خدا تعالیٰ کی ذات صفات کو ہم نے حضور ہی سے پہچانا۔ ہماری عقلوں کی رسائی اس تک ناممکن تھی۔ غرضیکہ نور کے معنی نبی کریم ﷺ ہیں کامل طور پر موجود ہیں۔ حضور ﷺ کامل نور ہیں۔

(۲) حضور ﷺ کی دعائیں یقیناً قبول ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولسوف يعطيك ربك فترضى رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائے گے اور حضور ﷺ بھی یہ عا کرتے تھے۔ اللھم اجعلنی نوراً خدایا مجھے نور کر دے۔ بتاؤ یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں ضرور ہوئی تو لامحالہ حضور ﷺ نور ہوئے۔

(۳) انسان کا جسم خاکی ہے اور روح نوری۔ رب فرماتا ہے قل الروح من امر ربی (نئی اسرائیل پارہ ۱۵) فرما دو کہ روح رب کے امر سے ہے۔ یعنی عالم امر کی ایک مخلوق ہے۔ اور عالم امر نور ہے۔ مقبولوں کے روح کی نورانیت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ جسم نور بن جاتا ہے اس لئے بعض اولیاء اللہ کے جسم میں بعض وقت تلواریں اترنے لگتی ہیں۔ بعض اولیاء نے کئی ماہ تک کھانا پانی استعمال نہ کیا۔ فتاویٰ حدیثیہ باب التصوف میں علامہ ابن حجر حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کے متعلق فرماتے ہیں۔
حتى انه مكث على ثلاثة اشهر على وضوء واحد۔

ترجمہ: آپ تین مہینہ تک ایک ہی وضو پر رہے۔

(الفتاویٰ الحدیثیہ باب فی التصوف مطلب فی ان ابن عربی مکث ثلاثاً اشھر علی وضوء واحد ص ۳۸۸ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)
اور نبی کریم ﷺ اس مبارک جماعت کے سردار اور پیشوا ہیں۔ حضور کا نور روحانی جسمیت پر ایسا غالب ہے کہ جسم اطہر بھی نوری ہو چکا ہے۔
(۴) روایات سے ثابت ہے کہ حضور کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا جیسا کہ دوسرے باب میں انشاء اللہ آدے گا۔ اور کثیف چیز کا یقیناً سایہ ہوتا ہے پتہ لگا کہ حضور ﷺ نور ہیں۔ کثافت حضور کے قریب بھی نہیں۔

(۵) حضور اقدس ﷺ معراج کی رات آگ کے کرہ اور زمہریز سے گزرے اور پھر وہاں پہنچے جہاں مکاں بھی ختم ہو چکا تھا یعنی لامکان کے مکین ہوئے اور ظاہر ہے کہ جسم آگ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور مکان کا حاجت مند ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس رات نورانیت کی جلوہ گری تھی۔

(۶) کوئی انسان بغیر ہوا کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور معراج کی رات حضور نور جہاں تشریف لے گئے وہاں ہوا کا نشان نہ تھا۔ پھر وہاں زندہ رہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں۔

(۷) اگر انسان کے دل پر ذرا سی ٹھیس لگ جاوے تو موت واقع ہو جاتی ہے مگر فرشتوں نے حضور کے دل مبارک کو سینہ انور سے نکالا اسے چیر کر نور سے بھرا مگر زندگی شریف باقی رہتی۔ معلوم ہوا کہ حضور نے متواتر کئی کئی روز تک اس طرح رکھے کہ بیچ میں بالکل افطار نہ فرمایا۔ اس کے باوجود بھوک پیاس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اگر ان کی زندگی شریف ہماری طرح بالکل جسمانی ہوتی تو کھانے پینے سے ایسے بے نیاز نہ ہوتے۔ حضور کا نور اب بھی بعض اولیاء کرام دن رات ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ مولانا جامی فرماتے ہیں۔

مگر چہ صد مرحلہ حدود مرزہ پیش نظر

وجہ فی نظری کل غدا و عشی

بعض اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک آن میں آپ کا نور نہ دیکھوں تو اپنے آپ کو مرتد ہونے کا فتویٰ دے دوں اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھتے مگر آنکھ والوں سے سن کر سورج اور اس کے نور کو مان لیتا ہے۔ ہم کو بھی چاہیے کہ اگر حضور کا نور اپنی کمزوری سے ان آنکھوں سے نہ دیکھ سکیں تو کان سے سن کر مان لیں۔

(۹) حضور نور ﷺ نے معراج کی رات ہزاروں سال کا سفر ایک آن میں طے فرمایا۔ یہ جسم کثیف اتنا دور دراز سفر اتنی تھوڑی مدت

میں طے نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں اور جیسے کہ نور نظریا ہمارا نور خیال آنا فنا بڑی سے بڑی مسافت ایک آن میں طے کر لیتا ہے ایسے ہی حضور نے اتنا دراز فاصلہ ایک آن میں طے فرمایا۔

(۱۰) قرآن کریم حضور ﷺ کی تعریف میں فرماتا ہے۔

عزیز علیہ ما عنتم۔

ترجمہ: تمہاری مشقت ان پر بھاری اور ناگوار ہے۔

(سورہ توبہ پارہ ۱۱ آیت نمبر ۱۲۸)

معلوم ہوا کہ جیسے روح اپنی نورانیت کی وجہ سے جسم کے ہر عضو کے ہر درد سے خبردار ہے کہ پاؤں میں چوٹ لگے تو روح کو خبر۔ سرد کھے تو روح کو خبر۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور ہیں اور اپنے ہر امتی کے ہر حال سے باخبر ہیں۔

(۱۱) قانون قدرت ہے کہ کثرت کی ابتداء وحدت سے ہوتی ہے۔ اور کثرت کو فیض وحدت سے ملتا ہے۔ گویا وحدت کے لئے مبداء فیاض ہوتی ہے۔ (دیکھو) آسمان کے بے شمار تارے ایک سورج سے نور لیتے ہیں۔ درخت کے تمام پتے۔ شاخیں۔ پھول پھل۔ ان سب کی ابتداء ایک جڑ سے ہے اور تمام کو فیض بھی اسی ایک جڑ سے ہے۔ تمام انسانوں کی جسمانی ابتداء ایک آدم علیہ السلام سے ہے بدن کے سارے اعضاء کو فیض ایک دل سے ہے غرضیکہ ہر کثرت میں وحدت کا فیض ہے تو چاہئے کہ عالم کثرت یعنی جو اللہ کے سوا ہے اس کی ابتداء بھی ایک سے ہی ہو اس کثرت میں بھی کوئی ایک فیض رساں ہو۔ اس مبداء فیاض ایک کا نام حقیقت محمدیہ اور نور محمدی ہے ورنہ بتاویہ کثرتیں کس وحدت کی شاخیں ہیں اور کون سی وحدت اس میں کار فرما ہے۔ بہر حال یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ حقیقت محمدیہ عالم کی اصل ہے اور سارا عالم اسی سے ہی فیض لیتا رہا ہے اور لیتا رہے گا۔

دوسری فصل..... اس مسئلہ پر اعتراضات اور جوابات

اعتراض نمبر ۱

اگر نبی کریم ﷺ اللہ کا نور ہیں۔ تو خدا کا نور ٹکڑے ہو گیا اور نبی کریم ﷺ خدا کا جز بن گئے اور حضور میں خدائی آگئی یہ عقیدہ عیسائیوں کے عقیدہ کے مشابہ ہے۔ کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام میں الوہیت حلول مان لی۔

جواب:- ان سوالوں کا منشا یہ ہے کہ معترض اسے سمجھا نہیں۔ اللہ کا نور ہونا۔ اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ نبی کریم ﷺ بلا واسطہ رب سے فیض لینے والے ہیں اور تمام خلقت نے حضور کے واسطے سے فیض ربانی حاصل کیا جیسے آئینہ سورج کے سامنے ہو تو سورج کا عکس اس آئینہ کو چمکا دیتا ہے۔ پھر یہ آئینہ دوسرے حجاب والے آئینوں کے مقابل کر دو۔ تو وہ تمام اس آئینہ سے جگمگا جاتے ہیں تو پہلا آئینہ نہ سورج کا ٹکڑا ہے نہ عین سورج بلکہ بلا واسطہ اس سے تجلی حاصل کر رہا ہے اور دوسرے آئینے اس کے ذریعے سے۔ یہ نسبت ایسی ہے جیسے قرآن کریم نے صالح علیہ السلام کی اوٹنی کو ناقۃ اللہ یعنی اللہ کی اوٹنی فرمایا اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح منہ۔ اللہ کی روح فرمایا۔ یعنی بلا واسطہ والدین رب کے پیدا کئے ہوئے۔

اعتراض نمبر ۲

حضور نور نہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

قل انما انا بشر مثلكم۔

ترجمہ: فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

(سورہ کہف پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۱)

جب حضور بشر ہوئے تو نور نہ ہوئے بشریت اور نوریت جمع نہیں ہو سکتی۔

جواب: حضور ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ یعنی نوری بشر ہیں۔ حقیقت حضور کی نور ہے۔ اور لباس بشری ہے رب تعالیٰ نے

حضرت جبریل کے بارے میں فرمایا:

فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشراً سوياً۔

ترجمہ: پس بھیجا اس کی طرف ہم نے روح وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

(سورہ مریم پارہ ۱۶)

حضرت جبریل علیہ السلام فرشتہ ہیں نور ہیں اور حضرت مریم کے پاس بشری شکل میں ظاہر ہوئے۔ اس وقت اس بشری شکل کی وجہ سے نورانیت سے علیحدہ نہیں ہو گئے۔ صحابہ کرام نے حضرت جبریل کو بشری شکل میں دیکھا۔ سیاہ زلفیں۔ سفید لباس۔ آنکھ۔ ناک۔ کان وغیرہ سب موجود ہیں۔ اس کے باوجود بھی وہ نور تھے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم۔ حضرت لوط۔ حضرت داؤد علیہم السلام کے خدمات میں فرشتے شکل بشری میں گئے۔ رب فرماتا ہے۔

هل اتاك حديث ضيف ابراهيم اذ دخلوا عليه فقالوا سلاما قال سلام قوم منكرون۔

ترجمہ: کیا تم کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر پہنچی جب وہ مہمان ان کے پاس گئے اور کہا سلام آپ نے فرمایا۔ سلام اجنبی قوم سے ہے۔

هل اتاك نبوا الخصم اذ يسور و المحراب اذ دخلوا على داود ففزع منهم قالوا لا نخف خصمن
بغى بعضنا على بعض۔

ترجمہ: اور کیا تمہیں اس دعوے والوں کی بھی خبر آئی جب وہ دیوار کو دو کر داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ انہوں نے عرض کیا ڈریے نہیں ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔

(سورہ مہمل پارہ ۲۳)

ولما ان جاءت رسلنا لوطا سيئاً بهم وضاق بهم ذرعاً وقالوا لا تخف و تخزن انا منجوك الا
امراتك كانت من الغابرين۔

ترجمہ: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے ان کا آنا اسے ناگوار ہوا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ نہ ڈریے اور نہ غم کیجئے۔ بے شک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر آپ کی عورت رہ جانے والوں میں ہے۔

(سورہ عنکبوت پارہ ۲۰)

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاء کرام کی خدمت میں انسانی شکل بشری صورت میں حاضر ہوتے تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ نور بھی ہوتے تھے۔ غرضیکہ نورانیت و بشریت ضدیں نہیں۔

اعتراض نمبر ۳

اگر حضور ﷺ نور ہیں اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو چاہیے کہ کسی جگہ اندھیرا نہ ہوا کرے۔ ہر جگہ روشنی ہو۔ لہذا آیا تو حضور نور نہیں یا ہر

بگڑا نظر نہیں۔

جواب:- اس سوال کے دو جواب ہیں ایک جواب الزامی دوسرا جواب تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ نور ہے اور ہر وقت ہمارے ساتھ ہے۔ مگر ہر جگہ روشنی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اللہ نور السموات والارض۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا نور ہے۔

(سورہ نور پارہ ۱۸)

وہو معکم اینما کنتم۔

ترجمہ: اور وہ رب تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔

(سورہ واقعہ پارہ ۲۷)

نحن اقرب الیہ منکم ولكن لا تبصرون۔

ترجمہ: ہم بمقابلہ تمہارے اس سے زیادہ قریب ہیں۔ مگر تم دیکھتے نہیں۔

(سورہ واقعہ پارہ ۲۷ آیت نمبر ۸۶)

نحن اقرب الیہ من جبل الودید۔

ترجمہ: ہم اس سے شہرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

ان اللہ مع الصابرین۔

ترجمہ: بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

(سورہ بقرہ پارہ ۲)

نیز قرآن شریف نور ہے اور ہر گھر میں رہتا ہے۔ مگر روشنی نہیں ہوتی۔ فرشتے نور ہیں۔ اور ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ مگر ان کی روشنی نہیں پڑتی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وانزلنا الیکم نوراً مبیناً۔

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف ظاہر نور اتارا۔

(سورہ نساء پارہ ۶)

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم۔

ترجمہ: فرمادو۔ تم کو وہ موت کا فرشتہ وفات دے گا۔ جو تم پر مقرر ہے۔

(سورہ بحدہ پارہ ۲۱)

اب بتاؤ کہ یا تو رب تعالیٰ ہمارے ساتھ نہیں ہے یا وہ نور نہیں۔ اسی طرح یا تو فرشتے اور قرآن ہمارے پاس نہیں رہا یا وہ نہیں۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ نور دو قسم کا ہے نور حسی اور نور معنوی۔ نور حسی کے لئے محسوس ہونا ضروری ہے مگر نور معنوی کے دیکھنے کو قوت قدسیہ والی آنکھیں چاہئیں۔ اگر اندھا آفتاب کو نہ دیکھے تو اسے چاہیے کہ دیکھنے والوں سے سن کر اسے نور مان لے۔ اسی طرح قوت قدسیہ والے اولیاء اللہ نور محمدی کو دیکھتے ہیں۔ محسوس کرتے ہیں۔ ان سے سن کر قرآن کو مان کر حضور ﷺ کو نور مان لے۔

اعتراض نمبر ۴

اگر حضور نور ہیں تو کھاتے پیتے کیوں ہیں۔ ان کے اولاد کیوں ہوتی ہے اور چاہئے کہ سارے سید نور ہوں کیونکہ انسان کا بچہ انسان۔

گھوڑے کا بچہ گھوڑا۔ شیر کا بچہ شیر ہوتا ہے۔ تو چاہیے کہ نور کی اولاد نور ہو۔ (دہانی)

جواب:- کسی آیت یا حدیث میں نہیں کہ نور کی اولاد نہیں ہوتی اگر ہے تو پیش کر دو۔ فرشتوں کے اولاد نہ ہوتا۔ اس لئے ہے کہ فرشتہ ہے فرشتوں کے اولاد نہیں ہم حضور کو نور مانتے ہیں۔ فرشتہ نہیں مانتے۔ تمہاری یہ بیہودہ گفتگو محض بے کار ہے۔ یہ تمام سوالات اس صورت میں ہو سکتے تھے۔ جب حضور کی بشریت کا انکار کیا جاتا۔ حضور نور بھی ہیں۔ بشر بھی ہیں۔ اور یہ تمام عوارض انسانی بشریت کے ہیں۔ نورانیت کے نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہزاروں برس سے ہیں کھانے پینے سونے اور اولاد وغیرہ سے پاک ہیں۔ کیونکہ وہاں نورانیت کی جلوہ گری ہے۔ جب دنیا میں آئیں گے۔ تو پھر کھانا پینا نکاح وغیرہ سب کچھ کریں گے۔ تب بشریت کی جلوہ گری ہوگی۔ حضور ﷺ نے معراج میں ہزاروں سال کا سفر طے کیا۔ اس وقت نورانیت کی جلوہ گری تھی۔ کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ جب سرکار موصومہ سال رکھتے تھے تو مسلسل روزے بغیر افطار کے رکھتے۔ اور مطلقاً بھوک کا احساس نہ ہوتا تھا لیکن دوسری حالت میں اگر کھانا ملا حلقہ نہ نہ۔ تو آثار بھوک نمودار ہو جاتے تھے۔ روزے کی حالت میں نورانیت کا ظہور ہے اور دوسرے وقت بشریت کی جلوہ گری۔

بروت و مروت فرشتے ہیں۔ نور ہیں۔ مگر جب انہیں بہ لباس بشری دنیا میں بھیجا گیا تو وہ کھاتے پیتے بھی تھے۔ بلکہ محبت بھی کر سکتے تھے۔ اس ہی کھانے پینے اور محبت کی قوت کی بنا پر ان پر عتاب والا واقعہ پیش آیا۔ ان کا یہ کھانا پینا اور قوت جماع اسی لباس بشری کے احکام تھے۔ حضرت ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بشری شکل میں آئے تو موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ سے ان کی آنکھ جاتی رہی یہ آنکھ جانا بشریت کے احکام سے تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا جب سانپ بن جاتا تو کھاتا پیتا بھی تھا یہ اس کا کھانا پینا۔ اس کی اس شکل کے عوارض تھے۔ رب فرماتا ہے۔

واوحینا الی موسیٰ الق عصاک فاذا هی تلقف ما یرا فکون۔

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنی لاشمی ڈالو تو وہ نگل گئی اسے جو وہ گڑھتے تھے۔

(سورہ اعراف پارہ ۹)

والق ما فی یمینک تلقف ما صنعوا۔

ترجمہ: اپنے ہاتھوں کی چیز پھینکو ان کی مصنوع کو نگل جاوے گی۔

(سورہ طہ پارہ ۱۶)

حضور ﷺ بشریت میں آدم علیہ السلام کی فرع اور ان کی اولاد ہیں اور نورانیت میں آدم علیہ السلام کی اصل ہیں۔ نور میں تو والد و تاسل نہیں ایمان نور ہے۔ مومن نورانی ہے۔ عالم نورانی ہے۔ نبوت نور ہے نبی نورانی ہیں اس کے باوجود مومن کی اولاد کافر۔ عالم کی اولاد جاہل۔ نبی کی اولاد کافر بھی ہو جاتی ہے۔ جنتی لوگ نورانی ہوں گے۔ حوریں نور ہیں۔ مگر حدیث شریف سے ثابت ہے کہ بعض جنتی اولاد کی خواہش کریں گے اور انہیں اولاد ہوگی۔ فرماؤ۔ اگر نور کے اولاد نہیں ہو سکتی تو ان جنتی لوگوں کے اولاد کیسی ہوگی۔

اعتراض نمبر ۵

آیہ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین و اعطف تفسیری کے لئے ہے اور نور سے قرآن شریف مراد ہے نہ کہ نبی کریم ﷺ جسے کتاب مبین بتا رہی ہے۔

جواب:- محققین مفسرین کے نزدیک نور سے مراد ﷺ ہیں جیسے امام جلال الدین سیوطی اور تفسیر خازن۔ مدارک تفسیر ابن

عباس۔ تفسیر صاوی۔ وغیرہ۔ نیز اس آیت کی ابتدا میں حضور ﷺ کا ذکر شریف ہے کہ رب نے فرمایا۔

يا اهل الكتاب قد جاءكم رسولنا بين لكم كثيراً مما كنتم تخفون من الكتاب ويعفوا عن كثير قد جاءكم من الله نور۔

ترجمہ: اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے جو تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت کو معاف فرماتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

(سورہ مائدہ پارہ ۶ آیت نمبر ۱۵)

اس اوپر والی آیت نے بتایا کہ نور سے مراد وہ ہی رسول ہیں۔ جن کا ذکر آچکا نیز واو کو عطف تفسیری ماننا گویا معنی مجازی مراد لینا ہے اور بلا ضرورت معنی مجازی نہیں لینا چاہیے۔ کیونکہ عطف معطوف الیہ میں مغائرت چاہتا ہے تو چاہیے کہ نور اور ہو کتاب کچھ اور نیز عطف تفسیری میں کتاب مبین تجدید ہے اور پہلی صورت میں کتاب مبین میں تائیس اور تائیس تجدید سے بہتر ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ دوسری عبارت کچھ نئی بات بتائے نہ یہ کہ پہلی بات کو دوبارہ کہہ دے نیز اس آیت کی تفسیر وہ آیت ہے۔

يا ايها النبي انا ارسلتك شاهداً ومبشراً ونذيراً وداعياً الى الله باذنه وسراجاً منيراً۔

(سورہ النازعات پارہ ۲۲ آیت نمبر ۳۶)

اس آیت نے صاف طور پر حضور کو نورانی سورج فرمایا۔ اور خود قرآن کی تفسیر دوسری تفسیر سے اعلیٰ ہے نیز اس آیت کی تفسیر وہ حدیث ہے جسے مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر المطیب میں بحوالہ عبدالرزاق حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا۔

يا جابر ان الله تعالى خلق قبل الاشياء نور نبيك من نوره۔

(الجزء المنقود من الجزء الاول من المصحف ص ۶۳-۶۴ رقم المحدث ۱۸ مطبوعہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۷ مطبوعہ المکتب الاسلامیہ بیروت)، (شرح زرقانی ج ۱ ص ۸۹-۹۱ مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت)، (کشف الخفاء ج ۱ ص ۳۱۱ رقم المحدث ۸۲۷ مطبوعہ موسسۃ المدینۃ بیروت)، (تاریخ انور السافر لمام عید روسی متونی ج ۱ ص ۱۰۷ ج ۱ ص ۸ مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت)، (السیرۃ الخلیفہ ج ۱ ص ۵۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (نشر المطیب ص ۱۳ مطبوعہ الحجیم سعید کہنی لاہور)، (تاریخ انیس فی احوال انفس نفیس ج ۱ ص ۱۹ مطبوعہ موسسۃ الشعبان بیروت)، (عصیدۃ الشہدۃ شرح المقصدۃ المیرۃ ص ۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (جواہر البحار للنہجانی ج ۳ ص ۲۲۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)

اور قرآن کی تفسیر جو خود صاحب قرآن ﷺ فرمادیں وہ اعلیٰ کتاب ہے۔ نیز کتاب کے لئے نور کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ وہ پڑھی جاسکے جیسے عبارت قرآن کے لئے اس ظاہری نور کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی قرآنی معارف کے لئے نور روحانی کی حاجت ہے اور وہ حضور ﷺ ہے۔

اعتراض نمبر ۶

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن تذکرہ یعنی نصیحت یا اگلی پچھلی باتوں کو یاد دلانے والا ہے۔ قرآن نور ہے۔ قرآن ہدایت ہے قرآن برہان ہے قرآن شفا ہے۔ رحمت ہے۔ جب قرآن میں یہ ساری صفات موجود ہیں۔ تو اب دوسرے نور یا دوسری ہدایت کی ضرورت نہیں آیات ملاحظہ ہوں۔

ان هذه تذكرة فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلاً۔

ترجمہ: وہ آیات نصیحت ہیں تو چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرے۔

(سورہ مزمل آیت نمبر ۳۹)

وانزلنا اليكم نوراً مبيناً۔

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف نور کھلا ہوا اتارا۔

(سورہ نساء پارہ ۶)

ذالك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين۔

ترجمہ: یہ کتاب ہے کہ اس میں شک نہیں پرہیزگاروں کی ہادی۔

(سورہ بقرہ)

وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين۔

ترجمہ: ہم قرآن کی وہ آیتیں اتارتے ہیں جو شفا ہیں۔ اور مومنوں کے لئے رحمت۔

(سورہ بنی اسرائیل پارہ ۱۵ آیت نمبر ۸۲)

قد جاءكم برهان من ربكم۔

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس ہمارے رب کی طرف سے دلیل آچکی۔

اعتراض نمبر ۷

چونکہ یہ تمام خوبیاں قرآن سے حاصل ہو چکیں اور تحصیل حاصل ناممکن ہے لہذا نبی میں ان میں سے کوئی صفت نہیں مانی جاسکتی۔
(دیوبندی وچکڑالوی)

جواب:- جیسے قرآن آخری کتاب ہے اور سارے عالم کے لئے اور ہمیشہ کے لئے آئی ہے اس لئے اس میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں کہ غافلوں کے لئے تذکرہ عاقلوں کے لئے نور۔ گمراہوں کے لئے ہدایت۔ جسمانی یا روحانی بیماریوں کے لئے شفاء مومنوں کے لئے رحمت محققین کے لئے برہان ہے ایسے ہی نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں اور سارے عالم کے لئے اور ہمیشہ کے لئے۔ لہذا ان میں بھی تمام خوبیاں ہونی چاہئیں کہ ہر قسم کی مخلوق حضور سے فیض حاصل کر سکے۔ اس لیے رب تعالیٰ نے حضور کے وہ تمام صفات بیان فرمائے۔ جو قرآن کریم نے بیان فرمائے چنانچہ حضور ﷺ مذکور یعنی نصیحت فرمانے والے یا اگلی پچھلی باتیں یاد دلانے والے بھی ہیں۔ حضور برہان یعنی دلیل بھی ہیں۔ حضور شفاء بھی ہیں حضور رحمت بھی ہیں آیات ملاحظہ ہوں۔

فلذكر انما انت مذکور۔

ترجمہ: تو انہیں یاد دلانا تم یاد دلانے والے ہو۔

(غاشیہ آیت نمبر ۳۰)

انك تهدي الى صراط مستقيم۔

ترجمہ: بے شک تم سیدھے راستے کی ہدایت کرتے ہو۔

يا ايها الناس قد جاءكم برهان من ربكم وانزلنا اليكم نوراً مبيناً۔

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے رب کی دلیل آگئی اور تمہاری طرف ہم نے روشن نور اتارا۔

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين۔

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر جہانوں کے لئے رحمت۔

(انبیاء پارہ ۷ آیت نمبر ۱۰۷)

غرضیکہ نہ قرآن کی صفات کی حد ہے نہ صاحب قرآن کی صفات کی انتہاء بلکہ کعبا جسام کا قبلہ ہے اور حضور ﷺ دل و ایمان و جان کا قبلہ ہیں۔ اس میں تحصیل حاصل لازم نہیں کیونکہ ہم دنیا میں دو نوروں کے حاجت مند ہیں ایک آنکھ کا نور۔ دوسرے سورج یا چراغ کا نور۔ اگر آنکھ

روشن ہو مگر چراغ وغیرہ کی روشنی نہ ہو تو بھی نظر نہیں آتا۔ اور اگر چراغ وغیرہ کی روشنی تو ہو مگر آنکھ میں نور نہ ہو تو بھی کچھ نہیں سوجھتا۔ اسی طرح قرآن گویا چراغ یا سورج ہے۔ اور صاحب قرآن علیہ السلام گویا نور نظر ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورج و چاند ہیں تو قرآن کریم نور نگاہ ہے۔ غرضیکہ ہم کو نور قرآن کی بھی ضرورت ہے اور نور نبوت کی بھی۔ نماز قرآن سے ملی۔ مگر نماز کی تعداد۔ رکعتوں کی مقدار۔ نماز کا طریقہ حضور سے حاصل ہوا۔ اسی طرح زکوٰۃ و حج وغیرہ قرآن نے دیا۔ مگر ان کی ادائے گی کا طریقہ حضور نے سکھایا۔ نہ اس میں تحصیل حاصل ہے نہ کوئی۔ دوسری قیاحت۔ بلکہ نور نبوت کی حاجت نور قرآنی سے پہلے ہے۔ اسی لئے کافر کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرتے ہیں نہ کہ قرآن پڑھا کر۔ بچہ کے کان میں اذان کہتے ہیں قرآن نہیں پڑھاتے۔

اعتراض نمبر ۸

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے کہ اللھم اجعل فی بصری نوراً اور آخر میں آتا ہے واجعلنی نوراً یعنی اے اللہ میری آنکھ میں۔ کان میں۔ گوشت میں۔ ہڈی میں نور کر اور مجھے نور بنادے گا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود پہلے ہی نور تھے تو اس دعا کی کیا وجہ تھی۔ نور تو وہ بنایا جاتا ہے جو پہلے سے نور نہ ہو۔

جواب:- اس کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ آپ ہمیشہ دعا مانگتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم۔ اے اللہ ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے تو کیا آپ اس وقت گمراہ تھے جب آپ پہلے ہی ہدایت پر ہیں پھر ہدایت کیوں مانگ رہے ہیں۔ رب فرماتا ہے: ہدی للمتقین۔

ترجمہ: یہ قرآن پر ہیزگاروں کو ہدایت دینے والا ہے۔

(سورہ بقرہ پارہ ۱ آیت نمبر ۳)

یا ایہا الذین آمنوا امنوا۔

ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان لاؤ۔

(سورہ نساء پارہ ۵)

بتاؤ جو پہلے ہی پرہیزگار بن چکے۔ انہیں ہدایت دینے کے کیا معنی۔ اور جو پہلے ہی ایمان لا چکے۔ ان کے ایمان لانے کے کیا معنی۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعا مانگنا کہ خداوند میرے آنکھ۔ کان وغیرہ میں نور دے۔ امت کو تعلیم دینے کے لئے ہے نورانیت پر قائم رہنے کا دعا ہے۔

اعتراض نمبر ۹

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہنا حضور کی بے ادبی ہے بلکہ حضور کی عزت اسی میں ہے کہ آپ خاک سے ہوں۔ کیونکہ خاک نور سے افضل ہے اس لئے کہ فرشتے نور ہیں اور آدم علیہ السلام خاک کی بشر اور فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا نہ آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو حضور کو نور ماننا گویا آپ کی توہین کرنا ہے۔

جواب:- اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی الزامی جواب تو یہ ہے کہ پھر خدا تعالیٰ کو نور کہنا خدا کی اور قرآن کی بے ادبی ہوئی تعجب ہے کہ حضور کو نور کہنے میں تو آپ کو حضور کی بے ادبی معلوم ہو اور خدا تعالیٰ کو نور کہنے میں یہ ساری بے ادبی کا نور نہ بنے۔ ماشاء اللہ دیوبندی وہابی بھی ادب والے بن گئے جنہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی کھلی گستاخیاں کیں جو کھلا کافر بھی نہ

کر سکے۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ سجدہ آدم علیہ السلام کے صرف خاکی جسم شریف کو نہ تھا۔ بلکہ اس نورانی روح کو تھا۔ جو جسم شریف کو پھونکی گئی۔ رب فرماتا ہے۔

فاذا سویته ونفخت فیہ من روحنی فقعوا لہ ساجدین۔

ترجمہ: پھر جب میں ان کو درست کر دوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تب تم ان کے لئے سجدے میں گر جانا۔

(سورہ حجر پارہ ۱۵)

معلوم ہوا کہ سجدہ روح آدم علیہ السلام کو ہے چونکہ جسم شریف اس روح کی تجلی گاہ بن چکا تھا اس لیے سجدہ اسے بھی ہوا۔ اور آدم علیہ السلام کی روح نور مصطفویٰ کی ایک تجلی تھی ورنہ آدم علیہ السلام کا جسم شریف تو روح پھونکنے سے چالیس سال پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ اگر صرف جسم ہوتا تو اب تک توقف نہ کیا جاتا۔ اس سے پہلے سجدہ ہو چکا ہوتا۔ نیز ابلیس کو خاک پر خاک کی طرف سجدہ کرنے میں کبھی عذر نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے خاک کے ہر ذرہ پر سجدے کر چکا تھا۔ آج یہ ایک سجدہ بھی کر لیتا۔ اب جو سجدے سے انکار کر رہا ہے وہ درحقیقت اس نورانیت کا منکر ہے جو سجدہ کا باعث ہے نیز اگر نقطہ خاک خاک ہی کو سجدہ کرانا تھا تو خاک کے ڈھیر۔ ٹیلے ہزار موجود تھے۔ ان میں سے کسی کی طرف سجدہ کر دیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ خاک مسجود نہ تھی بلکہ وہ نور مسجود تھا۔ آدم علیہ السلام میں ودیعت تھا۔

زبان حال سے کہتے تھے آدم! جسے سجدہ ہوا ہے میں نہیں ہوں

اعتراض نمبر ۱۰

اگر حضور ﷺ نور ہیں تو آپ اولاد آدم۔ یہ السلام آجے ہوئے نور کسی کی اول نہیں ہوتا۔ حضور کو اسی لئے آدمی کہا جاتا ہے یعنی آدم علیہ السلام والے۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ بھی ہیں اور نور بھی یعنی نورانی بشر ہیں ظاہر جسم شریف بشر ہے اور حقیقت نور ہے اولاد آدم علیہ السلام ہوتا اس جسم بشری کی صفت حقیقت کے لحاظ سے حضور سارے عالم کی اصل ہیں اور سارا عالم حضور سے ہے۔ رب فرماتا ہے۔

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین لا شریک لہ وبذا لک امرت وانا اول المسلمین۔

ترجمہ: فرمادو کہ میری نماز میری قربانی میری زندگی میری وفات اس اللہ کے لیے ہے جو جہانوں کا پالنے والا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں ساری اطاعت کرنے والوں میں پہلا ہوں۔

(سورہ اعراف پارہ ۸)

قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین۔

ترجمہ: فرمادو کہ اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو اس کا پہلا عابد میں ہوتا۔

(سورہ انبیاء پارہ ۱۷)

وان من شینی الا یسبح بحمدہ ولكن لا تفقہون تسبیحہم۔

ترجمہ: نہیں ہے کوئی چیز مگر رب کی رحمت کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔

(نہی اسرائیل پارہ ۱۵)

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ ہر ذرہ ہر حصہ آسمان کا ہر جہ تسبیح خوان ہے۔ اور رب کا عابد ہے دوسرے یہ کہ ان تمام سے پہلے حضور رب کے عابد تھے۔ یعنی حضور ﷺ اس وقت کے عابد ہیں۔ جب نہ فرشتے تھے نہ آسمان نہ زمین نہ عالم کی کوئی چیز۔ کیونکہ

اگر کوئی چیز حضور سے پہلے پیدا کی چکی ہوتی تو پہلی عابدہ ہوتی نہ کہ حضور ﷺ۔

اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اولیت کی حالت میں بشر تھے آدم علیہ السلام اول بشر اور ابوالبشر نہ ہوتے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ حضور اس اولیت میں یقیناً نور ہیں اور اس جسمانی حالت میں بشر ہیں۔ یہ تمام رشتے اس جسم اقدس کے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک رسالہ التالیف قلب الالیف بکتابہ فرس التوالیف کے شروع میں فرماتے ہیں کہ عالم ارواح میں سارے پیغمبروں نے حضور کی روح پر فتوح سے فیض لیا۔ اس سے علم حاصل کیا اور حضور سے سیکھ کر آدم علیہ السلام اسماء کے عالم ہوئے۔ حضور اسی عالم میں نبیوں کے بھی نبی ہیں جس پیغمبر نے جو سیکھا ہے سب حضور کے شاگرد اور حضور ان تمام کے استاد اول ہیں۔ حضور خود فرماتے ہیں کہ کنت نبیاً و آدم بین الروح والجسد بلکہ تمام ملائکہ اور تمام عالم انوار والے جو کچھ جانتے ہیں۔ حضور کے بتانے سے جانتے ہیں۔ عبارت یہ ہے:

وصل اول بعد از نزول وانتقال ازاں عالم حضرت انبیاء حاضران مجلس علم و شاگردان حوزہ۔ درس او مریکے کتابے از علم و بابے از دین خواندہ و تحصیل نمودہ بود۔ و مریکے مسند افاضہ نشسنہ کلمات اللہ بر خلق افادہ و افاضہ فرمود۔ مقدم ایشان آدم صفی اللہ آمد کہ باوجود نسبت ابوت در درس آن خلف صدق زانوادب زدہ صاحب لغات و اسماء تعلیم نمودہ بود۔ بر مسند خلافت نکبہ زدہ ساکنان ملا اعلیٰ را تعلیم و تلقین نمودہ۔ و حق استاذی بر ایشان ثابت گردا بندہ مخدوم و مسجود ایشان گشت۔

ترجمہ: اس دنیا سے اتر کر سارے پیغمبر حضور کے مدرسہ میں حاضر ہوئے اور آپ کے مکتب میں شاگرد بنے۔ ہر ایک نبی نے علم کی ایک کتاب اور دین کا ایک باب حضور سے پڑھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر دنیا کو فیض دینے کی مسند پر جا گزیں ہوئے اور اللہ کے احکام کی مخلوق کو تعلیم دی ان پیغمبروں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام تھے جو والد ہونے کے باوجود اپنے اس سچے فرزند کے مدرسہ میں باادب و دوزانو بیٹھے تمام زبانیں اور چیزوں کے نام حضور سے سیکھے پھر خلافت الہیہ کے مسند پر جا گزیں ہوئے اور ملائکہ مقربین کو تعلیم و تربیت فرمانے لگے جس سے آدم علیہ السلام کا حق استادی سارے فرشتوں پر ثابت ہوا اور آخر کار ان کے مجود ہوئے۔

اعتراض نمبر ۱۱

اگر حضور ﷺ خدا کا نور ہیں تو آپ بھوک میں پیٹ پر پتھر کیوں باندھتے تھے۔ اور آپ کو بچھو کے زہرنے کیوں اثر کیا۔ آپ پر جادو کیوں چل گیا۔ بعض پیغمبروں کو کفار نے قتل کیسے کر دیا۔ جنگ احد میں حضور کا دانت شریف کیوں شہید ہوا۔ کیا نور بھی بھوکا ہو سکتا ہے۔ کیا نور پر زہر اثر کر سکتا ہے؟

جواب:- یہ اور اس قسم کے صدها اعتراضات جب پڑ سکتے تھے کہ ہم ان کی بشریت کا انکار کرتے ہم تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نور بھی ہیں۔ اور بشر بھی۔ کبھی بشریت کے صفات آپ پر ظاہر ہوتے ہیں کبھی نورانیت کے رب تعالیٰ نے آپ کو تمام صفات کا جامع بنا کر بھیجا۔ اگر عادت کھانا نہ ملاحظہ کریں تو شکم مبارک پر پتھر بھی باندھیں گے۔ اور بھوک کے آثار بھی نمودار ہونگے۔ لیکن اگر روزہ وصال میں روزہ کی نیت سے کھانا چھوڑیں۔ تو خواہ مہینوں نہ کھائیں کوئی اثر نہیں۔ وہاں بشریت کا ظہور تھا۔ اور یہاں نورانیت کی جلوہ گری ہے۔ یہاں بچھو کے زہر۔ تلوار اور آگ نے اثر دکھادیا۔ مگر معراج کی رات دوزخ کی سیر فرمائی۔ وہاں آگ۔ سانپ۔ بچھو سب کچھ موجود۔ مگر کسی کا اثر نہ ہوا وہ بشریت تھی یہ نورانیت ہے۔ آج عیسیٰ علیہ السلام صد ہا سال سے آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ جہاں نہ ہوا ہے نہ کھانا نہ پینا۔ مگر زندہ ہیں یہ زندگی نورانیت کا ظہور ہے۔

حضور اقدس ﷺ کی شان تو بہت ارفع اور اعلیٰ ہے ان کے غلام بعض اولیاء اللہ پر کبھی ایسا وقت آتا ہے کہ مہینوں تک کھانے پینے

نہیں۔ ان کے جسموں پر تلوار اثر نہیں کرتی۔ و جال کے ظاہر ہونے پر مومنوں کو اللہ کے ذکر میں بھوک پیاس سے امن ملے گا۔ ایک بزرگ جن کو ایک دفعہ و جال مار کر زندہ کر دے گا۔ پھر جب دوبارہ قتل کرنا چاہے گا تو ان کے حلق پر چھری کام نہ کرے گی یہ اس آفتاب نبوت کے ذریعے ہیں پھر آفتاب کا کیا کہنا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب فیصلہ فرمایا۔ فرماتے ہیں۔

گھمے یا حفصہ وزینب بہر داخنے
و گامے ما جبرئیل و میکائیل نہ ساختے
کبھی اپنی ازواج پاک کے ساتھ مشغول ہوتے اور کبھی جبرئیل و میکائیل کی بھی آپ تک رسائی نہ ہوتی۔
اختلافات حالات سرکار کی مختلف تجلیاں ہیں۔ کیا نہیں سنا کہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ نے اسمعیل علیہ السلام پر چھری نے اثر نہ کیا۔ یہ ان بزرگوں کی نورانیت کی جلوہ گری ہے۔
غرضیکہ نبی کریم ﷺ رب کا نور ہیں۔ آپ کی بشریت نورانی ہے بلکہ آپ کی نورانی بشریت حضرت جبرئیل کی نورانیت سے کہیں ارفع و اعلیٰ بلند و بالا ہے۔
مولانا فرماتے ہیں۔

اے مزاراں جبرئیل اندر بشر
بہر حق سونے غریباں یک نظر
اعتراض نمبر ۱۲

اگر حضور ﷺ نور ہوتے تو حضور کی ساری اولاد یعنی قیامت تک سید نور ہوتے۔ کیونکہ اولاد اپنے ماں باپ کی جنس سے ہوتی ہے انسان کا بچہ انسان شیر کا بچہ شیر۔ ایسے ہی چاہیے کہ نور کی اولاد نور ہو۔ جب سارے سید نور نہیں۔ تو حضور بھی نور ہیں۔
جواب اس کا جواب پہلے گزر گیا کہ حضور کے تمام یہ رشتے بشریت کے ہیں۔ نورانیت میں کسی سے کوئی رشتہ نہیں۔ حضور اس نورانیت میں نہ کسی کی اولاد ہیں نہ کسی کے والد نہ کسی کے قرابت دار نہ رشتے والے۔ عالم نورانیت تو بہت اعلیٰ ہے کوئی روح کسی کی نسل یا اصل نہیں اس لئے اولاد روحانی اوصاف میں ماں باپ کے خلاف بھی ہو جاتی ہے۔ نبی زادہ کافر۔ عالم کی اولاد جاہل۔ جاہل کی اولاد عالم ہو جاتی ہے غرضیکہ ولادت بشریت کی ہے نورانیت کی نہیں۔

اعتراض نمبر ۱۳

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی نبوت سے پہلے ایمان و قرآن کی خبر بھی نہ تھی اور روحی سے پہلے آپ کو اپنے نبی بننے کی امید بھی نہ تھی۔ پھر یہ کیسے درست ہے کہ آپ عالم ارواح میں نبی تھے اور سارے پیغمبر آپ سے فیض لیتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔
وما کنت ترجوا ان یلقی الیک الكتاب الا رحمة من ربک۔
ترجمہ: تو کو امید بھی نہ تھی کہ تم پر کتاب بھیجی جاوے گی مگر آپ کے رب کی رحمت سے۔

(سورہ قصص پارہ ۲۰)

وما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔

ترجمہ: اور آپ جانتے نہ تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔

(سورہ شوریٰ پارہ ۲۵ آیت نمبر ۵۲)

جب حضور کو ایمان کی بھی خبر نہ تھی تو پیدائش کے پہلے نبوت کے کیا معنی۔

جواب:- اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ پھر تو عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوئے کہ آپ نے ماں کی گود میں پیدائش سے چند گھنٹہ کے بعد قوم سے فرمایا:

قال انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا۔

ترجمہ: فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اس نے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔

(سورہ مریم پارہ ۱۶ آیت نمبر ۳۰)

اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی حضور سے بڑھ جاویں گے۔ کیونکہ ان کے متعلق رب نے فرمایا:

واتیناہ الحکم صیا۔

ترجمہ: ہم نے انہیں بچپن میں علم یا نبوت بخشی۔

(سورہ مریم پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۲)

بلکہ لازم آئے گا کہ کفار بھی حضور سے علم میں بڑھ جاویں کیونکہ وہ حضور کے بچپن سے جانتے تھے۔ کہ حضور نبی ہیں۔ بحیرہ راہب نے حضور کے بچپن میں حضور کی نبوت کی گواہی دی۔ کیونکہ اس نے شجر و حجر کو کلمہ پڑھتے سنا۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم۔

ترجمہ: یہ کفار حضور کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو۔

(سورہ بقرہ پارہ ۲)

یعنی جیسے اولاد کو باپ اس کے بچپن بلکہ پیدائش کے وقت سے پہچانتا ہے ایسے ہی کفار حضور کی پیدائش کے وقت سے حضور کو پہچانتے ہیں۔ فرماتا ہے۔

وکانوا یستفتحون علی الذین کفروا۔

ترجمہ: اہل کتاب حضور کی طفیل کفار پر جنگ میں فتح و نصرت کی دعائیں کرتے تھے۔

(سورہ بقرہ پارہ ۱)

نیز بخاری شریف میں ہے کہ پہلے وحی کے وقت حضور عار حرام میں عبادت فرما رہے تھے۔ اور پہلے ہی سے اعتکاف شروع فرمادیے تھے۔ اگر حضور کو ایمان کی خبر نہ تھی تو یہ عبادت کس کی کر رہے تھے اور کیسے کر رہے تھے؟

نیز معراج کی رات حضور نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کو نماز پڑھائی بتاؤ وہ کون سی نماز تھی کیونکہ ابھی تو نماز فرض ہی نہ ہوئی تھی۔

جواب تحقیقی چند ہیں۔ ایک یہ کہ سیدنا عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں بظاہر خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے اور درحقیقت خطاب حضور کے دین والوں سے ہے۔ تفسیر مدارک اور تفسیر خازن میں آیت وما کنت ترجوا الخ کے ماتحت ہے۔

قال ابن عباس الخطاب فی الظاہر للنبی ﷺ والمراد بہ اہل دینہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ بظاہر یہ خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے اور مراد حضور کی امت ہے۔

دوسرے یہ کہ اس آیت نمبر ایک میں ما کنت ترجوا کی نفی الارحمۃ سے ٹوٹ گئی۔ اور معنی یہ ہوئے کہ آپ کو ظاہری اسباب کے لحاظ سے یہ امید بھی نہ تھی کہ بغیر رحمت الہی آپ پر وحی ہوگی اور ظاہر ہے کہ حضور کو نبوت محض رب کے فضل سے ملی نہ کسی نبی کی وراثت سے حاصل ہوئی۔ جیسے حضرت ہارون کی نبوت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے تھی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نبوت حضرت زکریا علیہ السلام کی وراثت سے اور حضرت سلیمان کی نبوت حضرت داؤد کی میراث سے تھی۔ رب فرماتا ہے:

و ورث سليمان داود۔

ترجمہ: حضرت سلیمان حضرت داؤد کے وارث ہوئے۔

(سورہ نمل پارہ ۱۹)

واجعل لی وزیرا من اہلی ہارون اخی اشد بہ اذری۔

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ مولے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے۔

(سورہ طہ پارہ ۱۶)

مگر حضور کی نبوت میں کسی کی دعایا وراثت کا واسطہ نہیں اور حضور پر کسی کا احسان نہیں۔ اس آیت ۲ میں وما کنت تدری ما الکتاب الخ درایت کی نفی ہے درایت کہتے ہیں عقل و انکل سے جانتے تھے۔ کیونکہ انکل کا علم کبھی غلط بھی ہوتا ہے بلکہ الہام ربانی سے جانتے تھے جس میں غلطی و خطا کا احتمال نہیں یا اس سے مراد کتاب و ایمان کے تفصیلی احکام ہیں یا ایمان سے مراد اہل ایمان ہیں۔ غرضیکہ اس کے بہت سے جواب ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۴

شروع بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب غار حرا میں حضور پر پہلی وحی و اقراء باسم ربك آئی تو حضور حضرت جبریل کو پہچان نہ سکے۔ ورقہ ابن نوفل کے بتانے سے پہچانا۔ کہ یہ جبریل ہیں۔ پھر یہ کیسے درست ہوا کہ حضور اپنی نبوت پہلے ہی سے جانتے تھے۔ **جواب:-** یہ غلط ہے بخاری شریف کی اس روایت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے معنی یہ ہوں کہ حضور نے حضرت جبریل کو نہ پہچانا۔ اگر حضور حضرت جبریل کو نہ پہچانتے تو یہ آیت اقراء باسم ربك قطعی نہ رہتی۔ کیونکہ آیت قطعی جب ہوگی جب اس کے کلام الہی ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہ رہے اور اگر حضور کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ یہ شخص فرشتہ ہے یا کوئی اور تو یہ پتہ بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ رب کا کلام ہے۔ اور جب حضور ہی کو اس آیت کے کلام الہی ہونے میں شک ہوا تو ہم کو اس کا یقین کی طرح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہمارا یقین تو حضور کے یقین پر قائم ہے۔ اسی لئے اس وقت حضور انور نے حضرت جبریل سے یہ نہ پوچھا کہ تم کون ہو اور مجھے کیا پڑھانا چاہتے ہو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ جانتے پہچانتے تھے۔ کیوں نہ پہچانتے کہ حضرت جبریل اور سارا عالم حضور ہی کے نور سے بنا۔ اور حضور کا نور ان سب سے پہلے پیدا ہوا۔ رہا ورقہ ابن نوفل کے پاس تشریف لے جانا اور ورقہ کا یہ عرض کرنا دوسروں کی تصدیق کے لئے تھا کہ سننے والے ورقہ توریت کے بڑے عالم تھے۔ مکہ والے ان کے علم و عمل کے قائل تھے۔ اور ان پر اعتماد کرتے تھے۔ غرضیکہ حضور ﷺ کا بی بی خدیجہ الکبریٰ کے ساتھ ورقہ ابن نوفل کے پاس جانا اپنے علم کے لئے نہیں بلکہ ان سے تصدیق کرانے کے لئے تھا۔ تاکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی نبوت کا عین یقین حاصل ہو جائے اور دوسروں کو علم یقین۔ جیسے حضور کا پتھروں سے کلمہ پڑھانا۔ درختوں سے گواہی دلوانا۔ اپنے علم کے لئے نہیں۔ دوسروں کے بتانے کے لیے ہے۔

اعتراض نمبر ۱۵

نور سے بشر افضل ہے۔ دیکھو آدم علیہ السلام کو جو بشر تھے۔ نوری فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اور معراج میں حضور بشر ہو کر عرش سے بھی وراء پہنچے۔ جہاں وہاں کہاں سب ختم ہو گیا۔ اور نوری جبریل سدرہ پرہ گئے۔ لہذا حضور کو نور کہا حضور کی شان گھٹانا ہے۔ **جواب:-** اولاً تو یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ بشر نور سے مطلقاً افضل ہے در نہ پھر چاہیے۔ کہ تم بلکہ ابو جہل وغیرہ بھی فرشتوں سے افضل ہوں دوسرے یہ کہ اعتراض تب درست تھا۔ جب ہم حضور ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے۔ حضور نور بھی ہیں۔ بشر بھی۔ محض بشر اور محض نور۔

سے وہ افضل ہے جو نور بھی ہو اور بشر بھی۔

خیال رہے کہ کافر انسان کتے بے سے بدتر ہے رب فرماتا ہے:
اولئك هم شر البرایہ۔

دوسرا باب

تن بے سایہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو جہاں اور صد ہا معجزے بخشے۔ وہاں یہ معجزہ بھی عطا فرمایا کہ حضور کے جسم شریف کو بے سایہ بنایا۔ دھوپ چاندنی چراغ وغیرہ کی روشنی میں آپ کے جسم اطہر کا بالکل سایہ نہ پڑتا تھا بلکہ جو لباس حضور پہنے ہوتے تھے وہ لباس بھی بے سایہ ہو جاتا تھا۔ اس پر آیات قرآنیہ احادیث صحیحہ اقوال فقہاء بلکہ خود فرقہ دیوبندیہ وہابیہ کے اقوال گواہ و شاید ہیں۔ چنانچہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

حضور کے بے سایہ ہونے کا قرآنی آیات سے ثبوت

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (محمد مصطفیٰ ﷺ) اور روشن کتاب تشریف لائے۔

یا یہا النبى انا ارسلناک شاهدة و مبشرا و نذیرا و داعیا الى اللہ باذنه و سراجا منیرا۔

ترجمہ: اے نبی! ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری سنا تاؤرانا اللہ کی طرف اسی کے حکم پر بلاتا ہوا۔

مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح فی الزجاجة۔

ترجمہ: اور چمکانے والا سورج اللہ کے نور (محمد مصطفیٰ ﷺ) کی مثال ایسی ہے جیسے طاق جس میں چراغ چمنی میں ہو۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں حضور کو نور فرمایا دوسری آیت میں سورج کہا۔ تیسری آیت میں حضور کی ذات کو نور اور سینہ پاک کو چراغ کی چمنی۔ اور ظاہر ہے کہ نہ تو نور کا سایہ ہوتا ہے نہ سورج کا اور نہ صاف چمنی کا۔ ان آیات سے حضور کا بے سایہ ہونا ثابت ہے۔

تفسیر مدارک شریف پارہ اٹھارہ سورہ نور میں زیر آیت لولا اذ سمعتموه ایک واقعہ نقل فرمایا کہ لوگوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ کو تہمت لگائی حضور انور ﷺ نے حضرات صحابہ کرام سے اس کے متعلق مشورہ کیا تو حضرت ذوالنورین عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے بارگاہ عالیہ میں یوں عرض کیا۔

وقال عثمان ان اللہ ما وقع ظلك على الارض لتلايقع انسان قدمه على ذالك الظل فلما لم یکن احداً من وضع القدم على ظلك کیف یمكن احداً من تلویث عرض زوجتک۔

ترجمہ: جناب عثمان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! رب نے آپ کا سایہ زمین پر نہ ڈالا تا کہ کوئی شخص اس سایہ پر قدم نہ رکھ سکے تو جب رب تعالیٰ نے کسی کو آپ کے سایہ پر قدم رکھنے کا موقع نہ دیا تو کسی کو یہ قدرت کیسے دے گا کہ آپ کی زوجہ پاک کی عصمت پر داغ لگائے۔

(تفسیر مدارک ج ۳ ص ۱۳۵ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

اور حضرت خلیف المسلمین ام المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے یوں عرض کیا۔

ان عمر رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ انا قاطع بکذب المنافقین لان اللہ عصمک من وقوع

الذباب على جلدك لانه يقع على النجاسات فيتلطخ بها فلما عصمك من فالك القدر من القدر فكيف لا يعصمك من صحبة من تكون متلطخة يمشى هذه الفاحشة۔

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم کو منافقوں کے جھوٹے ہونے کا یقین ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم پاک کو کبھی بیٹھنے سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ کبھی گندگیوں پر پڑتی ہے جس میں وہ لتھڑ جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر گندگی سے بچایا ہے۔ تو اس بیوی کی صحبت سے کیوں نہ بچائے گا جو ایسی برائی میں لتھڑے۔

حضرت عثمان کے بیان سے معلوم ہوا کہ حضور انور کا جسم اطہر بے سایہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ آپ کے جسم پاک پر کبھی یہ عام کبھی نہ بیٹھی۔ جسم انور کا بے سایہ ہونا بھی معجزہ ہے اور جسم اطہر پر کبھی نہ بیٹھنا بھی معجزہ ہے۔

جسیم ترمذی نے اپنی کتاب نوادر الاصول میں حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن ذکوان ان رسول اللہ ﷺ لم یکن یوالہ ظل فی شمس ولا قمر۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے کہ حضور ﷺ کا سایہ نہ دھوپ میں نہ نظر آتا تھا نہ چاند میں۔
(خصائص الکبریٰ للسیوطی باب الایۃ فی انہ ﷺ لم یکن یری لہ ظل ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فصل آباد)

سیدنا عبد اللہ ابن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔

قال لم یکن لرسول اللہ ﷺ ظل ولم یقم مع شمس الا غلبہ ضرئہ ضونہا ولا مع السراج الا ضرئہ ضرئہ۔
ترجمہ: یعنی فرمایا کہ نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوتے آپ آفتاب کے سامنے مگر آپ کا نور آفتاب کے نور پر غالب آ جاتا۔ اور نہ کھڑے ہوتے آپ چراغ کے سامنے مگر آپ کا نور چراغ کے نور کو دیا لیتا۔

(الوقایہ باحوال المصطفیٰ ﷺ الباب التاسع والعشرون فی ذکر حسنہ ﷺ ج ۲ ص ۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

بیہقی شریف نے حضرت عبد اللہ ابن معیق سے روایت کی۔

قال حججت حجة الوداع قد خلت دارا بمكة فرأيت فيها رسول الله ﷺ وجهه كدائرة القمر۔
ترجمہ: فرمایا کہ میں حج وداع میں شریک ہوا تو میں مکہ معظمہ میں ایک گھر میں گیا۔ میں نے اس میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کا چہرہ انور چاند کی نگلی کی طرح چمک رہا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خصائص کبریٰ شریف میں حدیث ذکوان جو ابھی ذکر کی گئی۔ اسی کے متعلق ایک باب باندھا۔ اسی باب میں فرمایا

قال ابن مسمع من فضائلہ ﷺ ان ظله كان لا يقع على الارض وانه كان نوراً فكان اذا مشى في الشمس او القمر لا ينظر له ظل۔

ترجمہ: ابن مسمع نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔ اور آپ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا۔

(خصائص الکبریٰ للسیوطی باب الایۃ فی انہ ﷺ لم یکن یری لہ ظل ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فصل آباد)

کتاب مستطاب الفوز الملبب فی خصائص الجیب باب دوم فصل چہارم میں فرماتے ہیں۔

لم يقع ظله على الارض ولا دءى له ظل في شمس ولا قمر۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور آپ کا سایہ دھوپ میں دیکھا گیا نہ چاندنی میں۔
(الفوز الملبب فی خصائص الجیب باب دوم فصل چہارم ص ۵۳ مطبوعہ مطبع الکتاب بیروت)

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں۔

وما ذکر من انه لا ظل لشخصه في شخص ولا قمر لانه كان نوراً۔

ترجمہ: یہ جو ذکر کیا گیا کہ حضور کے جسم انور کا سایہ نہیں دھوپ میں نہ چاندنی میں یہ اس لئے ہے حضور نور ہیں۔

(شفاء نفع فی الآیات النبیہ عند مولدہ ص ۶۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حضرت امام شہاب الدین غفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔

ومن دلائل نبوته ﷺ ما ذکر من انه لا ظل لشخصه ای جسده الشریف اللطیف اذا كان فی شمس او قمر لانه ﷺ كان نوراً والانوار شفافة لطيفة لا تحجب غیرها والا الانوار لا ظل بها كما تشاهد فی انوار الحقیقة وهذا رواه صاحب الوفاء عن ابن عباس قال لم یکن لرسول الله ﷺ ظل ولم یقم مع شمس الا غلب ضوته ضوءها ضوءه وقد تقدم هذا الکلام فیہ وقد نطق القرآن بانه النور المبین وكونه بشراً لا ینا فیہ كما توهم فان فهمت فهو نور علی نور فان النور هو الظاهر بنفسه المظهر بعده و تفصیل فی مشکوة الانوار۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی نبوت کی دلیلوں میں سے وہ ہے جو ذکر کیا گیا کہ حضور کے جسم لطیف کا سایہ نہ تھا۔ جب کہ آپ دھوپ یا چاندنی میں ہوتے کیونکہ حضور نور ہیں۔ اور انوار شفاف و لطیف ہیں۔ کسی کے لئے آڑ نہیں بنتے۔ نوروں کا سایہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حقیقی نوروں کا سایہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حقیقی نوروں میں دیکھا جاتا ہے۔ کتاب الوفاء والے نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا۔ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ اور نہ کھڑے ہوتے تھے۔ آپ سورج یا چراغ کے سامنے مگر آپ کی چمک ان کی چمکوں پر غالب آتی تھی۔ یہ گفتگو اور اس میں کلام گزر چکا۔ قرآن کریم فرما رہا ہے۔ کہ حضور کھلا ہوا نور ہیں۔ اور آپ کا بشر ہونا اس کے خلاف نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا ہے۔ تو اگر تم سمجھو تو حضور نور علی نور ہیں۔ کیونکہ نور وہ ہوتا ہے۔ جو خود ظاہر ہو۔ دوسرے کو ظاہر کرے اس کی تفصیل مشکوة الانوار میں ہے۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حضرت مولوی جلال الدین رومی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

چون فناشی از فقر پیروا به بود او محمد دار بے سایه بود۔

ترجمہ: جو فقیر حضور کی ذات میں فنا ہو وہ محمد کی طرح بے سایہ ہوتا ہے۔

(مثنوی شریف دفتر پنجم ص ۷۷ مطبوعہ مرکزی تحقیقات فارسی پاکستان)

حاشیہ..... ☆

عبدالرزاق عن ابن جریج قال اخبرنی نافع ان ابن عباس قال لم یکن لرسول الله ﷺ ظل ولم یقم مع شمس قط الا غلب و ضوءه الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوءه ضوء السراج۔

ترجمہ: عبدالرزاق ابن جریج سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ آپ ﷺ کبھی سورج کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی سورج کی دھوپ پر غالب ہوتی اور کبھی چراغ کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی چراغ پر غالب ہوتی۔

(الجزء المفقود من المصنف لعبدالرزاق ص ۵۶ مطبوعہ لاہور)

یہ روایت سند صحیح ہے۔ اس روایت کے چار راوی ہیں: (۱) عبدالرزاق (۲) امام ابن جریج (۳) امام نافع (۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

حضرت مولانا عبدالحق بحر العلوم شرح منہوی میں اسی شعر کی شرح میں فرماتے ہیں۔

مصرع ثانی بمعجزہ آن سرور ﷺ راسایہ نعمی القاد۔

ترجمہ: دوسرے مصرع میں حضور ﷺ کے معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سایہ نہ پڑتا تھا۔

(قراتمام مجموعہ رسائل و مسئلہ نور و سایہ ص ۵۷ مطبوعہ ضیاء الدین پبلی کیشنز کراچی)

امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں۔

لم یکن له ﷺ ظل فی شمس ولا فی قمر۔ رواہ الترمذی عن ذکوان۔

ترجمہ: حضور کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں جیسا کہ ترمذی شریف نے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۲۸۰ مطبوعہ مصر)

علامہ حسین ابن محمد وہاب بکری اپنی کتاب الخمین فی احوال النفس النفیس میں فرماتے ہیں۔

لم یقطع ظله علی الارض ولا روی له ظل فی شمس ولا فی قمر۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑا اور آپ کا سایہ دیکھا نہ گیا۔ نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

(تاریخ النفیس ج ۱ ص ۲۳۸ مطبوعہ مطبع عثمان عبدالرزاق مصر)

(۱۳) کتاب نور الابصار فی مناقب آل النبی الاطہار میں فرماتے ہیں۔

لم یقطع ظله علی الارض ولا روی له ظل فی شمس ولا فی قمر۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑا اور نہ آپ کا سایہ دھوپ میں دیکھا گیا۔ نہ چاندنی میں۔

کتاب افضل القرئی میں امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں۔

ومما یوید انه ﷺ صار نوراً اذ کان اذ امشی فی الشمس والقمر لا یظہر له ظل لانه لا یظہر له ظل لانه لا یظہر الا بکثیف وهو قد خلصه اللہ من سائر الکثافات الجسمانیة وصیرہ نوراً صرفاً لا یظہر له ظل اصلاً۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے نور ہو جانے کی تائید کرنے والے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ جب دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو

آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا۔ کیونکہ سایہ صرف کثیف چیز کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ساری جسمانی کثافتوں سے صاف فرمادیا آپ کا خالص نور بنا دیا۔ لہذا آپ کا سایہ بالکل ظاہر نہ ہوتا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اپنی کتاب مدارج النبوة میں فرماتے ہیں۔

(۱۶) ونبود مرآں حضرت ﷺ راسایہ در آفتاب نہ در قمر۔

ترجمہ: حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

(مدارج النبوة ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کھنہ کراچی)

رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول۔

ترجمہ: اسے حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے نوادر الاصول میں روایت کیا۔

(۱۷) حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ مکتوبات شریف جلد تیسری مکتوبات نمبر ۱۰۰ میں فرماتے ہیں۔

ادرا ﷺ سایہ نبود۔ در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است چوں لطیف و عالم نباشد۔ اور اسایہ چہ صورت دارد۔

ترجمہ: نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا عالم شہادت میں ہر جسم کا سایہ جسم سے زیادہ لطیف ہوتا ہے جب حضور ﷺ سے لطیف دنیا میں کوئی

چیز نہیں تو آپ کے سایہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔

(مکتوبات شریف ج ۳ ص ۹۳ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کھنہ کراچی)

(۱۸) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ تفسیر عزیزی پارہ تیسواں سورہ الصبحی کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

سایہ ایشاں بر زمین نمی افتاد۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

(تفسیر عزیزی ج ۳ ص ۳۱۲)

(۱۹) مجمع البحار میں شی کی رمز میں بحوالہ شرح شفا فرمایا۔

من اسمائه ﷺ النور قبل من خصائصه ﷺ انه اذا امشى في الشمس والقمر لا يظهر له ظل۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے ناموں میں سے نام شریف نور بھی ہے کہا گیا ہے کہ حضور کی خصوصیات سے یہ ہے کہ آپ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ یہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

(مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۳۰۲ مطبوعہ مکتبہ لکھنؤ انڈیا)

(۲۰) علامہ سبحان حملی فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں۔

لم يكن له ﷺ ظل ما يظهر في الشمس ولا قمر۔

ترجمہ: حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا جو دھوپ یا چاندنی میں ظاہر ہوتا۔

(فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ ص ۵ مطبوعہ مکتبہ التجاریہ الکبریٰ مصر)

(۲۱) جواہر البحار شریف میں علامہ یوسف نبہانی فرماتے ہیں جلد اول ص ۴۵۳

وكان اذا امشى في قمر او شمس لا يظهر له ظل۔

ترجمہ: حضور جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

مذکورہ بالا احادیث اور ارشادات علماء سے بخوبی ثابت ہوا کہ حضور انور ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ قطعاً نہ تھا۔ نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں نہ چراغ کی روشنی میں۔

وہابی دیوبندی تائید

حضور نبی کریم ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہ ہونا علماء دیوبند و علماء غیر مقلد بھی مانتے ہیں اس پر ہر زور دلائل پیش کرتے ہیں نہ معلوم موجودہ دیوبندیوں پر کیا مار ہے کہ اپنے بڑوں کی بھی نہیں مانتے۔ اور اس مسئلہ کا انکار ہی کئے جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ سمجھ دے ہٹ دھرمی سے بجائے حق قبول کرنے کی توفیق دے اب آپ دیوبندی علماء کے اقوال ملاحظہ فرمادیں۔ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنی کتاب امداد السلوک میں ص ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت ﷺ سایہ نہ داشتند۔ و ظاہر است کہ بحر نور ہمہ اجسام ظل سے دارند۔

ترجمہ: یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

دوستو! یہ ہے عقیدہ ان مولوی رشید احمد صاحب کا جو تمام دیوبندیوں کے بڑے عالم پیر بلکہ قطب وقت ہیں اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔

غیر مقلد (الحدیث) کے مایہ ناز عالم حافظ محمد صاحب لکھوی اپنی تفسیر محمدی ساتویں منزل ص ۴۲۹ پر لکھتے ہیں۔

جاں گری سخت ہوندی تاں سر پر بدل سایہ کردا

تے اوپر زمین نہ پوند اسایہ حضرت پیغمبر دا

یہ ہے عقیدہ اہل حدیث حضرات کے بڑے بھاری عالم حافظ محمد صاحب لکھوی کا کہ حضور کا جسم انور بے سایہ ہے۔

عقلی دلیل

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ حضور ﷺ کا جسم انور کا سایہ نہ ہو۔ کیونکہ عالم اجسام میں بعض محسوس اجسام ایسے ہیں جن کا سایہ نہیں ہوتا یعنی وہ ہیں تو جسم مگر سایہ ندارد یا اس لئے کہ ان جسموں پر نور کی پالش قدرت نے کر دی ہے یا اس لیے کہ وہ شفاف ہیں۔ دیکھو چاند سورج تارے جسم بھی ہیں محسوس بھی ہیں مگر ان کا سایہ نہیں کیونکہ صرف اس لئے کہ ان پر نور کی پالش ہے چاند تارے بذات خود کالے ہیں سورج کی شعاعوں سے منور ہو گئے ہیں اس عارضی نورانیت کی وجہ سے ان کا سایہ نہیں بہت صاف و شفاف ہونے نے اس کو بے سایہ بنا دیا۔ بعض حالات میں کثیف جسم کا سایہ نہیں ہوتا۔ جب ہر چار طرف سے اس پر روشنی ڈالی جاوے یا کوئی شخص بجلی کے نیچے کھڑا ہو جاوے تو سایہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اسے نور نے گھیر لیا۔ گرمیوں میں جب دوپہر کے وقت سورج بالکل سر پر ہوتا ہے تو جسم انسانی بلکہ کسی جسم کا سایہ نہیں پڑتا کیونکہ سورج کا نور جسم کے ہر حصہ پر پڑتا ہے۔ اگر بجلی کا تیز بلب خود بھی روشن ہو اور اس کے اوپر دوسرے تیز بلب سے روشنی ڈالی جاوے تو یہ نور علی نور ہو جاوے گا وہاں سایہ کے پڑنے کا سوال ہی نہ رہے گا جب ان ظاہری اجسام کا عارضی انوار کی وجہ سے سایہ نہیں رہتا۔ تو حضور اقدس ﷺ جنہیں رب تعالیٰ نے مجسم نور فرمایا اور حضور اقدس ﷺ نے خود بھی دعا کی اللھم اجعلنی نوراً خدایا مجھے نور بنا دے اور رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں انہیں نور علی نور فرمایا کہ دیکھو سورہ نور شریف اگر اس جسم پاک کا سایہ نہ ہو تو کیا تعجب ہے۔ مذکورہ تمام اجسام کو بے سایہ مان لیا جاتا ہے حضور انور ﷺ کے بے سایہ ہونے کا کیوں انکار ہے۔

دوسری فصل..... اعتراضات و جوابات

تن بے سایہ کے مسئلہ پر مخالفین کے پاس کوئی قوی اعتراضات نہیں صرف دو تین شبہات ہیں جو ہر جگہ مختلف پیرایوں میں بیان کرتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ ہم ان کے اعتراضات مع جوابات عرض کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرمادے۔

پہلا اعتراض

مسند احمد بن حنبل میں بروایت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا ہے۔

قالت بینما ان یوما بنصف النھار واذا انا بظل رسول اللہ ﷺ

ترجمہ: فرماتی ہیں کہ ایک دن ٹھیک دوپہری ہیں حضور ﷺ تشریف لائے۔ میں حضور کے سایہ میں تھی۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۷ مطبوعہ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

دیکھو حضرت صفیہ فرماتی ہیں حضور کے سایہ میں تھی اگر حضور کا سایہ نہ تھا تو آپ سایہ میں کس طرح ہو گئی تھیں۔ لفظ ظل پر غور کرو۔ ظل سایہ کو کہتے ہیں۔

نوٹ: کسی دیوبندی وہابی کو حضور کا سایہ ثابت کرنے کے لیے اس حدیث کے سوا کوئی نہ مل سکی وہ اس کو بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں جواب ملاحظہ ہو۔

جواب: اس حدیث میں ظل سے مراد یہ معروف سایہ نہیں جو کثیف اجسام کا ہوتا ہے کیونکہ یہ منورہ میں گرمی کی ٹھیک دوپہر میں یہ سایہ پڑتا ہی نہیں اور اتنا دراز سایہ کہ دوسرا آدمی اس میں چل سکے یہ تو گرمیوں میں دوپہر کے وقت ہمارے ہاں بھی نہیں پڑتا۔ لہذا

یہاں یہ سایہ مراد نہیں عربی بلکہ اردو میں بھی رحمت و مہربانی و کرم اور پناہ یا مدظلہم ان کا سایہ دراز ہو۔ اور ان کا سایہ پڑتا رہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی مہربانی رحمت پناہ ہمیشہ رہے حدیث پاک میں ہے۔
السلطان العادل المتواضع ظل اللہ۔
ترجمہ: عجز و انکسار والا عادل بادشاہ اللہ کا سایہ ہے۔

(جامع صغیر ج ۲ ص ۲۹۶ رقم الحدیث ۳۸۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز حدیث پاک میں ہے۔

سبعة یظلهم اللہ تحت ظل عرشہ۔

ترجمہ: سات آدمی ہیں کہ اللہ انہیں اپنے عرش کے سایہ میں رکھے گا۔

(جامع صغیر ج ۲ ص ۲۸۵ رقم الحدیث ۳۹۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دیکھو نہ خدا تعالیٰ جسم کثیف ہے کہ اس کا سایہ ہونہ عرش اعظم سایہ دار جسم ہے یہاں دونوں جگہ سایہ سے مراد رحمت اور پناہ ہے نیز حدیث پاک میں ہے۔

ان فی الجنة شجرة تسیر الراکب فی ظلها مائة عام لا یعظھا۔

ترجمہ: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس چلے۔ تو اسے طے نہ کر سکے۔

(صحیح مسلم کتاب الجہنم صفحہ ۲ ص ۳۷۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دیکھو جنت میں نہ دھوپ ہے نہ چاندنی۔ پھر طوبیٰ درخت کے سایہ کے کیا معنی اگر سایہ سے مراد یہ سایہ معروفہ ہو تو یہ حدیث ہماری پیش کردہ حدیث ذکوان کے بھی خلاف ہوگی اور ان آیات قرآنیہ کے بھی خلاف جو پہلے باب میں عرض کی گئیں۔

دوسرا اعتراض

قرآن کریم میں رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

یتفياً ظلاله عن الیمین وعن الشمال۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر چیز خود بھی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے اور اس کا سایہ بھی اگر حضور ﷺ کا سایہ نہ ہو تو حضور دوسری مخلوق کے مقابلے میں کم عابد ہوں گے۔ تمام مخلوق کے دو سجدے حضور کا صرف ایک سجدہ۔ لہذا حضور کا سایہ ہوتا کہ حضور انور کی عبادت بھی دو طرح کی ہو۔

جواب:- اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ آپ کے اس سوال سے لازم آتا ہے کہ جب کوئی دیوبندی صاحب سایہ میں نماز پڑھ رہے ہوں جہاں مولوی صاحب کا سایہ نہ پڑ رہا ہو۔ اور اس وقت کوئی جانور دھوپ میں کھڑا ہو تو جس کا سایہ پڑ رہا ہو۔ تو اسی وقت مولوی صاحب سے وہ جانور افضل ہو جاوے۔ کہ مولوی صاحب تو صرف اپنے آپ ہی سجدہ کر رہے ہیں۔ سایہ نہیں کر رہا۔ اور وہ جانور بھی سجدہ کر رہا ہے۔ اس کا سایہ بھی جو تم اپنے متعلق وہاں جواب دو گے وہ ہی یہاں جواب دے لینا۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کا ایک سجدہ تمام دنیا کی تمام عمر کی عبادات سے افضل ہے۔ جب حضور کے صحابی کا سوا سیر جو خیرات کرنا ہمارے پہاڑ بھر سونا خیرات سے افضل ہوا تو حضور کی عبادات کا کیا پوچھنا ہے۔ کوئی چیز سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار حضور کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی۔

مولوی صاحب! آئندہ آپ اور آپ کی جماعت ہمیشہ دھوپ میں ہی نمازیں پڑھا کریں۔ تاکہ ڈبل سجدہ ہوا کرے آپ کا اور آپ کے سایہ کا بھی۔

تیسرا اعتراض

رب تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

قل انما انا بشر مثلكم۔

ترجمہ: فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

(سورہ کہف پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۱۰)

جب یہ حکم قرآنی حضور ہم جیسے ہیں اور ہم تو بے سایہ نہیں۔ بلکہ سایہ دار ہیں تو چاہیے کہ حضور بھی بے سایہ نہ ہوں۔ سایہ دار ہوں ورنہ مسلّم کا ظہور نہ ہوا۔

جواب:- اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تو یوں کہو کہ حضور ﷺ ہم جیسے بشر ہیں اور ہم تو نہ نبی ہیں نہ رسول نہ شفیع الحمد للہ نہیں نہ رحمۃ اللعالمین تو نعوذ باللہ حضور ﷺ بھی نہ نبی نہ رسول نہ کسی اور صفت عالیہ سے موصوف ہوں۔ بشر مثلكم کی اسی تفسیر سے نبوت و رسالت وغیرہ ہی کا انکار ہو گیا۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں ملکیت صرف اس میں ہے کہ حضور ﷺ دوسرے بندوں کی طرح نہ خدا ہیں۔ نہ خدا کی اولاد نہ خدا کے رشتہ دار بھائی وغیرہ اللہ کے خالص بندے ہیں آپ میں الوہیت کا شائبہ بھی نہیں۔

محققین کے پاس سایہ ہونے پر کوئی قوی دلیل نہیں۔ صرف عناد و ضد سے انکار کرتے ہیں۔ یوں ہی واہیات شبہات کو دلائل سمجھے بیٹھے ہیں۔ ہم نے تو اسی قدر آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اقوال بزرگان دین عقلی دلائل تمہارے بزرگوں کے اقوال پیش کر دیئے تم بھی سایہ ہونے پر کوئی آیت یا حدیث یا صحابی کا فرمان ہی پیش کرو۔ اگر نہیں پیش کر سکتے تو آقائے دو جہان ﷺ کے ایک خدا داد معجزے اور کمال کا کیوں انکار کرتے ہو۔ افسوس ہے کہ دوسری قومیں اپنے بزرگوں کے جھوٹے کمالات کے ڈھنڈورے پیٹتے ہیں اور تم اپنے رسول کے سچے کمالات ماننے کو تیار نہیں۔ اگر اس قسم کے لاکھوں کمالات رب تعالیٰ نے حضور کو دے دیئے۔ تو تمہارا کیا بگڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ وہ آنکھ عطا فرمادے جو حضور سید عالم ﷺ کے کمالات دیکھے۔ آمین!

آنکھ والا تیرے جلووں کا تماشا دیکھے!

دیدہ کور کیا آئے نظر کیا دیکھے

دوستو! یہ ظاہری آنکھیں ظاہری سرمہ سے تیز ہوتی ہیں۔ مگر دل کی آنکھ خاک در اولیاء سے منور ہوتی ہے۔ کسی بزرگ کے آستانہ کی خاک دس کی آنکھ پر ملو۔ تاکہ بصیرت تیز ہو۔ حضور ﷺ کو ابو جہل نے صرف بصارت سے دیکھا۔ کافر بنی۔ ہا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بصیرت سے بھی دیکھا۔ مومن صحابی ہوئے۔

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء

تابہ بینسی زابتداء نا اتہاء

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا کہ نبی رؤف رحیم ﷺ کا سایہ اس لئے نہ تھا کہ سایہ جسم سے لطیف ہوتا ہے۔ جیسے کہ دیوار درخت وغیرہ جسم کثیف اور ان کا سایہ لطیف ہوتا ہے کائنات میں جسم پاک مصطفیٰ ﷺ سے زیادہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر آپ کا سایہ ہوتا تو آپ سے زیادہ لطیف ہوتا اور آپ کی صفت لطافت میں کمی ہو جاتی۔ حالانکہ آپ اپنی تمام صفات میں اکمل ترین ہیں۔ یہ تقابل رب العالمین کو پسند نہ تھا۔

سایہ پسند آیا نہ پروردگار کو!

بے سایہ کر دیا اس سایہ دیوار کو

آقائے دو عالم حضور اقدس ﷺ کے بے سایہ ہونے کے اتنے دلائل و اقوال ہیں۔ کہ اگر اس کو اجماعی مسئلہ کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ نہ معلوم منکرین کو اس کے تسلیم کرنے میں کیا عذر درپیش ہے۔ یہ کوئی اچھپنے کی بات نہیں۔ نہ ہی بے سایہ ہونا نشان الوہیت ہے جو یہ عقیدہ شرک ہوتا۔ دنیا میں کروڑ ہا اشیا بے سایہ ہیں وہاں ان کو ماننے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ وزینت عرشہ سیدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ
وبارک وسلم۔

بحث نداء يا رسول الله يا نعره يا رسول الله

حضور علیہ السلام کو دور یا نزدیک سے پکارنا جائز ہے۔ ان کی ظاہری زندگی پاک میں بھی اور بعد وفات شریف بھی خواہ ایک ہی شخص عرض کرے یا رسول اللہ یا ایک جماعت مل کر نعرہ رسالت لگائے۔ یا رسول اللہ ہر طرح جائز ہے۔ اس بحث کو ہم دو باب میں تقسیم کرتے ہیں۔

پہلا باب

نداء يا رسول الله کے ثبوت میں

حضور علیہ السلام کو نداء کرنا قرآن کریم فعل ملائکہ فعل صحابہ اور عمل امت سے ثابت ہے قرآن کریم نے بہت مقامات میں حضور علیہ السلام کو نداء فرمائی ایہا النبی یا ایہا الرسول یا ایہا المدثر غیرہ ان تمام آیات میں حضور علیہ السلام کو پکارا گیا ہے۔ ہاں دیگر انبیاء کرام کو ان کے نام سے پکارا یا موسیٰ یا عیسیٰ یا یحییٰ یا ابراہیم یا آدم وغیرہ مگر محبوب علیہ السلام کو پیارے پیارے القاب سے نداء فرمائی۔

یا آدم است یا بدر انبیاء خطاب یا ایہا النبی خطاب محمد است بلکہ قرآن کریم نے عام مسلمانوں کو بھی پکارا یا ایہا الذین امنوا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ ہمارے محبوب علیہ السلام کو پکارو مگر اچھے القاب سے لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔

(پارہ ۱۸ سورہ نور آیت نمبر ۶۳)

اس میں حضور علیہ السلام کو پکارنے سے نہیں روکا گیا بلکہ فرمایا گیا کہ اوروں کی طرح نہ پکارو۔ قرآن نے فرمایا ادعوہم لا بآء ہم (پارہ ۲۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۵) ان کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو۔ اس آیت میں اجازت ہے کہ زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کو پکارو۔ مگر ان کو ابن حارثہ کہو ابن رسول اللہ نہ کہو۔ اسی طرح کفار کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنے مددگاروں کو اپنی امداد کے لئے بلا لیں وادعوا شہداء کم من دون اللہ ان کنتم صدقین۔

(پارہ ۱۸ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۴)

مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل نے عرض کیا یا محمد اخبرنی عن الاسلام ندائی گئی۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان ج ۱ ص ۳۶-۳۷ رقم الحدیث ۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مشکوٰۃ باب وفات النبی میں ہے کہ بوقت وفات ملک الموت نے عرض کیا۔ یا محمد ان اللہ ارسلنی الیک نداء پائی گئی۔ ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجہ میں حضرت عثمان ابن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوئے ان کو یہ دعا ارشاد ہوئی۔ اللہم انی اسئلك واتوجه الیک بمحمد نبی الرحمة یا محمد انی قد توجهت بک الی ربی فی حاجتی هذه لتقضى اللهم فشفعه فی قال ابو اسحق هذا حدیث صحیح۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں اور تیری طرف حضور علیہ السلام نبی الرحمة کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں نے آپ کے ذریعے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تاکہ حاجت پوری ہو۔ اے اللہ میرے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما ابو اسحق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی صلوٰۃ الحاجہ ج ۱ ص ۳۳۱ رقم الحدیث ۱۳۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (متدرک للحاکم ج ۱ ص ۷۰ رقم الحدیث ۱۹۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (متدرک ج ۳ ص ۱۳۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (عمل الیوم الملیۃ للنسائی ج ۱ ص ۳۱۸ رقم الحدیث ۶۲۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۲ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة ج ۲ ص ۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ دعا قیامت تک کے مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے اس میں نداء بھی ہے اور حضور علیہ السلام سے مدد بھی مانگی ہے۔

عالمگیری جلد اول کتاب الحج آداب زیارت قبر نبی علیہ السلام میں ہے۔

ثم يقول السلام عليك يا نبي الله اشهد انك رسول الله۔

ترجمہ: اے نبی آپ پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے نبی ہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الناسک باب نذر الحاج خاتمی زیارۃ قبر النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

پھر فرماتے ہیں۔

ويقول السلام عليك يا خليفة رسول الله السلام عليك يا صاحب رسول الله في الغار۔

پھر فرماتے ہیں۔

فيقول السلام عليك يا امير المؤمنين السلام عليك يا مظهر الاسلام عليك يا مكشرا الاصنام۔

ترجمہ: یعنی صدیق اکبر کو یوں سلام پیش کرے کہ آپ پر سلام ہوا اے رسول اللہ کے سچے جانشین۔ آپ پر سلام ہوا اے رسول اللہ کے غار کے ساتھی۔ اور حضرت فاروق کو یوں سلام کرے کہ آپ پر سلام ہوا اے مسلمانوں کے امیر آپ پر سلام ہوا اے اسلام کو چکانے والے آپ پر سلام ہوا اے بتوں کو توڑنے والے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اس میں حضور علیہ السلام کو بھی نداء ہے اور حضور کے پہلو میں آرام فرمانے والے حضرت صدیق و فاروق کو بھی۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الناسک باب نذر الحاج خاتمی زیارۃ قبر النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام عبدالرزاق بن حاتم الصنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عبدالرزاق عن معمر عن ايوب عن نافع قال قال كان ابن عمر اذا قدم من سفر اتى قبر النبي ﷺ فقال السلام عليك يا رسول الله ﷺ السلام عليك يا ابا بكر السلام عليك۔

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ جب بھی سفر سے واپس لوٹتے تو حضور ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دیتے اور عرض کرتے۔

”يا رسول الله ﷺ السلام عليك يا ابا بكر السلام عليك“

(مصنف عبدالرزاق باب السلام على قبر النبي ﷺ ج ۳ ص ۵۷۶ رقم الحدیث ۶۷۲۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۸ رقم الحدیث ۷۹۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشید ریاض)، (سنن الترمذی ج ۵ ص ۲۳۵ رقم الحدیث ۱۰۰۵۱ مطبوعہ مکتبۃ المکرمۃ)، (الایضاح للنووی ص ۳۵۳ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۵۸۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقاتی ج ۱۲ ص ۱۹۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شفاء شریف ج ۲ ص ۶۷۱ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (المدخل ج ۱ ص ۲۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (انتاع الاسماع للمقریزی ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (المطالب العالیہ لابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۳۷۱ رقم الحدیث ۱۲۵۰ مطبوعہ مکتبۃ المکرمۃ)

امام ابو زکریا محی الدین بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں۔

واعلم ان زیارۃ قبر الرسول ﷺ من اهم القربات وانجح المساعی..... الی ان قال ثم یاتی القبر الکریم فیتدبر القبلة ویستقبل جدار القبر عاض الطرف فی مقام الهیة والاجلال فیقول السلام عليك يا رسول الله..... الی ان قال ویتوسل به فی حق نفسه ویستشفع به الی ربه ﷻ۔

اکابر امت اولیاء ملت مشائخ و بزرگان دین اپنی دعاؤں اور وظائف میں یارسول اللہ کہتے ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے۔

یا اکرم الخلق مالی من الودیه
ترجمہ: اے بہترین مخلوق آپ کے سوا میرا کوئی نہیں
سواک عند حلول الحادث العمر
کہ مصیبت عامہ کے وقت جس کی پناہ لوں
(شرح خرپوٹی ص ۲۱۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

امام زین العابدین فرماتے ہیں اپنے قصیدہ میں۔

یا رحمة للعالمین ادرك لذن العابدین
اے رحمۃ للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو
محبوس ایدی الظلمین فی موكب المذہم
وہ اس ازدحام میں ظالموں کی قید میں ہے

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

زمہ جودی برآمد جان عالم
نہ آخر رحمة للعالمین
نہ حریم نبی اللہ تر حرم
زمہ حریم ماں چراغ نشینی!

جدائی سے عالم کی جان نکل رہی ہے۔ یا نبی اللہ رحم فرما و رحم فرماؤ۔ کیا آخر آپ رحمۃ للعالمین نہیں ہوں پھر ہم مجرموں سے فارغ کیوں ہو بیٹھے۔
(زلیح ص ۱۵ طبع قدیم)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

یا سید السادات جنتک قاصدا
ارجو ضاک و احتمی بجماک

ترجمہ: اے پیشواؤں کے پیشوا میں دلی قصد سے آپ کے حضور آیا ہوں آپ کے رضاء کا امید ہوں۔ اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔
(قصیدہ نعمان مع الخیرات الحسان ص ۲۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ان اشعار میں حضور کو ندا بھی ہے اور حضور علیہ السلام سے استعانت بھی اور یہ ندا دور سے بعد وفات شریف ہے۔ تمام مسلمان نماز میں کہتے ہیں۔ السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ کو پکارنا واجب ہے۔ التحیات کے متعلق ہم شامی اور اشعۃ اللمعات کی عبارتیں حاضر و ناظر کی بحث میں پیش کر چکے ہیں وہاں یہ گفتگو بھی تنہا یارسول اللہ کہنے کی۔ اگر بہت لوگ مل کر نعرہ رسالت لگائیں تو بھی جائز ہے کیونکہ جب ہر شخص کو یارسول اللہ کہنا جائز ہوا تو ایک ساتھ ملکر بھی کہنا جائز ہے چند مباح چیزوں کو ملانے سے مجموعہ مباح ہی ہوگا جیسے بریائی حلال ہے۔ اس لئے حلال چیزوں کا مجموعہ ہے۔ نیز اس کا ثبوت صراحتہ یہی ہے۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: اور جان لو کہ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت تمام قبرتوں سے بڑھ کر اہم ترین قربت ہے اور تمام کوششوں سے بڑھ کر کامیاب ترین کوشش ہے۔ پھر کہا اس کے بعد زائر آپ ﷺ کی قبر انور کے پاس آئے قبلہ کی طرف پشت کر کے کھڑا ہوا اور قبر انور کی دیوار اس کے سامنے ہو اور اپنی نگاہ کو مقام ہیبت اور جلال پر مرکوز کر کے یوں کہے یارسول اللہ! آپ ﷺ پر سلامتی ہو۔ پھر زائر حضور نبی کریم ﷺ کا اپنی جان کے لئے وسیلہ پکڑے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کو وسیلہ بنا کر پیش کرے۔

(المجموع ج ۸ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۶۸۱ھ لکھتے ہیں۔

سائل اللہ عز وجل کی بارگاہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے اپنی حاجت پیش کرے پھر حضور اقدس ﷺ سے شفاعت کی درخواست کرے اور اس طرح عرض کرے:

یا رسول اللہ اسالک الشفاعۃ یا رسول اللہ اتوسل بک الی اللہ۔

ترجمہ: یارسول اللہ! میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں اور یارسول اللہ! میں آپ کو اللہ عز وجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ بناتا ہوں۔
(فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مسلم آخر جلد دوم باب حدیث الحجۃ میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور علیہ السلام ہجرت فرما کر مدینہ پاک داخل ہوئے۔

قصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم في الطرق ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمد يا رسول الله۔

ترجمہ: تو عورتیں اور مرد گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کوچوں میں متفرق ہو گئے نعرے لگاتے پھرتے تھے یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ۔

(صحیح مسلم کتاب الزہد والرقائق باب فی حدیث الحجۃ ج ۳ ص ۲۳۱۱ رقم الحدیث ۲۰۰۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۲۸۹ رقم الحدیث ۶۸۹۷۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند ابویعلیٰ ج ۱ ص ۷۰ رقم الحدیث ۱۱۶ مطبوعہ دارالاسنون للتراث دمشق)

اس حدیث مسلم سے نعرہ رسالت کا صریح ثبوت ہوا اور معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام نعرہ لگایا کرتے تھے۔ اسی حدیث ہجرت میں ہے کہ صحابہ کرام نے جلوس بھی نکالا ہے اور جب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر سے واپس مدینہ پاک تشریف لاتے تو اہل مدینہ حضور علیہ السلام کا استقبال کرتے اور جلوس نکالتے (دیکھو مشکوٰۃ و بخاری وغیرہ) جلسہ کے معنی ہیں بیشک یا نشست جلوس اس کی جمع ہے جیسے جلدہ کی جمع جلود۔ بمعنی کوڑہ نماز ذکر الہی کا جلسہ ہے کہ ایک ہی جگہ ادا ہوتی ہے اور حج ذکر کا جلوس کہ اس میں گھوم پھر کر ذکر ہوتا ہے۔ قرآن سے ثابت ہے کہ تابوت سکینہ کو ملائکہ بشکل جلوس لائے۔ بوقت ولادت پاک اور معراج میں فرشتوں نے حضور کا جلوس نکالا۔ اور اچھوں کی نقل کرنا بھی باعث ثواب ہے۔ لہذا یہ مروج جلوس اس اصل کی نقل ہے اور باعث ثواب ہے۔

دوسرا باب

نداء یا رسول اللہ پر اعتراضات کے بیان میں

اعتراض قرآن کریم فرماتا ہے۔

ولا تدع من دون الله مالا ينفعك ولا يضرك۔

ترجمہ: اللہ کے سوا ان کو نہ پکارو نہ جو تم کو نفع و نقصان نہ پہنچا سکیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۱۰ آیت نمبر ۱۰۶)

معلوم ہوا کہ غیر خدا کا پکارنا منع ہے۔

ويعبدون من دون الله مالا ينفعهم ولا يضرهم۔

ترجمہ: خدا کے سوا ان کو پکارتے ہیں جو ان کے لئے نافع و مضر نہیں۔

(پارہ ۱۹ سورہ ۲۵ آیت نمبر ۵۵)

ثابت ہوا کہ غیر خدا کو پکارنا بت پرستوں کا کام ہے۔

جواب :- ان جیسی آیتوں میں جہاں بھی لفظ دعا ہے اس سے مراد بلانا نہیں بلکہ پوجنا (دیکھو جلالین اور دیگر تفاسیر) معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پوجو۔ دوسری آیت اس معنی کی تائید کرتی ہیں رب فرماتا ہے ومن يدع مع الله الها اخر (پارہ ۱۸ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۱۱) جو خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارے (عبادت کرے) معلوم ہوا کہ غیر خدا کو خدا سمجھ کر پکارنا شرک ہے کیونکہ یہ غیر خدا کی عبادت ہے اگر ان آیات کے یہ معنی نہ کئے جاویں تو ہم نے جو آیات و احادیث اور علماء دین کے اقوال پیش کئے جن میں غیر خدا کو پکارا گیا

ہے سب شرک ہوگا۔ پھر زندہ کو پکارو یا مردہ کو سامنے والے کو پکارو یا دور والے کو سب ہی شرک ہوگا روزانہ ہم لوگ بھائی بہن دوست آشنا کو پکارتے ہی ہیں۔ تو عالم میں کوئی بھی شرک سے نہ بچا۔ نیز شرک کہتے ہیں غیر خدا کو خدا کی ذات یا صفات میں شامل کرنا کسی کو آواز دینا پکارنا اس میں کون سے مفت الہی میں داخل کرنا ہے پھر یہ شرک کیوں ہوا؟

اعتراض..... فاذا كبروا لله قياما وقعودا وعلى جنوبكم۔

ترجمہ: پس اللہ کو کھڑے بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر یاد کرو۔

(پارہ ۵ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۰۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اٹھتے بیٹھتے غیر خدا کا نام چپنا شرک ہے صرف خدا ہی کا ذکر چاہیے۔

جواب:- اس آیت سے ذکر رسول اللہ کو حرام یا شرک سمجھنا نادانی ہے۔ آیت تو یہ فرما رہی ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو ہر حال میں ہر طرح خدا کا ذکر کر سکتے ہو۔ یعنی نماز میں تو پابندی تھی کہ بغیر وضو نہ ہو، سجدہ رکوع اور قعدہ میں تلاوت قرآن کریم نہ ہو بلا عذر بیٹھ کر یا لیٹ کر نہ ہو مگر جب نماز سے فارغ ہو چکے تو یہ پابندیاں اٹھ گئیں۔ اب کھڑے بیٹھے لیٹے ہر طرح خدا کو یاد کر سکتے ہو۔

اس آیت میں چند امور قابل غور ہیں ایک یہ کہ یہ امر فاذا كبروا لله وجوب کے لئے نہیں صرف جواز کے لئے ہے کہ نماز کے علاوہ چاہے خدا کو یاد کرو خواہ غیر خدا کو خواہ بالکل خاموش رہو ہر بات کی اجازت ہے دوسرے یہ کہ اگر یہ امر وجوب کے لئے بھی ہو تو بھی ذکر غیر اللہ ذکر اللہ کی نفی نہیں تاکہ ذکر اللہ کے واجب ہونے سے یہ حرام ہو جاوے بلکہ ذکر اللہ کی نفی عدم ذکر اللہ ہے تیسرے یہ کہ اگر ذکر اللہ کی نفی ذکر اللہ مان بھی لی جاوے تب بھی ایک نفی کے واجب ہونے سے دوسری نفی زیادہ سے زیادہ حرام ہوگی نہ کہ شرک۔ مگر خیال رہے کہ حرام یا فرض ہونا فعل کی صفت ہے نہ کہ عدم فعل کی۔ چوتھے یہ کہ حضور علیہ السلام کا ذکر بالواسطہ خدا ہی کا ذکر ہے۔

من يطع الرسول فقد اطاع الله۔

ترجمہ: جس نے رسول اللہ کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔

(پارہ ۵ سورہ ۳ آیت نمبر ۸۰)

جب کلمہ نماز حج درود خطبہ اذان غرض کہ ساری عبادات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر داخل اور ضروری ہے تو نماز سے خارج ان کا ذکر اٹھتے بیٹھتے کیوں حرام ہوگا جو شخص ہر حال میں اٹھتے بیٹھتے درود شریف یا کلمہ پڑھے تو حضور کا ذکر رہا ہے ثواب کا مستحق ہے۔ پانچواں اس طرح کہ ثبت یذا ابی لہب (پارہ ۳ سورہ ۱۱۱ آیت نمبر ۱) اور سورہ منافقون اور وہ آیات جن میں کفار یا بتوں کا ذکر ہے ان کا پڑھنا ذکر اللہ ہے یا نہیں ضرور ہے کیونکہ یہ قرآنی آیات ہیں۔ ہر کلمہ یہ ثواب ہے اگرچہ ان آیات میں مذکور کفار یا بت ہیں مگر کلام تو اللہ کا ہے۔ کلام الہی کا ذکر تو ذکر اللہ ہو۔ مگر رحمت الہی یا نور الہی محمد رسول اللہ کا ذکر ذکر اللہ نہ ہو یہ کیا انصاف ہے؟ قرآن میں ہے قال فرعون ہرمن نے کہا قال پڑھنے پر تمیں ثواب اور لفظ فرعون پڑھنے پر پچاس ثواب کیونکہ ہر حرف کے دس ثواب ہیں تو فرعون کا نام قرآن میں پڑھا گیا پچاس نیکیاں ملیں اور محمد رسول اللہ کا نام لیا تو مشرک ہو گیا۔ یہ کیا عقل ہے؟ ساتویں اس طرح کہ حضرت یعقوب علیہ السلام فراق حضرت یوسف میں اٹھتے بیٹھتے حضرت یوسف کے نام کی رٹ فرماتے تھے اور ان کی یاد میں اس قدر روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام فراق حضرت حوا علیہ السلام میں، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فراق امام حسین رضی اللہ عنہ میں اٹھتے بیٹھتے ان کے نام چپا کرتے تھے اور بزبان حال یہ کہتے تھے۔

لو سر گمر کردہ بود من بد گمر کردہ ہلم

حل من حد مجرت والد گمر از محضوب نیست

بتاؤ ان پر یہ حکم شرک جاری ہوگا یا نہیں اگر نہیں تو آج تو عاشق ہر حال میں اپنے نبی کو یاد کرے وہ کیوں مشرک ہوگا؟ ایک تاجرون رات تجارت کا ذکر کرتا رہتا ہے طالب علم دن رات ہر حال میں سبق یاد کرتا ہے۔ وہ بھی غیر خدا کا نام جپ رہا ہے وہ کیوں مشرک نہیں۔

نوٹ:- دینا مگر پنجاب میں ہمارا اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کا اسی مسئلہ نداء یا رسول اللہ پر مناظرہ ہوا۔ ثناء اللہ صاحب نے یہی آیت پیش کی۔ ہم نے صرف تین سوال کئے ایک یہ کہ قرآن میں امر کتنے معنی میں آیا ہے اور یہاں کون سے معنی میں استعمال ہوا؟ دوسرے یہ کہ ایک نفیض کے واجب ہونے سے دوسری نفیض حرام ہوگی یا نہیں؟ تیسرے یہ کہ ذکر اللہ کی نفیض کیا ہے؟ ذکر غیر اللہ یا عدم ذکر اللہ؟ جس کا جواب یہ دیا کہ آپ نے ان سوالات میں اصول فقہ اور منطق کو دخل دیا ہے یہ دونوں علم بدعت ہیں گویا کہ جاہل رہنا سنت ہے پھر ان سے سوال کیا کہ بدعت کی صحیح تعریف ایسی کر دو جس سے محفل میلاد تو حرام رہے اور اخبار اہل حدیث نکالنا سنت ہو؟ یہ سوالات اب تک ان تمام پر قائم ہیں۔ ابھی وہ زندہ ہیں کوئی صاحب ان سے جوابات دلوادیں ہم مشکور ہوں گے مگر اب افسوس کہ ثناء اللہ صاحب تو بغیر جواب دیئے دنیا سے چلے گئے کاش کوئی ان کے معتقد صاحب جواب دے کر ان کی روح کو خوش کریں۔

اعتراض..... بخاری جلد دوم کتاب الاستیذان بحث مصافحہ باب الاخذ بالیدین میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو حضور علیہ السلام نے التحیات میں السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ سکھایا فلما قبض قلنا السلام علی النبی ﷺ جب حضور علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو ہم نے التحیات میں یوں پڑھا السلام علی النبی۔
(صحیح البخاری کتاب الاستیذان بحث مصافحہ باب الاخذ بالیدین ج ۲ ص ۹۲۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یعنی شرح بخاری میں اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔
فظاهرها انهم كانوا يقولون السلام عليك بكاف الخطاب في حياة النبي عليه السلام لمات
تركوا الخطاب وذكروه بلفظ الغيبة فصاروا يقولون السلام على النبي۔
ترجمہ: حدیث کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ صحابہ کرام حضور کی زندگی پاک میں السلام علیک کاف خطاب سے کہتے تھے لیکن جبکہ حضور علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو خطاب کو چھوڑ دیا اور لفظ غائب سے ذکر کیا اور کہنے لگے السلام علی النبی۔
(عمدة القاری شرح صحیح البخاری کتاب الاستیذان بحث مصافحہ باب الاخذ بالیدین تحت رقم الحدیث ۶۲۶۵ ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
اس حدیث اور شرح کی عبارت سے معلوم ہوا کہ التحیات میں السلام علیک کہنا زندگی پاک مصطفیٰ علیہ السلام میں تھا حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد التحیات میں بھی نداء کو چھوڑ دیا گیا تو جب صحابہ کرام نے التحیات میں سے نداء کو نکال دیا تو جو شخص نماز کے خارج میں یا رسول اللہ وغیرہ کہے تو بالکل ہی شرک ہے۔

جواب:- بخاری اور یحییٰ کی یہ عبارت تو آپ کے خلاف بھی ہیں کیونکہ آج تک کسی امام مجتہد نے التحیات کے بدلنے کا حکم نہ دیا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی۔ اور امام شافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی التحیات اختیار فرمائیں۔ مگر دونوں التحیات میں السلام علیک ایہا النبی ہے غیر مقلد بھی خواہ ثنائی ہوں یا غزنوی یہی خطاب والی التحیات پڑھتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے التحیات کو بدلا اور حدیث مرفوع کے مقابل اجتہاد صحابی قبول نہیں۔ اور ان صحابہ کرام نے بھی اس لئے تبدیل نہ کیا کہ نداء غائب حرام ہے۔ ورنہ زندگی پاک میں دور رہنے والے صحابہ خطاب والی التحیات نہ پڑھتے۔ آخر یمن، خیبر، مکہ مکرمہ، نجد، عراق تمام جگہ نماز ہوتی تھی۔ تو اس میں وہ ہی التحیات پڑھی جاتی تھی۔ نداء غائب برابر ہوتی تھی۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام تو حجاز میں تشریف فرما تھے اور نداء والی التحیات ہر جگہ پڑھی جا رہی تھی نہ حضور علیہ السلام نے منع فرمایا نہ صحابہ

کرام نے کچھ شبہ کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے التحیات سکھاتے وقت یہ نہ فرمایا تھا کہ یہ التحیات صرف ہماری زندگی پاک میں ہے اور ہماری وفات شریف کے بعد دوسری پڑھنا۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب العقائد ص ۷۱ میں ہے۔ لہذا صیغہ خطاب کو بدلنا ضروری نہیں اور اس میں تقلید بعض صحابہ کی ضروری نہیں۔ ورنہ خود حضور علیہ السلام فرماتے کہ بعد میرے انتقال کے خطاب نہ کرنا۔ بہر حال صیغہ خطاب رکھنا اولیٰ ہے۔ اصل تعلیم اسی طرح ہے۔ خلاصہ جواب یہ ہوا کہ بعض صحابہ کا یہ فعل حجت نہیں ورنہ لازم آدے گا کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں شرک ہوتا رہا۔ اور منع نہ فرمایا گیا۔ بعد میں بھی بعض نے بدلانا نہ کھلنے۔ بلکہ مرقات باب التہجد اخیر فصل میں ہے۔

واما قول ابن مسعود کنا نقول الخ فہو روايتہ ابی عوانہ وروایتہ البخاری اصح فیہا بینت ان ذلك ليس من قول ابن مسعود بل من فهم الراوی عنه ولفظہا فلما قبض قلنا سلام یعنی علی النبی فقوله قلنا سلام یعمل انہ ارادہ استمرارنا علی ما کنا علیہ فی حیاتہ۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے التحیات ہرگز نہ بدلی یہ صرف راوی کی فہم ہے نہ اصل واقعہ۔

اعتراض..... بعض وہابی یہ کہتے ہیں کہ کسی نبی یا ولی کو دور سے یہ سمجھ کر پکارنا کہ وہ ہماری آواز سنتے ہیں شرک ہے کیونکہ دور کی آواز سننا تو خدا ہی کی صفت ہے غیر خدا میں یہ طاقت ماننا شرک ہے۔ اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو یارسول اللہ یا غوث وغیرہ کہنا جائز ہے۔ جیسے ہوا کونداء دیا کرتے ہیں ”سن اے باد صبا“ وغیرہ کہ وہاں یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہوا سنتی ہے آج کل عام وہابی یہ ہی عذر پیش کرتے ہیں فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں اسی پر زور دیا ہے۔

جواب:- دور سے آواز سننا ہرگز خدا کی صفت نہیں۔ کیونکہ دور سے آواز تو وہ سنے جو پکارنے والے سے دور ہو۔ رب تعالیٰ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے خود فرماتا ہے:

نحن اقرب الیہ من حبل الوريد۔

ترجمہ: ہم تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۵۰ آیت نمبر ۱۶)

واذا سالت عبادی عنی فانی قریب۔

ترجمہ: جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو فرما دو کہ قریب ہیں۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۸۶)

نحن اقرب الیہ منکم ولكن لا تبصرون۔

ترجمہ: ہم اس بیمار سے بمقابلہ تمہارے زیادہ قریب ہیں مگر تم دیکھتے نہیں۔

(پارہ ۲ سورہ ۵۶ آیت نمبر ۸۵)

لہذا پروردگار تو قریب ہی کی آواز سنتا ہے ہر آواز اس سے قریب ہی ہوتی ہے کہ وہ خود قریب ہے اور اگر مان لیا جاوے کہ دور کی آواز سننا اس کی صفت ہے تو قریب کی آواز سننا بھی تو اس کی صفت ہے لہذا چاہیے کہ قریب والے کو بھی سامع سمجھ کر نہ پکارو۔ ورنہ مشرک ہو جاؤ گے سب کو بہرا جانو۔ نیز جس طرح دور کی آواز سننا خدا کی صفت ہے اسی طرح دور کی چیز دیکھنا۔ دور کی خوشبو پالینا بھی تو صفت الہی ہے اور ہم علم غیب اور حاضر و ناظر کی بحث میں ثابت کر چکے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لئے دور و نزدیک یکساں ہیں۔ جب ان کی نظر دور و قریب کو یکساں دیکھ سکتی ہے تو اگر ان کے کان دور و نزدیک کی آوازیں سن لیں تو کیوں شرک ہوا؟ یہ وصف ان کو بہ عطاء الہی حاصل ہوا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ دور کی آواز انبیاء و اولیاء سنتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو پالی اور فرمایا انسی لاجد ریح یوسف (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۹۳) بتاؤ یہ شرک ہوا یا نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ پاک سے حضرت ساریہ کو آواز دی جو مقام نہاوند میں جنگ کر رہے تھے۔ اور حضرت ساریہ نے وہ آواز سن لی (دیکھو مشکوٰۃ باب الکرامات فصل ثالث ص ۵۳۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) حضرت فاروق کی آنکھ دور سے دیکھا حضرت ساریہ کے کان نے دور سے سنا۔ تفسیر روح البیان و جلالین و مدارک وغیرہ تفاسیر میں زیر آیت و اذن فی الناس بالحجج (پارہ ۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۲۷) ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنا کر پہاڑ پر کھڑے ہو کر تمام روحوں کو آواز دی کہ اے اللہ کے بندو چلو قیامت تک جو بھی پیدا ہونے والے ہیں۔ سب نے وہ آواز سن لی۔ جس نے لبیک کہہ دیا وہ ضرور حج کرے گا اور جو روح خاموش رہی وہ کبھی حج نہیں کر سکتی کہیں یہاں تو دور کے علاوہ پیدائش سے پہلے سب نے حضرت خلیل کی آواز سن لی یہ شرک ہوا یا نہیں؟ اسی طرح حضرت خلیل نے بارگاہ رب جلیل میں عرض کیا کہ مولیٰ مجھے دکھا دے کہ تو مردے کو کس طرح زندہ فرمائے گا تو حکم ہوا کہ چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کے گوشت چار پہاڑوں میں رکھو ثم ادعہن یا تینک سعیا (پارہ ۳ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۶۰) پھر انہیں پکار دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ دیکھو مردہ جانوروں کو پکارا گیا اور وہ دوڑتے ہوئے آئے تو کیا اولیاء اللہ ان جانوروں سے بھی کم ہیں؟ آج ایک شخص لنڈن میں بیٹھ کر بذریعہ ٹیلیفون ہندوستان کے آدمی سے بات کرتا ہے اور یہ جھڑپ اس کو پکارتا ہے کہ ہندوستان کا آدمی اس آلہ کے ذریعہ میری بات سنتا ہے یہ پکارنا شرک ہے کہ نہیں؟ تو اگر کسی مسلمان کا عقیدہ یہ ہو کہ قوت نبوت ٹیلیفون کی قوت سے زیادہ ہے اور حضرات انبیاء قوت خداداد سے ہر ایک کی آواز سنتے ہیں۔ پھر پکارے یارسول اللہ الغیاث تو کیوں شرک ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک سفر میں جاتے ہوئے ایک جنگل میں چیونٹی کی آواز دور سے سنی۔ وہ کہتی ہے۔

یا یہا النمل ادخلوا مسکنکم لا یحطمنکم سلیمان وجنودہ وہم لا یشعرون۔

ترجمہ: اے چیونٹیا اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں۔

(پارہ ۱۹ سورہ نمل آیت نمبر ۱۸)

تفسیر روح البیان وغیرہ میں اسی آیت کے ماتحت ہے کہ آپ نے تین میل سے چیونٹی کی یہ آواز سنی خیال کرو کہ چیونٹی کی آواز اور تین میل کا فاصلہ کہیں یہ شرک ہوا کہ نہیں؟

مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر ص ۲۵ الفصل الاول مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی میں ہے کہ دفن کے بعد میت قبر میں سے باہر والوں کے پاؤں کی آواز سنتی ہے اور زائرین کو دیکھتی اور پہچانتی ہے اسی لئے قبرستان میں جا کر اہل قبور کو سلام کرنا چاہیے اس قدر مٹی کے نیچے ہو کر

حاشیہ.....☆

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن الحسين بن مابھرام ابو عبد اللہ الا يدجی حدثنا محمد بن مرزوق البصری حدثنا هانی بن یحییٰ السلمی حدثنا حسن بن جعفر الجفری عن قتادة عن یحییٰ بن وثاب عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ لما كلم الله موسى كان يبصر ديب النمل على الصفا في الليلة الظلماء من سيرة عشرة فراسخ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ عز و جل نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام چیونٹی کے پاؤں کی آوازیں کے آندھیرے میں دس فرسخ کے فاصلے سنتے تھے۔

(طبرانی معجم باب من اسماہم ص ۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اتنی آہستہ آواز کو سننا کس قدر دور کی آواز سننا ہے کہو شرک ہوایا کہ نہیں؟ ہم بحث علم غیب اولیاء اللہ میں مشکوٰۃ کتاب الدعوات کی حدیث نقل کر چکے ہیں کہ اللہ کا ولی خدائی طاقت سے دیکھتا، سنتا اور چھوتا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ اپنی قوت سے عطا فرماوے۔ وہ اگر دور سے سن لے تو کیوں شرک ہے؟ مخالفین کے معتمد اور معتبر عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فتاویٰ عبدالحی کتاب العقائد صفحہ ۴۳ میں اس سوال کے جواب میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ لم یلد ولم یولد حضور علیہ السلام کی شان ہے اور قل هو اللہ احد (پارہ ۳۰ سورہ ۱۲۲ آیت نمبر ۱) حضور علیہ السلام کی صفت ہے ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا۔ جبکہ آپ چہل روزہ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مادر مشفقہ نے میرا ہاتھ مضبوط باندھ دیا تھا۔ اس کی اذیت سے مجھ کو رونا آتا تھا اور چاند منہ کرتا تھا۔ حضرت عباس نے عرض کیا کہ ان دنوں آپ چہل روزہ (چالیس دن) کے تھے یہ حال کیونکر معلوم ہوا؟ فرمایا لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا۔ حالانکہ شکم مادر میں تھا اور فرشتے عرش کے نیچے تسبیح کرتے تھے اور میں ان کی تسبیح کی آواز سنتا تھا۔ حالانکہ شکم مادر میں تھا۔ اس روایت سے تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والدہ ماجدہ کے شکم میں ہی عرش و فرش کی تمام آوازیں سنتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ جب کوئی عورت اپنے نیک شوہر سے لڑے تو جنت سے حور پکار کر اسے ملامت کرتی ہے (مشکوٰۃ باب معاشرۃ النساء ص ۲۸۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) معلوم ہوا کہ گھر کی کوٹھڑی کی جنگ کو حور اتنی دور سے دیکھتی اور سنتی ہے اور پھر اس علم غیب بھی ہے کہ اس آدمی کا انجام بخیر ہوگا۔ دور بین سے دور کی چیزیں دیکھتے ہیں ریڈیو و ٹیلیفون سے دور کی آواز سنتے ہیں۔ تو کیا نبوت دلایت کی طاقت بجلی کی طاقت سے بھی کم ہے معراج میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قدم کی آہٹ سنی جا رہی تھی اور اگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی بحکم مثالی جنت میں پہنچے تو حاضر و ناظر کا ثبوت ہوا۔

ان سب باتوں کے متعلق مخالف یہ ہی کہے گا کہ وہ تو خدا نے سنایا تو ان حضرات نے سن لیا۔ پس ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کو خدا دور کی آوازیں سناتا ہے تو یہ سنتے ہیں خدا تعالیٰ کی یہ صفت ذاتی ان کی عطائی۔ خدا کی قدیم۔ ان حضرات کی حادث۔ خدا کی یہ صفت کسی کے قبضہ میں نہیں ان کی یہ صفت خدا کے قبضہ میں خدا کا سننا بغیر کان وغیرہ عضو کے۔ ان کا سننا کان سے اتنے فرق ہوتے ہوئے شرک کیسا؟ اس نداء کے متعلق اور بہت کچھ کہا جاسکتا ہے مگر اسی قدر پر ہی کفایت ہے۔

بڑے علما نے عقلاں والے اوتھے پل نہ اڑ دے نے میں سنیا دیکھ کے اس نوں پتھر بھی کلمہ پڑھ دے نے

حاشیہ.....☆

ندائے یارسول اللہ پر مزید دلائل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

(پارہ ۸ سورہ نور آیت نمبر ۶۳)

امام مجاہد بن جبر الحنفی المتابعی متوفی ۱۰۴ھ لکھتے ہیں۔

انبا عبد الرحمن قال لنا ابراهيم قال نا آدم قال نا ورقاء عن ابن ابي نجيع عن مجاهد في قوله لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قال امرهم ان يقولوا يارسول الله في لين و تواضع ولا يقولوا

حاشیہ.....☆

یا محمد فی تجہم۔

(تفسیر مجاہد تحت سورۃ النور آیت نمبر ۶۳ ج ۲ ص ۲۳۵ مطبوعہ المستورات العلمیۃ بیروت)

امام علی بن احمد الواحدی متوفی ۳۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ای لا تقولوا اذا دعوتموہ یا محمد کما یقول احدکم لصاحبه ولكن قولوا یا رسول الله یا نبی الله۔
(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز ج ۲ ص ۷۷۲ مطبوعہ دار الشامیۃ بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

وقال مجاهد وقتادة لاتدعوه باسمه كما يدعو بعضکم بعضا یا محمد یا عبد الله ولكن فخموه
وشرفوه فقولوا یا نبی الله یا رسول الله۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۳۵۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

انهم امروا ان يقولوا یا رسول ونهوا ان يقولوا یا محمد قاله سعيد بن جبیر وعلقمة بن الاسود
وعكرمة ومجاهد۔

(زاد المسیر ج ۶ ص ۶۸ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

ان کے علاوہ ملاحظہ فرمائیں:

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵: ۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تفسیر ابوسعود ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تفسیر الشعلانی ج ۳ ص ۱۲۹ مطبوعہ
مؤسسۃ العلمیۃ للطبوعات بیروت)، (فتح القدیر للشوکانی غیر مقلد ج ۴ ص ۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر بیضاوی ج ۳ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الکشاف
ج ۳ ص ۲۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الکتب والصحیح ج ۳ ص ۱۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۰۷ مطبوعہ دار الفکر
بیروت)، (تفسیر طبری ج ۸ ص ۷۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۵۸ھ لکھتے ہیں۔

وعن ابی هريرة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول والذي نفس ابی القاسم بيده لينزلن عيسى بن
مريم اماما مقسطا وحكما عدلا فليکسرن الصليب ويقتلن الخنزير وليصلحن ذات البين وليذهبن
الشحناء وليعرضن المال فلا يقبله احد ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لا جنته قلت هو فی الصحيح
بإختصار۔ رواه ابو يعلى ورجاله رجال الصحيح۔**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم ہے جس کے
قبضہ میں ابوالقاسم ﷺ ک جان ہے البتہ ضرور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے امام منصف اور امام حاکم عادل ہو کر ضرور
صلیب توڑیں گے اور ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور ضرور لوگوں کے آپس کے معاملات درست کر دیں گے اور مال پیش کریں گے تو کوئی اس کو نہ
لے گا پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے اے محمد ﷺ تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا۔ یہ روایت اختصار کے ساتھ صحیح (بخاری ج ۱
ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) میں ہے اس کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

(مجمع الزوائد منبع الفوائد باب ذکر الانبیاء علیہم السلام ج ۸ ص ۲۱۴ مطبوعہ مؤسسۃ المعارف بیروت)، (الطالب العالی ج ۳ ص ۳۳۹ رقم الحدیث ۳۵۷۷ مطبوعہ دار المعاصر سعودی عرب مکتبۃ المکتبۃ)

امام احمد بن علی موصلی متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں۔

قام علی قبری فقال یا محمد لا جنته۔

ترجمہ: وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے اے محمد ﷺ تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا۔

(مسند ابو یعلیٰ ج ۱ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۶۵۸۳ مطبوعہ دار المأمون للتراث دمشق شام)

حاشیہ.....☆

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبد الرحمن بن سعد قال خذت رجل ابن عمر فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمد۔
(الادب المفرد ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ مکتبۃ الاثریہ سانگلہ و فی نسخہ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار البیضاء الاسلامیہ بیروت و فی نسخہ ص ۱۳۲ مطبوعہ اداره اسلامیات انارکلی لاہور)

امام علی بن جعد الجوهري البغدادي متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

ثنا علی انا زهير عن ابی اسحاق عن عبد الرحمن بن سعد قال كنت عند عبد الله بن عمر فخذت رجله فقلت له يا عبد ابو عبد الرحمن مالرجلك؟ قال اجتمع عصبها من هاهنا قلت ادع احب الناس اليك قال يا محمد فانسبط۔

ترجمہ: امام عبد الرحمن بن سعيد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا پاؤں سو گیا۔ میں نے عرض کی اے ابو عبد الرحمن آپ کے پاؤں کو کیا ہوا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہاں سے ناڑیں اکھٹی ہو گئی ہیں تو میں نے عرض کی کہ آپ اپنی محبوب ترین شخصیت کو ندا کریں تو آپ نے فوراً فرمایا یا محمد (ﷺ) پس فی الفور اسی وقت آپ کا پاؤں کھل گیا۔

(مسند ابن الجعد ص ۳۶۹ رقم الحدیث ۲۵۳۹ مطبوعہ موسسۃ نادر بیروت)

امام ابو بکر ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثني محمد بن ابراهيم الانماطي وعمرو بن الجنيدي بن عيسى ثنا محمود بن خدش ثنا ابو بكر بن عياش ثنا ابو اسحاق السبيعي عن ابی سعيد قال كنت امشي مع ابن عمر فخذت رجله فجلس فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمداه فقال لمشي۔

(عمل اليوم والليلة ص ۶۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

امام ابو ذر کرایجی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں۔

فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمد ﷺ فكانما نشط من عقال۔

ترجمہ: ایک شخص نے انہیں کہا اس ہستی کو یاد کرو جو تمہیں تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہوا انہوں نے کہا یا محمد (ﷺ) وہ اسی وقت چنگے بھلے ہو گئے گویا قید سے آزاد کر دیئے گئے ہوں۔

(الاذکار باب ما یقولہ اذا خدرت رجله ص ۲۷۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مشکل وقت میں امام الانبیاء ﷺ کو پکارنا ان کو مدد کے لئے پکارنا نہ کفر ہے نہ شرک ہے نہ بدعت ضلالہ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت مبارک ہے۔

حضرت ابو عبید ابن عامر الجراح نے حضرت کعب بن ضمیرہ رضی اللہ عنہما کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ حلب کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا جب وہ حلب کے قریب پہنچے تو یوقا پانچ ہزار افراد کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ مسلمان جم کر لڑے اتنے میں پیچھے چھپے ہوئے پانچ ہزار افراد کے لشکر نے حملہ کر دیا۔ اس خطرناک صورت حال نے مسلمانوں کو بے حد پریشان کر دیا۔ حضرت کعب بن ضمیرہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا تھامے ہوئے بلند آواز سے پکارا۔

حاشیہ.....☆

امام محمد بن عمرو اقدی متوفی ۲۰۷ھ لکھتے ہیں۔
یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل
ترجمہ: یا محمد یا محمد اے اللہ کی امداد نزول فرما۔

(فتوح الشام ذکر فتح مدینہ حلب و قلاع حجاج ص ۲۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن عمرو اقدی متوفی ۲۰۷ھ لکھتے ہیں۔
فتح بہنسا کے موقع پر ایک دفعہ جب رات بھر جنگ ہوتی رہی اس وقت مسلمانوں کا شعار علامتی نشان تھا۔
یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل۔
ترجمہ: یا محمد یا محمد اے اللہ کی امداد نزول فرما۔

(فتوح الشام ذکر فتوح البهنسا ونزول الصحابة قتل البطریق ج ۲ ص ۲۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۱ھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال میں لکھتے ہیں۔
و کان شعارهم یومئذ یا محمداه۔
ترجمہ: اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمد اہ کہتا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔
هذا مما تعاهده اهل المدينة۔

ترجمہ: یہ (یا محمد اہ کی نداء) اہل مدینہ کے معمولات میں سے ہے۔

(تیمم الریاض شرح الشفاء فصل فیما روی عن السلف ج ۳ ص ۳۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)
جنگ یمامہ میں مسلمانوں کے ساتھ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی جبکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ مقابلہ بہت شدید تھا۔ ایک وقت
نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکٹھے لگے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سہ سالار تھے انہوں نے یہ حالت
دیکھی تو یہ تارہ لگایا:

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۱ھ لکھتے ہیں۔

ثم نادى بشعار المسلمين و كان شعارهم یومئذ یا محمداه۔

ترجمہ: تو انہوں نے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ ندا کی اس دن مسلمانوں کی علامت تھی یا محمد اہ۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار المعارف بیروت)

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں۔

ثم برز خالد ودعا الى البزار ونادى بشعارهم و كان شعارهم یا محمداه فلم يبرز اليه احد الا قتله۔

ترجمہ: پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے (دشمن کو) للکارا اور للکارنے والوں کو دعوت دی پھر مسلمانوں کے معمول کے مطابق
یا محمد اہ کہہ کر نعرہ لگایا۔ پھر وہ جس شخص کو بھی للکارے اس کو قتل کر دیتے تھے۔

(الکامل فی التاریخ لابن الاثیر ذکر القحط و عام الرمادہ ج ۲ ص ۵۵۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حاشیہ.....☆

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب حراست میں میدان جنگ سے گزر رہی تھیں تو بے ساختہ فریاد کی۔
یا محمد یا محمد یا محمد صلی علیک اللہ و ملک السماء ہذا حسین بالعراہ مزمل بالدماء مقطع
الأعضاء یا محمد و بناتک سبنا و ذریعتک مقتله تسفی علیہا الصبا..... قال فابکت کل عدو و صديق۔

ترجمہ: اے بہت ہی تعریف کے ہوئے۔ امداد (دور تہ) اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور آسمانی فرشتے درود بھیجیں یہ حسین
میدان میں ہیں خون میں نہانے ہوئے اعضاء کٹے ہوئے۔ یا محمد امداد آپ کی بیٹیاں حراست میں ہیں آپ کی اولاد شہید کر دی گئی۔ باد صبا
ان پر مٹی اڑا رہی ہے راوی کہتے ہیں ان کی پر سوز فریاد نے ہر اپنے اور بیگانے کو رلا دیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار المعارف بیروت)

امام ابن جوزی نے کتاب بیون الحکایات میں تین اولیائے حق کا عظیم الشان واقعہ بیان کیا ہے۔ اس آیت کا کہ وہ تین بھائی سواران
وہ تین تھے جن کی بیعت نہ ہو سکتی تھی۔

فاسر دہ روم موبہ قال انہم الملک انی اجعل فیہم الملک و ازو حکم بناتنی و تدخلون فی
النصرانیۃ فاسروا و قاتلوا یا محمد۔

ترجمہ: یعنی ایک بار نصاریٰ روم انہیں قید کر کے لے گئے بادشاہ نے کہا میں تمہیں سلطنت دوں گا اور اپنی بیٹیاں تمہیں بیاہ دوں گا تم
نصرانی ہو جاؤ انہوں نے نہ مانا اور ندا کی یا محمد۔

بادشاہ نے دیگوں میں تیل گرم کرا کر دو صاحبوں کو اس میں ڈال دیا تیسرے کو اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا فرما کر بچا لیا۔ وہ دونوں
پھ مہینے کے بعد مع ایک جماعت ملائکہ کے بیداری میں ان کے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری شادی میں شریک ہونے کو بھیجا
ہے۔ انہوں نے حال پوچھا فرمایا:

ما کانت الا الغطسة التي رايت حتى خرجنا فی الفردوس۔

ترجمہ: بس وہی تیل کا ایک غوطہ تھا جو ہم نے دیکھا اس کے بعد ہم جنت اعلیٰ میں تھے۔
امام فرماتے ہیں۔

کانا مشہورین بذلك معروفین بالشام فی الزمن الاول۔

ترجمہ: یہ حضرات زمانہ سلف میں مشہور تھے اور ان کا یہ واقعہ معروف ہے۔

(شرح الصدور للسیوطی باب زیارة القبر و علم الموتی ص ۹۰ مطبوعہ خلافت اکیڈمی سوات)

امام شیخ الاسلام شہاب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں ہے۔

سئل عما یقع من العامة من قولہم عند السدائد یا شیخ فلان ونحو ذلك من الاستغاثة بالانبياء
و المرسلین و الصالحین و هل للمشائخ اغاثۃ بعد الاستغاثة بالانبياء و المرسلین و الاولیاء و العلماء
الصالحین جائزۃ و للانبياء و المرسل و الاولیاء و الصالحین اغاثۃ بعد موتہم الخ۔

ترجمہ: یعنی ان سے سوال ہوا کہ عام لوگ جو غمخیزوں کے وقت انبیاء و مرسلین و اولیاء و صالحین سے فریاد کرتے اور یا شیخ فلاں (یا رسول
اللہ یا علی یا شیخ عبدالقادر جیلانی) اور ان کی مثل کلمات کہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟
انہوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء و مرسلین و اولیاء و علماء سے مدد مانگی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔

(فتاویٰ الرملی فی فروع الفقہ الشافعی مسائل شتی ج ۳ ص ۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

علامہ خیر الدین ربلی استاذ صاحب درمختار فتاویٰ خیر یہ میں فرماتے ہیں۔

قولہم یا شیخ عبد القادر فہو نداء فما الموجب لحرمتہ۔

ترجمہ: لوگوں کا کہنا کہ یا شیخ عبد القادر یہ ایک نداء ہے پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے۔

(فتاویٰ خیر یہ کتاب الکرامۃ والا تحسان ج ۲ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار المعارفۃ للطباعة بیروت)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وصلی علیک یا خیر خلقہ

ویا خیر من یرجی لکشف ذنیہ

وانت مجیری من مجور ملعہ

ویا خیر ما مول ویا خیر واهب

ومن جودہ قد فاق جود السحاب

اذا انشبت فی القلب شر المخالب

(الہیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل یازدہم ص ۲۲ مطبوعہ مکتبہ ربانی دہلی)

حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

پڑا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں

میری کشتی کنارہ پر لگاؤ یا رسول اللہ

بس اب چاہو ڈبا دو یا تراؤ یا رسول اللہ

(کلیات امدادیہ نگزار معرفت ص ۲۲ مطبوعہ مطبع راشد کمپنی دیوبند)

نیز حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اے رسول کبریا فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل

یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے

اے مرے مشکل کشا فریاد ہے

(نالہ امداد غریب صفحہ ۲۲ مطبوعہ مطبع راشد کمپنی دیوبند)

نیز حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی صورت کا سفید شفاف کپڑے اور سبز پگڑی اور منور چہرہ کے ساتھ تصور کرے اور الصلاة والسلام علیک یا رسول

اللہ کی داہنے اور الصلاة والسلام علیک یا نبی اللہ کی بائیں اور الصلاة والسلام علیک یا حبیب اللہ کی ضرب دل پر لگائے۔

(ضیاء القلوب ص ۵۵ مطبوعہ مطبع راشد کمپنی دیوبند)

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی (کفر و شرک ہے)

(بہشتی زیور حصہ اول ص ۳۵ مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی)

یہاں "کسی" سے مراد حضور ﷺ اور اولیاء کرام مراد ہیں کیونکہ دیوبندیوں کے نزدیک اکابر دیوبند کو دور سے پکارنا شرک نہیں یہ حکم

صرف امام الانبیاء ﷺ کے لئے ہیں۔ دیکھئے۔

محمد ذوالفقار علی دیوبندی فرماتے ہیں۔

یا مرشدی ویا مولیٰ یا مفزعی یا ملجائی فی مبدئی و معادی

حاشیہ.....☆

اے میرے مرشد اے میری پناہ اے میری گھبراہٹ کے سہارا اور اے جائے پناہ دنیا و آخرت میں

ادحر علی ایا غیاث فلبس لی
کھفی سوی حبیکم من زاد
رم کیجئے مجھ پر اے میرے فخریادرس کیونکہ نہیں ہے میرے لئے، اے میرے جائے پناہ سوا آپ کی محبت کے کوئی توشہ

یا سیدی للہ شیننا انہ
اتسر لی المجدی وانی جادی
اے میرے سردار خدا کے واسطے کچھ عطا ہو!

بیشک آپ میرے لئے جو دکر نیوالے ہیں اور میں سائل ہوں
(کرامات امدادیہ ص ۳۲ ناشر کتب خانہ ہادی دیوبند (یو۔ پی)

اشرف علی تھانوی اپنے پیر حاجی امداد اللہ کے اشعار نقل کرتے ہیں۔

تم ہو اے نور محمد خاص محبوب خدا
ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفیٰ
تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا
عشق کی پرسن کے باتیں کانپتے ہیں دست و پا
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

(امداد المصباح ص ۹۶-۹۷ مطبوعہ ممتاز اکیڈمی اردو بازار لاہور)، (شائم امدادیہ ص ۸۳-۸۴ مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان)

معزز قارئین حضرات انصاف کیجئے حاجی امداد اللہ اور ذوالفقار علی اپنے پیر کو پکار رہے ہیں کسی دیوبندی نے یہ نہیں کہا کہ یہ شرک ہے وہ اس لئے کہ وہ ان کے اکابر ہیں۔

دیوبندیوں کے شیخ الہند کے مشرک ہونے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ محدث دیوبند سید اصغر حسین لکھتے ہیں۔

۱۳۲۲ء کے آخر میں دیوبند میں شدید طاعون ہوا چند طلبہ بھی مبتلا ہوئے ایک فارغ التحصیل طالب علم محمد صالح ولایتی جو صبح و شام میں سند فراغت لے کر وطن رخصت ہونے والے تھے اسی مرض میں مبتلا ہوئے اور حالت آخری ہو گئی وفات سے کسی قدر پہلے انہوں نے ایسی گفتگو شروع کی کہ گویا شیطان سے مناظرہ کر رہے ہیں اس کے دلائل کو توڑتے اپنے استدلال پیش کرتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے مناظرہ میں شیطان کو بخوبی شکست دیدی پھر کہنے لگے افسوس اس جگہ کوئی ایسا خدا کا بندہ نہیں ہے جو مجھ سے اس خبیث کو دفع کرے یہی کہتے کہتے دفعہ بول اٹھے کہ واہ واہ سبحان اللہ دیکھو میرے استاد حضرت مولانا محمود الحسن صاحب تشریف لائے دیکھو وہ شیطان بھاگا۔ ارے خبیث کہا جاتا ہے۔ ایک ساعت کے بعد طالب علم صاحب کا انتقال ہو گیا۔ حضرت مولانا اس واقعہ کے وقت وہاں موجود نہ تھے۔ مگر روحانی تصرف سے امداد فرمائی۔

(حیات شیخ الہند ص ۲۵۵ مطبوعہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

معزز قارئین حضرات دیکھئے اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی یہ کفر و شرک ہے اب دیکھئے کہ محمد صالح ولایتی مشرک جو کہہ رہے ہیں کہ افسوس اس جگہ کوئی ایسا خدا کا بندہ نہیں ہے جو مجھ سے اس خبیث کو دفع کرے۔ محمد صالح

حاشیہ.....☆

مشرک کو اس وقت ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ (ترجمہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ نحن اقرب الیہ من جبل الورد۔ (ترجمہ) ہم تو شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ یاد نہیں۔ ایک سنی مسلمان جب امام الاعلیٰ ﷺ کو اللہ کا حبیب سمجھ کر مدد کے لئے پکارے تو دیوبندیوں کے فتوے سے وہ مشرک و بدعتی ہو جاتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ دیکھئے قرآن میں ہے نحن اقرب الیہ من جبل الورد۔ (ترجمہ) ہم تو شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اب سوچئے جو حقیقی مالک ہے وہ شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور حضور ﷺ جو کتنے دور ہے وہ مدینے سے آئے گے۔ تو تم بریلوی لوگ اللہ سے امداد کیوں نہیں مانگتے ہوں اس لئے تم کافر و مشرک ہو۔ اب اپنا حال دیکھئے محمد صالح ولایتی مشکل وقت میں محمود الحسن کو پکار رہے ہیں اب ان کو یاد نہیں کہ حقیقی مددگار شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور محمود الحسن جو کتنے دور ہیں محمد صالح ولایتی مدد کے لئے پکار رہے ہیں۔ محمد صالح ولایتی کے ایمان میں کچھ فرق نہیں آیا بلکہ یہ کرامت بن کر کتاب کی خوبصورتی بن رہی ہیں۔ اور محمود الحسن صاحب کے شرک کو دیکھئے کہ کتنی دور سے اپنے مرید کو دیکھ بھی رہے ہیں اس کی آواز بھی سن رہے ہیں اور روحانی تشریف لا کر امداد بھی کر رہے ہیں۔ اشرف علی تھانوی تو لکھتے ہیں کہ یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی تو شرک و کفر ہے۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ دیوبندیوں کا اصول صرف امام الاعلیٰ ﷺ اولیاء رحمہم اللہ کے لئے ہیں۔ اکابر دیوبند کے لئے نہیں۔ بے محمود الحسن کتنے دور ہو وہ مرید کی پکار کو سن بھی سکتے ہیں مدد بھی کر سکتے ہیں روحانی تصرف بھی فرما سکتے ہیں۔ مگر حضور ﷺ کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں (معاذ اللہ) جب حضور ﷺ کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو مدد کے لئے پکارنا شرک ہے۔ اور جب بات اکابر دیوبند کی آتی تو پھر کہتے ہیں کہ ہم بزرگوں سے مدد کے منکر نہیں۔ دیکھئے جب قاسم نانوتوی نے ایک مرید کی مدد کی تو مناظر احسن گیلانی دیوبندی لکھتے ہیں۔

”پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں۔“

(سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۳۲ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

عاشق الہی میرٹھی لکھتے ہیں۔

مولوی عبدالسبحان صاحب انسپکٹر پولیس ضلع گوالیار فرماتے ہیں کہ مولوی محمد قاسم صاحب کشر بندوبست ریاست گوالیار ایک بار پریشانی میں مبتلا ہوئے اور ریاست کی طرف سے تین لاکھ روپے کا مطالبہ ہوا۔ ان کے بھائی یہ خبر پا کر حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنج مراد پہنچے حضرت مولانا نے وطن دریافت فرمایا انہوں نے عرض کیا دیوبند مولانا نے تعجب کے ساتھ فرمایا گنگوہ حضرت مولانا (رشید احمد گنگوہی) کی خدمت میں قریب تریوں نہ گئے، اتنا دراز سفر کیوں اختیار کیا انہوں نے عرض کیا، حضرت یہاں مجھے عقیدت لائی ہے مولانا نے ارشاد فرمایا تم گنگوہی جاؤ۔ تمہاری مشکل کشائی حضرت مولانا رشید احمد صاحب ہی کی دعا پر موقوف ہے میں اور تمام روئے زمین کے اولیاء بھی اگر دعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا۔

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ دارالاسلامیات لاہور)

یہ ہے دیوبندی مذہب کا من گھڑت اصول اللہ تعالیٰ ہمیں ان بے دینوں سے بچائے۔ اس مسئلہ پر کثیر دلائل اور اعتراضات کے مستند جوابات کے لئے فقیر ناچیز کا رسالہ

”یا رسول اللہ مدد“..... ملاحظہ فرمائیں۔

بحث اولیاء اللہ و انبیاء سے مدد مانگنا

اولیاء اللہ اور انبیائے کرام سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ ہی کی ہے یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمان کا یہ ہی عقیدہ ہوتا ہے کوئی جاہل بھی کسی ولی کو خدا نہیں سمجھتا۔ اس بحث میں دو باب ہیں۔

پہلا باب

غیر اللہ سے مدد مانگنے کے ثبوت میں

غیر اللہ سے مدد مانگنے کا ثبوت قرآنی آیات احادیث صحیحہ اور اقوال فقہاء و محدثین اور خود محققین کے اقوال سے ہے ہم ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے۔

وادعوا شهداءکم من دون اللہ ان کنتم صدقین۔

ترجمہ: اور اللہ کے سوا اپنے سارے حمایتیوں کو بلا لو۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۳)

اس میں کفار کو دعوت دی گئی ہے کہ قرآن کی مثل ایک سورہ بنا کر لے آؤ اور اپنی امداد کے لئے اپنے حمایتیوں کو بلا لو۔ غیر اللہ سے مدد لینے کی اجازت دی گئی۔

قال من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔

ترجمہ: کہا مسیح نے کون ہے جو مدد کرے میری طرف اللہ کی کہا حواریوں نے ہم مدد کریں گے اللہ کے دین کی۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۵۲)

اس میں فرمایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ میرا مددگار کون ہے۔ حضرت مسیح نے غیر اللہ سے مدد طلب کی۔

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔

ترجمہ: مدد کرو ایک دوسرے کی اور پر نیک کاموں کے اور تقویٰ کے اور نہ مدد کرو ایک دوسرے کی اور پر گناہ اور زیادتی کے۔

(پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۲)

اس آیت میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم۔

ترجمہ: اگر مدد کرو گے تم اللہ کے دین کی مدد کرے گا وہ تمہاری۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۷)

اس میں خود رب تعالیٰ نے جو کہ غنی ہے اپنے بندوں سے مدد طلب فرمائی۔ رب تعالیٰ نے میثاق کے دن ارواح انبیاء سے حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں عہد لیا۔

لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔

ترجمہ: کہ تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۸۱)

معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کی مدد کا میثاق کے دن سے حکم ہے۔

استعينوا بالصبر والصلوة۔

ترجمہ: مدد طلب کرو ساتھ صبر اور نماز کے۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۵۳)

اس میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو اور نماز و صبر بھی تو غیر اللہ ہیں۔

واعينوني بقوة۔

ترجمہ: مدد کرو میری ساتھ قوت کے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ذوالقرنین نے دیوار آہنی بناتے وقت لوگوں سے مدد طلب فرمائی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ايدك بنصره وبالمومنين۔

ترجمہ: اے نبی رب نے آپ کو اپنی مدد اور مسلمانوں کے ذریعہ قوت بخشی۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۸ آیت نمبر ۶۳)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يا ايها النبي حسبك الله ومن اتبعك من المومنين۔

ترجمہ: اے نبی آپ کو اللہ اور آپ کے مطیع مسلمان کافی ہیں۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۸ آیت نمبر ۶۳)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فان الله هو موله مولاه و جبريل و صالح المومنين والملئكة بعد ذلك ظهير۔

ترجمہ: یعنی رسول کے مددگار اللہ اور جبریل اور متقی مسلمان ہیں بعد میں فرشتے ان کے مددگار ہیں۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۲۶ آیت نمبر ۴)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

انما وليكم الله ورسوله والذين امنوا الذين يقيمون الصلوة ويؤتون الزكوة وهم راكعون۔

ترجمہ: یعنی اے مسلمانوں تمہارا مددگار اللہ اور رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

(پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۵۵)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولياء بعض

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۷۱)

دوسری جگہ فرماتا ہے نحن اولياءكم في الحياة الدنيا وفي الآخرة۔

(پارہ ۲۳ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۳۱)

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بھی مددگار ہے اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے مگر رب تعالیٰ بالذات مددگار اور یہ بالعرض۔

موسیٰ علیہ السلام کو جب تبلیغ کے لئے فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا تو عرض کیا۔

واجعل لی وزیرا من اہلی ہرون اخی اشدد به ازری۔

ترجمہ: خدا یا میرے بھائی کو نبی بنا کر میرا وزیر کر دے میری پشت کو ان کی مدد سے مضبوط کر دے۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۲۹-۳۰)

رب تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا سہارا کیوں لیا میں کیا کافی نہیں ہوں۔ بلکہ ان کی درخواست منظور فرمائی۔ معلوم ہوا کہ بندوں کا سہارا الہی سنت انبیاء ہے۔

مشکوٰۃ باب السجود وفضلہ میں ربیعہ ابن کعب اسلمی سے بروایت مسلم ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔
سل فقلت اسئلك مرافقتك فی الجنة قال او غیر ذلك فقلت هو ذالك قال فاعنی علی نفسك بكثرۃ السجود۔

ترجمہ: کچھ مانگ لو میں نے کہا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں۔ فرمایا کچھ اور مانگتا ہے میں نے کہا صرف یہ ہی فرمایا کہ اپنے نفس پر زیادہ نوافل سے میری مدد کرو۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب فضل السجود ج ۱ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۳۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مشکوٰۃ شریف ص ۸۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مسند ابوعوانہ باب بیان ثواب السجود و الترغیب فی کثرۃ السجود ج ۱ ص ۳۹۹ رقم الحدیث ۱۸۶۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ربیعہ نے حضور سے جنت مانگی۔ تو یہ نہ فرمایا کہ تم نے خدا کے سوا مجھ سے جنت مانگی تم مشرک ہو گئے بلکہ فرمایا وہ تو منظور ہے کچھ اور بھی مانگو۔ یہ غیر خدا سے مدد مانگنا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام بھی فرماتے ہیں اعنی اے ربیعہ تم بھی اس کام میں میری اتنی مدد کرو کہ زیادہ نوافل پڑھا کرو یہ بھی غیر اللہ سے طلب مدد ہے۔ اسی حدیث پاک کے ماتحت اشعۃ اللمعات میں ہے۔

وازاطلاق سوال کہ فرمود سل و تخصیص نہ کرو بمطلوب خاص معلوم سے شود کہ کارمہ بدست ممت و کرامت اوست مرچہ خواہد باذن پروردگار خود بدمد۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۹۶)

حاشیہ.....☆

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عبد الله القرمطي من ولد عامر بن ربيعة ببغداد حدثنا يحيى بن سليمان بن نضلة الخزاعي حدثنا عمي محمد بن نضلة عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده علي بن الحسين حدثني ميمونة بنت الحرث زوج النبي ﷺ ان رسول الله ﷺ بات عندها في ليلتها فقام يتوضا للصلاة فسمعتة يقول في متوضئه ليك ليك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا فلما خرج قلت يا رسول الله سمعتك تقول في متوضئك ليك ليك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا كأنك تكلم انسانا فهل كان معك احد؟ فقال هذا راجز بنى كعب يستصرخني ويزعم ان قريشا اعانت عليهم بنى بكر ثم خرج رسول الله ﷺ فامر عائشة ان تجهزه ولا تعلم احدا قالت فدخل عليها ابوبكر فقال يا بنية ما هذا الجهاز؟ فقالت والله ما ادرى فقال والله ما هذا زمان غزو بنى الاصفر فاين يريد رسول الله ﷺ قالت والله لا علم لي۔ قالت فاقمنا ثلاثا ثم صلى الصبح بالناس فسمعت الراجز ينشده۔

حلف ايئنا وابيه الاتلدا
ثمة اسلمنا ولم نزع بدا
ونقضوا ميثاقك المؤكثدا
فانصرمداك الله نصرا ابدا
فيهم رسول الله قد نجردا

بارب انى نأشد محمد
انا ولدناك وكنيت ولدا
ان قريشا اخلفوك الموعدا
وزعموا ان لست تدعو احدا
وادع عباد الله ياتوا مددا

ان سيمر خسفنا وجهه تربدا

حاشیہ.....☆

فقال رسول الله ليك ليك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا..... الخ-

(طبرانی صغیر ج ۲ ص ۷۳-۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاستیعاب ذکر حضرت عمرو بن سالم رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۷۵ رقم ۱۹۱۶ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)
امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ نصرت يا عمرو بن سالم-

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو تمہاری مدد کی گئی۔

(السيرة النبوية المعروفة بسيرة ابن هشام ج ۵ ص ۳۹ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

و خرج عمرو بن سالم الخزاعي في اربعين راكبا من خزاعة فقدموا على رسول الله ﷺ يخبرونه بالذي اصابهم ويستنصرونه-

ترجمہ: حضرت عمرو بن سالم الخزاعی رضی اللہ عنہ چالیس خزاہی سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ کو اس مصیبت کی خبر دی جو انہیں پیش آئی اور مدد کی درخواست کی۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد سریۃ رسول اللہ ﷺ عام الفتح ج ۲ ص ۱۳۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

قد نصرت يا عمرو بن سالم-

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(تاریخ الامم والملوک المعروف بتاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۵۳-۱۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسین بہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ نصرت يا عمرو بن سالم-

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(دلائل النبوة باب نقض قریش باعہد واعلیہ رسول اللہ ﷺ بالجہیۃ ج ۵ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاسمعیانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا الشریف ابو نصر الزینی انا ابو طاهر المخلص ثنا یحییٰ بن محمد املاء ثنا یحییٰ بن سلیمان بن نضلة الخزاعي بالمدينة سنة خمس واربعين ومائتين حدثني عمي محمد بن نضلة عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده عن ميمونة بنت الحارث زوج النبي ﷺ ان رسول الله ﷺ بات عندها في ليلتها ثم قام يتوضا للصلاة فسمعتة وهو يقول ليك ليك ثلاثا او نصرت نصرت ثلاثا قالت فلما خرج من متوضاه قلت يا رسول الله بابي انت وامی سمعتك تكلم انسانا فهل كان معك احد؟ فقال هذا راجز بني كعب يستصر خني الخ-

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات میرے ہاں قیام کیا آپ ﷺ وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا ”میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا میں تمہاری مدد کر دی گئی ہے جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو کو حالت وضو میں تین بار لیک لیک نصرت نصرت کہتے ہوئے سنا ہے۔ گویا آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا۔ فرمایا ہاں بنی کعب کا راجز مجھے مدد کے لئے پکار رہا تھا۔

(دلائل النبوة طبع اسمعیانی ص ۷۳-۷۴ رقم الحدیث ۵۹ مطبوعہ دار طبعہ الریاض)

حاشیہ.....☆

امام ابی الربیع سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله نصرت يا عمرو -

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(الاكتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله والثناء المخلفاء غزوة الفتح ج ۲ ص ۲۱۶ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۷ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله نصرت يا عمرو ابن سالم -

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(زاد المعاد فی حدی خیر العباد فضل فی الفتح الاعظم ج ۳ ص ۳۹۶ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۷ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ نصرت يا عمرو بن سالم -

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(السيرة النبوية غزوة الفتح الاعظم وكانت في رمضان سنة ثمان ج ۳ ص ۳۹۶ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ نصرت يا عمرو -

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی فتح مكة من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

الامام العالم العلامة علی بن برہان الدین الحلی الشافعی متوفی ۷۶۶ھ لکھتے ہیں۔

عن ميمونة رضى الله عنها ان رسول الله ﷺ بات عندها ليلة فقام ليتوضا للصلاة قالت فسمعتة يقول ليك ليك ليك ثلاثا نصرت نصرت نصرت فلما خرج قلت يا رسول الله سمعتك تقول ليك ليك ليك ثلاثا نصرت نصرت نصرت ثلاثا كانك تكلم انسانا فهل كان معك احد قال هذا راجز بنى كعب يعنى خزاعة يزعم ان قريشا اعانت عليهم يكر بن وائل اى بطنانهم وهو بنو نفاثة۔

ترجمہ: حضرت ام المومنین ميمونة رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات میرے ہاں قیام کیا آپ ﷺ وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا ”میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا میں تمہاری مدد کر دی گئی ہے جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو حالت وضو میں تین بار لیک لیک نصرت نصرت کہتے ہوئے سنا ہے۔ گویا آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا۔ آپ ﷺ فرمایا یہ بنی کعب کا ایک فریادی تھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے ایک ٹولہ بنو نفاثہ مدد کی ہے۔

(انسان العيون فی سيرة الامين المأمون المعروف بالسيرة الحلبية ج ۳ ص ۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت) سیر ابن ہشام ج ۲ ص ۲۶۵

محمد بن عبد الوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ نصرت يا عمرو بن سالم -

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(مختصر سيرة الرسول ص ۱۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ.....☆

علامہ یوسف بن اسماعیل النہبانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج الطبرانی عن ميمونة ام المؤمنين رضى الله عنها قالت بات عندى رسول الله ﷺ ليلة فقام ليتوضا للصلاة فسمعتة يقول فى متوضئه بالليل ليك ليك ليك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا فلما خرج قلت يا رسول الله سمعتك تقول فى متوضئك ليك ليك ليك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا كانك تكلم انسانا فهل كان معك احد فقال هذا راجز بنى كعب وهم بطن من خزاعة يستصر خنى الخ۔
ترجمہ: حضرت ام المؤمنين ميمونة رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات میرے ہاں قیام کیا آپ ﷺ وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا ”میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا میں تمہاری مدد کر دی گئی ہے جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو حالت وضو میں تین بار لیک لیک نصرت نصرت کہتے ہوئے سنا ہے۔ گویا آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا۔ فرمایا ہاں بنی کعب کا راجز مجھے مدد کے لئے پکار رہا تھا.....
 (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا سعيد بن عبد الرحمن التستري ثنا يحيى ابن سليمان بن فضلة المديني ثنا عمي محمد بن فضلة عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده قال حدثني ميمونة بنت الحارث ان رسول الله ﷺ بات عندها فى ليلتها ثم قام يتوضا للصلاة فسمعتة يقول فى متوضئه ليك ليك ليك ثلاثا ونصرت ونصرت ثلاثا قالت فلما خرج قلت يا رسول الله ﷺ بابى انت سمعتك تقول فى متوضئك ليك ليك ليك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا كانك تكلم انسانا فهل كان معك احد قال هذا راجز بنى كعب يستصر خنى ويزعم ان قريشا اعانت عليهم بنى بكر الخ۔

(المعجم الكبير طبرانی ج ۲۳ ص ۴۳۳-۴۳۴ رقم الحديث ۱۰۵۲ مطبوعہ مكتبة العلوم والحكم الموصل)

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے طبرانی کبیر کے محشی (جو کہ غیر مقلد ہے) نے مجمع الزوائد کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس کی سند میں یحییٰ بن سلیمان نھلہ ہے جو کہ ضعیف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جرح مبہم ہے جو کہ طے شدہ اصول کے مطابق قبول نہیں ہے۔ علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جرح مبہم ہے اس وجہ سے قبول نہیں ہے۔ دوم امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وذكره بن حبان فى الثقات۔

ترجمہ: یعنی امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(لسان المیزان ج ۶ ص ۲۶۱ مطبوعہ مؤسسة الاعلمی للمطبوعات بیروت)

امام الحافظ عبد اللہ بن عدی الجرجانی متوفی ۳۶۵ھ لکھتے ہیں۔

احادیث عامتها مستقيمة۔

ترجمہ: اس کی عام احادیث مستقیم ہیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۷ ص ۲۵۵ رقم ۲۱۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں واضح ثبوت ہے کہ حضور ﷺ راجز رضی اللہ عنہ کو دیکھ بھی رہے تھے ان کی آواز بھی سن رہے تھے اور نصرت نصرت فرما کر ان کی مدد فرما رہے تھے۔ اس حدیث مبارکہ میں علم غیب مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ اسناد ادا کا بھی ثبوت ہے۔ معلوم ہوا کہ

فان من جودك الدنيا وضررتها

ومن علمك علم اللوح والقلم

اگر خبریت دنیا و عقبی آرزو داری

بدد گامش یا و هر چه می خواهی نمنا کن

(شرح خرپوتی علی البردة ص ۲۱۸ نور محمد کتب خانہ کراچی)

سوال کو مطلق فرمانے سے کہ فرمایا کچھ مانگ لو۔ کسی خاص چیز سے مقید نہ فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضور ہی کے ہاتھ کریمانہ میں ہے۔ جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دیدیں۔ کیونکہ دنیا و آخرت آپ ہی کی سخاوت سے ہے اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے اگر دنیا و آخرت کے خیر چاہتے ہو تو ان کے آستانے پر آؤ اور جو چاہو مانگ لو۔

خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رہے اور تین سو سال تک رہے پھر حضور ﷺ کے ذریعہ کعبہ پاک ہو اور بت تعالیٰ نے بتا دیا کہ جب میرا گھر کعبہ بغیر میرے محبوب کے عدا کے پاک نہیں ہو سکتا۔ تو تمہارا دل ان کی نظر کرم کے بغیر پاک نہیں ہو سکتا۔

نور الانوار کے خطبہ میں خلق کی بحث میں ہے۔ هو الجود بالکونین والتوجه الى خالقها یعنی دونوں جہان اوروں کو بخش دینا اور خود خالق کی طرف متوجہ ہو جانا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلق ہے اور ظاہر ہے کہ دونوں دوسروں کو وہ ہی بخشے گا جو خود ان کا مالک ہوگا۔ ملکیت ثابت ہوئی۔

.....☆ حاشیہ.....

آقا ﷺ اپنے غلاموں کی دیکھری فرماتے ہیں اور ان کے غموں کو دور فرماتے ہیں اور اس حدیث مبارکہ میں یہ بھی واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دور دراز مقام سے حضور ﷺ کو ندا بھی کرتے تھے اور مدد بھی طلب کرتے تھے۔

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحسين بن اسحاق التستري ثنا احمد بن يحيى الصوفي ثنا عبد الرحمن بن مهمل حدثني ابي عن عبد الله بن عيسى عن زيد بن علي عن عتبة بن غزوان عن نبي الله ﷺ قال اذا اضل احدكم شيئا او اراد احدكم عونا وهو بارض ليس بها انيس فليقل يا عباد الله اغثوني يا عباد الله اغثوني وقد جرب ذلك۔

ترجمہ: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم کوئی چیز گم کر لو یا مدد کا ارادہ کر لو اور اگر تم ایسی جگہ پر ہو کہ وہاں پر تمہارا کوئی انیس نہیں ہے تو اس طرح کہنا چاہیے۔ اے اللہ کے بندوں میری فریاد رسی کرو اے اللہ کے بند و میری فریاد رسی کرو۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مجرب ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۱ ص ۱۷۷ رقم الحدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں۔

رجاله ثقات۔

ترجمہ: اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(نزل الابرار ص ۳۳۵ مطبوعہ بیروت)

یہ روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں:

(طبرانی کبیر ج ۱ ص ۲۱۷ رقم الحدیث ۱۰۵۱۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (کشف الاستار عن زوائد المنزاج ج ۲ ص ۳۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

شیخ عبدالحق کی ان عبارات نے فیصلہ کر دیا کہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مانگو مال مانگو جنت مانگو جہنم سے پناہ مانگو بلکہ اللہ کو مانگو۔ ایک صوفی شاعر خوب فرماتے ہیں۔

محمدا ترمے خواہم خدا را

خدا یا از تو عشق مصطفی را

یا رسول اللہ میں آپ سے اللہ کو مانگتا ہوں

اور اے اللہ میں تجھ سے رسول اللہ کو مانگتا ہوں

حضرت قبلہ عالم محدث علی پوری دام ظلہم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۴) اس کا ترجمہ ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کی بارگاہ میں آجاتے پھر خدا سے اپنی مغفرت مانگتے اور یہ رسول بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے تو یہ لوگ آپ کے پاس اللہ کو پا لیتے۔ مگر کس شان میں توابا رحیم توبہ قبول فرمانے والا مہربان یعنی آپ کے پاس آنے سے ان کو خدا مل جاتا۔

اللہ کو بھی پایا مولی تیری گلی میں

امجدہ المعات کی طرح مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت فرمایا ہے کہ فعطی لمن شاء ما شاء حضور علیہ السلام جس کو جو چاہیں دے دیں تفسیر کبیر جلد سوم پارہ ۷ سورہ انعام زیر آیت ۸۸ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ہے۔

وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَاللَّهُ تَعَالَى مِنَ الْعُلُومِ وَالْمَعَارِفِ مَا لَا جُلَّةَ يَقْدِرُونَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي بَوَاطِنِ الْخَلْقِ وَارْوَاهُمْ وَابْضَاعُهُمْ مِنَ الْقُدْرَةِ وَالْمَكْنَةِ مَا لَا يَقْدِرُونَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي ظَوَاهِرِ الْخَلْقِ۔

ترجمہ: تیسرے ان میں انبیاء ہیں یہ وہ حضرات ہیں جن کو رب نے علوم اور معارف اس قدر دیئے ہیں۔ جن سے وہ مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کی ارواح پر تصرف کر سکتے ہیں اور ان کو اس قدر قدرت و قوت دی ہے جس سے مخلوق کے ظاہر پر تصرف کر سکتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی تفسیر کبیر پارہ الم واذ قال ربك للملئكة (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۰) کی تفسیر میں ہے کہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی جنگل میں پھنس جائے تو کہے۔

اعینونی عباد اللہ یرحمکم اللہ۔

ترجمہ: اے اللہ کے بند و میری مدد کر و رب تم پر رحم فرمائے۔

تفسیر روح البیان سورہ مائدہ پارہ ۶ زیر آیت ۳۳ وَيَسْعُونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ہے کہ شیخ صلاح الدین فرماتے ہیں۔ مجھ کو رب نے قدرت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گرا دوں اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دوں اللہ کی قدرت سے لیکن ہم اصلاح کی دعا کرتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مثنوی شریف میں ہے۔

نیر جستنہ باز گھر و اندر ذرا!

کہ چھوٹا ہوا تیر واپس کر لیں

اولیاء را هست قدرت ازالہ

اولیاء کو اللہ سے یہ قدرت ملی ہے

اھدۃ الممعات شروع باب زیارت القبور میں ہے۔

امام غزالی گھنٹہ مر کہ استمداد کردہ شود ہرے درجات استمداد کردہ می شود ہرے بعد از وفات ہرے از مشائخ گھنٹہ دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف می کنند در قبور خود مانند تسرفہا ایشان درجات خود یا بیشتر قومے می گویند کہ امداد حی قومی نراست ومن می گویم کہ امداد میت قوی تر و اولیاء را تصرف در اکون حاصل است و آن نیست مگر ارواح ایشان را و ارواح باقی است۔

ترجمہ: امام غزالی نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے اس سے ان کی وفات کے بعد بھی مدد مانگی جاوے ایک بزرگ نے فرمایا کہ چار شخصوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ قبروں میں بھی وہ ہی عمل در آمد کرتے ہیں جو زندگی میں کرتے تھے یا زیادہ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی امداد زیادہ قوی اولیاء کی حکومت جہانوں میں ہے اور یہ نہیں ہے مگر ان کی روحوں کو کیونکہ ارواح باقی ہیں۔

(اھدۃ الممعات ج ۱ ص ۱۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر)

حاشیہ مشکوٰۃ باب زیارت القبور میں ہے۔

واما الاستمداد باھل القبور فی غیر النبی علیہ السلام او الانبیاء فقد انکرہ کثیر من الفقہاء واثبتہ المشائخ الصوفیۃ وبعض الفقہاء قال الامام الشافعی قبر موسیٰ الکاظم ترباق مجرب لا جابۃ الدعاء وقال الامام الغزالی من یستمد فی حیاتہ یستمد بعد وفاتہ۔

ترجمہ: نبی علیہ السلام و دیگر انبیائے کرام کے علاوہ اور اہل قبور سے دعا مانگنے کا بہت سے فقہانے ان کا کیا اور مشائخ صوفیہ اور بعض فقہاء نے اس کو ثابت کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر قبولیت دعا کے لئے آزمودہ ترباق ہے اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔

(حاشیہ مشکوٰۃ شریف ۱۵۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۳۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ مصر)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ یا دیگر انبیائے کرام سے مدد مانگنے میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔ قبور اولیاء اللہ سے مدد مانگنے میں اختلاف ہے علمائے ظاہرین نے ان کا کیا صوفیا کرام اور فقہاء اہل کشف نے جائز فرمایا۔

حسن حصین ص ۲۰۲ میں ہے۔

وان اراد عوناً فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی۔

ترجمہ: جب مدد لینا چاہے تو کہہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

(الحسن حصین للجوری ص ۲۲ مطبوعہ مصر)

اس کی شرح الحرمین میں ملا علی قاری اسی جگہ فرماتے ہیں۔

اذا انفلتت دابة احدکم بارض فلاة فلینادیا عباد اللہ احبسوا۔

ترجمہ: یعنی جب جنگل میں کسی کا جانور بھاگ جائے تو آواز دو کہ اے اللہ کے بندو اسے روک دو۔

(الحرمین شرح حسن حصین ص ۲۰۲ مطبوعہ مطبعہ المیر یہ سعودی عرب مکہ المکرمۃ)

عباد اللہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

المراد بهم الملئکۃ او المسلمون من الجن او رجال الغیب المسمون بابدال۔

ترجمہ: یعنی بندوں سے یا تو فرشتے یا مسلمان یا جن یا رجال الغیب یعنی ابدال مراد ہیں۔
(الحرزالعین شرح حصن حصین ص ۲۰۲ مطبوعہ مطبع النور یہ سعودی عرب مکہ المکرمہ)
پھر فرماتے ہیں۔

هذا حديث حسن يحتاج اليه المسافرين وانه مجرب۔

ترجمہ: یہ حدیث حسن ہے مسافروں کو اس حدیث کی سخت ضرورت ہے اور یہ عمل مجرب ہے۔
(الحرزالعین شرح حصن حصین ص ۲۰۲ مطبوعہ مطبع النور یہ سعودی عرب مکہ المکرمہ)
شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز ص ۲۰ پر فرماتے ہیں۔

باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہی کہ اعتماد باشد اور اعوان الہی نداند حرام است
واگر التفات محض بجانب حق است اور ایکی از مظاہر عون الہی دانستہ و بکار خانہ اسبابی
و حکمت او تعالیٰ در آن نمودہ بغیر استعانت ظاہر نماید دور از عرفان نخواہد بود و در شرح
نیز جائز و رواست در انبیاء و اولیاء ایس نوع استعانت تعبیر کردہ اند در حقیقت ایس نوع
استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لا غیر۔

ترجمہ: سمجھنا چاہیے کہ کسی غیر سے مدد مانگنا بھروسہ کے طریقہ پر کہ اس کو مدد الہی نہ سمجھے حرام ہے اور اگر توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے اس کو
اللہ کی مدد کا ایک مظہر جان کر اور اللہ کی حکمت اور کارخانہ اسباب جان کر اس سے ظاہری مدد مانگی تو عرفان سے دور نہیں ہے اور شریعت میں
جائز ہے اور اس کو انبیاء و اولیاء کی مدد کہتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ حق تعالیٰ کے غیر سے مدد مانگنا نہیں ہے لیکن اس کی مدد سے ہے۔
(تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص ۸ مطبوعہ دارالکتب دہلی)

تفسیر عزیزی سورہ بقرہ ص ۳۶۰ میں شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

افعال عادی الہی دامت بختہ بدین فرزند و توسیع دوزق و شفاء مریض دامتالذالک دامتشرکان
نسبت بہ ارواح خبیثہ اصنام می نمایند و کافر می شوید۔ از تاثیر الہی یا خواص مخلوقات آدمی
دانند از ادویہ و مغایر یا دعائے لہاء ہندو گان او کہ ہر از جناب او در درخواستہ انجام مطلب می
کنند می مہمند و در ایمان ایشان خلل نمی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتی ہیں اور
مسلمان ان امور کو حکم الہی یا اس کی مخلوق کی خاصیت سے جانتے ہیں جسے کہ
دوائیں یا مغایر یا اس کے نیک بندوں کی دعائیں کہ وہ ہندو رب کی بارگاہ سے مانگی کر
لوگوں کی حاجت دوائی کرنے میں اور ان مومنین کے ایمان میں اس سے خلل نہیں آتا۔
بستان الحمد شین شاہ عبدالعزیز صاحب شیخ ابوالعباس احمد زردنی کے یہ اشعار نقل کرتے ہیں۔

اذا ما مطی جور الزمان ہنکبنا

انما المریدی جامع لشتانہ

فنادی بآزروق ات بسرعتہ

وان کنت فی ضیق و کرب وحشتہ

ترجمہ: میں اپنے مرید کی پراگندگیوں کو جمع کرنے والا ہوں جبکہ زمانہ کی مصیبتیں اس کو تکلیف دیں۔ اگر تو تنگی یا مصیبت یا وحشت

میں ہو تو پکار کر اے زروق میں فوراً آؤں گا۔

تفسیر کبیر و روح البیان و خازن میں سورہ یوسف زیر آیت قلبت فی السجن بضع سنین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۴۲) (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) ہے الا استعانہ بالناس فی دفع الضرر والظلم جائزہ اور خازن زیر آیت ۴۲ فانساہ الشیطن میں ہے الاستعانہ بالمخلوق فی دفع الضرر جائز مصیبت دور کرنے کے لئے مخلوق سے مدد لینا جائز ہے۔ در مختار جلد سوم باب الملقطہ کے آخر میں گئی ہوئی چیز تلاش کرنے کے لئے ایک عمل لکھا۔

ان الانسان اذا ضاع له شیئی واراد ان یرده الله علیه فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلة و یقرأ الفاتحة ویهدی ثوابها للنبی علیہ السلام ثم یهدی ثوابها لسیدی احمد ابن علوان یقول یا سیدی یا احمد ابن علوان ان لم ترد علی ضالتي والا نزعک من دبروان الاولیاء فان الله یرد ضالته یرکتہ۔
ترجمہ: جس کسی کی کوئی چیز گم ہو جاوے اور وہ چاہے کہ خدادادہ چیز واپس ملاوے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ کو منہ کر کے کھڑا ہو اور سورہ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب نبی علیہ السلام کو ہدیہ کرے پھر سیدی احمد ابن علوان اگر آپ نے میری چیز نہ دی تو میں آپ کو دفتر اولیاء سے نکال دوں گا۔ پس خدا تعالیٰ اس کی گئی ہوئی چیز ان کی برکت سے ملاوے گا۔

(رد المحتار باب الملقطہ ج ۳ ص ۳۲۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس دعا میں سید احمد ابن علوان کو پکارا بھی ان سے مدد مانگی ان سے گئی ہوئی چیز بھی طلب کی اور یہ دعا کس نے بتائی حنفیوں کے فقیہ اعظم صاحب در مختار نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

بدلی بجودک وارضی برضاک

یا اکرم الثقلین یا کنز الودی

لابی حنیفتہ فی الانامر سواک

انا طامع بالجود منك لم یکن

اے موجودات سے اکرم اور نعمت الہی کے خزانے جو اللہ نے آپ کو دیا ہے مجھے بھی دیجئے اور اللہ نے آپ کو راضی کیا ہے مجھے بھی آپ راضی فرمائیے۔ میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں آپ کے سوا ابو حنیفہ کا خلقت میں کوئی نہیں۔ اس میں حضور علیہ السلام سے صریح مدد لی گئی ہے۔ قصیدہ بردہ میں ہے۔

سواک عند حلول الحادث العمر

یا اکرم الخلق مالی من الودیہ

جس کی میں پناہ لوں مصیبت کے وقت نہیں

اے تمام مخلوق سے بہتر میرا آپ کے سوا کوئی

(شرح الخروقی علی لبرۃ ص ۲۱۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اگر ہم ان علماء و فقہاء کا کلام جمع کریں۔ جس میں انہوں نے حضور علیہ السلام سے مدد مانگی ہے۔ تو اس کے لئے دفتر درکار ہیں صرف اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ نیز ہم سفر برائے زیارت قبور میں شامی کی عبارت نقل کریں گے۔ جس میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی حاجت پیش ہوتی ہے تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر آتا ہوں ان کی برکت سے کام ہو جاتا ہے۔

(اخبار ابی حنیفہ ص ۸۹ مطبوعہ مکتبہ عزیزیہ)، (تانیب الخطیب ص ۱۶ مطبوعہ مکتبہ لبنان)

(امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا القاضي ابو عبد الله الحسين ابن علي بن محمد الصميري قال انبانا عمر بن ابراهيم المقرئ قال نبانا مكرم بن احمد قال نبانا عمر بن اسحاق بن ابراهيم قال نبانا علي بن ميمون قال سمعت الشافعي يقول اني لا تبرك بابي حنيفة واجني الى قبره في كل يوم يعني زائر فاذا عرضت لي حاجته صليت ركعتين وجئت الى قبره سألت الله تعالى الحاجته عنده فما تبعه عني حتى تقضى۔

ترجمہ: حضرت علی بن میمون نے فرمایا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ بے شک میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ برکت حاصل کرتا ہوں اور ہر روز ان کی قبر کی زیارت کے لئے آتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آئے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیتا ہوں اور قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں تو وہ میری حاجت بہت جلد پوری ہو جاتی ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت سید اللہ غفر اللہ)

نہمہ الخاطر الفاتر فی ترجمہ سیدی الشریف عبدالقادر مصنفہ ملا علی قاری ص ۶۱ میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا۔
من استغاث بی فی کربة کشفتم عنه و من نادانی باسمی فی شدة فرجت عنه و من توسل بی الی اللہ فی حاجة قضیت۔

ترجمہ: یعنی جو کوئی رنج و غم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج و غم دور ہوگا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت دفع ہوگی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پوری ہوگی۔

(ہجۃ الاسرار ص ۱۰۲ مطبوعہ مکتبۃ مصطفیٰ البیانی مصر)

پھر اسی جگہ ہے کہ حضور غوث پاک نماز غوثیہ کی ترکیب بتاتے ہیں کہ دو رکعت نفل پڑھے۔ ہر رکعت میں ۱۱۔۱۱ بار سورہ اخلاص پڑھے۔ سلام پھیر کر ۱۱ بار صلوٰۃ و سلام پڑھے پھر بغداد کی طرف (جانب شمال) ۱۱ قدم چلے ہر قدم پر میرا نام لے کر اپنی حاجت عرض کرے اور دو شعر پڑھے۔

واظلم فی الدنیا وانت نصیری

ایدر کنی ضمیر وانت ذخیرتی

اذا ضاع فی البیداء عقاب بغیری

دعار علی حامی الحمی وهو منجدی

یہ کہہ کر ملا علی قاری فرماتے ہیں وقد جرب ذالک مراراً أفصح یعنی بارہا اس نماز غوثیہ کا تجربہ کیا گیا۔ درست نکلا کہیئے کہ حضور غوث پاک مسلمانوں کو تعلیم دیتے ہیں کہ مصیبت کے وقت مجھ سے مدد مانگو اور حنیفوں کے بڑے معتبر عالم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسے بغیر تردید نقل فرما کر فرماتے ہیں کہ اس کا تجربہ کیا گیا بالکل صحیح ہے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں سے بعد وفات مدد مانگنا جائز اور فائدہ مند ہے۔ یہاں تک تو ہم نے قرآنی آیات اور احادیث اور اقوال فقہاء و علماء و مشائخ سے ثبوت دیا اب خود منع کرنے والوں کے اقوال سے ثبوت ملاحظہ ہوں۔

مولوی محمود حسن صاحب دیوبندیوں کے شیخ الہند اپنے ترجمہ قرآن میں جس کے چار پاروں کا حاشیہ انہوں نے لکھا باقی کا مولوی شبیر احمد صاحب نے۔ اس میں ایک نستعین کے ماتحت فرماتے ہیں ”ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے۔ کہ یہ استعانت در حقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے“

(تفسیر عثمانی ج ۱ ص ۲۴ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

بس فیصلہ ہی کر دیا۔ یہ ہی ہمارا دعویٰ ہے کوئی مسلمان بھی کسی نبی یا ولی کو خدا نہیں جانتا خدا کا فرزند محض وسیلہ مانتا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الخطر والا باحیہ صفحہ ۶۳ پر ایک سوال و جواب ہے۔

سوال:- اشعار اس مضمون کے پڑھنے۔ ”یا رسول اللہ کبریا فریاد ہے“ یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے۔ مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفیٰ۔ میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے۔ کیسے ہیں۔

الجواب:- ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرما دیوے یا محض محبت سے بلا کسی خیال کے جائز ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۵ پر ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ ان اشعار کو بطور وظیفہ یا ورد پڑھنا کیسا ہے۔

یا رسول اللہ انظر حالنا یا رسول اللہ اسمع قالنا
انسی فی بحر مہر مغرق خذیدی سہل لنا اشکالنا
یا قصیدہ بردہ کا یہ شعر وظیفہ کرنا۔

یا اکرم الخلق مالی من الودیہ سواک عند حلول الحادث العمر
جواب دیا کہ ایسے کلمات کو نظم ہوں یا نثر و رد کرنا مکروہ تنزیہی ہے کفر و فسق نہیں۔
ان دونوں عبارتوں میں حضور علیہ السلام سے مدد مانگنے کو کفر و شرک نہیں بلکہ جائز زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی کہا۔ قصائد قاسمی میں مولوی قاسم صاحب فرماتے ہیں۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار
(القصائد القاسمیہ ۵-۷-۸ مطبوعہ ملتان)
اس میں حضور علیہ السلام سے مدد مانگی ہے اور عرض کیا ہے آپ کے سوا میرا کوئی بھی حامی نہیں یعنی خدا کو بھی بھول گئے۔ ترجمہ صراط مستقیم اردو خاتمہ تیسرا افادہ صفحہ ۱۰۳ پر مولوی اسماعیل صاحب فرماتے ہیں۔ اسی طرح ان مراتب عالیہ اور مفاصل رفیعہ صاحبان عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے ماذون مطلق اور مجاز ہوتے ہیں۔
(صراط مستقیم ص ۶۰ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند لاٹیا)
حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں تم اب چاہے ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ
فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۹ میں ہے۔ اور بعض روایات میں جو آیا ہے۔ اعینونی یا عباد اللہ یعنی اے اللہ کے بند و میری مدد کرو۔ تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں ہے بلکہ عباد اللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کتاب البدعات ج ۱ ص ۹۹ مطبوعہ محمد علی کارخانہ کراچی)
اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگلوں میں کچھ اللہ کے بندے کی طرف سے اسی لئے رہتے ہیں کہ لوگوں کی مدد کریں ان سے مدد مانگنا جائز ہے مدعی ہمارا بھی یہ ہے کہ اللہ کے بندوں سے استمداد جائز ہے۔ رہا یہ فیصلہ کہ نبی کریم ﷺ مدد فرما سکتے ہیں یا کہ نہیں ہم اس کے متعلق بہت کچھ عرض کر چکے اور آئندہ عقلی دلائل میں بھی بیان کرینگے۔

مولوی محمود حسن اولہ کاملہ میں صفحہ ۱۲ پر فرماتے ہیں۔ ”آپ اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم۔ القصہ آپ اصل میں مالک ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عدل و مہر آپ کے ذمہ واجب الادا نہ تھا۔ صراط مستقیم دوسری ہدایت کا پہلا افادہ صفحہ ۶۰ میں مولوی اسماعیل صاحب فرماتے ہیں۔ ”اور حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور

وہ فضیلت آپ کے فرماں برداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت بلکہ قطیبت و غوثیت اور ابدالیت اور انہی جیسے باقی خدمات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہوتا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

(صراط مستقیم ص ۶۰ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند انڈیا)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ سلطنت امیری ولایت غوثیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں کو ملتی ہے دیوبندیوں کے پیرومرشد حاجی امداد صاحب اپنی کتاب ضیاء القلوب میں فرماتے ہیں اس مرتبہ میں پہنچکر بندہ خدا کا خلیفہ ہو کر لوگوں کو اس تک پہنچاتا ہے اور ظاہر میں بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے اس کو برزخ کہتے ہیں اور اس میں وجوب و امکان مساوی ہیں۔ کسی کو کسی پر غلبہ نہیں اس مرتبہ پر پہنچ کر عارف عالم پر متصرف ہو جاتا ہے۔ (ضیاء القلوب مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ راشدیہ دہلی دیوبند صفحہ ۲۹ کے مراتب کا بیان) غور کرو پیر صاحب نے بندہ کو باطن میں خدا مان لیا عالم میں متصرف۔

یکشنبہ ۹ جولائی ۱۹۶۱ء کے جنگ راولپنڈی میں خبر شائع ہوئی کہ صدر پاکستان محمد ایوب خاں صاحب جب امریکہ کے دورے پر کراچی سے روانہ ہوئے تو مولانا احتشام الحق صاحب دیوبندی نے صدر کے بازو پر امام ضامن باندھا اور ۱۰ جولائی ۶۱ دوشنبہ کے جنگ میں مولانا کا فوٹو شائع ہوا جس میں آپ صدر کے بازو پر امام ضامن باندھ رہے ہیں۔ امام ضامن کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم امام حسین کے نام روپیہ مسافر کے بازو پر باندھتے ہیں امام ضامن اس کے ضامن ہیں۔ ان کے سپرد کرتے ہیں۔ جب مسافر بخیریت واپس آوے تب اس روپیہ کی فاتحہ امام حسین کے نام کی کی جاوے جن کے سپرد مسافر کیا گیا تھا۔ دیکھو اسی میں امام حسین کی مدد بھی لی گئی۔ ان کی فاتحہ بھی کی گئی ان کی نذر بھی مانی گئی۔ جناب صدر کو ان کے سپرد بھی کیا سبحان اللہ کیا ایمان افروز کام ہے خدا کا شکر ہے کہ دیوبندی بھی اس کے قائل ہو گئے۔

امداد الفتاویٰ مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب جلد ۴ کتاب العقائد والکلام صفحہ ۹۹ میں ہے جو استعانت واستمداد با اعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم قدرت کی دلیل سے ثابت ہو جائے تو جائز ہے۔ خواہ مستمد منہ حی ہو یا میت“

(امداد الفتاویٰ کتاب العقائد والکلام ج ۴ ص ۹۹ مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی)

بس فیصلہ ہی فرمادیا کہ مخلوق کو غیر مستقل قدرت مان کر ان سے استمداد جائز ہے۔ اگرچہ میت ہی سے مانگی جائے یہ ہی ہم کہتے ہیں۔ مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب کے آخر میں شیم الحبيب کے عربی کے اشعار کا ترجمہ کیا جس کا نام شیم الطیب رکھا۔ جس میں حضور علیہ السلام سے بے دریغ امداد مانگی اشعار حسب ذیل ہیں۔

شیم الطیب ترجمہ شیم الطیب مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی صفحہ ۱۴۵۔

یا شفیع العباد خذ بیدی

فی الاضطرار معنمدی

کفکف میں تم ہی ہو میرے ولی

مسنی الضر سیدی سندی

فوج کلفت مجھ پہ آغا لربہ ہونی!

کن معینا فان لی مدوری

اے مرے مولیٰ خبر لیجے مرے

پس چہ باشد ذات آن روح الامین

(نشر الطیب فی ذکر ابن الحبيب ص ۸۶ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

یا شفیع العباد خذ بیدی

دیکھیری کیجئے میری نبی

لیس لی ملجاء سواک اغث

جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ

غشنی الدھر ابن عبداللہ

ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف

نار احمد جوں حصینے شد حصین

دوسرا باب

اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کا عقلی ثبوت

دنیا آخرت کا نمونہ ہے اور یہاں کے کاروبار اس عالم کے کاروبار کا پتہ دیتے ہیں اسی لئے قرآن کریم نے حشر نشر اور رب کا الوہیت کو دنیاوی مثالوں سے ثابت فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا کہ خشک زمین پر بارش پڑتی ہے تو پھر سبزہ زار بن جاتی ہے۔ اسی طرح بے جان جسموں کو دوبارہ حیات دی جاوے گی نیز فرمایا کہ تم گوارا نہیں کرتے کہ تمہارے غلاموں میں کوئی اور شریک ہو تو ہماری ملکیت میں بتوں وغیرہ کو کیوں شریک مانتے ہو۔ غرض کہ دنیا آخرت کا نمونہ ہے اور دنیا میں تو یہ دیکھا گیا ہے کہ یہاں کے بادشاہ ہر کام خود اپنے ہاتھ سے نہیں کرتے۔ بلکہ سلطنت کے کاموں کے لئے محکمہ بنا دیتے ہیں تو یہ دیکھا گیا ہے کہ یہاں کے بادشاہ ہر کام خود اپنے ہاتھ سے نہیں کرتے۔ بلکہ سلطنت کے کاموں کے لئے محکمہ بنا دیتے ہیں اور ہر محکمہ میں مختلف حیثیت کے لوگ رکھتے ہیں کوئی افسر اور کوئی ماتحت۔ پھر ان تمام محکموں کا مختار یا حاکم اعلیٰ وزیر اعظم کو منتخب کرتے ہیں۔ یعنی ہر کام بادشاہ کی مرضی اس کے منشاء سے ہوتا ہے۔ لیکن بلا واسطہ اس کے ہاتھ سے نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ بادشاہ مجبوری کی وجہ سے اپنا عملہ رکھتا ہے کیونکہ بادشاہ خود پانی پی سکتا ہے۔ اپنی اکثر ضروریات زندگی خود انجام دے سکتا ہے لیکن رعب کا تقاضا ہے کہ ہر کام خدام سے لیا جاوے اور رعایہ کو ہدایت ہوتی ہے کہ اپنی ضروریات کے وقت ان مقرر کردہ حکام کی طرف رجوع کرو۔ بیماری میں شفا خانہ جا کر ڈاکٹر سے کہو۔ مقدمات میں کچہری جا کر جج سے وکلاء کے ذریعہ سے کہو وغیرہ وغیرہ ان مصائب میں رعایا کا ان حکام کی طرف جانا بادشاہ کی بغاوت نہیں ہے بلکہ یہ عین اس کی منشاء کے مطابق ہے کہ اس نے ان کو حکام اسی لئے مقرر کیا ہے۔ ہاں اگر یہ رعایا دوسرے کو اپنا بادشاہ بنا کر اس سے مدد کے طالب ہوں تو اب باغی ہے کیونکہ شاہی انتخاب والوں کو چھوڑا اور غیر کو اپنا حاکم مانا۔ جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو سمجھو کہ یہ ہی طریقہ سلطنت الہیہ کا ہے کہ وہ قادر ہے کہ دنیا کا بڑا چھوٹا ہر کام اپنی قدرت سے خود ہی پورا فرمادے مگر ایسا نہیں کرتا بلکہ انتظام عالم کے لئے ملائکہ وغیرہم کو مقرر فرمایا اور ان کے علیحدہ علیحدہ محکمے کر دیئے۔ جان نکالنے والوں کا ایک محکمہ جس کے افسر اعلیٰ حضرت عزرائیل ہیں۔ اسی طرح انسان کی حفاظت رزق پہنچانا بارش برسانا ماؤں کے پیٹ میں بچے بنانا۔ ان کی تقدیر لکھنا دفون میتوں سے سوالات کرنا۔ صور پھونک کر مردوں کو زندہ کرنا۔ اور قیامت قائم کرنا۔ پھر قیامت میں جنت و دوزخ کا انتظام کرنا۔ غرض کہ دنیا و آخرت کے سارے کام ملائکہ میں تقسیم فرما دیئے۔

اسی طرح اپنے مقبول انسانوں کے سپرد بھی عالم کا انتظام کیا اور ان کو اختیارات خصوصی عطا فرمائے۔ کتب تصوف دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء اللہ کے کتنے طبقے ہیں اور کس کے ذمہ کون کون سے کام ہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ رب تعالیٰ ان کا محتاج ہے۔ نہیں بلکہ انہیں سلطنت کا یہی تقاضا ہے پھر ان حضرات کو خصوصی اختیارات بھی دیئے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ کر سکتے ہیں یہ محض ہمارا قیاس نہیں۔ بلکہ قرآن وحدیث اس پر شاہد ہیں۔ حضرت جبریل نے حضرت مریم سے کہا۔

قال انما انا رسول ربك لا هب لك غلاما زکيا۔

ترجمہ: اے مریم میں تمہارے رب کا قاصد ہوں۔ آیا ہوں تاکہ تم کو پاک فرزند دوں۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۱۹)

معلوم ہوا کہ حضرت جبریل بنا دیتے ہیں۔ حضرت سح علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله۔

ترجمہ: میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونکتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۴۹)

معلوم ہوا کہ حضرت مسیح باذن الہی بے جان کو جان بخشے ہیں۔

قل يتوفكم ملك الموت الذي وکل بکم۔

ترجمہ: فرمادو کہ تم کو ملک الموت وفات دینگے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں۔

(پارہ ۲۱ سورہ ۳۲ آیت نمبر ۱۱)

معلوم ہوا کہ حضرت عزرائیل جاندار کو بے جان کرتے ہیں۔ اور بھی اس قسم کی بہت سی آیات ملیں گی جس میں خدائی کاموں کو

بندوں کی طرف نسبت کیا گیا ہے۔ رب تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں فرماتا ہے۔

ويزکیهم ويعلمهم الكتاب والحكمة۔

ترجمہ: ہمارے محبوب ان کو پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔

(پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۶)

اعنهم الله ورسوله من فضله۔

ترجمہ: ان کو اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۷)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر گندگی سے پاک بھی فرماتے ہیں اور فقیروں کو غنی بھی کرتے ہیں۔

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزکیهم بها۔

ترجمہ: آپ ان کے مالوں سے صدقے وصول فرمائیے اور اس سے ان کو پاک فرمادیجئے۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۰)

معلوم ہوا کہ وہ ہی عمل خدا کے یہاں قبول ہے جو بارگاہ رسالت میں منظور ہو جائے۔

ولو انهم رضوا ما اتاهم الله ورسوله وقالوا حسبنا الله سيوتينا الله من فضله ورسوله۔

ترجمہ: اور کیا اچھا ہوتا۔ اگر وہ اس پر راضی ہوتی جو اللہ رسول نے ان کو دیا اور کہتے نہ اللہ ہم کو کافی ہے اب ہم کو اللہ اپنے فضل سے اور رسول دیں گے۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۵۹)

معلوم ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام دیتے ہیں۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کہے کہ ہم کو رسول اللہ عزت دیتے ہیں مال

و اولاد دیتے ہیں تو صحیح ہے کیونکہ آیات نے یہ بتایا لیکن مقصد وہ ہی ہوگا کہ یہ حضرات حکومت الہیہ کے حکام ہیں رب تعالیٰ نے ان کو دیا یہ

ہم کو دیتے ہیں۔ اسی طرح مصیبت کے وقت اولیاء اللہ یا انبیائے کرام سے مدد مانگنا بھی اسی طرح ہوا۔ جس طرح کہ بیماری اور مقدمہ

میں بادشاہ کی رعایا ڈاکٹر یا حاکم سے مدد مانگتی ہے۔ قرآن نے فرمایا۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔

ترجمہ: اگر یہ گنہگار اپنی جانوں پر ظلم کر کے اے محبوب تمہارے پاس آجاتے اور پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور اے محبوب آپ بھی

ان کے لئے دعائے مغفرت فرماتے تو یہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۴)

عالمگیری کتاب الحج باب آداب زیارت قبر النبی میں فرماتے ہیں کہ اب بھی جب زائر روضہ پاک پر حاضر ہو تو یہ آیت پڑھے۔ یہ تو دنیا میں تھا۔ قبر میں تین سوال نکرین کرتے ہیں۔ اول تو من ربک تیرا رب کون ہے؟ بندہ کہتا ہے کہ اللہ۔ پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا؟ بندہ کہتا ہے کہ اسلام۔ ان سوالوں میں اسلام کی ساری باتیں آگئیں۔ مگر ابھی پاس نہیں ہوا۔ بلکہ آخری سوال ہوتا ہے کہ اس بزرگ بندہ والے آقا کو تو کیا کہتا ہے؟ جب یہ صراحت کہلو الیا کہ ہاں میں ان کو پہچانتا ہوں۔ یہ میرے نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں تب سوالات ختم ہوتے ہیں تو قبر میں ان کے نام کی امداد سے نجات ہوئی۔ قیامت میں لوگ تنگ آکر شفیع کو ہی ڈھونڈیں گے جب حضور علیہ السلام کے دروازے تک پہنچ جائیں گے۔ تب حساب و کتاب شروع ہوگا۔ وہ بھی حضور کی شفاعت سے معلوم ہوا کہ رب کو یہ منظور ہے کہ سارا عالم حضور علیہ السلام کا ہی محتاج رہے یہاں بھی قبر میں بھی اور حشر میں بھی۔ اسی لئے فرمایا وابتغوا الیہ الوسیلۃ تم رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ یعنی ہر جگہ وسیلہ مصطفیٰ علیہ السلام کی ضرورت ہے۔

اگر یہاں وسیلہ سے مراد نیک اعمال ہی کا وسیلہ مراد ہو تو ہم جیسے گنہگار بد عمل اور مسلمانوں کے لئے دیوانے اور وہ جو ایمان لاتے ہی مر جاویں وہ سب بے وسیلہ ہی رہ جاویں۔ نیز نیک اعمال بھی تو حضور ہی کے طفیل سے حاصل ہوں گے۔ پھر بھی بالواسطہ حضور ہی کا وسیلہ ضروری ہوا۔ نبی کے وسیلہ کے کفار بھی قائل تھے۔ وکانوا يستفتون علی الذین کفروا (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۸۹) کعبہ معظمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے بتوں سے پاک ہوا اور حضور ہی کے وسیلہ سے قبلہ بنا لئلا لیسک قبلۃ ترضیہا۔ (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۴) بلکہ حضور ہی کے وسیلہ سے قرآن قرآن کہلایا۔ اور قرآن کی آیات حضور کے مکی مدنی ہونے سے مکی مدنی ہیں ورنہ وہ تو عرشی ہیں۔ شیطان بلا واسطہ انبیاء رب تک پہنچنا چاہتا ہے تو شہاب سے مار دیا جاتا ہے اگر مدینہ کے راستہ سے جاتا تو ہرگز نہ مارا جاتا۔ یہ ہی نتیجہ ان کا بھی ہوگا جو کہتے ہیں خدا کو مان خدا کے سوا کسی کو نہ مان۔

ہماری اس تقریر سے اتنا معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا یا ان کو حاجت روا جاننا نہ شرک ہے اور نہ خدا کی بغاوت بلکہ عین قانون اسلامی اور منشاء الہی کے بالکل مطابق ہے جناب معراج میں نماز اولاً پچاس وقت کی فرض فرمائی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر کم کرتے کرتے پانچ رکھیں آخر کیوں؟ اسی لئے کہ مخلوق جانے کہ نماز پچاس کی پانچ رہیں۔ اس میں موسیٰ علیہ السلام کی مدد شامل ہے۔ یعنی اللہ کے مقبول بعد وفات بھی مدد فرماتے ہیں۔ رہا مشرکین کا اپنے بتوں سے مدد مانگنا یہ بالکل شرک ہے دو وجہ سے۔ اولاً تو اس لئے کہ وہ ان بتوں میں خدائی اثر اور ان کو جھوٹا خدا مان کر مدد مانگتے ہیں۔ اس لئے ان کو الہ یا شرکاء کہتے ہیں یعنی ان بتوں کو اللہ کا بندہ اور پھر الوہیت کا حصہ دار مانتے ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی عیسائی اللہ کا بندہ ہونے کے ساتھ ابن اللہ یا ثالث ثلاثہ یا عین اللہ مانتے ہیں مومن ان اولیاء و انبیاء کو محض بندہ ہی مان کر اس کو اس طرح کا حاجت روا مانتے ہیں۔ جیسے اہل دیوبند مالداروں کو مدرسہ کا معاون و مددگار یا طبیب و حاکم کو مختار حکومت تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرے اس لئے کہ بتوں کو رب تعالیٰ نے یہ اختیارات نہ دیئے وہ اپنی طرف سے ان کو اپنا مختار مان کر ان سے مدد وغیرہ طلب کرتے ہیں لہذا وہ مجرم بھی ہیں اور اللہ کے باغی بندے بھی۔ جس کی بہترین مثال ابھی ہم دے چکے ہیں اس فرق کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے ملحوظ رکھ کر فیصلہ فرمایا ہے بلاشبہ ایک بت پرست پتھر کی طرف سجدہ کرتا ہے مشرک ہے کہ اس کا فعل اپنی ایجاد سے ہے اور مسلمان کعبہ کی طرف سجدہ کرتا ہے وہاں بھی پتھر ہی کی ہمارت ہے مگر مشرک نہیں کیونکہ اس کا سجدہ حقیقت میں خدا کو ہے نہ کہ کعبہ کو اور حکم الہی سے ہے مشرک کا سجدہ خلاف حکم الہی پتھر کو ہے یہ فرق ضروری ہے۔ گنگا کے پانی کی تعظیم کرنا کفر ہے مگر آب زمزم کی تعظیم ایمان۔ مندر کے پتھر کی تعظیم شرک ہے مگر مقام ابراہیم کی تعظیم ایمان حالانکہ وہ بھی پتھر ہی ہے۔

دوسرا باب

استمداد اولیاء اللہ پر اعتراضات کے بیان میں

اس مسئلہ پر مخالفین کے چند مشہور اعتراضات ہیں وہ یہی ہر جگہ بیان کرتے ہیں۔

اعتراض:- مشکوٰۃ باب الانذار التحذیر میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

لا اغنی عنک من اللہ شیئاً۔

ترجمہ: میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الانذار والتحذیر الفصل الاول ص ۳۶۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

جب آپ سے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی مدد نہ ہو سکتی تو دوسروں کی کیا ہوگی؟

جواب:- یہ اول تبلیغ کا واقعہ ہے مقصد یہ ہے کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا تو میں خدا کے مقابل ہو کر تم سے

عذاب دور نہیں کر سکتا۔ دیکھو پس نوح۔ یہاں اسی لئے من اللہ فرمایا۔ مسلمانوں کی حضور ہر جگہ امداد فرمائیں گے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض عدو الا المتقون (پارہ ۲۵ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۶) پرہیزگاروں کے سوا سارے دوست قیامت

میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گناہ کبیرہ والوں کی بھی شفاعت فرمائیں گے گرتوں کو سنبھالیں گے۔

شامی باب غسل لہیت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قیامت میں سارے رشتے ٹوٹ جائیں گے سوا میرے نسب اور

رشتہ کے۔ واقعی دیوبندیوں کی حضور مدد نہ فرمائیں گے۔ ہم چونکہ بحمدہ تعالیٰ مسلمان ہیں ہماری مدد ضرور فرمائیں گے۔

اعتراض:- ایاک نعبد ایاک نستعین۔

ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

(پارہ ۱ سورہ آیت نمبر ۴)

معلوم ہوا کہ عبادت کی طرح مدد مانگنا بھی خدا سے ہی خاص ہے جب غیر خدا کی عبادت شرک۔ تو غیر خدا کی استمداد بھی شرک۔

جواب:- اس جگہ مدد سے مراد حقیقی مدد ہے یعنی حقیقی کار ساز سمجھ کر تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ رہا اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا وہ محض

واسطہ فیض الہی سمجھ کر ہے جیسے کہ قرآن میں ہے۔ ان الحکم الا للہ (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۷) نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔ یا فرمایا گیا کہ

ما فی السموت وما فی الارض اللہ ہی کی ہیں تمام آسمان وزمین کی چیزیں۔ پھر ہم حکام کو حکم بھی مانتے ہیں اور اپنی چیزوں پر دعویٰ

ملکیت بھی کرتے ہیں۔ یعنی آیت سے مراد ہے حقیقی حکم اور حقیقی ملکیت مگر بندوں کے لئے یہ عطائے الہی۔

نیز یہ بتاؤ کہ عبادت اور مدد مانگنے میں تعلق کیا ہے؟ کہ اس آیت میں ان دونوں کو جمع کیا گیا۔ تعلق یہ ہی ہے کہ حقیقی معاون سمجھ کر مدد مانگنا یہ بھی

عبادت ہی کی ایک شاخ ہے۔ بت پرست بتوں کی پرستش کرتے وقت مدد کے الفاظ بھی کہا کرتے ہیں کہ ”کالی مائی تیری دہائی“ وغیرہ اس لئے ان

دونوں کو جمع کیا گیا۔ اگر آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی غیر خدا سے کسی قسم کی مدد مانگنا بھی شرک ہے تو دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ نہ تو صحابہ کرام

اور نہ قرآن کے ماننے والے اور نہ خود مخالفین۔ ہم اس کا ثبوت اچھی طرح پہلے دے چکے ہیں۔ اب بھی مدرسہ کے چندہ کے لئے مالداروں سے مدد

طلب کی جاتی ہے۔ انسان اپنی پیدائش سے لے کر دفن قبر تک قیامت تک بندوں کی مدد کا محتاج ہے۔ دانی کی مدد سے پیدا ہوئے ماں باپ کی مدد

سے پرورش پائی۔ استاد کی مدد سے علم سیکھا۔ مالداروں کی مدد سے زندگی گزاری اہل قرابت کی تلقین کی مدد سے دنیا سے ایمان سلامت لے گئے۔ پھر

غسل اور درزی کی مدد سے غسل ملا اور کفن پہنا۔ گورکن کی مدد سے قبر کھدی۔ مسلمانوں کی مدد سے زیر خاک دفن ہوئے پھر اہل قرابت کی مدد سے

بعد میں احصال ثواب ہوا۔ پھر ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم کسی سے مدد نہیں مانگتے اس آیت میں کوئی قید نہیں ہے کہ کس سے مدد اور کس وقت۔

اعتراض:- رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۰) معلوم ہوا کہ رب کے سوانہ کوئی ولی ہے نہ مددگار۔

جواب:- یہاں ولی اللہ کی نفی نہیں۔ بلکہ ولی من دون اللہ کی نفی ہے۔ جنہیں کفار نے اپنا ناصرو مددگار مان رکھا تھا یعنی بت و شیاطین ولی اللہ وہ جسے رب نے اپنے بندوں کا ناصر بنایا۔ جیسے انبیاء و اولیاء و اسرائے لندن سے حکومت کرنے کے لئے منتخب ہو کر آتا ہے۔ اگر کوئی شخص کس کو خود ساختہ حاکم مان لے وہ مجرم ہے۔ سلطانی حکام کو مانو، خود ساختہ حاکموں سے بچو۔ ایسے ہی ربانی حکام سے مدد لو گھریلو ناصرین سے بچو موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ۔

اذھب الی فرعون انه طغی۔

ترجمہ: فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا۔

(پارہ ۱ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۲۳)

آپ نے عرض کیا:

واجعل لی وزیراً من اہلی ہرون اخی اشدد بہ ازری۔

ترجمہ: مولیٰ حضرت ہارون کو میرا وزیر بنادے جس سے میرے بازو کو قوت ہو۔

(پارہ ۱ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۲۹-۳۰-۳۱)

رب تعالیٰ نے بھی نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا کسی اور کا سہارا کیوں لیا؟ بلکہ منظور فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کا سہارا لینا طریقہ انبیاء ہے۔

اعتراض:- در مختار باب المرتدین کرامات اولیاء میں ہے کہ قول شیناً للہ قبل یکفرہ معلوم ہوا کہ یا عبد القادر جیلانی شیناً للہ کہنا کفر ہے۔

(رد المحتار علی در المختار باب المرتد مطلب فی کرامات الاولیاء ص ۳۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

جواب:- یہاں شیناً للہ کے یہ معنی ہیں کہ خدا کی حاجت روائی کے لئے کچھ دو۔ رب تعالیٰ تمہارا محتاج ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ یتیم کے لئے کچھ دو۔ یہ معنی واقعی کفر ہیں۔ اس کی شرح میں شامی نے فرمایا۔ اما ان قصد المعنی الصحیح فالظاهر انه لا باس بہ۔

(رد المحتار علی در المختار باب المرتد مطلب فی کرامات الاولیاء ص ۳۶-۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یعنی اگر اس سے صحیح معنی کی نیت کی کہ اللہ کے لئے مجھے کچھ دو یہ جائز ہے اور ہمارے نزدیک شیناً للہ کا یہ ہی مطلب ہے۔

اعتراض:-

جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے!

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے

جواب:-

جسے تم مانگتے ہو اغنیاء سے

وہ چندہ ہے جو نہیں ملتا خدا سے

اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

تو سل کچھ نہیں سکتے خدا سے

اعتراض:- خدا کے بندے ہو کر غیر کے پاس کیوں جائیں؟ ہم اس کے بندے ہیں چاہیے کہ اسی سے حاجتیں مانگیں۔ (تقویۃ الایمان)

جواب:- ہم خدا کے بندہ خدا کے حکم سے خدا کے بندوں کے پاس جاتے ہیں۔ قرآن بھیج رہا ہے۔ دیکھو گزشتہ تقریر۔ اور خدا نے ان بندوں کو اسی لئے دنیا میں بھیجا ہے۔

مردود یہ مراد کس نیت خبر کی ہے!

حاکم حکیم دارو دوا دیں یہ کچھ نہ دیں

اعتراض:- قرآن کریم نے کفار کا کفر یہ بیان کیا ہے کہ وہ بتوں سے مدد مانگتے ہیں۔ وہ بتوں سے مدد مانگ کر مشرک ہوئے اور تم اولیاء سے۔

جواب:- اور تم بھی مشرک ہوئے اغنیاء پولیس اور چاکم سے مدد مانگ کر، یہ فرق ہم اپنی عقلی تقریر میں بیان کر چکے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن یلعن اللہ فلن تجدد له نصیرا۔

ترجمہ:- جس پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ اس کا مددگار کوئی نہیں۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۵۲)

مومن پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہے اس کے لئے رب تعالیٰ نے بہت مددگار بنائے۔

اعتراض:- شرح نقدا کبر میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضرت خلیل نے آگ میں پہنچ کر حضرت جبریل کے پوچھنے پر بھی ان سے مدد نہ مانگی۔

بلکہ فرمایا کہ اے جبریل تم سے کوئی حاجت نہیں اگر غیر خدا سے حاجت مانگنا جائز ہوتا تو ایسی شدت میں خلیل اللہ جبریل سے کیوں مدد نہ طلب کرتے۔

جواب:- یہ وقت امتحان تھا اندیشہ تھا کہ حرف شکایت منہ سے نکالنا رب کو ناپسند ہوگا۔ اسی لئے خلیل اللہ نے اس وقت خدا سے بھی

دعائے کی بلکہ فرمایا کہ اے جبریل تم سے کچھ حاجت نہیں اور جس سے ہے وہ خود جانتا ہے جیسے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی۔ مگر اس مصیبت کے دفع ہونے کی کسی نے بھی دعائے کی نہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ حضرت مرتضیٰ نے

نہ حضرت فاطمہ زہرا نے رضی اللہ عنہما۔

اعتراض:- زندوں سے مدد مانگنا جائز ہے مگر مردوں سے نہیں۔ کیونکہ زندہ میں مدد کی طاقت ہے مردہ میں نہیں لہذا یہ شرک ہے۔

جواب:- قرآن میں ہے وایاک نستعین (پارہ ۱ سورہ آیت نمبر ۴) ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اس میں زندہ اور مردے کا فرق کہاں۔ کیا زندہ

کی عبادت جائز ہے مردے کی نہیں؟ جس طرح غیر خدا کی عبادت مطلقاً شرک ہے زندہ کی ہو یا مردے کی استمداد بھی مطلقاً شرک ہونی چاہیے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے ڈھائی ہزار برس بعد امت مصطفیٰ ﷺ کی یہ مدد فرمائی کہ شب معراج میں پچاس نمازوں کی

بجائے پانچ کرادیں۔ رب تعالیٰ جانتا تھا کہ نمازیں پانچ رہیں گی مگر بزرگان دین کی مدد کے لئے پچاس مقرر فرما کر پھر دو پیاروں کی دعا

سے پانچ مقرر فرمائیں۔ استمداد کے منکرین کو چاہیے کہ نمازیں پچاس پڑھا کریں۔ کیونکہ پانچ میں غیر اللہ کی مدد شامل ہے۔

نیز قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ اولیاء اللہ زندہ ہیں ان کو مردہ نہ کہو اور نہ جانو۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموت بل احياء ولكن لا تشعرون۔

ترجمہ:- جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم احساس نہیں کرتے۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۵۴)

جب یہ زندہ ہوئے تو ان سے مدد حاصل کرنا جائز ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو شہداء کے بارے میں ہے جو کہ تلوار سے راہ خدا میں

مارے جاویں گے۔ مگر یہ بلاوجہ زیادتی ہے اس لئے کہ آیت میں لوہے کی تلوار کا ذکر نہیں ہے جو حضرات عشق الہی کی تلوار سے مقتول ہوئے وہ بھی

اس میں داخل ہیں۔ (روح البیان) اسی لئے حدیث پاک میں آیا کہ جو ڈوب کر مرے جل جاوے طاعون میں مرے عورت زچگی کی حالت میں

مرے۔ طالب علم مسافر وغیرہ سب شہید ہیں۔ نیز اگر صرف تلوار سے مقتول تو زندہ ہوں باقی سب مردے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ مردہ ماننا لازم آدے گا۔ حالانکہ سب کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرات بحیات کامل زندہ ہیں۔ نیز زندہ اور

مردے سے مدد مانگنے کی تحقیق یہ ہم ثبوت استمداد میں کر چکے ہیں کہ امام غزالی فرماتے ہیں کہ جس سے زندگی میں مدد لی جاسکتی ہے بعد موت بھی

اس سے مدد مانگی جاوے اور اس کی کچھ تحقیق بوسہ تبرکات اور سفر زیارت قبور میں بھی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تفسیر صاوی آخر سورہ قصص ولا تدع مع اللہ الہا اخر (پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۸۸) کی تفسیر میں ہے۔

فحينئذ فليس في الاية دليل على ما زعمه الخوارج من ان الطلب من الغير حيا و ميتا شرك فانه جہل مرکب لان سوال الغير من اجراء الله النفع او النصر على يده قد يكون واجبا لانه من التمسك بالاسباب ولا ينكر الاسباب الا جحودا او جهولا۔

ترجمہ: یعنی یہاں لائدع کے معنی ہیں نہ پوجو لہذا اس آیت میں ان خارجیوں کی دلیل نہیں جو کہتے ہیں کہ غیر خدا سے خواہ زندہ ہو یا مردہ کچھ مانگنا شرک ہے۔ خارجیوں کی یہ بکواس اس جہالت ہے کیونکہ غیر خدا سے مانگنا اس طرح کہ رب ان کے ذریعہ سے نفع نقصان دے کبھی واجب ہوتا ہے کہ یہ طلب اسباب کا حاصل کرنا ہے اور اسباب کا انکار نہ کرے گا مگر منکر یا جاہل۔

(تفسیر صادی ج ۳ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس عبارت سے تین باتیں معلوم ہوتیں (۱) غیر خدا سے مانگنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب بھی ہوتا ہے (۲) اس طلب کا انکار خارجی کرتے ہیں (۳) لائدع میں پوجنے کی نفی ہے نہ کہ پکارنے کی یا مدد مانگنے کی۔

اعتراض:۔ بزرگان دین کو دیکھا گیا ہے کہ پڑھاپے میں چل پھر نہیں سکتے اور بعد وفات بالکل بے دست و پا ہیں پھر ایسے کمزوروں سے مدد لیتا ہوں سے مدد لینے کی طرح لغو ہے۔ اس کی برائی رب تعالیٰ نے بیان کی کہ وان يسلبهم الذباب شيئا لا يستقذوه منه (پارہ ۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۷۳) یہ اولیاء اپنی قبروں سے مکھی بھی دفع نہیں کر سکتے۔ ہماری کیا مدد کریں گے۔

جواب:۔ یہ تمام کمزوریاں اس جسم خاکی پر اس لئے طاری ہوتی ہیں کہ اس کا تعلق روح ہے کمزور ہو گیا روح میں کوئی کمزوری نہیں بلکہ بعد موت اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے کہ قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتی اور قدموں کی آواز سنتی ہے۔ خصوصاً ارواح انبیاء رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وللاخرة خیر لك من الاولى (پارہ ۳ سورہ ۹۳ آیت نمبر ۴) پر کچھلی گھڑی گزشتہ گھڑی سے آپ کے لئے بہتر ہے اور استمداد ولی کی روح سے ہے۔ نہ جسم عنصری سے کفار جن سے مدد مانگتے ہیں وہ روحانی طاقت سے خالی ہیں نیز وہ پتھروں کو اپنا مددگار جانتے ہیں جن میں روح بالکل نہیں۔

تفسیر روح البیان پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت ۳۷ (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۴۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) بحلو نہ عماماً وبحرمونہ عماما کی تفسیر میں ہے کہ حضرت خالد و عمر نے زہر پیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضور علیہ السلام نے خیبر میں زہر کھایا۔ مگر بوقت وفات اثر ظاہر ہوا کہ انہوں نے مقام حقیقت میں رہ کر زہر پیا تھا۔ اور زہر کا اثر حقیقت پر نہیں ہوتا۔ بوقت وفات بشریت کا ظہور تھا کہ موت بشریت پر طاری ہوتی ہے۔ لہذا اب اثر ظاہر ہوا۔ ان حضرات کو قبر کی مکھی تو کیا عالم کو پلٹ دینے کی طاقت ہے۔ مگر اس جانب توجہ نہیں۔ خانہ کعبہ میں تین سو برس بت رہے رب نے دور نہ کیے تو کیا خدا کمزور ہے اپنے گھر سے نجاست دور نہ کر سکا؟ رب سمجھ دے۔

اعتراض:۔ حضرت علی اور امام حسین میں اگر کچھ طاقت ہوتی۔ تو خود دشمنوں سے کیوں شہید ہوتے جب وہ اپنی مصیبت دفع نہ کر سکے۔ تو تمہاری مصیبت کیا دفع کریں گے؟ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وان يسلبهم الذباب شيئا لا يستقذوه منه۔

(پارہ ۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۷۳)

جواب:۔ ان میں دفع مصیبت کی طاقت تو تھی۔ مگر طاقت کا استعمال نہ کیا۔ کیونکہ رب تعالیٰ کی مرضی ایسی ہی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا فرعون کو بھی کھا سکتا تھا۔ مگر وہاں استعمال نہ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ میں طاقت تھی کہ کربلا میں حوض کوثر منکا لیتے فرات کی کیا حقیقت تھی مگر راضی برضاء الہی تھے۔ دیکھو رمضان میں ہمارے پاس پانی ہوتا ہے۔ مگر حکم الہی کی وجہ سے استعمال نہیں کرتے بخلاف بتوں کے کہ ان میں طاقت ہی نہیں۔ لہذا یہ آیت انبیاء و اولیاء کے لئے پڑھنا بے دینی ہے۔ یہ بتوں کے لئے ہے۔ حضرت حسین کے ماما نے بار بار اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہا دیئے یہ پانی جنت سے آتا تھا۔

وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ

اور اس (رب) کی طرف وسیلہ ڈھونڈو

رحمت خدا

بوسيله اولياء الله

مؤلفہ

حکیم الامت شیخ التفسیر مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم۔

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على من كان نبيا و ادم بين الماء والطين خاتم النبيين قائد الغر المحجلين وسيلتنا في الدارين الى الله رب العلمين سيدنا ومولانا محمد واله الطيبين واصحابه الطاهرين۔
جس پر آشوب زمانہ سے ہم گزر رہے ہیں یہ مسلمانوں کے لئے نہایت ہی فتنوں اور آفتوں کا زمانہ ہے۔ آج بہت خوش نصیب وہ شخص ہے جس کا ایمان موجودہ ہواؤں سے بچ جائے۔ بد مذہبی اور بے دینی کی ایسی تیز آندھیاں چل رہی ہیں جن سے سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان خطرے میں ہے۔ اگرچہ اسلام میں نئے نئے فرقے پہلے بھی پیدا ہوتے رہے لیکن جو بیماری آج ہے وہ اس سے پہلے کے مسلمانوں میں سنتے ہی میں نہ آئی تھی۔ آج ہر جاہل قرآن شریف کا مفسر بن گیا اور ہر بیہودہ آدمی بندگان دین اور ائمہ مجتہدین پر بکواس کر رہا ہے۔ اسلام کے ایسے مسلمہ مسائل جن کے متعلق کبھی گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ کوئی کلمہ پڑھنے والا ان کا انکار کرے گا۔ آج ان مسلم الثبوت مسائل کے منکر پیدا ہو گئے۔ انہی مسائل میں سے اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مخلص بندوں کا وسیلہ ہے۔ ہر زمانہ میں ہر شخص وسیلہ کا قائل اور معتقد رہا۔ مگر آج وسیلہ کے منکر ہو گئے ہیں جو دنیاوی مصیبتوں اور آلام میں حاکموں اور حکیموں کے پاس بھاگے اور مارے مارے پھریں مگر انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے وسیلہ پکڑنے والوں کو مشرک و مرتد کہتے ہیں۔ ذرا خوف نہیں کرتے۔ خدائے تعالیٰ کا غضب جس شخص جس قوم پر ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ وسیلہ سے محروم کر دیتا ہے۔

اور جن پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے انہیں اس کے پیاروں کا وسیلہ نصیب ہوتا ہے خوش نصیب بندہ اپنے گناہوں پر گریہ زاری کرتا ہے۔ اور بزرگوں کے وسیلہ سے گناہوں کے میل کو دل سے دھو تا ہے لیکن بد نصیب انسان اللہ کے پاک بندوں میں عیب نکالتا ہے۔ اور ان سے دور رہ کر رب کی رحمت سے محروم ہوتا ہے۔ تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو قرب الہی کا وسیلہ جان کر ان کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔ وہ مقبول بارگاہ ہے شیطان نے بے وسیلہ والی لاکھوں عبادتیں کیں مگر حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ نہ بنایا اور مرد بارگاہ الہی ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ مثنوی۔

میلش اندر طعنہ پا کاں نہد

چوں خدا خواہد کہ راز کس درد

میل مارا جانب زاری کند

چوں خدا خواہد کہ مایاری کند

بے شک خدا تعالیٰ جب کسی کی پردہ دری اور رسوا کرنا چاہتا ہے تو اس کی طبیعت میں پاک لوگوں کی طعنہ زنی میں رغبت پیدا کر دیتا ہے اور جب خدا تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا کرتا ہے تو گریہ و زاری کی طرف طبیعت کو مائل کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے قائل کفار بھی ہیں۔ جانور اور بے جان مکڑیاں بھی مقبولان بارگاہ کو وسیلہ پکڑتے رہے ہیں۔ قرآن کریم فرما رہا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم پر غرق ہونے سے پہلے جوں اور مینڈک وغیرہ کے بہت سے عذاب آئے۔ مگر جب عذاب آتا تھا تو وہ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ لئن كشفت عنا الرجز لنؤمنن لك و لنرسلن معك بنی اسرائیل اے موسیٰ علیہ السلام اگر آپ نے یہ عذاب ہم سے دور کر دیا تو ہم آپ پر ضرور ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے حوالے کر دیں گے مگر جب پھر ان کی دعا سے عذاب دور ہو جاتے ایمان نہ لاتے تھے۔ جب رب کو فرعون یوں کا ہلاک کرنا منظور ہوا تو موسیٰ علیہ السلام تک نہ پہنچنے دیا بلکہ دریائے قلزم سے پہلے تو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو صحیح و سالم نکال دیا۔ اور پھر فرعون کو دریا میں پھنسا دیا اور بولا۔ امت برب موسیٰ و ہارون میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لاتا ہوں چونکہ وسیلہ۔

درمیان میں نہ تھا ایمان قبول نہ ہوا۔ اور ڈوب گیا۔

کفار مکہ بھی ہر مصیبت یعنی قحط سالی وغیرہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا کراتے تھے اونٹوں چڑیوں اور ہرنیوں نے مصیبت میں حضور ﷺ سے فریادیں کیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد

اسی در پہ شتران ناشاد گلہ رنج دغا کرتے ہیں

بے جان کنکروں لکڑیوں نے حضور ﷺ ہی کا وسیلہ اختیار کیا۔ مولا ناروم فرماتے ہیں۔

نطق آب ونطق خاک ونطق گل هست محسوس حواس اہل دل

فلسفی گو منکر حنائہ است از حواس اولیا بیگانہ است

اگر یہ واقعات تفصیل وارد دیکھنا ہوں تو ہماری تصنیفات کا مطالعہ کرو خصوصاً سلطنت مصطفیٰ دیکھو۔

غرضیکہ پاک بندوں کا وسیلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی کفار اور بے عقل مخلوق بھی قائل ہے مگر انفس کے ایسے ظاہر مسئلہ کے اب مکر ہوئے تو کون جانور نہیں رام لعل دوار کا پرشاد کا فر نہیں بے علم مسلمان نہیں۔ بلکہ کلمہ پڑھنے والے فاضل دیوبند کہلانے والے۔ اسلام کے ٹھیکہ دار بننے والے دیوبندی وہابی اور مولوی نے فقط انکار ہی نہیں کیا بلکہ ایسی ضد پر آئے کہ ان کے تمام وعظ جلسے مجالس اسی لئے وقف ہو گئیں۔ وسیلہ کے قائل مسلمانوں پر شرک و کفر اور طغیان کے فتوے لگنے لگے۔ بتوں کی آیات پیغمبروں پر اور کفار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے پیاروں اور مخلص بندوں کی شان میں ایسی گستاخیاں کرنے لگے۔ کہ کبھی کفار کو بھی ایسی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ بعض سادہ لوح مسلمان ان کے جبہ و دستار دیکھ کر ان کے جال میں پھنس گئے۔ اور یہ بیماری متعدی مرض کی طرح روز بروز بڑھنے لگی۔

اس لئے میں نے سوچا کہ اگر میں اس وقت خاموش رہوں تو میرا وجود کس کام آئے گا۔ میں نے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کے دروازے کے کٹڑے کھائے ہیں ان کے نام پر پلا ہوں۔ اگر ان کے دین پر آنچ آتی دیکھوں اور حرکت نہ کروں تو ضرور میری پکڑ ہوگی۔ محافظ کتے کا فرض ہے کہ جب ملک کے گھر چور آتے دیکھے تو کم از کم چیخ و پکار کر کے چوروں کو بھاگاوے۔ میرے پاس صرف چوب قلم ہے اللہ کے نام پر یہ رسالہ لکھا اس رسالے کا بھی وہی طریقہ ہوگا جو ”جاء الحق“ اور ”سلطنت مصطفیٰ“ کا ہے یعنی وسیلہ کا مسئلہ دو بابوں میں بیان ہوگا پہلے باب میں وسیلہ بزرگان کا ثبوت قرآنی آیات احادیث نبوی بزرگوں کے اقوال اور خود مخالفین کی تحریروں سے۔ دوسرے باب میں مخالفین کے اعتراضات مع جوابات کے اس رسالہ کا نام رحمت خدا بوسیله اولیاء رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ سے قبول فرما کر صدقہ جاریہ بنائے اسے میرے گناہ کا کفارہ فرمائے جو مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں میں وہ میرے لئے دعا کریں کہ رب تعالیٰ مجھے ایمان پر خاتمہ نصب کرے اور میرے گناہوں کے سیاہ دفتروں کو اپنی رحمت اور مغفرت کے پانی سے دھو دے کہ اسی امید پر میں نے یہ محنت کی ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتَبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيَّ خَيْرَ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔
امین امین یا رب العالمین و یا اکرم الاکرمین۔

ناچیز

احمد یار خاں نعیمی اشرفی

بانی: مدرسہ غوثیہ گجرات (پاکستان)

کیم ماہ قاخر ربیع الآخر ۱۳۷۱ھ روز ایمان افروز طغیان سوز دوشنبہ مبارکہ

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے خواہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مسلمانوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔ ان کی ذات وسیلہ ان کا نام وسیلہ ان کی چیزیں وسیلہ جس چیز کو ان کے نسبت ہو جائے وہ وسیلہ ہے مگر فی زمانہ وہابی دیوبندی میں عرض کرتے ہیں پہلے باب میں اس کا ثبوت اور دوسرے باب میں اس پر اعتراض و جواب۔

پہلا باب

وسیلہ کے ثبوت میں

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان کی ذات۔ ان کا نام۔ ان کے تمکات مخلوق کا وسیلہ ہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات۔ احادیث نبویہ۔ اقوال بزرگان اجتماع امت اور دلائل عقلیہ بلکہ خود بخود سین کے اقوال سے ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔
(سورہ نساء پارہ ۵ آیت نمبر ۶۴)

ترجمہ: اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ پر آجاویں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی یا رسول اللہ ان کی سفارش کریں۔ تو بے شک یہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہر مجرم کے لئے ہر وقت تاقیامت وسیلہ مغفرت ہیں۔ ظلمسوا میں کوئی قید نہیں۔ اور اذن عام ہے۔ یعنی ہر قسم کا مجرم ہمیشہ آپ کے پاس حاضر ہو۔

حاشیہ.....☆

علامہ اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں۔

یرشد تعالیٰ العصاة والمذنبین اذا وقع منهم الخطا والعصیان ان یاتوا الی الرسول ﷺ فیستغفروا اللہ عنده ویسألوه ان یغفر لهم فانهم اذا فعلوا ذلك تاب اللہ علیهم ورحمهم وغفر لهم ولهذا قال ﴿لوجدوا اللہ توابا رحیما﴾ وقد ذکر جماعة منهم الشیخ ابو منصور الصباغ فی کتابہ الشامل الحکایة المشہورة عن العتبی قال کنت جالسا عند قبر النبی ﷺ فجاء اعرابی فقال السلام علیک یا رسول اللہ سمعت اللہ یقول ﴿ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا اللہ واستغفر لهم الرسول لوجدوا توابا رحیما﴾ وقد جنتک مستغفرا للذنبی مستشفعا بک الی ربی۔ ثم انشا یقول:

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه

قطاب من طیبہن القاع والاکمر

نفسی انفداء لقبر انت ساکنه

فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

ثم انصرف الاعرابی فغلبتنی عینی فرایت النبی ﷺ فی النوم فقال یا عتبی الحق الاعرابی فبشره ان اللہ قد غفر له۔

یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ وجاهدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔

(پارہ ۶ سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۵)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا وسیلہ ڈھونڈنا ضروری ہے۔ کیونکہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آگئے اور اس کے بعد وسیلہ کا حکم فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ اعمال کے علاوہ ہے۔ ☆

حاشیہ.....☆

ترجمہ: (اس آیت کریمہ میں) اللہ تعالیٰ عاصیوں اور خطاکاروں کو ارشاد فرماتا ہے کہ جب ان سے خطا و گناہ سرزد ہو جائیں تو انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر خدا تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے اور خود رسول اللہ ﷺ سے بھی عرض کرنا چاہئے کہ آپ ﷺ ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع کرے گا انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ اسی لئے فرمایا گیا لو جددوا اللہ تو اباً ورحیماً (تو وہ اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمائے والا نہایت مہربان پاتے) یہ روایت بہت سوں نے بیان کی ہے جن میں سے ابو منصور مبالغہ نے اپنی کتاب الحکایات المشہورہ میں لکھا ہے کہ عقی کا بیان ہے کہ میں حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے اور (اے حبیب) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمائے والا نہایت مہربان پاتے۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنا سفارشی بناتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

اے مدفون لوگوں میں سب سے بہتر ہستی جس کی وجہ سے میدان اور ٹیلے اچھے ہو گئے میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ ﷺ رونق افروز ہیں جس میں عفاف و بخشش اور جود و کرم ہے۔

پھر اعرابی تو لوٹ گیا اور مجھے نیند آگئی میں نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ مجھ سے فرما رہے تھے عتبی اعرابی حق ہے پس تو جا اور اسے خوشخبری سنا دیکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۹-۵۲۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

☆ امام ابو بکر بن حسین بمقی ۳۵۸ھ لکھتے ہیں۔

قال فی محکم کتابہ ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاء وک فاستغفروا اللہ واستغفرو لہم الرسول لوجدوا اللہ تو اباً ورحیماً وقد جنتک باہی انت وایمی مثقلاً بالذنوب والخطایا استشفع بک علی ربک ان یغفر لی ذنوبی وان تشفع..... (شعب الایمان ج ۳ ص ۳۹۵-۳۹۶ رقم الحدیث ۳۱۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۲۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاذکار للنووی ص ۹۲-۹۳ مطبوعہ المطبعۃ الخیرۃ مصر)، (امتاع الاسماع للمقریزی ج ۱ ص ۶۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المواہب اللدیۃ ج ۳ ص ۵۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۵ ص ۲۶۵-۲۶۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(وکانو من قبل) من قبل محمد ﷺ والقرآن (یستفتحون) یستنصرون بمحمد والقرآن (علی الذین کفروا) من عدوہم اسد و غطفان و مزینۃ و جہینۃ (فلما جاء ہم ما عرفوا) صفتہ و نعتہ فی کتابہم (کفروا بہ) جحدوا بہ (فلعنۃ اللہ) سخط اللہ و عذابہ (علی الکافرین) علی الیہود۔

ترجمہ: (یہود) حضرت محمد ﷺ اور قرآن کے نزول سے قبل اپنے دشمنوں اسد و غطفان مزینہ اور جمحیہ کے قبائل کے خلاف اللہ

حاشیہ.....☆

عزوجل سے حضور نبی اکرم ﷺ اور قرآن کے توسل سے حصول فتح کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ لیکن جب وہ ہستی جس کی صفات و خصوصیات کو وہ اپنی کتابوں میں پہچان چکے تھے تشریف لے آئی تو اس کا انکار کر دیا۔ پس (اس کفر کی وجہ سے) کافر یہود پر اللہ کا عذاب اور لعنت ہو۔
(تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس ص ۱۳ مطبوعہ مصر)

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۴۰ھ لکھتے ہیں۔

ان یہود کانوا يستفتحون على الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه فلما بعثه الله من العرب كفروا به وجحدوا ما كانوا يقولون فيه فقال لهم معاذ بن جبل وبشر بن البراء بن معرور اخو بني سلمة يا معشر يهود اتقوا الله واسلموا فقد كنتم تستفتحون علينا بمحمد ﷺ ونحن اهل شرك وتخبروننا انه مبعوث وتصفونه لنا بصفته۔

ترجمہ: یہود حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل قبیلہ اوس اور خزرج پر فتح حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ کے توسل سے دعائیں کرتے تھے۔ جب اللہ عزوجل نے عربوں میں سے آپ ﷺ کو بعثت عطا فرمائی تو انہوں نے (حسداً) آپ ﷺ کا انکار کر دیا اور اس بات سے مکر گئے جس کا وہ خود اقرار کیا کرتے تھے۔ ان یہودیوں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور بنو سلمہ کے بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے طبقہ یہود اللہ ہے ڈرو اور اسلام قبول کر لو جب تم ہم پر فتیابی کے لیے محمد ﷺ کے توسل سے دعائیں کرتے تھے حالانکہ اس وقت ہم مشرک تھے اور تم ہمیں بتاتے تھے کہ وہ بنی عنقریب مبعوث ہوگا اور تم ہمیں اس کی صفات بیان کرتے تھے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۱ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (کتاب الشریعہ للآجری ص ۲۳۶ مطبوعہ لاہور)، (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مدارک التنزیل تفسیر نسفی ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الدر المنثور فی التفسیر المأثور ج ۱ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل ج ۱ ص ۱۶۳ مطبوعہ قاہرہ مصر)، (تفسیر السراج المنیر ج ۱ ص ۷۶)، (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۷۹ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

امام ابو منصور محمد بن محمود ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں۔

قبل ان یبعث محمد ﷺ یقولون اللهم انصرنا بحق نبيك الذي تبعته فلما لم یجنهم على هواهم ومرادهم كفروا به فلعنة الله على الكافرين۔

ترجمہ: یہود حضور ﷺ کی بعثت سے قبل آپ ﷺ کے وسیلہ سے اللہ عزوجل سے یوں دعا کرتے تھے اے اللہ اپنے اس نبی کے وسیلہ سے تو نے ابھی مبعوث فرماتا ہے ہماری مدد فرما۔ لیکن جب حضور ﷺ ان کی خواہشات اور امیدوں کے مطابق نہ آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کر دیا۔ پس انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

(تاویلات اصل السنۃ ماتریدی ج ۱ ص ۷۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ ناشر دن بیروت)

علامہ عبدالرحمن ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

ان یہود کانوا يستفتحون على الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه۔

ترجمہ: بے شک یہودی رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اوس اور خزرج قبیلہ پر آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے۔
(الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

ان الیہود من قبل مبعث محمد علیہ السلام ونزول القرآن کانوا يستفتحون ای یسالون الفتح والنصرة وکانوا یقولون اللهم افتح علينا وانصرنا بالنبی الامی۔

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم ان صلوٰتک مسکن لهم۔

ترجمہ: اے محبوب ان مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ قبول فرماؤ اور اس کے ذریعہ آپ انہیں پاک و صاف کرو۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔

(پارہ ۱۱ سورہ توبہ)

کیونکہ آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات اعمال صالحہ طہارت کا کافی وسیلہ نہیں بلکہ طہارت تو حضور ﷺ کے کرم سے حاصل ہوتی ہے۔

هو الذي بعث في الامين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة۔

ترجمہ: رب تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے بے پڑھوں میں ان ہی میں سے رسول بھیجا جو ان پر رب کی آیات تلاوت فرماتے ہیں۔ اور انہیں پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

(پارہ ۲۸ سورہ جمعہ آیت نمبر ۲)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پاک و صاف فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔

وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا۔

ترجمہ: یہ اہل کتاب حضور کی تشریف آوری سے پہلے حضور کے طفیل کفار پر فتح کی دعا کرتے تھے۔

(پارہ ۱ سورہ بقرہ آیت نمبر ۸۹)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اہل کتاب آپ کے نام کے وسیلہ سے جنگوں میں دعائے فتح کرتے تھے اور قرآن کریم نے ان کے فعل پر اعتراض نہ کیا بلکہ تائید کی اور فرمایا کہ ان کے نام کے وسیلہ سے تم دعائیں مانگا کرتے تھے اب ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا مبارک نام ہمیشہ سے وسیلہ ہے۔

فللقی ادم من ربه كلمت فتاب عليه۔

(پارہ ۱ سورہ بقرہ آیت نمبر ۳۷)

آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمے پائے جن کے وسیلہ سے دعا کی اور رب نے ان کی توبہ قبول کی۔

بہت سے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کے وسیلہ سے دعا کی جو قبول ہوئی۔ معلوم

ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیائے کرام کا بھی وسیلہ ہیں۔

قد نرى قلب وجھك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها۔

ترجمہ: ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف پھرتے دیکھ رہے ہیں۔ اچھا ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھرتے دیتے ہیں جس سے آپ راضی ہیں۔

(پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۴۴)

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن سے قبل یہود فتح کی دعا مانگا کرتے تھے یعنی فتح اور مدد طلب کرتے تھے اور یہ الفاظ کہنا کرتے تھے اے اللہ ہمیں امی نبی ﷺ کے وسیلے فتح و نصرت عطا فرما۔

(التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۸۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ تہران ایران)

معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ صرف اسی لئے ہوئی کہ حضور ﷺ کی یہ خواہش تھی یعنی کعبہ معظمہ حضور کے وسیلہ سے قبلہ بنا۔ جب کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا محتاج ہے تو ماوشما کا کیا پوچھنا ہے۔

وکان ابوہما صالحا فاراد ربک ان یبلغا اشدہما ویستخرجا کنزہما۔
ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار بنا کر موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا سرمایہ ہے ان کا باپ نیک تھا اس لئے تیرے رب نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے اور یہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔

(پارہ ۱۶ سورہ کہف آیت نمبر ۸۲)

معلوم ہوا کہ ان یتیم بچوں پر رب کا یہ کرم ہوا کہ ان کی شکستہ دیوار بنانے کے لئے دو مقبول بندے بھیجے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا یعنی نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے۔

اولئک الذین یدعون یتغفون الی ربہم الوسیلۃ ایہم اقرب ویرجون رحمۃ ویخافون عذابہ۔
وہ مقبول بندے جن کی بت پرست پوجا کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جن نیک بندوں کی کفار پوجا کرتے ہیں ان میں ہر ایک اللہ سے زیادہ قرب والے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس تلاش وسیلہ پر اعتراض نہ فرمایا۔

ولولا رجال مومنون ونساء مومنات لم تعلموہم ان تطاہرہم فتصیبکم منہم معرفۃ بغير علم لیدخل اللہ فی رحمۃ من یشاء لو تزیلوا العذابنا الذین کفروا منہم عذابا الیما۔
اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کو تم نہیں جانتے (اگر اس امر کا اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم ان کو میں ڈالتے پھر تم پر خرابی آپڑتی ان کی طرف سے بے خبری میں (فتح تو ہو جاتی) لیکن اس میں دیر اس لئے ہوئی تاکہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ اگر وہ مسلمان کفار مکہ سے جدا ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب کی سزا دیتے۔

معلوم ہوا کہ کفار مکہ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کچھ مسلمان رہ گئے تھے یعنی شہر میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہونا بیدینوں کے امن کا وسیلہ ہوتا ہے۔

وقال الذین غلبوا علی امرہم لنتخذن علیہم مسجدا۔

ترجمہ: غالب آنے والے لوگ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔

(پارہ ۱۵ سورہ کہف آیت نمبر ۲۱)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا تاکہ ان کے وسیلہ سے نماز میں برکت ہو اور زیادہ قبول ہو ہمیشہ سے مسلمانوں کا دستور رہا ہے قرآن کریم نے اصحاب کہف کی نماز پر مسجد بنانے کا ذکر کیا اور اس کی تردید نہ کی جس سے پتہ لگا کہ ان کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہوا۔
اذہبوا بقمبصی هذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا۔

ترجمہ: یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ میری قمیص لے جاؤ اور میرے والد ماجد کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں پڑنا ہو جائیں گی۔

(پارہ ۱۲ سورہ یوسف)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس کے وسیلہ سے دکھ دور ہو جاتے ہیں شفا ملتی ہے۔

لا اقسم بهذا البلد۔ وانت حل بهذا البلد۔

ترجمہ: میں قسم فرماتا ہوں اس شہر مکہ کی کہ اے محبوب اس میں تم تشریف فرما ہو۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے مکہ مکرمہ کو یہ فضیلت ملی کہ رب نے اس کی قسم فرمائی۔

(سورہ البلد پارہ ۳۰ آیت نمبر ۲)

والتين والزيتون وطور سينين وهذا البلد الامين۔

ترجمہ: یعنی قسم ہے انجیر زیتون اور طور کی اور اس امانت والے شہر کی۔

(پارہ ۳۰ سورہ التین آیت نمبر ۲)

معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے انجیر اور طور پہاڑ کو عزت ملی اور نبی ﷺ کے وسیلہ سے مکہ شریف کو ایسی برکت حاصل ہوئی کہ اس کی قسم رب نے فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ وسیلہ کا نفع بے جان چیزوں کو بھی پہنچ جاتا ہے۔

ان اية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينه من ربكم وبقية مما ترك ال موسى وال هرون تحمله الملائكة۔

(پارہ ۲ سورہ بقرہ)

شمویل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہت کی دلیل یہ ہے کہ ان کے پاس تابوت سیکنہ آویگا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے تبرکات ہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ صندوق دیا تھا جس میں موسیٰ علیہ السلام کا نعلین شریف اور ہارون علیہ السلام کی دستار مبارک اور دیگر تبرکات تھے جسے بنی اسرائیل جنگ میں اپنے آگے رکھتے تھے جس کی برکت سے دشمن پر فتح پاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کے وسیلہ سے آفات دور ہوتی ہیں مشکلات حل ہوتی ہیں۔

انى اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں۔ جس سے وہ باذن پروردگار پرندہ بن جاتا ہے۔

(پارہ ۳ سورہ ال عمران)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے دم کے وسیلہ سے مٹی میں جان پڑ جاتی ہے۔ اور بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے۔

فقبضت قبضة من الراسول فنبذتها وكذا لك سولت لي نفسی۔

ترجمہ: سامری بولا کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے سے ایک مٹھی مٹی لی اور سونے کے پھڑے کے منہ میں دی (اور پھڑا آواز دینے لگا)۔

(پارہ ۱۸ سورہ طہ آیت نمبر ۹۶)

معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں کی خاک کے وسیلہ سے سونے کے بیجان پھڑے میں جان پڑ گئی۔

قال يتوفاكم ملك الموت الذي وكل بكم۔

ترجمہ: فرمادو کہ تم کو ملک الموت وقات دیں گے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت ملک الموت کے وسیلہ سے جان نکلتی ہے۔

(پارہ ۲۱ سورہ السجدہ)

قل انما انا رسول ربك لا اهب لك غلاماً زكياً۔

(پارہ ۱۶ سورہ مریم آیت نمبر ۱۹)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں تمہارے بچہ کا قاصد ہوں اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں ستمراہنا بخشوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ سے لڑکا ملا۔

وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم۔

ترجمہ: اللہ انہیں عذاب نہ دیگا۔ حالانکہ آپ ان میں ہیں۔

(پارہ ۹ سورہ انفال)

یعنی اہل مکہ عذاب سے اس لئے بچے ہوئے ہیں کہ ان میں آپ جلوہ گر ہیں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات عذاب الہی سے امن کا وسیلہ ہے۔

واذ قلتم يا موسى لن نصبر على طعام واحد فادع لنا ربك يخرج لنا مما تنبت الارض من بقلها۔

ترجمہ: اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا اے موسیٰ ہم ایک کھانے (یعنی من و سلوئی) پر ہرگز صبر نہیں کریں گے اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار نکالے۔

(پارہ ۱ سورہ بقرہ)

معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل جب کوئی بات رب سے عرض کرنا چاہتے تو موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔

هنالك دعا زكريا ربه۔

ترجمہ: یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے موسم پھل کھاتے ہوئے دیکھ کر زکریا علیہ السلام نے مریم رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر فرزند کے لئے دعا مانگی۔

(پارہ ۳ سورہ آل عمران)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاس دعائیں گنا زیادہ باعث قبول ہے۔ اگرچہ دعائیں گنے والا زیادہ بزرگ ہو۔

احادیث

(۱) مسند احمد بن حنبل میں حضرت شریح ابن عبید سے بروایت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ نبی ﷺ نے چالیس ابدال کے متعلق فرمایا۔

يسقى بهم الغيث وينصريهم على الاعداء ويصرف بهم عن اهل الشام العذاب۔

ترجمہ: یعنی ان چالیس ابدال کے وسیلہ سے بارش ہوگی۔ دشمنوں پر فتح حاصل کی جاوے گی اور شام والوں سے عذاب دور ہوگا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم حدیث ۸۹۶ مطبوعہ مکتبۃ قرطبیہ مصر)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ سے بارش، فتح و نصرت اور بلا دفع ہوتی ہے۔

حاشیہ.....☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا ابو المغيرة لنا صفوان حدثني شريح يعني عبید قال ذكر اهل الشام ثم عثي بن ابي طالب رضي الله عنه وهو بالعراق فقالوا العنهم يا امير المؤمنين قال لا اني سمعت رسول الله ﷺ يقول ثم الابدال يكونون بالشام وهم اربعون رجلا كلما مات رجل ابدل الله مكانه رجلا يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الاعداء ويصرف بهم عن اهل الشام العذاب۔

ترجمہ: شریح بن عبید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عراق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا۔ لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین ان پر لعنت کیجئے؟ آپ نے کہا نہیں کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابدال شام

(۲) داری شریف میں ہے کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں بارش بند ہوئی اور قحط پڑ گیا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

انظروا قبرا للنبي ﷺ فاجعلوا منه كوى الى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف ففعلوا فمطروا مطرا حتى يكون نبت العشب وسمت الابل حتى تفتقت من الشحم لسمى عام الفتق۔
ترجمہ: یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ روضہ رسول اللہ ﷺ کی چھت کھول دو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش ہوئی یہاں تک کہ چارہ اگا۔ اونٹ موٹے ہو گئے گویا چربی سے بھر گئے معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں کی قبر کے وسیلہ سے بارشیں آتی ہیں۔

(سنن داری ج ۱ ص ۵۶ رقم الحدیث ۹۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (استماع الاسماع ج ۱۳ ص ۶۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المواہب اللدیہ ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقاتی علی المواہب ج ۱۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفاء باحوال المصطفیٰ لابن جوزی ص ۸۱۷-۸۱۸ رقم الحدیث ۱۵۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (وفاء والوفاء باخبار دار المصطفیٰ ج ۲ ص ۵۶۰ مطبوعہ مطبعہ السعادة مصر)

(۳) شرح السنہ میں ابن مکندر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے غلام حضرت سفینہ عہد فاروقی میں گرفتار ہو گئے آپ قید سے بھاگ نکلے کہ اچانک ایک شیر سامنے آ گیا آپ نے شیر سے فرمایا۔

يا ابا الحارث انا مولی رسول الله ﷺ كان من امری کیت و کیت فاقبل الاسد له بصبصة حتى اقام الی جنبه كلما سمع صوتا اهوی الیه ثم اقبل یمشی الی جنبه حتی بلغ الجیش ثم رجع الاسد۔

حاشیہ.....☆

میں ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہیں جب بھی ان میں سے ایک شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو اس کا دل بنادیتا ہے اس کی

وجہ سے بارش ہوتی ہے ان کی وجہ سے دشمنوں کے خلاف مدد حاصل ہوتی ہے ان کی وجہ سے اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔
 (فضائل صحابہ لابن خضیل ج ۲ ص ۹۰۶ رقم الحدیث ۱۷۲۷ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (الاحادیث المختارة ج ۲ ص ۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲ رقم الحدیث ۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶ مطبوعہ مکتبۃ النعمان الحدیث مکہ مکرمہ)، (الدر المنثور فی التفسیر المأثور ج ۱ ص ۵۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام شیعہ ج ۶ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الصبری والرشاد ج ۱ ص ۳۷۰-۳۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المہدایہ والتمہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۶-۲۱۷ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (خصائص الکبریٰ باب اختصاصہ ﷺ بان طائفتہ من امتہ لا تزال علی الحق وان یمنهم اقطابا وادواتا وادنیاء وابدالا الخ ج ۲ ص ۳۷۰ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۷۳ رقم الحدیث ۲۹۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی وابن عساكر عن عوف بن مالك قال لا تسبوا اهل الشام فاني سمعت رسول الله ﷺ يقول فيهم الابدال بهم تنصرون وبهم تمطرون۔

(الدر المنثور فی التفسیر المأثور سورة البقرة تحت آیت نمبر ۲۵۱ ج ۱ ص ۵۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر الخ ج ۱ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۳۰۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ای ببرکتهم او بسبب وجودهم فيما بهم يدفع البلاء عن هذه الامة۔

ترجمہ: ابدالوں کی برکت اور ان میں ان کے وجود مسعود کے سبب بارشیں ہوتی ہیں دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور ان کی برکت سے امت محمدیہ سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۳۶۰ مطبوعہ ملتان)

ترجمہ: یعنی اے شیر! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔ میرا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا حضرت سفینہ کے پاس آجاتا۔ غرض اسی طرح حفاظت اور خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ لشکر اسلام میں پہنچ گئے پھر لوٹ گیا معلوم ہوا کہ حضور پر نور ﷺ کے وسیلہ سے شیر بھی تابع ہو جاتے ہیں۔ اور شیر حضور کے غلاموں کو پہنچاتے ہیں۔

(مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۷۵ رقم الحدیث ۴۳۳۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۳ ص ۹۵ رقم الحدیث ۶۶۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۷ ص ۸۰ رقم الحدیث ۶۳۳۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مشکاۃ المصابیح کتاب احوال القیلة وبدء الخلق باب انکرامات الفصل الثانی ج ۲ ص ۳۰۰ رقم الحدیث ۵۹۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۴) مسلم و بخاری میں ہے کہ معراج کی رات پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔

فرجعت لمررت علی موسی فقال بی امرت قلت امرت خمسين صلوة کل يوم قال ان امتک لا تستطيع خمسين صلوة کل يوم وانی واللہ جربت الناس قبلک وعالجت بنی اسرائیل اشد المغالجه فارجع الی ربک فسنله الخفیف لامتنک۔

ترجمہ: حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم وہی میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا؟ فرمایا ہر دن پچاس نمازوں کا فرمایا۔ حضور آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں میں بنی اسرائیل کو آڑا چکا ہوں اپنی امت کے لئے رب سے رعایت مانگے۔ غرض کہ کئی بار عرض کرنے پر پانچ رہیں۔ (صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ ج ۱ ص ۵۰-۵۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مشکوۃ المصابیح باب فی الحجرات ص ۵۲۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے یہ رعایت اور رحمت ملی کہ پچاس نمازوں کی صرف پانچ باقی رہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ مند ہے۔

(۵) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑا تو جمعہ کے دن خطبہ میں ایک شخص نے حضور سے عرض کیا تو حضور نے اسی حالت میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے فوالذی نفسی بیدہ ما و وضعها حتی لار السحاب امثال الجبال ثم لم یسزل عن منبره حتی رایت المطر یترحد علی العجینہ۔ یعنی خدا کی قسم ابھی حضور ﷺ کی دعا کے ہاتھ نیچے نہ گئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اٹھا اور حضور اقدس منبر سے نہ اترے تھے کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتا تھا سات دن بارش ہوتی رہی اگلے جمعہ کو پھر زیادتی بارش کی شکایت کی گئی۔

فر رفع یدیه فقال اللهم حوالینا ولا علینا فما یشیر الی ناحیة من السحاب الا انفرجت۔

ترجمہ: تو حضور ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ مولیٰ اب ہم پر نہ ہی پھٹ جاتا تھا۔ (صحیح البخاری ابواب الاستقاء باب من تمطر فی المطر حتی یخار علی الحسیۃ ج ۱ ص ۱۴۰-۱۴۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الصلوۃ الاستقاء فصل فی الکفایۃ بالدعاء من الصلوۃ فی خطبۃ جمعۃ واجلۃ السائل والدعاء قحط المطر اذا کثر ج ۱ ص ۲۹۳۲۹۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام مصیبتوں کے وقت حضور ﷺ کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔

(۶) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

انما انا قاسم واللہ یعطی۔

ترجمہ: ہم تقسیم فرمانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد ج ۱ ص ۳۳۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الزکوۃ ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الاول ص ۳۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حضور پر نور تقسیم فرماتے ہیں اور تقسیم فرمانے والا وسیلہ ہوتا ہے لہذا نبی ﷺ خالق کی ہر نعمت کا وسیلہ ہیں۔

(۷) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت معز سے ایک بڑا گناہ ہو گیا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ طہر نئی اے اللہ تعالیٰ کے رسول مجھے پاک فرمادیں۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الحدود الفصل الاول ص ۳۱۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)
معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رب کا گناہ کر کے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے کہ ہمیں پاک فرمادیں کیونکہ حضور انور کو وسیلہ نجات جانتے تھے۔

(۸) مسلم شریف باب السجود میں ہے کہ حضرت ربیعہ ابن کعب نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا امثلک مر افقتک فی الجنة میں آپ سے مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۳۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو رب کی تمام نعمتوں حتیٰ کہ جنت کے حصول کا وسیلہ سمجھ کر حضور پر نور سے مانگتے تھے۔
(۹) ترمذی شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت کعبہ کے گھرانے کے مشکیزہ سے دہن مبارک لگا کر پانی پیا۔ تو قسمت البہا فقطعہ میں انھی اور میں نے مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاشریہ ج ۲ ص ۱۱۳۲ رقم الحدیث ۲۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المجامع الصحیح للترمذی ابواب الاشریہ ج ۳ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۱۸۹۲ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۲ ص ۱۲۸ رقم الحدیث ۵۳۱۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)، (مسند حیدری ج ۱ ص ۷۲ رقم الحدیث ۳۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۵ ص ۵ رقم الحدیث ۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)
اس کی شرح مرقاۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

ای فم القربة فحفظته بی یتنی واتخذته شفاء۔

ترجمہ: یعنی مشکیزہ کا منہ کاٹ کر گھر میں محفوظ رکھا تا کہ اس سے شفا حاصل کی جاوے۔

معلوم ہوا کہ صحابی اسی مشکیزہ کے منہ کے ذریعہ بیماریوں کی شفا حاصل کرتی تھیں اور حضور ﷺ سے مس ہو جانے کی برکت سے اس چیز کو شفا کا وسیلہ جانتی تھیں۔

(۱۰) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس حضور ﷺ کا جبہ شریف تھا اور فرماتی تھیں۔

هذا جبة رسول الله ﷺ كانت عند عائشة فلما قبضت قبضتها وكان النبي ﷺ يلبسها فنحن نغلسها للمرضى نستشفى بها۔

ترجمہ: یعنی یہ جبہ شریف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے اسے لے لیا اس جبہ شریف کو نبی ﷺ پہنتے تھے اور اب ہم یہ کرتے ہیں کہ مدینہ میں جو بیمار ہو جاتا ہے اسے دھو کر پلاتے ہیں اس سے شفا ہو جاتی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ج ۳ ص ۱۶۴۱ رقم الحدیث ۲۰۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب اللباس ج ۴ ص ۴۹ رقم الحدیث ۴۰۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ رقم الحدیث ۲۶۹۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۲۳ رقم الحدیث ۴۰۱۰ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکتزۃ)، (طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۹۸ رقم الحدیث ۲۶۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۴۱ رقم الحدیث ۶۱۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۵۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف سے مس کئے ہوئے جبہ کو شفا کا وسیلہ سمجھ کر اسے دھو کر پیتے ہیں۔

(۱۱) نسائی شریف میں ہے کہ یہودی کی ایک جماعت حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئی اور عرض کی کہ ہمارے

شہر میں عبادت خانہ ربیعہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسے توڑ کر مسجد بنائیں۔

فاستوہبناہ من فضل طہورہ فدعا بماء فتوضا وتمضمض ثم صبه لنا فی اداۃ وامرنا فقال

اخر جوا فاذا اتيتم ارضكم خاكسروا بيعتكم وانضحوا مكانها بهذا الماء وتخلدوها مسجدا۔

ترجمہ: ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کا غسل لے لیا تو آپ نے پانی منگا کر وضو کیا اور کھلی کی اور یہ تمام پانی کھلی اور وضو کیا ایک برتن میں ڈال کر ہمیں عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ جاؤ اپنے بیعہ میں اس پانی کو چھڑک دو اور وہاں مسجد بنالو۔

(سنن الترمذی کتاب المساجد باب اتخاذ المیع مساجد ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ طبع مجبائی لاہور و فی نسخہ ج ۲ ص ۳۸ رقم الحدیث ۷۰۱ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب) معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غسل باطنی گندگی دور کرنے کا وسیلہ ہے۔

(۱۲) ابن البر نے کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی۔

کہ مجھے نبی ﷺ نے ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا۔ وہ میں نے اسی دن کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ اس کپڑے کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا۔

وخلد ذالك الشعر والاضفار فاجعله فی فمی وعلی عینی ومواضع السجود منی۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ بال اور ناخن لو! انہیں میرے منہ اور آنکھوں اور سجدوں کی جگہوں میں رکھ دینا۔ معلوم ہوا کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کو راحت قبر کا وسیلہ سمجھ کر اپنی قبروں میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ (الحرف الحسن)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۵ ص ۲۰۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تہذیب الاسماء للنووی ج ۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱۳) ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی

اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو قیص کا کفن دیا اور کچھ دیر ان کی قبر میں خود لیٹ کر آرام فرمایا۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا۔

انی البستہا لتلبس من ثیاب الجنة واضطجعت معها فی قبرها لاخفف عنها عن ضعة القبر۔

ترجمہ: ہم نے اپنی چچی صاحبہ کو اپنی قیص اس لئے پہنائی تاکہ ان کو جنت کا لباس پہنایا جاوے اور ان کی قبر میں اس لئے آرام فرمایا تاکہ

انہیں تنگی قبر سے امن ملے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لباس جنتی جوڑے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جس جگہ ان کا

پاک قدم پڑ جائے وہاں آفات سے امن ہو جاتا ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۳۵۱ رقم الحدیث ۸۷۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۱۵۲ رقم الحدیث ۱۹۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف سعودی عرب

ریاض)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الامفاء ذکر عامم بن سلیمان احوال ج ۳ ص ۱۲۱ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (العلل المتناہیۃ حدیث فی فضل فاطمہ بنت

اسد ج ۱ ص ۲۷۰ رقم الحدیث ۳۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۹ ص ۲۵۶ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (وفاء الوفاء باخبار

المصطفیٰ ﷺ ج ۳ ص ۸۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تذکرۃ فی احوال الموتی و امور الآخرة باب ما جاء فی غلط القبر علی صاحبہ و ان کان صالحا ج ۱ ص ۹۵

مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف بلازہ محلہ جنگلی پشاور)

(۱۴) مسلم شریف میں ہے۔

اذا صلی الغداة جاء خدم المدينة بابنيتهم فيها الماء فما ياتون باناء الا غمس يده فيها۔

ترجمہ: جب نبی ﷺ نماز فجر پڑھتے تھے تو مدینہ منورہ کے بچے برتنوں میں پانی لے آتے تھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب فی اخلاقہ ﷺ ص ۱۹۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ مدینے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک کی برکت کو بیماروں کی شفا کا وسیلہ سمجھتے تھے اور نبی ﷺ بھی

ان کو منع نہ فرماتے تھے۔ بلکہ اپنا ہاتھ شریف پانی میں ڈال دیتے تھے۔

(۱۵) مسلم و بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے فرمایا

ياتی علی الناس زمان فیغزوا الفنام من الناس فیقولون نعم فیفتح لهم۔

ترجمہ: یعنی لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے پس کہیں گے کیا تم میں کوئی صحابی رسول اللہ بھی ہیں۔ جواب ملے گا۔ ہاں۔

اس صحابی کے وسیلہ سے انہیں فتح نصیب ہوگی۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابة باب فضائل اصحاب النبی ﷺ ج ۳ ص ۱۳۳۵ رقم الحدیث ۳۴۴۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضل الصحابة ثم الذین یلوئهم ثم الذین یلوئهم ج ۴ ص ۱۹۶۲ رقم الحدیث ۲۵۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۷ رقم الحدیث ۱۰۵۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۱ ص ۸۶ رقم الحدیث ۴۷۶۸ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ جہاد میں فتح نصیب ہوتی ہے اور ان کا وسیلہ پکڑنے کا حکم ہے اس حدیث میں تابعین تبع تابعین کے وسیلہ کا ذکر بھی ہے یعنی اولیاء اللہ کے توسل سے فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۶) بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے هل تنصرون وترزقون الا بضعفانکم۔

ترجمہ: تم کو نہیں فتح ملتی اور نہیں رزق ملتا مگر ضعیف مومنوں کی برکت اور وسیلہ سے۔

(مشکوٰۃ باب فضل الفقراء الفصل الاول ص ۴۴۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ فقراء کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے رزق ملتا ہے فتح و نصرت نصیب ہوتی ہے۔

(۱۷) ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے۔

شفاعتی لا اهل الکبائر من امتی۔

ترجمہ: یعنی میری سفارش و شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہے۔

(سنن الترمذی کتاب صفة القیلة والرافق باب ما جاء فی الشفاعة ج ۴ ص ۶۲۵ رقم الحدیث ۲۳۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب السنن باب فی الشفاعة ج ۴ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۴۷۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس کی شرح میں شیخ عبدالحق لمعات میں فرماتے ہیں۔

ای لوضع السیات واما الشفاعة لرفع الدرجات فلكل من الاتقیاء والاولیاء۔

ترجمہ: یعنی گناہگاروں کے لئے تو معافی دلانے کی سفارش ہوگی۔ لیکن درجات بلند کرانے کی شفاعت وہ ہر متقی اور ولی کے لئے ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر قسم کا مومن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا حاجت مند ہے۔ بہت سے بد عمل لوگ بھی حضور پر نور ﷺ کی شفاعت سے جنتی ہو جائیں گے۔ اور کوئی ولی بھی حضور اقدس ﷺ سے بے نیاز نہیں۔

(۱۸) ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے۔

یشفع يوم القيامة ثلاثة الانبياء ثم العلماء ثم الشهداء۔

ترجمہ: یعنی قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔ انبیاء علماء پھر شہداء۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب ذکر الشفاعة ج ۲ ص ۴۴۳ رقم الحدیث ۴۳۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۱۷۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لوگو! معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل علماء شہداء عام مسلمانوں کے لئے وسیلہ نجات ہیں۔

(۱۹) ترمذی۔ داری۔ ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے

یدخل الجنة بشفاعة رجل من امتی اکثر من بنی تمیم۔

ترجمہ: یعنی میرے ایک امتی کی شفاعت سے بنی تمیم قبیلہ سے زیادہ آدمی جنت میں جائیں گے۔

(سنن الترمذی کتاب صفة القیلة والرافق باب ما جاء فی الشفاعة ج ۴ ص ۶۲۶ رقم الحدیث ۲۳۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب ذکر الشفاعة ج ۲ ص ۴۴۳ رقم الحدیث ۴۳۱۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الداری ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحدیث ۶۸۰۸ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۹ رقم الحدیث ۱۵۸۵۷ مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر)، (مسند ابویعلیٰ ج ۲ ص ۲۸۰ رقم الحدیث ۶۸۶۶ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)

اس کی شرح مرقات میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

قیل الرجل عثمان ابن عفان قیل اویس قرنی وقیل غیرہ۔

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ وہ شخص اویس قرنی ہیں بعض نے کہا کوئی اور بزرگ ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی بھی وسیلہ نجات ہیں۔

(۲۰) شرح سنہ میں ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک اونٹ نے جو کھیت میں کام کر رہا تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور منہ اپنا زانوئے پاک پر رکھ کر فریادی ہوا۔ سرکارِ دو عالم نے اس کے مالک کو فرمایا کہ

فانه مشكى كثرة العمل وقلة العلف فاحسنوا اليه۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب المعجزات الفصل الثانی ص ۵۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم دیتے ہو۔ اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ معلوم ہوا کہ بے عقل جانور

بھی حضور ﷺ کو رفع حاجات کے لئے وسیلہ جانتے ہیں۔ جو انسان ہو کر ان کے وسیلہ کا منکر ہو وہ اونٹ سے زیادہ بے عقل ہے۔

(۲۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل سے بولہب کے عذاب میں کچھ تخفیف ہوئی کیونکہ اس کی لونڈی ثوبیہ نے حضور سرورِ دو عالم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب واما تکم الماتی ار ضعتکم ج ۵ ص ۱۹۶۱ رقم الحدیث ۲۸۱۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۷۸ رقم

الحدیث ۱۳۹۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۶۲ رقم الحدیث ۱۳۷۰۱ مطبوعہ مکتبۃ دار البیاز مکتبۃ السنۃ)، (شعب الایمان ج ۱

ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة و معرفۃ احوال صاحب الشریعہ ج ۱ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات

ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (مغوة المصنوعة ج ۱ ص ۶۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۳ ص

۹۸-۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نصب الریۃ الا عادیۃ الحدیث ج ۳ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الحدیث القاہرۃ مصر)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶ ص ۱۷۱-۱۷۲

مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (البدلیۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۲۲۹-۲۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)،

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۲۰ ص ۹۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ نبی کا وسیلہ ایسی نعمت ہے جس کا فائدہ بولہب جیسے مردود نے بھی کچھ پالیا۔ مسلمان تو ان کا بندہ بے دام ہے۔

(۲۲) بخاری شریف کتاب المساجد میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کو جاتے ہوئے ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں

نبی ﷺ نے اپنے حج کے موقع پر نماز پڑھی تھی۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ج ۳ ص ۳۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (جامع المسانید والسنن ج ۲۸ ص ۶۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہ مقامات بخاری شریف نے بتائے بھی ہیں معلوم ہوا کہ جس جگہ بزرگ عبادت کرے وہ جگہ قبولیت کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

☆..... حاشیہ

مزید احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا ابو قتیبة قال حدثنا عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار عن ابیہ قال

سمعت ابن عمر یتمثل بشعر ابی طالب:

وابيض یستسفی الخمار بوجهہ
وقال عمر بن حمزۃ حدثنا سالم عن ابیہ وربما ذكرت قول الشاعر وانا انظر الی وجه النبی ﷺ

یستسفی لما ینزل حتی یجیش کل میزاب۔

وابيض یستسفی الخمار بوجهہ
ثم الیتامی عصمة للارامل

ترجمہ: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ابو طالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرہ انور کے

حاشیہ.....☆

وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو تیسوں کے بلجا اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔
 سالم نے اپنے والد ماجد سے روایت کی کہ کبھی میں شاعر کی اس بات کو یاد کرتا اور کبھی نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھتا کہ اس کے ذریعے بارش مانگی جاتی تو آپ اترنے بھی نہ پاتے کہ سارے پرنا لے بہنے لگتے۔
 (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا تخطوا ج ۱ ص ۳۲۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)
 امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس بن مالك ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان اذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبدالمطلب رضي الله عنه فقال اللهم انا كنا نتوسل اليك بنينا فنتسقين وانا نتوسل اليك بعم نينا فاسقنا قال فيسقون۔
ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارش کی دعا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے کرتے اور کہتے اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو ہم پر بارش برسات دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ پس انہیں بارش عطا کی جاتی۔
 (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا تخطوا ج ۱ ص ۳۲۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۵۲ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکتبہ المکرمہ)، (صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۹۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
 امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن اسير بن جابر ان اهل الكوفة وقلوا الى عمر فيهم رجل ممن كان يستخر باويس فقال عمر هل ههنا احد من القرنين؟ فجاء ذلك الرجل فقال عمر ان رسول الله ﷺ قد قال ان رجلا ياتيكم من اليمن يقال له اويس لا يدع باليمن غير ام له قد كان به بياض فدعا الله فاذبه عنه الا موضع الدينار او الدرهم فمن لقيه منكم فليستغفر لكم۔
ترجمہ: اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ ایک وفد لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ وفد میں ایک ایسا آدمی بھی تھا حضرت اویس رضی اللہ عنہ سے مذاق کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہاں کوئی قرن کا رہنے والا ہے؟ تو وہ شخص پیش ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تمہارے پاس یمن سے ایک شخص آئے گا اس کا نام اویس ہوگا۔ یمن میں اس کی والدہ کے سوا کوئی نہیں ہوگا۔ اس کو برس کی بیماری تھی اس نے اللہ عزوجل سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دینار یا درہم کے برابر سفید داغ کے سوا باقی داغ اس سے دور کر دیئے۔ تم میں سے جس شخص کی اس سے ملاقات ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے تمہاری مغفرت کی دعا کرائے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل اویس قرنی رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۹۶۸ رقم الحدیث ۲۵۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (متدرک للحاکم ج ۳ ص ۳۵۶ رقم الحدیث ۵۷۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند البزار ج ۱ ص ۴۷۹ رقم الحدیث ۳۳۲ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۰-۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکتبہ المکرمہ)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۸۶-میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۸)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقي من وجه آخر عن عمر ان رسول الله ﷺ سيكون في التابعين رجل من قرن يقال له: اويس بن عامر يخرج به رضح فيدعو الله ان ينحبه عنه فيلحبه فيقول: اللهم دع لي في جسدك منه ما اذكرك به نعمتك علي فيدع له في جسده فمن ادر كه منكم فاستطاع ان يستغفر له فليستغفر له۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: بیٹی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تابعین میں قرن کا ایک شخص ہوگا۔ اس کا نام اولیس بن عامر رحمۃ اللہ علیہ ہوگا۔ اس کے جسم میں سفیدی ظاہر ہوگی وہ اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کرے گا اور وہ دور ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ دعا کرے گا ”اللهم دع لى فى جسدى منه ما اذكربہ نعمتك على“ اے خدا میرے جسم سے اس سفیدی کو دور کر دے اور میرے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے کہ میں تیری نعمت کو یاد رکھوں تو اللہ عزوجل اس کے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے گا لہذا تم میں سے کوئی اگر اس سے ملے تو اور وہ استطاعت رکھتا ہو کہ اس سے استغفار کرائے تو اسے لازم ہے کہ اس سے استغفار کی درخواست کرے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجة اللہ علی العالمین فی عجرات سید المرسلین ص ۳۹۳-۳۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر اولیس بن عامر القرنی سید العباد و علم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قالوا يا رسول الله كيف لنا برجل منهم قال ذاك اويس القرني قالوا وما اويس القرني قال اشهل ذا صهوة بعيد ما بين المنكبين معتدل القامة آدم شديد الادمة ضارب بذقنه الى صدره رام بذقنه الى موضع سجوده واضع يمينه على شماله يتلو القرآن يبكي على نفسه ذو طمرين لا يؤبه له متزر بازار صوف ورداء صوف مجهول في اهل الارض معروف في اهل السماء لو اقسم على الله لا ير قسمه الا وان تحت منكبه الا يسر لمعة بيضاء الا وانه اذا كان يوم القيامة قيل للعباد ادخلوا الجنة ويقال لاويس قف فاشفع فيشفع الله عزوجل في مثل عدد ربيعة ومضر يا عمرو يا علي اذا انتما لقيتماه فاطلبا اليه ان يستغفر لكما يغفر الله لكما۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ان بزرگوں میں سے ہمیں کوئی آدمی مل سکتا ہے؟ فرمایا ہاں ”اولیس قرنی“ ہے جس سے تمہاری ملاقات ہوگی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اولیس قرنی رضی اللہ عنہ کی علامات پوچھیں ارشاد فرمایا اس کی آنکھیں سرخ مائل ہوں گی سرخ بالوں والا ہوگا۔ کشادہ کاندھوں والا میاں نے قد والا گندم گوں، سینے پر بالوں والا، دایاں بائیں پر رکھتا ہوگا قرآن کی تلاوت کرے گا اور اپنے پر بہت روتا ہوگا اہل سماء میں مشہور ہے اگر اللہ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے تو اللہ اسے اپنی قسم میں بری کر دیتا ہے سنو اس کے بائیں کاندھے کے نیچے ایک چمک ہوگی اہل زمین میں اسے کوئی نہیں جانتا اون کا ازار باندھا ہوگا اون ہی کی چادر اوڑھی ہوگی خوب سن لو۔ قیامت کے دن عام لوگوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اولیس رضی اللہ عنہ سے کہا جائے گا کہ ادھر کھڑے ہو جاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اے عمر و علی رضی اللہ عنہما جب تمہاری ان سے ملاقات ہوگی تو ان سے استغفار کرانا اللہ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر اولیس بن عامر القرنی سید العباد و علم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۲ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

سیکون فی امتی رجل یقال له اویس بن عبد اللہ القرنی وان شفاعتہ فی امتی مثل ربيعة ومضر۔
(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر الذی یحرف السنین ج ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۴۷۷۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (فتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۵۸ رقم الحدیث ۶۹۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد والحاكم من طريق أسير بن جابر عن عمر انه قال لا ويس القرنى استغفر لى قال: كيف استغفر لك وانت صاحب رسول الله ﷺ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ان خير التابعين رجل يقال له اويس القرنى۔

ترجمہ: ابن سعد وحاكم رحمہما اللہ نے بطریقہ اسیر بن جابر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں آپ کے لئے کیونکر استغفار کروں جبکہ آپ خود رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا خیر التابعین وہ شخص ہے جس کا نام اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الى قبر النبی ﷺ فقال يا رسول الله استسق لامتك فانهم قد هلكوا فاتى الرجل فى المنام فقیل له انت عمر فاقرنه السلام واخبره انکم مستقیون وقل له عليك الكيس عليك الكيس فاتى عمر فاخبره فبکی عمر لم قال يارب لا آلو الا ما عجزت عنه۔

ترجمہ: لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہو گئے تو ایک شخص (حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ) حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ نور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی امت ہلاک ہو چاہتی ہے آپ اس کے لیے بارش کی دعا فرمائیں اس صحابی کو خواب میں کہا گیا کہ عمر کو جا کر سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ تمہیں بارش عطا کی جائے گی اور یہ بھی کہو کہ (امور خلافت ادا کرنے میں مزید) بیدار مغزی سے کام لو۔ اس صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو آپ رضی اللہ عنہ پڑے اور عرض کیا اے میرے رب! جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے میں اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۲ رقم المحدث ۱۲۰۵۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

وروی ابن ابی شیبہ باسنادہ صحیح۔

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ نے اسے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۹۵ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)، (زرقانی علی المواہب ج ۸ ص ۷۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بارش کی دعا فرمائی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ زوردار بارش شروع ہو گئی۔ جب بارش زیادہ ہو گئی تو مدینہ منورہ کے آس پاس کے لوگوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم تو ڈوب جائیں گے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ چنانچہ بادل آس پاس سے اس طرح ہٹ گیا جیسے تاج ہو۔ اس موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

حاشیہ.....☆

لو ادرك ابو طالب هذا اليوم لسره فقال له بعض اصحابه يا رسول الله اردت قوله:

وابيض يستسقى الخمار بوجهه ثمال اليتامى عصمة للادامل

ترجمہ: اگر ابو طالب اس دن کو پاتے تو یقیناً انہیں خوشی ہوتی۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف ہے۔ گورے رنگ والے جن کے چہرے کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے اور جو یتیموں اور یتیموں کے بچاؤ والی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

(السيرة النبوة لابن هشام مع الروض الانف ج ۱ ص ۱۷۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

حضرت سلیم بن عامر خباری روایت کرتے ہیں۔

ان السما فحطت فخرج معاوية بن ابي سفيان رضى الله عنه واهل دمشق يستسقون فلما قعد معاوية على المنبر قال اين يزيد ابن الاسود الجرشي؟ قال فناداه الناس فاقبل يتخطى فامرہ معاوية فصعد المنبر فقعد عند رجليه فقال معاوية۔

اللهم انا نستشفع اليك اليوم بخيرنا وفضلنا اللهم انا نستشفع اليك يزيد بن الاسود الجرشي يا يزيد ارفع يديك الى الله فرفع يزيد ورفع الناس ايديهم فما كان اوشك ان ثارت سحابة في المغرب وهبت لها ريح فسقينا حتى كاد الناس لا يتصلون الى منازلهم۔

ترجمہ: (بہت عرصہ تک) آسمان سے بارش نہ ہوئی تو حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور اہل دمشق بارش کی دعا کے لیے باہر نکلے۔ پھر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا يزيد بن الاسود الجرشي کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں بلایا تو وہ پھلانکتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم پر وہ منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی اے اللہ آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کا وسیلہ پیش کرتے ہیں اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں يزيد بن الاسود الجرشي کا وسیلہ پیش کرتے ہیں (پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا) يزيد! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ۔ انہوں نے ہاتھ اٹھائے۔ لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے (اور دعا کی) اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل اٹھا ہوا چلنے لگی اور زوردار بارش شروع ہو گئی یہاں تک کہ لوگوں کو گمروں تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا:

لما اذنب آدم بالذي اذنبه رفع راسه الى العرش فقال اسالك بحق محمد الا غفرت لي فاوحى الله اليه وما محمد؟ ومن محمد؟ فقال تبارك اسمك لما خلقتني رفعت راسي الى عرشك فاذا فيه مكتوب لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انه ليس احد اعظم عندك قدرا ممن جعلت اسمه مع اسمك فاوحى الله اليه يا آدم انه آخر النبيين من ذريتك وان امته آخر الامم من ذريتك ولولا هو يا آدم ما خلقتك۔

ترجمہ: جب حضرت آدم علیہ السلام (اجتہادی) خطا ہو گئی تو انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا اے رب اگر تو نے مجھے معاف نہ فرمایا تو میں تجھ سے بہتر محمد (ﷺ) اپنی بخشش کا سوال کرتا ہوں (کہ تو مجھے بخش دے) اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی کی اور فرمایا اے آدم! محمد کیا ہیں اور محمد کون ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے بابرکت نام والے جب تو نے مجھے اپنے دست

بزرگان دين کے اقوال

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا عقیدہ رہا ہے کہ نبی ﷺ مخلوق کے لئے وسیلہ عظمیٰ ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے اولیاء اللہ اور علماء بھی وسیلہ ہیں۔ ہم صحابہ کرام کے قول اور عمل احادیث کے باب میں بیان کر چکے ہیں اب علماء اور اولیاء کے کلام کو سنو اور اپنا ایمان تازہ کرو۔

(۱) حضور غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ اپنے قصیدہ غوثیہ میں اپنے خداداد اختیارات بیان فرما کر ارشاد فرماتے ہیں۔

وکل ولی له قدم وانی علی قدم النبی بدر الکمال
میں جو دنیا پر راج کر رہا ہوں اور میرے قبضہ میں زمین و زمان یکیں و مکان ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ولی کسی نہ کسی نقش قدم پر ہوتا ہے اور اس کا مظہر ہوتا ہے میں نبیوں کے چاند رسولوں کے سورج حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدم پر ہوں معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک کی نگاہ میں مصطفیٰ ﷺ ایسی اہم چیز ہیں کہ انہیں سارے مراتب عالیہ اسی سرکار سے میسر ہوئے۔

(۲) اماموں کے امام یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ قصیدہ نعمان ہیں فرماتے ہیں۔

انا طامع بالجو د منک ولم یکن لابی حنیفۃ فی الانام سواک
یا رسول اللہ میں حضور کی عطا کا امیدوار ہوں اور مخلوق میں ابوحنیفہ کے لئے آپ کے سوا کوئی نہیں۔

(قصیدہ نعمان مع خیرات الحسان ص ۲۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۳) امام بوسری رضی اللہ عنہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔ اور مقبول بارگاہ مصطفیٰ ﷺ بھی ہو چکا ہے۔

ومن نکن برسول اللہ نصرته ان نلقه الاسد فی اجامها نجر

یعنی جس کی مدد رسول اللہ ﷺ فرمادیں وہ شیروں سے بھی بچ جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ بزرگ بھی حضور ﷺ کو ہر مصیبت کے دفع کا وسیلہ مانتے ہیں۔

حاشیہ.....☆

سے پیدا کیا تو میں نے سراٹھا کر تیرے عرش کو دیکھا تو عرش (کے پایوں) پر لا الہ الا اللہ محمد رسول لکھا ہوا تھا سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا اے آدم (تم نے سچ کہا وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے) وہ تیری اولاد میں سے تمام انبیاء میں سے آخری ہے اور اس کی امت تیری اولاد میں سب سے آخری امت ہے اور اے آدم اگر وہ (محمد) نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔

(طبرانی الاوسط ج ۶ ص ۳۱۴ رقم الحدیث ۶۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (دلائل النبوة للشیخ ج ۵ ص ۲۸۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۷۲ رقم الحدیث ۲۲۲۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الوفاء باحوال المعنی ص ۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۴) حضرت شیخ سعدی شیرازی قدس سرہ اپنی کتاب بوستان میں فرماتے ہیں۔

شنیدم کہ در درو ز امید و بیم
یعنی میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نیکوں کے وسیلہ سے بروں کو بخش دے گا۔

معہوم ہوا کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ علماء و صالحین کے وسیلہ سے گنہگاروں کی مغفرت مانتے ہیں۔
(۵) شیخ عطار فرید الدین قدس سرہ ہند نامہ عطار میں فرماتے ہیں۔

آنکہ آمدنہ فلک معراج اور انبیاء و اولیاء محنہاج اور

یعنی نبی ﷺ وہ شان والے ہیں کہ نو آسمانوں کی معراج فرمائی اور تمام نبی ولی حضور ﷺ کو سارے نبیوں اور ولیوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔
(۶) مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر نام محمد را از آرد حق شفیع احمد
نہ آدم یافتہ توبہ نہ نوح از غرق نجینا
اگر حضور ﷺ کے نام کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام نہ کرتے تو ان کی توبہ کبھی قبول نہ ہوتی۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ نہ پکڑتے تو غرق سے نجات نہ پاتے معلوم ہوا کہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ حضور ﷺ کو قبول دعا کا اور آفات سے بچنے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

(۷) مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

اے بسادر گور خفہ خاک دار
بہ زار صد احیاء بنفع و انتشار
سایہ او بود و خاکش سایہ مند
صد مزاد از زندہ در سایہ دے اند
بہت سے قبروں میں سونے والے بندے ہزاروں زندوں سے زیادہ نفع پہنچاتے ہیں ان کی قبر کی خاک بھی لوگوں پر سایہ فلک ہے
لاکھوں زندے ان قبر والوں کے سایہ میں ہیں۔

معلوم ہوا کہ مولانا قدس سرہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کو وفات کے بعد زندوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۸) درود تاج شریف جو تمام اولیاء و علماء کا درود و تکلیف ہے اس میں ہے وسیلتنا فی الدارین۔ نبی ﷺ دنیا و آخرت میں ہمارے وسیلہ ہیں۔

(۹) مثنوی شریف میں مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

پیر را بگزیس کہ ہے پیرا میں سفر
مست بس ہر آفت و خوف و خطر
چوں گرفتاری پیر میں تسلیم شو
ممجور موسیٰ زہر حکم خضر در
اگرچہ کشتی ہشکند تو در مزین
اگرچہ طفلے را کشد تو مومر کن
یعنی پیر پکڑ لو کیونکہ آخرت کا سفر بغیر پیر کے بہت خطرناک ہے اور جب پیر اختیار کرو تو اس کے تابع فرمان ہو جاؤ جیسے موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے کہ اگر پیر کشتی کو توڑ دے تو دم نہ مارو۔ اگر بچہ کو بلا قصور قتل کر دے تو اعتراض نہ کرو۔

معلوم ہوا کہ پیر کا وسیلہ پکڑنا مولانا کے نزدیک لازم ہے۔

(۱۰) شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مہسندار سعدی کہہ دلا صفا تو اس یافت جز درینے مصطفیٰ
اے سعدی یہ خیال بھی نہ کرنا کہ حضور ﷺ کی پیروی کے بغیر تم راہ ہدایت پاسکو گے یعنی ایمان لانے اور اعمال کرنے کے بعد بھی
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کی ہر جگہ ضرورت ہے۔

(۱۱) حنفیوں کے معتبر عالم ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نزہۃ الخاطر الفاطری فی ترجمۃ شیخ عبدالقادر صنفہ ۶۱ میں فرماتے ہیں کہ
حضور غوث پاک نے فرمایا۔

من استغاث بی فی کربۃ کشف عنہ ومن نارانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی
اللہ فی حاجتہ قضیت۔

یعنی جو کوئی مصیبت میں مجھ سے مدد مانگے تو وہ مصیبت دور ہوگی اور جو کوئی تکلیف میں میرا نام لے کر پکارے تو تکلیف رفع ہوگی۔
(نزہۃ الخاطر الفاطری ص ۶۱ سنی دارالاشاعت فیصل آباد)
اس کے بعد مولانا علی قاری نماز غوثیہ کی ترکیب بتا کر فرماتے ہیں۔ اس کا بارہا تجربہ کیا گیا۔ صحیح ثابت ہوا۔ ملا علی قاری حضور غوث
پاک کا وسیلہ پکڑ کر فرماتے ہیں کہ درست ہے اور حضور غوث پاک اپنا وسیلہ پکڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ یہ ملا علی قاری وہ بزرگ ہیں جن کو
دیوبندی وہابی بڑے زور شور سے مانتے ہیں۔

(۱۲) شامی شریف کے مقدمہ میں ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

انی لا تبرک بابی حنیفۃ واجبی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وسالت اللہ عند
قبرہ فتقضی سربعا۔

یعنی میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں۔ جب مجھ کو کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو
میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر رب سے دعا کرتا ہوں۔ تو فوراً حاجت پوری ہو جاتی ہے۔
(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۳۱ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)، (الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ص ۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۱
ص ۱۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)
مذہب کے اتنے بڑے امام یعنی امام شافعی رضی اللہ عنہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کو وسیلہ دعا بنا کر سفر کر کے وہاں آتے ہیں۔
اور ان کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔

(۱۳) حصین شریف کے شروع میں آداب دعا ارشاد فرمائے اس میں بحوالہ بخاری و بزار دعا کا ایک ادب یہ بیان فرمایا۔

وان يتوسل الی اللہ تعالیٰ بالانبیاء والصالحین من عبادہ۔

(حصین ص ۳۴ مطبوعہ مصر)

یعنی دعا مانگے انبیاء اور نیک بندوں کے وسیلہ سے

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا نام دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔

(۱۴) اس کی شرح میں شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خصوصاً حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین ﷺ کہ رجاء قبول
بطفیل وے اکثر اتم داد فریاد اکمل است و فعل انبیاء مرسلین و سیرت سلف صالحین است۔

یعنی خصوصیت سے حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اس میں قبولیت بہت زیادہ ہے اور
گزشتہ پیغمبروں اور بزرگوں کی یہ سنت ہے اس جگہ شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا قصہ بیان کرتے ہیں

کہ حضور ﷺ کی طفیل سے قبول ہوئی۔

(۱۵) اس کی شرح الحرمز الوصلین میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

من المنة ویات یعنی وسیلہ مستحب ہے۔

(۱۶) فقہاء فرماتے ہیں کہ استسقاء یعنی بارش مانگنے کی نماز میں جب جائیں تو شیر خوار بچوں کو ماؤں سے علیحدہ کر دیں اور جانوروں کو ساتھ لے جائیں کہ ان کے وسیلہ سے دغا ہو اور بارش ہو دیکھو عالمگیری شامی جو ہرہ وغیرہ۔

دیکھو بارش مانگنے کے لیے جانوروں اور بچوں کا وسیلہ اختیار کیا گیا۔

(۱۷) سلطان محمود غزنوی جب سومات کے حملہ میں گھر گیا تو آپ نے شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے جبہ کو سامنے رکھ کر دعا کی۔ کہ مولا! اس کے وسیلہ سے فتح دے۔ اور ایسی فتح پائی کہ آج تک مشہور ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جبہ اسی لیے دیا تھا۔ جو وسیلہ ثابت ہوا۔

حاشیہ..... ☆

امام ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وقبر ابی ایوب قرب سورھا معلوم..... يستسقون به فيسقون۔

ترجمہ: حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر قلعہ کی فصیل کے قریب ہے اور سب کو معلوم ہے کہ وہاں پہنچ کر لوگ بارش کے لیے دعا کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۱ ص ۲۰۵ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یا ابا عبد اللہ استقبل القبلة وادعوا ام استقبل رسول اللہ ﷺ؟ فقال ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله تعالى يوم القيامة؟ بل استقبله واستشفع به جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما۔

ترجمہ: اے ابو عبد اللہ کیا میں (زیارت نبوی کے وقت) دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوں یا حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رضی اللہ عنہ نے جواب دیا (اے امیر!) تو حضور نبی اکرم ﷺ کی جانب سے منہ کیوں پھیرتا ہے حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جد علی حضرت آدم علیہ السلام کے لیے روز قیامت وسیلہ ہیں؟ بلکہ تو آپ ﷺ کی جانب متوجہ ہو (کر مناجات کر) اور آپ ﷺ کی شفاعت کا طالب ہو کہ آپ ﷺ اللہ کے سامنے تیری شفاعت فرمائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

(الشفاء ج ۲ ص ۵۹۶ مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان)

امام ابوالقاسم قشیری متوفی ۳۶۵ھ امام معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

كان من المشايخ الكبار الدعوة يستشفى بقبره يقول البغداديون قبر معروف تریاق مجرب۔
ترجمہ: آپ بزرگ ترین مشائخ میں سے تھے۔ آپ کی دعا قبول ہوتی تھی۔ آج بھی آپ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر شفا

یابی کی دعا کی جاتی ہے۔ اہل بغداد کہتے ہیں۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مجرب اکسیر ہے۔

(الرسالة القشيرية ص ۳۱)، (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مفتی المصنف ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)۔

اقوال مخالفين

دیوبندیوں کے پیشوا بھی وسیلہ پر عقیدہ رکھتے تھے ہم وہ بھی پیش کرتے ہیں

(۱) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نیل الشفاء نعل مصطفیٰ میں فرماتے ہیں کہ فی زمانہ کثرت معاصی کی وجہ سے ہم پر بلیات کا ہجوم ہے اور دل و زبان کی کیفیت خراب ہونے کی وجہ سے تو یہ استغفار قبول نہیں ہوتی۔ البتہ اگر کوئی وسیلہ قوی ہو تو اس کی برکت سے حضور قلب بھی میسر ہو سکتا ہے اور امید قبول بھی ہے۔ منجملہ ان وسائل کے بہ تجربہ بزرگان نقشہ نعل مقدسہ حضور سرور عالم فخر دو عالم ﷺ نہایت قوی البرکات اور سرلیج الاثر پایا گیا ہے۔

غور کیجئے مولوی صاحب نے نبی ﷺ کی تعلیم شریف کے نقشہ کو جو ہم خود کھینچ لیتے ہیں۔ قبول دعا کے لیے بہترین وسیلہ بتایا۔ تو جس شہنشاہ کے جوتوں شریف کا نقشہ قبول دعا کا وسیلہ ہے تو خود نعل شریف کیسا وسیلہ ہوگا۔ اور پھر اس جوتہ شریف کو پہننے والا اللہ کا پیارا معراج والا تخت و تاج والا کس درجہ کا وسیلہ ہوگا۔ بے کسوں کا کس ہے اور بے بسوں کا بس ﷺ۔

حاشیہ.....☆

مشہور محدث ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۵۴ھ حضرت امام علی رضا بن موسیٰ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے بارے میں اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ما حلت بی شدة فی وقت مقامی بطوس وزرت قبر علی بن موسی الرضا صلوات اللہ علی جدہ وعلیہ ودعوت اللہ تعالیٰ ازلتھا عنی الا استجیب لی وزالت عنی تلك الشدة وهذا شئی جربتہ مراراً۔

ترجمہ: شہر طوس قیام کے دوران جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی اور حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری دے کر خدا تعالیٰ سے وہ مشکل دور کرنے کی دعا تو وہ ضرور قبول ہوئی اور مشکل دور ہو گئی۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسے میں نے بارہا آزمایا ہے۔

(کتاب الثقات ج ۸ ص ۳۵۷ برقم ۱۳۳۱ مطبوعہ)

علامہ احمد بن احمد طحاوی متوفی ۲۳۱ھ لکھتے ہیں۔

ذكر لبعض العارفين ان الادب في التوسل ان يتوسل بالصالحين الى رسول الله ﷺ ثم به الى حضرة الحق عز وجل وتعاضمت اسماؤه فان مراعاة لواسطة عليها مدار قضاء الحاجات۔

ترجمہ: بعض عرفاء نے بیان کیا ہے کہ توسل کے آداب سے مراد یہ ہے کہ (جب آپ حضور نبی اکرم ﷺ کے مزار اقدس پر حاضری دے کر صلوٰۃ و سلام عرض کریں تو پھر آپ کو یہ کرنا مناسب ہے کہ) ان دونوں خلفاء کو جناب رسول اللہ ﷺ کی جناب میں اور پھر آپ ﷺ کو بلند اور عظیم ناموں والے اللہ عز وجل کی جناب میں وسیلہ بنا کر دعا مانگیں کیونکہ واسطہ کی مراعات پر قضاء حاجات کا دار و مدار ہے۔ (حاشیہ طحاوی علی مرآۃ الفلاح ج ۱ ص ۲۶۰)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۳۰۶ھ اللہ عز وجل کی بارگاہ میں حضور نبی کریم ﷺ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔

وانی اسالہ تعالیٰ متوسلاً الیہ بنبیہ المکرم ﷺ وباہل طاعته من کل ذی مقام علی معظم وبقدرتنا الامام الاعظم ان یسهل علی ذلک من انعامہ ویعیننی علی اکمالہ واتمامہ۔

ترجمہ: میں حضور نبی اکرم ﷺ کو اور عالی مرتبت فرمانبردار بندوں کو اور خاص طور پر ہادی برحق امام اعظم رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر اللہ عز وجل کی بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنے احسان سے مجھ پر یہ مشکل آسان کر دے اور اس کے اکمال و اتمام کے لیے میری مدد فرمائے۔ (رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۴ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

(۲) یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین مبارک سے وسیلہ پکڑنے کا طریقہ یوں بیان کرتے ہیں۔
اس نقشہ کا باادب اپنے سر پر رکھے اور تہضرع تمام جناب باری میں عرض کرے کہ الہی جس مقدس پیغمبر ﷺ کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لئے ہوئے ہوں ان کا ادنیٰ درجہ کا غلام ہوں۔ الہی اسی نسبت غلامی پر نظر فرما کر برکت اسی نقشہ نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرما۔ پھر فرماتے ہیں پھر سر پر سے اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بہت سے بوسے دے۔

(۳) یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین شریف کی برکات اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ اسی نقشہ کی آزمائی ہوئی برکت یہ ہے کہ جو شخص تبرکاً اس کو اپنے پاس رکھے۔ ظالموں کو ظلم سے دشمنوں کے غلبہ سے شیطان سرکش سے حاسد کی نظر بد سے امن و امان میں رہے اگر حاملہ عورت دروزہ کی شدت میں اس کو اپنے دامن ہاتھ میں رکھے۔ بفضلہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان ہو جائے۔
موجودہ دیوبندی حضرات اپنے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب کی عبارتیں غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ مولوی صاحب مذکور نے کس دھڑلے سے حضور اقدس ﷺ کے نعل شریف کے نقشہ کو وسیلہ مانا ہے اور لوگوں کو اس کا حکم دیا ہے بلکہ آخر کتاب میں فرماتے ہیں اور اس کو وسیلہ برکت سمجھیں کتاب کے آخری صفحہ پر اسی نعل شریف کا نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے۔

(۴) مولوی اشرف علی صاحب کے خلیفہ مولوی عبدالمجید صاحب نے مناجات مقبول کے آٹھوں حزب میں جس کا انہوں نے اضافہ کیا ہے یہ اشعار لکھے۔

ہیں جو تیرے بندہ خاص اے غنی مولوی اشرف علی تھانوی

اس کے صدقہ میں دعا مقبول کر یہ مناجات التجا مقبول کر

دیکھئے اپنے پیر کے توسل سے دعا قبول کر رہے ہیں یہ ہے پیر کا وسیلہ۔

(۵) مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند قصائد قاسمی میں نبی ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرۃ طاعت بنے گا کون ہمارا دسوا ترے غمخوار

دیکھو! مولوی محمد قاسم صاحب نبی ﷺ پر بھروسہ رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

براہوں بدہوں گنہگار یوں پر تیرا ہوں ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں میں ناہنجار

(قصائد قاسمی ص ۵-۷-۸)

(۶) مولوی اسماعیل صاحب صراط مستقیم دوسری ہدایت میں صفحہ ۶۰ میں فرماتے ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت حاصل ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت و قطبیت بلکہ وغو شہیت و ابدالیت اور انہیں جیسے باقی خطابات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کے وساطت سے ہوتے ہیں اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

(صراط مستقیم ص ۶۰ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند انڈیا)

اسی عبارت میں مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دنیا کی نعمتیں جیسے بادشاہت و امارت اور آخرت کی نعمتیں جیسے ولایت و غو شہیت سب کو ملتی ہیں۔

(۷) مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب شیم الطیب ترجمہ شیم الحبيب میں حسب ذیل اشعار تحریر فرماتے ہیں۔

دھگیری کیجئے میری نبی!
جز تمہارے کہاں ہے میری پناہ
کفکش میں ہوں تم ہی میرے ولی
ابن عبد اللہ! زمانہ ہے خلاف
فوج کلفت مجھ پہ آغالب ہوئی
اے مرے مولا خبر لیجئے مری
اسی کتاب میں مولوی صاحب مثنوی شریف کا یہ شعر بھی نقل کرتے ہیں۔

نور احمد چوں حصول شد حصین
یعنی جب محمد ﷺ کا مبارک نام مضبوط قلعہ ہے تو اس روح امین کی ذات مبارک کیسی ہوگی۔
پس چہ باشد ذات آن روح الامیں

(نشر الطیب فی ذکر ابن الحبيب ص ۱۸۶ مطبوعہ امچ ایم سعید کمپنی کراچی)

(۸) شاہ ولی اللہ صاحب کشف قبور کے عمل میں تحریر فرماتے ہیں بعد ہفت کرہ طواف کند دوران تکبیر بخواند و آغاز از راست کند و بعد بطرف رخسار نہد۔ اس کے بعد قبر کا سات چکر طواف کرے اور اس طواف میں تکبیر کہے دائیں سے شروع کرے بعد میں قبر کی بائیں طرف اپنا رخسار رکھے۔

اس عبارت کو مولوی اشرف علی تھانوی نے کتاب حفظ الایمان میں نقل فرما کر اس عمل کے جائز ثابت کرنے کی کوشش کی۔
ان مذکورہ بالا عبارات سے پتہ لگا کہ بزرگوں کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے ان کا نام بلکہ ان کی قبروں کی مٹی بھی وسیلہ ہے۔
(۹) شاہ ولی اللہ صاحب القول الجلیل میں مرید کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
ثم يتلو الشيخ هاتين الايتين يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة۔
یعنی پھر مرشد مرید کرتے وقت یہ دو آیتیں پڑھے پہلی آیت ہے۔

يا ايها الذين امنوا اتقوا الله اور دوسری آیت وابتغوا اليه الوسيلة۔

اس کی اردو شرح میں مولوی خرم علی صاحب دہانی کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ دوسری آیت وابتغوا اليه الوسيلة میں وسیلہ سے مراد مرشد کی بیعت ہے آگے کہتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے مراد ایمان لیجئے اس واسطے کے خطاب اہل ایمان سے ہے۔ چنانچہ یا ايها الذين امنوا اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ اتقوا الله میں داخل ہے اس واسطے کہ تقویٰ عبادت ہے اقبال اور اجتناب نواہی سے اس واسطے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت بین المعطوف والمعطوف علیہ ہے اس عبارت میں صاف طور پر مان لیا کہ وابتغوا اليه الوسيلة سے مراد نہ ایمان کا وسیلہ نہ اعمال بلکہ مرشد کا وسیلہ مراد ہے ورنہ معطوف و معطوف علیہ کا فرق نہ ہوگا۔

(۱۰) مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندیوں کے شیخ الہند اپنے مرشد مولوی رشید احمد صاحب کے مرثیہ میں لکھتے ہیں۔

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلایق کے
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی
مرے مولے مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

(مرثیہ ص ۸-۹ مطبوعہ کتب خانہ رحیمہ دیوبند)

مولوی صاحب اپنے مرشد کو جسمانی و روحانی حاجت روا اور انہیں خلقت کا مربی مانتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے۔

عقلی دلائل

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے حسب ذیل دلائل سے۔

(۱) رب تعالیٰ غنی اور ہم سب فقیر جیسا کہ ارشاد تعالیٰ ہے۔ واللہ الغنی وانتم الفقراء اور وہ غنی ہمیں بغیر وسیلہ کے کوئی نعمت نہیں دیتا۔ ماں باپ کے وسیلہ سے جسم دیتا ہے استاد کے ذریعہ علم پیر کے ذریعہ سے ایمان۔ مالداروں کے ذریعہ سے دولت فرشتہ کے ذریعہ سے شکل ملک الموت کے ذریعہ سے موت۔ غرضیکہ کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں دیتا۔ تو ہم فقیر محتاج ہو کر بغیر وسیلہ کے اس سے کیسے لے سکتے ہیں۔ وہ داتا اور غنی اور ہم منگتے اور فقیر اگر ہم نے بغیر وسیلہ اس سے لے لیا تو اس سے بڑھ گئے۔

(۲) دنیا اولیٰ اور تھوڑی ہے۔ آخرت اعلیٰ اور زیادہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل متاع الدنیا قليل اور فرماتا ہے والاخرة خیر وابقیٰ جب دنیا حقیر چیز بغیر وسیلہ نہیں ملتی تو آخرت جو دنیا سے اعلیٰ ہے بغیر وسیلہ کیونکر مل سکتی ہے اس لئے قرآن وایمان دینے کے لیے پیغمبر ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ (۳) ہمارے اعمال کی مقبولیت مشکوک ہے اور نبی ﷺ واولیاء اللہ کی مقبولیت یقینی ہے جب مشکوک اعمال وسیلہ بن سکتے ہیں تو یقینی طور پر مقبول بندے بدرجہ اولیٰ وسیلہ ہیں۔

(۴) اعمال صالحہ وسیلہ ہیں رب سے ملنے کا۔ اور اعمال کا وسیلہ انبیاء اولیاء علماء تو یہ حضرات وسیلہ کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ بھی وسیلہ ہے۔ لہذا یہ حضرات بھی وسیلہ ہیں۔

(۵) حضور اقدس ﷺ سے پہلے تین سو سال تک خانہ کعبہ میں بت رکھے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس سے کعبہ پاک و صاف کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ کعبہ معظمہ جو خدا تعالیٰ کا گھر ہے وہ بھی بغیر وسیلہ مصطفیٰ ﷺ پاک نہ ہو سکا تو تمہارے دل بغیر اس ذات کریم کے وسیلہ کے ہرگز پاک نہیں ہو سکتے۔

(۶) اسلام میں پہلے بیت المقدس قبلہ تھا۔ پھر حضور سرکارِ دو عالم کی خواہش پر کعبہ معظمہ قبلہ بناتا کہ معلوم ہو کہ وہ قبلہ جو ہزار ہا عبادات کی صحت کا وسیلہ ہے وہ بغیر حضور ﷺ کے قبلہ نہ بن سکا لہذا تمہارا کوئی کام بغیر وسیلہ مصطفیٰ ﷺ مقبول نہیں ہو سکتا۔

(۷) رب فرماتا ہے۔ وكونوا مع الصّٰدقین۔ بچوں کے ساتھ رہو اور سارے سچے اولیاء علماء وسیلہ کے قائل رہے لہذا وسیلہ کا ماننا ہی سچا راستہ ہے۔

(۸) شیطان نے ہزاروں برس بغیر وسیلہ والی عبادات کیں مگر وہ وسیلہ والا ایک سجدہ نہ کیا تو مردود ہو گیا ملائکہ نے وسیلہ والا سجدہ کر کے محبوبیت پائی۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ والی عبادت تھوڑی بھی ہو تو بھی مقبول بارگاہ الہی ہے۔

(۹) قیامت میں سب سے پہلے تلاش وسیلہ کی ہوگی پھر دوسرے کام یعنی بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کے رب تعالیٰ کوئی کام شروع نہ فرمائے گا۔ تاکہ معلوم ہو کہ آخرت میں ہماری عبادتیں ختم ہو جائیں گی مگر وسیلہ پکڑنا وہاں بھی باقی ہے۔

(۱۰) اگر بغیر وسیلہ عبادات درست ہوتیں تو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ نہ ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ توحید بھی وہی معتبر ہے جو حضور ﷺ کے وسیلہ سے مانی جاوے عقلی توحید کا اعتبار نہیں۔ کلمہ طیبہ کے پہلے جز میں توحید ہے اور دوسرے جز میں وسیلہ توحید۔

(۱۱) نماز التحیات سے اور درود شریف سے مکمل ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکات نام کے بغیر نماز بھی نہیں ہوتی۔ جو اصل عبادت ہے۔

(۱۲) قبر میں مردہ سے تین سوال ہوتے ہیں۔ پہلا سوال توحید کا اور دوسرا دین کا۔ مگر ان دونوں سوالوں کے جواب درست دینے پر بھی بندہ کامیاب نہیں ہوتا اور جنت کی کھڑکی نہیں کھلتی۔ سوال تیسرا یہ ہوتا ہے۔ ما کنت تقول فی حق هذا الرجل تو اس کالی زلفوں والے ہرے گنبد والے محبوب کو کیا کہتا تھا؟ دیکھ یہ تیرے سامنے جلوہ گر ہیں۔ حضور کا فرما ہر دار بندہ جواب دیتا ہے کہ یہ میرے رسول میرے نبی ہیں اور میں ان کا امتی ہوں۔

تکبر واپس پچھتا ہوں ان کو یہ میرے مولا یہ میرے داتا

مگر تم ان سے تو پوچھو اتنا یہ مجھ کو اپنا بتا رہے ہیں

تب بندہ پاس ہوتا ہے اور آواز آتی ہے۔ صدق عبدی افتحو الہ باباً من الجنة میرا بندہ سچا ہے اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ کے بغیر قبر میں بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ وہاں اعمال کا ذکر نہیں ہوتا اعمال کا ذکر تو قیامت میں ہوگا۔

(۱۳) دنیا آخرت کا نمونہ ہے کہ یہاں سے حالات دیکھ کر رہاں کا پتہ لگاؤ۔ کہ ایسے ہی وہاں بھی ہوگا۔ اس لئے قرآن کریم میں دنیا کے حالات سے آخرت پر استدلال کیا گیا ہے۔ دنیا میں اصل فیض دینے والا ایک ہوتا ہے اور اس سے پہلا فیض لینے والا بھی ایک ہی ہوتا ہے پھر وسیلہ کے ذریعہ یہ فیض اوروں تک پہنچتا ہے۔ بادشاہ ایک اس کا وزیر ایک پھر حکام کے ذریعہ اس کے احکام رعایا تک پہنچتے ہیں سورج ایک اس کا وزیر اعظم چاند بھی ایک پھر اس سے فیض لیتے ہیں بے شمار تارے درخت کی جڑ ایک اور اس کا تنہ ایک پھر گدے چند اور شاخوں سے ٹکڑوں اور پتے ہزاروں ان ہزاروں پتوں میں جڑ کا فیض تنے اور گدوں اور شاخوں کے وسیلہ سے پہنچتا ہے انسان کا دل جو گویا جسم کا بادشاہ ہے وہ ایک اس دل کا وزیر اعظم جگر ایک۔ پھر بہت سی رگیں وسیلہ کے طور پر جسم میں پھیلی ہوئی ہیں جن سے جسم کا ہر حصہ دل کا فیض لیتا ہے۔

پس اس طرح رب تعالیٰ شہنشاہ اعلیٰ احکم المحاکمین ایک اور محبوب اعظم حضور ﷺ بھی ایک۔ جو رب تعالیٰ سے فیض لیتے ہیں۔ پھر اولیاء علماء وسیلہ کی طرح عالم میں پھیلے ہوئے ہیں جن کے ذریعہ رب کا فیض عالم کے ذرہ ذرہ میں پھیل رہا ہے ان وسائل کو چھوڑنے والا کا فیض عالم کے ذرہ ذرہ میں پھیل رہا ہے ان کو چھوڑنے والا رب کا فیض حاصل نہیں کر سکتا۔

(۱۴) جب کمزور قوی سے فیض لینا چاہے تو درمیان میں ایسے وسیلہ کی ضرورت ہوتی ہے جو قوی سے فیض لینے اور کمزوروں کو فیض دینے پر قادر ہو۔ اگر روٹی کو گرم کرنا ہے تو درمیان میں توے کی ضرورت ہے اور اگر سورج کو دیکھنا ہے تو بیچ میں اس ٹھنڈے شیشہ کی ضرورت ہے سورج کی تیز شعاعوں کو ٹھنڈا کر کے آنکھ کے دیکھنے کے قابل بنادے۔ اللہ تعالیٰ قوی ہے۔ ان اللہ قوی عزیز اور تمام بندے کمزور اور ضعیف خلق الانسان ضعیفا۔ ناممکن تھا کہ کمزور اور ضعیف بندہ بلا واسطہ غالب قوی رب سے فیض لے لیتا۔ روٹی تارے بلا واسطہ فیض لینے سے مجبور و معذور ہے تو ہم کمزور نور مطلق سے فیض لینے سے معذور ہیں اسی لئے خالق و مخلوق۔ رب و مربوب کے درمیان ایک ایسے برزخ کبریٰ کی ضرورت تھی جو رب سے فیض لینے اور مخلوق کو فیض دینے پر قادر ہو اور رب اعلان کرے۔ وما ینطق عن الہوی ان هو الا وحی یوحی۔ نبی کا کلام رب کا فرمان ہوتا ہے اور وہ برزخ کبریٰ انما انا بشر مثکم کہہ کر بندوں کو اپنی طرف مائل فرمائے کہ اے لوگو گھبراؤ نہیں میں تم جیسا ہی بشر ہوں فرشتہ یا جن وغیرہ کی جنس سے نہیں ہوں اسی وسیلہ عظمیٰ کا نام محمد مصطفیٰ ہے ﷺ۔

اور اللہ سے واصل اور مخلوق میں شامل خواص اسی برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدوکا

(۱۵) اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ پکڑنا برا اور ناجائز ہے تو نماز بھی منع ہونی چاہیے کیونکہ بالغ مردہ کے لئے ہم وسیلہ بن کر دعا اللهم اغفر لحیننا ومیتنا (سنن الترمذی ج ۳ ص ۳۴۳ رقم الحدیث ۱۰۲۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) اور نابالغ مردہ کو ہم اپنا وسیلہ بناتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔

اللهم اجعله لنا فرطاً واجعله لنا اجراً وذنباً واجعله لنا شافعاً ومشفعاً۔

خدايا اس بچہ کو قیامت میں ہمارا پیش رو بنا کر ہمیں جنت میں لے جاوے اور ہمارے لئے ثواب کا وسیلہ اور نیکی کا ذخیرہ بنا اور اسے ہمارا سفارشی بنا نماز جنازہ وسیلہ پر ہی قائم ہے۔

(۱۶) مسجد نبوی شریف میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار ہے کیوں؟ کیا دوسری مسجد میں خدا کا گھر نہیں ہیں؟ صرف اسی لئے یہ ثواب بڑھا کہ اس میں حضور مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکارِ دو عالم ﷺ آرام فرما رہے ہیں اسی طرح مسجد بیت المقدس میں کئی ہزار پیغمبر جلوہ گر ہیں کعبہ میں بھی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ۔ اس لئے کہ وہ حضور پر نور ﷺ کا مقام پیدائش ہے اور وہاں بیت اللہ چاہ زمزم اور مقام ابراہیم ہے ان کے وسیلہ سے ثواب زیادہ ہو گیا وسیلہ والی عبادت کا درجہ زیادہ ہے۔

(۱۷) اور مسجدوں میں پہلی صفوں کا درجہ زیادہ مگر مسجد نبوی میں تیسری صف کا ثواب بڑھ کر۔ اور مسجدوں میں صف کا دابنا حقہ افضل مگر مسجد نبوی شریف میں صف کا باباں حصہ افضل کیوں؟ اس لئے کہ تیسری صف روضہ شریف سے قریب تر ہے جیسے جسم میں دل۔ اب بائیں طرف کھڑے ہونے میں روضہ پاک سے زیادہ قریب ہوگا اور جتنا زیادہ قریب اتنا ثواب زیادہ۔ معلوم ہوا کہ حضور کی ذات بابرکات مقبولیت کے لئے وسیلہ عظمیٰ ہے ﷺ۔

(۱۸) بزرگوں کا وسیلہ اور نبی ﷺ کا علم غیب یہ ایسے مسائل ہیں جن کے مسلمان تو کیا۔ کفار منافقین بلکہ جانور بھی قائل تھے۔ دیکھو فرعون پر جب عذاب آتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرتا تھا ابو جہل وغیرہ کفار قحط اور دیگر مصیبتوں میں حضور سرور کونین ﷺ کے پاس دعا کے لئے آتے تھے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

وقالوا یا ایہا الساحر ادع لنا ربک بما عہد عندک لئن کشفنا عنا الرجز لئن

فرعون نے ڈوبتے وقت کہا۔ امنت برب موسیٰ و ہارون جانور مصیبت میں حضور ﷺ کے پاس فریاد لاتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ فریاد رس ہی سرکارِ دو عالم ﷺ ہیں۔

(۱۹) اگرچہ ریل ساری لائن سے گزرتی ہے مگر ملتی اسٹیشن پر ہی ہے۔ ایسے ہی رب کی رحمت کے اسٹیشن انبیائے کرام اور اولیائے عظام ہیں اس لئے ان کے پاس جاؤ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاء ولد الخ یہی وسیلہ ہے۔

(۲۰) بادشاہ کی خاطر عمدہ جگہ اعلیٰ ہو اور دیگر تکلفات کا انتظام ہوتا ہے جو بادشاہ کے پاس آکر بیٹھ جاوے تو وہ بھی ان چیزوں سے فائدہ اٹھا لیتا ہے ایسے ہی جہاں اللہ تعالیٰ کے پیارے ہوتے ہیں وہاں رب کی رحمت کے پنکھے چلتے ہیں جو ان کی بارگاہ میں اخلاص سے حاضر ہو جاوے وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ یہی وسیلہ ہے اسی لئے بزرگوں کے مزارات کے پاس گنہگار اپنی قبریں بنواتے ہیں مسجدیں تیار کراتے ہیں۔ وہ عبادت کرتے ہیں تاکہ ان کی طفیل بخشش ہو اور نماز زیادہ قبول ہو۔

(۲۱) اگر معمولی کام کا تعلق پیغمبر سے ہو جاوے تو اچھا بن جاتا ہے اور اگر اچھے کام کا تعلق پیغمبر سے نہ ہو تو برا ہو جاتا ہے۔ نفس اور نام کے لئے لڑنا فساد کہلاتا ہے اور حضور مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کے لئے لڑنا جہاد کہلاتا ہے فساد گناہ اور جہاد اعلیٰ عبادت ہے قاتل اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے قریباً ایک قسم کا تصور ہوا۔ لیکن قاتل کے تصور کی بنا عورت کی محبت تھی اور ان کے تصور کی بنا نبی کی محبت پر یہ چاہتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کو علیحدہ کراؤ تو حضرت یعقوب علیہ السلام ہم سے محبت کریں گے لہذا یہ نتیجہ میں یہ فرق ہے کہ قاتل تو مرد درمرا۔ اور یہ لوگ محبوب بن گئے کہ انہیں تاروں کی شکل میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا معلوم ہوا کہ وسیلہ پیغمبر اعلیٰ چیز ہے۔

دوسرا باب

وسیلہ اولیاء اللہ پر اعتراضات و جوابات

ساری امت مصطفیٰ ﷺ کا اتفاق رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑا جاوے جیسے پہلے باب میں گزر چکا ہے مگر اب آخر زمانہ میں ایک محمد ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم نے وسیلہ اولیاء اللہ کا انکار کیا علمائے دین نے ابن تیمیہ کو گمراہ اور گمراہ کن فرمایا ہے موجودہ زمانہ کے وہابی دیوبندی ابن تیمیہ کی پیروی میں وسیلہ کے منکر ہو گئے اب چونکہ اسی مسئلہ پر زور ہے۔ اس لیے ہم اس باب میں ان کے تمام ان دلائل کا جواب دیتے ہیں جواب تک وہ پیش کر سکے ہیں بلکہ عام وہابی دیوبندیوں کو یہ اعتراضات معلوم ہی نہیں ہوتے جو ہم ان کی وکالت میں بنا کر جواب دیتے ہیں رب تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

بعض دیوبندی تو وسیلہ اولیاء اللہ کے مطلقاً منکر ہیں اور بعض وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ ہونے کے منکر ہیں اور زندہ ولیوں کے وسیلہ کے قائل ہیں ہم دونوں کے دلائل اور جواب عرض کرتے ہیں۔

اعتراض (۱)..... رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر۔

یعنی تمہارا مددگار خدا کے سوا کوئی نہیں۔ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ مددگار ہے اور کسی کو وسیلہ بنانا ایک طرح مددگار بنانا ہے یہ شرک ہے۔
جواب:- اس کے تین جواب ہیں ایک یہ کہ من دون اللہ سے مراد ہے خدا تعالیٰ کے مقابل ہو کر یعنی اگر رب تمہیں عذاب دینا چاہے تو کوئی خدا کے مقابل اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ لہذا اولی اللہ کا وسیلہ درست ہے۔ رب فرماتا ہے۔ وان یخلفکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔ اگر رب تعالیٰ تمہیں رسوا کرنا چاہے تو تمہاری مدد کون کر سکتا ہے مسلمانوں کو رب پر ہی توکل کرنا چاہیے یہ آیت تمہاری پیش کردہ آیت کی تفسیر ہے دوسرے یہ کہ یہاں مدد سے مستقل مدد مراد ہے یعنی مستقل مدد رب تعالیٰ کی ہی ہے باقی وسیلوں کی مدد رب تعالیٰ کے اذن اور اسی کی اجازت سے ہے تیسرے یہ کہ اس سے مراد ہے اگر تم کفر اختیار کرو تو تمہارا مددگار کوئی نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے وما للظالمین من انصار۔ ظالموں یعنی کافروں کا کوئی مددگار نہیں اگر یہ مطلب نہ کئے جائیں تو بتاؤ اس آیت کے کیا معنی ہوئے۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وہم ذاکھون۔ یعنی اے مسلمانوں تمہارے مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں یہاں تین ذاتوں کو ولی فرمایا گیا نیز فرماتا ہے۔ والمؤمنون والمومنات بعضهم اولیاء بعض۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں بعض بعض کے مددگار ہیں ان میں ما سوا اللہ کی مدد کا ثبوت ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت میں ان کی نفی ہے تو ایسے معنی کرو جس سے تعارض پیدا نہ ہو۔

اعتراض (۲)..... رب تعالیٰ کفار کا کفر یہ عقیدہ بیان کرتا ہے ما نعبدوہم الا لیقربونا الی اللہ ذلفی۔ یعنی ہم نہیں پوجتے ان کو مگر اس لئے کہ ہمیں رب تعالیٰ سے قریب کر دیں معلوم ہوا کہ کفار بتوں کو خدا نہیں مانتے مگر خدا ہی کا وسیلہ سمجھتے تھے جسے شرک کیا گیا ہے لہذا کسی کو وسیلہ سمجھنا شرک ہے۔

جواب:- اس کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ وسیلہ ماننے کو رب نے کفر نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کے پوجنے کو شرک کہا فرمایا۔ نعبدوہم ہم اس لئے انہیں پوجتے ہیں کسی کو نہ چنا واقعی شرک ہے اگر کوئی عیسیٰ علیہ السلام یا کسی ولی کی عبادت کرے وہ شرک ہے۔

الحمد للہ مسلمان کسی وسیلہ کی پوجا نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ مشرکین نے بتوں کو وسیلہ بنایا جو خدا کے دشمن ہیں۔ مسلمان اللہ کے پیاروں کو وسیلہ سمجھتا ہے وہ کفر اور یہ ایمان دیکھو مشرک گنہگار پانی لاتا ہے تو مشرک اور مسلمان آب زمزم لاتے ہیں وہ مومن ہیں کیونکہ مسلمان آب زمزم کی اس سے تعظیم کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مجزہ ہے اور پیغمبر کی تعظیم ایمان ہے اسی طرح مشرک ایک پتھر کے آگے سر جھکاتا ہے وہ مشرک ہے آپ بھی کعبہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں بلکہ مقام ابراہیم کو سامنے لے کر حج میں نماز پڑھتے ہیں آپ مومن ہیں کیوں؟ اس لئے کہ کافر کے پتھر کو بت سے نسبت ہے اسی لئے وہ اس تعظیم سے کافر ہے اور ان چیزوں کو نبیوں سے نسبت ہے ان کی تعظیم عین ایمان ہے۔

دیوالی کی تعظیم مشرک ہے مگر رمضان اور محرم کی تعظیم ایمان ہے۔ تفسیر روح البیان شریف میں سورہ احقاف میں اتخذوا من دون اللہ قربانا الہیہ کی تفسیر میں فرمایا کہ وسیلہ دو قسم کا ہے وسیلہ ہدے اور وسیلہ ہوی۔ یعنی ہدایت کا وسیلہ اور گمراہی کا وسیلہ بنی۔ ولی الہام وحی ہدایت کا وسیلہ ہے اور بت شیطان و سو سے گمراہی کے وسیلے ہیں۔ آیت پیش کردہ ہیں وسیلہ ہوی کو اختیار کرنا کفر ہے وہی اس آیت میں مراد ہے۔

اعتراض (۳)۔۔۔۔۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ سو آء علیہم استغفرت لہم ام لم تستغفر لہم لن یغفر اللہ لہم برابر ہے کہ آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی دعا مغفرت کا وسیلہ نہیں۔ جب آپ کی دعا کا وسیلہ نہیں تو دیگر اولیاء کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہ اعتراض گجرات کے جاہل دیوبندی و ہابیوں کا ہے۔

جواب:- یہ آیت ان منافقین کے حق میں اتری ہے جو حضور ﷺ کے منکر تھے اور دیوبندیوں کی طرح براہ راست رب تک پہنچنا چاہتے تھے اسی آیت سے پہلے یہ ہے۔ واذا قیل لہم تعلقوا لیستغفر لکم رسول اللہ لو واروسہم ورایتہم یصدون وھو مستکبرون۔ جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں تو آپ سے یہ لوگ یعنی منافق منہ موڑ لیتے اور غرور کرنے ہوئے حاضری بارگاہ سے رک جاتے ہیں پھر فرمایا کہ اے محبوب جو آپ سے بے نیاز ہوں اور آپ اپنی رحمت سے ان کے لئے دعائے مغفرت کر بھی دیں ہم تو انہیں نہیں بخشیں گے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارے وسیلہ کے بغیر جنت میں جائے اس آیت سے تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ نفی۔ یہی قرآن مسلمانوں کے متعلق فرماتا ہے وصل علیہم اے نبی ﷺ آپ مسلمانوں کو دعا دیں۔ اگر حضور ﷺ کی دعا بے کار ہو تو اس کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔ جناب بات یہ ہے۔

باداں مکہ در لطافت طبعش خلاف نیست

درباغ لالہ دروید و در شورا یومر خس

بارش ہے تو فائدہ مند۔ مگر بد قسمت شورہ زمین اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتی۔ اس میں اس زمین کا اپنا قصور ہے نہ کہ بارش کا۔

اعتراض (۳)۔۔۔۔۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولا تصل علی احد منہم مات ابدًا ولا تقم عنی قبرہ۔

یعنی ان میں سے کسی کی آپ نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ان کی قبر پر اے ہوں۔

(سورہ التوبہ آیت نمبر ۸۴)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کی نعش کو اپنی قمیص پہنائی اور اس کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا۔ اور اس کے جنازہ کی نماز۔ پڑھی تب یہ آیت اتری جس میں نبی ﷺ کو ان کاموں سے منع فرمادیا۔ دیکھو حضور کی دعا نماز جنازہ قمیص پہنانا منہ میں لعاب ڈالنا سب بے کار گیا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اس کے اعمال خراب تھے معلوم ہوا کہ وسیلہ کوئی چیز نہیں۔

جواب:- اس کا جواب اس میں موجود ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ انہم کفروا باللہ ورسولہ وما نواوہم فسقون۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور کفر پر مر گئے اور وہ فاسق ہیں۔ معلوم ہوا کہ چونکہ وہ زندگی میں منافق تھا اور کفر پر موت ہوئی۔ اس لئے اس کے لئے کوئی وسیلہ مفید نہ ہوا وسیلہ مومنوں کے لئے ہیں کافروں کے لئے نہیں۔ اعلیٰ دوائیں بیماریوں کے لئے مفید ہیں۔ مردہ کے لئے نہیں اور گنہگار مومن کو یا بیمار ہے اور کافر اور منافق مردہ ہے۔

اعتراض (۵)۔۔۔۔۔ رب تعالیٰ قیامت کے بارے میں فرماتا ہے۔

یوم لا یبع فیہ ولا خلة ولا شفاعة اور کہیں فرماتا ہے فما تنفعہم شفاعة الشافعیین۔ یعنی اس دن نہ تجارت ہوگی نہ دوستی کا کام آئے گی نہ کسی کی سفارش۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں سارے وسیلے ختم ہو جائیں گے۔

جواب:- یہ سب آستیں کافروں کے لئے ہیں مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں اس لئے آگے رب تعالیٰ فرماتا ہے والکافرون ہم الظلمون۔ مسلمانوں کے لئے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض عدو الا المتقون۔

اس دن سارے دوست دشمن بن جائیں گے سوا پرہیزگاروں کے کفار کی آیت مومن پر پڑھنا بے دینی ہے نیز فرماتا ہے۔

یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔

اس دن مال و اولاد کام نہ آئے گی۔ سوا اس کے جو رب کے پاس سلامت دل لے کر آوے۔ معلوم ہوا کہ مومن کا مال و اولاد قیامت میں کام آویں گے۔

اعتراض (۶)۔۔۔۔۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلة وجاهدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح یعنی جنت پاؤ اس میں وسیلہ سے مراد اعمال کا وظیفہ ہے۔ نہ کہ بزرگوں کا۔ کیونکہ جن بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہو وہ خود اعمال کرتے ہیں۔

(سورہ المائدہ آیت نمبر ۳۵)

جواب:- اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آچکے تھے اگر وسیلہ سے بھی مراد اعمال ہوں تو آیت میں تکرار بے کار ہوگی۔ لہذا یہاں وسیلہ سے مراد بزرگوں کا وسیلہ ہے دوسرے یہ کہ اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو مسلمانوں کے بچے دیوانہ مسلمان اور وہ نو مسلم جو مسلمان ہوتے ہی مر گیا۔ ان کے پاس اعمال نہیں وہ کس کا وسیلہ پکڑیں تیسرے اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو شیطان کے پاس اعمال بے شمار تھے وہ اس کے لئے وسیلہ کیوں نہ بنے۔ چوتھے یہ کہ اگر اعمال ہی مراد ہوں تو اعمال بھی نبی کے وسیلہ سے حاصل ہوتے ہیں تو وہ حضرات اعمال کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ خود وسیلہ ہوتا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے اعمال بزرگوں کی نقل ہیں۔ (حج میں کنکر مارنا) حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نقل ہے۔ مفاد مردہ کے درمیان دوڑنا حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نقل ہے قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نقل۔ طواف میں اکڑ کر چلنا حضرت نبی کریم ﷺ کی نقل ہے۔ اس لئے ان اعمال پر ثواب ملتا ہے کہ یہ اچھوں کی نقل ہے اس کی نہایت نفیس تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو جس میں بیان کیا گیا ہے کہ روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ کلمہ غرضیکہ ہر عبادت کسی کی نقل ہے حدیث شریف میں ہے کہ جنت خالی رہ جائے گی۔ تو ایک جماعت جنت بھرنے کے لئے پیدا کی جاوے گی۔ بتاؤ اس جماعت نے کون سے اعمال کئے تھے۔

نوٹ ضروری

جنت کا داخلہ تین طرح ہوگا۔ کسی۔ وہی عطائی۔ کسی وہ جس میں جنتی کے عمل کو دخل ہو۔ جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے جزاء بما کانوا یعملون۔ جنت وہی وہ جو کسی بندے کی طفیل سے ملے اپنے عمل کو کوئی دخل نہ ہو۔ جیسے مسلمانوں کے ناپالغ بچے اور دیوانہ مسلمان کہ یہ جنتی ہیں۔ مگر بغیر اعمال جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ الحفناہم ذریتہم جنت عطائی وہ جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے کسی اور شے کو دخل نہ ہو جیسے جنت بھرنے کے لئے جو مخلوق پیدا ہوگی یا جو بغیر شفاعت جنت میں جائیں گے۔ جنہیں جہنمی کہا جاوے گا جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ رب تعالیٰ اپنا ایک قدرت کا لپ (چلو) جہنمی لوگوں سے بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا ایمان شرعی نہ تھا۔ مگر وسیلہ حضور ﷺ سب کو درکار ہے۔ غرضیکہ بغیر اعمال جنت مل سکتی ہے بغیر وسیلہ جنت ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔

اعتراض (۷)۔۔۔۔۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کی شفاعت فرمائی تو آپ سے فرمایا گیا یا نوح انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح۔ اے نوح! یہ آپ کے گھروالوں سے نہیں اس کے اعمال خراب ہیں معلوم ہوا کہ عمل خراب ہوتے پر نبی ولی وسیلہ نہیں۔

جواب:- جی ہاں اس کنعان کا عمل خراب یہ تھا کہ وہ نبی کا وسیلہ کا منکر تھا اور طوفان آنے پر وہ آپ کے دامن میں نہ آیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا یا نبی اربکب معنا ولا تکن مع الکفرین۔ یعنی اے بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جا۔ کافروں کے ساتھ نہ رہو۔ تو اس نے جواب دیا قال ساوی الی جبل یعصمنی من الماء میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا وہ مجھ کو پانی سے بچالے گا۔ اس لئے غرق ہو گیا۔ اب جو نبیوں کے وسیلہ کا منکر ہے وہ اس سے عبرت پڑے۔

اس آیت میں تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ انکار۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام کا وسیلہ قبول کر لیتا تو ہرگز غرق نہ ہوتا۔

اعتراض (۸)۔۔۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لئے دعا کرنا چاہی تو فرما دیا گیا۔

یا ابراہیم اعرض عن هذا انہ قد جاء امر ربك وانہم اتيہم عذاب غیر مردود۔

یعنی اے ابراہیم ان کے لئے دعا نہ کرو۔ ان پر عذاب آکر ہی رہے گا۔ دیکھو پیغمبر کی دعا غیر مقبول ہوئی۔

جواب:- قوم لوط کا فرقی اور کفار کے لئے کوئی وسیلہ مفید نہیں کیونکہ وہ نبی کے وسیلہ کے منکر ہوتے ہیں قرآن فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر سامری سے فرمایا۔ اذهب فان لك فی الحیوة ان تقول لا مساس۔ خبیث تجھے اپنی زندگی میں یہ نوبت پہنچ جائے گی کہ تو لوگوں سے کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی نہ چھوٹا حضرت کلیم اللہ صلوات اللہ علیہ وسلم کے منہ کی یہ نکلی ہوئی بات ایسی درست ہوئی کہ اس کے جسم میں یہ تاثیر ہو گئی کہ جو اس سے چھوٹا اسے بھی بخار ہو جاتا۔ اور خود سامری کو بھی۔ ان خدا تعالیٰ کے پیاروں کی زبان کا یہ عالم ہے۔

نوٹ ضروری

انبیاء علیہم السلام کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ہاں ان کی وہ دعائیں جن کے خلاف رب کا فیصلہ ہو چکا ہو اور قلم چلی چکا ہو۔ اگر پیغمبر ایسی دعا کریں تو انہیں سمجھا کر روک دیا جاتا ہے اس روکنے میں ان کی انتہائی عظمت کا اظہار ہوتا ہے یعنی اے پیارے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ناممکن ہو چکا ہے اور ہمیں یہ منظور نہیں کہ تمہاری زبان خالی جاوے لہذا تم اس بارے میں دعا ہی نہ کرو۔

سبحان الله! معترض نے جو دعائیں پیش کیں۔ وہ سب اسی قسم کی ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان دعاؤں کا پچھم برون کو ثواب مل جاتا ہے کیونکہ دعا مانگنا بھی عبادت ہے۔ اگرچہ قبول نہ ہو۔ اس لیے رب نے فرمایا۔ سو آء علیہم استغفرت لہم ام لم تستغفر لہم الخ آپ کا دعا کرنا یا نہ کرنا ان منافقوں کے لیے برابر ہے کہ ان کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ آپ کو ضرور ثواب مل جائے گا یہاں علیہم فرمایا علیک نہ فرمایا۔

اعتراض (۹)..... مشکوٰۃ شریف باب الائمہ اد میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ لا اغنی عنک من اللہ شیناً۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الائمہ والائمہ بر الفصل الاول ص ۳۶۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

میں اللہ کے عذاب کو تم سے دفع نہیں کر سکتا۔ جب نبی کریم ﷺ اپنی دختر کے لئے وسیلہ نہیں۔ تو ہمارے لئے کیونکر وسیلہ ہو سکتے ہیں اور جب حضور ﷺ ہی وسیلہ نہ ہوئے تو دوسرے ولیوں کا ذکر ہی کیا۔

جواب:- اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ رب تعالیٰ کے مقابل ہو کر تم سے رب کے عذاب کو دفع نہیں کر سکے یہ وسیلہ تو رب کے اذن سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے مقابل۔ دوسرے یہ کہ اے فاطمہ! اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو ہم تم سے عذاب دفع نہیں کر سکتے۔ یعنی وسیلہ مومنین کیلئے ہوتا ہے کافروں کے لئے نہیں حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نبی زادہ ہونے کے باوجود ہلاک ہو گیا کفر کی وجہ سے۔ اگر یہ عذاب نہ مانا جائے تو یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہو جائے گی اور دیگر احادیث کے بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ والمؤمنون۔ تمہارے مددگار اللہ رسول اور مسلمان ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کل نسب منقطع یوم القیامۃ الا نسبى وسببى قیامت کے دن سارے ذریعے اور رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ سو امیرے ذریعے اور رستہ کے (شامی باب غسل میت ج ۱ ص ۶۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) فرماتے ہیں۔ شفاعتی لاهل الکبائر من امتی۔ میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہوگی۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ گناہ کبیرہ والے حضور ﷺ کی طفیل بخشے جاویں اور لخت جگر نور نظر کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکیں۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۶۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نوٹ ضروری

حضور اقدس ﷺ کی طفیل بعض فوائد کفار بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسے دنیا میں قہر الہی سے امن اور قیامت کے دن میدان محشر سے نجات اور حساب کا شروع ہونا اس لحاظ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے۔ رحمة للعالمین۔ بعض فوائد وہ ہیں جو صرف متقیوں کو پہنچتے ہیں گناہ گاروں کو نہیں جیسے درجات بلند کرنا اس معنی کے لحاظ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ سنت کو چھوڑنے والا میری شفاعت سے محروم ہے یعنی بلندی درجات کی شفاعت۔

بعض فوائد وہ ہیں جو صرف گناہ گاروں کو پہنچیں گے نیکوکاروں کو نہیں جیسے گناہوں کی معافی کیونکہ نیکوکاروں کے پاس گناہ ہوتے ہی نہیں ان مسلمانوں کو محفوظ کہا جاتا ہے انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔ یعنی گناہ کر سکتے نہیں اور خاص اولیاء گناہوں سے محفوظ یعنی وہ گناہ کرتے نہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء

ارچہ محفوظ اند محفوظ از خطا

ان کے لئے معافی گناہ کی شفاعت نہیں۔ ان کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ شفاعتی لاهل الکبائر من امتی۔ میری شفاعت میری امت کے اہل الکبائر کے لئے ہے۔

تمہاری پیش کردہ حدیث میں دوسری قسم کے فوائد مراد ہیں۔ بشرطیکہ ایمان قبول نہ کیا جائے۔

یہ بھی خیال رہے کہ یہاں فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو فرمایا گیا ہے اور دوسروں کو سنایا گیا ہے ورنہ حضور ﷺ کی طفیل ابولہب کا عذاب ہلکا ہوا۔ ابو طالب دوزخ میں جانے بچ گئے۔

اعتراض (۱۰)۔۔۔۔۔ بخاری شریف کتاب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قحط کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے اور فرماتے تھے:

انا کننا نتوسل اليك بنبينا فتسقينا وانا نتوسل اليك بعم نبينا فامسكنا قال فيسقر۔

ترجمہ: الہی ہم اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے بارش بھیجتا تھا اور اب ان کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگ رہے ہیں۔ بارش بھیج پس بارش آتی تھی۔

(صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء ما زاد الخواجا ص ۳۳۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

معلوم ہوا کہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے زندوں کو وسیلہ پکڑنا جائز۔ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ پکڑا۔ حضور ﷺ کا وسیلہ چھوڑ دیا۔

یہ ان دیوبندیوں و ہابیوں کا اعتراض ہے جو زندہ بزرگوں کے وسیلہ کے قائل ہیں وفات یافتہ کے وسیلہ کے منکر ہیں۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے تو چاہیے کہ حضور کی وفات کے بعد کلہ شریف میں سے حضور کا اہم شریف علیحدہ کر دیا جاتا۔ صرف لا الہ الا اللہ رکھا جاتا۔ اور التحیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بند کر دیا جاتا۔ درود شریف ختم کر دیا جاتا۔ کیونکہ یہ سب حضور پر نور ﷺ سے وسیلہ ہی تو ہیں حالانکہ یہ سارے کام باقی رہ گئے۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ مصطفیٰ ﷺ بعد وفات بھی ویسے ہی ہے۔ ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس ﷺ کے بال شریف اور لباس شریف دھو کر بیماروں کو پلاتے اور صحت ہوتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارش کے لئے روضہ پاک کی چھت کھلوادی۔ قبر شریف کھول دی اور بارش آئی قرآن پاک فرماتا رہا ہے کہ حضور سے پہلے والی امتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم شریف کے وسیلہ سے دعائیں مانگتی تھیں وکانوا من قبل يستفتحون علی الذین کفروا۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے نعلین شریف۔ نوبی شریف کی طفیل فتح حاصل کی جاتی تھی۔ فیہ بقیۃ معانیرک ال موسیٰ وال ہرون تحمله الملك۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد مسلمانوں کی امداد فرمائی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں بتاؤ یہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ ہے کہ نہیں نیز جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے ان کے اسم مبارک کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی تھیں تو کیا اب ان کے اسم شریف کی تاثیر بدل گئی۔ ہرگز نہیں۔

دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان یہ بتا رہا ہے کہ حضور انور ﷺ کے صدقہ سے ان کے

اولياء کا بھی وسیلہ جائز ہے۔ یعنی وسیلہ نبی سے خاص نہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی نہ تھے ولی تھے۔ نیز معلوم ہو رہا ہے کہ جس کو نبی ﷺ سے نسبت ہو جائے اس کا بھی وسیلہ جائز ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔

وانا نتوسل اليك بعم نبينا۔

ترجمہ: یعنی ہم اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں۔

(صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا اخطوا ج ۱ ص ۳۳۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

اسی حدیث کی شرح میں امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں ای بوسيلة الرحيم التي بينه وبين النبي ﷺ۔ یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے اس لئے دعا کی کہ ان کو نبی ﷺ سے قربت تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث سے وسیلہ اولیاء ثابت کیا۔ چنانچہ وہ شرح حصین میں آداب الدعا وسیلہ اولیاء کے تحت فرماتے ہیں۔

قصہ استسقاء عمر ابن الخطاب لعباس ابن عبدالمطلب ازیں باب است یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگنا اسی وسیلہ اولیاء سے ہے۔

اسی حصین کی شرح میں اسی مقام پر ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وهو من المندوبات وفي صحيح البخاري في الاستسقاء حديث عمر انا كنا نتوسل اليك نبينا ﷺ وانا نتوسل اليك بعم نبيك فاسقنا فليسقوا والحديث عثمان ابن حنيف في شان الاعمى۔

ترجمہ: یعنی دعا میں انبیاء و اولیاء کا وسیلہ پکڑنا مستحب ہے بخاری کی اس روایت کی وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوسیلہ عباس رضی اللہ عنہ دعا کی اور حضرت عثمان ابن حنیف کی روایت کی وجہ سے نابینا کی دعا میں۔

ہاں اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ فرماتے کہ مولا اب تک ہم تیرے نبی پاک ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے اب ان کی وفات کے بعد ان کا وسیلہ چھوڑ دیا اب حضرت عباس کی طفیل دعا کرتے ہیں تب تمہاری دلیل درست ہوتی مگر نبی کا ذکر نہیں۔ لہذا دلیل غلط ہے۔ انبیاء و اولیاء کا وسیلہ صحیح ہے۔

اعتراض (۱)۔۔۔۔۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے پاس زکوٰۃ نہ دینے والے اپنے سروں پر گائے۔ بھینسیں بکریاں لادے ہوئے آئیں گے۔ اور ہم سے شفاعت کی درخواست کریں گے ہم یہ فرما کر ان کو ہٹا دیں گے کہ ہم نے تم تک احکام پہنچا دیئے تھے تم نے کیوں عمل نہ کیا۔ اب شفاعت کیسی؟

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے مجرموں کا وسیلہ کوئی نہیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ کام نہ آیا۔ تو دوسرے کا وسیلہ بدرجہ اولے کام نہیں آسکتا۔ چنانچہ بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ میں ہے۔

ولاياتي احدكم يوم القيامة بغير يحمله على عنقه له رغاء فيقولوا يا محمد فاقول لا املك لك شيئا قد بلغت (صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نوٹ ضروری

یہ دہیات اعتراض مولوی مودودی صاحب کا ہے جو زمانہ موجودہ کے مجدد۔ اور نہ معلوم کیا کیا جنتے ہیں۔

جواب: اس اعتراض کے جو جواب ہیں ایک یہ کہ معاملہ ان لوگوں سے ہوگا جو زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر ہو گئے تھے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شروع زمانہ خلافت میں ہوا اور جن پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد فرمایا اور زکوٰۃ کی فرضیت کا

منكر كافر ہے۔ اور كفروں کے ليے نہ وسيلہ ہے نہ شفاعت لہذا اس کا تعلق مسلمانوں سے نہیں۔

دوسرا جواب یہ کہ اس حدیث میں شفاعت نہ کرنے کا ذکر ہے نہ کہ شفاعت نہ کر سکے کا۔ یعنی نبی ﷺ شفیع مختار اور وسيلہ با اختیار ہیں۔ اگر چاہیں کریں نہ چاہیں نہ کریں ان پر ناراضگی ظاہر فرمانے کے ليے یہ ارشاد ہوگا۔ اگر اس حدیث کے یہ مطلب نہ ہوں تو اس حدیث شریف کے مخالف ہوگی۔

شفاعتی لاهل الکبائر من امتی۔

ترجمہ: میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیر والوں کے ليے ہوگی۔

(سنن الترمذی کتاب صفة القیلة والرائق باب ما جاء فی الشفاعة ج ۳ ص ۶۲۵ رقم الحدیث ۲۳۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب السنن باب فی الشفاعة ج ۳ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۴۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)
نیز ان تمام آیات قرآنیہ کے خلاف ہوگی جو پہلے باب میں مذکور ہوئیں۔

نوٹ ضروری

وسيلہ دو طرح کے ہیں ایک مجبور جیسے سورج روشنی کا وسيلہ ہے اور بارش رزق کا۔ قرآن کریم رب کی بخشش کا ماہ رمضان غنویات کا۔ دوسرا با اختیار جیسے انبیاء و اولیاء کی شفاعت اور دنیا میں حکیم وکیل حاکم شفا و عدل کے وسیلے ہیں کہ کریں یا نہ کریں۔ اس حدیث شریف میں جو معترض نے پیش کی۔ حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے خدا داد اختیار کا ذکر ہے۔

اعتراض (۱۲)۔۔۔۔۔ بخاری شریف حدیث غار میں ہے کہ تین شخص جنگل میں جا رہے تھے کہ بارش آگئی پناہ پکڑنے کے لئے غار میں گھس گئے۔ ایک چٹان پتھر کی غار کے منہ پر گری جس سے غار کا منہ بند ہو گیا تو ان لوگوں نے اپنے نیک اعمال کے وسيلہ سے دعا کی۔ ایسی شدت کے موقع پر کسی پیر کا وسيلہ انہوں نے نہیں پکڑا بلکہ اپنے اعمال کا۔ معلوم ہوا کہ بندے کا وسيلہ پکڑنا جائز نہیں۔

جواب:- اس حدیث شریف میں صرف یہ ہے کہ ان شخصوں نے اعمال کے وسيلہ سے دعا کی۔ یہ کہاں ہے کہ بزرگوں کا وسيلہ جائز ناجائز ہے دعویٰ کچھ اور ہے۔ لیل کچھ اور ہے۔ اعمال کا وسيلہ جائز ہے اور بزرگوں کا بھی ایک جائز پر عمل کرنے سے دوسرا جائز کیسے حرام ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں جاتے وقت حضرت جبرائیل کے عرض کرنے پر بھی اس آفت کے دور ہونے کی دعا نہ کی۔ نبی ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی۔ مگروغ کی دعا نہ کی تو کیا اس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دعا مانگنا ہی حرام ہے یا معترض نہایت ہی لغو ہے۔

اعتراض (۱۳)۔۔۔۔۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نداد بر غیر از تو فریاد درس

پتہ لگا کر خدا تعالیٰ کے سوا کوئی فریاد نہیں سنتا۔ پھر وسيلہ کیسا اگر وسيلہ مانو تو غیر خدا کو فریاد رس ماننا پڑے گا۔

جواب:- اس جگہ حقیقی فریاد رس مراد ہے اس کی نفی ہے خدا کے حکم سے اس کے پیارے بندے فریاد رس ہیں۔ یہی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ گلستان میں فرماتے ہیں۔

مرکہ فریاد رس روز مصیبت خواہد

ہگو در ایام سلامت بجوان نمرودی کوشش

جو چاہتا ہے کہ مصیبت کے دن میرا کوئی فریاد رس بنے اس سے کہہ دو کہ آرام کے زمانے میں لوگوں سے اچھا سلوک کرے۔

ایک دوا کا نام شربت فریادرس ہے کہو یہ نام شرک یا نہیں؟ تعجب ہے کہ شربت تو فریادرس بن جاوے۔ مگر نبی ﷺ فریادرس نہ ہوں۔ (۱۴) بوستان میں ہے۔

بہ تہدید گھر بر کشدن بیخ حکم

ہمانند گھر بیان صر و بکر

یعنی اگر رب تعالیٰ ڈرانے کے لئے حکم کی تلواریں بھیجے تو جن فرشتے بھی گونگے اور بہرے رہ جائیں گے۔

کہیے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ جیسے بزرگ فرشتوں جیسی معصوم جماعت کو بیکار فرما رہے ہیں اور روں کے وسیلہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

جواب:- جناب! یہاں رب کے مقابلے میں یہ بات کہی گئی ہے یعنی اگر وہ غضب فرما دے تو کوئی اس کے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے گفتگو تو اس بارے میں ہے کہ رب تعالیٰ کی اجازت اور اس کی مرضی سے اس کے مقبول بندے محرم بندوں کی سفارش کر سکتے ہیں۔ اور رب تعالیٰ ان کی طفیل گنہگاروں کے گناہ بخش دیتا ہے یہ وسیلہ ہے اس شعر کو وسیلہ کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں شیخ سعدی قدس سرہ یہ شعر نہ دیکھا۔

بہمان دادالسلامت طفیل

چہ باشد کہ مشتی گدایان خیل

یا رسول اللہ! کیا اچھا ہو کہ ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کی طفیل جنت کے مہمان خانہ میں پہنچ جاویں۔ نیز فرماتے ہیں۔

کہ ہر قوم را بہمان کنی خاتمہ

خدا یا بحق بنی فاطمہ

الہی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کی طفیل میرا خاتمہ ایمان پر ہو یہ صاف بزرگوں کا وسیلہ ہے۔ نیز فرماتے ہیں۔

بدان را بہ نہکان بہ بخشد کریم

شنیدم کہ در دروازہ امید دہیم

قیامت کو نیکوں کے وسیلہ سے خدائے کریم گنہگاروں کو بخش دے گا۔

اعتراض (۱۴):..... اگر اللہ کے مقبول بندے خداری کا وسیلہ بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ کو پالنے کے بعد ان کو چھوڑ دینا چاہیے جیسے ریل گاڑی میں اسی وقت تک بیٹھے ہیں جب تک کہ منزل مقصود تک پہنچیں مقصود پر پہنچ کر اسے چھوڑ دیتے ہیں مسلمان نے کلمہ پڑھ لیا رب کو پالیا اب بزرگوں کی کیا ضرورت رہی۔

جواب:- وسیلے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک محض وسیلہ جیسے سفر کے لئے ریل گاڑی۔ دوسرا وہ وسیلہ جس سے مقصد وابستہ ہے۔ جیسے روشنی کے لئے چراغ۔ پہلی قسم کا وسیلہ مقصود پر پہنچ کر چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن دوسری قسم کا وسیلہ کبھی نہیں چھوٹ سکتا۔ ورنہ فوراً مقصود فوت ہو جائے گا روشنی چراغ کے دم سے قائم ہے۔ اگر اسے گل کیا تو اندھیرا ہو جاوے گا اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے دوسری قسم کا وسیلہ ہیں اسی لئے رب تعالیٰ نے نبی ﷺ کو نور فرمایا۔ کہیں سراج منیر یعنی چمکتا ہوا سورج۔ مقصد یہ ہے کہ جیسے آفتاب کی ضرورت ہمیشہ ہے ایسے ہی پیارے دنیا کو تمہاری حاجت دائمی ہے اس لئے قبر میں ان کے نام پر کامیابی اور حشر میں ان کے دم پر نجات رکھی ﷺ۔

اعتراض (۱۵):..... جب خدا تعالیٰ سب کا رب ہے اور اس کا نام رب الغلیم ہے تو پھر کسی وسیلہ کی کیا ضرورت ہے ہر شخص اس کے دروازے پر بلا واسطہ جاوے اور فیض لے وسیلہ کا مسئلہ اس کے رب الغلیم ہونے کے خلاف ہے۔

جواب:- اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ رازق العباد ہے اور شافی الامراض ہے پھر تم رزق تلاش کرنے کے لئے امیروں کے پاس اور شفا لینے کے لئے حکیموں کے پاس کیوں جاتے ہو تمہارا ان لوگوں کے پاس جانا بھی خدا تعالیٰ کے رازق اور شافی ہونے کے خلاف ہے وہ حکم الحاکمین ہے پھر مقدمہ پکھری کے حکام کے پاس کیوں لے جاتے ہو؟ جناب! ویسے رب تعالیٰ کے دروازے ہیں یا اس کے چکران کے ہاتھوں سے جو کچھ ہوتا ہے وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ انبیائے کرام رب تعالیٰ کے مختار خدام ہیں۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ ان وسیلوں کی ضرورت رب تعالیٰ کو نہیں بلکہ ہم کو ہے جیسے روٹی کو توڑے کے ذریعے سے گرم کیا جاتا ہے تو آگ گرم کرنے میں توڑے کی محتاج نہیں بلکہ روٹی کو احتیاج ہے۔ رب تعالیٰ سب کا ہے مگر اس کی ربوبیت کے مظہر یہ چیزیں ہیں سانپ اس کی قہاریت کا مظہر ہے اور دیگر آرام وہ چیزیں اس کی رحمت کی تجلی گاہ ہیں۔

اعتراض (۱۶)۔۔۔۔۔ وسیلہ کے مسئلہ سے لوگ بد عمل ہو جائیں گے۔ جب انہیں خبر ہوگی کہ حضور ﷺ بخشوا لیس گے تو پھر عمل کرنے کی زحمت کیوں گوارہ کریں؟

جواب:- یہ اعتراض ایسا ہے جیسے آریہ کہتے ہیں کہ توبہ کے مسئلہ سے بد عملی اور زکوٰۃ کے مسئلہ سے بیکاری بڑھ جاتی ہے کیونکہ جب مسلمانوں کو خبر ہے کہ توبہ سے گناہ بخشے جاتے ہیں تو پھر خوب گناہ کر کے توبہ کر لیا کریں گے اور جب غریبوں کو خبر ہو کہ مالداروں کی زکوٰۃ ہزاروں روپیہ سالانہ نکلتی ہے پھر کہاں کیوں کریں جب ملے یوں تو محنت کرے کیوں؟ جو اس کا جواب ہے وہی اس اعتراض کا ہے۔ جناب! جیسے توبہ کی قبول کا یقین۔ مالداروں کی زکوٰۃ ملنے کا یقین ملے یا نہ ملے۔

ایسے ہی اگر بد عملی کی گئی تو یقین نہیں وسیلہ نصیب ہو یا نہ ہو میں تو کہتا ہوں کہ وسیلہ کے انکار سے بد عملی بڑھے گی۔ کیونکہ جب گناہ گار شفاعت سے مایوس ہوگا تو خوب گناہ کرے گا کہ دوزخ میں تو جانا ہی ہے لاؤ دس گناہ اور کرلو۔ شیخ فرماتے ہیں۔

نہ بینی کہ چون گریہ عاجز شود
ہر آرد بہ جنگال چشم بلسنگ
جب تک ملی کو جان بچنے کی امید رہتی ہے تب تک چیتے سے بھاگتی ہے۔ مگر جب پھنس کر جان سے مایوس ہو تو چیتے پر حملہ کر دیتی ہے مایوسی دلیری پیدا کرتی ہے۔

اعتراض (۱۷)۔۔۔۔۔ مشرکین عرب اسی لئے مشرک ہوئے کہ وہ بتوں کو رب کا بندہ تو سمجھتے تھے مگر ان سے غائبانہ مدد مانگتے تھے۔ اور انہیں خداری کا وسیلہ جانتے تھے۔ وہ کسی بت کو خالق یا مالک نہیں مانتے تھے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولئن سألتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله۔
اور اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔
معلوم ہوا کہ وہ مشرک صرف اس لئے مشرک ہوئے کہ انہوں نے رب کے بندوں کو بندہ مان کر انہیں حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس مانا۔ اسی طرح تم بھی نبیوں ولیوں کو مانتے ہو تم اور وہ براہد ہو۔

جواب:- ایک ہے رب تعالیٰ کی قدرت اور ایک ہے رب کا قانون۔ قدرت تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ چاہے تو ہر چھوٹا بڑا کام بغیر کسی وسیلہ کے خود ہی کرے۔ قدرت کا اظہار اس آیت شریف میں ہے۔ انما و امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول له کن فیکون۔ اس کی

شان تو یہ ہے کہ کسی چیز کو چاہے تو کن فرما دے تو وہ شئی ہو جائے۔

اس قانون کا اظہار صدہا آیات میں ہے۔ مثلاً

قل يتوفكم ملك الموت الذي وکل بکم۔

فرما دو تمہیں ملک الموت موت دے گا جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے۔

ویز کیہم ویعلمہم الکتب والحکمۃ۔

نبی ﷺ انہیں پاک فرماتے اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔

وقل رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا۔

کہو کہ یا اللہ! جیسے میری ماں باپ نے منترسی میں مجھے پرورش فرمایا تو بھی ان پر رحم فرما۔ دیکھو موت دینا۔ پاک کرنا۔ پالنا رب تعالیٰ کا کام ہے مگر دیوبندیوں کے ذریعہ سے ہوا۔

مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ ایک خدا اتنے بڑے جہان کا انتظام نہیں فرما سکتا لہذا اس نے اپنے بعض بندے اپنی مدد کے لئے عالم سنبھالنے کے لئے مقرر کئے ہیں یعنی انہوں نے بندوں کو رب تعالیٰ کے برابر کر دیا۔ لہذا وہ مشرک ہوئے۔ اسی لئے قیامت میں وہ بتوں سے کہیں گے۔

واللہ انا کنا لفی ضلال مبین از نسویکم بر رب العالمین۔

خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ ہم تمہیں خدا کے برابر سمجھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ وہ بتوں کو بندہ مان کر رب تعالیٰ کو ان کا حاجت مند مانتے تھے قرآن کریم اس وسیلہ کی تردید فرماتا ہے۔

لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الدل وکبرہ تکبیرا۔

یعنی رب تعالیٰ نے نہ اپنا بچہ بنایا نہ ملک میں اس کا کوئی شریک ہے نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی ولی ہے۔ یعنی جو اس نے جو اولیاء مقرر فرمائے وہ اپنی شان ظاہر کرنے کے لئے بنائے نہ کہ کمزوری اور عاجزی کی وجہ سے۔

پتہ لگا کہ مشرک خدائے تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رب تعالیٰ کے بعض بندے اس لئے ان کے ولی ہیں کہ خدا اتنے بڑے کام پر خود قادر نہیں۔ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں۔ مشرکین اولیاء کو ایسا مانتے تھے۔ جیسے کونسل کا ممبر اور مسلمان اولیاء کو ایسا مانتے ہیں جیسے بارگاہ عالیہ کے خدام اور کارندے۔ لہذا وہ مشرک تھے اور یہ مومن رہے۔ غرضیکہ جو رب تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہو وہ مشرک ہے اور جو قدرت مان کر رب کے قانون کا منکر ہے۔ وہ وہابی ہے۔

نوٹ ضروری

ہم اپنی زندگی میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی کوئی نعمت ہمیں بغیر وسیلہ نہیں ملی۔ پیدائش و پرورش ماں باپ کے وسیلہ سے علم و ہنر استاد کے وسیلہ سے۔ تندرستی حکیم کے وسیلہ سے موت ملک الموت کے وسیلہ سے۔ غسل غسل کے وسیلہ سے کفن درزی کے وسیلہ سے۔ دفن گورکن کے وسیلہ سے۔ پھر آخرت کی نعمتیں تو دنیاوی نعمتوں سے کہیں زیادہ ہیں اور بغیر وسیلہ کیسے مل سکتی ہیں۔ کلمہ قرآن روزہ نماز رب کی پہچان غرض کہ یہ ساری نعمتیں حضور ﷺ کے وسیلہ سے ملیں پھر وسیلہ کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل۔

نوٹ:- ساری عبادات کا فائدہ صرف ان انسانوں کو ہوتا ہے مگر وسیلہ کا فائدہ انسان، جن، فرشتہ، جانور بلکہ درخت زمین۔ زمان سب کو ہوتا ہے مگر معظمہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے افضل ہوا۔ کوہ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے اعلیٰ ہوا۔ آب زمزم حضرت

اسماعیل علیہ السلام کی طفیل سے متبرک ہو گیا۔ ایوب علیہ السلام کو شفا دینے کے لئے فرمایا گیا۔
ارکض برجلک هذا مفتسل بارد و شراب۔

اپنا پاؤں زمین پر رگڑو اس سے جو پانی کا چشمہ پیدا ہوا ہے پو اور اس سے غسل کرو۔ چنانچہ اس سے آپ کو شفا ہوئی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا دھوون ان کے پاؤں کے وسیلہ سے شفا بن جاتا ہے غرضیکہ بزرگوں کا وسیلہ ہر چیز کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

اعتراض (۱۸)۔۔۔۔۔ موجودہ وہابی یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان خواہ کتنا ہی بزرگ ہو۔ مرنے کے بعد اس جہان سے بے خبر ہو جاتا ہے یہاں کی اسے بالکل خبر نہیں رہتی۔ دیکھو اصحاب کہف تین سو سال تک سو کر جب جاگے تو انہوں نے سمجھا ہم دن بھر سوئے حضرت عزیز علیہ السلام سو برس تک وفات یافتہ رہ کر جب زندہ کئے گئے تو رب نے کم لبث؟ تم یہاں کتنے دن ٹھہرے؟ تو عرض کیا۔ لبث یوماً او بعض تو یومکے میں دکن یا اس سے بھی کم ٹھہرا۔ فرمایا گیا۔ بل لبث مائة عام تم یہاں سو برس رہے۔ اگر ان کی توجہ اس جہان پر ہوتی۔ تو اس مدت کے اندازہ میں کیوں غلطی کرتے جب اتنے بزرگوں کو یہاں سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ تو دیگر اولیاء اللہ کا ذکر ہی کیا ہے جب یہ لوگ یہاں سے ایسے بے تعلق ہیں تو ان کی قبروں پر جا کر ان کے وسیلہ سے دعا کرنا یا ان سے حاجت مانگنا بالکل ہی عبث ہے۔

جواب:- اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے وفات کے بعد اس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں یہاں کی خبر رکھتے ہیں معراج شریف کی رات سارے پیغمبروں نے حضور ﷺ کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی حجۃ الوداع کے موقعہ پر بہت سے پیغمبروں نے شرکت کی جس کی خبر نبی ﷺ نے دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معراج شریف کی رات پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں۔ اگر وہ حضرات اس عالم میں پہنچ کر ادھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں تو انہیں حضور ﷺ کی معراج اور حجۃ الوداع کی خبر کیسے ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز کم کرنے کی ضرورت پڑی؟ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الہة یعبدون۔

اے نبی ﷺ اپنے سے پہلے پیغمبروں کو پوچھو کیا ہم نے خدا کے سوا اور معبود بنائے ہیں؟ اگر وہ پیغمبر اس دنیا سے بے خبر ہو گئے تو پھر پوچھنا کیسا؟

مردہ قبرستان میں آنے والے کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

اصحاب کہف اور حضرت عزیز علیہ السلام کے معجزے اور کرامت کا دکھانا منظور تھا اس لئے رب تعالیٰ نے انہیں خصوصیت سے اس دنیا سے بے توجہ کر دیا اگر اصحاب کہف کو اپنے سونے کی مدت کا پتہ ہوتا تو بازار میں نہ آتے اور کرامت لوگوں پر ظاہر نہ ہوتی جیسے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا دل جاگتا رہتا ہے۔ صرف آنکھ سوتی ہے مگر تعریس کی رات رب نے حضور ﷺ کے دل کو اپنی طرف متوجہ فرمایا۔ اور نماز فجر قضا ہو گئی تاکہ امت کو نماز قضا پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

اگر نبی ولی وفات کے بعد اس طرف سے بالکل بے تعلق ہو جاتے ہیں تو ہمارے درود و سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کیسے پہنچتے ہیں۔ نیز مردوں کو ثواب کیسے پہنچتا ہے۔ ایسے شخص کو سلام کرنا منع ہے جو جواب نہ دے سکے جیسے سونے والا۔ استیجا والا۔ نمازی اور اذان کی حالت اگر نبی کریم ﷺ سنتے ہی نہیں اور جواب نہیں دے سکتے تو ان کو سلام کرنا منع ہونا چاہیے تھا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عزیز علیہ السلام پر حقیقتاً سو سال گزرے ہوں لیکن جتنا ایک دن جیسے قیامت کا دن ہزاروں سال کا ہوگا۔ مگر

مومن کے لئے ایک نماز کے برابر ہوگا وہاں دونوں کا اثر موجود تھا کہ گدھے پر سو سال گزر گئے تھے اور شربت پر ایک دن۔ لہذا عزیر علیہ السلام کا ایک دن فرمانا بھی ٹھیک تھا۔ وہ جتنے کے لحاظ سے تھا۔ اور رب تعالیٰ کا اسے سو سال فرمانا بھی ٹھیک تھا کہ وہ حقیقت پر مبنی تھا۔

اعتراض (۱۹)۔۔۔۔۔ نبی ﷺ نے بہت کوشش کی کہ ابوطالب ایمان لے آویں مگر نہ لائے تو آپ کیا کر سکتے ہیں بلکہ آیت اتری

انک لاتہدی من احببت جس سے تم محبت کرو اسے ہدایت نہیں دے سکتے جب اپنے پیاروں کا وسیلہ نہیں بن سکتے تو دوسروں کا کیا پوچھنا۔

جواب:- اس آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ جس سے آپ محبت کریں اسے ہدایت نہیں دے سکتے کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ ہر

بشر سے محبت فرماتے سب ہی پر کرم کرتے ہی۔ کافر ہو یا مومن۔ مخلص ہو یا منافق۔ مگر ہدایت اسے ملے گی جو آپ سے محبت کرے اور

آپ سے جو محبت کرے گا وہ آپ کی بات مانے گا ابوطالب نے آپ سے محبت نہ کی اور آپ کی بات نہ مانی کلمہ نہ پڑھا لہذا ہدایت نہ

پاسکے اس میں خود ان کا اپنا قصور ہے اگر آفتاب سے روشنی حاصل نہ کر سکے تو اس کا نصیب۔ آفتاب روشنی دینے میں کوتاہی نہ کرتا۔ پھر بھی

ابوطالب کو حضور ﷺ کی خدمت کا یہ فائدہ پہنچ گیا کہ وہ دوزخ میں نہیں رکھے گئے۔ بلکہ آگ کے جھیرے میں ہیں جیسا کہ بخاری کی

حدیث میں ہے۔

اعتراض (۲۰)۔۔۔۔۔ نبی ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی خدمت نہ کی تو اوروں کی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ پھر وسیلہ کیا؟

جواب:- حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگی ہی نہیں تا کہ صبر میں فرق نہ آوے جیسے

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت رب سے مدد نہ مانگی۔ نیز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ استقامت کہ اتنی

شدید اور سخت مصیبتوں میں ثابت قدم رہے حضور ﷺ کی مدد سے ہوئی۔

اعتراض (۲۱)۔۔۔۔۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہ السلام اپنی زندگی میں بھی دنیا سے بے خبر رہتے ہیں دیکھو حضرت

سلیمان علیہ السلام نے ہد ہد کو گم پا کر لوگوں سے پوچھا کہ ہد ہد کو میں نہیں دیکھتا۔ اگر واقف تھے تو پوچھا کیوں؟ نیز ہد ہد نے آکر کہا میں وہ

چیز دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہیں دیکھی یعنی بلقیس اور اس کا تخت دیکھو ہد ہد کی خبر سے پہلے آپ کو نہ بلقیس کا پتہ لگانا شہر سب کا۔ جب وہ

کسی کی خبر ہی نہیں رکھتے تو وسیلہ کیسے بن سکتے ہیں۔

جواب:- اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی۔ ہد ہد نے آپ کی بے خبری کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ عرض

کیا۔ انی احطت بما لم تحط به۔ میں اس چیز کا احاطہ کر کے اور دیکھ کر آیا ہوں جس کو آپ نے جا کر نہ دیکھا اور واقعی آپ اس وقت

تک وہاں بایں جسم شریف نہ گئے تھے خبر تو آپ کو تھی مگر اظہار نہ تھا تا کہ پتہ لگے کہ پیغمبر کی محبت میں رہنے والے جانور بھی ہزاروں کے

لئے ایمان کا وسیلہ بن جاتے ہیں دیکھو ہد ہد ہی کے ذریعہ سے سارے یمن والوں اور بلقیس وغیرہ کو ایمان نصیب ہوا اور بھی ہزاروں اس

میں حکمتیں تھیں حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ بن کر بھی اپنے والد ماجد کو خبر نہ بھیجی اس لئے نہیں کہ آپ ان سے بے خبر تھے۔ بلکہ

وقت کا انتظار تھا اور آپ کی انتہائی عظمت کا ظہور ہونے والا تھا کہ قحط سالی میں تمام عالم کا رزق آپ کے ہاں پہنچا اور سب لوگ روزی میں

آپ کے حاجت مند کئے گئے۔

اچھا بتاؤ کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کو بلقیس کا تخت لانے کا حکم فرمایا تو انہوں نے نہ تو کسی ملک یمن کا پتہ پوچھا

اور نہ بلقیس کا گھر دریافت کیا نہ تخت کی جگہ تلاش کی بلکہ جھپکنے سے پہلے تخت لا کر حاضر کر دیا انہیں بھی بلقیس کے سارے مقامات کی خبر تھی یا

نہیں تھی۔ اور ضرور تھی تو جن کی محبت میں رہ کر یہ کمال حاصل کیا تھا۔ وہ بے خبر ہوں یا ناممکن ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ قال الہی

عندہ علم من الكتاب جس کے پاس کتاب کا علم تھا انہوں نے کہا اننا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک میں تخت بلقیس آپ کے پلک چھپکنے سے پہلے لے آؤں گا بتاؤ وہ کتاب آصف نے کس سے پڑھی تھی خود حضرت سلیمان علیہ السلام سے تعجب ہے کہ شاگرد کو خبر ہو۔ اور استاذ کو نہ ہو۔ رب تعالیٰ سمجھ دے غرضیکہ آپ کو علم تھا مگر وقت سے پہلے اظہار نہ تھا۔ طلب وسیلہ برائے حصول مرادات از خدا ہے تعالیٰ چیزے دگر است۔

اعتراض (۲۲)۔..... رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء۔ رب تعالیٰ جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے عذاب دے گا جن نبیوں اور ولیوں کو تم مغفرت کا وسیلہ سمجھتے ہو خود ان کی مغفرت یقینی نہیں۔ نہ معلوم ان کی بخشش ہو یا نہ ہو۔ اگر وہ تمہارے وسیلے ہیں تو بتاؤ اگر خدا تعالیٰ انہیں پکڑے تو ان کا وسیلہ کون بنے گا۔ من یشاء میں من عام ہے نبی ولی سب کو شامل ہے (بعض بے ادب دیوبندی) **جواب:-** اس کے دو جواب ہیں ایک عالمانہ دوسرا صوفیانہ۔ عالمانہ جواب یہ ہے کہ بندے تین طرح کے ہیں ایک وہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دی گئی جیسے ابولہب اور اس کی بیوی جلیلہ جن کے بارے میں فرما دیا گیا۔

سبصلیٰ ناراً ذات لہب وامراتہ الخ (پارہ ۳۰ سورہ لہب آیت نمبر ۳-۴) یہ اور اس کی بیوی عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔ دوسرے وہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دی گئی۔ فرما دیا گیا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ (پارہ ۳۰ سورہ البینہ آیت نمبر ۸) اللہ تعالیٰ ان سے رافعی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے یا فرما دیا کلا وعد اللہ الحسنی اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جنت کا وعدہ کر لیا۔ تیسرے وہ جن کے متعلق کوئی خبر نہ دی گئی جیسے ہم لوگ۔ پہلی جماعت کا دوزخی ہونا اور دوسری جماعت کا جہنمی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سچا ہونا ایسی ہی اس کی صفت ہے جیسے اس کا ایک ہونا تمہاری پیش کردہ آیات میں تیسری جماعت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

صوفیانہ جواب یہ ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے نیک اعمال کی توفیق دے کر جہنمی بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے گمراہ کر کے جہنمی بناتا ہے یعنی لوگوں کے جہنمی اور جہنمی ہونے کا ارادہ ہو چکا۔ قیامت میں صرف اس کا ظہور ہوگا۔ ہر ایک کے متعلق قلم چل چکا ہے یہ مطلب نہیں کہ جس نیک کار کو چاہے جہنمی ہو چکا اور جس کو وہ جہنمی ہونا چاہ چکا وہ جہنمی ہو چکا۔ اب اس کا برعکس ہونا اس آیت کے خلاف ہوگا۔

اعتراض (۲۳)۔..... قرآن کریم فرما رہا ہے کہ کفار نے نبی ﷺ سے مطالبہ کیا کہ لن نو من لك حتی تفجر لنا من الارض ينبوعاً۔ الایہ۔

یعنی ہم اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ زمین سے چشمے جاری نہ کر دیں یا آپ کے پاس کھجور و انگور کا باغ نہ ہو جس کے بیج میں نہریں ہوں۔ الخ اس کے جواب میں فرمایا گیا۔ قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولاً۔ کہ سبحان اللہ میں تو صرف رسول بشر ہوں مجھ میں یہ طاقت نہیں اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ نبی میں کوئی طاقت اور زور نہیں بندہ مجبور ہیں ورنہ انہیں یہ معجزے دکھا کر مسلمان کر لیا جاتا۔ دوسرے یہ کہ پانی کے چشمے بہانا۔

باغ اگانا یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے نبی ولی کا نہیں۔ اسی طرح بیٹی بیٹا بخشا عزت ذلت دینا مرادیں پوری کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے کسی کو ان چیزوں کا وسیلہ ماننا بھی اس آیت کے خلاف ہے۔

جواب:- نبی اس سے کہیں زیادہ طاقت ہے یہ کہو کہ ان کے مطالبہ پر اپنی طاقت دکھائی نہیں کیونکہ وہ ایمان لانے کی نیت سے یہ

مطالبہ نہ کرتے تھے بلکہ نبی کا زور آزمانے کے لیے کرتے تھے اور جس قوم نے نبی کا زور آزمایا وہ مٹا دی گئی۔ فرعون نمرود قوم عاد و ثمود ان سب نے نبی کا زور دیکھنا چاہا زور دکھایا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے ہلاک ہو گئے حضور ﷺ کا ان کے یہ مطالبے پورے نہ فرمانا رحمت کی بنا پر ہے۔ ورنہ وہ تو زمین سے چشمے نکالنے کا مطالبہ کرتے تھے حضور ﷺ نے اگلیوں سے چشمے بہا دیئے۔ وہ تو کھجور و انگور کے باغ کا مطالبہ کرتے تھے حضور ﷺ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا۔ ڈوبے ہوئے سورج کو لوٹایا۔ کھاری کنوئیں کو میٹھا بنایا مکڑیوں کنکریوں سے اپنا کلمہ پڑھوایا۔ فقیروں کو بادشاہ بنا دیا جس کو چاہا غنی کر دیا۔

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

یوریا ممنون خواب راتھی تاج کسری زیر پائے امتش

غرضیکہ ہونا ہونا اور چیز ہے اور دکھانا کچھ اور۔ اور اس آیت میں طاقت نہ دکھانے کا ذکر ہے ان سرکش کافروں کو تاکہ ہلاک نہ ہو جائیں۔

خاتمہ

حقیقت یہ ہے کہ وہابیوں دیوبندیوں کو خدا نے گمراہ کر دیا۔ ان کی شامت آگئی ہے اس لئے تمام وسیلوں سے منہ موڑ رہے ہیں جسے خدا ہدایت دیتا ہے وہ ولی اور مرشد کے دامن میں رہتا ہے اور جسے رب گمراہ کرتا ہے اس کا نہ ولی نہ مرشد۔ رب فرماتا ہے۔ ومن یضلل فلن تجدلہ ولیا مرشدا۔ جسے رب گمراہ کر دے اس کے لئے نہ تو تم کوئی ولی پاؤ گے نہ مرشد یہ بے پیرے بے نورے درگاہ الہی سے نکالے ہوئے ہیں۔ یہ ساری باتیں اسی سبب سے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر نئے مذہب سے بچیں اسی راستے پر رہیں جو اب تک اللہ کے نیک بندوں کا ہے بے سمجھے بوجھے قرآن کا ترجمہ گمراہی کا راستہ ہے رب فرماتا ہے۔ یضلل بہ کثیرا ویبہدی بہ کثیرا۔ رب تعالیٰ اس قرآن سے بہت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور بہت کو گمراہ کر دیتا ہے ہدایت ملنے کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ اچھوں کے ساتھ رہو رب فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔ اے مسلمانوں اللہ سے ڈرو اور بچوں کے ساتھ رہو ہمیں سورہ فاتحہ میں یہ دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ اے مولیٰ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے (یعنی قائم رکھ) ان بندوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا۔ یعنی نبیوں صدیقوں شہداء اور صلحاء کے راستہ پر قائم رکھ۔ آج ہر چکڑا لوی ہر قادیانی ہر دیوبندی وہابی ہر بے دین قرآن کریم بغفل میں دبائے پھر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ قرآن کی رو سے ہیں سچا ہوں جیسے کہ یزیدیوں سے بے سوچے سمجھے نفسانی خواہش سے قرآن پڑھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر یہ آیت چسپاں کی فقاللو النبی تبتغی حتی تفی الی امر اللہ یعنی جو بادشاہ اسلام سے باغی ہو جائے اس سے جنگ کرو یہاں تک کہ رجوع کرے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تو باغی اور یزید پلید کو بادشاہ اسلام بنایا غرضیکہ بے سمجھے قرآن کے ترجموں نے بہت لوگوں کا بیڑا غرق کر دیا ہے اگر چاہتے ہو کہ دنیا سے ایمان سلامت لے جاؤ تو اسی راستہ پر چلو جو اولیائے کرام اور علمائے عظام کا راستہ ہے اور اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

آج سوائے مذہب اہل سنت کے کسی فرقہ میں اولیاء موجود نہیں معلوم ہوا کہ یہی جماعت حق پر ہے جب تک دین موسوی منسوخ نہ ہوا تھا بنی اسرائیل میں ہزار ہا ولی ہوئے جب وہ منسوخ ہو گیا اب ان میں کوئی ولی نہیں۔ حضرت مریم۔ اصحاب کھف آصف بن برخیا جن کے قصے قرآن شریف میں مذکور ہیں سب بنی اسرائیل کے ولی تھے جرتج اسرائیلی کی ولایت کا یہ حال تھا کہ اس نے چار سال کے بچے سے

اپنی پاکدامنی کی گواہی لے لی مگر بتاؤ جب سے یہ دین منسوخ ہوا اب کوئی یہودی عیسائی ولی ہوا۔ جب ان میں ایمان ہی نہیں تو ولایت کہاں سے آوے اسی طرح آج سوائے مذہب اہل سنت کے کسی فرقہ میں ولی نہیں کوئی دیوبندی ولی نہیں۔ کوئی قادیانی چکڑالوی غیر مقلد ولی نہیں ادھر دیکھو کہ حضور غوث پاک سرکار بغداد ہم میں حضور خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہم میں، حضور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند ہم میں۔ حضور شیخ شہاب الدین سہروردی ہم میں گزرے ہیں اب بھی مذہب اہل سنت میں ہزار ہا اولیاء جلوہ گر ہیں۔ حضرت پیر سید حیدر شاہ صاحب جلال پوری حضرت خواجہ مہر علی شاہ صاحب گوڑوی اعلیٰ حضرت بریلوی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی اور تمام گدی والے حضرات ہماری ہی جماعت میں ہیں۔ یہ تمام حضرات کے سنی متقی وسیلہ کے قائل۔ نیاز۔ عرس۔ فاتحہ۔ میلاد شریف پر عامل رہے۔ ان اولیاء کرام کا ہم میں ہونا مذہب اہل سنت کی حقانیت کی کھلی دلیل ہے آج تمام فرقوں کو میں چیلنج کرتا ہوں کہ اپنے مذہبوں میں اولیاء دکھائیں۔ ولی کی پہچان قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی ہے۔ کہ خلقت انہیں ولی مانے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لہم البشری فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرۃ ان کے لئے دنیا و آخرت میں خوشخبری دنیا کی خوشخبری عام لوگوں کا ان کی طرف جھکنا۔ اور آخرت کی خوشخبری ملائکہ کا انہیں مبارکباد دینا قرآن کریم فرماتا ہے۔ ان الذین امنوا و عملوا الصلحت میجعل لہم الرحمن ودا۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کی محبت سب کے دلوں میں ڈال دے گا۔ جن بزرگوں کے نام ہم نے گہنائے ہیں ان کو عام خلقت ولی مانتی ہے چونکہ دیوبندیوں میں کوئی نہیں اس لیے وہ اولیاء اللہ کو گالیاں دینے لگے۔ جیسے قادیانیوں کے مسیح موعود مرزا میں کوئی کرامت یا معجزہ نہیں تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرنے لگے۔ بہر حال مسلمان اس فقیر کے اس قاعدہ کو یاد رکھیں کہ وہی راستہ اختیار کریں جو اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آج کل کی زہریلی ہواؤں سے ان کا ایمان محفوظ رہے گا گلدستہ کی گھاس پھولوں کے وسیلہ سے بادشاہوں کے ہاتھ میں پہنچ جاتی ہے باوام کے چھلکے مغز کے ساتھ تلے ہیں مگر علیحدہ ہو کر پھینک دیئے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کتابوں سے علم و حکمت ملتا ہے لیکن دین کسی کی نظر سے نصیب نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

دہیں مجھ کو اندر کتب اے بے خبر علم و حکمت از کتب وہیں از نظر

کیمیا ہمدان کن از مشتی گلی ہوسہ زن ہر آستانے کاملے

دین صرف کتابوں سے نہ ڈھونڈو کتابوں سے صرف علم ملتا ہے اور دین کامل کی نگاہ کرم سے۔ اپنے جسم کو کیمیا بنا لو اس طرح کہ کسی کامل کے آستانہ پر ادب سے بوسہ دو۔

اگر قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ لینے سے دین مل جاتا تو ابو جہل ابولہب اور ابلیس اول درجہ کے مومن ہوتے کیونکہ یہ ترجمہ جانتے تھے صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض حاصل نہ کیا مارے گئے۔

آؤ ہم مثنوی شریف کا ایک قصہ سنا کر رسالہ کو ختم کریں تاکہ وسیلہ اولیاء کا رسالہ ولی کامل کے ذکر پر ختم ہو۔

حکایت

مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کے زمانہ میں بسطام شریف میں ایک رنڈی آگئی جس کے حسن و جمال اور خوش آواز پر خلقت عاشق ہو گئی مسجد میں خانقاہیں خالی ہو گئیں اور رنڈی کے گھر تماشائیوں کا ہر وقت میلہ لگا رہتا۔ کسی شخص نے حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت آپ

کے زمانہ اور آپ کے شہر میں ایسا فسق و فجور۔ حضور نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس شخص نے سارا ماجرا عرض کر دیا۔ فرمایا ہمیں اس رٹھی کا مکان بتاؤ آپ مصلے اور لوٹا لے کر اس کے گھر پہنچ گئے تمام تماشاگاہی آپ کو دیکھ کر غائب ہو گئے آپ نے اس رٹھی کے دروازے پر مصلے بچھا دیا۔ اور نوافل شروع کر دیئے۔ جو ادھر آتا آپ کو دیکھ کر لوٹ جاتا۔ یہاں تک کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا اور کسی کے آنے کا خطرہ نہ رہا۔ تو آپ نے اس رٹھی سے پوچھا تیری روزانہ کی آمدنی کتنی ہے اس نے بتائی آپ نے اتنی نقدی مصلے کے نیچے سے نکال کر اس کے حوالے کر دی۔

فقیروں کی جمولی میں ہوتا ہے سب کچھ مگر چاہئے ان سے لینے کا ڈھب کچھ

بہت جانچ لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ

پھر آپ نے اسے فرمایا کہ اب تیری یہ رات ہم نے خرید لی کیونکہ تیری اجرت دیدی اس نے عرض کی کہ ہاں بے شک پھر حضور نے فرمایا اچھا اب ہم جو کہیں تو وہ کر۔ بولی بہت اچھا آپ نے فرمایا وضو کر کے نفل کی نیت کر۔ غرضیکہ اسے نماز میں کھڑا کر دیا۔ جب تک اس نے قیام کیا وہ رٹھی تھی۔ رکوع میں گئی تو رٹھی تھی تو مہ کیا تو رٹھی تھی مگر جب سجدہ میں گئی ادھر تو اس کا سر سجدہ میں جھکا اور ادھر سلطان العارفین کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھے مولانا فرماتے ہیں کہ آپ نے بدرگاہ خدا عرض کیا۔

آنچه کادر بود آخر کرد مش کز زنا سوئی نماز آورد مش

اے مولیٰ تو قوی میں ضعیف تو رب میں بندہ مجھ عاجز کمزور اور ضعیف بندے کا تو اتنا ہی کام تھا کہ قلعہ کوزنا سے ہٹا کر تیرے دروازے پر جھکا دیا اگلا کام تیرا ہے کہ تو اس جھکے ہوئے سر کو قبول کرے یا رد کرے پھر عرض کیا کہ اگر تو نے اس کو رد کر دیا تو میری بدنامی ہو جائے گی کہ لوگ کہیں گے سلطان العارفین تجھے کیا دے گئے۔

بر قدرت آورد امر من اے خدا قلبہا قلب طفیل مصطفیٰ

یہ نہ دیکھ کہ آنے والا کون ہے مولیٰ یہ دیکھ کہ لانے والا کون ہے اگر چہ آنے والی ایک قاسقہ ہے لیکن لانے والا میں گنہگار ہوں اس لئے اس ہرے گنبد والے کالی زلفوں والے محبوب ﷺ کے صدقہ اس کے دل کا رخ بدل دے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ قاسقہ ولیہ بن گئی پھر بعد میں اس کے دوست اسے بلاتے تو وہ اندر سے کہلا بھیجتی کہ اب میں نے ان آنکھوں سے سلطان العارفین کو دیکھ لیا جو سلطان العارفین کو دیکھ لے وہ کسی کو نہ دیکھے۔

سورج کی شعاعیں کی آتش شیشہ کے ذریعہ کسی کپڑے پر ڈالی جائیں تو وہ کپڑا جل جاتا ہے اگر یہ آتش شیشہ درمیان میں نہ ہو۔ تو جلن پیدا نہیں ہوتی مدینہ کے سورج ﷺ کی نورانی شعاعیں بغداد والے یا اجیر والے شیشہ کے ذریعہ دل پر ڈالو تا کہ چشم اور درد پیدا ہو۔ یہ درد دل وہ چیز ہے جس کے سبب انسان فرشتوں سے افضل ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

احقر العباد

احمد یار خاں

سرپرست: مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات

بحث بدعت کے معنی اور اس کے اقسام واحکام

اس میں دو باب ہیں۔ پہلا باب بدعت کے معنی اور اس کے اقسام واحکام میں۔ دوسرا باب اس پر اعتراضات وجوابات میں۔

پہلا باب

بدعت کے معنی اور اس کے اقسام واحکام میں

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز قرآن کریم فرماتا ہے۔

قل ما كنت بدعا من الرسل۔

ترجمہ: فرمادو کہ میں نیا رسول نہیں ہوں۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۲۶ آیت نمبر ۹)

نیز فرماتا ہے بدیع السموات والارض (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۱) آسمانوں اور زمینوں کا ایجاد کرنے والا ہے۔ نیز فرماتا ہے ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم۔ (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۷)۔

ان آیات میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی ایجاد کرنا، نیا بنانا وغیرہ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الاعتصام بالكتاب والسنة میں ہے۔ قال النووي البدعة كل شئى عبل على غير مثال سبق بدعت وہ کام ہے جو بغیر گزری مثال کے کیا جاوے۔

(مرقات المنافع ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اب بدعت تین معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ نیا کام جو حضور انور کے بعد ایجاد ہوا۔ خلاف سنت کام جو دفع سنت ہو۔ برے عقائد جو بعد میں پیدا ہوئے پہلے معنی سے بدعت دو قسم کی ہے۔ حسنہ، سیئہ دوسرے دو معنی سے ہر بدعت سیئہ ہی ہے جن بزرگوں نے فرمایا کہ ہر بدعت سیئہ ہوتی ہے وہاں دوسرے معنی مراد ہیں وہ جو حدیث میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے وہاں تیسرے معنی مراد ہیں لہذا احادیث واقوال علماء آپس میں متعارض نہیں۔

بدعت کے شرعی معنی ہیں وہ اعتقاد یا وہ اعمال جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں بعد میں ایجاد ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بدعت شرعی دو طرح کی ہوئی۔ بدعت اعتقادی اور بدعت عملی۔ بدعت اعتقادی ان برے عقائد کو کہتے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اسلام میں ایجاد ہوئے عیسائی، یہودی، مجوسی اور مشرکین کے عقائد بدعت اعتقادی نہیں۔ کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک میں موجود تھے۔ نیز ان عقائد کو عیسائی وغیرہ بھی اسلامی عقائد نہیں کہتے اور جبریہ، قدریہ، مرجیہ، چکڑالوی، غیر مقلد، دیوبندی عقائد بدعت اعتقادیہ ہیں۔ کیونکہ یہ سب بعد کو بنے۔ اور یہ لوگ ان کو اسلامی عقائد سمجھتے ہیں۔ مثلاً دیوبندی کہتے ہیں کہ خدا جھوٹ پر قادر ہے۔ حضور علیہ السلام غیب سے جاہل یا حضور علیہ السلام کا خیال نماز میں بیل گدوھے کے خیال سے بدتر ہے۔ یہ ناپاک عقیدے بارہویں صدی کی پیداوار ہیں۔ جیسا کہ ہم شامی سے اس کا ثبوت مقدمہ کتاب میں دے چکے ہیں۔ بدعت حسنہ کے ثبوت ملاحظہ ہوں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوه رافة ورحمة ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم الابتغاء رضوان الله (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۷) پھر فرماتا ہے فاتینا الذین امنوا منهم اجرهم اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے بدعت حسنہ یعنی تارک الدنیا ہو جانا ایجاد کیا رب نے اس کی تعریف کی بلکہ اس پر اجر بھی دیا۔ ہاں جو اسے نبھانہ سکے ان پر عتاب آیا۔

فرمایا گیا۔ فصار عوہا حق رعایتھا (پارہ ۲۷ سورہ ۵۷ آیت نمبر ۲۷) دیکھو ایجاد بدعت پر عتاب نہیں ہوا بلکہ نبھانے پر۔ معلوم ہوا کہ بدعت حسنہ اچھی چیز ہے اور باعث ثواب۔ مگر اس پر پابندی نہ کرنا برا خیر الامور اور دمہا لہذا چاہیے کہ مسلمان محفل میلاد شریف وغیرہ پر پابندی کریں۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام کی پہلی حدیث ہے کہ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد جو شخص ہمارے اس دین میں وہ عقیدے ایجاد کرے جو دین کے خلاف ہوں وہ مردود ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنن الفصل الاول ص ۲۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم شریف ج ۳ ص ۱۳۳ رقم الحدیث ۱۷۱۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ المقدمہ باب تنظیم حدیث رسول اللہ ج ۱ ص ۷ رقم الحدیث ۱۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۰۷ رقم الحدیث ۲۶ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

ہم نے ما کے معنی عقیدے اس لئے کئے ہیں کہ دین عقائد کا ہی نام ہے اعمال فروع میں بے نمازی گنہگار ہے بے دین یا کافر نہیں۔ بدعتا یا تو گمراہ ہے یا کافر۔ اس کے ماتحت مرقات میں ہے۔

والمعنی ان من احدث فی الاسلام رایا فهو مردود علیہ اقول فی وصف هذا الامر اشارة الى ان امر الاسلام کمل۔

ترجمہ: معنی یہ ہیں کہ جو اسلام میں ایسا عقیدہ نکالے کہ دین سے نہیں ہے وہ اس پر پردے ہے میں کہتا ہوں کہ ہذا الامر کے وصف میں اس طرف اشارہ ہے کہ اسلام کا معاملہ مکمل ہو چکا۔

ثابت ہوا کہ بدعت عقیدے کو فرمایا گیا۔ اسی مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے تو فرمایا بلغنی انه قد احدث فان کان احدث فلا تقرعه منی السلام مجھے خبر ملی ہے کہ وہ بدعتی ہو گیا ہے اگر ایسا ہو تو اس کو میرا سلام نہ کہنا۔ بدعتی کیسے ہوا؟ فرماتے ہیں۔

يقول يكون في امتي خسف ومسح او قذف يه اهل القدر۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام فرماتے تھے کہ میری امت میں زمین میں دھنسا صورت بدلنا یا پتھر برسنا ہوگا قدر یہ لوگوں میں۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب الایمان بالقدر الفصل الثالث ص ۲۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ وہ قدر یہ یعنی تقدیر کا منکر ہو گیا تھا۔ اس کو منکر فرمایا۔ درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الامت میں ہے۔

و مبتدع ای صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول۔

ترجمہ: بدعتی امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے بدعت اس عقیدے کے خلاف اعتقاد رکھنا ہے جو حضور علیہ السلام سے معروف ہیں۔ (الدر المختار علی حاشیہ کشف الاستار کتاب الامت ص ۸۳ مطبوعہ مطبع مجبائی لاہور)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بدعت نئے اور برے عقائد کو بھی کہتے ہیں اور بدعت اور بدعتی پر جو سخت وعیدیں احادیث میں آئی ہیں ان سے مراد بدعت اعتقاد یہ ہے حدیث میں ہے کہ جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔ یعنی بدعت اعتقاد یہ والے کی۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۰ میں ہے۔ جس بدعت میں ایسی شدید عید ہے وہ بدعت فی العقائد ہے۔ جیسا کہ روافض خوارج کی بدعت ہے۔

بدعت عملی ہر وہ کام ہے جو حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک کے بعد ایجاد ہوا خواہ وہ دنیاوی ہو یا دینی خواہ صحابہ کرام کے زمانہ میں ہو یا اس کے بھی بعد۔ مرقات باب الاعتصام میں ہے۔

وفي الشرع احداث مالم یکن فی عهد رسول الله عليه السلام۔

ترجمہ: بدعت شریعت میں اس کام کا ایجاد کرنا ہے جو کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ ہو۔

اشیاء اللغات میں یہ ہی باب بدانکہ ہر چیز پیدا شدہ بعد از پیغمبر علیہ السلام بدعت است جو کام حضور علیہ السلام کے بعد پیدا ہو وہ بدعت ہے۔

(اشیاء اللغات باب الاعتصام الفصل الاول ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

ان دونوں عبارتوں میں نہ تو دینی کام کی قید ہے نہ زمانہ صحابہ کا لحاظ جو کام بھی ہو دینی ہو یا دنیاوی حضور علیہ السلام کے بعد جب بھی ہو خواہ زمانہ صحابہ میں یا اس کے بعد وہ بدعت ہے ہاں عرف عام میں ایجادات صحابہ کرام کو سنت صحابہ کہتے ہیں بدعت نہیں بولتے یہ عرف ہے ورنہ خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت مقرر فرما کر فرمایا نعمتہ البدعتہ ہذہ یہ تو بہت ہی اچھی بدعت ہے۔

بدعت عملی دو قسم کی ہے۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ بدعت حسنہ وہ نیا کام جو کسی سنت کے خلاف نہ ہو جیسے محفل میلاد اور دینی مدارس اور نئے نئے عمدہ کھانے اور پریس میں قرآن و دینی کتب کا چھپوانا اور بدعت سیئہ وہ جو کہ کسی سنت کے خلاف ہو یا سنت کو مٹانے والی ہو۔ جیسے کہ غیر عربی میں خطبہ جمعہ و عیدین پڑھنا یا کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنا پڑھانا کہ اس میں سنت خطبہ یعنی عربی میں نہ ہونا اور تبلیغ تکبیر کی سنت اٹھ جاتی ہے۔ یعنی بذریعہ مکمرین کے آواز پہنچانا بدعت حسنہ جائز بلکہ بعض وقت مستحب اور واجب بھی ہے اور بدعت سیئہ مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی یا حرام ہے۔ اس تقسیم کو ہم آئندہ بیان کریں گے۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی دلیل سنو۔ اشیاء اللغات جلد اول باب الاعتصام زیر حدیث و کل بدعتہ ضلالۃ ہے۔ و آنچه موافق اصول و قواعد اوست و قیاس کردہ شدہ است آن را بدعت حسنہ گویند و آنچه مخالف آن باشد باعث ضلالت گویند۔ جو بدعت کہ اصول اور قوانین اور سنت کے موافق ہے اور اس سے قیاس کی ہوتی ہے۔ اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو اس کے خلاف ہے اس کو بدعت گمراہی کہتے ہیں۔

(اشیاء اللغات باب الاعتصام الفصل الاول ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

مشکوٰۃ باب العلم میں ہے۔

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجر من عمل بها من م بعده من غير ان ينقض من اجورهم شئني و من سن فی الاسلام سنة سيئة فعليه وزرها و وزر من عمل بها من غير ان ينقض من اوزاهم شئني۔

ترجمہ: جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا۔ اور اس کا بھی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کرے اس پر اس کا گناہ بھی ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ بھی ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ بھی کچھ کمی نہ ہوگی معلوم ہوا کہ اسلام میں کار خیر ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے۔ اور برے کام نہ کرنا گناہ کا موجب۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحد علی الصدق ج ۲ ص ۵۰۵ رقم الحدیث ۱۰۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)۔ (سنن نسائی کتاب الزکاۃ باب التحریض علی الصدق ج ۵ ص ۷۵ رقم الحدیث ۲۵۵۲ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)۔ (سنن ابن ماجہ مقدمہ باب من سنہ حیدر اوسیدہ ج ۱ ص ۴۲ رقم الحدیث ۲۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۷-۳۵۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)۔ (صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۱۰۱-۱۰۲ رقم الحدیث ۳۳۰۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

شامی کے مقدمہ میں فضائل امام ابو حنیفہ بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

قال العلماء هذه احاديث من قواعد الاسلام وهو ان كل من ابتدع شيئاً من الشر كان عليه مثل وزر من افتدى به في ذلك و كل من ابتدع شيئاً من الخير كان له مثل اجر كل من يعمل الى يوم القيمة۔

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اسلام کے قانون ہیں کہ جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرے اس پر اس کام میں ساری پیروی کرنے

والوں کا گناہ ہے اور جو شخص اچھی بدعت نکالے اس کو قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا ثواب ہے۔
(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اچھی بدعت ثواب ہے اور بری بدعت گناہ۔

بری بدعت وہ ہے جو سنت کے خلاف ہو۔ اس کی بھی دلیل ملاحظہ ہو۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام میں ہے۔

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فہورد۔

ترجمہ: جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی رائے نکالے جو کہ دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الاول ص ۲۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

دین سے نہیں ہے کے معنی یہ ہیں کہ دین کے خلاف ہے۔ چنانچہ اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کی شرح میں ہے۔

ومراد چیزے است کہ مخالف ومغیر آن باشد۔

اس سے مراد وہ چیز ہے جو کہ دین کے خلاف یا دین کو بدلنے والی ہو۔ اسی مشکوٰۃ باب الاعتصام تیسری فصل میں ہے۔

ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسک بسنة خیر من احداث بدعة۔

ترجمہ: کوئی قوم بدعت ایجاد نہیں کرتی مگر اتنی سنت اٹھ جاتی ہے۔ لہذا سنت کو لینا بدعت کے ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثالث ص ۳۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس کی شرح میں اشعۃ اللمعات میں ہے۔ وچوں احداث بدعت رافع سنت است ہمیں قیاس اقامت سنت قاطع بدعت خواہد بود۔

اور جب بدعت نکالنا سنت کو مٹانے والا ہے۔ تو سنت کو قائم کرنا بدعت کو مٹانے والے ہوگا۔

اس حدیث اور اس کی شرح سے یہ معلوم ہوا کہ بدعت سیئہ یعنی بری بدعت وہ ہے کہ جس سے سنت مٹ جاوے۔ اس کی مثالیں ہم

پہلے دے چکے ہیں۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی پہچان خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اسی جگہ دھوکا ہوتا ہے۔

بدعت کی قسمیں اور ان کے احکام

یہ تو معلوم ہو چکا کہ بدعت دو طرح کی ہے۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ اب یاد رکھنا چاہیے کہ بدعت حسنہ تین طرح کی ہے۔

بدعت جائز..... بدعت مستحب..... بدعت واجب۔

اور بدعت سیئہ دو طرح کی ہے۔ **بدعت مکروہ..... اور..... بدعت حرام۔**

اس تقسیم کی دلیل ملاحظہ ہو۔ مرقات باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے۔

البدعة اما واجبة كتعلم النحو وتدوين اصول الفقه واما محرمة كمذهب الجبرية واما مندوبة كاحداث الروابط والمدارس وكل احسان لم يعهد في الصدر الاول وكالتراويح اى بالجماعة العامة واما مكروهة كذخرفة المسجد واما مباحة كالمصافحة عقيب الصبح والتوسع بلذیذ الماکل والمشارب۔

ترجمہ: بدعت یا تو واجب ہے جیسے علم نحو کا سیکھنا اور اصول فقہ کا جمع کرنا اور یا حرام ہے جیسے جبریہ مذہب اور یا مستحب ہے۔ جیسے

مسافر خانوں اور مدرسوں کا ایجاد کرنا اور ہر وہ اچھی بات جو پہلے زمانہ میں نہ تھی اور جیسے عام جماعت سے تراویح پڑھنا اور یا مکروہ ہے جیسے

مسجدوں کو فنیہ زینت دینا اور یا جائز ہے جیسے فجر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور عمدہ عمدہ کھانوں اور شربتوں میں وسعت کرنا۔

(مرقات المفاتیح ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

شامی جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب الامامت میں ہے۔

ای صاحب بدعة محرمة والا فقد تكون واجبة كنصب الادلة وتعلم النحو ومنذوبة كاحداث نحو رباط ومدرسة وكل احسان لم يكن في الصدر الاول مكروهة كزخرفة المسجد ومباحة كالتوسع بلذذ الماكل والمشارب والثياب كما في شرح الجامع الصغير۔

ترجمہ: یعنی حرام بدعت والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے ورنہ بدعت تو کبھی واجب ہوتی ہے جیسے کہ دلائل قائم کرنا اور علم نحو سیکھنا اور کبھی مستحب جیسے مسافر خانہ اور مدرسے اور ہر وہ اچھی چیز جو کہ پہلے زمانہ میں نہ تھی ان کا ایجاد کرنا اور کبھی مکروہ جیسے کہ مسجدوں کی فخریہ زینت اور کبھی مباح جیسے عمدہ کھانے شربتوں اور کپڑوں میں وسعت کرنا اسی طرح جامع صغیر کی شرح میں ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۳۱۴ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

ان عبارات سے بدعت کی پانچ قسمیں بخوبی واضح ہوئیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ ہر بدعت حرام نہیں بلکہ بعض بدعتیں کبھی ضروری بھی ہوتی ہیں جیسے کہ علم فقہ و اصول فقہ قرآن کریم کا جمع کرنا یا قرآن کریم میں اعراب لگانا یا آج کل قرآن کریم کا چھاپنا اور دینی مدرسوں کے درس وغیرہ بنانا۔

بدعت کی قسموں کی پہچانی اور علامتیں

بدعت حسنہ اور سیئہ کی پہچان تو بتادی گئی کہ جو بدعت اسلام کے خلاف ہو یا کسی سنت کو مٹانے والی ہو۔ وہ بدعت سیئہ۔ اور جو ایسی نہ ہو۔ وہ بدعت حسنہ ہے۔ اب ان پانچ قسموں کی علامتیں معلوم کرو۔

بدعت جائزہ:۔۔۔۔۔ ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو۔ اور بغیر کسی نیت خیر کے کیا جاوے۔ جیسے چند کھانے کھانا وغیرہ۔ اس کا حوالہ مراقۃ اور شامی میں گزر گیا۔ ان کاموں پر نہ ثواب نہ عذاب۔

بدعت مستحبہ:۔۔۔۔۔ وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اس کو عام مسلمان کا ثواب جانتے ہوں یا کوئی شخص اس کو نیت خیر سے کرے جیسے محفل میلاد شریف اور فاتحہ بزرگان کہ عام مسلمان اس کو کا ثواب جانتے ہیں۔ اس کو کرنے والا ثواب پاوے گا۔ اور نہ کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

مرقات باب الاعتصام میں ہے۔

وروی عن ابن مسعود ماراه المومنون حسنا فهو عند الله حسن۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۹ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۸۵۸۳ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم الموصل)، (مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۹ رقم الحدیث ۳۶۰۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۸۳ رقم الحدیث ۳۳۶۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (المدخل السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دارالافتاء للکتاب الاسلامی الکویت)، (مسند الطیالسی ج ۱ ص ۳۳ رقم الحدیث ۲۳۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

وفي حديث مرفوع ولا تجمع امتی علی الضلالة۔

ترجمہ: اور حدیث مرفوع میں ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔

(سنن الترمذی کتاب النہی باب ما جاء فی لزوم الجماعة ج ۳ ص ۳۶۶ رقم الحدیث ۲۱۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۳۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

مشکوٰۃ کے شروع میں ہے۔

انما الاعمال بالنیات وانما لامرء مانوی۔

ترجمہ: اعمال کا مدار نیت سے ہے اور انسان کے لئے وہی ہے جو نیت کرے۔

(صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۵۱۵ رقم الحدیث ۱۹۰۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الترمذی قال ابو یحییٰ ہذا حدیث حسن صحیح ج ۳ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۱۶۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد باب فیما عنی بہ الطلاق والنیات ج ۲ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۲۲۰۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند الحمیدی ج ۱ ص ۱۶ رقم الحدیث ۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۱۱۳-۱۱۲ رقم الحدیث ۳۸۸-۳۸۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)، (صحیح ابن خذیمہ ج ۱ ص ۷۳ رقم الحدیث ۱۴۲ مکتب الاسلامی بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۴۲ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۴۱ رقم الحدیث ۳۲۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند الطیالسی ص ۹ رقم الحدیث ۳۷ مطبوعہ دار العرفۃ بیروت)، (سنن نسائی ج ۶ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۳۳۳۳ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (بحر الزخار، المعروف بمسند المہوار ج ۱ ص ۳۸۰-۳۸۱ رقم الحدیث ۲۵۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ)، (المشقی لابن الجارود باب فی النیۃ فی الاعمال ص ۲۷ رقم الحدیث ۶۴ مطبوعہ موسسۃ الکتاب الثقافیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۵ رقم الحدیث ۱۶۸ مطبوعہ موسسۃ قرطبیہ مصر)، (سنن الکبیری للبیہقی باب النیۃ فی الطہارۃ الحکمیہ ج ۱ ص ۴۱ رقم الحدیث ۱۸۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکتبۃ)، (تاریخ بغداد ج ۶ ص ۱۵۳ رقم الحدیث ۳۱۹۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنن الصغری للبیہقی ص ۱۸ رقم الحدیث ۱۸ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ المنورہ)، (مسند الربیع عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ص ۲۳ رقم الحدیث ۱۸ مطبوعہ دار الحکمۃ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ عن ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۷ ص ۵۰۲ رقم الحدیث ۳۷۵۵۷-۳۷۵۵۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)

در مختار جلد اول بحث مستحبات وضو میں ہے۔

و مستحبہ و هو ما فعلہ النبی علیہ السلام مرۃ و ترکہ اخروی و ما احبہ السلف۔

ترجمہ: مستحب وہ کام ہے جو حضور علیہ السلام نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو اور وہ کام جسے گزشتہ مسلمان اچھا جانتے ہوں۔
(الدر مختار علی حاشیہ کشف الاستار بحث مستحبات وضو ص ۲۲ مطبوعہ مطبع مجتہائی لاہور)

شامی جلد پنجم بحث قربانی میں ہے۔

فان النیات تجعل العادات عبادات۔

ترجمہ: کیونکہ نیت خیر عادات کو عبادت بنا دیتی ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۵ ص ۵ مطبوعہ مکتبۃ ماجدیہ کوئٹہ)

اسی طرح مراقبہ بحث نیت میں بھی ہے۔

ان احادیث و فقہی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جو جائز کام نیت ثواب سے کیا جاوے یا مسلمان اس کو ثواب کا کام جانیں۔ وہ عند اللہ بھی کار ثواب ہے۔ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں جس کے اچھے ہونے کی گواہی دیں وہ اچھا ہے اور جس کو برا کہیں وہ برا۔ گواہی کی نفیس بحث ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو اور اس کتاب میں بھی عرس بزرگان کی بحث میں کچھ اس کا ذکر آویگا۔ انشاء اللہ۔

بدعت واجبہ.....: وہ نیا کام جو شرعاً منع نہ ہو اور اس یک چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو۔ جیسے کہ قرآن کے اعراب اور دینی مدارس اور علم نحو وغیرہ پڑھنا اس کے حوالے گزر چکے۔

بدعت مکروہہ.....: وہ نیا کام جس سے کوئی سنت چھوٹ جاوے۔ اگر سنت غیر موکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہہ تنزیہی ہے۔ اور اگر سنت موکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہہ تحریمی۔ اس کی مثالیں اور حوالے گزر گئے۔

بدعت حرام.....: وہ نیا کام جس سے کوئی واجب۔ چھوٹ جاوے۔ یعنی واجب کو مٹانے والی ہو۔

در مختار باب الاذان (الدر مختار علی حاشیہ کشف الاستار باب الاذان ص ۶۴ مطبوعہ مطبع مجتہائی لاہور) میں ہے کہ بعد سلام کرنا ۷۸ھ میں ایجاد ہوا۔ لیکن وہ بدعت حسنہ ہے اس کے ماتحت شامی میں ہے کہ اذان جوق کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ففیہ دلیل علی انہ غیر مکروہ لان المتوارث لا یكون مکروہا و كذلك تقول فی الاذان بین یدی الخطیب فیکون بدعة حسنة اذا ما راہ المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۸ مطبوعہ مکتبۃ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ جو جائز کام مسلمانوں میں مروج ہو جائے باعث ثواب ہے۔
 آؤ ہم آپ کو دکھائیں کہ اسلام کی کوئی عبادت حسنہ سے خالی نہیں۔ فہرست ملاحظہ ہو۔
ایمان:- مسلمان کے بچہ بچہ کو ایمان مجمل اور ایمان مفصل یاد کرایا جاتا ہے۔ ایمان کی یہ دو قسمیں اور ان کے یہ دونوں نام بدعت ہیں قرونِ ثلاثہ میں اس کا پتہ نہیں۔

کلمہ:- ہر مسلمان چھ کلمہ یاد کرتا ہے۔ یہ چھ کلمے ان کی تعداد ان کی ترکیب کہ یہ پہلا کلمہ ہے۔ یہ دوسرا اور ان کے یہ نام ہیں۔ سب بدعت ہیں۔ جن کا قرونِ ثلاثہ میں پتہ بھی نہیں تھا۔

قرآن:- قرآن شریف کے تیس پارہ بنانا۔ ان میں رکوع قائم کرنا۔ اس پر اعراب لگانا اس کی سنہری رو پہلی جلدی تیار کرنا۔ قرآن کو بلاک وغیرہ بنا کر چھاپنا سب بدعت ہیں۔ جن کا قرونِ ثلاثہ میں ذکر بھی نہ تھا۔

حدیث:- حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا۔ حدیث کی اسناد بیان کرنا۔ اسناد پر جرح کرنا اور حدیث کی قسمیں بنانا کہ یہ صحیح ہے یہ حسن، یہ ضعیف، یہ معطل، یہ مدلس ان قسموں میں ترتیب دینا کہ اول نمبر صحیح ہے۔ دوم نمبر حسن سوم نمبر ضعیف۔ پھر ان کے احکام مقرر کرنا کہ حرام و حلال چیزیں حدیث صحیح سے ثابت ہوں گی۔ اور فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوگی۔ غرض کہ سارا فن حدیث ایسی بدعت ہے۔ جس کا قرونِ ثلاثہ میں ذکر بھی نہ تھا۔

اصول حدیث:- یہ فن بالکل بدعت ہے بلکہ اس کا تو نام بھی بدعت ہے اس کے سارے قاعدے قانون بدعت۔

فقہ: اس پر آج کل دین کا دار و مدار ہے۔ مگر یہ بھی از اول تا آخر بدعت ہے جس کا قرونِ ثلاثہ میں ذکر نہیں۔

اصول فقہ و علم کلام:- یہ علم بھی بالکل بدعت ہے ان کے قواعد و ضوابط سب بدعت۔

نماز:- نماز میں زبان سے نیت کرنا۔ بدعت جس کا ثبوت قرونِ ثلاثہ میں نہیں۔ رمضان میں بیس تراویح پر بھیگی کرنا بدعت ہے خود امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نعمة البدعة هذه یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔

روزہ:- روزہ افطار کرتے وقت زبان سے دعا کرنا۔ اللهم لك صمت الخ اور سحری کے وقت دعا مانگنا کہ اللهم بالصوم لك غذا نویت بدعت ہے۔

زکوٰۃ:- زکوٰۃ میں موجود سکہ رائج الوقت ادا کرنا بدعت ہے قرونِ ثلاثہ میں یہ تصویر والے سکے نہ تھے نہ ان سے زکوٰۃ جیسی عبادات ادا ہوتی تھی۔ موجودہ سکے سے غلوں سے فطرانہ نکالنا یہ سب بدعت ہیں۔

حج:- ریل گاڑیوں لاریوں موٹروں ہوائی جہازوں کے ذریعہ حج کرنا۔ موٹروں میں عرفات شریف جانا بدعت ہے اس زمانہ پاک میں نہ یہ سواریاں تھیں نہ ان کے ذریعہ حج ہوتا تھا۔

طریقت:- طریقت کے قریباً سارے مشاغل اور تصوف کے قریباً سارے مسائل بدعت ہیں مراقبہ چلے پاس انفاس تصور شیخ ذکر کے اقسام سب بدعت ہیں۔ جن کا قرونِ ثلاثہ میں کہیں پتہ نہیں چلتا۔

چار سلسلے:- شریعت و طریقت دونوں کے چار چار سلسلے یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اسی طرح قادری، چشتی، نقشبندی، کوئی صحابی تابعی حنفی قادری نہ ہوئے۔

اب دیوبندی بتائیں کہ بدعت سے بچکر وہ دینی حیثیت سے زندہ بھی رہ سکتے ہیں؟ جب ایمان اور کلمہ میں بدعات داخل ہیں۔ تو

بدعت سے چھٹکارا کیسا؟

دنیاوی چیزیں:- آج کل دنیا میں وہ چیزیں ایجاد ہو گئی ہیں۔ جن کا خیر القرون میں نام و نشان بھی نہ تھا اور جن کے بغیر اب دنیاوی زندگی مشکل ہے۔ ہر شخص ان کے استعمال پر مجبور ہے۔ ریل موٹر ہوائی جہاز سمندری جہاز تاکہ گھوڑا گاڑی پھر خط لفافہ تار ٹیلیفون ریڈیو لاؤڈ سپیکر وغیرہ یہ تمام چیزیں اور ان کا استعمال بدعت ہے اور انہیں ہر جماعت کے لوگ بلا تکلف استعمال کرتے ہیں۔ بولود یو بندی، وہابی بغیر بدعات حسنہ کے دنیاوی زندگی گزار سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

لطفہ:- ایک مولوی صاحب کسی شخص کا نکاح پڑھانے گئے۔ دولہا کے پھولوں کا سہرا بندھا ہوا تھا۔ جاتے ہی بولے یہ سہرا بدعت ہے شرک ہے حرام ہے نہ حضور نہ باندھانہ صحابہ کرام نے نہ تابعین نے نہ تبع تابعین نے بتاؤ کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ سہرا باندھ لوگوں نے سہرا کھول دیا جب نکاح پڑھا چکے تو دولہا کے باپ نے دس روپیہ کا نوٹ دیا۔ مولوی صاحب نوٹ جیب میں ڈال رہے تھے کہ دولہا نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ مولوی صاحب نکاح پڑھا کر روپیہ لینا بدعت ہے حرام ہے۔ شرک ہے۔ نہ حضور نے لئے نہ صحابہ نے نہ تابعین نے نہ تبع تابعین نے۔ بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ نکاح کی فیس لو مولوی صاحب بولے یہ تو خوشی کے پیسے ہیں۔ دولہا نے کہا کہ سہرا بھی خوشی کا تھا۔ غم کا نہ تھا۔ مولوی صاحب شرم سے ڈوب گئے۔ یہ ہے ان بزرگوں کی بدعت۔

دوسرا باب

اس تعریف اور تقسیم پر اعتراضات و جوابات میں

ہم نے بدعت عملی کی یہ تعریف کی ہے کہ جو کام دینی یا دنیاوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے خواہ زمانہ صحابہ کرام میں ہو یا اس کے بعد اس پر دو مشہور اعتراض ہیں۔

اعتراض (۱).....:- بدعت صرف اس دینی کام کو کہیں گے کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ایجاد ہو۔ دنیاوی نئے کام بدعت نہیں۔ لہذا محفل میلاد وغیرہ تو بدعت ہیں اور تار ٹیلیفون ریل گاڑی کی سواری بدعت نہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فهو رد جو شخص ہمارے دین میں کوئی بات نکالے وہ مردود ہے امرنا سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی ایجادات بدعت نہیں اور دینی بدعت کوئی بھی حسنہ نہیں سب حرام ہیں۔ کیونکہ حدیث میں ان سب کو کہا گیا کہ وہ مردود ہے۔

جواب:- دینی کام کی قید لگانا محض اپنی طرف سے ہے احادیث صحیحہ اور اقوال علماء اور محدثین کے خلاف ہے۔ حدیث میں ہے کل محدث بدعة (مشکوٰۃ باب الاعتصام الفصل الاول ص ۷۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) ہر نیا کام بدعت ہے اس میں دینی یا دنیاوی کی قید نہیں۔ نیز ہم ائمة الممعات اور مرقاۃ کی عبارتیں نقل کر چکے ہیں اس میں دینی کام کی قید نہیں لگائی۔ نیز ہم پہلے باب میں مرقاۃ اور شامی کی عبارتیں دکھا چکے کہ انہوں نے عمدہ کھانے اچھے کپڑے بدعت جائزہ میں داخل کئے ہیں۔ یہ کام دنیاوی ہیں۔ مگر بدعت میں ان کو شمار کیا لہذا یہ قید لگانا غلط ہے۔ اگر مان بھی لیا جاوے کہ بدعت میں دینی کام کی قید ہے تو دینی کام اسی کو تو کہتے ہیں جس پر ثواب ملے۔ مستحبات، نوافل، واجبات، فرائض سب دینی کام ہیں کہ اس کو آدمی ثواب کے لئے کرتا ہے اور دنیا کا کوئی بھی کام نیت خیر سے کیا جاوے اس پر ثواب ملتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملنا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔ اپنے بچوں کو پالنا نیت خیر سے ہو تو ثواب ہے۔ حتیٰ اللقمۃ و رفعها فی امراء تک یہاں تک کہ جو لقمہ اپنی زوجہ کے منہ میں دے وہ بھی ثواب۔ لہذا مسلمان کا ہر دنیاوی کام دینی ہے۔

اب بتاؤ کہ نیت خیر سے پلاؤ کھانا بدعت ہے یا نہیں؟ نیز دینی کام کی قید لگانا آپ کے لئے کوئی مفید نہیں۔ کیونکہ دیوبند کا مدرسہ وہاں کا نصاب دورہ حدیث تنخواہ لے کر مدرسین کا پڑھانا امتحان اور تعطیلات کا ہونا آج قرآن پاک میں اعراب لگانا قرآن و بخاری چھاپنا مصیبت کے وقت ختم بخاری کرنا جیسا کہ دیوبند میں پندرہ روپیہ لے کر کرایا جاتا ہے بلکہ سارا فن حدیث بلکہ خود احادیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا بلکہ خود قرآن کو کاغذ پر جمع کرنا۔ اس میں رکوع بنانا۔ اس کے تیس سیپارے کرنا وغیرہ سب ہی دینی کام ہیں اور بدعت ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ان سے کوئی کام نہ ہوا تھا۔ بولو یہ حرام ہیں یا حلال؟ بچارے محفل میلاد شریف اور فاتحہ نے ہی کیا قصور کیا ہے جو صرف وہ تو اس لئے حرام ہوں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ تھا اور اوپر ذکر کئے ہوئے سب کام حلال۔

ہم نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو اپنے مناظرہ میں کہا تھا کہ آپ حضرات چار چیزوں کی صحیح تعریف کر دیں۔ جس پر کوئی اعتراض نہ ہو جامع مانع ہو۔ تو جس قدر چاہیں ہم سے انعام لیں بدعت شرک دین عبادت اور اب بھی اپنے رب بھروسہ پر کہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی دیوبندی کوئی غیر مقلد اور کوئی شرک و بدعت کی رٹ لگانے والا ان چار چیزوں کی تعریف ایسی نہیں کر سکتا جس سے اس کا مذہب بچ جاوے۔ آج بھی ہر دیوبندی اور ہر غیر مقلد کو اعلان عام ہے کہ ان کی ایسی صحیح تعریف کرو جس سے محفل میلاد حرام ہو۔ اور رسالہ قاسم اور پرہیز اہل حدیث حلال اور اولیاء اللہ سے مدد مانگنا شرک ہو اور پولیس وغیرہ سے استمداد عین اسلام اور کہہ دیتے ہیں کہ انشاء اللہ یہ تعریفیں نہ ہو سکیں گی۔ لہذا چاہیے کہ اپنے اس بے اصولے مذہب سے توبہ کریں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہوں اللہ الموفق۔ وہ حدیث جو آپ نے پیش کی۔ اس کے متعلق ہم عرض کر چکے ہیں یا تو اسے مراد عقائد ہیں کہ دین کا عام اطلاق عقائد پر ہوتا ہے اور اگر مراد اعمال بھی ہوں تو لیس منہ سے مراد وہ عمل ہیں۔ جو خلاف سنت یا خلاف دیں ہوں ہم اس کے حوالہ بھی پیش کر چکے ہیں۔

یہ کہنا کہ ہر بدعت حرام ہوتی ہے بدعت حسنہ کوئی چیز ہی نہیں یہ اس حدیث کے خلاف ہے جو پیش کی جا چکی کہ اسلام میں جو نیک کام ایجاد کرے وہ ثواب کا مستحق ہے اور جو برا کام ایجاد کرے وہ عذاب کا۔ نیز شامی اشعۃ اللمعات اور مرقاۃ کی عبارات پیش کی جا چکی ہیں کہ بدعت پانچ قسم کی ہے جائز واجب مستحب مکروہ اور حرام۔ اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ ہر بدعت حرام ہے تو مدارس وغیرہ کو ختم کر دو کہ یہ بھی حرام ہیں۔ نیز مسائل فقہیہ اور اشغال صوفیہ جو خیر القرون کے بعد ایجاد ہوئے تمام حرام ہو جائیں گے۔ شریعت کے چار سلسلے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور طریقت کے چار سلسلے قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی یہ تمام ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ صحابہ کرام کے بعد ایجاد ہوئے پھر ان کے مسائل اجتہاد یہ اور اعمال و وظیفے مراقبہ چلے وغیرہ سب بعد کی ایجاد ہیں اور سب لوگ ان کو دین کا کام سمجھ کر ہی کرتے ہیں چھ کلمہ، ایمان مجمل، و مفصل قرآن کے تیس پارے حدیث کی قسمیں اور ان کے احکام کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف یہ حسن ہے یا معضل وغیرہ عربی مدارس کے نصاب جلسہ دستار بندی سند لینا پگڑی بندھوانا ان چیزوں کا کہیں قرآن و حدیث میں نام بھی نہیں۔ کوئی دیوبندی وہابی ان چیزوں کو تو کیا ان کے نام بھی کسی حدیث میں نہیں دیکھا سکتا۔ پھر حدیث کی اسناد اور راویوں پر مروجہ جرح خیر القرون سے ثابت نہیں کر سکتا غرض کہ شریعت و طریقت کا کوئی عمل ایسا نہیں جس میں بدعت شامل نہ ہو۔

مولوی اسماعیل صاحب صراط مستقیم صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں۔ نیز اکابر طریقت نے اگرچہ اذکار و مراقبات و ریاضات و مجاہدات کی تعین میں جو راہ ولایت کے مبادی ہیں کوشش کی ہے لیکن بحکم ہر سخن وقتی و ہر نکتہ مقامی دارد۔ ہر ہر وقت کے مناسب اشغال صوفیاء کی ایجاد ہے اور ہر زمانہ میں نئے نئے ہوتے رہتے ہیں جائز ہیں۔ بلکہ راہ سلوک ان ہی سے طے ہوتی ہے کہیے کہ اب وہ قاعدہ کہاں گیا کہ ہر نئی چیز حرام ہے؟ ماننا پڑے گا کہ جو کام خلاف سنت ہو وہ برا ہے باقی عمدہ اور اچھا۔

اعتراض (۲).....: مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ میں سے کسی زمانہ میں ایجاد ہو جاوے وہ بدعت نہیں۔ ان زمانوں کے بعد جو کام ایجاد ہو گا وہ بدعت ہے اور وہ کوئی بھی جائز نہیں۔ سب حرام ہیں۔ یعنی صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کی ایجادات سنت ہیں۔ اس لئے کہ مشکوٰۃ باب الاعتصام میں ہے۔

(۱) فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ۔

ترجمہ: تم پر لازم ہے میری سنت اور ہدایت والے خلفائے راشدین کی سنت کہ اس کو دانت سے مضبوط پکڑ لو۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵-۱۶ رقم الحدیث ۳۲-۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۰۰ رقم ۳۶۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محبت الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۲۶-۱۲۷ رقم ۱۲۷-۱۲۸ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۲۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دبی)، (سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۱۰ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الباز مکتبۃ المکرمتہ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۵۵۱۵-۵۵۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع السانید والسنن ابن کثیر ج ۹ ص ۲۳۰-۲۳۱ رقم الحدیث ۶۳۷۷-۶۳۷۸-۶۳۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والحدیث الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۵۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنۃ محمد بن نصر المروزی ص ۲۶-۲۷ رقم الحدیث ۶۹ مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)، (صحیح ابن حبان جلد ۱ ص ۱۷۸-۱۷۹ رقم الحدیث ۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر امام ابن عساکر ج ۲۱ ص ۱۳۷-۱۳۸ رقم الحدیث ۸۷۱۰-۸۷۱۱-۸۷۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم امام ابو نعیم جلد ۱ ص ۳۷۳-۳۷۴ رقم الحدیث ۳۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء جلد ۵ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (سنن داری جلد ۱ ص ۵۷ رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (مسند الشامیین امام طبرانی جلد ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۳۷ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (انجم الکبیر امام طبرانی جلد ۱ ص ۱۸ رقم الحدیث ۲۵۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (دلائل ابن عاصم فی السنۃ جلد ۱ ص ۲۹-۳۰ رقم الحدیث ۵۹۳۵۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۵۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السنن الواردة فی الفتن جلد ۲ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۱۲۲ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)، (اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۱ ص ۲۲ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للنبیانی ج ۱ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۲۷۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الموضوعات الکبریٰ ص ۲۱۰ رقم ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں خلفائے راشدین کے کاموں کو سنت کہا گیا۔ اس کو پکڑنے کی تاکید فرمائی گئی جس سے معلوم ہوا کہ ان کی ایجادات بدعت نہیں۔

(۲) مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے۔

خير امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم ان بعد ذلك قوما یشہدون ولا یشہدون ویخونون ولا یؤمنون۔

ترجمہ: میری امت میں بہتر گروہ میرا گروہ ہے پھر وہ جو ان کے متصل میں پھر وہ جو ان کے متصل ہیں پھر اس کے بعد ایک قوم ہوگی جو بغیر گواہ بنائے ہوئے گواہی دیتی پھر گئی اور جو خیانت کریں گے۔ امین نہ ہوں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب الصحابۃ الفصل الاول ص ۵۵۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۹۱ رقم الحدیث ۲۳۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (نیل الاوطار ج ۹ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۱۲۳ رقم الحدیث ۶۷۲۹ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الترمذی کتاب الفتن باب ما جاء فی القرن الثالث ج ۳ ص ۵۰۰ رقم الحدیث ۲۲۲۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۳ ص ۲۵۸ رقم الحدیث ۲۵۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (الآحاد والثانی للشیبانی ج ۵ ص ۳ رقم الحدیث ۳۱۶۹ مطبوعہ دار الرایۃ سعودی عرب ریاض)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ج ۷ ص ۵۵۹ رقم ۱۰۹۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مجمع الزوائد وجمع الفوائد ج ۱۰ ص ۱۹ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۳ ص ۳۲۹ رقم الحدیث ۳۲۹ مطبوعہ دار الحرمین القاصرۃ)، (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (المحراز الخار، المعروف بمسند المزار ج ۸ ص ۲۰۸-۲۰۹ رقم الحدیث ۳۲۳۶-۳۲۳۷-۳۲۳۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۵۲۶-۵۲۷ رقم الحدیث ۳۲۳۳۹-۳۲۳۴۰-۳۲۳۴۱-۳۲۳۴۲-۳۲۳۴۳-۳۲۳۴۴-۳۲۳۴۵-۳۲۳۴۶-۳۲۳۴۷-۳۲۳۴۸-۳۲۳۴۹-۳۲۳۵۰-۳۲۳۵۱-۳۲۳۵۲-۳۲۳۵۳-۳۲۳۵۴-۳۲۳۵۵-۳۲۳۵۶-۳۲۳۵۷-۳۲۳۵۸-۳۲۳۵۹-۳۲۳۶۰-۳۲۳۶۱-۳۲۳۶۲-۳۲۳۶۳-۳۲۳۶۴-۳۲۳۶۵-۳۲۳۶۶-۳۲۳۶۷-۳۲۳۶۸-۳۲۳۶۹-۳۲۳۷۰-۳۲۳۷۱-۳۲۳۷۲-۳۲۳۷۳-۳۲۳۷۴-۳۲۳۷۵-۳۲۳۷۶-۳۲۳۷۷-۳۲۳۷۸-۳۲۳۷۹-۳۲۳۸۰-۳۲۳۸۱-۳۲۳۸۲-۳۲۳۸۳-۳۲۳۸۴-۳۲۳۸۵-۳۲۳۸۶-۳۲۳۸۷-۳۲۳۸۸-۳۲۳۸۹-۳۲۳۹۰-۳۲۳۹۱-۳۲۳۹۲-۳۲۳۹۳-۳۲۳۹۴-۳۲۳۹۵-۳۲۳۹۶-۳۲۳۹۷-۳۲۳۹۸-۳۲۳۹۹-۳۲۴۰۰-۳۲۴۰۱-۳۲۴۰۲-۳۲۴۰۳-۳۲۴۰۴-۳۲۴۰۵-۳۲۴۰۶-۳۲۴۰۷-۳۲۴۰۸-۳۲۴۰۹-۳۲۴۱۰-۳۲۴۱۱-۳۲۴۱۲-۳۲۴۱۳-۳۲۴۱۴-۳۲۴۱۵-۳۲۴۱۶-۳۲۴۱۷-۳۲۴۱۸-۳۲۴۱۹-۳۲۴۲۰-۳۲۴۲۱-۳۲۴۲۲-۳۲۴۲۳-۳۲۴۲۴-۳۲۴۲۵-۳۲۴۲۶-۳۲۴۲۷-۳۲۴۲۸-۳۲۴۲۹-۳۲۴۳۰-۳۲۴۳۱-۳۲۴۳۲-۳۲۴۳۳-۳۲۴۳۴-۳۲۴۳۵-۳۲۴۳۶-۳۲۴۳۷-۳۲۴۳۸-۳۲۴۳۹-۳۲۴۴۰-۳۲۴۴۱-۳۲۴۴۲-۳۲۴۴۳-۳۲۴۴۴-۳۲۴۴۵-۳۲۴۴۶-۳۲۴۴۷-۳۲۴۴۸-۳۲۴۴۹-۳۲۴۵۰-۳۲۴۵۱-۳۲۴۵۲-۳۲۴۵۳-۳۲۴۵۴-۳۲۴۵۵-۳۲۴۵۶-۳۲۴۵۷-۳۲۴۵۸-۳۲۴۵۹-۳۲۴۶۰-۳۲۴۶۱-۳۲۴۶۲-۳۲۴۶۳-۳۲۴۶۴-۳۲۴۶۵-۳۲۴۶۶-۳۲۴۶۷-۳۲۴۶۸-۳۲۴۶۹-۳۲۴۷۰-۳۲۴۷۱-۳۲۴۷۲-۳۲۴۷۳-۳۲۴۷۴-۳۲۴۷۵-۳۲۴۷۶-۳۲۴۷۷-۳۲۴۷۸-۳۲۴۷۹-۳۲۴۸۰-۳۲۴۸۱-۳۲۴۸۲-۳۲۴۸۳-۳۲۴۸۴-۳۲۴۸۵-۳۲۴۸۶-۳۲۴۸۷-۳۲۴۸۸-۳۲۴۸۹-۳۲۴۹۰-۳۲۴۹۱-۳۲۴۹۲-۳۲۴۹۳-۳۲۴۹۴-۳۲۴۹۵-۳۲۴۹۶-۳۲۴۹۷-۳۲۴۹۸-۳۲۴۹۹-۳۲۵۰۰-۳۲۵۰۱-۳۲۵۰۲-۳۲۵۰۳-۳۲۵۰۴-۳۲۵۰۵-۳۲۵۰۶-۳۲۵۰۷-۳۲۵۰۸-۳۲۵۰۹-۳۲۵۱۰-۳۲۵۱۱-۳۲۵۱۲-۳۲۵۱۳-۳۲۵۱۴-۳۲۵۱۵-۳۲۵۱۶-۳۲۵۱۷-۳۲۵۱۸-۳۲۵۱۹-۳۲۵۲۰-۳۲۵۲۱-۳۲۵۲۲-۳۲۵۲۳-۳۲۵۲۴-۳۲۵۲۵-۳۲۵۲۶-۳۲۵۲۷-۳۲۵۲۸-۳۲۵۲۹-۳۲۵۳۰-۳۲۵۳۱-۳۲۵۳۲-۳۲۵۳۳-۳۲۵۳۴-۳۲۵۳۵-۳۲۵۳۶-۳۲۵۳۷-۳۲۵۳۸-۳۲۵۳۹-۳۲۵۴۰-۳۲۵۴۱-۳۲۵۴۲-۳۲۵۴۳-۳۲۵۴۴-۳۲۵۴۵-۳۲۵۴۶-۳۲۵۴۷-۳۲۵۴۸-۳۲۵۴۹-۳۲۵۵۰-۳۲۵۵۱-۳۲۵۵۲-۳۲۵۵۳-۳۲۵۵۴-۳۲۵۵۵-۳۲۵۵۶-۳۲۵۵۷-۳۲۵۵۸-۳۲۵۵۹-۳۲۵۶۰-۳۲۵۶۱-۳۲۵۶۲-۳۲۵۶۳-۳۲۵۶۴-۳۲۵۶۵-۳۲۵۶۶-۳۲۵۶۷-۳۲۵۶۸-۳۲۵۶۹-۳۲۵۷۰-۳۲۵۷۱-۳۲۵۷۲-۳۲۵۷۳-۳۲۵۷۴-۳۲۵۷۵-۳۲۵۷۶-۳۲۵۷۷-۳۲۵۷۸-۳۲۵۷۹-۳۲۵۸۰-۳۲۵۸۱-۳۲۵۸۲-۳۲۵۸۳-۳۲۵۸۴-۳۲۵۸۵-۳۲۵۸۶-۳۲۵۸۷-۳۲۵۸۸-۳۲۵۸۹-۳۲۵۹۰-۳۲۵۹۱-۳۲۵۹۲-۳۲۵۹۳-۳۲۵۹۴-۳۲۵۹۵-۳۲۵۹۶-۳۲۵۹۷-۳۲۵۹۸-۳۲۵۹۹-۳۲۶۰۰-۳۲۶۰۱-۳۲۶۰۲-۳۲۶۰۳-۳۲۶۰۴-۳۲۶۰۵-۳۲۶۰۶-۳۲۶۰۷-۳۲۶۰۸-۳۲۶۰۹-۳۲۶۱۰-۳۲۶۱۱-۳۲۶۱۲-۳۲۶۱۳-۳۲۶۱۴-۳۲۶۱۵-۳۲۶۱۶-۳۲۶۱۷-۳۲۶۱۸-۳۲۶۱۹-۳۲۶۲۰-۳۲۶۲۱-۳۲۶۲۲-۳۲۶۲۳-۳۲۶۲۴-۳۲۶۲۵-۳۲۶۲۶-۳۲۶۲۷-۳۲۶۲۸-۳۲۶۲۹-۳۲۶۳۰-۳۲۶۳۱-۳۲۶۳۲-۳۲۶۳۳-۳۲۶۳۴-۳۲۶۳۵-۳۲۶۳۶-۳۲۶۳۷-۳۲۶۳۸-۳۲۶۳۹-۳۲۶۴۰-۳۲۶۴۱-۳۲۶۴۲-۳۲۶۴۳-۳۲۶۴۴-۳۲۶۴۵-۳۲۶۴۶-۳۲۶۴۷-۳۲۶۴۸-۳۲۶۴۹-۳۲۶۵۰-۳۲۶۵۱-۳۲۶۵۲-۳۲۶۵۳-۳۲۶۵۴-۳۲۶۵۵-۳۲۶۵۶-۳۲۶۵۷-۳۲۶۵۸-۳۲۶۵۹-۳۲۶۶۰-۳۲۶۶۱-۳۲۶۶۲-۳۲۶۶۳-۳۲۶۶۴-۳۲۶۶۵-۳۲۶۶۶-۳۲۶۶۷-۳۲۶۶۸-۳۲۶۶۹-۳۲۶۷۰-۳۲۶۷۱-۳۲۶۷۲-۳۲۶۷۳-۳۲۶۷۴-۳۲۶۷۵-۳۲۶۷۶-۳۲۶۷۷-۳۲۶۷۸-۳۲۶۷۹-۳۲۶۸۰-۳۲۶۸۱-۳۲۶۸۲-۳۲۶۸۳-۳۲۶۸۴-۳۲۶۸۵-۳۲۶۸۶-۳۲۶۸۷-۳۲۶۸۸-۳۲۶۸۹-۳۲۶۹۰-۳۲۶۹۱-۳۲۶۹۲-۳۲۶۹۳-۳۲۶۹۴-۳۲۶۹۵-۳۲۶۹۶-۳۲۶۹۷-۳۲۶۹۸-۳۲۶۹۹-۳۲۷۰۰-۳۲۷۰۱-۳۲۷۰۲-۳۲۷۰۳-۳۲۷۰۴-۳۲۷۰۵-۳۲۷۰۶-۳۲۷۰۷-۳۲۷۰۸-۳۲۷۰۹-۳۲۷۱۰-۳۲۷۱۱-۳۲۷۱۲-۳۲۷۱۳-۳۲۷۱۴-۳۲۷۱۵-۳۲۷۱۶-۳۲۷۱۷-۳۲۷۱۸-۳۲۷۱۹-۳۲۷۲۰-۳۲۷۲۱-۳۲۷۲۲-۳۲۷۲۳-۳۲۷۲۴-۳۲۷۲۵-۳۲۷۲۶-۳۲۷۲۷-۳۲۷۲۸-۳۲۷۲۹-۳۲۷۳۰-۳۲۷۳۱-۳۲۷۳۲-۳۲۷۳۳-۳۲۷۳۴-۳۲۷۳۵-۳۲۷۳۶-۳۲۷۳۷-۳۲۷۳۸-۳۲۷۳۹-۳۲۷۴۰-۳۲۷۴۱-۳۲۷۴۲-۳۲۷۴۳-۳۲۷۴۴-۳۲۷۴۵-۳۲۷۴۶-۳۲۷۴۷-۳۲۷۴۸-۳۲۷۴۹-۳۲۷۵۰-۳۲۷۵۱-۳۲۷۵۲-۳۲۷۵۳-۳۲۷۵۴-۳۲۷۵۵-۳۲۷۵۶-۳۲۷۵۷-۳۲۷۵۸-۳۲۷۵۹-۳۲۷۶۰-۳۲۷۶۱-۳۲۷۶۲-۳۲۷۶۳-۳۲۷۶۴-۳۲۷۶۵-۳۲۷۶۶-۳۲۷۶۷-۳۲۷۶۸-۳۲۷۶۹-۳۲۷۷۰-۳۲۷۷۱-۳۲۷۷۲-۳۲۷۷۳-۳۲۷۷۴-۳۲۷۷۵-۳۲۷۷۶-۳۲۷۷۷-۳۲۷۷۸-۳۲۷۷۹-۳۲۷۸۰-۳۲۷۸۱-۳۲۷۸۲-۳۲۷۸۳-۳۲۷۸۴-۳۲۷۸۵-۳۲۷۸۶-۳۲۷۸۷-۳۲۷۸۸-۳۲۷۸۹-۳۲۷۹۰-۳۲۷۹۱-۳۲۷۹۲-۳۲۷۹۳-۳۲۷۹۴-۳۲۷۹۵-۳۲۷۹۶-۳۲۷۹۷-۳۲۷۹۸-۳۲۷۹۹-۳۲۸۰۰-۳۲۸۰۱-۳۲۸۰۲-۳۲۸۰۳-۳۲۸۰۴-۳۲۸۰۵-۳۲۸۰۶-۳۲۸۰۷-۳۲۸۰۸-۳۲۸۰۹-۳۲۸۱۰-۳۲۸۱۱-۳۲۸۱۲-۳۲۸۱۳-۳۲۸۱۴-۳۲۸۱۵-۳۲۸۱۶-۳۲۸۱۷-۳۲۸۱۸-۳۲۸۱۹-۳۲۸۲۰-۳۲۸۲۱-۳۲۸۲۲-۳۲۸۲۳-۳۲۸۲۴-۳۲۸۲۵-۳۲۸۲۶-۳۲۸۲۷-۳۲۸۲۸-۳۲۸۲۹-۳۲۸۳۰-۳۲۸۳۱-۳۲۸۳۲-۳۲۸۳۳-۳۲۸۳۴-۳۲۸۳۵-۳۲۸۳۶-۳۲۸۳۷-۳۲۸۳۸-۳۲۸۳۹-۳۲۸۴۰-۳۲۸۴۱-۳۲۸۴۲-۳۲۸۴۳-۳۲۸۴۴-۳۲۸۴۵-۳۲۸۴۶-۳۲۸۴۷-۳۲۸۴۸-۳۲۸۴۹-۳۲۸۵۰-۳۲۸۵۱-۳۲۸۵۲-۳۲۸۵۳-۳۲۸۵۴-۳۲۸۵۵-۳۲۸۵۶-۳۲۸۵۷-۳۲۸۵۸-۳۲۸۵۹-۳۲۸۶۰-۳۲۸۶۱-۳۲۸۶۲-۳۲۸۶۳-۳۲۸۶۴-۳۲۸۶۵-۳۲۸۶۶-۳۲۸۶۷-۳۲۸۶۸-۳۲۸۶۹-۳۲۸۷۰-۳۲۸۷۱-۳۲۸۷۲-۳۲۸۷۳-۳۲۸۷۴-۳۲۸۷۵-۳۲۸۷۶-۳۲۸۷۷-۳۲۸۷۸-۳۲۸۷۹-۳۲۸۸۰-۳۲۸۸۱-۳۲۸۸۲-۳۲۸۸۳-۳۲۸۸۴-۳۲۸۸۵-۳۲۸۸۶-۳۲۸۸۷-۳۲۸۸۸-۳۲۸۸۹-۳۲۸۹۰-۳۲۸۹۱-۳۲۸۹۲-۳۲۸۹۳-۳۲۸۹۴-۳۲۸۹۵-۳۲۸۹۶-۳۲۸۹۷-۳۲۸۹۸-۳۲۸۹۹-۳۲۹۰۰-۳۲۹۰۱-۳۲۹۰۲-۳۲۹۰۳-۳۲۹۰۴-۳۲۹۰۵-۳۲۹۰۶-۳۲۹۰۷-۳۲۹۰۸-۳۲۹۰۹-۳۲۹۱۰-۳۲۹۱۱-۳۲۹۱۲-۳۲۹۱۳-۳۲۹۱۴-۳۲۹۱۵-۳۲۹۱۶-۳۲۹۱۷-۳۲۹۱۸-۳۲۹۱۹-۳۲۹۲۰-۳۲۹۲۱-۳۲۹۲۲-۳۲۹۲۳-۳۲۹۲۴-۳۲۹۲۵-۳۲۹۲۶-۳۲۹۲۷-۳۲۹۲۸-۳۲۹۲۹-۳۲۹۳۰-۳۲۹۳۱-۳۲۹۳۲-۳۲۹۳۳-۳۲۹۳۴-۳۲۹۳۵-۳۲۹۳۶-۳۲۹۳۷-۳۲۹۳۸-۳۲۹۳۹-۳۲۹۴۰-۳۲۹۴۱-۳۲۹۴۲-۳۲۹۴۳-۳۲۹۴۴-۳۲۹۴۵-۳۲۹۴۶-۳۲۹۴۷-۳۲۹۴۸-۳۲۹۴۹-۳۲۹۵۰-۳۲۹۵۱-۳۲۹۵۲-۳۲۹۵۳-۳۲۹۵۴-۳۲۹۵۵-۳۲۹۵۶-۳۲۹۵۷-۳۲۹۵۸-۳۲۹۵۹-۳۲۹۶۰-۳۲۹۶۱-۳۲۹۶۲-۳۲۹۶۳-۳۲۹۶۴-۳۲۹۶۵-۳۲۹۶۶-۳۲۹۶۷-۳۲۹۶۸-۳۲۹۶۹-۳۲۹۷۰-۳۲۹۷۱-۳۲۹۷۲-۳۲۹۷۳-۳۲۹۷۴-۳۲۹۷۵-۳۲۹۷۶-۳۲۹۷۷-۳۲۹۷۸-۳۲۹۷۹-۳۲۹۸۰-۳۲۹۸۱-۳۲۹۸۲-۳۲۹۸۳-۳۲۹۸۴-۳۲۹۸۵-۳۲۹۸۶-۳۲۹۸۷-۳۲۹۸۸-۳۲۹۸۹-۳۲۹۹۰-۳۲۹۹۱-۳۲۹۹۲-۳۲۹۹۳-۳۲۹۹۴-۳۲۹۹۵-۳۲۹۹۶-۳۲۹۹۷-۳۲۹۹۸-۳۲۹۹۹-۳۳۰۰۰-۳۳۰۰۱-۳۳۰۰۲-۳۳۰۰۳-۳۳۰۰۴-۳۳۰۰۵-۳۳۰۰۶-۳۳۰۰۷-۳۳۰۰۸-۳۳۰۰۹-۳۳۰۱۰-۳۳۰۱۱-۳۳۰۱۲-۳۳۰۱۳-۳۳۰۱۴-۳۳۰۱۵-۳۳۰۱۶-۳۳۰۱۷-۳۳۰۱۸-۳۳۰۱۹-۳۳۰۲۰-۳۳۰۲۱-۳۳۰۲۲-۳۳۰۲۳-۳۳۰۲۴-۳۳۰۲۵-۳۳۰۲۶-۳۳۰۲۷-۳۳۰۲۸-۳۳۰۲۹-۳۳۰۳۰-۳۳۰۳۱-۳۳۰۳۲-۳۳۰۳۳-۳۳۰۳۴-۳۳۰۳۵-۳۳۰۳۶-۳۳۰۳۷-۳۳۰۳۸-۳۳۰۳۹-۳۳۰۴۰-۳۳۰۴۱-۳۳۰۴۲-۳۳۰۴۳-۳۳۰۴۴-۳۳۰۴۵-۳۳۰۴۶-۳۳۰۴۷-۳۳۰۴۸-۳۳۰۴۹-۳۳۰۵۰-۳۳۰۵۱-۳۳۰۵۲-۳۳۰۵۳-۳۳۰۵۴-۳۳۰۵۵-۳۳۰۵۶-۳۳۰۵۷-۳۳۰۵۸-۳۳۰۵۹-۳۳۰۶۰-۳۳۰۶۱-۳۳۰۶۲-۳۳۰۶۳-۳۳۰۶۴-۳۳۰۶۵-۳۳۰۶۶-۳۳۰۶۷-۳۳۰۶۸-۳۳۰۶۹-۳۳۰۷۰-۳۳۰۷۱-۳۳۰۷۲-۳۳۰۷۳-۳۳۰۷۴-۳۳۰۷۵-۳۳۰۷۶-۳۳۰۷۷-۳۳۰۷۸-۳۳۰۷۹-۳۳۰۸۰-۳۳۰۸۱-۳۳۰۸۲-۳۳۰۸۳-۳۳۰۸۴-۳۳۰۸۵-۳۳۰۸۶-۳۳۰۸۷-۳۳۰۸۸-۳۳۰۸۹-۳۳۰۹۰-۳۳۰۹۱-۳۳۰۹۲-۳۳۰۹۳-۳۳۰۹۴-۳۳۰۹۵-۳۳۰۹۶-۳۳۰۹۷-۳۳۰۹۸-۳۳۰۹۹-۳۳۱۰۰-۳۳۱۰۱-۳۳۱۰۲-۳۳۱۰۳-۳۳۱۰۴-۳۳۱۰۵-۳۳۱۰۶-۳۳۱۰۷-۳۳۱۰۸-۳۳۱۰۹-۳۳۱۱۰-۳۳۱۱۱-۳۳۱۱۲-۳۳۱۱۳-۳۳۱۱۴-۳۳۱۱۵-۳۳۱۱۶-۳۳۱۱۷-۳۳۱۱۸-۳۳۱۱۹-۳۳۱۲۰-۳۳۱۲۱-۳۳۱۲۲-۳۳۱۲۳-۳۳۱۲۴-۳۳۱۲۵-۳۳۱۲۶-۳۳۱۲۷-۳۳۱۲۸-۳۳۱۲۹-۳۳۱۳۰-۳۳۱۳۱-۳۳۱۳۲-۳۳۱۳۳-۳۳۱۳۴-۳۳۱۳۵-۳۳۱۳۶-۳۳۱۳۷-۳۳۱۳۸-۳۳۱۳۹-۳۳۱۴۰-۳۳۱۴۱-۳۳۱۴۲-۳۳۱۴۳-۳۳۱۴۴-۳۳۱۴۵-۳۳۱۴۶-۳۳۱۴۷-۳۳۱۴۸-۳۳۱۴۹-۳۳۱۵۰-۳۳۱۵۱-۳۳۱۵۲-۳۳۱۵۳-۳۳۱۵۴-۳۳۱۵۵-۳۳۱۵۶-۳۳۱۵۷-۳۳۱۵۸-۳۳۱۵۹-۳۳۱۶۰-۳۳۱۶۱-۳۳۱۶۲-۳۳۱۶۳-۳۳۱۶۴-۳۳۱۶۵-۳۳۱۶۶-۳۳۱۶۷-۳۳۱۶۸-۳۳۱۶۹-۳۳۱۷۰-۳۳۱۷۱-۳۳۱۷۲-۳۳۱۷۳-۳۳۱۷۴-۳۳۱۷۵-۳۳۱۷۶-۳۳۱۷۷-۳۳۱۷۸-۳۳۱۷۹-۳۳۱۸۰-۳۳۱۸۱-۳۳۱۸۲-۳۳۱۸۳-۳۳۱۸۴-۳۳۱۸۵-۳۳۱۸۶-۳۳۱۸۷-۳۳۱۸۸-۳۳۱۸۹-۳۳۱۹۰-۳۳۱۹۱-۳۳۱۹۲-۳۳۱۹۳-۳۳۱۹۴-۳۳۱۹۵-۳۳۱۹۶-۳۳۱۹۷-۳۳۱۹۸-۳۳۱۹۹-۳۳۲۰۰-۳۳۲۰۱-۳۳۲۰۲-۳۳۲۰۳-۳۳۲۰۴-۳۳۲۰۵-۳۳۲۰۶-۳۳۲۰۷-۳۳۲۰۸-۳۳۲۰۹-۳۳۲۱۰-۳۳۲۱۱-۳۳۲۱۲-۳۳۲۱۳-۳۳۲۱۴-۳۳۲۱۵-۳۳۲۱۶-۳۳۲۱

مطبوعہ موسسہ نادر بیروت)، (الآحاد والثانی ومن ذکر بعد بن مہیر ج ۲ ص ۲۷۷ رقم الحدیث ۷۲۶ مطبوعہ دارالریاض)، (تجم الصلحہ ج ۱ ص ۱۵۴ رقم ۱۶۳ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (صفوة الصفوة لابن جوزی ج ۲ ص ۶۶ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (الجامع الصغير فی احادیث البشیر اندریز ج ۱ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۴۰۳۶۔ ۴۰۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی ج ۲ ص ۲۰۷ رقم الحدیث ۷۸۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (تجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۲۸۵ رقم الحدیث ۲۱۸۸۔ ۲۱۸۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ج ۲ ص ۹۹ مطبوعہ دارالکتب العربیۃ بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب النہی باب فی فضل اصحاب رسول اللہ ﷺ ج ۳ ص ۲۱۴ رقم الحدیث ۳۶۵۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (مسند الحارث ذوالاندلسی کتاب المناقب باب ابی القرون خیر ج ۲ ص ۹۴۰ رقم الحدیث ۱۰۳۶ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسمرة النبویۃ المدینۃ المنورۃ)، (مسند الروانی ج ۱ ص ۸۹ رقم الحدیث ۵۴ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (مصنف ابن ابی حنیہ ج ۱۲ ص ۷۸ رقم الحدیث ۱۲۳۶۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ تین زمانہ خیر ہیں صحابہ کرام کا تابعین کا تبع تابعین کا اور پھر شر اور خیر کا زمانہ میں جو پیدا ہو وہ خیر یعنی سنت ہے اور شر زمانہ میں جو پیدا ہو وہ شر یعنی بدعت ہے۔ نیز مشکوٰۃ باب الاعتصام میں ہے۔

(۳) تفرق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الا واحدة قالوا من ہی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔

ترجمہ: میری امت کے بہتر فرقے ہو جائیں گے ایک کے سوا سب جہنمی ہیں۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ ایک کون ہے؟ فرمایا جس پر ہم اور ہمارے صحابہ ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (ص ۳۰)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۶۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (حیۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۲ ص ۱۵۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (الثقا جعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (جامع الترمذی ص ۳۷۸۔ ۳۷۹ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب خانہ کراچی)، (سنن ابن ماجہ ص ۲۸۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن الدارمی ج ۲ ص ۱۵۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)، (الجامع الصغير فی احادیث البشیر اندریز ج ۱ ص ۷۸ رقم الحدیث ۱۲۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (طبرانی صغیر باب من اسمہ عیسیٰ ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (تفسیر الطبری ج ۳ ص ۲۲ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی پیروی جنت کا راستہ ہے اس لئے ان کے ایجادات کو بدعت نہیں کہہ سکتے۔ مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے۔

(۴) اصحابی کالنجوم فباہم اقتدیتم اہتدیتم۔

ترجمہ: میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں تم جس کے پیچھے ہو لو ہدایت پالو گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب الصحابۃ الفصل الثالث ص ۵۵۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (اکامل فی ضعفاء الرجال ج ۲ ص ۳۷۷ رقم ۵۰۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (مسند عبد بن حمید ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۷۸۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ)، (الاعتقاد للبیہقی ص ۳۱۹ مطبوعہ دارالآفاق الجدیدۃ بیروت)

اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی پیروی باعث نجات ہے لہذا ان کے ایجاد کردہ کام بدعت نہیں۔ کیونکہ بدعت تو گمراہ کن ہے۔

جواب:- یہ سوال بھی محض دھوکا ہے اس لئے کہ ہم نے مرقاۃ اور اشعۃ اللمعات کے حوالہ سے ثابت کیا ہے کہ بدعت وہ کام ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پیدا ہو۔ اس میں صحابہ کرام و تابعین کا ذکر نہیں۔ نیز اس لئے کہ مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں تراویح کی باقاعدہ جماعت کا حکم دیا پھر تراویح کی جماعت دیکھ کر فرمایا۔

نعمت البدعة هذه۔

ترجمہ: یہ تو بڑی اچھی بدعت ہے۔

(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ باب ما جاء فی قیام رمضان ج ۱ ص ۱۱۴ رقم الحدیث ۲۵۰ مطبوعہ داراحیاء التراث العربیۃ بیروت)، (بخاری شریف کتاب صلاۃ التراویح باب فضل من قام رمضان ج ۲ ص ۷۰ رقم الحدیث ۱۹۰۶ مطبوعہ)، (صحیح ابن خلدون ج ۲ ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۱۵۵ مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیۃ بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۵۸ رقم الحدیث ۷۷۲۳ مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیۃ بیروت)، (سنن الکبیری للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۳ رقم الحدیث ۳۷۸۸ مطبوعہ مکتبۃ دارالبازمکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان للسیوطی ج ۳ ص ۷۷ رقم الحدیث ۳۲۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مبارک فعل کو بدعت حسنہ فرمایا۔ اور ترمذی ابن ماجہ نسائی مشکوٰۃ شریف باب القلوب میں حضرت ابوما لک انجلی سے روایت فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے نماز فجر میں قنوت نازلہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ای محدث۔ بیٹے یہ بدعت ہے دیکھو زمانہ صحابہ کی چیز کو آپ بدعت سیئہ کہہ رہے ہیں۔ اگر زمانہ صحابہ کی ایجادات بدعت نہیں ہوتیں تو تراویح بدعت حسنہ کیوں ہوتی اور قنوت نازلہ بدعت سیئہ کیوں ٹھہری۔ وہ زمانہ تو بدعت کا ہے ہی نہیں۔ تیسرے اس لئے کہ پہلے باب میں بحوالہ مرقات گزر چکا ہے کہ تراویح کی جماعت بدعت مستحبہ ہے یعنی تراویح سنت اور اس کی باقاعدہ پابندی سے۔ جماعت بدعت حسنہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فعل کو بدعت میں داخل کیا۔ چوتھے اس لئے کہ بخاری جلد دوم کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن میں ہے کہ حضرت صدیق نے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہما کو قرآن پاک جمع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا کہ:

كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله ﷺ قال هو خير۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ لقد جاءكم رسول ج ۳ ص ۷۲۰ رقم الحدیث ۴۴۰۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)۔ (سنن الترمذی کتاب التفسیر باب من سورۃ التوبۃ ج ۵ ص ۲۸۳ رقم الحدیث ۳۱۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)۔ (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۷۲ رقم الحدیث ۲۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں۔ جو حضور علیہ السلام نے نہ کیا صدیق نے فرمایا کہ یہ کام اچھا ہے حضرت زید ابن ثابت نے بارگاہ صدیقی رضی اللہ عنہما میں یہ ہی عرض کیا کہ قرآن کا جمع کرنا بدعت ہے آپ بدعت کیوں ایجاد کر رہے ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ بدعت تو ہے مگر حسنہ ہے یعنی اچھی ہے جس سے پتہ لگا کہ فعل صحابہ کرام بدعت حسنہ ہے مخالفین کے دلائل کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

(۵) فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين۔

ترجمہ: خلفاء راشدین کی اقوال وافعال کو لغوی معنی ہی سنت فرمایا گیا۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵-۱۶ رقم الحدیث ۳۲-۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)۔ (سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۴۶۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محبت الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶-۱۲۷ رقم الحدیث ۱۷۲۵-۱۷۲۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)۔ (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دہلی)۔ (سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار البازمکۃ المکرمۃ)۔ (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۷۵۱۵-۷۵۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج ۹ ص ۳۳۰-۳۳۱ رقم الحدیث ۶۳۷۴-۶۳۷۵-۶۳۷۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (کتاب الاعتقاد والحدیث الی بئیل الرشاد امام بیہقی ج ۱ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)۔ (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۵۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (السنۃ لمحمد بن نصر المروزی ج ۱ ص ۲۶-۲۷ رقم الحدیث ۶۹ مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)۔ (صحیح ابن حبان جلد ۱ ص ۷۸-۷۹ رقم الحدیث ۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)۔ (تاریخ دمشق الکبیر امام ابن عساکر ج ۲ ص ۱۴۷-۱۴۸ رقم الحدیث ۸۷۱۰-۸۷۱۱-۸۷۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)۔ (المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم امام ابو نعیم جلد ۱ ص ۳۷۵-۳۷۶ رقم الحدیث ۳۷۵-۳۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۵ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)۔ (سنن دارمی جلد ۱ ص ۵۷ رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)۔ (مسند الشامیین امام طبرانی جلد ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۲۳۷ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)۔ (المعجم الکبیر امام طبرانی جلد ۱ ص ۱۸ رقم الحدیث ۶۳۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)۔ (وابن ابی عامر فی السنۃ جلد ۱ ص ۲۹-۳۰ رقم الحدیث ۵۹۲۵۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۵۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (السنن الواردة فی الفتن جلد ۲ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۱۲۳ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)۔ (اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۱ ص ۲۲ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)۔ (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للنہانی ج ۱ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۷۷۹-۷۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (الموضوعات الکبریٰ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یعنی اے مسلمانوں تم میرے اور میرے خلفاء کے طریقوں کو اختیار کرو جیسے کہ ہم پہلے باب میں حدیث نقل کر چکے ہیں۔

من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا اور من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ

اس حدیث میں سنت بمعنی طریقہ ہے قرآن کریم فرماتا ہے۔

سنة من قد ارسلنا قبلك من رسلنا ولا تجد لسننتنا تحويلا

(پارہ ۱۵ سورہ ۷۱ آیت نمبر ۷۷)

نیز فرماتا ہے

سنة الله التي قد خلت ان آيات اور حدیث میں سنت سے مراد سنت شرعیہ بدعت کے مقابل نہیں۔ بلکہ بمعنی طریقہ ہے سنت الہیہ اللہ کا طریقہ۔ سنت انبیاء نبیوں کا طریقہ وغیرہ۔

اسی حدیث فعلیکم بسنتی کے ماتحت ائمة الممعات میں ہے

وبحقیقت سنت خلفائے راشدین ہمارا سنت پیغمبر است کہ در زبان آنحضرت علیہ السلام شہرت نیافتہ بود و در زمان ایشان مشہور و مضاف بہ ایشان شد۔

خلفائے راشدین کی سنت حقیقۃ سنت نبوی ہے جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں مشہور نہ ہوئی۔ ان حضرات کے زمانہ میں مشہور ہو گئی اور ان کی طرف منسوب ہو گئی اس سے معلوم ہوا کہ سنت خلفاء اس کو کہتے ہیں اصل میں سنت رسول اللہ ہو مگر اس کو مسلمانوں میں رائج کرنے والے خلفاء راشدین ہوں پانچویں اس لئے کہ محدثین اور فقہاء فرماتے ہیں کہ خلفائے راشدین کے حکم سنت سے ملحق ہیں یعنی سنت تو نہیں۔ سنت سے الحاق کئے ہوئے ہیں اگر ان حضرات کے ایجاد فرمودہ کام سنت ہی ہوتے تو الحاق کے کیا معنی۔ نور الانوار کے شروع میں ہے۔ وقول الصحبی فیما یعقل ملحق بالقیاس و فیما لا یعقل فملحق بالسنة صحابی کا فرمان عقلی باتوں سے تو قیاس سے ملحق ہے اور غیر عقلی باتوں میں سنت سے ملحق ہے۔ اگر صحابی کا ہر قول و فعل سنت ہے تو قیاس اور سنت سے الحاق کے کیا معنی؟ ائمة الممعات زیر حدیث فعلیکم بسنتی ہے۔

پس مرجعہ خلفائے راشدین ہمارا حکم کردہ باشد۔ اگرچہ باجتناد و قیاس ایشان بود موافق سنت نبوی است اطلاق بدعت بر آن نتوان کرد۔

جس چیز کا خلفائے راشدین نے حکم فرمایا ہو اگرچہ اپنے قیاس اور اجتہاد سے ہو سنت نبوی کے وافی ہے اس پر لفظ بدعت نہیں بول سکتے ان عبارات سے بالکل واضح ہو گیا کہ سنت خلفاء راشدین بمعنی لغوی سنت ہے۔ اور سنت شرعی سے ملحق ہے ان کو ادباً بدعت نہ کہا جاوے۔ کیونکہ بدعت اکثر بدعت سیدہ کو بولتے ہیں۔

(ائمة الممعات باب الاعتصام بالکتاب والسنن الفصل الثانی ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲) خیر امتی قرنی الخ سے تو معلوم ہوا کہ ان تین زمانوں تک خیر زیادہ ہوگی اور ان کے بعد خیر کم شر زیادہ۔ یہ مطلب نہیں کہ ان تین زمانوں میں جو بھی کام ایجاد ہوا اور کوئی بھی ایجاد کرے وہ سنت ہو جائے یہاں سنت ہونے کا ذکر ہی کہاں ہے ورنہ مذہب جبر یہ اور قدر یہ زمانہ تابعین ہی میں ایجاد ہوا اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل اور حجاج کے مظالم ان ہی زمانوں میں ہوئے کیا معاذ اللہ ان کو بھی سنت کہا جاوے گا۔

(۳، ۴) ما انا علیہ واصحابی کالنجوم سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی غلامی ان کی پیروی کرنا باعث ہدایت ہے اور ان کی مخالفت باعث گمراہی۔ یہ بالکل درست ہے اور اس پر ہر مسلمان کا ایمان ہے لیکن اس سے یہ کب لازم آیا کہ ان کا ہر فعل سنت شرعی ہو۔ بدعت حسنہ بھی واجب الاتباع ہوتی ہے۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام میں ہے۔

اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذذ في النار۔

ترجمہ: بڑی جماعت کی پیروی کرو جو جماعت سے علیحدہ رہا وہ جہنم میں علیحدہ کیا گیا۔

(مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مستدرک للحاکم کتاب العلم ج ۱ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۳۹۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی کتاب الفتن باب ما جاء فی لزوم الجماعة ج ۲ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۲۱۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن نسائی کتاب الحارثہ باب قل من فارق الجماعة ج ۷ ص ۹۲ رقم الحدیث ۴۰۲۰ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب) نیز وارد ہوا۔

ما راه المومنون حسنا فهو عند الله حسن۔

(طبرانی کبیر ج ۹ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۸۵۸۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۹ رقم الحدیث ۳۶۰۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۸۳ رقم الحدیث ۴۴۶۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (المدخل السنن الکبری للبیہقی ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الخلفاء للکتاب الاسلامی الکویت)، (مسند الطیالسی ج ۱ ص ۳۳ رقم الحدیث ۲۳۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

ومن فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربة الاسلام عن عنقه۔

ترجمہ: جس کو مسلمان اچھا جائے وہ اللہ کی نزدیک بھی اچھا ہے۔

جو مسلمانوں کی جماعت سے بالشت پھر علیحدہ رہا اس نے اسلام کی رسی اپنے گلے سے اتار دی۔

قرآن کریم میں ہے۔

ويتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولى ونصله جهنم۔

ترجمہ: اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور دوزخ میں داخل کریں گے۔

(پارہ ۵ سورہ آیت نمبر ۱۱۵)

اس آیت وحدیث سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو لازم ہے کہ عقائد و اعمال میں جماعت مسلمین کے ساتھ رہے ان کی مخالفت جہنم کا راستہ ہے لیکن اس سے یہ تو لازم نہیں کہ جماعت مسلمین کا ایجاد کیا ہوا کوئی بھی کام بدعت نہ ہو سب سنت ہی ہو۔ بدعت ہی ہوگا مگر بدعت حسنہ۔ جس طرح کہ ایجادات صحابہ کرام کو سنت صحابہ کہتے ہیں۔ اسی طرح سلف الصالحین کے ایجادات کو بھی سنت سلف کہتے ہیں۔ بمعنی لغوی یعنی پسندیدہ دینی طریقہ۔

ہدایت ضروریہ: جو حضرات ہر بدعت یعنی نئے کام کو حرام جانتے ہیں وہ اس قاعدہ کلیہ کے کیا معنی کریں گے کہ الاصل یف الاشیاء الاباحۃ تمام چیزوں کی اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہے یعنی ہر چیز مباح اور حلال ہے ہاں اگر کسی چیز کو شریعت منع کر دے تو وہ حرام یا منع ہے یعنی ممانعت سے حرمت ثابت ہوگی نہ کہ نئے ہونے سے۔ یہ قاعدہ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ و اقوال فقہاء سے ثابت ہے اور غالباً کوئی مقلد کہلانے والا تو اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

يا ايها الذين امنوا لا تستلوا عن اشيائنا ان تبدلکم تسوکم وان تستلوا عنها حين ينزل القرآن

تبدلکم عفا الله عنها۔

ترجمہ: اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو کہ جو تم پر ظاہر کی جاویں تو تم کو بدی لگیں اور اگر ان کو اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اتر رہا ہے تو ظاہر کر دی جاویں گی اللہ ان کو معاف کر چکا ہے۔

(پارہ ۷ سورہ آیت نمبر ۱۰۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جس کا کچھ بیان نہ ہوا ہو نہ حلال ہونے کا نہ حرام تو معافی میں ہے اسی لئے قرآن کریم نے حرام عورتوں کا ذکر فرما کر فرمایا و احل لکم ما ورد آء ذلکم (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۲۴) ان کے سوا باقی عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں نیز فرمایا و قد فضل لکم ما حرم علیکم (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۱۹) تم سے تفصیل وار بیان کر دی گئیں وہ چیزیں جو تم پر حرام ہیں یعنی حلال چیزوں کی تفصیل ضرورت نہیں تمام چیزیں ہی حلال ہیں ہاں چند مجربات ہیں جن کی تفصیل بتا دی ان کے سوا سب حلال۔ مشکوٰۃ کتاب الاطعمہ باب آداب الطعام فصل دوم میں ہے۔

الحلال ما احل الله فی کتبہ والحرام ما حرم الله فی کتابہ وما سکت عنه فهو معاف عنہ۔
ترجمہ: حلال وہ جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس سے خاموشی فرمائی وہ معاف۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاطعمہ الفصل الثانی ص ۶۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چیزیں تین طرح کی ہیں ایک وہ جن کا حلال ہونا صراحتہ قرآن میں مذکور ہے دوسری وہ جن کی حرمت صراحتہ آگئی۔ تیسرے وہ جن سے خاموشی فرمائی یہ معاف ہے؟ شامی جلد اول کتاب الطہارۃ بحث تعریف سنت میں ہے۔ المختار ان الاصل الاباحۃ عند الجمهور من الحنفیۃ والشافعیۃ جمہور حنفی اور شافعی کے نزدیک یہ ہی مسئلہ ہے کہ اصل مباح ہوتا ہے۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۸۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس طرح تفسیر خازن و روح البیان اور تفسیر خزان العرقان وغیرہ نے بھی تصریح کی ہے کہ ہر چیز میں اصل یہ ہی ہے کہ وہ مباح ہے ممانعت سے ناجائز ہوگی۔ اب جو بعض لوگ اہل سنت سے پوچھتے ہیں کہ اچھا بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ میلاد شریف کرنا جائز ہے یا حضور علیہ السلام یا صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین نے کب کیا تھا یہ محض دھوکا ہے۔ اہل سنت کو چاہیے کہ ان سے پوچھیں کہ بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ میلاد شریف کرنا حرام ہے جب خدا حرام نہ کرے۔ رسول علیہ السلام منع نہ فرمائیں اور کسی دلیل سے ممانعت ثابت نہ ہو تو تم کس دلیل سے حرام کہتے ہو بلکہ میلاد شریف وغیرہ کا ثبوت نہ ہونا جائز ہونے کی علامت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے قل لا اجد فیما اوحي الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون مبنیۃ الآیۃ (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۴۵) نیز فرماتا ہے۔ قل ما حرم زینۃ اللہ الٰہی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق الآیۃ (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۳۲) ان آیات سے معلوم ہوا کہ حرمت کی دلیل نہ ملنا حلال ہونے کی دلیل ہے نہ کہ حرام ہونے کی یہ حضرات اس سے حرمت ثابت کرتے ہیں عجیب الٹی منطق ہے اچھا بتاؤ کہ ریلوے سفر مدارس کا قیام کہاں لکھا ہے؟ کہ حلال ہے یا کسی صحابی یا تابعی نے کیا۔ جیسے وہ حلال ایسے ہی یہ بھی جائز اور حلال ہے۔

بحث محفل ميلاد شريف کے بيان میں

اس بحث میں دو باب ہیں۔ پہلا باب تو ميلاد شريف کے ثبوت میں۔ دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات میں۔

پہلا باب

ميلاد شريف کے ثبوت میں

اولاً تو معلوم ہونا چاہیے کہ ميلاد شريف کی حقيقت کیا ہے؟ اور اس کا حکم کیا؟ پھر یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کے دلائل کیا ہیں؟ ميلاد شريف کی حقيقت ہے حضور ﷺ کی ولادت پاک کا واقعہ بيان کرنا۔ حمل شريف کے واقعات۔ نور محمدی کے کرامات، نسب نامہ یا شیر خوارگی اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں پرورش حاصل کرنے کے واقعات بيان کرنا اور حضور علیہ السلام کی نعت پاک لفظ یا نثر میں پڑھنا سب اس کے تابع ہیں۔ اب واقعہ ولادت خواہ تنہائی میں پڑھو یا مجلس جمع کر کے اور لفظ میں پڑھو یا نثر میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جس طرح بھی ہو اس کو ميلاد شريف کہا جاوے گا۔ محفل ميلاد شريف منعقد کرنا اور ولادت پاک کی خوشی منانا۔ اس کے ذکر کے موقع پر خوشبو لگانا۔ گلاب چھڑکنا۔ شیرینی تقسیم کرنا غرض کہ خوشی کا اظہار جس جائز طریقہ سے ہو وہ مستحب اور بہت ہی باعث برکت اور رحمت الہی کے نزول کا سبب ہے۔

(۱) عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی۔

ربنا انزل علينا مائدة من السماء تكون لنا عيدا ولنا واخونا۔

(سورہ المائدہ پارہ ۷ آیت نمبر ۱۱۳)

معلوم ہوا کہ مائدہ آنے کے دن کو حضرت مسیح نے عید کا دن بنایا۔ آج بھی اتوار کو عیسائی اسی لئے عید مناتے ہیں کہ اس دن وستر خوان اتر آتا تھا اور حضور علیہ السلام کی تشریف آوری اس مائدہ سے کہیں بڑھ کر نعمت ہے لہذا ان کی ولادت کا دن بھی یوم العید ہے۔ ہاں اس مجلس پاک میں حرام کام کرنا سخت جرم اور گناہ ہے جیسے عورتوں کا اس قدر بلند آواز سے نعت شريف پڑھنا کہ اجنبی مرد سنیں سخت منع ہے عورت کی آواز اجنبی مرد کو سنتا جائز نہیں۔ اگر کوئی مرد نماز کی حالت میں کسی کو سامنے نکلنے سے روکے تو آواز سے سبحان اللہ کہہ دے۔ لیکن اگر عورت کسی کو روکے تو سبحان اللہ نہ کہے بلکہ باتھ کی پشت پر داہنا ہاتھ مارے جس سے معلوم ہوا کہ عورت نماز میں ضرورت کے وقت بھی کسی کو اپنی آواز نہ سنائے اسی طرح ميلاد شريف میں باجے کے ساتھ نعت خوانی کرنا بہت ہی گناہ ہے کہ باجہ کھیل کود اور لغویات میں سے ہے ویسے ہی باجہ سے کھیلنا حرام ہے اور خاص نعت خوانی جو کہ عبادت ہے۔ اس کو باجے پر استعمال کرنا اور بھی جرم ہے اگر کسی جگہ ميلاد شريف میں یہ خرابیاں پیدا کر دی گئیں ہوں تو ان خرابیوں کو دور کی جاوے۔ لیکن اصل ميلاد شريف کو بند نہ کیا جاوے اگر عورت بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کرے یا لوگ قرآن کریم باجے سے پڑھنے لگیں تو ان بیہودگیوں کو مٹا دو۔ قرآن پڑھنا نہ روکو کیونکہ یہ عبادت ہے۔

ميلاد شريف قرآن و احادیث و اقوال علماء اور ملائکہ اور پیغمبروں کے فعل سے ثابت ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے واذکروا نعمۃ علیکم اور حضور کی تشریف آوری اللہ کی بڑی نعمت ہے ميلاد پاک میں اسی کا ذکر ہے لہذا محفل ميلاد کرنا اس آیت پر عمل ہے۔

(۲) واما بنعمة ربك فحدث اے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

(پارہ ۳ سورہ نمل آیت نمبر ۱۱)

اور حضور علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے کہ رب تعالیٰ نے اس پر احسان جنایا ہے اس کا چہ چاکرنا اسی آیت پر عمل ہے۔ آج کسی کے فرزند پیدا ہو تو ہر سال تاریخ پیدائش پر سالگرہ کا جشن کرتا ہے۔ کسی کو سلطنت ملی تو ہر سال اس تاریخ پر جشن جلوس مناتا ہے تو جس تاریخ کو دنیا میں سب سے بڑی نعمت آئی اس پر خوشی منانا کیوں منع ہوگا؟ خود قرآن کریم نے حضور علیہ السلام کا میلاد جگہ جگہ ارشاد فرمایا فرماتا ہے۔ لقد جاءكم رسول الاية اے مسلمانوں تمہارے پاس عظمت والے رسول تشریف لے آئے اس میں تو ولادت کا ذکر ہوا پھر فرمایا امن انفسکم حضور علیہ السلام کا نسب نامہ بیان ہوا کہ وہ تم میں سے یا تمہاری بہترین جماعت میں سے ہیں۔ حریص علیکم سے آخر تک حضور علیہ السلام کی نعت بیان ہوئی آج میلاد شریف میں یہی تین باتیں بیان ہوتی ہیں۔

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا۔

ترجمہ: اللہ نے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان کیا کہ ان میں اپنے رسول علیہ السلام کو بھیج دیا۔

(پارہ ۳ سورہ ال عمران آیت نمبر ۱۶۳)

هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق۔

ترجمہ: رب العالمین وہ قدرت والا ہے جس نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔

(پارہ ۳ سورہ ۶۱ آیت نمبر ۹)

غرض کہ بہت سی آیات ہیں جن میں حضور علیہ السلام کی ولادت پاک کا ذکر فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ میلاد کا ذکر سنت الہیہ ہے۔ اب اگر جماعت کی نماز میں امام یہی آیات ولادت پڑھے تو عین نماز میں میرے آقا کا میلاد ہوتا ہے۔ دیکھو امام صاحب کے پیچھے مجمع بھی ہے اور قیام بھی ہو رہا ہے۔ پھر ولادت پاک کا ذکر بھی ہے بلکہ خود کلمہ طیبہ میں میلاد شریف ہے کیونکہ اس میں محمد رسول اللہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ رسول کے معنی ہیں بھیجے ہوئے اور بھیجنے کے لئے آنا ضروری ہے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کا ذکر ہو گیا۔ اصل میلاد پایا گیا۔ قرآن کریم نے تو انبیاء علیہم السلام کا بھی میلاد بیان فرمایا ہے۔ سورہ مریم میں حضرت مریم کا حاملہ ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پاک کا ذکر۔ حتیٰ کا مریم کا دروازہ۔ اس تکلیف میں جو کلمات فرمائے کہ یلینسی مت قبل هذا (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۲۳) پھر ان کی ملائکہ کی طرف سے تسلی پانا۔ پھر یہ کہ حضرت مریم نے اس وقت کیا غذا کھائی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قوم سے کلام فرمانا غرض کہ سب ہی بیان فرمایا۔ یہی میلاد خواں بھی پڑھتا ہے کہ حضرت آمنہ خاتون نے ولادت پاک کے وقت فلاں فلاں معجزات دیکھے۔ پھر یہ فرمایا پھر اس طرح حوران بہشتی آپ کی امداد کو آئیں۔ پھر کعبہ معظمہ نے آمنہ خاتون کے گھر کو سجدہ کیا۔ وغیرہ وغیرہ قرآنی سنت ہے اسی طرح قرآن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ان کی شیر خوارگی ان کی پرورش ان کا چلنا بھرنا مدین میں جانا حضرت شعیب کی خدمت میں جانا، وہاں رہنا اور ان کی بکریاں چراانا، ان کا نکاح ان کی نبوت ملنا سب کچھ بیان فرمایا۔ یہی باتیں میلاد پاک میں ہوتی ہیں۔

مدارج النبوة وغیرہ نے فرمایا کہ سارے پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کو حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبریں دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان تو قرآن نے بھی نقل فرمایا۔

ومبشرا برسول يأتي من بعدى اسمع احمد۔

ترجمہ: میں ایسے رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام پاک احمد ہے۔

(پارہ ۳ سورہ ۶۱ آیت نمبر ۶)

سبحان اللہ بچوں کے نام پیدائش کے ساتویں روز ماں رکھتے ہیں۔ مگر ولادت پاک سے ۵۷۰ سال پہلے مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کا نام احمد ہے۔ ہو گا نہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ان کا نام پاک رب تعالیٰ نے رکھا۔ کب رکھا؟ یہ تو رکھنے والا جانے۔

یہ بھی میلاد شریف ہے۔ صرف اتنا فرق ہوا کہ ان حضرات نے اپنی قوم کے مجموعوں میں فرمایا کہ وہ تشریف لائیں گے۔ ہم اپنے مجموعوں میں کہتے ہیں کہ وہ تشریف لے آئے۔ فرق ماضی و مستقبل کا ہے بات ایک ہی ہے۔ ثابت ہوا کہ میلاد سنت انبیاء بھی ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا ليعني الله کے فضل و رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ۔
(پارہ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۵۸)

معلوم ہوا کہ فضل الہی پر خوشی منانا اسی آیت پر عمل ہے اور چونکہ یہاں خوشی مطلق ہے۔

ہر جائز خوشی اس میں داخل۔ لہذا محفل میلاد کرنا وہاں کی زیب و زینت سچ و صحیح وغیرہ سب باعث ثواب ہیں۔

(۴) مواہب لدنیہ اور مدارج النبوة وغیرہ میں ذکر ولادت میں ہے کہ شب ولادت میں ملائکہ نے آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کیا۔ ہاں ازلی راندہ ہوا شیطان رنج و غم میں بھاگا بھاگا پھرا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میلاد سنت ملائکہ بھی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بوقت پیدائش کھڑا ہونا ملائکہ کا کام ہے۔ اور بھاگا بھاگا پھرنا شیطان کا فعل۔ اب لوگوں کو اختیار ہے کہ چاہے تو میلاد پاک کے ذکر کے وقت ملائکہ کے کام پر عمل کریں یا شیطان کے۔

(۵) خود حضور علیہ السلام نے مجمع صحابہ کے سامنے منبر پر کھڑے ہو کر اپنی ولادت پاک اور اپنے اوصاف بیان فرمائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ میلاد پڑھنا سنت رسول اللہ ﷺ بھی ہے۔

چنانچہ مشکوٰۃ جلد دوم باب فضائل سید المرسلین فصل ثانی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاید حضور علیہ السلام تک خبر پہنچی تھی کہ بعض لوگ ہمارے نسب پاک میں طعن کرتے ہیں۔ فقام النبی ﷺ علی المنبر فقال من انا لیس منبر پر قیام فرما کر پوچھا بتاؤ میں کون ہوں؟ سب نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ہیں فرمایا میں محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب ہوں۔ اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ہم کو بہتر مخلوق میں سے کیا۔ پھر ان کے دو حصے کئے عرب و عجم۔ ہم کو ان میں سے بہتر یعنی عرب میں سے کیا۔ پھر عرب کے چند قبیلے فرمائے۔ ہم ان کے بہتر یعنی قریش میں سے کیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی مشکوٰۃ اسی فصل میں ہے کہ ہم خاتم النبیین ہیں اور ہم حضرت ابراہیم کی دعا حضرت عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا دیدار ہیں۔ جو انہوں نے ہماری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک نور چمکا جس سے شام کی عمارتیں ان کو نظر آئیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس مجمع میں حضور علیہ السلام نے اپنا نسب نامہ اپنی نعت شریف اپنی ولادت پاک کا واقعہ بیان فرمایا۔ یہ ہی میلاد شریف میں ہوتا ہے۔ ایسی صد ہا احادیث پیش کی جاسکتی ہیں۔

(۶) صحابہ کرام ایک دوسرے کے پاس جا کر فرمائش کرتے تھے کہ ہم کو حضور علیہ السلام کی نعت شریف سناؤ۔ معلوم ہوا کہ میلاد سنت صحابہ بھی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین فصل اول میں ہے کہ حضرت عطاء ابن یسار فرماتے ہیں کہ میں عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ مجھے حضور علیہ السلام کی وہ نعت سناؤ جو کہ توریت شریف میں ہے۔ انہوں نے پڑھ کر سنائی۔ اسی طرح حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کی نعت پاک توریت میں یوں پاتے ہیں محمد اللہ کے رسول ہیں۔ میرے پسندیدہ بندے ہیں نہ کج خلق، نہ سخت طبیعت، ان کی ولادت مکہ مکرمہ میں اور ان کی ہجرت طیبہ میں۔ ان کا ملک شام میں ہوگا۔ ان کی امت خدا کی بہت حمد کرے گی کہ رنج و خوشی ہر حال میں خدا کی حمد کرے گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۷) یہ تو مقبول بندوں کا ذکر تھا۔ کفار نے بھی ولادت پاک کی خوشی منائی۔ تو کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہی کر لیا۔ چنانچہ بخاری جلد دوم کتاب النکاح باب و امہاتکم التي ارضعنکم وما يحرم من الرضاعۃ میں ہے۔

فلما مات ابو لهب اریه بعض اہله بشریۃ قال له ماذا بقیت قال ابو لهب لم الق بعدکم خیر انی سقیم فی هذه بعثانی ثوبیۃ۔

ترجمہ: جب ابو لهب مر گیا تو اس کو اس کے بعض گھر والوں نے خواب میں برے حال میں دیکھا پوچھا کیا گزری ابو لهب بولا کہ تم سے علیحدہ ہو کر مجھے کوئی خیر نصیب نہ ہوئی۔ ہاں مجھے اس کلمہ کی انگلی سے پانی ملتا ہے۔ کیونکہ میں نے ثوبیہ لونڈی کو آزاد کیا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب و امہاتکم اللاتی ارضعنکم ج ۵ ص ۱۹۶۱ رقم الحدیث ۳۸۱۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۷۸ رقم الحدیث ۱۳۹۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۱۳۷۰۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۱ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

بات یہ تھی کہ ابو لهب حضرت عبداللہ کا بھائی تھا۔ اس کی لونڈی ثوبیہ نے آکر اس کو خبر دی کہ آج تیرے بھائی عبداللہ کے گھر فرزند (محمد رسول اللہ) پیدا ہوئے ﷺ۔ اس نے خوشی میں اس لونڈی کی برکت سے اللہ نے اس پر یہ کرم کیا کہ جب دوزخ میں وہ پیسا ہوتا ہے تو اپنی اس انگلی کو چومتا ہے۔ پیاس بجھ جاتی ہے۔ حالانکہ وہ کافر تھا۔ ہم مومن۔ وہ دشمن تھا ہم ان کے بندے بے دام۔ اس نے بھیجے کے پیدا ہونے کی خوشی کی تھی۔ نہ کہ رسول اللہ کی۔ ہم رسول اللہ کی ولادت کی خوشی کرتے ہیں ﷺ۔ تو وہ کریم ہیں ہم ان کے بھکاری وہ کیا کچھ نہ دیں گے۔

دوستانہ در کجا کنی محروم
تو کہ بادشمنان نظر داری

حاشیہ.....☆

حافظ شمس الدین محمد بن عبداللہ جزری متوفی ۶۶۰ھ لکھتے ہیں۔

فاذا کان ابو لهب الکافر الذی نزل القرآن بدمہ جوزی فی النار بفرحہ لیلۃ مولد النبی ﷺ بہ فما حال المسلم الموحّد من امة النبی ﷺ یسر بمولده وبذل ما تصل الیہ قدرته فی محبته ﷺ؟ لعمری انما یکون جزاؤه من الله الکریم ان یدخله یفضله جنات النعیم۔

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر خوشی منانے کے اجر میں اس ابو لهب کے عذاب میں بھی تخفیف کر دی جاتی ہے جس کی مذمت میں قرآن حکیم میں ایک مکمل سورت نازل ہوئی ہے۔ تو امت محمدیہ کے اس مسلمان کو ملنے والے اجر و ثواب کا کیا عالم ہوگا جو آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی مناتا ہے اور آپ ﷺ کی محبت و عشق میں حسب استطاعت خرچ کرتا ہے؟ خدا کی قسم! میرے نزدیک اللہ تعالیٰ ایسے مسلمان کو اپنے حبیب مکرّم ﷺ کی خوشی منانے کے طفیل اپنی نعمتوں بھری جنت عطا فرمائیں گے۔

(الحاوی للفتاویٰ ص ۲۰۶)، (سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ﷺ ج ۱ ص ۳۶۶-۳۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ محمد بن یوسف متوفی ۹۳۲ھ لکھتے ہیں۔

کان اول من فعل بالموصل عمر بن محمد الملاء احد الصالحین المشہورین وبہ افتدی فی ذلک اربل وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: پہلا شخص جنہوں نے اہتمام اور شان و شوکت سے موصل میں محفل میلاد منائی وہ شیخ عمر بن محمد تھے جو مشہور صالحین میں سے تھے اور صاحب اربل ابوسعید مظفر اور ان کے علاوہ دوسروں نے اس عمل میں ان کی پیروی کی ہے۔

(سبل الھدی والرشاد ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مدارج النبوة جلد دوم حضور علیہ السلام کی رضاعت کے وصل میں اسی ابولہب کے واقعہ کو بیان فرما کر فرماتے ہیں۔

دوریں جاسند است مراہل موالید را کہ در شب میلاد آن سرور سرور کنند و بذل نمایند یعنی ابولہب کہ کافر بود چون بسرور میلاد آن حضرت جزا دادہ شد تا حال مسلمان کہ مملو است بمحبت و سرور و بذل مال در دے چہ باشد لیکن باید کہ از بدعت ما کہ عوام احداث کردند انداز تغنی و آلات محرمہ و منکرات خالی باشد۔

ترجمہ: اس واقعہ میں مولود والوں کی بڑی دلیل ہے جو حضور علیہ السلام کی شب ولادت میں خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں یعنی ابولہب جو کافر تھا جب حضور کی ولادت کی خوشی اور لوٹڈی کے دودھ پلانے کی وجہ سے انعام دیا گیا تو اس مسلمان کا کیا ہوگا جو محبت خوشی سے بھرا ہوا ہے اور مال خرچ کرتا ہے لیکن چاہیے کہ محفل میلاد شریف عوام کی بدعتوں یعنی گانے اور حرام باجوں وغیرہ سے خالی ہو۔

(۸) ہر زمانہ اور ہر جگہ میں علماء و اولیاء مشائخ اور علمائے المسلمین اس میلاد شریف کو مستحب جان کر کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ حرمین شریفین میں بھی نہایت اہتمام سے یہ مجلس پاک منعقد کی جاتی ہے۔ جس ملک میں بھی جاؤ۔ مسلمانوں میں یہ عمل پاؤ گے۔ اولیاء اللہ و علماء امت نے اس کے بڑے بڑے فائدے اور برکات بیان فرمائی ہیں۔ ہم حدیث نقل کر چکے ہیں کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے قرآن فرماتا ہے۔ لیسکونوا شہداء (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۳) تاکہ تم اے مسلمانو گواہ ہو۔ حدیث پاک میں بھی ہے۔ انتم شہداء اللہ فی الارض تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ لہذا محفل میلاد پاک مستحب ہے۔

آخر مجمع البحار صفحہ ۵۵۰ میں ہے کہ شیخ محمد ظاہر محمد ربیع الاول کے متعلق فرماتے ہیں فانه شهر امرنا باظهار الجور فيه كل عام معلوم ہوا کہ ربیع الاول میں ہر سال خوشی منانے کا حکم ہے۔

تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت محمد رسول اللہ ہے۔

ومن تعظیمہ عمل المولد اذا لم یکن فیہ منکر قال الامام السیوطی یستحب لنا اظهار الشکر لمولده علیہ السلام۔

پھر فرماتے ہیں۔ فقد قال ابن حجر الہیتمی ان البدعة الحسنه متفق علی ندبها و عمل المولد واجتماع الناس له كذلك بدعة حسنة قال السخاوی۔

لم یفعله احد من القرون الثلاثة وانما حدث بعد ثم لزال اهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد ویتصدقون بانواع الصدقات و یعتنون بقراءة مولده الکریم و یظهر من برکاته علیہم کل فضل عظیم قال ابن الجوزی من خواصه انه امان فی ذلک العام و بشری عاجلة بنیل البغته والمرام و اول من احثه من الملوك صاحب اربل و صنف له ابن دحیة کتابا فی المولد فاجازه بالف دیار وقد استخرج له الحفظ ابن حجر اصلاً من السنة و کذا الحافظ السیوطی ورد علی انکارها فی قوله ان عمل المولد بدعة مذمومة۔

ترجمہ: میلاد شریف کرنا حضور علیہ السلام کی تعظیم ہے جبکہ وہ بری باتوں سے خالی ہو امام سیوطی فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور علیہ السلام کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور میلاد شریف کرنا اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بھی اسی طرح بدعت حسنہ ہے امام سخاوی نے فرمایا کہ میلاد شریف تینوں زمانوں میں کسی نے کیا بعد میں ایجاد ہوا پھر ہر طرف کے اور ہر شہر کے مسلمان ہمیشہ مولود شریف کرتے رہے اور کرتے ہیں اور طرح طرح کے صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کے میلاد پڑھنے کا

بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اس مجلس پاک کی برکتوں سے ان پر اللہ کا برائی فضل ہوتا ہے امام امین جوزی فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کی تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی برکت سے امن رہتی ہے اور اس میں مرادیں پوری ہونے کی خوشخبری ہے جس بادشاہ نے پہلے اس کو ایجاد کیا وہ شاہ ارمل ہے اور ابن وحیہ نے اس کے لئے میلاد شریف کی ایک کتاب لکھی جس پر بادشاہ نے اس کو ہزار اشرفیاں نذر کیں اور حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے اس کی اصل سنت سے ثابت کی ہے اور ان کا کیا ہے جو اس کو بدعت سید کہہ کر منع کرتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ملا علی قاری موردا روی میں دیباچہ کے متصل فرماتے ہیں لازال اهل الاسلام یختلفون فی کل سنتہ جدیدہ ویعتنون بقراء مولدہ الکریم ویظہر علیہم من برکاتہ کل فضل عظیم اور اسی کتاب کے دیباچہ میں یہ اشعار فرماتے ہیں۔

لہذا الشہر فی الاسلام فضل

ومنقبته تفوق علی الشہور

ربیع فی ربیع فی ربیع

ونور فوق نور فوق نور

ان عبارات سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ مشرق و مغرب کے مسلمان اس کو اچھا جان کر کرتے ہیں دوسرے یہ کہ بڑے بڑے علماء فقہاء محدثین مفسرین و صوفیاء نے اس کو اچھا جانا ہے جیسے امام سیوطی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی امام سخاوی، ابن جوزی، حافظ ابن حجر وغیرہم۔ تیسرے یہ کہ میلاد پاک کی برکت سے سال بھر تک گھر میں امن۔ مراد پوری ہونا، مقاصد برآنا حاصل ہوتا ہے۔

(الموردا روی فی السولہ الملبوی اردو ص ۵ ناشر مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ)

(۹) عقل کا بھی تقاضا ہے کہ میلاد شریف بہت مفید محفل ہے۔ اس میں چند فائدے ہیں۔ مسلمانوں کے دل میں حضور علیہ السلام کے فضائل سن کر حضور علیہ السلام کی محبت پڑھتی ہے۔ شیخ عبدالحق دہلوی اور دیگر صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی محبت بڑھانے کے لئے زیادتی درود شریف اور حضور علیہ السلام کے احوال زندگی کا مطالعہ ضروری ہے پڑھے لکھے لوگ تو کتابوں میں حالات دیکھ سکتے ہیں۔ مگر ناخواندہ لوگ نہیں پڑھ سکتے۔ ان کو اس طرح سننے کا موقع مل جاتا ہے یہ مجلس پاک غیر مجلسوں میں تبلیغ احکام کا ذریعہ ہے کہ وہ بھی اس میں شریک ہوں۔ حضور علیہ السلام کے حالات طیبہ سنیں۔ اسلام کی خوبیاں دیکھیں۔ خدا توفیق دے تو اسلام لے آویں۔ تیسرے یہ کہ اس مجلس کے ذریعہ سے مسلمانوں کو مسائل دینیہ بتانے کا موقع ملتا ہے۔ بعض دیہات کے لوگ جمعہ میں آتے نہیں اور اس طرح سے بلاؤ تو جمع نہیں ہوتے۔ ہاں محفل میلاد شریف کا نام لو تو فوراً بڑے شوق سے جمع ہو جاتے ہیں۔ خود میں نے بھی اس کا بہت تجربہ کیا۔ اب اسی مجلس میں مسائل دینیہ بتاؤ ان کو ہدایت کرو اچھا موقع ملتا ہے۔

چوتھے یہ کہ میلاد شریف میں ایسی نظمیں بنا کر پڑھی جاویں جس میں مسائل دینیہ ہوں اور مسلمانوں کو ہدایت کی جاوے کیونکہ بمقابلہ نثر کے نظم دل میں زیادہ اثر کرتی ہے۔ اور جلد یاد ہوتی ہے۔ پانچویں یہ کہ اس مجلس میں سنتے سنتے مسلمانوں کو حضور علیہ السلام کا نسب شریف اولاد پاک ازواج، مطہرات اور ولادت پاک و پرورش کے حالات یاد ہو جائیں گے۔ آج مرزائی۔ رافضی وغیرہم کو اپنے مذاہب کی پوری پوری معلومات ہوتی ہیں۔ رافضی کے بچوں کو بھی بارہ اماموں کے نام اور خلفائے راشدین کے اسماء تمرا کرنے کو یاد ہوں گے مگر اہل سنت کے بچے تو کیا بوڑھے بھی اس سے غافل ہیں۔ میں نے بہت سے بوڑھوں کو پوچھا کہ حضور علیہ السلام کی اولاد کتنی ہے؟ داماد کتنے ہیں! بے خبر پایا۔ اگر ان مجلسوں میں ان کا چارہ چار ہے تو بہت مفید ہو۔ بنی ہوئی چیز کہ نہ بگاڑو۔ بلکہ بگڑی ہوئی چیز کو بنانے کی کوشش کرو۔

(۱۰) مخالفین کے پیرو و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب نے فیصلہ ہفت مسئلہ میں محفل میلاد شریف کو جائز اور باعث فرکت فرمایا چنانچہ وہ اس کے صفحہ ۸ پر فرماتے ہیں۔ کہ مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں۔ بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد

کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں“ عجیب بات ہے کہ پیر صاحب تو مولود شریف کو ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال کریں اور مریدین مخلصین کا عقیدہ ہو (کہ شرک و کفر کی محفل ہے محفل میلاد) نہ معلوم ہوا کہ اب پیر صاحب پر کیا فتوے لگے گا؟

(۱۱) ہم عرس کی بحث میں عرض کریں گے کہ فقہاء کے نزدیک بغیر دلیل کراہت تزیہی کا بھی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ حرمت تو بہت بڑی چیز ہے اور استحباب کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ مسلمان اس کو اچھا جانیں تو جو کام شریعت میں منع نہیں اور مسلمان اس کو نیت خیر سے کرنے یا کہ عام مسلمان اس کو اچھا جانتے ہوں وہ مستحب ہے اس کا ثبوت بدعت کی بحث میں بھی ہو چکا۔ تو محفل میلاد شریف کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ شرعیہ منع نہیں اور مسلمان اس کو کارِ ثواب سمجھتے ہیں نیت خیر سے کرتے ہیں لہذا یہ مستحب ہے مگر حرام کہنے والے پر اس کی حرمت پر کوئی قطعی الثبوت یا آیت لائیں گے صرف بدعت کہہ دینے سے کام نہیں چلتا۔

دوسرا باب

میلا و شریف پر اعتراضات و جوابات میں

مخالفین کے اس پر حسب ذیل اعتراضات ہیں اور ان کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

اعتراض (۱).....:- محفل میلاد بدعت ہے کہ نہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی اور نہ صحابہ کرام و تابعین کے زمانہ میں۔ اور ہر بدعت حرام ہے لہذا مولود حرام۔

جواب:- میلاد شریف کو بدعت کہنا نادانی ہے۔ ہم پہلے باب میں بتا چکے کہ اصل میلاد و سنت الہیہ سنت انبیاء۔ سنت ملائکہ سنت رسول اللہ ﷺ سنت صحابہ کرام سنت صالحین اور عام مسلمانوں کا معمول ہے۔ پھر بدعت کیسی؟ اور اگر بدعت ہو بھی۔ تو ہر بدعت حرام نہیں۔ ہم بدعت کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ بدعت واجب بھی ہوتی ہے اور مستحب بھی جائز بھی ہوتی ہے اور مکروہ حرام بھی۔ نیز پہلے باب میں تفسیر روح البیان کے حوالہ سے بتا چکے کہ یہ محفل بدعت حسنہ مستحبہ ہے۔ حضور علیہ السلام کا ذکر کیونکر حرام ہو سکتا ہے۔

اعتراض (۲).....:- اس مجلس میں بہت سی حرام باتیں ہوتی ہیں مثلاً عورتوں مردوں کو غلط ملط داڑھی منڈوں کا نعت خوانی کرنا۔ غلط روایات پڑھنا گویا کہ یہ مجلس حرام باتوں کا مجموعہ ہے۔ لہذا حرام ہے۔

جواب:- اولاً یہ حرام چیزیں ہر مجلس میلاد میں ہوتی نہیں۔ بلکہ اکثر نہیں ہوتیں۔ عورتیں پردوں میں علیحدہ بیٹھتی ہیں۔ اور مرد علیحدہ۔ پڑھنے والے پابند شریعت ہوتے ہیں۔ روایات بھی صحیح بلکہ ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ پڑھنے والے سننے والے با وضو بیٹھتے ہیں۔ سب درود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ اور رقت طاری ہوتی ہے بسا اوقات آنسو جاری ہوتے ہیں اور محبوب علیہ السلام کا ذکر پاک ہوتا ہے۔

لذت بادۂ عشقش ز من مست مہر س ذوق این مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشتی

ہائے کجخت تو نے پی ہی نہیں

اور اگر کسی جگہ یہ باتیں ہوتی بھی ہوں۔ تو یہ باتیں حرام ہوں گی اصل میلاد شریف یعنی ذکر ولادت مصطفیٰ علیہ السلام کیوں حرام ہوگا۔ بحث عرس میں ہم عرض کریں گے کہ حرام چیز کے شامل ہو جانے سے کوئی سنت یا جائز کام حرام نہیں ہو جاتا۔ ورنہ سب سے پہلے دینی مدرسے حرام ہونے چاہئیں۔ کیونکہ وہاں مرد بے داڑھی والے بچے جوانوں کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ان کا آپس میں اختلاط بھی ہوتا

ہے، کبھی اس کے برے نتیجے بھی برآمد ہوتے ہیں۔ اور ترمذی و بخاری ابن ماجہ وغیرہ کتب حدیث و تفسیر پڑھتے ہیں۔ ان میں تمام روایات صحیح نہیں ہوتیں۔ بعض ضعیف بلکہ موضوع بھی ہوتی ہیں۔ بعض طلباء بلکہ بعض مدرسین داڑھی منڈے بھی ہوتے ہیں تو کیا ان کی وجہ سے مدرسے بند کئے جائیں گے؟ نہیں بلکہ ان محرمات کو روکنے کی کوشش کی جاوے گی۔ بتاؤ اگر داڑھی منڈا قرآن پڑھے تو کیسا؟ قرآن پڑھنا بند کرو گے؟ ہرگز نہیں تو اگر داڑھی منڈا میلاد شریف پڑھے تو کیوں بند کرتے ہو؟

اعتراض (۳)۔..... محفل میلاد کی وجہ سے رات کو دیر میں سونا ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے فجر کی نماز قضا ہوتی ہے اور جس سے فرض چھوٹے وہ حرام لہذا میلاد حرام۔

جواب:- اولاً تو میلاد شریف ہمیشہ رات کو نہیں ہوتا۔ بہت دفعہ دن میں بھی ہوتا ہے۔ جہاں رات کو ہو وہاں بہت دیر تک نہیں ہوتا۔ دس گیارہ بجے تک ختم ہو جاتا ہے اتنی دیر تک لوگ عموماً ویسے بھی جاگتے ہی ہیں۔ اگر دیر لگ بھی جاوے۔ تو نماز جماعت کے پابند لوگ صبح کو نماز کے وقت جاگ جاتے ہیں۔ جیسا کہ بارہا کا تجربہ ہے لہذا یہ اعتراض محض ذکر رسول علیہ السلام کو روکنے کا بہانہ ہے اور اگر کبھی میلاد شریف دیر میں ختم ہوا اور اس کی وجہ سے کسی کی نماز کے وقت آنکھ نہ کھلی تو اس سے میلاد شریف کیوں حرام ہو گیا؟ دینی مدارس کے سالانہ جلسے دیگر مذہبی قومی جلسے رات کو دیر تک ہوتے ہیں۔ اور بعض جگہ نکاح کی مجلس آخر رات میں ہوتی ہے۔ رات ہی ریل سے سفر کرنا ہوتا ہے تو بہت رات تک جاگنا ہوتا ہے۔ کہو کہ یہ جلسے، یہ نکاح۔ یہ ریل کا سفر حرام ہے یا حلال؟ جب یہ تمام چیزیں حلال ہیں تو محفل میلاد پاک کیوں حرام کیوں حرام ہوگی؟ ورنہ وجہ فرق یہ ہے۔

اعتراض (۴)۔..... علامہ شامی نے جلد دوم کتاب الصوم بحث نذر اموات میں کہا کہ میلاد شریف سب سے بدتر چیز ہے۔ اسی طرح تفسیرات احمدیہ شریف میں میلاد شریف کو حرام بتایا اور اس کے حلال جانتے والے کو کافر کہا۔ جس سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد سخت بری چیز ہے۔

جواب:- شامی نے مجلس میلاد شریف کو حرام نہ کہا بلکہ جس محفل میں گانے باجے اور نقویات ہوں اور اس کو لوگ میلاد کہیں۔ کارِ ثواب سمجھیں اس کو منع فرمایا ہے چنانچہ وہ اسی بحث میں فرماتے ہیں۔

واقبح منه النذر بقراء المولد فی المنابر مع اشتماله علی الغناء واللعب وایہاب ثواب ذلک الی حضرت المصطفیٰ۔

ترجمہ: اس سے بھی بری میناروں میں مولود پڑھنے کی نذر مانتا ہے۔ باوجودیکہ اس مولود میں گانے اور کھیل کود ہوتے ہیں اس کا ثواب حضور علیہ السلام کو ہدیہ کرنا۔

(رد المحتار علی در المنابر مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی طرح تفسیرات احمدیہ نے گانے کی مجالس کو منع کیا کہ جن میں کھیل تماشے بلکہ شراب نوشی بھی ہو۔ اور لوگ اس کو سماع کہہ کر کارِ ثواب جانیں۔ تفسیرات احمدیہ نے ان نقویات کی تصریح بھی کر دی ہے۔ دیکھو تفسیرات احمدیہ سوہ لقمان زیر آیت ومن الناس من یشری لہو الحدیث (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۶) ہم نے بھی پہلے عرض کیا کہ محفل میلاد میں نقویات نہ ہوں گے۔ میں نے خود کراچی میں دیکھا ہے کہ بعض جگہ باجے پر نعت پڑھتے ہیں اور اس کو میلاد شریف کہتے ہیں۔ ایک بار سہوان ضلع بدایوں کے قریب کسی گاؤں میں ایک شخص نے اپنے باپ کی فاتحہ کرائی۔ بجائے قرآن کی تلاوت کے گرافون ریکارڈ میں سورہ یاسین بجا کر اس کا ثواب باپ کی روح کو بخشا۔ ایسی بیہودہ اور حرام باتوں کو کون جائز کہتا ہے؟ اسی طرح ان حضرات کے زمانہ میں بھی ایسی لغو اور بیہودہ مجلسیں ہوتی ہوں گی۔ اس کو پہنچ

فرما رہے ہیں۔ اگر یہ مطلقاً میلاد شریف کو جائز ماننا کفر ہے تو حاجی امداد اللہ صاحب پیر و مرشد بھی اسی میں شامل ہوئے جاتے ہیں۔

اعتراض (۵).....۔ نعت خوانی حرام ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا گانا ہے اور گانے کی احادیث میں برائی آئی ہے۔ اسی طرح تقسیم شیرینی کہ یہ اسراف ہے۔

جواب:۔ نعت کہنا اور نعت پڑھنا بہترین عبادت ہے سارا قرآن حضور علیہ السلام کی نعت ہے۔ دیکھو اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں۔ گزشتہ انبیائے کرام نے حضور علیہ السلام کی نعت خوانی کی۔ صحابہ کرام اور سارے مسلمان نعت شریف کو مستحب جانتے رہے خود حضور علیہ السلام نے اپنی نعت پاک سنی اور نعت خوانوں کو دعائیں دیں۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعتیہ اشعار اور کفار کی مذمت منظوم کر کے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لاتے تھے تو حضور علیہ السلام ان کے لئے مسجد میں منبر بچھوا دیتے تھے۔ حضرت حسان اس پر کھڑے ہو کر نعت شریف سنایا کرتے تھے اور حضور علیہ السلام دعائیں دیتے تھے کہ اللھم ابدہ بروح القدس اے اللہ احسان کی روح القدس سے امداد کر۔ (دیکھو مشکوٰۃ شریف جلد دوم باب الشعر)

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۹۳۲ رقم الحدیث ۲۳۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ما جاء فی الشعر ج ۳ ص ۳۰۳ رقم الحدیث ۵۰۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۷۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نعت گوئی اور نعت خوانی ایسی اعلیٰ عبادت ہے کہ اس کی وجہ سے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجلس مصطفیٰ علیہ السلام میں منبر دیا گیا۔ ابوطالب نے نعت لکھی۔ خرپوتی شرح قصیدہ بردہ میں ہے کہ صاحب قصیدہ بردہ کو فالج ہو گیا تھا۔ کوئی علاج مفید نہ ہوتا تھا۔ آخر کار قصیدہ بردہ شریف لکھا۔ رات کو خواب میں حضور کو کھڑے ہو کر سنایا شفا بھی پائی اور انعام میں چادر مبارک بھی ملی۔ نعت شریف سے دین و دنیا کی نعمتیں ملتی ہیں۔ مولانا جامی، امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ غرضیکہ سارے اولیاء و علماء نے نعتیں لکھیں اور پڑھی ہیں۔ ان حضرات کے قصائد نعتیہ مشہور ہیں۔ حدیث و فقہ میں گانے بجانے کی برائیاں ہیں نہ کہ نعت کی۔ جن گیتوں میں محرب اخلاق مضامین ہوں۔ عورتوں یا شراب کی تعریفیں ہوں واقعی وہ گانے نا جائز ہیں۔ اس کی پوری تحقیق کے لئے مرقاة شرح مشکوٰۃ باب ما یقال بعد التکبیر (کتاب الصلوٰۃ) اور باب الشعر میں دیکھو۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ فصیح و بلیغ اشعار کا سیکھنا فرض کفایہ ہے اگرچہ ان کے مضامین خراب ہوں۔ مگر ان کے الفاظ سے علوم میں مدد ملتی ہے۔ دیوان منبتی وغیرہ مدارس اسلامیہ میں داخل ہیں۔ حالانکہ ان کے مضامین گندے ہیں۔ تو نعتیہ اشعار سیکھنا یاد کرنا۔ پڑھنا جن کے مضامین بھی اعلیٰ الفاظ بھی پاکیزہ کس طرح نا جائز ہو سکتے ہیں؟ شامی کے مقدمہ میں شعر کی بحث میں ہے۔

ومعرفة شعرهم رواية ودراية عند فقهاء الاسلام فرض كفاية لانه ثبت به قواعد العربية وكلامهم وان فيه الخطاء في المعاني فلا يجوز فيه الخطاء في الالفاظ۔

ترجمہ: شعراء جاہلیت کے شعروں کو جانتا سمجھنا روایت کرنا فقہاء اسلام کے نزدیک فرض کفایہ ہے کیونکہ اس سے عربی قواعد ثابت کئے جاتے ہیں اور ان کے کلام میں اگرچہ معنوی خطا ممکن ہے مگر لفظی غلطی نہیں ہو سکتی۔

(رد المحتار علی در المختار مقدمہ ج ۱ ص ۳۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

گانے کی پوری تحقیق بحث عرس میں قوالی کے ماتحت آدے گی۔ ان شاء اللہ۔

تقسیم شیرینی بہت اچھا کام ہے خوشی کے موقع پر کھانا کھانا مٹھائی تقسیم کرنا احادیث سے ثابت ہے۔ عقیقہ ولیمہ وغیرہ میں کھانے کی دعوت سنت ہے کیوں؟ اس لئے کہ یہ خوشی کا موقع ہے خاص نکاح کے وقت خرے تقسیم کرنا بلکہ اس کا لٹانا سنت ہے۔ اظہار خوشی کے لئے مسلمان کا ذکر محبوب پاک پر خوشی ہوتی ہے۔ دعوت کرتا ہے۔ صدقہ و خیرات کرتا ہے۔ شیرینی تقسیم کرتا ہے اسی طرح استاذہ کرام کا طریقہ

ہے کہ دینی کتاب شروع ہونے اور ختم ہونے پڑھنے والے سے شیرینی تقسیم کراتے ہیں۔ میں نے مینڈ و ضلع علی گڑھ میں کچھ عرصہ تعلیم پائی ہے وہاں دیوبندیوں کا مدرسہ تھا مگر کتاب شروع ہونے پر شیرینی تقسیم کی جاتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دینی اہم کام کرنے سے پہلے اور ختم کر کے تقسیم شیرینی سنت سلف صالحین ہے اور محفل میلاد بھی اہم دینی کام ہے اس سے پہلے اہل قرابت کو میلاد خوانوں اور مہمانوں کو کھانا کھلانا بعد میں حاضرین میں تقسیم شیرینی کرنا اسی میں داخل ہے اس تقسیم کی اصل قرآن وحدیث سے ملتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَا جِئْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدْ مَوَّابِينَ يَدِي نَجْوَكُمْ صَدَقَةٌ ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اطَّهَّرْ۔

ترجمہ: اے ایمان والوں جب تم رسول سے کچھ آہستہ عرض کرنا چاہو تو اس سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لئے بہتر اور بہت سہرا ہے۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۵۸ آیت نمبر ۱۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شروع اسلام میں مالداروں پر ضروری تھا کہ جب حضور علیہ السلام سے کوئی ضروری مشورہ کریں تو پہلے خیرات کریں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دینار خیرات کر کے حضور علیہ السلام سے دس مسئلہ پوچھے بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہو گیا (دیکھو تفسیر خزائن العرفان وخازن ومدارک) اگرچہ وجوب منسوخ ہو گیا۔ مگر اباحت اصلہ اور استحباب تو باقی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مزارات اولیاء اللہ پر کچھ شیرینی لے کر جانا۔ مرشدین اور صلحاء کے پاس کچھ لے کر حاضر ہونا مستحب ہے۔ اسی طرح احادیث و قرآن یا دینی کتب کے شروع کرتے وقت کچھ صدقہ کرنا بہتر ہے میلاد شریف پڑھنے سے پہلے کچھ خیرات کرنا کار ثواب ہے کہ ان میں بھی درحقیقت حضور ہی سے کلام کرتا ہے تفسیر فتح العزیز صفحہ ۸۶ میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک حدیث نقل کی۔ بیہقی در شعب الایمان از ابن عمر روایت کردہ کہ عمر ابن الخطاب سورہ بقرہ ابا حقاس آن در مدت دوازده سال خواندہ فارغ شد و روزے ختم شترے را کہ کشتہ طعام وافر پختہ یا ران حضرت پیغمبر را خوارنید۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ حضرت فاروق نے سورہ بقرہ سال کی مدت میں اس کے رموز اسرار کے ساتھ پڑھی۔ جب فارغ ہوئے تو ختم کے دن ایک اونٹ ذبح کر کے بہت سا کھانا پکا کر صحابہ کرام کو کھلایا۔ اہم کار خیر سے فارغ ہو کر تقسیم شیرینی و طعام ثابت ہوا۔ میلاد پاک بھی اہم کام ہے بزرگان دین تو فرماتے ہیں کہ کسی اہل قرابت کے یہاں جاؤ تو خالی نہ جاؤ کچھ لے کر جاؤ تھا وادو تحبو ایک دوسرے کو ہدیہ و محبت بڑھے گی۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ جب دیا ر محبوب یعنی مدینہ پاک میں جاوے تو وہاں کے فقراء کو صدقہ دے کہ وہ اجیران رسول اللہ ﷺ ہیں۔ رب تعالیٰ کے یہاں بھی پہلا سوال یہ ہی ہوگا کہ کیا اعمال لائے؟۔

حق بنفر ماید چه آوردی مرا! اندر ان مہلت کہ من دادم ترا

یہ تقسیم اسراف نہیں۔ کسی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ لاخیر فی السرف اسراف میں بھلائی نہیں۔ فوراً جواب دیا لا سرف فی الخیر بھلائی میں خرچ کرنا اسراف نہیں۔

اعتراض (۶)۔۔۔۔۔: محفل میلاد کے لئے ایک دوسرے کو بلانا حرام ہے۔ دیکھو لوگوں کو بلا کر نفل کی جماعت بھی منع ہے تو کیا

میلاد اس سے بڑھ کر ہے؟ (براہین)

جواب:- مجلس، وعظ، دعوت و لیمہ، مجالس امتحان و محفل نکاح و عقیقہ وغیرہ میں لوگوں کو بلایا ہی جاتا ہے بولو یہ امور حرام ہو گئے یا حلال رہے؟ اگر کہو کہ نکاح و وعظ وغیرہ فرائض اسلامی ہیں لہذا ان کے لئے مجمع کرنا حلال۔ تو جناب تعظیم رسول اللہ ﷺ اہم فرائض سے ہے۔ لہذا اس کے لئے بھی مجمع کرنا حلال ہے۔ نماز پر دیگر حالات کو قیاس کرنا سخت جہالت ہے اگر کوئی کہے کہ نماز بے وضو منع ہے۔ لہذا تلاوت قرآن بھی بے وضو منع ہونی چاہیے۔ وہ احمق ہے یہ قیاس مع الفارق ہے۔

اعتراض (۷).....۔ کسی کی یادگار منانا اور دن تاریخ مقرر کرنا شرک ہے اور میلاد شریف میں یہ دونوں ہیں لہذا یہ بھی شرک ہے۔

جواب:۔ خوشی کو یادگار منانا بھی سنت ہے۔ اور دن و تاریخ مقرر کرنا مسنون۔ اس کو شرک کہنا انتہاء کی جہالت و بے دینی ہے۔ رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا و ذکر ہم باہم اللہ (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۵) یعنی بنی اسرائیل کو وہ دن بھی یاد دلاؤ جن میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نعمتیں اتاریں۔ جیسے غرق فرعون من و سلویٰ کا نزول وغیرہ (خزائن العرفان) معلوم ہوا کہ جن دنوں میں رب تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمت دے۔ ان کی یادگار منانے کا حکم ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الصوم باب صوم التطوع فصل اول میں ہے۔

سنل رسول اللہ ﷺ عن صوم يوم الاثنين فقال فيه ولدت فيه انزل على وحی۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام سے دو شنبہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اسی دن ہم پیدا ہوئے اور اسی دن ہم وحی کی ابتدا ہوئی۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاثہ ایام من کل شہر ج ۲ ص ۸۱۹ رقم الحدیث ۱۱۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۲۸۶ رقم الحدیث ۳۸۱۸۲ مطبوعہ مکتبۃ دارالماز مکتبۃ المکرمۃ)۔ (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۲ ص ۱۳۶ رقم الحدیث ۲۷۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۹۶ رقم الحدیث ۷۸۶۵ مطبوعہ مکتبۃ الاسلامی بیروت)

ثابت ہوا کہ دو شنبہ کا روزہ اس لئے سنت ہے کہ یہ دن حضور علیہ السلام کی ولادت کا ہے۔ اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ یادگار منانا سنت ہے اس کے لئے دن مقرر کرنا سنت ہے۔ حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں عبادت کرنا سنت ہے۔ عبادت خواہ بدنی ہو جیسے روزہ اور نوافل یا مالی جیسے صدقہ اور خیرات تقسیم شیرینی وغیرہ۔ مشکوٰۃ یہ ہی باب فصل ثالث میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ پاک میں تشریف لائے تو وہاں یہودیوں کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزے رکھتے ہیں سب پوچھا۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب نے فرعون سے نجات دی تھی۔ ہم اس کے شکر یہ میں روزہ رکھتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ فخر حق و اولیٰ بنی موسیٰ منکم ہم موسیٰ علیہ السلام سے تم سے زیادہ قریب ہیں فصامہ و امر بصیامہ خود بھی اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو عاشورہ کے روزہ کا حکم دیا۔ چنانچہ اول اسلام میں یہ روزہ فرض تھا۔ اب فرضیت تو منسوخ ہو چکی مگر استحباب باقی ہے۔ اسی مشکوٰۃ کے اسی باب میں ہے کہ عاشورہ کے روزے کے متعلق کسی نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ اس میں یہود مشابہت اہل کتاب سے بچ گئے۔ ہم نے شان حبیب الرحمن میں حوالہ کتب سے بیان کیا کہ پچگانہ نمازوں کی رکعتیں مختلف کیوں ہیں۔ فجر میں دو مغرب میں تین عصر میں چار وہاں جواب دیا ہے کہ یہ نمازیں گزشتہ انبیاء کی یادگاریں ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا میں آکر رات دیکھی تو پریشان ہوئے۔ صبح کے وقت دو رکعت شکر یہ ادا کیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسمعیل کا فدیہ دنبہ پایا۔ لخت جگر کی جان بچی۔ قربانی منظور ہوئی۔ چار رکعت شکر یہ ادا کیں۔ یہ ظہر ہوئی وغیرہ وغیرہ معلوم ہوا کہ نماز کی رکعات بھی دیگر انبیاء کی یادگاریں ہیں۔ حج تو از اول تا آخر ہاجرہ و اسمعیل و ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے اب نہ تو وہاں پانی کی تلاش ہے اور نہ شیطان کا قربانی سے روکنا۔ مگر صفاد مروحہ کے درمیان چلنا بھاگنا منیٰ میں شیطان کو کنکر مارنا بدستور ویسے ہی موجود ہے۔ محض یادگار کے لئے۔ اس کی نفیس بحث کا مطالعہ کرو۔ شان حبیب الرحمن میں۔

ماہ رمضان خصوصاً شب قدر اس لئے افضل ہوئے کہ ان میں قرآن کریم کا نزول ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۸۵) اور فرماتا ہے انا انزلنہ فی لیلة القدر (پارہ ۳۰ سورہ ۹۷ آیت نمبر ۱) جب قرآن کے نزول کی وجہ سے یہ مہینہ رات تا قیامت اعلیٰ ہو گئے تو صاحب قرآن ﷺ کی ولادت پاک سے تا قیامت ربیع الاول اور اس کی

بارھویں تاریخ اعلیٰ و افضل کیوں نہ ہو۔ حضرت اسمعیل علیہ السلام کی قربانی کے دن کو روز عید قرار دے دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ جس دن تاریخ میں کسی اللہ والے پر اللہ کی رحمت آئی ہو۔ وہ دن تاریخ تا قیامت رحمت کا دن بن جاتا ہے دیکھو جمعہ کا دن اس لئے افضل ہے کہ اس دن میں گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر ربانی انعام ہوئے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش انہیں سجدہ کرنا۔ ان کا دنیا میں آنا نوح علیہ السلام کی کشتی پار لگنا یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند سے ملنا۔ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے نجات پانا۔ پھر آئندہ قیامت کا آنا یہ سب جمعہ کے دن ہے لہذا جمعہ سید الايام ہو گیا۔

اسی طرح برعکس کا حال ہے کہ جن مقامات اور جن تاریخوں میں قوموں پر عذاب آیا ان سے ڈرو۔ منگل کے دن فصد نہ لو یہ خون کا دن ہے۔ اسی دن ہابیل قتل ہوا۔ اسی دن حضرت ہوا کو حیض شروع ہوا۔ دیکھو ان دنوں میں یہ واقعات کبھی ایک بار ہو چکے۔ مگر ان واقعات کی وجہ سے دن میں عظمت یا حقارت ہمیشہ کے لئے ہو گئی۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی خوشی یا عیادت کی یادگاریں منانا عبادت ہے آج بھی یادگار اسمعیل شہید یا دگار مولانا قاسم خود بخالفین مناتے ہیں۔ اگر کسی چیز کا مقرر کرنا شرک ہو جاوے تو مدرسہ دیوبند کی تاریخ امتحان مقرر تعطیل کے لئے ماہ رمضان مقرر دستار بندی کے لئے دورہ حدیث مقرر مدرسین کی تنخواہ مقرر کھانے اور سونے کے لئے وقت مقرر جماعت کے لئے گھنٹہ اور منٹ مقرر نکاح ولیمہ اور عقیقہ کے لئے تاریخیں مقرر۔ میلاد شریف کو شرک کرنے کے شوق میں اپنے گھر کو تو آگ نہ لگاؤ۔ یہ تاریخیں محض عادت کے طور پر مقرر کی جاتی ہیں۔ یہ کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ اس تاریخ کے علاوہ اور تاریخ میں محفل میلاد جائز ہی نہیں۔ اسی لئے ہمارے یوپی میں ہر مصیبت کے وقت کسی کے انتقال کے بعد میلاد شریف کرتے ہیں۔ کاٹھیاواڑ میں خاص شادی کے دن، میت کے تیج، دسویں، چالیسویں کے دن میلاد شریف کرتے ہیں۔ پھر ماہ ربیع الاول میں ہر جگہ پورے ماہ میلاد شریف ہوتے رہتے ہیں۔ سوائے دیوبند کے ہر جگہ دستور ہے بلکہ سنا گیا ہے۔ کہ وہاں عام باشندے میلاد شریف برابر کرتے ہیں۔

خیال رہے کہ دن یا جگہ مقرر کرنا چند وجہ سے منع ہے۔ ایک یہ کہ وہ دن یا جگہ کسی بت سے نسبت رکھتی ہو۔ جیسے ہولی، دیوالی کے دن اس کی تعظیم کے لئے دیگ پکائے۔ یا مندر میں جا کر صدقہ کرے اسی لئے مشکوٰۃ باب اللذری میں ہے کہ کسی نے بوانہ میں اونٹ ذبح کرنے کی منت مانی تو فرمایا۔ کیا وہاں کوئی بت یا کفار کا میلہ تھا عرض کیا نہیں۔ فرمایا جا اپنی نذر پوری کر۔ یا اس تعین میں کفار سے مشابہت ہے۔ یا اسے واجب جاننا منع ہے یا جمعہ عید کے دن ہے اسے روزے کا دن نہ بناؤ۔

ان اعتراضات سے معلوم ہوا کہ مانعین کے پاس کوئی دلیل حرمت موجود نہیں۔ یوں ہی ایک چڑ پیدا ہو گئی ہے اس لئے محض قیاسات باطلہ سے حرام کہتے ہیں مگر یاد رہے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے

نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

بحث قیام میلاد کے بیان میں

اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں۔ مقدمہ میں قیام کے متعلق ضروری باتیں ہیں۔

مقدمہ

نماز میں دو طرح کی عبادتیں ہیں۔ قوی اور فعلی۔ قوی تو قرآن کریم کی تلاوت۔ رکوع سجود کی تسبیح التحیات وغیرہ کا پڑھنا۔ اور فعلی عبادت چار ہیں۔ قیام رکوع سجدہ بیٹھنا قیام کے معنی ہیں اس طرح سیدھا ہونا کہ ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچ سکیں۔ رکوع کے معنی ہیں اس قدر جھکنا کہ گھٹنوں تک ہاتھ پہنچ جاویں۔ اسی لئے زیادہ کبڑے کے پیچھے تندرست کی نماز جائز نہیں۔ کیونکہ وہ قیام نہیں کر سکتا۔ بروقت رکوع میں ہی رہتا ہے۔ سجدہ کے معنی ہیں سات اعضا کا زمین پر لگنا۔ دونوں پاؤں کے نیچے دونوں گھٹنے دونوں ہتھیلیاں ناک پیشانی۔ اسلام سے پہلے دیگر انبیائے کرام کی امتوں میں کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا۔ رکوع کرنا سجدہ کرنا اور بیٹھنا ہر کام جائز تھا۔ مگر عبادت کی نیت سے نہیں بلکہ تحسین و تعظیم کے لئے خدائے پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ سے سجدہ تعظیمی کرایا۔ اور یعقوب علیہ السلام اور ان کے فرزندوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کیا (قرآن کریم) مگر اسلام نے تعظیمی قیام اور تعظیم بیٹھنے کو تو جائز رکھا۔ مگر تعظیمی رکوع اور تعظیمی سجدہ حرام کر دیا۔ معلوم ہوا کہ قرآن حدیث سے منسوخ ہوتا ہے کیونکہ غیر اللہ کے لئے سجدہ تعظیمی کا ثبوت تو قرآن سے ہے۔ اور اس کا نسخ حدیث پاک سے ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ کسی کے سامنے جھکنا یا زمین پر سر رکھنا جب حرام ہوگا جبکہ رکوع و سجدہ کی نیت سے یہ کام کرے۔ لیکن اگر کسی بزرگ کا جو تاسیدھا کرنے یا ہاتھ پاؤں چومنے کے لئے جھکا تو اگرچہ جھکنا تو پایا گیا۔ مگر چونکہ اس میں رکوع کی نیت نہیں ہے لہذا یہ رکوع نہیں ہاں تا حد پر رکوع جھک کر سلام کرنا حرام ہے یعنی تعظیم تا حد رکوع جھکنا حرام اور جھکنا کسی اور کام کے لئے تھا۔ اور کام تعظیم کے لئے تو جائز جیسے کہ کسی کے جوتے سیدھے کرنا وغیرہ۔ یہ فرق ضرور خیال میں رہے بہت ہی باریک ہے۔ شامی جلد پنجم کتاب الکراہۃ باب الاستبراء کے آخر میں ہے۔

الایماء فی الاسلام الی قریب الرکوع کالسجود وفی المحيط انه یکرہ الانحناء للسلطن وغیرہ۔
ترجمہ: اسلام میں رکوع کے قریب جھک کر اشارہ کرنا سجدہ کی طرح ہے (حرام ہے) محیط میں ہے کہ بادشاہ کے سامنے جھکنا مکروہ تحریمی ہے۔
(رد المحتار علی در المختار کتاب الخطر والاباحہ باب الاستبراء وغیرہ ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

پہلا باب

قیام میلاد کے ثبوت میں

قیام یعنی کھڑا ہونا چھ طرح کا ہے۔ قیام جائز قیام فرض قیام سنت قیام مستحب۔ قیام مکروہ قیام حرام۔ ہم ہر ایک کے پہچاننے کا قاعدہ عرض کئے دیتے ہیں۔ جس سے قیام میلاد کا حال خود بخود معلوم ہو جاوے گا کہ یہ قیام کیسا ہے۔

(۱) دنیاوی ضروریات کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔ اس کی سیکنڈوں مثالیں ہیں۔ کھڑے ہو کر عمارت بنانا اور دیگر دنیاوی کاروبار کرنا وغیرہ۔

فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض۔

ترجمہ: جب نماز جمعہ ہو جاوے تو تم زمین میں پھیل جاؤ۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۶۲ آیت نمبر ۱۰)

(۲) پنج وقتہ نماز اور واجب نماز میں قیام فرض ہے۔ وقوموا للہ فنتین (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۳۸) اللہ کے سامنے اطاعت کرتے ہوئے کھڑے ہو یعنی اگر کوئی شخص قدرت رکھتے ہوئے بیٹھ کر ادا کرے تو یہ نماز نہ ہوگی۔

(۳) نوافل میں کھڑا ہونا مستحب ہے اور بیٹھ کر بھی جائز۔ یعنی کھڑے ہو کر پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے۔

(۴) چند موقعوں پر کھڑا ہونا سنت ہے اولاً تو کسی دینی عظمت والی چیز کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا اسی لئے آپ زمزم اور وضو کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا مسنون ہے۔ حضور علیہ السلام کے روضہ پاک پر اللہ حاضری نصیب فرمادے تو نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا سنت ہے۔ عالمگیری جلد اول آخر کتاب الحج آداب زیارت قبر النبی علیہ السلام میں ہے۔

ویقف کما یقف فی الصلوۃ ویمثل صورۃ الکریمۃ کانہ نائم فی لحد عالم بہ یسمع کلامہ۔

ترجمہ: روضہ مطہرہ کے سامنے ایسے کھڑا ہو جیسے کہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور اس جمال پاک کا نقشہ ذہن میں جمائے گویا کہ وہ سرکار اپنی قبر انور میں آرام فرما ہیں۔ اس کو جانتے ہیں اور اس کی بات سنتے ہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب المناکب باب نذر الحاج خاتمی زیارت قبر النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی طرح مومنین کی قبروں پر فاتحہ پڑھے تو قبلہ کو پشت اور قبر کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا سنت ہے عالمگیری کتاب الکرامۃ باب

زیارت القبور میں ہے۔

یخلع نعلیه ثم یقف مستد بر القبلة مستقبلاً لوجه المیت۔

ترجمہ: اپنے جوتے اتار دے اور کعبہ کی طرف پشت اور میت کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔

روضہ پاک آب زمزم وضو کا پانی قبر مومن سب متبرک چیزیں ہیں۔ ان کی تعظیم قیام سے کرائی گئی۔ دوسرے جب کوئی دینی پیشوا آئے تو اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا سنت ہے۔ اسی طرح جب دینی پیشوا سامنے کھڑا ہو تو اس کے لئے کھڑا رہنا سنت اور بیٹھنا رہنا بے ادبی ہے۔ مشکوٰۃ جلد اول کتاب الجہاد باب حکم الاسرا اور باب القیام میں ہے کہ جب اسعد ابن معاذ اللہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے انصار کو حکم دیا۔ قوموا الی سیدکم اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب ج ۲ ص ۵۱۱ رقم الحدیث ۳۸۹۵ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب جواز قتال من نقض العهد ج ۳ ص ۳۸۸ رقم الحدیث ۶۸۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب الادب ما جاء فی القیام ج ۳ ص ۳۵۵ رقم الحدیث ۵۲۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہ قیام تعظیمی تھا نہ یہ کہ ان کو محض مجبوری کی وجہ سے قیام کرایا گیا۔ نیز گھوڑے سے اتارنے کے لئے ایک دو صاحب ہی کافی تھے۔ سب کو کیوں فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ نیز گھوڑے سے اتارنے کے لئے تو حاضرین مجلس پاک میں سے کوئی بھی چلا جاتا۔ خاص انصار کو کیوں حکم فرمایا۔ ماننا پڑے گا کہ یہ قیام تعظیمی ہی تھا۔ اور حضرت سعد انصار کے سردار تھے۔ ان سے تعظیم کرائی گئی۔ جن لوگوں نے الی سے دھوکا کھا کر کہا ہے کہ یہ قیام بیماری کے لئے تھا۔ وہ اس آیت میں کیا کہیں گے؟ اذا قمتم الی الصلوۃ کیا نماز بھی بیمار ہے کہ اس کی امداد کے لئے کھڑا ہونا ہے۔ ایضاً اللغات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

حکمت در مراعات توقیر و اکرام سعد دریں مقام و امر تعظیم او ادا دریں ما آن باشد کہ

ادراہرائے حکم کردن طلبیدہ بودند پس اعلان شان او دریں مقام اولیٰ او نسب باشد۔

فاذا قام قمنا قیاما حتی فرء یناہ قد دخل بعض بیوت از واجہ۔

ترجمہ: اس موقع پر سعد کی تعظیم و تکریم کرانے میں یہ حکمت ہوگی کہ ان کو نبی قرظہ پر حکم فرمانے کے لئے بلایا تھا۔ اس جگہ ان کی شان کا اظہار بہتر اور مناسب تھا۔

(اشعۃ الممعات کتاب الادب باب القیام الفصل الاول ج ۴ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

مشکوٰۃ باب القیام میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور علیہ السلام مجلس سے اٹھتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے تھے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیتے تھے کہ آپ اپنی کسی بیوی پاک کے گھر میں داخل ہو گئے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب القیام الفصل الثالث ص ۳۰۳-۳۰۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اشعۃ الممعات کتاب الادب باب القیام میں زیر آیت حدیث قوموا الی سید کم ہے

اجماع کردہ اند جہا میر علماء باین حدیث ہر اکرام اہل فضل از علم باصلاح با شرف و نووی گفتم کہ ایں قیام مرا اہل فضل دا وقت قدوم آوردن نیست قیام جالس از ہر آنے کسی کہ در آمدہ است بروئے بجهت تعظیم۔

(اشعۃ الممعات کتاب الادب باب القیام الفصل الاول ج ۴ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

اس حدیث کی وجہ سے جمہور علماء نے علمائے صالحین کی تعظیم کرنے پر اتفاق کیا ہے نووی نے فرمایا کہ بزرگوں کی تشریف آوری کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے اس بارے میں احادیث آئی ہیں اور اس کی ممانعت میں صراحۃً کوئی حدیث نہیں آئی۔ قیہ سے نقل کیا کہ بیٹھے ہوئے آدمی کا کسی آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک میں ہے۔

تجوز الخدمة بغير الله تعالى بالقيام واخذ اليدين والانحناء۔

ترجمہ: غیر خدا کی عظمت کرنا کھڑے ہو کر مصافحہ کر کے جھک کر ہر طرح جائز ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک التواضع ہم الباب الثامن والستون ج ۵ ص ۳۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس جگہ جھکنے سے مراد حد رکوع سے کم جھکنا ہے۔ تا حد رکوع جھکنا تو ناجائز ہے جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے۔ در مختار جلد پنجم کتاب الکراہیۃ باب الاستبراء کے آخر میں ہے۔

يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقادم يجوز القيام ولو للقارى بين يدي العالم۔

ترجمہ: آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا جائز بلکہ مستحب ہے جیسے کہ قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے کھڑا ہو جانا جائز ہے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الخطر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ ج ۵ ص ۷۷۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کی حالت میں بھی کوئی عالم دین آ جاوے تو اس کے لئے کھڑا ہو جانا مستحب ہے اس کے ماتحت شامی میں ہے۔

وقیام قاری القرآن لمن یجنی تعظيماً لا یکره اذ کان ممن یتستحق التعظیم۔

ترجمہ: قرآن پڑھنے والے کا آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا مکروہ نہیں جبکہ وہ تعظیم کے لائق ہو۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الخطر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ ج ۵ ص ۷۷۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی جلد اول باب الامات میں ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں صف اول میں جماعت کے انتظار میں بیٹھا ہے۔ اور کوئی عالم آدمی آ گیا اس کے لئے جگہ چھوڑ دینا خود پیچھے ہٹ جانا مستحب ہے بلکہ اس کے لئے پہلی صف میں نماز پڑھنے سے یہ افضل ہے۔ یہ تعظیم تو علماء امت کی ہے۔

(رد المحتار علی در المختار باب الامات ج ۱ ص ۳۲۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لیکن صدیق اکبر نے تو عین نماز پڑھاتے ہوئے جب حضور علیہ السلام کو تشریف لاتے دیکھا تو خود مقتدی بن گئے۔ اور بیچ نماز میں

حضور عليه السلام امام ہوئے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۹ رقم الحديث ۷۸۵ مطبوعه مؤسسة قرطبه مصر)

ان امور سے معلوم ہوا کہ بزرگان دین کی تعظیم عبادت کی حالت میں بھی کی جاوے۔ مسلم جلد دوم باب حدیث توبہ ابن مالک کتاب التوبہ میں ہے۔

فقام طلحة ابن عبيد الله يهرول حتى صافحني و هناه ني۔

ترجمہ: پس طلحہ ابن عبید اللہ کھڑے ہو گئے دوڑتے ہوئے آئے مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔

(صحیح مسلم کتاب التوبہ حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس جگہ نووی میں ہے۔

فيه استحباب مصافحته القادم والقيام له اكرما والهرو لته الى لقاء هـ۔

(شرح صحیح مسلم للنووی کتاب التوبہ حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے ثابت ہوا کہ آنے والے سے مصافحہ کرنا۔ اس کی تعظیم کو کھڑا ہونا۔ اس کے ملنے کے لئے دوڑنا مستحب ہے۔

تیسرے جبکہ کوئی اپنا پیارا آجاوے تو اس کی خوشی میں کھڑا ہو جائے۔ ہاتھ پاؤں چومنا سنت ہے مشکوٰۃ کتاب الادب باب المصافحہ میں ہے کہ زید ابن حارثہ دروازہ پاک مصطفیٰ علیہ السلام پر حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔

فقام اليه رسول الله ﷺ عريانا فاعتقه وقبله۔

ترجمہ: ان کی طرف حضور علیہ السلام بغیر چادر شریف کے کھڑے ہو گئے پھر ان کو گلے سے لگالیا اور بوسہ دیا۔

(سنن الترمذی کتاب الاستئذان والآداب باب ماجاء فی العائقة والقبلة ج ۳ ص ۳۵۰ رقم الحديث ۲۷۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۹۲ رقم الحديث ۶۷۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۲ مطبوعہ)

مشکوٰۃ اسی باب میں ہے کہ جب حضرت خاتون جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

قام اليها فاخذ بيدها فقبلها واجلسها يف مجلسه۔

ان کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ پکڑے ان کو چومتے اور اپنی جگہ ان کو بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضور علیہ السلام فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے۔ تو آپ بھی کھڑی ہو جاتیں اور ہاتھ مبارک دیتیں اور اپنی جگہ حضور علیہ السلام کو بٹھالیتیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فضل فاطمہ ج ۶ ص ۷۵ رقم الحديث ۳۸۷۲ مطبوعہ دار

احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی القيام ج ۳ ص ۳۵۵ رقم الحديث ۵۲۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۹۶ رقم الحديث ۸۳۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۴۰۳ رقم الحديث ۹۹۵۳ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۷۴ رقم الحديث ۳۷۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مرقات باب المشی بالجماعة فصل دوم میں ہے۔

فيه ايماء الى ندب القيام لتعظيم الفضلاء والكبراء۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

معلوم ہوا کہ فضلاء کے لئے قیام قیامی جائز ہے۔ چوتھے جبکہ کوئی پیارے کا ذکر سننے یا کوئی اور خوشی کی خبر سننے تو اسی وقت کھڑا ہو جانا مستحب اور سنت صحابہ و سنت سلف ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل ثالث میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک خوشخبری سنائی۔

فقمتم اليه وقلت بابي انت وامی انت احق بها۔

ترجمہ: تو میں کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ ہی اس لائق ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الثالث ص ۱۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت ۲۹ محمد رسول اللہ ہے کہ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مجمع علماء موجود تھا کہ ایک نعت خواں نے نعت کے دو شعر پڑھے۔

فعند ذلك قام الامام السبكي وجميع من في المجلس فحصل انس عظيم بذلك المجلس۔

ترجمہ: تو فوراً امام سبکی اور تمام حاضرین مجلس کھڑے ہو گئے اور اس مجلس میں بہت ہی لطف آیا۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

پانچویں کوئی کافر اپنی قوم کا پیشوا ہو۔ اور اس کے اسلام لانے کی امید ہو تو اس کے آنے پر اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا سنت ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو حضور علیہ السلام نے کھڑے ہو کر ان کو اپنے سینہ پاک سے لگایا۔ (کتب توارخ)

عالمگیری کتاب الکربیتہ باب اہل الذمہ میں ہے۔

اذا دخل ذمی علی مسلم فقام له طعام فی اسلامه فلا باس۔

ترجمہ: کوئی ذمی کافر مسلمان کے پاس آیا مسلمان اس کے اسلام کی امید پر اس کے لئے کھڑا ہو گیا تو جائز ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری الباب الرابع عشر فی اہل الذمہ والاحکام المتعودۃ لہم ج ۵ ص ۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۵) چند جگہ قیام مکروہ ہے۔ اولاً آب زمزم اور وضو کے سوا اور پانی کو پیتے وقت کھڑا ہونا بلا عذر مکروہ ہے۔ دوسرے دنیا دار کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا دنیاوی لالچ سے بلا عذر مکروہ ہے۔ تیسرے کافر کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا سا کی مال داری کی وجہ سے مکروہ ہے۔ عالمگیری کتاب الکربیتہ باب اہل الذمہ میں ہے۔

وان قام له من غیر ان ینوی شینا مما ذکرنا او قام طمعاً لغناہ کرہ له ذلک۔

ترجمہ: اگر اس کے لئے سوائے مذکورہ صورتوں کے کھڑا ہو یا اس کی مال داری کے طمع میں کھڑا ہو تو مکروہ ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری الباب الرابع عشر فی اہل الذمہ والاحکام المتعودۃ لہم ج ۵ ص ۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

چوتھے جو شخص اپنی تعظیم کرانا چاہتا ہو اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا منع ہے۔ پانچویں اگر کوئی بڑا آدمی درمیان میں بیٹھا ہو اور لوگ اس کے آس پاس دست بستہ کھڑے ہوں تو اس طرح کھڑا ہونا سخت منع ہے۔ اپنے لئے قیام پسند کرنا بھی منع ہے اس کے حوالہ دوسرے باب میں آویں گے انشاء اللہ یہ تقسیم خیال میں رہے۔

جب یہ تحقیق ہو چکی تو اب پتہ لگ گیا کہ میلاد پاک میں ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا سنت صحابہ اور سنت سلف صالحین سے ثابت ہے کیونکہ ہم قیام سنت میں چوتھا قیام وہ بتا چکے کہ جو خوشی کی خبر پاکریا کسی پارے کے ذکر پر ہو۔ اور پہلا قیام وہ بتایا جو کسی دینی عظمت والی چیز کی تعظیم کے لئے ہو۔ لہذا قیام میلاد چند وجہ سے سنت میں داخل ہوا۔ ایک تو اس لئے کہ یہ ذکر ولادت کی تعظیم کے لئے ہے دوسرے اس لئے کہ ذکر ولادت سے بڑھ کر مسلمان کے نزدیک کون محبوب ہے وہ جان اولاد ماں باپ مال متاع سب سے زیادہ محبوب ہیں ﷺ ان کے ذکر پر کھڑا ہونا سنت سلف صالحین ہے۔ چوتھے اس لئے کہ ولادت پاک کے وقت ملائکہ در دولت پر کھڑے ہوئے تھے۔ اس لئے ولادت کے ذکر پر کھڑا ہونا فعل ملائکہ سے مشابہ ہے۔ پانچویں اس لئے کہ ہم بحث میلاد میں حدیث سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے اوصاف اور اپنا نسب شریف منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ تو اس قیام کی اصل مل گئی چھٹے اس لئے کہ شریعت نے اس کو منع نہ کیا۔ اور ہر ملک کے عام مسلمان اس کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں۔ اور جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ ہم اس کی تحقیق بحث میلاد اور بحث بدعت میں کر چکے ہیں۔ نیز پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مسلمان جس کام کو مستحب جانیں۔ وہ شریعت میں

مستحب ہے شامی جلد سوم کتاب الوقف۔ وقف منقولات کی بحث میں فرماتے ہیں۔ لان التعامل بترك به القياس لحديث ماراه المومنون حسناً فهو عند الله حسن یعنی دیکھی و جنازہ وغیرہ کا وقف قیاساً ناجائز ہونا چاہیے مگر چونکہ عام مسلمان اس کے عامل ہیں لہذا قیاس چھوڑ دیا گیا اور اسے جائز مانا گیا۔ دیکھو عامۃ المسلمین جس کام کو اچھا سمجھنے لگیں۔ اور اس کی حرمت کی نص نہ ہو تو قیاس کو چھوڑنا لازم ہے۔ درمختار جلد پنجم کتاب الاجارات باب اجارت الفاسدہ میں ہے۔

وجاز اجارة الحمام لانه عليه السلام دخل حمام الجحفة وللعرف وقال النبي عليه السلام ماراه المومنون حسناً فهو عند الله حسن۔

ترجمہ: حمام کا کرایہ جائز ہے کیونکہ حضور علیہ السلام مہر جحفہ کے حمام میں تشریف لے گئے اور اس لئے کہ عرف جاری ہو گیا۔ اور حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عند اللہ اچھا ہے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة ج ۵ ص ۳۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کے ماتحت شامی میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے جحفہ کے حمام میں داخل ہونے کی روایت سخت ضعیف ہے۔ بعض نے کہا کہ موضوع ہے۔ لہذا اب حمام کے جائز ہونے کی دلیل صرف ایک رہ گئی یعنی عرف عام تو ثابت ہوگا کہ جو کام مسلمان عام طور پر جائز سمجھ کر کریں وہ جائز ہے۔ شامی میں اسی جگہ ہے۔

لان الناس في سائر الامصار يدفعون اجرت الحمام فدل اجماعهم على جواز ذلك وان كان القياس ياباه۔
ترجمہ: کیونکہ تمام شہروں میں مسلمان لوگ حمام کی اجرت دیتے ہیں پس ان کے اجماع سے اس کا جائز ہونا معلوم ہوا اگرچہ یہ خلاف قیاس ہے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة ج ۵ ص ۳۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ثابت ہوا کہ حمام کا کرایہ قیاساً ناجائز نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ خبر نہیں ہوتی کہ کتنا پانی خرچ ہوگا۔ اور کرایہ میں نفع و اجرت معلوم ہونا ضروری ہے لیکن چونکہ مسلمان عام طور پر اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ لہذا یہ جائز ہے۔ قیام میلاد کو بھی عام مسلمان مستحب سمجھتے ہیں۔ لہذا مستحب ہے۔ ساتویں اس لئے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔
وتعزروه وتوقروه۔

ترجمہ: اے مسلمانو ہمارے نبی کی مدد کرو اور ان کی تعظیم کرو۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۹)

تعظیم میں کوئی پابندی نہیں بلکہ جس زمانہ میں اور جس جگہ جو طریقہ بھی تعظیم کا ہو اس طرح کرو بشرطیکہ شریعت نے اس کو حرام نہ کیا ہو جیسے کہ تعظیمی سجدہ و رکوع۔ اور ہمارے زمانہ میں شاہی احکام کھڑے ہو کر بھی پڑھے جاتے ہیں لہذا محبوب کا ذکر بھی کھڑے ہو کر ہونا چاہیے۔ دیکھو کسلوا واشربوا (پارہ سورہ ۲ آیت نمبر ۶۰) میں مطلقاً کھانے پینے کی اجازت ہے کہ ہر حلال غذا کھاؤ۔ تو بریانی، زردہ، قورما، سب ہی حلال ہوا خواہ خیر القرون میں ہو یا نہ ہو۔ ایسے ہی تو قرہ کا امر مطلق ہے کہ ہر قسم کی جائز تعظیم کرو۔ خیر القرون سے ثابت ہو یا نہ ہو۔ آٹھویں اس لئے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب۔

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دل کے تقوے سے ہے۔

(پارہ ۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۳۲)

روح البیان نے زیر آیت وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدون (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۲) لکھا کہ جس چیز کو دینی عظمت حاصل ہو وہ شعائر اللہ ہیں۔ ان کی تعظیم کرنا ضروری ہے جیسے کہ بعض مہینے بعض دن و مقامات۔ بعض اوقات وغیرہ اسی لئے صفا و مروہ کعبہ معظمہ ماہ رمضان شب قدر کی تعظیم کی جاتی ہے۔ اور ذکر ولادت بھی شعائر اللہ ہے لہذا اس کی تعظیم بھی بہتر ہے وہ قیام سے حاصل ہے۔

ہم نے آٹھ دلائل سے اس قیام کا مستحب ہونا ثابت کیا۔ مگر مخالفین کے پاس خدا چاہے۔ تو ایک بھی دلیل حرمت نہیں۔ محض اپنی رائے سے حرام کہتے ہیں۔

دوسرا باب

قیام میلاد پر اعتراض و جواب میں

اعتراض (۱).....:- چونکہ میلاد کا قیام اول تین زمانوں میں نہیں تھا۔ لہذا بدعت ہے اور ہر بدعت حرام ہے۔ حضور کی وہ ہی تعظیم کی جاوے جو کہ سنت سے ثابت ہو۔ اپنی ایجادات کو اس میں داخل نہ ہو کیا ہم کو مقابلہ صحابہ کرام حضور سے زیادہ محبت نہیں ہے جب انہوں نے یہ قیام نہ کیا تو ہم کیوں کریں۔

جواب:- بدعت کا جواب تو بارہا دیا جا چکا ہے کہ ہر بدعت حرام نہیں۔ رہا یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام کی وہ ہی تعظیم کی جاوے جو سنت سے ثابت ہو کیا یہ قاعدہ صرف حضور علیہ السلام کی تعظیم کے لئے ہے یا دیگر علمائے دیوبند کے لئے بھی یعنی عالم کتاب مدرسہ تمام چیزوں کی وہ ہی تعظیم ہونی چاہیے جو سنت سے ثابت ہے تو علماء دیوبند کی آمد پر سٹیشن پر جانا۔ ان کے گلوں میں ہار پھول ڈالنا۔ ان کے لئے جلوس نکالنا جھنڈیوں سے راستہ اور جلسہ گاہ کو سجانا۔ کرسیاں لگانا۔ وعظ کے وقت زندہ باد کے نعرے لگانا۔ مسند اور قالین بچھانا وغیرہ اس طرح کی تعظیم کا آپ کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہیں کہ صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کی ایسی تعظیم کی ہو۔ نہیں پیش کر سکتے۔ تو فرمائیے کہ یہ تعظیم حرام ہے یا حلال۔ لہذا آپ کا یہ قاعدہ ہی غلط ہے۔ بلکہ رکوع و سجدہ محرمات کے علاوہ جس تعظیم کا جس ملک میں رواج ہو وہ جائز ہے اور جذبہ دل جس طرف راہبری کرے وہ عبادت ہے۔ لکھنؤ میں مہتر بھنگی کو کہتے ہیں۔ اور فارسی اور بعض جگہ اردو میں بھی مہتر بمعنی سردار بولا جاتا ہے جیسے کہ چترال کے نواب کو مہتر چترال کہتے ہیں۔ لکھنؤ میں جو شخص یہ کلمہ مہتر کسی نبی کے لئے استعمال کرے کافر ہے۔ اور چترال میں اور فارسی میں نہیں۔ ہر ملکہ ہر رسم۔

سند بیان در اصطلاح سندہ قدح

سند بیان در اصطلاح سند مدح

مرقاۃ الواحۃ اللمعات کے مقدمہ در احوال محدثین ص ۱۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ آپ مدینہ پاک کی زمین پاک میں کبھی گھوڑے پر سوار نہ ہوئے اور جب حدیث بیان فرماتے تو غسل کرتے عمدہ لباس پہنتے۔ خوشبو لگاتے اور ہیبت و وقار سے بیٹھتے تھے۔ کہیئے مدینہ پاک یا حدیث شریف کی یہ تعظیم کسی صحابی نے کی تھی؟ نہیں۔ مگر امام مالک کا جذبہ دل ہے عین ثواب ہے۔ تفسیر روح البیان زیر آیت ما کان محمد اباً احد من رجالکم (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۴) ہے کہ ایاز کے فرزند کا نام محمد تھا۔ سلطان اس کا نام لے کر پکارتے تھے۔ ایک روز غسل خانہ میں جا کر فرمایا کہ اے ایاز کے بیٹے پانی لا۔ ایاز نے عرض

کیا کہ حضور کیا قصور ہوا کہ غلام زادے کا نام نہ لیا۔ فرمایا کہ ہم اس وقت بے وضو تھے اس مبارک نام کو بے وضو نہیں لیا کرتے۔

من زاد بار بشویر دهن بمسك و گلاب

هنوز نمر نو گفتن کمال یے ادبی است

کہیے یہ تعظیم کہاں ثابت ہے؟ کہیے کیا سلطان محمود اور امام مالک رحمہما اللہ کو صحابہ کرام سے زیادہ عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا۔

اعتراض (۲)۔.....: اگر ذکر رسول علیہ السلام کی تعظیم منظور ہے تو ہر ذکر پر کھڑے ہو جایا کرو۔ اور میلاد شریف میں اول سے ہی کھڑے رہا کرو۔ یہ کیا کہ پہلے بیٹھے اور بعد کو بیٹھے درمیان میں کھڑے ہو گئے۔

جواب:۔ یہ تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر کس کو اللہ توفیق دے اور ہر وقت کھڑے ہو۔ یا بعض وقت ہر طرح جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کتب حدیث کھڑے ہو کر پڑھایا کرتے تھے دیکھنے والوں نے ہم کو بتایا کہ خود بھی کھڑے ہوتے پڑھنے والے بھی کھڑے ہوتے تھے ان کا یہ فعل بہت ہی مبارک تھا مگر چونکہ از اول تا آخر کھڑا ہونا عوام کو دشوار ہوگا۔ اس لئے صرف ولادت کے ذکر کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نیز بیٹھے بیٹھے بعض لوگ کبھی اونگھ جاتے ہیں کھڑا کر کے صلوٰۃ وسلام پڑھ لو۔ تاکہ نیند جاتی رہے اسی لئے اس وقت عرق گلاب وغیرہ چھڑکتے ہیں۔ تاکہ پانی سے نیند اڑ جاوے کیوں صاحب! نماز میں بعض ذکر تو آپ کھڑے ہو کر کرتے ہو۔ اور بعض رکوع میں اور بعض سجدے میں اور بیٹھے کر۔ ہر ذکر کھڑے ہو کر ہی کیوں نہ کیا؟ نیز جب التیحات میں اشہد ان لا اله الا اللہ پڑھتے ہیں تو حکم ہے کہ انگلی کا اشارہ کرے۔ اور ہزار ہا موقعوں پر آپ یہ ہی کلمہ پڑھتے ہو۔ انگلی کیوں نہیں ہلاتے؟ صوفیائے کرام بعض وظائف میں کچھ اشاروں کی قیدیں لگاتے ہیں۔ مثلاً جب مقدمہ میں حاکم کے سامنے جاوے تو کھینچ حص اس طرح پڑھے کہ اس کے ہر حرف پر ایک انگلی بند کر دے کاف پر وہ پری پر وغیرہ۔ پھر حمسق پڑھے ہر ایک پر ایک انگلی کھولے پھر حاکم کی طرف دم کر دے تو جب تلاوت قرآن کے دوران یہ کلمے آتے ہیں تو یہ اشارہ کیوں نہیں۔ اور یہ اشعار صحابہ کرام سے کہاں ثابت ہیں۔ حزب البحر وغیرہ پڑھنے والے حضرات بعض مقامات پر خاص اشارے کرتے ہیں اور موقعوں پر کیوں نہیں کرتے۔ نیز طواف خانہ کعبہ میں پہلے طواف کے چار چکروں میں اضطباع بھی کرتے ہیں۔ اور مل بھی بعد میں کیوں نہیں کرتے؟ اس قسم کے صد ہا سوالات کئے جاسکتے ہیں۔ امام بخاری نے بعض احادیث کو اسناداً بیان کیا۔ بعض کو تعلیقاً۔ سب کو یکساں کیوں نہ بیان کیا۔ بھلا ان جیسی باتوں سے حرمت ثابت ہو سکتی ہے۔

اعتراض (۳)۔.....: لوگوں نے قیام میلاد کو ضروری سمجھ لیا ہے کہ نہ کرنے والوں پر طعن کرتے ہیں اور غیر ضروری کو ضروری سمجھنا ناجائز ہے لہذا قیام ناجائز ہے۔

جواب:۔ یہ مسلمانوں پر محض بہتان ہے کہ وہ قیام میلاد کو واجب سمجھتے ہیں۔ نہ کسی عالم دین نے لکھا کہ قیام واجب ہے۔ اور نہ تقریروں میں کہا۔ عوام بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ قیام اور میلاد شریف کا رثواب ہے۔ پھر آپ ان پر واجب سمجھنے کا کس طرح الزام لگاتے ہیں! اگر کوئی واجب سمجھے بھی تو اس کا یہ سمجھنا برا ہوگا نہ کہ اصل قیام حرام ہو جاوے۔ نماز میں درود شریف پڑھنا امام شافعی صاحب ضروری سمجھتے ہیں احناف غیر واجب۔ تو ہمارے نزدیک ان کا یہ قول صحیح نہ ہوگا۔ نہ کہ یہ درود نماز ہی منع ہو جاوے اس کی تحقیق حاجی امداد اللہ صاحب نے (ہفت مسئلہ) میں خوب کی ہے رہا یہ کہ مسلمان اس کو پابندی سے کرتے ہیں اور نہ کرنے والے کو وہابی کہتے ہیں۔ یہ بالکل درست ہے۔

مشکوٰۃ باب القصد فی العمل میں ہے۔

احب الاعمال الى الله ادومها وان قل۔

ترجمہ: اللہ کے نزدیک اچھا کام وہ ہے جو کہ ہمیشہ ہو۔ اگر چہ تھوڑا ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب القصد فی العمل الفصل الاول ص ۱۱۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ہر کار خیر کو پابندی سے کرنا مستحب ہے مسلمان ہر عید کو اچھے کپڑے پہنتے ہیں۔ ہر جمعہ کو غسل کرتے ہیں۔ خوشبو لگاتے ہیں۔ مدارس میں ہر رمضان و جمعہ میں چھٹی کرتے ہیں۔ ہر سال امتحان لیتے ہیں۔ مسلمان ہر رات کو سوتے ہیں۔ ہر دو پہر کو کھانا کھاتے ہیں۔ تو کیا ان کو واجب سمجھتے ہیں یا پابندی و جوب کی علامت ہے رہا قیام نہ کرنے والوں کو وہابی سمجھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فی زمانہ ہندوستان میں یہ وہابیوں کی علامت ہو گئی ہے اہل ایمان کے ہر زمانہ میں علامات مختلف رہی ہیں اور حسب زمانہ علامات کفار سے بچنا علامت اہل ایمان اختیار کرنا ضروری ہے۔ اول اسلام میں فرمایا گیا کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا جنتی ہو گیا۔

(مشکوٰۃ کتاب الایمان ص ۱۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

کیونکہ اس وقت کلمہ پڑھنا ہی اہل ایمان کی علامت تھی۔ پھر جب کلمہ گویوں میں منافق پیدا ہوئے تو قرآن پاک نے فرمایا کہ آپ کے سامنے منافق آکر کہتے ہیں کہ ہم گواہ ہیں کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ منافق جھوٹے ہیں کہیں بات تو سچی کہہ رہے ہیں۔ مگر ہیں جھوٹے پھر حدیث میں آیا کہ ایک قوم نہایت ہی عبادت گزار ہوگی۔ مگر دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ نیز حدیث میں آیا کہ خارجی کی پہچان سر منڈانا ہے۔

(دیکھو دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب القصاص باب قتل اہل الروہ)۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ذکر الخوارج وصفہم ج ۲ ص ۳۵ رقم الحدیث ۱۰۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۵ رقم الحدیث ۱۱۰۳۱ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)، (السنة لابن عبد اللہ بن احمد و قال اسنادہ صحیح ج ۲ ص ۶۲۲ رقم الحدیث ۱۳۸۲ مطبوعہ دار ابن القیم الدمام)

یہ تین امور تین زمانوں کے اعتبار سے ہیں شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ کسی نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سنی کی علامت کیا ہے؟ فرمایا حب الختین تفضیل الشیخین والمسح علی الخفین دو اماموں یعنی سیدنا علی و عثمان سے محبت رکھنا۔ شیخین صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تمام پر افضل جاننا اور چڑے کے موزے پر مسح کرنا۔ تفسیرات احمد یہ میں سورہ انعام زیر آیت وان هذا صراطی مستقیم ہے کہ سیدنا عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا کہ جس میں دس عادات ہوں وہ سنی ہے۔

تفضیل الشیخین توقیر الختین تعظیم القبالتین الصلوٰۃ علی الجنائزین خلف الامامین ترک الخرج علی الامامین المسح علی الخفین والقول بالتقدیرین والامساك عن الشہادین واداء الفریضتین۔

(التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الایات الشرعیہ ۲۰۸ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

مرقات شروع باب المسح علی الخفین میں ہے۔

سئل انس ابن ملک عن علامتہ اهل السنة والجماعۃ فقال ان تحب الشیخین ولا تطعن الختین وتمسح علی الخفین۔

در مختار باب المسیاء میں ہے۔

والتوضو من الحوض الفضل رغما للمعتزلة۔

ترجمہ: حوض سے وضو کرنا افضل ہے معتزلہ کو جلانے کے لئے

(رد المحتار علی در المختار کتاب الطہارۃ باب المسیاء ج ۱ ص ۱۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی جگہ شامی میں ہے

لان المعتزلة لا یحبیزونہ من الحیاض فنزغمہم بالوضوء منها۔

ترجمہ: یعنی معتزلہ حوض سے وضو کرنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ لہذا ہم ان کو حوض سے وضو کر کے جلا میں گے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الطہارۃ باب السیاء ج ۱ ص ۱۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دیکھو حوض سے وضو کرنا۔ چڑے کے موزوں پر مسح کرنا وغیرہ واجبات میں سے نہیں۔ لیکن چونکہ اس زمانہ میں اس کے منکر پیدا ہو گئے ہیں لہذا ان کو سنی کی پہچان قرار دیا۔ اسی طرح قیام میلاد فاتحہ وغیرہ واجبات میں سے نہیں۔ مگر چونکہ اس کے منکر پیدا ہو گئے ہیں لہذا انی زمانہ یہ ہندوستان میں سنی ہونے کی علامت ہے۔ اور مجلس میلاد میں اکیلا بیٹھا رہنا علامت دیوبندی کی ہے۔ من تشبه بقوم فهو منهم لہذا اس سے بچنا چاہیے۔ نیز شامی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی جائز یا مستحب کام سے بلا وجہ لوگ روکیں تو اس کو ضرور کرے۔ آج ہندوستان میں ہندو قربانی گائے سے روکتے ہیں خاص گائے کی قربانی واجب نہیں۔ مگر مسلمانوں نے اپنا خون بہا کر اس کو جاری رکھا۔ اسی طرح محفل میلاد و قیام وغیرہ ہے۔ فقہاء کے نزدیک زنا رہنا اور ہندوؤں کی سی چوٹی سر پر رکھنا۔ قرآن پاک نجاست میں ڈالنا کفر ہے کیونکہ یہ کفار کی مذہبی علامت ہے۔

ضروری نوٹ:- یہ سوال ۱۱۳ اکثر دیوبندی کیا کرتے ہیں کہ فاتحہ عرس و میلاد وغیرہ سب کو اس وجہ سے حرام بتاتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ تم نے خود سنی ہونے کی علامات ایجاد کر لی ہیں حدیث و قرآن میں یہ علامت نہیں ہیں سب کے لئے یہی جواب دیا جاوے بہت مفید ہوگا انشاء اللہ۔

اعتراض (۴).....:- کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا منع ہے مشکوٰۃ باب القیام میں ہے۔ وکانوا اذا راو لم یقوموا الما یعلمون من کراہیۃ لذلك صحابہ کرام جب حضور علیہ السلام کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام کو یہ ناپسند ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب القیام الفصل الثانی ص ۳۰۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ اسی باب میں ہے۔

من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاماً فلیتبوء مقعدہ من النار۔

ترجمہ: جس کو پسند ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں وہ اپنی جگہ دوزخ میں ڈھونڈے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب القیام الفصل الثانی ص ۳۰۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ باب القیام میں ہے۔

لا تقوموا کما تقوم الاعاجم۔

ترجمہ: عجمی لوگوں کی طرح نہ کھڑے ہوا کرو۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب القیام الفصل الثانی ص ۳۰۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زندگی میں بھی اگر کوئی بڑا آدمی آوے تو اس کی تعظیم کے لئے نہ کھڑا ہو۔ میلاد شریف میں تو حضور علیہ السلام آتے بھی نہیں پھر تعظیسی قیام کیونکہ جائز ہو سکتا ہے؟

جواب:- ان احادیث میں مطلق قیام سے منع نہیں فرمایا گیا۔ ورنہ پہلے باب میں ہم نے جو احادیث اور اقوال فقہاء نقل کئے اس کے خلاف ہوگا بلکہ حسب ذیل امور سے ممانعت ہے اپنے لئے قیام چاہتا لوگوں کا دست بستہ سامنے کھڑا رہنا اور پیشوا کا درمیان میں بیٹھا رہنا۔ ہم نے بھی لکھا ہے کہ اس قسم کے دونوں قیام منع ہیں۔ پہلی حدیث کے ماتحت اشجۃ اللمعات میں ہے۔

وحاصل آنکہ قیام و ترک قیام بحسب زمان و احوال و اشخاص مختلف گزر دووازیں جا است کہ گامی نہ کروند۔

خلاصہ یہ ہے کہ قیام تعظیسی کرنا اور نہ کرنا زمانہ اور حالات اور اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے اسی طرح صحابہ کرام نے کبھی تو حضور کے لئے قیام کیا اور کبھی نہ کیا معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کبھی تو حضور علیہ السلام کی تشریف آوری پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور کبھی نہیں۔ نہیں کا تو ذکر یہاں کیا اور کھڑے ہونے کی نفی ہے مطلقاً کی۔ دوسری اور تیسری حدیث کے ماتحت ائمة اللمعات میں ہے۔

قیام مکروہ بعینہ نیست بلکہ مکروہ محبت قیام است اگر دے محبت قیام نہ دار و قیام برائے دے کہ مکروہ نیست قاضی عیاض مالکی گفتہ کہ قیام منہی در حق کسی است کہ نشستہ باشد و ایستادہ باشد پیش دے دور قیام تعظیم برائے اہل دنیا بجهت دنیائے ایشان و عید دارد شد و مکروہ است۔

خود قیام مکروہ نہیں بلکہ قیام چاہنا مکروہ ہے اگر وہ قیام نہ چاہتا ہو تو اس کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا کہ قیام اس کے لئے منع ہے جو کہ خود تو بیٹھا ہو۔ اور لوگ کھڑے ہوں اور دنیا داروں کے لئے قیام تعظیسی میں وعید آئی ہے اور وہ مکروہ ہے۔ اسی طرح حاشیہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد۔ باب حکم الاسرار زیر حدیث تو موالی سید کم میں ہے۔

قال النووی فیہ اکرام اہل الفضل و تلقیہم و القیام الیہم و احتج بہ الجمهور و قال القاضی عیاض لیس ہذا من القیام المنہی عنہ و انما ذلک فیمن یقومون علیہ و هو جالس و یمثلون لہ قیاماً ما طول جلوسہ۔

ترجمہ: نووی نے فرمایا کہ اس سے بزرگوں کی تعظیم ان سے ملنا۔ ان کے لئے کھڑا ہونا ثابت ہے۔ جمہور علماء نے اس سے دلیل پکڑی ہے یہ قیام ممنوع قیاموں میں سے نہیں۔ ممانعت جب ہے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں اور وہ بیٹھا ہو۔ اور لوگ اس کے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں۔

(حاشیہ مشکوٰۃ القاضی کتاب الجہاد باب حکم الاسرار ص ۳۴۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ان دونوں حدیثوں میں خاص خاص قیام سے ممانعت ہے اور محفل میلاد کا قیام ان میں سے نہیں۔ نیز اگر تعظیسی قیام منع ہے تو علمائے دیوبند وغیرہ کے آنے پر لوگ سر و قد کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ کیوں جائز ہے؟



بحث

فاتحہ تیجہ، دسواں، چالیسواں کا بیان

اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں۔

مقدمہ

بدنی اور مالی عبادات کا ثواب دوسرے مسلمان کو بخشا جائز ہے اور پہنچتا ہے جس کا ثبوت قرآن و حدیث اور اقوال فقہاء سے ہے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے دعا کرنے کا حکم دیا۔ نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے۔ مشکوٰۃ باب الفتن باب الملاحم فصل دوم میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی سے فرمایا کہ من یضمن لی منکم ان یصلی فی مسجد العشار رکعتین ویقول هذه لابی هريرة

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ عبادت بدنی یعنی نماز بھی کسی کی ایصال ثواب کی نیت سے ادا کرنا جائز ہے دوسرے یہ کہ زبان سے ایصال ثواب کرنا کہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو دے بہت بہتر ہے تیسرے یہ کہ برکت کی نیت سے بزرگان دین کی مسجدوں میں نماز پڑھنا باعث ثواب ہے۔ رہی عبادت مالی یا مالی و بدنی کا مجموعہ جیسے زکوٰۃ اور حج اس میں اگر کوئی شخص کسی سے کہدے کہ تم میری طرف سے زکوٰۃ دے تو دے سکتا ہے۔ اور اگر صاحب مال میں حج کرنے کی قوت نہ رہے تو دوسرے سے حج بدل کرا سکتا ہے۔ لیکن ثواب ہر عبادت کا ضرور پہنچتا ہے اگر میں کسی کو اپنا مال دیدوں تو وہ مالک ہو جاوے گا اسی طرح یہ بھی۔ ہاں فرق یہ ہے کہ مال تو کسی کو دے دیا تو اپنے پاس نہ رہا اور اگر چند کو دیا تو تقسیم ہو کر ملا لیکن ثواب اگر سب کو بخش دیا تو سب کو پورا پورا ملا۔ اور خود بھی محروم نہ رہا۔ جیسے کسی کو قرآن پڑھایا تو سب کو پورا قرآن آگیا اور پڑھانے والے کا جانا نہ رہا۔

دیکھو شامی جلد اول بحث فن میت۔ اسی لئے نابالغ بچے سے ہدیہ لینا منع ہے مگر ثواب لینا جائز ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ثواب کسی کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے۔

لها ما کسبت وعليها ما اکسبت۔

ترجمہ: ہر نفس کے لئے وہ ہی مفید و مضر ہے جو اس نے خود کر لیا۔

(پارہ ۳ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۸۶)

نیز قرآن میں ہے۔

لیس للانسان الا ما سعی۔

ترجمہ: انسان کے لئے نہیں ہے مگر وہ جو خود کرے۔

(پارہ ۲ سورہ ۵۳ آیت نمبر ۳۹)

جس سے معلوم ہوا کہ غیر کا کام اپنے لئے مفید نہیں لیکن یہ غلط ہے کیونکہ یہ لام ملکیت کا ہے یعنی انسان کے لئے قابل بھروسہ اور اپنی ملکیت اپنے ہی اعمال ہیں۔ نہ معلوم کہ کوئی اور ایصال ثواب کرے یا نہ کرے اس بھروسہ پر اپنے عمل سے غافل نہ رہے۔ (دیکھو تفسیر خزائن العرفان وغیرہ) یا یہ حکم ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں کا تھا نہ کہ اسلام کا۔ یہاں اس کی نقل ہے۔ یا یہ آیت اس آیت سے

منسوخ ہے والیعتہم ذریعتہم بالایمان (پارہ ۲۷ سورہ ۵۲ آیت نمبر ۲۱) یہ ہی عبد اللہ ابن عباس کا قول ہے اسی لئے مسلمانوں کے بچے ماں باپ کی طفیل جنت میں جاویں گے۔ بغیر عمل درجات پائیکے۔ دیکھو جمل و خازن یا یہ آیت بدنی اعمال میں نیابت کی نفی کرتی ہے۔ اسی لئے ان میں کسب و سعی کا ذکر ہے۔ نہ کہ یہ ثواب کا یا یہ ذکر عدل ہے اور وہ فضل غرض کہ اس کی بہت توجیہات ہیں۔ فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ اسی ایصال ثواب کی شاخیں ہیں۔ فاتحہ میں صرف یہ ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن جو کہ بدنی عبادت ہے۔ اور صدقہ یعنی مالی عبادت کا جمع کر کے ثواب پہنچایا جاتا ہے۔

پہلا باب

فاتحہ کے ثبوت میں

تفسیر روح البیان نے پارہ ۷ سورہ انعام زیر آیت و هذا کتاب انزلناہ مبارک (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۵۵) میں ہے۔
وعن حمید الا عرج قال من قرء القرآن و ختمہ ثم دعا امن علی دعائہ اربعۃ الاف ملک ثم لا یزالون یدعون له ویستغفرون ویصلون علیہ الی السماء او الی الصبح۔
ترجمہ: حضرت اعرج سے مروی ہے کہ جو شخص قرآن ختم کرے پھر دعائے گنگے تو اس کی دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں پھر اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اور مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔ شام یا صبح تک۔
(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۵۶۔ ۱۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہ ہی مضمون نووی کتاب الاذکار کتاب تلاوت القرآن میں بھی ہے۔
معلوم ہوا کہ ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور ایصال ثواب بھی دعا ہے لہذا اس وقت ختم پڑھنا بہتر ہے۔ ائدۃ اللغات باب زیارت القبر میں ہے۔ و تصدق کردہ شود از میت بعد رفتن ادا از عالم تا ہفت روز۔ میت کے مرنے کے بعد سات روز تک صدقہ کیا جاوے۔ اسی ائدۃ اللغات میں اسی باب میں ہے۔ و بعض روایات آمدہ است کہ روح میت سے آید خانہ خورا شب جمعہ پس نظری کند کہ تصدق کنند از دے یا نہ۔ جمعہ کی رات کو میت کی روح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے لوگ صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔

(ائدۃ اللغات ج ۱ ص ۷۱۶)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ جو رواج ہے کہ بعد موت سات روز تک برابر روٹیاں خیرات کرتے ہیں اور ہمیشہ جمعرات کو فاتحہ کرتے ہیں۔ اس کی یہ اصل ہے۔ انوار ساطعہ صفحہ ۱۳۵ اور حاشیہ خزائنہ الروایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیسرے اور ساتویں اور چالیسویں دن اور چھٹے ماہ اور سال بھر بعد صدقہ دیا۔ یہ تیجہ ششماہی اور برسی کی اصل ہے۔

نووی نے کتاب الاذکار باب تلاوت القرآن میں فرمایا کہ انس بن مالک ختم قرآن کے وقت اپنے گھر والوں کو جمع کر کے دعا مانگتے۔ حکیم ابن عتبہ فرماتے ہیں کہ ایک مجمع کو مجاہد و عبدہ ابن ابی لبابہ نے بلایا اور فرمایا کہ ہم نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ آج ہم قرآن پاک ختم کر رہے ہیں۔ اور ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے حضرت مجاہد سے بروایت صحیح منقول ہے کہ بزرگان دین ختم قرآن کے

وقت جمع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس وقت رحمت نازل ہوتی ہے ☆

(نودی کتاب الاذکار)

لہذا تیمم کا اجتماع سنت سلف ہے۔ درمختار بحث قرات للمیت باب الدفن میں ہے فی الحدیث من قرء الاخلاص احد عشر مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطى من الاجر بعدد الاموات حدیث میں ہے کہ جو شخص گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو تمام مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔

(رد المحتار علی درالمختار بحث قرات للمیت باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی جگہ ہے۔ ویقرء من القرآن ما تیسر له من الفاتحه واول۔

ویقرء من القرآن ما تیسر له من الفاتحه واول البقرة وایة الكرسي وامن الرسول وسورة يس وتبارك الملك وسورة التكاثر والاخلاص اثني عشر مرة او احدى عشر او سبعا او ثلاثا ثم يقول اللهم او صل ثواب ما قرءنا الى فلان او اليهم۔

ترجمہ: جو ممکن ہو قرآن پڑھے سورہ فاتحہ بقرہ کی اول آیات اور آیۃ الکرسی اور امن الرسول اور سورہ یس اور ملک اور سورہ تکوثر اور سورہ اخلاص بارہ گیارہ یا سات یا تین دفعہ پھر کہے کہ یا اللہ جو کچھ میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا فلاں لوگوں کو پہنچا دے۔

(رد المحتار علی درالمختار بحث قرات للمیت باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حاشیہ..... ☆

امام سعید بن منصور متوفی ۲۴۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا سعيد قال نا جعفر بن سليمان الضبعي عن ثابت البناني عن انس انه كان اذا ختم القرآن جمع اهله فدعا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنی اولاد کو جمع کرتے پھر دعا کرتے۔ (سنن سعید بن منصور فضائل القرآن ج ۱ ص ۱۴۰ رقم الحدیث ۲۷۷ مطبوعہ دار العاصمی الریاض)

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عفان ثنا جعفر بن سليمان حدثنا ثابت قال ثم كان انس اذا ختم القرآن جمع ولده واهل بيته فدعا لهم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنی اولاد اور اہل بیت کو جمع کرتے پھر ان کے لیے دعا فرماتے۔ (سنن الدارمی من کتاب فضائل القرآن ج ۲ ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۳۳۷۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن علي بن شعيب السمسار ثنا خالد بن خديش ثنا جعفر بن سليمان عن ثابت ثم ان انس بن مالك كان اذا ختم القرآن جمع اهله وولده فدعا لهم۔

ترجمہ: حضرت بن مالک رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنے اہل و عیال کو جمع کرتے پھر ان کے لیے دعا فرماتے۔ (المجموع للکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۲۳۲ رقم الحدیث ۶۷۷۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۰ھ لکھتے ہیں۔

كان انس بن مالك اذا ختم القرآن جمع ولده واهل بيته فدعا لهم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنی اولاد اور اہل بیت کو جمع کرتے پھر ان کے لیے دعا فرماتے۔ (صفوة الصفوة ج ۱ ص ۷۱۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

ان عبارات میں فاتحہ مروجہ کا پورا طریقہ بتایا گیا۔ یعنی مختلف جگہ سے قرآن پڑھنا۔ پھر ایصالِ ثواب کی دعا کرنا اور دعائیں ہاتھ اٹھانا سنت لہذا ہاتھ اٹھا دے۔ غرضیکہ فاتحہ مروجہ پوری پوری ثابت ہوئی۔ فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۷۵ میں ہے

طعامیکہ ثواب آن نیاز حضرت امامین نمایند بر آن قل و فاتحہ و در دو خواندن متبرک می شود و خوردن بسیار خوب است۔

جس کھانے پر حضرات حسنین کی نیاز کریں اس پر قل اور فاتحہ اور درود پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے اسی فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۴۱ میں ہے۔

اگر مالیدہ و شیر برائے فاتحہ بزرگے بقصد ایصال و ثواب بروج ایشان بختہ بخوارند جائز است مضائقہ نیست۔

اگر درود مالیدہ کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ایصالِ ثواب کی نیت سے پکا کر کھلا دے تو جائز ہے کوئی مضائقہ نہیں۔

(فتاویٰ عزیزیہ ج ۱ ص ۷۱ مطبوعہ کوئٹہ)

مخالفین کے پیشوا ولی اللہ صاحب کا بھی نتیجہ ہوا۔ چنانچہ اس کا تذکرہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے ملفوظات صفحہ ۸۰ میں اس طرح فرمایا۔
روز سوم کثرت مجوم مردم آن قدر بود کہ بیرون از حساب است ہشتاد و یک کلام اللہ بہ شمار آمدہ و زیادہ ہر شدہ و کلمہ را حصر بستہ

تیسرے دن لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا۔ کہ شمار سے باہر ہے کیا ہی ختم کلام اللہ شمار میں آئے اور زیادہ بھی ہوئے ہوں گے کلمہ طیبہ کا تو اندازہ نہیں۔

اس سے نتیجہ کا ہونا اور اس میں ختم کلام اللہ کرنا ثابت ہوا۔ مولوی قاسم محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند تحذیر الناس صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں جنید کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا۔ آپ نے سبب پوچھا تو بروے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید نے ایک لاکھ پانچ ہزار بار کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر بعض روایات میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے آپ نے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کی اطلاع نہ دی۔ بخشے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے سبب پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی۔ اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ ایک لاکھ پانچ ہزار بخشے سے مردے کی بخشش کی امید ہے اور نتیجہ میں جنوں پر یہ ہی پڑھا جاتا ہے۔

ان تمام عبارات سے فاتحہ اور تیجہ وغیرہ کے تمام مراسم کا جواز معلوم ہوا۔ فاتحہ میں بیچ آیت پڑھنا پھر ایصالِ ثواب کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔ تیجہ کے دن قرآن خوانی، کلمہ شریف کا ختم کھانا پکا کر نیاز کرنا سب معلوم ہو گیا صرف ایک بات باقی ہے کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا۔ اس کے متعلق مختلف رواج ہیں۔ کاٹھیاوار میں تو اولاً کھانا فقراء کو کھلا دیتے ہیں۔ پھر بعد میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں اور یوپی و پنجاب اور عرب شریف میں کھانا سامنے رکھ کر ایصالِ ثواب کراتے ہیں۔ پھر کھلاتے ہیں۔ دونوں طرح جائز ہے اور احادیث سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ میں بھی بہت سی روایات موجود ہیں کہ حضور علیہ السلام نے کھانا ملاحظہ فرما کر صاحبِ طعام کے لئے دعا

فرمائی۔ بلکہ حکم دیا کہ دعوت کھا کر میزبان کو دعا دوا سی طرح مشکوٰۃ باب آداب طعام میں ہے کہ حضور علیہ السلام جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے۔ الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ غیر مکفی ولا مودع ولا مستغناً عنہ ربنا۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاطعمۃ الفصل الاول ص ۳۶۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (کنج البخاری کتاب الاطعمۃ باب ما یقول اذا فرغ من طعامہ ج ۲ ص ۸۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جس سے معلوم ہوا کہ کھانے کے بعد دو چیزیں مسنون ہیں۔ حمد الہی کرنا اور صاحب طعام کے لئے دعا کرنا اور فاتحہ میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ اور غالباً اس قدر کا انکار مخالفین بھی نہیں کرتے ہوں گے۔ رہا کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔ اس کی بہت سی احادیث آئی ہیں۔ مشکوٰۃ باب المعجزات فصل دوم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کچھ خرے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ اس کے لئے دعاۓ برکت فرمادیں۔

فضمہن ثم دعا لی فیہن بالبرکۃ۔

ترجمہ: آپ نے ان کو ملایا اور دعائے برکت کی۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب المعجزات الفصل الثانی ص ۵۳۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ باب المعجزات فصل اول ص ۵۳۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی میں ہے کہ غزوہ تبوک میں لشکر اسلام میں کھانے کی کمی ہو گئی حضور علیہ السلام نے تمام اہل لشکر کو حکم دیا کہ جو کچھ جس کے پاس ہوا۔۔۔ سب حضرات کچھ نہ کچھ لائے دسترخوان بچھایا گیا اس پر یہ سب دکھا گیا۔ فدعاء رسول اللہ ﷺ علیہ بالبرکۃ ثم قال خذوا نسی او عیتکم پس اس پر دعا نبی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا۔ حضرت ام سلیم نے کچھ کھانا بطور ولیمہ پکایا۔ لیکن بہت لوگوں کو بلایا گیا۔ فرء یت النبی ﷺ وضع یدہ علی تلک الحبیسة وتکلم بما شاء اللہ اس کھانے پر دست مبارک رکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ پڑھا۔

(مشکوٰۃ باب المعجزات الفصل الثانی ص ۵۳۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی مشکوٰۃ اسی باب میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ خندق کے دن کچھ تھوڑا کھانا پکا کر حضور علیہ السلام کی دعوت کی۔ حضور علیہ السلام ان کے مکان میں تشریف لائے فاخرجت لہ عجیناً فبصق فیہ وبارک آپ کے سامنے گندھا ہوا آٹا پیش کیا گیا۔ تو اس میں لعاب شریف ڈالا اور دعائے برکت کی۔ اس قسم کی بہت سے روایات پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اتنے پر کفایت کرتا ہوں۔

(مشکوٰۃ باب المعجزات فصل اول ص ۵۳۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اب فاتحہ کے تمام اجزاء بخوبی ثابت ہو گئے۔ والحمد للہ۔ عقلاً بھی فاتحہ میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ جیسا پہلے مقدمہ میں عرض کیا جا چکا کہ فاتحہ دو عبارتوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ تلاوت قرآن اور صدقہ اور جب یہ دونوں کام علیحدہ علیحدہ جائز ہیں تو ان کو جمع کرنا کیوں حرام ہوگا۔ بریانی کھانا کہیں بھی ثابت نہیں مگر حلال ہے۔ کیوں اس لئے کہ بریانی چاول، گوشت، گھی وغیرہ کا مجموعہ ہے اور جب اس کے سارے اجزاء حلال تو بریانی بھی حلال۔ ہاں جہاں چند حلال چیزوں کا جمع کرنا حرام ہو جیسے کہ دو ہمشیرہ ایک نکاح میں یا چند حلال چیزوں کے ملنے سے کوئی حرام چیز بن جائے۔ مثلاً مجموعہ میں نشہ پیدا ہو گیا۔ تو یہ مجموعہ اس عارضہ کی وجہ سے حرام ہوگا۔ یہاں قرآن کی تلاوت اور صدقہ جمع کرنا شریعت نے حرام نہ کیا اور ان کے اجتماع سے کوئی حرام چیز پیدا نہ ہوئی۔ پھر یہ کام حرام کیوں ہوگا۔ دیکھو بکری مر رہی ہے۔ اگر ویسے ہی مر جائے تو مردار ہے جہاں اللہ کا نام لے کر ذبح کیا حلال ہو گئی۔ قرآن کریم تو مسلمانوں کے لئے رحمت اور شفاء ہے۔ شفاء ورحمة للمؤمنین (پارہ ۱۵ سورہ ۷۷ آیت نمبر ۸۲) پھر اگر اس کی تلاوت کر دینے سے کھانا حرام ہو جاوے تو قرآن رحمت کہاں

رہا۔ زحمت ہوا۔ مگر ہاں مومنین کے لئے رحمت ہے کفار کے لئے زحمت۔ ولا یزید الظلمین الا خساراً (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۸۲) اس سے ظالم تو نقصان میں رہتے ہیں کہ اس کے پڑھے جانے سے کھانے سے محروم ہو گئے۔ نیز جس کے لئے دعا کرنا ہو اس کے سامنے رکھ کر دعا کرنا چاہیے جنازے میں میت کو سامنے رکھ کر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ کیونکہ اسی کے لئے دعا ہے۔ اس کو سامنے رکھ کر دعا پڑھتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنی امت کی طرف سے قربانی فرما کر مذبحہ جانور سامنے رکھ کر پڑھا۔
اللہم هذا من امہ محمد۔

ترجمہ: اے اللہ یہ قربانی میری امت کی طرف سے ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حضرت خلیل نے کعبہ کی عمارت سامنے لے کر دعا کی ربنا تقبل منا (پارہ ۱۵ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲) الایۃ اب بھی عقیقہ کا جانور سامنے رکھ کر دعا پڑی جاتی ہے۔ لہذا اگر فاتحہ میں بھی کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب ہو تو کیا حرج ہے۔
بسم اللہ سے کھانا شروع کرتے ہیں۔ اور بسم اللہ قرآن شریف کی آیت ہے۔ اگر کھانا سامنے رکھ کر قرآن پڑھنا منع ہو تو بسم اللہ پڑھنا بھی منع ہونا چاہیے۔

مانعین کے پیشوا بھی فاتحہ مروجہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب الاغتیاہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۱۳ میں فرماتے ہیں پس دہ ۱۰ مرتبہ درود خواند ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخواند و حاجت از خدا سوال نمایند۔ پھر دس بار درود پڑھیں اور پورا ختم کریں اور تھوڑی شیرینی پر تمام خواجگان چشت کی فاتحہ دیں پھر خدا سے دعا کریں۔ شاہ ولی اللہ صاحب زبدۃ النصائق صفحہ ۱۳۲ پر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ و شیر برنج بر فاتحہ بزرگ بقصد ایصال ثواب بروح الیساں یزند و بخورند مضائقہ نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے وادہ شود اغنیار اہم خوردن جائز است۔ دودھ چاول پر کسی بزرگ کی فاتحہ دی ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکائیں اور کھائیں اور اگر کسی بزرگ کی فاتحہ دی جاوے تو مالداروں کو بھی کھانا جائز ہے۔ مولانا اشرف علی درشید احمد صاحبان کے مرشد حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں۔ نفس ایصال ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب و فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقلید ہیئت کزانیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا کہ بمصلحت نماز میں سورہ خاص معین کرنے کو فقہاء محققین نے جائز رکھا ہے۔ جو تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے۔ پھر فرماتے ہیں جیسے کہ نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے۔ مگر موافقت قلب و زبان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے اگر یہاں بھی زبان سے کہہ لیا جاوے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جاوے تو بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ اگر رو برو موجود تو زیادہ استحصار قلب ہو کھانا رو برو لانے لگے۔ کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جاوے گا۔ تو جمع بین العبادتین ہے پھر فرماتے ہیں۔ اور گیارہویں حضرت غوث پاک کی، دسویں بیسواں، چہلم، ششماہی سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ عبدالحق اور برصینی حضرت شاہ بوعلی قلندر اور حلواشب برات و دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ پیر صاحب کے اس کلام نے بالکل فیصلہ فرما دیا۔ الحمد للہ کہ مسئلہ فاتحہ دلائل عقلیہ نقلیہ اور اقوال مخالفین سے بخوبی واضح ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول کی توفیق دے۔ آمین۔

دوسرا باب

فاتحہ پر اعتراض و جوابات میں

اس مسئلہ فاتحہ پر مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات مشہور ہیں۔

اعتراض (۱)..... بہت سے فقہاء نے تیسرے اور ساتویں روز میت کے لئے کھانا پکانا منع کیا ہے۔ (دیکھو شامی عالمگیری) بلکہ بزاز یہ نے تو لکھا ہے۔ وبعد الاسبوع یعنی ہفتہ کے بعد بھی پکانا منع ہے اس میں برسی ششماہی چہلم سب شامل ہیں۔ نیز قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ بعد مردن من رسوم دنیاوی دہم و بستم و چہلم و ششماہی و برسی ہیج نہ کنند کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ از سہ روز ماتم کر دن جائز نہ داشت۔ نیز حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میت کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

جواب: فقہاء نے میت کے ایصال ثواب سے منع نہ کیا بلکہ حکم دیا جیسا کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں۔ جس کو فقہاء منع کرتے ہیں وہ چیز ہی اور ہے وہ میت کے نام پر برادری کی روٹی لینا۔ یعنی قوم کے طعنہ سے بچنے کے لئے جو میت کے تیجے، دسویں وغیرہ میں برادری کی دعوت عام کی جاتی ہے وہ ناجائز ہے اس لئے کہ یہ نام و نمود کے لئے ہے اور موت نام و نمود کا وقت نہیں ہے اگر فقراء کو بغرض ایصال ثواب فاتحہ کر کے حاکم ایا تو سب کے نزدیک جائز ہے۔ شامی جلد اول کتاب الجنائز باب الدفن میں ہے۔

ويكره اتخاذ الضيافة من اهل الميت لانه شرع في السرور لا في السرور۔

ترجمہ: یعنی میت والوں سے دعوت لینا مکروہ ہے کیونکہ یہ تو خوشی کے موقع پر ہوتی ہے نہ غم پر۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الجنائز باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دعوت لینے کے وہی معنی کہ برادری مجبور کرے کہ روٹی کر۔ پھر فرماتے ہیں۔

وهذه الافعال كلها للسمعة والرياء فيحتوز عنها لانهم لا يريدون بها وجه الله۔

ترجمہ: یہ سارے کام محض دھواڑے کے ہوتے ہیں لہذا ان سے بچے کیونکہ اس سے اللہ کی رضا نہیں چاہتے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الجنائز باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

صاف معلوم ہوا کہ نخر یہ طور پر برادری کی دعوت منع ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

وان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا۔

ترجمہ: اگر اہل میت نے فقراء کے لئے کھانا پکایا تو اچھا ہے۔ یہ فاتحہ کا جواز ہے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الجنائز باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا اپنے تیج دسویں سے منع فرمایا بالکل درست ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ رسوم دنیا کیا ہے عورتوں کا تیجہ وغیرہ کو جمع ہو کر رونا پیٹنا نوہ کرنا وہ واقعی حرام ہے۔ اسی لئے فرماتے ہیں کہ تین دن سے زیادہ تعزیت جائز نہیں۔ اس جگہ ایصال ثواب اور فاتحہ کا ذکر نہیں۔ جس کا مقصد یہ ہوا کہ تیجہ وغیرہ میں ماتم نہ کریں۔ تمہارا یہ کہنا کہ میت کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے ہم نے یہ حدیث کہیں نہ دیکھی۔ اگر یہ حدیث ہو تو ان احادیث کا یہ مطلب ہوگا جن میں مردوں کی طرف سے خیرات کرنے کی رغبت دی گئی ہے۔ نیز تم بھی کہتے ہو کہ بغیر تاریخ مقرر کئے ہوئے مردے کے نام پر خیرات جائز ہے۔ اس خیرات کو کون کھائے گا؟ جو آدمی کھالے اس کا دل مردہ ہو جائے گا تو کیا اس کو ملائکہ کھائیں گے۔

مسئلہ:- میت کے فاتحہ کا کھانا صرف فقراء کو کھلایا جاوے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس پر مستقل رسالہ لکھا جلی الصوت النہی الدعوات عن الموت۔ بلکہ دیکھنے والے تو کہتے ہیں۔ کہ خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی اہل میت کے ہاں تعزیت کے لئے تشریف لے جاتے تو وہاں پان حقہ وغیرہ بھی نہ استعمال فرماتے تھے۔ اور خود وصایا شریف میں وصیت موجود ہے کہ ہماری فاتحہ کا کھانا صرف فقراء کو کھلایا جاوے۔ نیز اگر میت کی فاتحہ میت کے ترکہ سے کی ہے تو خیال رہے کہ غائب وارث بالغ کے حصہ سے فاتحہ نہ کی جاوے یعنی اولاً مال میت تقسیم ہو جاوے پھر کوئی بالغ وارث اپنے حصہ سے یہ امور خیر کرے۔ ورنہ یہ کھانا کسی کو بھی جائز نہ ہوگا کہ بغیر مالک کی اجازت یا بچہ کا مال کھانا جائز نہیں۔ یہ ضرور خیال رہے۔

اعتراض (۲)۔..... فاتحہ کے لئے تاریخ مقرر کرنا جائز ہے۔ گیارہویں تاریخ یا تیسرا، دسواں، بیسواں، چہلم اور برسی وغیرہ یہ دن کی تعیین محض لغو ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ وہم عن اللغو معرضون (پارہ ۱۸ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۳) مسلمان لغو کاموں سے بچتے ہیں بلکہ جس قدر جلد ممکن ہو ایصال ثواب کرو۔ تیسرے دن کا انتظار کیسا؟ نیز تیجہ کے لیے چنے مقرر کرنا وہ بھی بھنے ہوئے یہ محض لغو اور بیہودہ ہے اس لئے تیجہ وغیرہ کرنا منع ہے۔

جواب:- مقرر کرنے کا جواب تو ہم قیام میلاد کی بحث میں دے چکے ہیں۔ کسی جائز کام کے لئے دن تاریخ مقرر کرنے کا محض یہ مقصد ہوتا ہے کہ مقرر دن پر سب لوگ جمع ہو جائیں گے اور مل کر یہ کام کریں گے۔ اگر کوئی وقت مقرر ہی نہ ہو تو بخوبی یہ کام نہیں ہوتے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وعظ کے لئے جمعرات کا دن مقرر فرمایا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ روزانہ وعظ فرمایا کیجئے۔ فرمایا تم کو تنگی میں ڈالنا مجھ کو پسند نہیں۔ (دیکھو مشکوٰۃ کتاب العلم)

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶ مطبوعہ مکتبہ مدنی کتب خانہ کراچی)

بخاری نے تو باری مقرر کرنے کا باب باندھا۔ یہ محض آسانی کے لئے ہوتا ہے آج بھی مدارس کے امتحان جلسے، تعطیلات کے مہینہ اور تاریخیں مقرر ہوتی ہیں کہ لوگ ہر سال بغیر بلائے ان تاریخوں پر پہنچ جاویں۔ صرف یہ ہی مقصد ان کا بھی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ یہ ہی تاریخیں مقرر کیوں کریں۔ تو سنیے! گیارہویں کے مقرر ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ سلاطین اسلامیہ کے تمام محکموں میں چاند کی دسویں تاریخ کو تنخواہ تقسیم ہوتی تھی اور ملازمین کا خیال یہ تھا کہ ہماری تنخواہ کا پہلا پیسہ حضور غوث پاک کی فاتحہ پر خرچ ہو۔ لہذا چودہ شام کو دفتر سے گھر آتے تو کچھ شیرینی لیتے آتے بعد مغرب فاتحہ دیتے یہ شب گیارہویں شریف ہوتی تھی۔ یہ رواج ایسا پڑا کہ مسلمانوں میں اس فاتحہ کا نام گیارہویں شریف ہو گیا۔ اب جس تاریخ کو بھی حضور غوث پاک کی فاتحہ کریں یا کچھ پیسہ ان کے نام پر خرچ کریں۔ اس کا نام گیارہویں ہی ہوتا ہے۔ یو۔ پی اور کاٹھیاواڑ میں ماہ ربیع الآخر میں سارے ماہ فاتحہ ہوتی ہے مگر نام گیارہویں ہی ہوتا ہے۔

نیز بزرگوں کے بڑے بڑے واقعات دسویں تاریخ کو ہوئے جس کے بعد گیارہویں رات آتی ہے۔ آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا ان کی توبہ قبول ہونا۔ نوح علیہ السلام کی کشتی کا پار لگنا اسماعیل علیہ السلام کا ذبح سے نجات پانا۔ یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا۔ یعقوب علیہ السلام کا فرزند سے ملنا۔ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے نجات پانا۔ ایوب علیہ السلام کا شفا پانا۔ امام حسین کا شہید ہونا اور سید الشہداء کا درجہ پانا سب دسویں تاریخ کو واقع ہوئے۔ اس کے بعد جو پہلی رات آئی۔ وہ گیارہویں تھی۔ لہذا یہ رات تبرک ہے۔ اسی لئے گیارہویں کی فاتحہ اکثر شب گیارہویں میں ہوتی ہے کیونکہ تبرک راتوں میں صدقہ و خیرات وغیرہ کرنا چاہیے۔

اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہے بلکہ خود امیر بھی تجربہ ہے کہ اگر گیارہویں تاریخ کو کچھ مقرر پیسوں پر فاتحہ پابندی کی جاوے

تو گھر میں بہت برکت رہتی ہے۔ میں بحمدہ تعالیٰ اس کا بہت محنت سے پابند ہوں اور اس کی بہت برکت دیکھتا ہوں۔ کتاب یا زدہ مجلس میں لکھا ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی بارہویں یعنی بارہ تاریخ کے میلاد کے بہت پابند تھے۔ ایک بار خواب میں سرکار نے فرمایا کہ عبدالقادر تم نے بارہویں سے ہم کو یاد کیا۔ ہم تم کو گیارہویں دیتے ہیں۔ یعنی لوگ گیارہویں سے تم کو یاد کیا کریں گے۔ اسی لئے ربیع الاول میں عموماً میلاد مصطفیٰ علیہ السلام کی محفل ہوتی ہے۔ تو ربیع الثانی میں حضور غوث پاک کی گیارہویں چونکہ یہ سرکاری عطیہ تھا۔ اس لئے تمام دنیا میں پھیل گیا۔ لوگ تو شرک و بدعت کہہ کر گھٹانے کی کوشش کرتے رہے مگر اس کی ترقی ہوتی گئی۔

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
تیجہ کے لئے تیرا دن مقرر کرنے میں بھی مصلحت ہے۔ پہلے دن تو لوگ میت کی تجہیز و تکفین میں مشغول رہتے ہیں دوسرے دن آرام کرنے کے لئے خالی پر چھوڑا گیا۔ تیسرے دن عام طور پر جمع ہو کر فاتحہ قل وغیرہ پڑھتے ہیں۔ یہ تیسرا دن تعزیت کا آخری دن ہے کہ اس کے بعد تعزیت کرنا منع ہے الا للغائب عالمگیری کتاب الجنائز باب الدفن میں ہے۔
ووقتھا من حین یموت الی ثلثة ایام ویکرہ بعدھا الا ان یکون المعزی او المعزى الیہ غائباً۔
ترجمہ: اور ماتم پرسی کا وقت مرنے کے وقت سے تین دن تک ہے اس کے بعد مکروہ ہے۔ مگر یہ کہ تعزیت دینے والا یا لینے والا غائب ہو۔

آج تک تو لوگ تعزیت کے لئے آتے رہے۔ اب نہ آئیں گے تو کچھ ایصالِ ثواب کر کے جاویں۔ نیز باہر کے پردیسی خویش واقربا بھی اس فاتحہ میں شرکت کر لیتے ہیں کہ تین دن میں مسافر بھی اپنے گھر پہنچ سکتا ہے۔
چہلم برسی وغیرہ کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا منشاء ہے کہ سال پھر تک میت کو وقتاً فوقتاً ثواب پہنچاتے رہیں۔ کیونکہ بعد مرنے کے اول اول مردے کا دل اپنے دوست اور احباب سے لگا رہتا ہے پھر آہستہ آہستہ بالکل ادھر سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ لڑکی کا نکاح کر کے سسرال بھیجتے ہیں۔ تو اولاً جلد از جلد اس کو بلانا چلانا ہدیہ وغیرہ بھیجنا جاری رہتا ہے۔ پھر جس قدر زیادہ مدت گزری یہ کام بھی کم ہوتے گئے۔ کیونکہ شروع میں وہاں وجمعی اس کو حاصل نہیں ہوتی۔ اس کی اصل حدیث سے بھی ملتی ہے بعد دفن کچھ دیر قبر پر کھڑا ہو کر ایصالِ ثواب اور تلقین سے میت کی مدد کرنی چاہیے۔

حضرت عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ بعد دفن تھوڑی دیر میری قبر پر کھڑا رہنا تاکہ تمہاری وجہ سے میرا دل لگ جاوے اور نکیرین کو جواب دے لوں چنانچہ مشکوٰۃ باب الدفن میں ان کے یہ الفاظ منقول ہیں۔
ثم اقيموا حول قبری قدر ما ينحدر جزور ويقسم لحمها حتى استانس بكم واعلم ماذا اراجع رسل ربی۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الدفن بیت الفصل الثالث ص ۱۴۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی لئے جلد از جلد اس کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی پارہ عم والعمر اذا نشق کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
اول حالتی کہ بجر جدا شدن روح از بدن خواہد شد فی الجملة اثر حیات سابقہ والفت تعلق بدن و دیگر معروفان از بناء جنس خود باقی است و ان وقت گویا برزخ است کہ چیزے ازاں طرف و چیزے ازیں طرف مدد زندگان بمردگان در پس حالت زود ترمی نہ ہوتا۔

ومردگان منتظر لحوق مدد ازیں طرف می باشند صدقات و ادعیه و فاتحہ دریں وقت بسیار
ہسکار آدمی آبد و ازیں است کہ طوائف بنی آدم تا یک سال و علی الخصوص یک جلد بعد موت
دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند۔

(تفسیر فتح العزیز فارسی ج ۳ پارہ عم ص ۱۱۲-۱۱۳ مطبوعہ کابل افغانستان)

مردے کی پہلی حالت جو کہ فقط جسم سے روح نکلنے کا وقت ہے اس میں کچھ نہ کچھ پہلی زندگی کا اثر اور بدن اور اہل قرابت سے تعلق
باقی ہوتا ہے۔ یہ وقت گویا برزخ ہے کچھ ادھر ادھر تعلق اور کچھ اس طرف اس حالت میں زندوں کی مدد مردوں کو بہت جلد پہنچتی ہے اور
مردے اس مدد پہنچنے کے منتظر ہوتے ہیں اس زمانہ میں صدقہ دعائیں فاتحہ اس کے بہت ہی کام آتی ہیں۔ اس وجہ سے تمام لوگ ایک سال
تک خاص کر موت کے بعد چالیس روز تک اس قسم کی مدد پہنچانے میں بہت کوشش کرتے ہیں۔ یہ ہی حال زندوں کا بھی ہوتا ہے کہ اول
اول بہت غم پھر جس قدر وقت گزرتا گیا رنج کم ہوتا گیا۔ تو منشاء یہ ہوتا ہے کہ سال بھر تک ہر آدمی پر صدقہ کریں سال پر برسی اس کے
نصف پر ششماہی اس کے نصف پر سہ ماہی کی فاتحہ اس کے بعد نصف یعنی ۴۵ دن فاتحہ ہونی چاہیے تھی۔ مگر چونکہ چالیس کا عدد روحانی اور
جسمانی ترقی کا ہے اس لئے جہلم مقرر کیا گیا۔ پھر اس کا آدھا بیسواں پھر اس کا آدھا دسواں۔

چالیس میں کیا ترقی ہے ملاحظہ ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کا خیر چالیس سال تک ایک حالت میں رہا۔ پھر چالیس سال میں وہ خشک
ہوا۔ ماں کے پیٹ میں بچہ چالیس روز تک نطفہ پھر چالیس روز تک جما ہوا خون، پھر چالیس روز تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔

(دیکھو مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

پیدا ہونے کے بعد چالیس روز تک ماں کو نفاس آسکتا ہے۔ پھر چالیس سال کی عمر میں پہنچ کر عقل پختہ ہوتی ہے۔ اسی لئے اکثر
انبیائے کرام کو چالیس سال کی عمر میں تبلیغ نبوت دی گئی۔ صوفیائے کرام وظیفوں کے لئے چلے یعنی چالیس روز مشقیں کرتے ہیں تو ان کو
روحانی ترقی ہوتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو بھی حکم ہوا کہ کوہ طور پر آکر چالیس روز اعتکاف کرو سب تورات دی گئی۔ واذ وعدنا موسیٰ
اربعین لیلۃ (پارہ سورہ ۲ آیت نمبر ۵۱)

انوار ساطعہ نے بیہقی کی روایت سیدنا انس سے بیان کی۔ بحث جہلم کہ ان الانبیاء لا یترو کون فی قبورہم اربعین لیلۃ ولکن ہم
یصلون بین بدی اللہ حتی ینفخ فی الصور۔

(حیۃ الانبیاء فی قبورہم ص ۳ رقم الحدیث ۲۲ مطبوعہ مکتبۃ الایمان جامعۃ الازہر مصر)، (القرودس بما ثور الخطاب ج ۱ ص ۲۲۲ رقم الحدیث ۸۵۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،
(فتح الباری ج ۶ ص ۲۸۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۷۳-۲۷۴ مطبوعہ بیروت)

اس حدیث کے معنی زرقانی شرح مواہب نے یوں بیان کئے کہ انبیاء کرام کی روح کا تعلق اس جسم مدفون سے چالیس روز تک بہت
زیادہ رہتا ہے۔ بعد ازاں وہ روح قرب الہی میں عبادت کرتی ہے اور جسم کی شکل میں ہو کر جہاں چاہتی ہے جاتی ہے عوام میں تو یہ بھی
مشہور ہے کہ چالیس دن تک میت کی روح کو گھر سے علاقہ رہتا ہے۔ ممکن ہے اس کی اصل کچھ ہو۔

(زرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ چالیس کے عدد میں تغیر و تبدل ہے لہذا مناسب ہوا کہ چالیس دن پر فاتحہ کی جاوے اور اس کی
ممانعت ہے نہیں۔

تیجہ کے متعلق مختلف رواج ہیں۔ کاٹھیاواڑ میں علی العموم تیسرے دن صرف قرآن پاک ہی پڑھتے ہیں۔ پنجاب میں عام طور پر تیسرے دن دودھ اور کچھ پھل پر فاتحہ کرتے ہیں۔ یوپی میں تیسرے دن قرآن خوانی بھی کرتے ہیں اور بھنے ہوئے چنوں پر کلمہ طیبہ پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں۔ ہم پہلے باب میں مولوی قاسم صاحب کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ میت کو ایک لاکھ کلمہ طیبہ پڑھوانے کے لئے ساڑھے بارہ سیر چنے منتخب کئے گئے ہیں کیونکہ اتنے چنے ایک لاکھ ہو جاتے ہیں یہ محض شمار کے لئے ہے اگر اتنی تسبیحیں یا اس قدر گٹھلیاں یا کنکریاں جمع کی جائیں تو اس میں کلمہ کا شمار بھی ہے اور بعد میں صدقہ بھی پھنے ہوئے اس لئے تجویز ہوئے کہ کچے چنے لوگ پھینک دیں گے یا گھوڑوں کا دانہ بنا دیں گے۔ اس میں بے حرمتی ہے۔ بھنے ہوئے چنے صرف کھانے ہی کے کام آجاویں گے۔

اعتراض (۳)۔..... فاتحہ وغیرہ میں ہنوز سے مشابہت ہے کہ وہ بھی مردوں کی تیرھویں کرتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ من تشبه بقوم فهو منهم جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ ان میں سے ہے لہذا یہ فاتحہ منع ہے۔

جواب:- کفار سے ہر مشابہت منع نہیں بلکہ بری باتوں میں مشابہت منع ہے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کام ایسا ہو جو کہ کفار کی دینی یا قومی علامت بن چکا ہے جس کو دیکھ کر لوگ اس کو کافر قوم کا آدمی سمجھیں جیسے کہ دھوتی، چوٹی، زنار، ہیٹ وغیرہ ورنہ ہم بھی آب زمزم مکہ معظمہ سے لاتے ہیں ہندو بھی گنگا جل لاتے ہیں۔ ہم بھی منہ سے کھاتے ہیں اور پاؤں سے چلتے ہیں کفار بھی۔ حضور علیہ السلام نے عاشورہ کے روزہ کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ اس میں مشابہت یہود تھی۔ پھر فرمایا کہ اچھا ہم دو روزے رکھیں گے۔ کچھ فرق کر دیا مگر اس کو بند نہ کیا۔ اسی طرح ہمارے یہاں کلمہ قرآن پڑھا جاتا ہے۔ مشرکین کے یہاں یہ نہیں ہوتا۔ پھر مشابہت کہاں رہتی؟ اس کی بحث شامی باب مکروہات الصلوٰۃ میں دیکھو ہاں جو کام مشابہت کفار کی نیت سے کئے جاویں وہ منع ہیں۔ فاتحہ کی پوری بحث انوار ساطعہ میں دیکھو۔

اعتراض (۴)۔..... اگر فاتحہ میں بدنی و مالی عبادت کا اجتماع ہے تو چاہئے نجس چیز خیرات کرتے وقت بھی فاتحہ پڑھ لیا کرو لہذا اوپلہ (گوبر) وغیرہ پر بھی فاتحہ پڑھ کر کسی کو دیا کرو۔ جب چوہڑا پاخانہ اٹھائے تو تم فاتحہ پڑھ کر اسے گھر سے باہر جانے دو۔ (دیوبندی تہذیب)۔

جواب:- نجس چیز پر اور نجس جگہ تلاوت قرآن حرام ہے لہذا ان کی خیرات پر تلاوت نہیں کر سکتے ڈکار پر الحمد للہ پڑھتے ہیں۔ نہ کہ ریح نکلنے پر کہ وہ نجس و ناقض عضو ہے۔ اسی طرح چھینک پر الحمد للہ کہتے ہیں نہ کہ نکسیر پر۔



بحث دعا بعد نماز جنازہ کی تحقیق میں

اس بحث میں دو باب ہیں۔ پہلا باب اس دعا کے ثبوت میں اور دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات میں۔

پہلا باب

دعا بعد نماز جنازہ کے ثبوت میں

مسلمان کے مرنے کے بعد تین حالتیں ہیں۔ نماز جنازہ سے پہلے نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے دفن کے بعد۔ ان تینوں حالتوں میں میت کے لئے دعا کرنا۔ ایصال ثواب کرنا جائز بلکہ بہتر ہے۔ ہاں میت کے غسل سے پہلے اگر اس کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنا ہو تو اس کو ڈھک دیں کیونکہ ابھی وہ ناپاک ہے۔ جب غسل دے دیا پھر ہر طرح قرآن وغیرہ پڑھیں۔ مخالفین نماز سے پہلے اور دفن کے بعد تو دعا وغیرہ کرنا جائز مانتے ہیں۔ مگر بعد نماز دفن سے پہلے دعا کو ناجائز، حرام، بدعت، مشرک نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں۔ اسی کی اس جگہ تحقیق ہے۔ اس کے ثبوت ملاحظہ ہوں۔ مشکوٰۃ باب صلوٰۃ الجنازۃ فصل ثانی میں ہے۔

اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔

ترجمہ: جب تم میت پر نماز پڑھ لو۔ تو اس کے لئے خالص دعا مانگو۔

(سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۳۱۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ف سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد فوراً دعا کی جاوے بلا تاخیر۔ جو لوگ اس کے معنی کرتے ہیں کہ نماز میں اس کے لئے دعا مانگو وہ **ف** کے معنی سے غفلت کرتے ہیں۔ صلیتم شرط ہے۔ اور فاخلصوا اس کی جزا۔ شرط اور جزا میں تغایر چاہیے نہ یہ کہ اس میں داخل ہو۔ پھر صلیتم ماضی ہے اور فاخلصوا ہے امر۔ جس سے معلوم ہوا کہ دعا کا حکم نماز پڑھ چکنے کے بعد ہے۔ جیسے فاذا طعمتم فانتشروا میں کھا کر جانے کا حکم ہے نہ کہ کھانے کے درمیان۔ اور اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوہکم میں نماز کے لئے اٹھنا مراد ہے نہ کہ نماز کا قیام جیسا کہ الی سے معلوم ہوا۔ لہذا یہاں بھی وضو ارادہ نماز کے بعد ہی ہوا اور **ف** سے تاخیر ہی معلوم ہوئی۔ حقیقی معنی کو چھوڑ کر بلا قرینہ مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں۔

حاشیہ..... ☆

امام ابو داؤد و سلیمان بن اشعث بختانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد العزيز بن يحيى الحرني حدثني محمد يعني ابن سلمة عن محمد بن اسحاق عن محمد بن ابراهيم عن ابي سلمة بن عبد الرحمن عن ابي هريرة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول اذا صليتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ لو تو اس کے لئے خالص دعا کرو۔

(سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۳۱۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (ریاض الصالحین ص ۳۱۰-۳۱۱ رقم الحدیث ۹۳۷ مطبوعہ مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع الریاض)، (سنن الکبریٰ بیہقی ج ۴ ص ۴۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۱ ص ۳۸۰ رقم الحدیث ۱۳۹۹۳-۱۳۹۹۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (کتاب الدعاء امام طبرانی ص ۶۲ رقم الحدیث ۱۲۰۵-۱۲۰۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المغنی ج ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تحفۃ الاحوزی ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المجموع امام نووی ج ۵ ص ۱۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (ایضاً الرمانی مع شرح بلوغ الامالی ج ۷ ص ۲۳۸ مطبوعہ مصر)، (عولج التہذیب صدیق حسن بھوبھالی ج ۳ ص ۳۰۰ مطبوعہ مصر)، (نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار النیل بیروت)، (تحفۃ الکناج ج ۱ ص ۵۹۳ رقم الحدیث ۸۶۷ مطبوعہ دار حرا مکتبۃ المدینہ)

حاشیہ.....☆

اس حدیث مبارکہ سے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ثابت ہوا جو لوگ اس دعا سے نماز جنازہ میں عام طور پر پڑھی جانے والی دعا ”اللهم اغفر لحیننا ومیتنا وشاهدنا وغائبنا..... الخ مراد لیتے ہیں ان کو اس حدیث کے اس جملہ (فاخلصوا له الدعاء) میں غور کرنا چاہیے کیونکہ وہ دعاء جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے وہ خالصتاً میت کے لئے کہاں ہوتی ہے، وہ تو تمام زندوں، مردوں، غائب، حاضر، مردوں، عورتوں، سب کے لئے ہوتی ہے جبکہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ لو تو میت کے لئے خلوص سے دعا مانگو سو معلوم ہوا کہ اس دعا سے مراد جنازہ پڑھنے کے بعد کی دعا ہے کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ لو تو اخلاص کے ساتھ میت کے لئے دعاء مانگو۔

گھر کی گواہی

نواب قطب الدین خان دیوبندی اس حدیث مبارکہ کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس وقت کہ تم پڑھو نماز میت پر پس خالص کرو اس کے لئے دعاء۔

(مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۸-۱۱۹ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

نیز (اذا صلیتم علی المیت) شرط ہے اور (فاخلصوا له الدعاء) اس کی جزا ہے شرط اور جزاء میں تغیر ہوتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں (صلیتم) صیغہ ہے اور فاخلصوا امر کا صیغہ ہے اور یہاں (فا) برائے تعقیب مع الوصل ہے۔ ہدایۃ النخو امیں ہے۔ نحو قام زید فعمرو واذا کان زید مقدماً وعمرو متاخراً بلا مہلۃ۔

ترجمہ: یعنی جیسے زید کھڑا ہوا پھر عمرو یہ اس وقت بولا جائے کہ ب زید کھڑا ہونے میں مقدم ہو اور عمرو بلا مہلت متاخر ہو۔ (ہدایۃ النخو القسم الثالث فی الحروف فصل الحروف العطف ص ۱۱۳-۱۱۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام محمد بن محمد العمادی ابوسعود متوفی ۹۵ھ سورۃ ”م“ آیت ”قال فالحق والحق اقول“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
الفاء للترتیب۔

ترجمہ: یعنی فاء ما قبل وما بعد میں بیان ترتیب کے لیے ہوتی ہے۔

(تفسیر ابوسعود ج ۷ ص ۲۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض۔

ترجمہ: یعنی جب نماز جمعہ پڑھ لی جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ۔

(سورۃ الجمد آیت نمبر ۱۰)

یہاں منتشر ہونے کا حکم نماز ختم ہونے کے بعد ہے نہ کہ دوران نماز اسی طرح قرآن کریم میں ہے:

فاذا طعتم فانتشروا۔

ترجمہ: جب تم کھانا کھا چکو تو چلے جاؤ۔

(سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵۳)

اسی مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے۔

قرء علی الجنائزۃ بفاتحة الكتاب۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھی۔

اس کی شرح میں اشعۃ اللمعات میں ہے۔ و احتمال دارد کہ بر جنازہ بعد از نماز یا پیش از آن بقصد تبرک خواندہ باشد چنانکہ آلاں متعارف است۔ ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام نے سورہ فاتحہ نماز کے بعد یا نماز سے پہلے برکت کے لئے پڑھی ہو جیسا کہ آج کل رواج ہے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی ج ۱ ص ۳۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

☆..... حاشیہ

یہاں بھی چلے جانے اور منتشر ہو جانے کا حکم کھانا کھالینے کے بعد ہے نہ کہ کھانے کی حالت میں۔ معلوم ہوا کہ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء سے نماز جنازہ کے اندر دعا مراد نہیں بلکہ نماز جنازہ کے فوراً بعد دعا مراد ہے اور اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد فوراً دعا مانگنے کا حکم ہے۔

دیوبندی حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ اس دعا سے نماز جنازہ کے اندر دعا کرنا مراد ہے جیسا کہ مفتی احمد ممتاز دیوبندی نے لکھا ہے کہ عبدالحی لکھنوی نے اس دعا سے مراد نماز جنازہ کے اندر لیا ہے۔

(مرتبہ جیلہ استقا اور دعا بعد نماز جنازہ ص ۳۱ مطبوعہ کتاب گمر کراچی)

عبدالحی لکھنوی دیوبندی نہ کوئی مستند عالم ہے نہ ان کی بات کوئی حجت ہے اور نہ وہ ہمارے نزدیک معتبر ہے۔ مگر فقیر جن امام کی بات کو پیش کر رہے ہیں جنہوں نے اس دعا کو نماز جنازہ کے اندر مراد نہیں لیا وہ تمام دیوبندیوں کے نزدیک معتبر ہیں۔ وہ ہے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ۔

امام حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ نے اپنی کتاب الدعاء میں نماز جنازہ کے اندر دعا کے لئے باب باندھا ہے باب: القول فی الصلاة علی الجنائزۃ جس میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۴۰ احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے لیکن اس حدیث مبارکہ (اذا صلیتم علی المیت الخ) کو ان احادیث مبارکہ میں شمار نہیں کیا بلکہ اس حدیث مبارکہ کے لئے الگ باب باندھا ہے: باب: الأمر باخلاص الدعاء للمیت جس میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو دو اسنادوں سے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (کتاب الدعاء ص ۳۶۲ رقم الحدیث ۱۲۰۵، ۱۲۰۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) معلوم ہوا کہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس دعا سے مراد نماز جنازہ کے اندر دعا کرنا مراد نہیں اگر اس دعا سے نماز جنازہ کے اندر مراد ہوتا تو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں بیان کرتے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے الگ باب باندھا کر یہ بھی بتا دیا کہ اس حدیث مبارکہ میں سرکارِ دو عالم ﷺ نے میت کے لئے اخلاص سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے الحمد للہ اہلسنت والجماعت کا اسی پر معمول ہے کہ نماز جنازہ کے بعد مصفیں توڑ کر میت کے لئے اخلاص سے دعا کرتے ہیں۔

اسی طرح امام محبت الدین ابی جعفر احمد بن عبد اللہ الطبرانی متوفی ۲۹۳ھ نے نماز جنازہ کے اندر پڑھی جانے والی دعا کے لئے باب باندھا ہے جن میں ۱۰ احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے لیکن اس حدیث مبارکہ (اذا صلیتم علی المیت الخ) کو ان احادیث مبارکہ میں شمار نہیں کیا بلکہ اس حدیث مبارکہ کے لئے الگ باب باندھا ہے ذکر الاخلاص فی الدعاء للمیت۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۵۵۷ رقم الحدیث ۶۸۱۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں بھی رواج تھا کہ نماز جنازہ کے آگے اور بعد سورہ فاتحہ وغیرہ برکت کے لئے پڑھتے تھے اور حضرت شیخ نے اس کو منع نہ فرمایا بلکہ حدیث پر اس کو محمول کیا۔

حاشیہ..... ☆

امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثني محمد بن صالح عن عاصم بن عمر بن قتادة وحدثني عبد الجبار ابن عمارة بن عبد الله بن ابي بكر، زاد احدهما، علي صاحبه في الحديث قال لما التقى الناس بموت رسول الله ﷺ علي المنبر وكشف له ما بينه وبين الشام فهو ينظر الي معركتهم فقال رسول الله ﷺ اخذا الراية زيد بن حارثة فجاءه الشيطان فحبب اليه الحياة وكره اليه الموت وحبب اليه الدنيا فقال الآن حين استحکم الايمان في قلوب المؤمنين تحبب الي الدنيا فمضى قدما حتى استشهدا فصلى عليه رسول الله ﷺ وقال استغفروا له فقد دخل الجنة وهو يسعى ثم اخذ الراية جعفر بن ابي طالب فجاءه الشيطان فمناه الحياة وكره اليه الموت ومناه الدنيا فقال الآن حين استحکم الايمان في قلوب المؤمنين تمنيني الدنيا ثم معني قدما حتى استشهدا فصلى عليه رسول الله ﷺ ودعاه له ثم قال "استغفروا لأخيكم فانه شهيد دخل الجنة فهو يطير في الجنة بجناحين من ياقوت حيث يشاء من الجنة....."

ترجمہ: واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب موت میں دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو نبی ﷺ مدینہ منورہ میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور معرکہ جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے حضور ﷺ نے فرمایا زید نے جھنڈا اٹھالیا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور سمجھانے لگا کہ زندگی محبوب چیز ہے اور موت بری اس نے زید رضی اللہ عنہ کے دل میں دنیا کی محبت ڈالنے کی کوشش کی تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا اب تو آیا ہے جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں سیر کر رہے ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا اب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھالیا۔ ان کے پاس بھی شیطان آیا اور ان کے دل میں زندگی کی محبت اور موت سے کراہت ڈالنا چاہی تو انہوں نے کہا اس وقت جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی پھر فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو چکا اور وہاں اپنی خواہش سے جہاں چاہتا ہے اپنے دو یا قوتی پروں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔

(کتاب المغازی ج ۲ ص ۲۱۰-۲۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۶۸-۳۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۱ ص ۲۵۸-۲۵۹ رقم الحدیث ۳۵۹۱-۳۵۹۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

قال قال محمد بن عمر: اول سرية خرج فيها زيد سرية الى القردة ثم سرية الى الجموم ثم سرية الى العيص ثم سرية الى الطرف ثم سرية الى حسمى ثم سرية الى ام قرصة ثم عقد له رسول الله ﷺ على الناس في غزوة مودة وقدمه على الامراء فلما التقى المسلمون والمشركون كان الامراء يقاتلون على ارجلهم فاخذ زيد بن حارثة اللواء فقاتل وقاتل الناس معه والمسلمون على صفوفهم فقتل زيد طعنا بالرمح شهيدا فصلى عليه رسول الله ﷺ وقال: استغفروا له وقد دخل الجنة وهو يسعى وكانت مودة في جمادى الاولى سنة ثمان من الهجرة وقتل زيد يومئذ وهو ابن خمس وخمسين سنة۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۳ ص ۲۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فتح القدير كتاب الجنازة فصل صلوة الجنازة میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے منبر پر قیام فرما کر غزوہ موتہ کی خبر دی اور اسی اثناء میں جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی فصل علیہ رسول اللہ ﷺ ودعائه وقال استغفروا لہ پس اس پر نماز جنازه پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور لوگوں سے فرمایا کہ تم بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ (فتح القدير ج ۲ ص ۱۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت) دعا کے واؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا نماز کے علاوہ تھی۔ موابہ الدنیہ جلد دوم القسم الثانی فیما اخبر من الغیوب میں یہی واقعہ نقل فرما کر کہاں قال استغفروا استغفروا لہ اسی طرح عبد اللہ ابن رواحہ پر بعد نماز دعا فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازه دعائے مغفرت جائز ہے۔

منتخب کنز العمال کتاب الجنازہ میں ابراہیم بھیری کی روایت ہے۔ ☆

قال رءیت ابن ابی اوفی وکان من اصحاب الشجرة ماتت ابنته الی ان قال ثم کبر علیہا اربعاً ثم قام بعد ذلك قدر ما بین التکبیرتین وقال رءیت رسول اللہ ﷺ کان یصنع هكذا۔

ترجمہ: میں نے ابن ابی اوفی کو دیکھا یہ بیعت الرضوان والے صحابی ہیں کہ ان کی دختر کا انتقال ہوا۔ پھر ان پر چار تکبیریں کہیں پھر اس

کے بعد دو تکبیروں کے فاصلہ کی بقدر کھڑے ہو کر دعا کی اور فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا۔

حاشیہ..... ☆

عبد اللہ العمادی دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

غزوہ موتہ میں مسلمانوں اور مشرکوں کا مقابلہ

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ موتہ میں انہیں لوگوں پر امیر بنایا اور دوسروں امیروں پر مقدم کیا، مسلمانوں اور مشرکوں میں اس طرح مقابلہ ہوا کہ امراء پیادہ لڑ رہے تھے زید بن حارثہ نے جھنڈا لے لیا اور قتال کیا لوگوں نے بھی ان کے ساتھ قتال کیا مسلمان اپنی صفوں ہی میں تھے۔ زید نیزہ مارے جانے کی وجہ سے شہید ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے ان پر نماز پڑھی اور فرمایا کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرو، وہ اس جنت میں داخل ہو گئے جس کی وہ سچی کرتے تھے۔ غزوہ موتہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ہوا جس روز زید مقتول ہوئے اس وقت ان کی عمر پچپن سال تھی۔

(طبقات ابن سعد اردو حصہ سوم ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصنہانی متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فصلی علیہ رسول اللہ ﷺ وقال استغفروا لہ۔

ترجمہ: پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازه پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو۔

(دلائل النبوة ج ۲ ص ۱۹۲-۱۹۳ مطبوعہ حیدر آباد دکن ہند)

☆ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثناء حسین بن محمد ثنا شعبہ عن ابراہیم الہجری عن عبد اللہ بن ابی اوفی وکان من اصحاب الشجرة فماتت ابنة لہ وکان يتبع جنازتها علی بغلة خلفها، فجعل النساء يبکین، فقال لا ترثنین فان رسول اللہ ﷺ نہی عن المراثی، فتفیض احداکن من عبرتها ماشاءت، ثم کبر علیہا اربعاً، ثم قام بعد الرابعة قدر ما بین التکبیرتین یدعو، ثم قال کان رسول اللہ ﷺ یصنع فی الجنازة هكذا۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہو گئی، وہ ان کے

بیہقی میں ہے۔

وعن المستظل ابن حصين ان عليا صلي على جنازة بعد ما صلي عليه۔

ترجمہ: سطل ابن حصین سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جنازے پر نماز کے بعد دعا مانگی۔
(السنن الکبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۴۷ رقم الحدیث ۶۹۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مدونہ الکبریٰ میں ہے۔

يقول هكذا كلما كبروا واذا كان التكبير الا اخر قال مثل ذلك ثم يقول اللهم صلي على محمد۔

ترجمہ: ہر تکبیر اسی طرح کہے کہ جب آخری تکبیر ہو تو اسی طرح کہے پھر کہے اللہم صل علی محمد۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ درود شریف پڑھے۔ کشف الغطاء میں ہے۔ فاتحہ و دعا برائے میت پیش از دفن درست است وہیں است روایت معمولہ کذا فی خلاصۃ الفتح میت کے لئے فاتحہ اور دعا مانگنا دفن سے پہلے درست ہے اسی روایت پر عمل ہے۔
(کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ ص ۴۰ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی)

حاشیہ.....☆

جنازہ میں خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم مرثیہ مت پڑھو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تم میں سے کوئی عورت اپنی آنکھ سے جس قدر چاہے آنسو بہائے، پھر انہوں نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں، پھر اتنا وقفہ کیا جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اس وقفہ میں دعا کرتے رہے پھر کہا: رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۷۴-۴۷۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المحرر الخار، المعروف بمسند المبرج ارج ۸ ص ۲۸۷ رقم الحدیث ۳۳۵۵ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۷۰ رقم الحدیث ۶۹۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الجوامع ج ۳ ص ۴۹۳ رقم الحدیث ۱۱۵۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۷ ص ۱۴۵-۱۴۶ رقم الحدیث ۹۵۰۹ ج ۲۰ ص ۲۲۷ رقم الحدیث ۱۶۳۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البیہق ج ۲ ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۹۳۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۱۲۸۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں۔

وحدثنا احمد بن جعفر القطيعي، ثنا عبد الله بن احمد بن حنبل، حدثني ابي، ثنا محمد بن جعفر قالوا: ثنا شعبه، عن ابراهيم الهجري، عن عبد الله بن ابي اوفى قال: توفيت بنت له فتبعها علي بغلة يمشي خلف خلف الجنازة ونساء يرثينها، فقال: يرثين ولا يرثين، فان رسول الله ﷺ نهى عن المراثي، ولتفيض احدا كن من عبرتها ماشاءت، ثم صلي عليها فكبر عليها اربعاء، ثم قام بعد الرابعة قدر ما بين التكبيرتين يستغفر لها ويدعو وقال كان رسول الله ﷺ يصنع هكذا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہو گئی، وہ اس کے جنازہ میں خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم مرثیہ مت پڑھو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تم میں سے کوئی عورت اپنی آنکھ سے جس قدر چاہے آنسو بہائے، پھر انہوں نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں، پھر اتنا وقفہ کیا جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اس وقفہ میں دعا کرتے رہے پھر کہا: رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔

(مسند رک ج ۱ ص ۵۱۲ رقم الحدیث ۱۳۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی طرح خلاصۃ النسخ میں ہے۔

مبسوط شمس الائمہ سرخسی جلد دوم صفحہ ۶۷ باب غسل لمیت میں روایت ہے کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک جنازے پر بعد نماز پہنچے اور فرمایا۔

ان سبقتونی بالصلوة عليه فلا تسبقوني بالدعاء۔

ترجمہ: اگر تم نے مجھ سے پہلے نماز پڑھ لی تو عام میں تو مجھ سے آگے نہ بڑھو یعنی آؤ میرے ساتھ مل کر دعا کر لو۔

(المبسوط سرخسی ج ۱ ص ۲۱۷ ص ۱۰۷ مطبوعہ مکتبۃ الخفاریہ کوئٹہ)

اسی مبسوط میں اسی جگہ یعنی باب غسل لمیت میں ابن عمر و عبد اللہ ابن عباس و عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہم سے ثابت کیا کہ ان حضرات نے دعا بعد نماز جنازہ کی۔

(المبسوط سرخسی ج ۱ ص ۲۱۷ ص ۱۰۷ مطبوعہ مکتبۃ الخفاریہ کوئٹہ)

حاشیہ.....☆

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ روایت کرتے ہیں۔

قال اخبرنا محمد بن عبيد الطنافسي قال اخبرنا سالم المرادي قال اخبرنا بعض اصحابنا قال جاء عبد الله بن سلام وقد صلى على عمر فقال والله لئن كنتم سبقتوني بالصلوة عليه لا تسبقوني بالثناء عليه فقام عند سريره فقال نعم اخو الاسلام كنت يا عمر جوادا بالحق بكيلا بالباطل ترضى حين الرضى وتغضب حين الغضب عفيف الطرف طيب الظرف لم تكن صداحا ولا مغتابا ثم جلس۔

ترجمہ: حضرت سالم فرماتے ہیں کہ ہمیں ہمارے بعض اصحاب نے اطلاع دی کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت آئے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی تو فرمایا اللہ کی قسم اگر تم نے ان پر نماز میں مجھ سے پہل کر لی ہے تو ثنا کرنے میں مجھ سے پہل نہ کرو پھر ان کی چار پائی کے قریب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے عمر آپ اسلام کے سچے اور بہترین جانثار تھے حق کے لئے سخی اور باطل کے لئے بخیل آپ رضا خدا پر راضی ہوتے اور غضب پر ناراض پاک دامن صاف دل نہ خوشامد کرنے والے اور نہ عیب جو پھر بیٹھ گئے۔

(طبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۳۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۵۰ھ لکھتے ہیں۔

جاء عبد الله بن سلام وقد صلى على عمر، فقال: والله لئن كنتم سبقتوني بالصلوة لا تسبقوني بالثناء، فقام عند سريره فقال: نعم اخو الاسلام كنت يا عمر جوادا بالحق، بخيلا بالباطل، ترضى حين الرضاء، وتغضب حين الغضب، عفيف الطرف، طيب الظرف، لم تكن مداحا ولا مغتابا، ثم جلس۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت آئے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی تو فرمایا اللہ کی قسم اگر تم نے ان پر نماز میں مجھ سے پہل کر لی ہے تو ثنا کرنے میں مجھ سے پہل نہ کرو پھر ان کی چار پائی کے قریب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے عمر آپ اسلام کے سچے اور بہترین جانثار تھے حق کے لئے سخی اور باطل کے لئے بخیل آپ رضا خدا پر راضی ہوتے اور غضب پر ناراض پاک دامن صاف دل نہ خوشامد کرنے والے اور نہ عیب جو پھر بیٹھ گئے۔

(تاریخ دمشق الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

یہی امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ دوسری سند سے روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو بکر اللفتوانی، انا ابو عمرو الاصبهانی، انا ابو محمد بن یوہ، انا ابو الحسن اللبانی، نا ابو بکر القرشی نا اسحاق بن اسماعیل، نا وکیع بن الجراح، نا سالم ابو العلاء المرادی، عن عبد اللہ بن ساریہ قال: جاء عبد الله بن سلام بعد ما صلى على عمر، فقال: ان كنتم سبقتوني بالصلاة عليه، فلا تسبقوني بالثناء، ثم قام فقال: نعم اخو الاسلام كنت يا عمر، جوادا بالحق، بخيلا بالباطل، ترضى حين الرضاء، وتسخط حين السخط، لم تكن مداحا ولا مغتابا، طيب الظرف، عفيف الطرف،

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ساریہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازے پڑھنے کے بعد آئے تو فرمایا اگر تم مجھ سے نماز پڑھنے میں سبقت لے گئے ہو تو ان کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے سبقت نہ لے جانا۔ پھر کھڑے ہو گئے اور فرمایا آپ اسلام کے اچھے بھائی تھے حق کے لئے سخی تھے باطل کے لئے بخیل تھے رضا کے وقت راضی غصے کے وقت غصے تھے نہ آپ مدح کرنے والے تھے اور نہ غیبت کرنے والے اچھے ظرف والے تھے پاک طبیعت والے تھے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۳ ص ۲۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابو بکر بن مسعود کا سانی متونی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں۔

وروی عن عبد الله بن سلام انه فاتته الصلاة على جنازة عمر رضي الله عنه فلما قال ان سبقتوني بالصلاة عليه فلا تسبقوني بالدعاء له۔

ترجمہ: اور روایت میں ہے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہ بے شک ان سے حضرت عمر کی نماز جنازہ فوت ہو گئی پس جب آپ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ اگر تم ان پر نماز میں مجھ سے سبقت لے گئے ہو تو ان کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے سبقت نہیں لے سکتے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فتح اللہ المصنوع میں ہے۔

عن عبد الله بن سلام لما فاتته الصلوة على عمر رضي الله عنه ان سبقت بالصلاة فلم اسبق بالدعاء له۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ فوت ہو گیا تو فرمایا کہ اگر تم مجھ سے نماز پڑھنے میں سبقت لے گئے ہو تو ان کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے سبقت نہیں لے سکتے۔

(فتح اللہ المصنوع ج ۱ ص ۳۵۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

استاذ الفقیہ ابو الوفاء افغانی کتاب الآثار امام محمد کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

وعبد الله بن سلام رضي الله عنه فاتته الصلاة على جنازة عمر رضي الله عنه فلما حضر قال: ان سبقتوني بالصلاة عليه فلا تسبقوني في الدعاء له۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں شمولیت سے رہ گئے تو جب وہاں پہنچے تو فرمایا کہ اگر تم نے ان پر مجھ سے پہلے نماز پڑھ لی ہے تو دعا میں مجھ سے پہل نہ کرو اور میرے ساتھ ان کے لئے دعا کرو۔

(حاشیہ کتاب الآثار امام محمد ج ۲ ص ۱۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس اثر مبارک سے معلوم ہوا کہ دعا بعد نماز جنازہ صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کی سنت مبارک ہے اور خصوصاً حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی سنت مبارک ہے جن کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت کی بشارت دی تھی:

اور فلا تسبقوا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دعا پر صحابہ کرام کا عمل تھا۔ مفتاح الصلوٰۃ صفحہ ۱۱۲ مصنفہ مولانا فتح محمد صاحب برہان پوری میں ہے۔ چوں از نماز قارغ شون مستحب است کہ امام یا صالح دیگر فاتحہ بقرتا مفلحون طرف سر جنازہ خاتمہ بقرامن الرسول طرف پائیں بخواند کہ در حدیث وارد است دور بعض حدیث بعد از دفن واقعہ شدہ ہر وقت کہ میسر شود مجوز است۔ جب نماز جنازہ قارغ ہوں تو مستحب ہے کہ امام یا کوئی اور صالح آدمی سورہ بقرہ کا شروع کا رکوع مفلحون تک جنازہ کے سرہانے اور سورہ بقرہ کی آخری آیات امن الرسول میت کی پائیں طرف پڑھے کہ حدیث میں آیا ہے۔ بعض احادیث میں دفن کے بعد واقعہ ہوا میسر ہو تو دونوں وقت پڑھے جائز ہے۔ زاد الاخرت میں نہر فائق شرح کنز الدقائق اور بحر خزائین سے نقل فرمایا۔

بعد از سلام بخواند۔ اللهم لاتحر مناجره ولا تفتنا بعده اغفر لنا وله۔

ترجمہ: سلام کے بعد پڑھے کہ اے اللہ ہم کو اس کے اجر سے محروم نہ کرو اور اس کے بعد قنہ میں مبتلا نہ کرو اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما۔ (نہر الفائق شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۳۹۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

طحاوی میں ہے۔

وان ابا حنیفہ اما مات فختم علیہ سبعون الفا قبل الدفن۔

ترجمہ: جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان پر دفن سے پہلے ستر ہزار ختم قرآن ہوئے۔

کشف الغمہ، فتاویٰ عالمگیری، شامی باب الدفن بحث تعزیت میں ہے۔ وہی بعد الدفن اولیٰ منها قبلہ تعزیت کرنا دفن کے بعد دفن سے پہلے تعزیت کرنے سے بہتر ہے اسی جگہ شامی اور عالمگیری نے یہ بھی فرمایا وحذا الالم یرثہم جزع شدید والا قدمت یہ جب ہے جبکہ ان ورثا میں سخت گھبراہٹ نہ ہو ورنہ تعزیت دفن سے پہلے کی جاوے۔

حاشیہ.....☆

معلوم ہوا کہ دعا بعد نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی سنت مبارکہ ہے اور تاریخ دمشق الکبیر کی روایت میں جاء عبد اللہ بن سلام بعد ما صلی علی عمر اور فقام عند سریرہ سے منکرین دعا بعد نماز جنازہ کے تمام اعتراضات دفع ہوئے۔ جیسا کہ عزیز علی شاہ دیوبندی نے اعتراض کیا ہے۔ لکھا ہے ان کے اس قول میں تو یہ صراحت موجود نہیں کہ وہ کس وقت آئے تھے۔

(تحقیق الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ ص ۹۳ مطبوعہ انجمن اسلامیہ لکھنؤ منڈی)

لیجئے اس روایت میں وہ تمام صراحت موجود ہے کہ بعد ما صلی یعنی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جنازہ کے بعد آئے اسی طرح عبداللہ العمادی دیوبندی نے بھی طبقات ابن سعد کے اردو ترجمے میں لکھا ہے کہ: سالم مرادی سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھ لینے کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام آئے۔

(طبقات ابن سعد اردو ج ۲ حصہ سوم ص ۱۵۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اور فقام عند سریرہ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ دعا دفن سے پہلے ہے اسی طرح عبداللہ العمادی دیوبندی نے طبقات ابن سعد کے اردو ترجمے میں لکھا ہے کہ: تحت کے پاس کھڑے ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد اردو ج ۲ حصہ سوم ص ۱۵۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اس کے بعد کسی دیوبندی کو دعا بعد نماز جنازہ پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت مبارکہ سمجھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہیں۔

حسن ظہر یہ میں ہے۔

وہی بعد الدفن اولیٰ منها قبلہ۔

ترجمہ: دفن کے بعد تعزیت کرنا دفن سے پہلے تعزیت افضل ہے۔

میزان کبریٰ مصنفہ امام شعرانی میں ہے۔

(عالمگیری ج ۱ ص ۱۷۷)، (الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری ج ۱ ص ۱۳۳)، (رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۶۶۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال ابو حنیفہ والثوری ان التعزیه سنة قبل الدفن لا بعده لان شدة الحزن تكون قبل الدفن فیعزى ویدعوا له۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہ اور امام ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تعزیت کرنا دفن سے پہلے سنت ہے کہ بعد کیونکہ زیادتی رنج و غم دفن سے پہلے ہوتی ہے پس تعزیت کرے اور اس کے لئے دعا کرے۔

(المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۲۱۰)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ دفن سے پہلے خواہ نماز سے بھی پہلے ہو یا نماز کے بعد تعزیت کرنا جائز بلکہ مسنون ہے اور تعزیت میں میت و پسماندگان کے لئے دعائے اجر و صبر ہی تو ہوتی ہے۔ عقل کا بھی تقاضا ہے کہ بعد نماز جنازہ دعا جائز ہو۔ کیونکہ نماز جنازہ ایک حیثیت سے تو دعا ہے کہ میت کو سامنے رکھا گیا ہے اور اس میں رکوع سجدہ التحیات وغیرہ نہیں ہے اور ایک حیثیت سے نماز ہے۔ اسی لئے اس میں غصیل وضو ستر عورت قبلہ کو منہ ہونا جگہ اور کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے اور جماعت مسنون۔ اگر یہ محض دعا ہوتی تو نماز کی طرح یہ شرائط اس میں کیوں ہوتیں اور دعاؤں کی طرح یہ بھی ہر طرح ادا ہو جایا کرتی۔ ماننا پڑے گا کہ ایک حیثیت سے یہ نماز بھی ہے اور ہر نماز کے بعد مسنون ہے اور زیادہ قابل قبول۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے۔

قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف الليل لاخر ودبر الصلوات المكتوبات۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ فرمایا کہ آخر رات کے درمیانی حصہ میں اور فرض نمازوں کے پیچھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص ۸۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اور نماز جنازہ بھی فرض نماز ہے پھر اس کے کیوں دعا نہ کی جاوے؟ نیز دعا مانگنے کی ہر وقت اجازت دی گئی ہے اور بہت تاکید فرمائی گئی۔ مشکوٰۃ کتاب الدعوات میں ہے کہ الدعاء هو العبادة اسی جگہ یہ بھی ہے۔ الدعاء مع العبادة دعا عبادت بھی ہے یا دعا اصل عبادت ہے۔ دعا مانگنے کے لئے کوئی وقت وغیرہ کی پابندی نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ نماز جنازہ سے پہلے تو دعا جائز اور دفن کے بعد بھی جائز مگر نماز کے بعد اور دفن سے پہلے حرام؟ نماز جنازہ بھی کوئی جادو ہے کہ اس کے پڑھتے ہی دعا کرنا۔ ایصال ثواب کرنا سب حرام اور دفن میت اس جادو کا اتار ہے کہ دفن ہوا اور سب جائز ہو گیا۔ لہذا ہر وقت دعا اور ایصال ثواب جائز ہے کسی وقت کی پابندی نہیں۔

دوسرا باب

اس دعا پر اعتراضات و جوابات میں

اس پر صرف چار اعتراض ہیں تین عقلی اور ایک نقلی۔ اس کے سوا اور کوئی اعتراض نہیں۔

اعتراض (۱)۔..... وہ ہی پرانا یاد کیا ہوا سبق کہ یہ دعا بدعت ہے اور ہر بدعت حرام ہے لہذا یہ دعا کرنا حرام ہے شرک ہے بے دینی ہے۔

جواب:- یہ دعا بدعت نہیں اس کا ثبوت حضور علیہ السلام کے قول و فعل مبارک سے ہو چکا۔ نیز صحابہ کرام کا اس پر عمل رہا۔ فقہاء نے اس کی اجازت دی۔ جیسا کہ اس بحث کے پہلے باب میں گزر گیا۔ اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ بدعت ہے تو ہر بدعت حرام نہیں ہوتی۔ بلکہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ دیکھو ہماری بدعت کی بحث۔

اعتراض (۲)۔..... نماز جنازہ میں خود دعا ہے پھر دوبارہ دعا مانگنا جائز نہیں ہے پہلی دعا کافی ہو چکی۔

جواب:- یہ اعتراض بالکل لغو ہے نماز پنجگانہ میں دعا ہے۔ نماز استخارہ۔ نماز کسوف اور نماز استسقاء سب دعاء کے لئے ہیں مگر ان سب کے بعد دعا مانگنا جائز بلکہ سنت ہے حدیث پاک میں ہے اکثر والدعاء دعا زیادہ مانگو۔ دعا کے بعد دعا مانگنا زیادہ دعا ہے۔ تیسرے اس لئے کہ یہ تو محض دعا ہے بعض صورتوں میں تو نماز جنازہ کے بعد نماز جنازہ دوبارہ ہوتی ہے اگر میت کے ولی نے نماز نہ پڑھی اور وہ نے پڑھ لی تو دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کا وصال مبارک دو شنبہ کو ہوا اور دفن شریف چار شنبہ کو (شامی کتاب الصلوٰۃ باب الامتہ ج ۱ ص ۴۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) اور ان دوروز میں لوگ جماعت آتے رہے نماز جنازہ ادا کرتے رہے کیونکہ اب تک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو کہ ولی تھے نہ پڑھی تھی۔ پھر جب آخر دن حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ لی۔ اب تا قیامت کسی کو جائز نہ رہا کہ حضور علیہ السلام پر نماز جنازہ پڑھے (دیکھو شامی باب صلوٰۃ الجنازہ بحث من الحق بالامتہ ج ۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) اب کہو کہ یہ نماز تو دعا تھی۔ وہ ادا ہو گئی۔ یہ دوبارہ نمازیں کیسی ہو رہی ہیں؟ یہ سوال تو ایسا ہے کہ کوئی کہے کہ کھانے کے بعد پانی نہ پیو۔ کیونکہ کھانے میں پانی موجود ہے وہ پانی یہ سے پکا ہے۔

اعتراض (۳)۔..... چونکہ دعا مانگنے کی وجہ سے دفن میں دیر ہوتی ہے اور یہ حرام ہے لہذا یہ دعا بھی حرام ہے۔

جواب:- یہ اعتراض بھی لغو ہے اولاً تو اس لئے کہ آپ تو اس دعا کو بہر حال منع کرتے ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دفن میں دیر ہو تو منع ورنہ نہیں۔ تو بتاؤ کہ اگر ابھی قبر تیار ہونے میں دیر ہے اور نماز جنازہ ہو گئی۔ اب دعا وغیرہ پڑھیں یا کہ نہیں کیونکہ یہاں تاخیر دفن سے دعا سے نہیں بلکہ تیاری قبر کی وجہ سے ہے دوسرے اس لئے کہ دعا میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔ صرف دو یا تین منٹ۔ مشکل سے خرچ ہوتے ہیں۔ اس قدر غیر محسوس دیر کا اعتبار نہیں اتنی بلکہ اس سے زیادہ دیر تو راستہ میں آہستہ لے جانے اور غسل کا کام آہستہ آہستہ انجام دینے اور قبر کو اطمینان سے کھودنے میں بھی لگ جاتی ہے اگر اس قدر دیر بھی حرام ہو تو لازم ہوگا کہ غسل و کفن دینے والے نہایت بدحواسی سے بہت جلد یہ کام کریں اور قبر کھودنے والے مشین کی طرح جھٹ پٹ قبر کھودیں اور میت

کو لے جانے والے انجن کی رفتار بھاگتے ہوئے جا دیں اور فوراً پھینک کر آجاویں۔ تیسرے اس لئے کہ ہم پہلے باب میں حوالے دے چکے ہیں کہ دفن سے پہلے اہل میت کی تعزیت کرنا۔ ان کو تسلی و تشفی دینا جائز بلکہ سنت ہے۔ خواہ بعد کرے یا قبل نماز تو تعزیت کے الفاظ کہنے اور تسلی دینے میں بھی دیر لگے گی یا کہ نہیں؟ ضرور لگے گی مگر چونکہ یہ ایک دینی کام کے لئے جائز ہے۔ چوتھے اس لئے کہ ہم ابھی عرض کر چکے کہ حضور علیہ السلام کی وفات شریف دوشنبہ کو اور دفن چہار شنبہ کو ہوا۔ علامہ شامی اسی کتاب الصلوٰۃ باب الامامت میں یہ واقعہ بیان فرما کر فرماتے ہیں۔

وهذه السنة باقية الى الان لم يدفن خليفة حتى بولي غيره۔

ترجمہ: یہ سنت اب تک باقی ہے کہ خلیفہ اس وقت تک دفن نہیں کیا جاتا جب تک کہ دوسرا خلیفہ نہ بن جائے۔

(شامی کتاب الصلوٰۃ باب الامامت ج ۱ ص ۳۰۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ دفن میں وہ تاخیر مکروہ ہے جو کہ دنیاوی وجہ سے ہو دینی وجہ سے قدرے جائز ہے کہ خلیفہ بنانا دینی کام ہے۔ اس کی وجہ سے دفن میں دیر کر دی اور دعا مانگنا بھی دینی کام ہے۔ اگر کوئی نمازی آخر میں طے تو وہ دعا پڑھ کر سلام پھیر سکتا ہے۔ لیکن اگر نماز کے بعد فوراً نعش اٹھالی جائے تو یہ شخص دعا پوری نہ کر سکے گا کہ اٹھائے ہوئے جنازے پر نماز نہیں ہوتی۔ لہذا دعا بعد جنازہ میں مسبوق نمازیوں کی بھی رعایت ہے۔ اگر اس کے لئے ایک غیر محسوس سی تاخیر ہو تو جائز ہے۔ پانچویں اس لئے کہ دفن میں مطلقاً تاخیر کرنا حرام کہاں لکھا ہے؟ فقہاء فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن میت کا انتقال ہو گیا تو نماز جمعہ کا انتظار نہ کرے بلکہ ممکن ہو قبل جمعہ ہی دفن کر لے یہ نہیں کہتے کہ یہ انتظار کرنا حرام ہے شرک ہے۔ کفر ہے معاذ اللہ۔

اعتراض (۴):..... نماز جنازے کے بعد دعا کو فقہاء منع فرماتے ہیں۔ چنانچہ جامع الرموز میں ہے۔
لا يقوم داعياً له۔

ترجمہ: نماز کے بعد دعا کے لئے نہ کھڑا رہے۔

ذخیرہ کبریٰ اور محیط میں ہے۔

لا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنائزہ۔

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ رہے۔

عالمگیری میں ہے۔

لا يدعوا بعده في ظاهر المذهب۔

ترجمہ: اس کے بعد دعائے ظاہر مذہب میں۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

ولا يدعوا للميت بعد صلوة الجنائزہ لانه يشبه الزيادة في صلوة الجنائزہ۔

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعائے نہ کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کرنے کے مشابہ ہے۔

کشف العطاء میں ہے کہ قائم نہ شود بعد از نماز برائے دعا۔ نماز کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ رہے۔

جامع الرموز میں ہے۔

ولا يقوم بالدعاء بعد۔

صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة۔

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ کھڑا رہے کیونکہ یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔

ابن حامد سے مروی ہے۔

ان الدعاء بعد صلوة الجنازة مکروہ۔

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔

جامع الرموز میں ہے۔

ولا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة۔

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ کھڑا ہو کیونکہ یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔

ان فقہی عبارات سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا وغیرہ ناجائز ہے۔

جواب:- اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک اجمالی دوسرا تفصیلی اجمالی جواب تو یہ ہے کہ اس دعا سے ممانعت کی تین وجہیں

ہیں۔ اولاً یہ کہ یہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے ہو۔ دوم یہ کہ دعائیں زیادہ لمبی نہ ہوں۔ جس سے کہ دفن میں بہت تاخیر ہو۔ اسی لئے نماز جنازہ جمعہ کے انتظار میں دفن میں تاخیر کرنا منع ہے۔ تیسرے یہ کہ اسی طرح صف بستہ بحیثیت نماز دعا کی جاوے کہ دیکھنے والا سمجھے نماز ہو رہی ہے یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔ لہذا اگر بعد سلام بیٹھ کر یا صفیں توڑ کر تھوڑی دیر دعا کی جاوے تو بلا کراہت جائز ہے یہ وجوہ اس لئے نکالے گئے کہ فقہاء کی عبارتیں آپس میں متعارض نہ ہوں اور یہ اقوال احادیث مذکورہ اور صحابہ کرام کے قول و عمل کے خلاف نہ ہوں۔

تفصیلی جواب یہ ہے کہ عبارات میں سے جامع الرموز، ذخیرہ، محیط، کشف العطاء کی عبارتوں میں تو دعا سے ممانعت ہے ہی نہیں بلکہ کھڑے ہو کر دعا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ وہ ہم بھی منع کرتے ہیں مرقات اور جامع الرموز میں یہ بھی ہے۔ لانسہ يشبه الزيادة یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔ یعنی اس دعا سے دھوکا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ زیادہ ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح دعا مانگنا منع ہے جس میں زیادتی کا دھوکا ہو۔ وہ یہ ہی ہے کہ صف بستہ کھڑے کھڑے دعا کریں۔ اگر صف توڑ دی یا بیٹھ گئے تو حرج نہیں دیکھو۔ جماعت فرض کے بعد حکم ہے کہ لوگ مغفوف توڑ کر سنتیں پڑھیں تاکہ کسی کو دھوکا نہ ہو کہ جماعت ہو رہی ہے (دیکھو شامی اور مشکوٰۃ شریف باب السنن) تو اس سے یہ لازم نہیں کہ فرض کے بعد سنتیں پڑھنا ہی منع ہیں بلکہ فرض سے ملا کر پڑھنا منع ہے۔ اسی طرح یہ بھی ہے۔ عالمگیری کی عبارت غلط نقل کی۔ اس کی اصل عبارت یہ ہے۔

وليس بعد التكبير الرابعة قبل السلام دعاء۔

ترجمہ: چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے کوئی دعا نہیں۔

(جوہرہ نیرہ شرح قدوری ص ۱۳۸ مطبوعہ عامرہ ترکی)۔

یعنی نماز جنازہ میں پہلے تین تکبیروں کے بعد کچھ نہ کچھ پڑھا جاتا ہے مگر اس چوتھی تکبیر کے بعد کچھ نہ پڑھا جاوے گا۔ جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے۔ چنانچہ بدائع، کفایہ عنایہ میں ہے۔ ليس بعد التكبير الرابعة قبل السلام دعاء (بنایہ شراح ہدایہ ج ۳ ص ۲۵۳) ابوبکر ابن حامد کی جو عبارت پیش کی گئی یہ قیہ کی عبارت ہے مگر قیہ غیر معتبر کتاب ہے۔ اس پر فتویٰ نہیں دیا جاتا۔ مستدرک شامی بحث رسم المفتی میں ہے کہ صاحب قیہ ضعیف روایات بھی لیتا ہے۔ اس سے فتویٰ دینا جائز نہیں وہ فرماتے ہیں۔

اول نقل الاقوال الضعيفته فيها كالقنيتہ للزاهدی فلا يجوز الافناء من هذه۔

(شامی مقدمہ بحث رسم المفتی ج ۱ ص ۵۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بذل الجواز میں فرمایا کہ قنیه والا معتزلی بد مذہب ہے اور اگر قنیه کی یہ عبارت صحیح مان بھی لی جائے تو خود مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا منع ہے تو بعد دفن بھی دعا ناجائز ہونا چاہیے کیونکہ یہ وقت بھی تو نماز کے بعد ہی ہے غرض کہ کوئی بھی عبارت آپ کے موافق نہیں۔ دعا بعد نماز جنازہ جائز بلکہ سنت ہے۔

حاشیہ.....☆

علامہ زاہدی نے قنیه میں نقل کیا ہے جو فقہی بھی اس کو نقل کرتا ہے ساتھ میں یہ بھی لکھتا ہے و عن الفضلی لا بأس به اور وفی القنیه جس کو دیوبندی کھا جاتے ہیں۔ قنیه جو کہ ضعیف وغیر معتبر کے ساتھ ساتھ اس کے مصنف معتزلی بھی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین الشامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں۔

لا يجوز الافناء من الكتب المختصرة كالنهر و شرح الكنز للعيني والدر المختار شرح تنوير الابصار او لعدم الاطلاع على حال مؤلفيها كشرح الكنز لملا مسكين و شرح النقاية للقهستاني او لنقل الاقوال الضعيفة كالقنية للزاهدی، الا اذا علم المنقول عنه واخذه منه۔

ترجمہ: مختصر کتب سے فتویٰ دینا جائز نہیں جس طرح کہ نہر اور شرح الكنز للعینی اور الدر المختار شرح تنویر الابصار وغیرہ۔ اسی طرح جن کتب کے مصنفین کے احوال کی خبر نہ ہو۔ جس طرح شرح الكنز لملا مسکین و شرح نقایہ للقہستانی یا جس میں ضعیف اقوال نقل کیے گئے ہوں جس طرح کہ زاہدی کی تصنیف قنیه پس اس سے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ مگر اس صورت میں جائز ہے جبکہ اس منقول قول اور اس کے لینے پر عالم ہو۔

(فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۵۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)، (مقدمہ فتاویٰ عالمگیری مترجم ج ۱ ص ۱۳۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

عبدالحی لکھنوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

(فقی القنیه وغیرہا) کا لمجتبیٰ هو ایضا للعلامة مختار بن محمود الزاهدی صاحب القنیه و کتاب القنیه مشہور بضعف الراویة وقد نقل هذا الفرع من شرح الصباغی۔

ترجمہ: صاحب در مختار کا قول (نفی القنیه وغیرہا) جس طرح کا مجتبیٰ اور یہ بھی علامہ مختار بن محمود الزاہدی کی تصنیف ہے اور اس کی کتاب قنیه ضعیف میں مشہور ہے اور تحقیق یہ تفریع شرح صباغی سے نقل کی گئی ہے۔

(مقدمہ عمدۃ الراعی ج ۱ ص ۱۰-۱۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ سید احمد طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں۔

القنیه لیست من كتب المعتمدة۔

ترجمہ: قنیه کتب معتمدہ میں سے نہیں۔

(طحاوی علی در المختار ج ۱ ص ۴۲)

سید امیر علی دیوبندی مقدمہ عالمگیری (اردو) میں لکھتے ہیں۔

اور انہیں غیر معتبرات میں سے جملہ تالیفات نجم الدین مختار بن محمود بن محمد زاہدی معتزلی ہیں۔ یہ شخص اعتقاد میں معتزلی تھا اور فروع میں حنفی تھا جس نے ۱۱۵۶ھ میں انتقال کیا پس اس کی تالیفات میں سے قنیه و حاوی زاہدی و تجتبیٰ شرح قدوری و زاد اللائمہ وغیرہ ہیں اور یہ

حاشیہ.....☆

سب غیر معتبرات ہیں چنانچہ ابن عابدین نے تنقیح الفتاویٰ الحامدہ میں کہا ہے کہ مذہب حنفیہ میں معتبر کتابوں میں جو منقول ہے اس کے خلاف زاہدی کی نقل معارض نہیں ہو سکتی ہے چنانچہ ابن وہبان نے فرمایا کہ قنیہ کا مؤلف جو کچھ نقل کرتا ہے اگر وہ فقہاء حنفیہ کی نقل سے مخالف ہو تو قنیہ کی نقل پر التفات نہ کیا جائے گا جب تک کہ اس کی موافقت میں کسی کتاب معتد سے نقل موجود نہ ہو۔ اور ایسا ہی نہر الفائق میں بھی مذکور ہے۔

(مقدمہ فتاویٰ عالمگیری مترجم ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)، (مقدمہ عمدۃ الراعی ج ۱ ص ۱۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

ثابت ہوا کہ علامہ زاہدی کی کتاب قنیہ ضعیف کتاب میں اور ضعیف قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔

چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال العلامة قاسم في فتاواه وليس للمقاضي المقلدان يحكم بالضعيف لانه ليس من اهل الترجيح الا لقصد غير جميل ولو حكم لا ينفذ لان الحق هو الصحيح وما وقع من ان القول الضعيف يتقوى بالقضاء المراد به قضاء المجتهد كما بين في موضعه۔

ترجمہ: علامہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ کسی بھی قاضی مقلد کے لئے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ کسی ضعیف قول پہ فیصلہ کرے۔ کیونکہ یہ قاضی اصل ترجیح میں سے نہیں ہے۔ مگر کسی غیر جمیل کے لئے اور اگر ضعیف قول پہ فیصلہ کر بھی لیا جائے تو اس فیصلے کو نافذ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ ایسا فیصلہ ہے کہ ناحق ہے۔ کیونکہ حق یہ ہے کہ فیصلہ صحیح قول پہ ہو۔ اور جو یہ واقع ہوا ہے کہ فیصلے کے ساتھ ضعیف قول کو تقویت مل جاتی ہے اس سے مراد مجتہد کی قضاء ہے۔ یعنی مجتہد اگر قول ضعیف پر فیصلہ کرے تو قول ضعیف کو تقویت ملے گی۔ نیز لکھتے ہیں۔

وقال ابن غرس واما المقلد المحض فلا يقضى الا بما عليه العمل والفتوى۔

ترجمہ: اور ابن غرس نے کہا ہے کہ مقلد محض فیصلہ نہیں کریگا مگر اس قول پر کہ جس پر عمل و فتویٰ ہو۔

وقال صاحب البحر في بعض رسائله اما القاضي المقلد فليس له الحكم الا بالصحيح المفتى به في مذهبه ولا ينفذ قضاءه بالقول الضعيف۔

ترجمہ: صاحب بحر نے اپنے بعض رسائل میں کہا ہے کہ قاضی مقلد فیصلہ نہ کریگا مگر قول صحیح پر۔ جو اس کے مذہب میں مفتی بہ ہو اور قاضی مقلد کی قضاء قول ضعیف کے ساتھ نافذ نہ کی جائے گی۔

(فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۳۷۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دیوبندیوں کو چاہیے کہ علامہ زاہدی کے ضعیف قول کو جوڑ کر امام محمد بن فضل رحمہ اللہ علیہ کے صحیح قول پر عمل کرے اور اہل سنت و جماعت کے ساتھ جھگڑانہ کرے جو کوئی بھی نماز جنازہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے ان سے جھگڑانہ کرے اسی میں ان کا بھلا ہے اللہ تعالیٰ حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بحث مزارات اولیاء اللہ پر گنبد بنانا

مسلمان دو طرح کے ہیں ایک تو عام مومنین۔ دوسرے علماء مشائخ اولیاء اللہ جن کی تعظیم و توقیر در حقیقت اسلام کی تعظیم ہے۔ عامتہ المسلمین کی قبروں کو پختہ بنانا یا ان پر قبہ وغیرہ بنانا چونکہ بے فائدہ ہے اس لئے منع ہے ہاں اس پر مٹی وغیرہ ڈالتے رہنا تا کہ اس کا نشان نہ مٹ جائے فاتحہ وغیرہ پڑھی جاسکے جائز ہے۔ اور علماء مشائخ عظام اولیاء اللہ جن کے مزارات پر خلقت کا ہجوم رہتا ہے لوگ وہاں بیٹھ کر قرآن خوانی و فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں ان کے آسائش اور صاحب قبر کی اظہار عظمت کے لئے اس کے آس پاس سایہ کے لئے قبہ وغیرہ بنانا شرعاً جائز بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے اور جن عوام مومنین کی قبریں پختہ بنانا یا ان پر قبہ بنانا منع ہے اگر ان کی قبریں پختہ بن گئی ہوں تو ان کو گرانا حرام ہے پہلے مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے آخر کے دو مسئلوں میں اختلاف اس لئے ہم اس بحث کے دو باب کرتے ہیں۔ پہلے باب میں تو اس کا ثبوت۔ دوسرے باب میں مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات۔

پہلا باب

مزارات اولیاء اللہ پر عمارت کا ثبوت

اس جگہ تین امور ہیں ایک تو خود قبر کو پختہ کرنا دوسرے قبر ولی کو قدر سنت یعنی ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا۔ تیسرے قبر کے آس پاس عمارت بنادینا۔ پھر قبر کو پختہ کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت سے ملا ہوا ہے اس کو پختہ بنانا دوسرے قبر کا بیرونی حصہ جو کہ اوپر نظر آتا ہے اس کو پختہ کرنا۔

قبر کے اندرونی حصہ کو پختہ اینٹ سے پختہ کرنا۔ وہاں لکڑی لگانا منع ہے ہاں اگر وہاں پتھر یا سینٹ لگایا جاوے تو جائز ہے کیونکہ لکڑی اور اینٹ میں آگ کا اثر ہے۔ قبر کا بیرونی حصہ پختہ بنانا عامتہ المسلمین کے لئے منع ہے اور خاص علماء و مشائخ کے لئے جائز ہے۔ قبر کا تعویذ ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا منع ہے اور اگر آس پاس چبوترہ اونچا کر کے اس پر تعویذ بقدر ایک ہاتھ کیا تو جائز ہے۔ قبر کے آس پاس یا قبر کے قریب کوئی عمارت بنانا عامتہ المسلمین کی قبروں پر تو منع ہے۔ اور فقہاء و علماء کی قبروں پر جائز۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب الدفن میں بروایت ابو داؤد ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن فرمایا تو ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر نصف فرمایا۔ اور فرمایا کہ اعلم بہا قبر اخی وادفن الیہ من مات من اہلی ہم اس سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگائیں گے اور اسی جگہ اپنے اہل بیت کے مردوں کو دفن کریں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز باب دفن بیت الفضل الثانی ص ۱۳۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقاً ہے حضرت خارجہ فرماتے ہیں۔ ہم زمانہ عثمان میں تھے۔

ان اشدنا وثبة الذی یشب قبر عثمان ابن مظعون حتی یجاوزه۔

ترجمہ: ہم میں بڑا کودنے والا وہ تھا جو عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر ج ۱ ص ۲۵۷ مطبوعہ ابن کثیر بیروت و فی نسخہ ج ۱ ص ۱۸۱-۱۸۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مٹھوۃ کی روایت سے معلوم ہوا کہ عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر تھا اور بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ خود قبر عثمان کا تعویذ اس پتھر کا تھا اور دونوں روایات اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ مٹھوۃ میں جو آیا کہ قبر کے سرہانے پر پتھر لگایا اس کے معنی یہ نہیں کہ قبر سے علیحدہ سر کے قریب کھڑا کر دیا بلکہ یہ ہے کہ خود قبر میں ہی سر کی طرف اس کو لگایا یا مطلب یہ کہ قبر ساری اس پتھر کی تھی مگر سرہانے کا ذکر کیا۔ ان دونوں احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کسی خاص قبر کا نشان قائم رکھنے کے لئے قبر کچھ اونچی کر دی جاوے یا پتھر وغیرہ سے پختہ کر دی جائے تو جائز ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے۔ اس سے پہلے دو مسئلے حل ہو گئے نیز فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی زمین نرم ہو اور لوہے یا لکڑی کے صندوق میں میت رکھ کر دفن کرنا پڑے تو اس کے اندرونی حصہ میں چاروں طرف مٹی سے کھنگل کر دو۔ (دیکھو شامی اور عالمگیری وغیرہ باب دفن ایت) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کو اندر سے کچا ہونا چاہیے دو مسائل ثابت ہوئے۔

(۳) مشائخ کرام اولیاء عظام علماء کرام کی مزارات کے ارد گرد یا اس کے قریب میں کوئی عمارت بنانا جائز ہے۔ اس کا ثبوت قرآن کریم اور صحابہ کرام و علمائے المسلمین کے عمل اور علماء کے اقوال سے ہے۔ قرآن کریم نے اصحاب کھف کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہا۔ قال الذین غلبوا علی امرهم لتخذلن علیہم مسجد اودہ بولے جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ان اصحاب کھف پر مسجد بنائیں گے۔ (پارہ ۱۵ سورہ کھف آیت نمبر ۲۱) روح البیان میں اس آیت میں بنیانا کی تفسیر میں فرمایا۔ دیوارے کہ از چشم مردم پوشیدہ شود یعنی لا یعلم احد تربتہم وتكون محفوظہ من تطرق الناس کما حفظت تربت رسول الله بالخطیۃ (تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۷۴-۲۷۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) یعنی انہوں نے کہا کہ اصحاب کھف پر ایسی دیوار بناؤ جو ان کی قبر کو گھیرے اور ان کے مزارات لوگوں کے جانے سے محفوظ ہو جاویں۔ جیسے کہ حضور علیہ السلام کی قبر شریف چار دیواری سے گھیر دی گئی ہے۔ مگر یہ بات نامنتظر ہوئی تب مسجد بنائی گئی۔ مسجد کی تفسیر روح البیان میں ہے ہی صلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانہم لوگ اس میں نماز پڑھیں اور ان سے برکت لیں۔ قرآن کریم نے ان لوگوں کی باتوں کا ذکر فرمایا ایک تو اصحاب کھف کے گرد قبر اور مقبرہ بنانے کا مشورہ کرنا دوسرے ان کے قریب مسجد بنانا اور کسی باب کا انکار نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فعل جب بھی جائز تھے اور اب بھی جائز ہیں جیسا کہ کتب اصول سے ثابت ہے کہ شرائع قبلنا یلزمنا۔ حضور سید عالم ﷺ کو حضرت صدیقہ کے حجرے میں دفن کیا گیا۔ اگر یہ ناجائز تھا تو پہلے صحابہ کرام اس کو گرا دیتے۔ پھر دفن کر دیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار کھچا دی۔ پھر ولید ابن عبد الملک کے زمانہ میں سیدنا عبد اللہ ابن زبیر نے تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں اس عمارت کو نہایت مضبوط بنایا اور اس میں پتھر لگوائے چنانچہ خلاصۃ الوفا باخبار دارالمصطفیٰ مصنفہ سید سمودی دسویں فصل لیسما يتعلق بالحجرہ المنیفۃ ۱۹۶ میں ہے۔

عن عمرو ابن دینار وعبید اللہ ابن ابی زید قال لا یکن علی عہد النبی ﷺ حائط فکان اول من بنی علیہ جدارا عمر ابن الخطاب۔ قال عبید اللہ ابن ابی زید کان جدار قصیرا ثم بناہ عبد اللہ ابن الزبیر الخ وقال الحسن البصری کنت ادخل بیوت رسول اللہ ﷺ وانا غلام مراہق اذا نال السقف بیدی وکان لكل بیت حجرۃ وکانت حجرہ من العکستہ من سعیر مربوطہ فی حشب عرعرۃ۔

ترجمہ وہی جو اوپر بیان ہو چکا۔

(خلاصۃ الوفا باخبار دارالمصطفیٰ دسویں فصل فیما يتعلق بالحجرہ المنیفۃ ص ۱۹۶)

بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب ما جاء فی قبر النبی وابی بکر و عمر میں ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ ولید ابن عبد الملک کے زمانہ میں روضہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دیوار گر گئی تو اخذوا فی بنائہ صحابہ کرام اس کے بنانے میں مشغول ہوئے۔

فیدت لهم قدم ففزعوا و ظنوا انها قدم للنبي عليه السلام حتى قال لهم عروة لا والله ما هي قدم النبي عليه السلام ما هي الا قدم عمر۔

ترجمہ: ایک قدم ظاہر ہو گیا تو لوگ گھبرا گئے اور سمجھے کہ یہ حضور علیہ السلام کا قدم پاک ہے۔ حضرت عروہ نے کہا اللہ کی قسم یہ حضور علیہ السلام کی قدم نہیں ہے یہ حضرت فاروق کا قدم ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما جاء في قبر النبي و ابی بکر و عمر ج ۱ ص ۱۸۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)
جذب القلوب الی دیار المحبوب میں شیخ عبد الحق فرماتے ہیں کہ ۵۵۰ھ میں جمال الدین اصفہانی نے علماء کرام کی موجودگی میں صندل کی لکڑی کی جالی اس دیوار کے آس پاس بنائی اور ۵۵۷ھ میں بعض عیسائی عابدوں کی شکل میں مدینہ منورہ آئے اور سرنگ لگا کر کر نعلین مبارک کو زمین سے نکالنا چاہا۔ حضور علیہ السلام نے تین بار بار شاہ کو خواب میں فرمایا۔ لہذا بادشاہ نے ان کو قتل کرایا اور روضہ کے آس پاس پانی تک بنیاد کھود کر سیہ لگا کر اس کو بھردیا پھر ۶۷۸ھ میں سلطان قلاؤں صالحی نے یہ گنبد سبز جواب تک موجود ہے بنوایا۔

انہا عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ روزہ مطرہ صحابہ کرام نے بنوایا تھا اگر کوئی کہے کہ یہ تو حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے تو کہا جاوے گا کہ اس روضہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ بھی دفن ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دفن ہوں گے لہذا یہ خصوصیت نہ رہی۔ بخاری جلد اول کتاب الجنائز اور مشکوٰۃ باب البرکات علیہا لیت میں ہے کہ حضرت امام حسن ابن حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

ضربت امراته القبة علی قبره سنة۔

ترجمہ: تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الجریڈ علی القبر ج ۱ ص ۳۳۶ مطبوعہ ابن کثیر بیروت و فی نسخہ ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)
یہ بھی صحابہ کرام کے زمانہ میں سب کی موجودگی میں ہوا۔ کسی نے انکار نہ کیا۔ نیز ان کی بیوی ایک سال تک وہاں رہیں۔ پھر گھر واپس آئیں۔ جیسا کہ اسی حدیث میں ہے۔ اس سے بزرگوں کی قبروں پر مجاوروں کا بیٹھنا بھی ثابت ہوا۔

یہاں تک تو قرآن و حدیث سے ثابت ہوا۔ اب فقہاء محدثین اور مفسرین کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

روح البیان جلد ۳ پارہ ۳ ازیر آیت (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) انما یعمر مسجد الله من امن بالله میں ہے۔

فبناء قباب علی قبور العلماء و الاولیاء و الصلحاء امر جائز اذا كان القصد بذلك التعظیم فی اعین العامة حتی لا یحتقروا صاحب هذا القبر۔

ترجمہ: علماء اور اولیاء صالحین کی قبروں پر عمارات بنانا جائز کام ہے جبکہ اس سے مقصود ہو لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا تاکہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ جانیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مرقات شرح مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب دفن لیت میں ہے۔

قد اباح السلف البناء علی قبور المشائخ و العلماء المشہورین لیروهم الناس و یستر یحوا بالجلوس۔

ترجمہ: پہلے علماء نے مشائخ اور علماء کی قبروں پر عمارات بنانا جائز فرمایا ہے تاکہ ان کی لوگ زیارت کریں۔ اور وہاں بیٹھ کر آرام پائیں۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ باب دفن لیت ج ۳ ص ۶۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں۔

در آخر زمان بجہت اتقصار نظر عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشائخ و عظماء ویدہ چیز ہا افزودند تا آنجا بہت وشوکت اہل اسلام و اہل صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہند کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند۔ و ترویج و اعلاء شان ایں مقامات باعث رعب و اقتیاد ایشان است و بسیار اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ اند در آخر زمان از مستحبات گشتہ۔

ترجمہ: آخر زمان میں چونکہ عام لوگ محض ظاہر بین رہ گئے۔ لہذا مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر زیادتی کر دی تاکہ مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی ہیبت ظاہر ہو خاکر ہندوستان میں کہ یہاں ہندو اور کفار بہت سے دشمنان دین ہیں ان مقامات کی اعلان شان کفار کے رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہو گئے۔

(سفر السعادت باب زیارۃ القبور ص ۲۷۲ مطبوعہ نوریہ رضویہ)

شامی جلد اول باب الدفن میں ہے۔

وقیل لایکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات۔

ترجمہ: کہ اگر میت مشائخ اور علماء اور سادات کرام میں سے ہو تو اس کی قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں ہے۔

(رد المحتار کتاب البجائز مطلب فی دفن لیت ج ۱ ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

در مختار میں اسی باب الدفن میں ہے۔ لایرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وهو المختار قبر پر عمارت نہ بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی قول پسندیدہ ہے۔

(رد المحتار کتاب البجائز مطلب فی دفن لیت ج ۱ ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ شامی اور در مختار نے عمارت کے جواز کو قیل سے بیان کیا۔ اس لئے یہ قول ضعیف ہے لیکن یہ صحیح نہیں فقہ میں قیل علامت ضعف نہیں۔ اور بعض جگہ ایک مسئلہ میں دو قول بیان کرتے ہیں اور دونوں قیل سے۔ ہاں منطق میں قیل علامت ضعف ہے۔ قیل کی مکمل بحث اذان قبر کے بیان میں دیکھو۔

طحاوی علی مرقی الفلاح صفحہ ۳۳۵ میں ہے۔

وقد اعتاد اہل المصر وضع الاحجار حفظاً للقبور عن الانداس والنبش ولا باس بہ وفي الدور ولا یجصص ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ هو المختار۔

ترجمہ: مصر کے لوگ قبروں پر پتھر رکھنے کے عادی ہیں۔ تاکہ وہ مٹنے اکڑنے سے محفوظ رہیں اور قبر کو کچ نہ کی جاوے نہ کھنڈ کی جاوے نہ اس پر عمارت بنائی جاوے اگر کہا گیا کہ جائز ہے اور یہی مختار ہے۔

(طحاوی علی مرقی الفلاح صفحہ ۳۳۵)

میزان کبریٰ آخر جلد اول کتاب البجائز میں امام شعرانی فرماتے ہیں۔

ومن ذلك قول الاثمة ان القبر لا یبنی ولا یجصص مع قول ابی حنیفہ یجوز ذلك قال الاول مشدد والثانی مخفف۔

ترجمہ: اسی سے ہے دیگر اماموں کا یہ کہنا کہ قبر پر نہ عمارت بنائی جاوے اور نہ اس کو گچ کی جاوے باوجودیکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ یہ سب جائز ہے پس پہلے قول میں سختی ہے اور دوسرے میں آسانی۔

(میزان کبریٰ آخر جلد اول کتاب البنا تزج ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اب تو زرجسری ہوگئی کہ خود امام مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان مل گیا کہ قبر پر قبہ وغیرہ بنانا جائز ہے۔ الحمد للہ کہ قرآن وحدیث اور فقہی عبارات بلکہ خود امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان پاک سے ثابت ہو گیا کہ اولیاء علماء کی قبور پر گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔ عقل بھی یہ ہی چاہتی ہے کہ یہ جائز ہو چند وجود سے اولاً تو یہ دیکھا گیا ہے کہ عام کچی قبروں کا عوام کی نگاہ میں نہ ادب ہوتا ہے نہ احترام اور نہ زیادہ فاتحہ خوانی نہ کچھ اہتمام بلکہ لوگ پیروں سے اس کو روندتے ہیں۔ اور اگر کسی قبر کو پختہ دیکھتے ہیں خلاف وغیرہ پڑا ہوا پاتے ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے اس سے بچ کر نکلتے ہیں اور خود بخود فاتحہ کو ہاتھ اٹھ جاتا ہے اور مشکوٰۃ باب الدفن میں اور مرقات میں ہے کہ مسلمان کا زندگی اور بعد موت یکساں ادب چاہیے۔ اسی طرح فقہاء فرماتے ہیں کہ قبر سے اتنی دور بٹھے جتنی دور کہ صاحب قبر کی زندگی میں اس سے بیٹھتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ میت کا احترام بقدر زندگی کے احترام کے ہے اور اولیاء اللہ تو زندگی میں واجب التعظیم تھے۔ لہذا بعد موت بھی اور قبر کی عمارت اس تعظیم کا ذریعہ ہے لہذا کم از کم مستحب ہے۔ دوسرے اس لئے کہ جس طرح تمام عمارات میں سرکاری عمارتیں یا کہ مساجد ممتاز رہتی ہیں کہ ان کو پہچان کر لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ علماء کو چاہیے کہ اپنی وضع قطع لباس صورت اہل علم کا سار کھیں تاکہ لوگ ان کو پہچان کر مسائل دریافت کریں۔ اسی طرح چاہیے کہ علماء و مشائخ کے قبور عام قبروں سے ممتاز رہیں تاکہ لوگ پہچان کر ان سے فیض لیں۔ تیسرے اس لئے کہ مقابر اولیاء اللہ شعائر اللہ ہیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے تفسیر روح البیان کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں اور شعائر اللہ کا ادب ضروری ہے قرآن سے ثابت ہے لہذا قبروں کا ادب چاہیے۔ ادب کے ہر ملک اور ہر زمانہ میں علیحدہ طریقے ہوتے ہیں۔ جو طریقہ بھی ادب کا خلاف اسلام نہ ہو وہ جائز ہے حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں قرآن پاک ہڈیوں اور چمڑے پر لکھا تھا۔ مسجد نبوی کچی تھی اور چھت میں کھجور کے پتے تھے جو بارش میں ٹپکتی تھی۔ مگر بعد کے زمانہ میں مسجد نبوی نہایت شاندار و روضہ رسول اللہ ﷺ بہت اہتمام سے بنائے گئے اور قرآن کو اچھے کاغذ پر چھاپہ گیا۔

در مختار کتاب الکراہیت فصل فی البیوع میں ہے۔ و جاز تجلیتہ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۳ کتاب الخطر والاباحہ فصل فی البیوع مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کے ماتحت شامی میں ہے ای بالذهب والفضۃ یعنی قرآن کریم کو چاندی سونے سے آراہستہ کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں ان کی تعظیم ہے۔ جیسا کہ مسجد کو نقشین کرنا۔ اسی طرح صحابہ کرام کے زمانہ میں حکم تھا کہ قرآن کو آیات اور رکوع اور اعراب سے خالی رکھو۔ لیکن اس زمانہ کے بعد چونکہ ضرورت درپیش ہوئی۔ یہ تمام کام جائز بلکہ ضروری ہو گئے۔ شامی میں اسی جگہ ہے۔

وما روی عن ابن مسعود جرد القرآن کان فی ومنہم وکم من ششی یختلف باختلاف الزمان والمکان۔

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن کو اعراب وغیرہ سے خالی رکھو یہ اس زمانہ میں تھا۔ اور بہت سی چیزیں زمانہ اور جگہ بدلنے سے بدل جاتی ہیں۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۳ کتاب الخطر والاباحہ فصل فی البیوع مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی مقام پر شامی (رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۳۷۲ کتاب الخطر والاباحہ فصل فی البیع مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) میں ہے کہ قرآن کو چھوٹا کر کے نہ چھاپو یعنی حائل نہ بناؤ بلکہ اس کا قلم موٹا ہو۔ حرف کشادہ ہوں تقطیع بڑی ہو یہ سارے احکام کیوں ہیں؟ صرف قرآن کی عظمت کے لئے اسی طرح یہ بھی ہے اول زمانہ میں تعظیم قرآن و اذان و اقامت پر اجرت لینا حرام تھا حدیث و فقہ میں موجود ہے مگر بعد کو ضرورت پڑا جائز کیا گیا۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں خود زندہ لوگوں کو پختہ مکان بنانے کی ممانعت تھی۔ ایک صحابی نے پختہ مکان بنایا تو حضور علیہ السلام ناراض ہوئے یہاں تک کہ ان کے سلام کا جواب نہ دیا جب اس کو گرا دیا۔ تب جواب سلام دیا (دیکھو مشکوٰۃ کتاب الرقاق فصل الثانی ص ۴۴۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) اسی مشکوٰۃ کتاب الرقاق میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اذالم یبارک للعباد فی مالہ جعلہ فی الماء والطین جب بندے کے مال میں بے برکتی ہوتی ہے تو اس کو اینٹ گارے میں خرچ کرتا ہے (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرقاق الفصل الثالث ص ۴۴۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) لیکن ان احکام کے باوجود عام مسلمانوں نے بعد میں پختہ مکان بھی بنائے اور مسجدیں بھی۔ تعجب ہے کہ جو حضرات اولیاء اللہ کی قبروں کے پختہ کرنے یا ان پر قبہ بنانے کو حرام کہتے ہیں وہ اپنے مکان کیوں عمدہ اور پختہ بناتے ہیں۔ انہوں نے بعض الکتاب و تکفرون ببعض (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۸۵) کیا بعض حدیثوں پر ایمان ہے اور بعض کا انکار۔ اللہ سمجھ دے۔ چوتھے اس لئے کہ اولیاء اللہ کی مقابر کا پختہ ہونا۔ ان پر عمارات قائم ہونا۔ تبلیغ اسلام کا ذریعہ ہے۔ اجمیر شریف وغیرہ میں دیکھا گیا ہے کہ مسلمانوں سے زیادہ وہاں ہندو اور دیگر کفار زیارت کو جاتے ہیں بہت سے ہندوؤں اور رافضیوں کو میں نے دیکھا کہ خواجہ صاحب کی دھوم دھام دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

ہندوستان میں اب کفار مسلمانوں کے ان اوقاف پر قبضہ کر رہے ہیں جن میں کوئی علامت نہ ہو۔ بہت سی مسجدیں، خانقاہیں، قبرستان بے نشان ہو کر ان کے قبضے میں پہنچ گئے اگر قبرستان کی ساری قبریں کھجی ہوں تو وہ کچھ دن میں گر کر برابر ہو جاتی ہیں اور سادہ زمین پر کفار قبضہ جما لیتے ہیں لہذا اب سخت ضرورت ہے کہ ہر قبرستان میں کچھ قبریں پختہ ہوں تاکہ ان سے اس زمین کا قبرستان ہونا بلکہ اس کے حدود معلوم رہیں۔

میں نے اپنے وطن میں خود دیکھا کہ مسلمانوں کے دو قبرستان بھر چکے تھے ایک میں بجز دو تین قبروں کے ساری قبریں کھجی تھیں۔ دوسرے قبرستان کے کچھ حصہ میں پختہ قبریں بھی تھیں۔ مسلمان فقیروں نے یہ دونوں قبرستان خفیہ طور پر فردخت کر دیئے جس پر مقدمہ چلا۔ پہلا قبرستان تو سوائے پختہ قبروں کے مکمل طور پر مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ کیونکہ حکام نے اسے سفید زمین مانا۔ دوسرے قبرستان کا آدھا حصہ جہاں تک پختہ قبریں تھیں مسلمانوں کو ملا۔ باقی وہ حصہ جس میں ساری قبریں کھجی تھیں اور مٹ چکی تھیں کفار کے پاس پہنچ گئے۔ کیونکہ اس قبرستان کے حدود پختہ قبروں کی حد سے قائم کئے گئے باقی کا بیعتنامہ درست مانا گیا۔ اس سے مجھے پتہ لگا کہ اب ہندوستان میں کچھ قبریں پختہ ضرور بنوانی چاہئیں کیونکہ یہ بقاء وقف کا ذریعہ ہیں جیسے مسجد کے لئے مینارے۔

ماہ جولائی ۱۹۶۰ء کے اخبارات میں مسلسل یہ خبر شائع ہو رہی ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب کے پیر سید احمد صاحب بریلوی کی قبر جو بالا کوٹ میں واقع ہے شکستہ حالت میں ہے اس کی مرمت کی جاوے گی اور اس پر گنبد وغیرہ تعمیر کیا جاوے گا۔ سبحان اللہ سید احمد صاحب جنہوں نے عمر پھر مسلمانوں کی قبریں ڈھائیں اب خود ان کی قبر پر گنبد بنے لاکھ مسلمان شریک تھے اس عمارت پر ۷۵ لاکھ روپیہ خرچ ہوگا اس تقریب میں دیوبندیوں کے پیشوا مولوی احتشام الحق نے بھی شرکت کی۔ ان کی تقریر راولپنڈی کے جنگ ۱۲ اگست ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی آپ نے بہت خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ مبارک ہو کہ بانی انقلاب آج بانی پاکستان کی قبر پر سنگ بنیاد رکھ رہا ہے اب تک

پاکستان کی حکومتوں نے اس مبارک کام میں بہت سستی کی تھی۔ مسلمانو! یہ ہیں وہ دیوبندی جو اب تک مسلمانوں کی قبریں اکھڑاتے تھے جنہوں نے نجدی حکومت کو مبارک باد کے تار دیئے تھے کہ اس نے صحابہ و اہل بیت کی قبریں اکھڑ دیں آج قائد اعظم کی قبر پر گنبد وغیرہ تعمیر ہونے پر مبارک باد دے رہے ہیں۔ ان کا کتابی مذہب اور ہے۔ زبانی مذہب اور عملی مذہب کچھ اور چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی۔ بہر حال مزار پر گنبد کے دیوبندی بھی قائل ہو گئے۔

دوسرا باب

عمارت قبور پر اعتراضات کے جوابات میں

مخالفین کے اس مسئلہ پر صرف دو ہی اعتراض ہیں اول تو یہ کہ مشکوٰۃ باب الدفن میں بروایت مسلم ہے۔

اعتراض (۱).....: نہی رسول اللہ ﷺ ان یجصص القبور وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے منع فرمایا اس سے کہ قبروں پر گچ کی جاوے اور اس سے کہ اس پر عمارت بنائی جاوے اور اس سے کہ اس پر بیٹھا جاوے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الدفن علی لیت الفصل الاول ص ۱۳۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

نیز عام فقہاء فرماتے ہیں کہ بکرمہ البناء علی القبور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین کام حرام ہیں قبر کو پختہ بنانا۔ قبر پر عمارت بنانا اور قبر پر مجاور بن کر بیٹھنا۔

جواب:- قبر کو پختہ کرنے سے منع ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت کی طرف ہے اس کو پختہ کیا جاوے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا۔ ان یجصص القبور یہ نہ فرمایا گیا علی القبور دوسرے یہ کہ عامۃ المسلمین کی قبور پختہ کی جاویں کیونکہ یہ بے فائدہ ہے تو معنی یہ ہوئے کہ ہر قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا۔ تیسرے یہ کہ قبر کو سجاوٹ تکلیف یا فخر کے لئے پختہ کیا۔ یہ تینوں صورتیں منع ہیں اور اگر نشان باقی رکھنے کے لئے کسی ولی اللہ کی قبر پختہ کی جاوے تو جائز ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پختہ پتھر کی بنائی۔ جیسا کہ پہلے باب میں عرض کیا گیا۔ لمعات میں اسی ان یجصص القبور کے ماتحت ہے لما فیہ من الزینۃ والتکلیف کیونکہ اس میں محض سجاوٹ اور تکلیف ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر اس لئے نہ ہو تو جائز ہے ان یبنی علیہ یعنی قبر پر عمارت بنانا منع فرمایا۔ اس کے بھی چند معنی اولاً تو یہ کہ خود قبر پر عمارت بنائی جاوے اس طرح کہ قبر دیوار میں شامل ہو جاوے۔ چنانچہ شامی باب الدفن میں ہے۔

وتکرہ الزیادۃ علیہ لما فی المسلم۔ نہی رسول اللہ علیہ السلام ان یجصص القبر وان یبنی علیہ۔

ترجمہ: قبر کو ایک ہاتھ سے اونچا کرنا منع ہے کیونکہ مسلم میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر کچھ بنانے سے منع فرمایا۔ (رد المحتار کتاب الجنازہ مطلب فی دفن لیت ج ۱ ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

در مختار اسی باب میں ہے وتکرہ الزیادۃ علیہ من التراب لانه بمنزلة البناء قبر پر مٹی زیادہ کرنا منع ہے کیونکہ یہ عمارت بنانے کے درجہ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر بنانا یہ ہے کہ قبر دیوار میں آ جاوے اور گنبد بنانا یہ حول البقر یعنی قبر کے ارد گرد بنانا ہے یہ ممنوع نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ حکم عامۃ المسلمین کے لئے قبروں کے لئے ہے۔ تیسرے یہ کہ اس بنانے کی تفسیر خود دوسری حدیث نے کر دی جو کہ

مكثوة باب المساجد میں ہے۔

اللهم لا تجعل قبري ولنا بعد اشتد غضب الله على قوم ن اتخذوا قبور انبياءهم مسجداً۔
ترجمہ: اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کی جاوے اس قوم پر خدا کا سخت غضب ہے جس نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنالیا۔

(مکثوة المصاحح الفصل الاول ص ۷۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قبر کو مسجد بنانا اس پر عمارت بنا کر اس طرف نماز پڑھنا حرام ہے یہ ہی اس حدیث سے مراد ہے۔ قبروں پر کیا نہ بناؤ مسجد۔ قبر کو مسجد بنانے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی عبادت کی جاوے۔ یا کم از کم اس کو قبلہ بنا کر اس کی طرف سجدہ کیا جاوے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

قال البيضاوي لما كانت اليهود والنصارى يسجدون لقبور الانبياء تعظيماً لشانهم و يجعلونها قبلة يتوجهون في الصلوة نحوها و اتخذوها اولئانا لعنهم ومنع المسلمون عن مثل ذلك۔
ترجمہ: بیضاوی نے فرمایا کہ جبکہ یہود و نصاریٰ پیغمبروں کی قبروں کو تعظیماً سجدہ کرتے تھے اور اس کو قبلہ بنا کر اس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور ان قبور کو انہوں نے بت بنا کر رکھا تھا لہذا اس پر حضور علیہ السلام نے لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا گیا۔

یہ حدیث معترض کی پیش کردہ حدیث کی تفسیر ہو گئی۔ معلوم ہو گیا کہ قبہ بنانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ قبر کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا۔ چوتھے یہ کہ یہ ممانعت حکم شرعی نہیں ہے۔ بلکہ زہد و تقویٰ کی تعلیم ہے جیسے کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے کہ رہنے کے مکانات کو پختہ کرنے سے بھی روکا گیا۔ بلکہ گرا دیئے گئے پانچواں یہ کہ جب بنانے والے کا یہ اعتقاد ہو کہ اس عمارت سے میت کو راحت یا فائدہ پہنچتا ہے تو منع ہے کہ غلط خیال ہے اور اگر زائرین کی آسائش کے لئے عمارت بنائی جاوے تو جائز ہے۔

ہم نے یہ تو جہیں اس لئے کہیں کہ بہت سے صحابہ کرام نے خاص خاص قبروں پر عمارت بنائی ہیں یہ فعل سنت صحابہ ہے چنانچہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی قبر انور کے گرد عمارت بنائی۔ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر خوبصورت عمارت بنائی۔ حسن ثنی کی بیوی نے پانے شوہر کی قبر پر قبہ ڈالا جس کو ہم بحوالہ مکثوة باب البرکاء سے نقل کر چکے۔ زوجہ حسن ثنی کے اس فعل کے ماتحت ملا علی قاری مرقات شرح مکثوة باب البرکاء میں فرماتے ہیں۔

الظاهر انه لا اجتماع الاحباب للذكر والقراءة وحضور الاصحاب للدعاء بالمغفرة والرحمة اما حمل فعلها على العبث المكروه فغير لائق لصنيع اهل البيت۔

ترجمہ: ظاہر یہ ہے کہ یہ قبور دوستوں اور صحابہ کے جمع ہونے کے لئے تھا تا کہ ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کریں اور دعائے مغفرت کریں لیکن ان بی بی کے اس کام کو معص بے فائدہ بنانا جو کہ مکروہ ہے یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب الجہان والبرکاء علی لیت الفصل الثالث تحت رقم الحدیث ۷۳۹ ص ۲۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

صاف معلوم ہوا کہ فلا فائدہ عمارت بنانا منع اور زائرین کے آرام کے لئے جائز ہے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر پر قبہ بنایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر اور حضرت محمد ابن حنیفہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر پر قبہ بنایا۔ مفتی شرح موطاء امام مالک میں ابو عبد سلیمان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وضربه عمر علی قبر زینب بنت جحش و ضربته عائشة علی قبر اخيها عبدالرحمن و ضربه محمد ابن الحنفية علی قبر ابن عباس و انما كرهه لمن ضربه علی وجه السمعة و المباهات۔

ترجمہ: حضرت عمر نے زینب حبش کی قبر پر قبہ بنایا حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر قبہ بنایا محمد ابن حنیفہ (ابن علی رضی اللہ عنہما) نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر قبہ بنایا رضی اللہ عنہم اور جس نے قبہ بنانا مکروہ کہا ہے تو اس کے لئے کہا جو کہ اس کو فخر دریا کے لئے بنائے۔

بدائع الصنائع جلد اول صفحہ ۳۲۰ میں ہے۔

روي ان ابن عباس لم مات بالطائف صلى عليه محمد ابن حنفية وجعل قبره مسنما و ضرب عليه فسطاطا۔

ترجمہ: جبکہ وظائف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا تو ان پر محمد ابن حنیفہ نے نماز پڑھی اور ان کی قبر ڈھلوان بنائی اور قبر پر قبہ بنایا۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۲۰ مطبوعہ مصر)

یعنی شرح بخاری میں ہے ضربہ محمد ابن حنیفہ علی قبر ابن عباس ان صحابہ کرام نے یہ فعل کئے اور سہاری امت روضہ رسول علیہ السلام پر جاتی رہی۔ کسی محدث کسی فقیہ کسی عالم نے اس روضہ پر اعتراض نہ کیا لہذا اس حدیث کی وہ ہی تو جیہیں کی جاویں جو کہ ہم نے کیں۔ قبر پر بیٹھنے کے معنی ہیں قبر پر چڑھ کر یہ منع ہے نہ کہ وہاں مجاور بننا۔ مجاور بننا تو جائز ہے۔ مجاور اسی کو تو کہتے ہیں جو قبر کا انتظام رکھے کھولنے بند کرنے کی چابی اپنے پاس رکھے وغیرہ وغیرہ یہ صحابہ کرام سے ثابت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں کی والدہ حضور علیہ السلام کی قبر انور کی منظمہ اور چابی والی تھیں۔ جب صحابہ کرام کو زیارت کرنی ہوتی تو ان سے ہی کھلوا کر زیارت کرتے۔ دیکھو مشکوٰۃ باب الدفن۔ آج تک روضہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مجاور رہتے ہیں کسی نے ان کو نا جائز نہ کہا۔

اعتراض (۲).....: مشکوٰۃ باب الدفن میں ہے۔

وعن ابی ہیا ج ن الاسدی قال قال لی علی الا ابعثک علی ما بعثنی رسول اللہ علیہ السلام ان لاتدع تمثالا الا طمستہ ولا قبراً مشرفاً الا سويتہ۔

ترجمہ: ابوہیا ج اسدی سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھ کو حضور علیہ السلام نے بھیجا تھا وہ یہ کہ تم کوئی تصویر نہ چھوڑو مگر مٹا دو اور نہ کوئی اونچی قبر مگر اس کو برابر کر دو۔

(مشکوٰۃ الصنائع باب الدفن علی لیت الفصل الاول ص ۱۲۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب الجریۃ علی القبر میں ہے۔

ورای ابن عمر قسطاطا علی قبر عبدالرحمن فقال انزعہ یا غلام فانما یظللہ عملہ۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالرحمن کی قبر پر خیمہ دیکھا پس آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے اس کو علیحدہ کر دو کیونکہ ان پر ان کے عمل سایہ کر رہے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب الجریۃ علی القبر ج ۱ ص ۱۸۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کسی قبر پر عمارت بنی ہو یا قبر اونچی ہو تو اس کو گرا دینا چاہیے۔

نوٹ ضروری:- اس حدیث کو آڑ بنا کر نجدی وہابیوں نے صحابہ کرام اور اہل بیت کے مزارات کو گرا کر زمین کے ہموار کر دیا۔

جواب:- جن قبروں کو گرا دینے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہے وہ کفار کی قبریں تھیں۔ نہ کہ مسلمین کی۔ اس کی چند وجہ ہیں۔
اولاً تو یہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو اس کام کے لئے بھیجتا ہوں۔ جس کے لئے مجھے حضور علیہ السلام نے بھیجا۔
حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جن قبروں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گرایا وہ مسلمانوں کی قبریں نہیں ہو سکتیں۔

کیونکہ ہر صحابی کے دفن میں حضور علیہ السلام شرکت فرماتے تھے۔ نیز صحابہ کرام کوئی کام بھی حضور علیہ السلام کے بغیر مشورہ کے نہ کرتے تھے لہذا اس وقت جس قدر قبور مسلمین بنیں۔ وہ یا تو حضور کی موجودگی کی یا آپ کی اجازت سے تو وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو کہ ناجائز بن گئیں اور ان کو مٹانا پڑا۔ عیسائیوں کی قبور اونچی ہوتی تھیں۔ بخاری شریف صفحہ ۶۱ مسجد نبوی کی تعمیر کے بیان میں ہے۔
امر النبی علیہ السلام بقبور المشرکین فبشت۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے مشرکین کی قبروں کا حکم دیا پس اکھڑ دی گئیں۔

(صحیح البخاری باب حل تبش قبور مشرکی الجاہلیہ - ویتخذ مکانھا مساجد؟ ج ۱ ص ۶۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری شریف جلد اول صفحہ ۶۱ میں ایک باب باندھا باب هل ینبش قبور مشرکی الجاہلیہ کیا مشرکین زمانہ جاہلیت کی قبریں اکھڑ دی جاویں اسی کی شرح میں حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری جلد دوم صفحہ ۲۶ میں فرماتے ہیں۔

ای دون غیرھا من قبور الانبیاء واتباعھم لما فی ذلک اھانة لھم۔

ترجمہ: یعنی ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں ان کی اہانت ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

وفی الحدیث جواز تصرف فی المقبرة المملوكة وجواز نبش قبور الدارسة اذا لم یکن محومة۔
ترجمہ: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جو قبرستان ملک میں آگیا اس میں تصرف کرنا جائز ہے اور پرانی قبریں اکھاڑ دی جاویں بشرطیکہ محترمہ نہ ہوں۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس حدیث اور اس کی شرح نے مخالف کی پیش کردہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کردی کہ مشرک کی قبریں گرائی جاویں۔ دوسرے اس لئے کہ اس میں قبر کے ساتھ فوٹو کا کیوں ذکر ہے۔ مسلمان کی قبر پر فوٹو کہاں ہوتا ہے؟ معلوم ہوا کہ کفار کی قبریں ہی مراد ہیں۔ کیونکہ ان کی قبروں پر میت کا فوٹو بھی ہوتا ہے۔ تیسرے اس لئے کہ فرماتے ہیں کہ اونچی قبر کو زمین کے برابر کر دو اور مسلمان کی قبر کے لئے سنت ہے کہ زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے۔ اس کو بالکل پیوند زمین کرنا خلاف سنت ہے۔ ماننا پڑے گا کہ یہ قبور کفار تھیں ورنہ تعجب ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو اونچی قبریں اکھڑوائیں اور ان کے فرزند محمد ابن حنیفہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر قبہ بنائیں۔ اگر کسی مسلمان کی قبر اونچی بن بھی گئی۔ تب بھی اس کو نہیں اکھڑ سکتے کیونکہ اس میں مسلمان کی توہین ہے۔ اولاً اونچی نہ بناؤ۔ مگر جب بن جائے۔ تو نہ مٹاؤ۔ قرآن پاک چھوٹا سا زچھا پنا منع ہے دیکھو شامی کتاب الکراہیت۔ مگر جب چھپ گیا تو اس کو پھینکو نہ جلاؤ۔ کیونکہ اس میں قرآن کی بے ادبی ہے احادیث میں وارد ہے کہ مسلمان کی قبر پر بیٹھنا وہاں پاخانہ کرنا۔ وہاں جوتہ سے چلنا ویسے بھی اس پر چلنا پھرنا منع ہے مگر افسوس کہ نجدی نے صحابہ کرام کے مزارات گرائے اور معلوم ہوا ہے کہ اب جدہ میں انگریز عیسائیوں کی اونچی اونچی قبریں برابر بن رہی ہیں

صدق رسول اللہ ﷺ یقتلون اهل الاسلام ویتروكون اهل الاصنام ہر ایک کو اپنی جنس سے محبت ہوتی ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے سند لانا محض بے جا ہے وہ تو خود فرما رہے ہیں کہ میت پر اعمال کا سایہ کافی ہے جس سے معلوم ہوا کہ اگر میت پر سایہ کرنے کے لئے قبہ بنایا تو جائز ہے۔ یعنی شرح بخاری اسی حدیث ابن عمر کے ماتحت فرماتے ہیں۔
وہی اشارة الى ان ضرب القسطاط لغرض صحيح كالتستر من الشمس مثلاً للاحياء لا لاضلال الميت جاز۔

ترجمہ: ادھر اشارہ ہے کہ قبر پر صحیح غرض کے لئے خیمہ لگانا جیسے کہ زندوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے نہ کہ میت کو سایہ کرنے کے لئے جائز ہے۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری باب الجریۃ علی القبر ج ۸ ص ۱۸۳)

اس کا تجربہ خود مجھ کو اس طرح ہوا کہ میں ایک دفعہ دوپہر کے وقت ایک گھنٹہ کے لئے سیالکوٹ گیا۔ بہت شوق تھا کہ ملا عبد الحکیم فاضل سیالکوٹی علیہ الرحمۃ کے مزار پر قاتحہ پڑھوں۔ کیونکہ ان کے حواشی دیکھنے کا اکثر مشغلہ رہا وہاں پہنچا۔ قبر پر کوئی سائبان نہ تھا۔ زمین گرم تھی دھوپ تیز تھی بمشکل تمام چند آیات پڑھ کر فوراً رہاں سے ہٹا پڑا۔ جذبہ دل دل ہی میں رہ گیا۔ اس دن معلوم ہوا کہ مزارات پر عمارات بہت فائدہ مند ہیں۔ تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت اذیبا یعونک تحت الشجرة (پارہ ۲۶ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۱۸) ہے کہ بعض مغرور لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ آج کل لوگ انبیاء اللہ کی قبروں کی تعظیم کرتے ہیں لہذا ہم ان قبروں کو گرائیں گے تاکہ یہ لوگ دیکھ لیں کہ اولیاء اللہ میں کوئی قدرت نہیں ہے ورنہ وہ اپنی قبروں کو گرنے سے بچا لیتے۔

فاعلم ان هذا الصنيع كفر صراح ماخوذ من قول فرعون ذروني اقتل موسى وليدع ربه اني اخاف ان يبدل دينكم او ان يظهر في الارض الفساد۔

ترجمہ: تو جان لو کہ یہ کام خالص کفر ہے فرعون کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ چھوڑ دو مجھ کو میں موسیٰ کو قتل کر دوں وہ اپنے خدا کو بلا لے میں خوف کرتا ہوں کہ تمہارا دین بدل دے گا یا زمین میں فساد پھیلا دے گا۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۴۲-۴۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مجھ سے ایک بار کسی نے کہا کہ اگر اولیاء اللہ یا صحابہ کرام میں کچھ طاقت تھی تو نجدی وہابیوں سے اپنی قبروں کو کیوں نہ بچایا؟ معلوم ہوا کہ یہ محض مردے ہیں پھر ان کی تعظیم و توقیر کیسی؟ میں نے کہا کہ حضور علیہ السلام سے پہلے کعبہ معظمہ میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت تھے اور احادیث میں ہے کہ قریب قیامت ایک شخص کعبہ کو گرا دے گا۔ آج لاہور میں مسجد شہید گنج سکھوں کا گوردوارہ بن گئی۔ بہت سی مساجد ہیں جو کہ برباد کر دی گئیں تو اگر ہندو کہیں کہ اگر خدا میں طاقت تھی تو اس نے اپنا گھر ہمارے ہاتھوں سے کیوں نہ بچالیا۔ اولیاء اللہ یا ان کی مقابر کی تعظیم ان کی محبوبیت کی وجہ سے کی ہے۔ نہ کہ محض قدرت سے جیسے کہ مساجد اور کعبہ معظمہ کی تعظیم ابن سعود نے بہت سی مسجدیں بھی گرا دیں جیسے کہ مسجد سیدنا بلال کوہ معافر وغیرہ وغیرہ۔

بحث مزارات پر پھول ڈالنا چادریں چڑھانا چراغاں کرنا

اس بحث میں تین مسائل ہیں قبروں پر پھول ڈالنا۔ چادریں چڑھانا چراغاں کرنا علمائے اہل سنت کا فرمان ہے کہ پھول ڈالنا تو ہر مومن کی قبر پر جائز ہے خواہ ولی اللہ ہو یا گنہگار اور چادریں ڈالنا اولیاء علماء صلحاء کی قبور پر جائز عوام مسلمین کی قبور پر ناجائز کیونکہ یہ بے فائدہ ہے قبر پر چراغ جلانا اس میں تفصیل ہے عام مسلمانوں کی قبر پر تو بلا ضرورت ناجائز ہے اور ضرورتاً جائز اور اولیاء اللہ کی قبور پر صاحب مزار کی عظمت شان کے اظہار کے لئے بھی جائز ہے ضرورتیں تین ہیں یا تورات میں مردے کو دفن کرنا ہے روشنی کی ضرورت ہے جائز ہے۔ قبر راستہ کے کنارے پر ہے تو اس پر اس لئے چراغ جلادینا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے یا کوئی خبر پا کر فاتحہ پڑھے تو جائز ہے یا کوئی شخص شب میں کسی مسلمان کی قبر پر گیا وہاں کچھ قرآن وغیرہ دیکھ کر پڑھنا چاہتا ہے روشنی کرے جائز ہے اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہیں تو چراغ جلانا فضول خرچی اور اسراف ہے لہذا منع۔ مزارات اولیاء اللہ پر اگر ان میں سے کوئی ضرورت بھی نہ ہو تب بھی تعظیم ولی کے لئے جائز ہے خواہ ایک چراغ جلانے یا چند ان تینوں باتوں کا مخالفین انکار کرتے ہیں۔ اس لئے اس بحث کے دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں ان کا ثبوت اور دوسرے باب میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

پہلا باب

ان کے ثبوت میں

ہم اس سے پہلی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ اولیاء اللہ اور ان کے مزارات شعائر اللہ ہیں اور شعائر اللہ یعنی اللہ کے دین کی نشانیوں کی تعظیم کرنے کا قرآنی حکم ہے ومن بعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب (پارہ ۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۳۲) اس تعظیم میں کوئی قید نہیں ہر ملکہ ہر سے جس ملک میں اور جس زمانہ میں جو بھی جائز تعظیم مروج ہے وہ کرنا جائز ہے ان کی قبروں پر پھول ڈالنا، چادریں چڑھانا۔ چراغاں کرنا سب میں ان کی تعظیم ہے لہذا جائز ہے۔ تر پھول میں چونکہ زندگی ہے اس لئے وہ تسبیح و تہلیل کرتا ہے جس سے میت کو ثواب ہوتا ہے یا اس کے عذاب میں کمی ہوتی ہے۔ زائرین کو خوشبو حاصل ہوتی ہے لہذا یہ ہر مسلمان کی قبر پر ڈالنا جائز ہے اگر مردے کو عذاب ہو رہا ہے تو اس کی تسبیح کی برکت سے کم ہوگا اس کی اصل وہ حدیث ہے جو مشکوٰۃ باب آداب الخلاء۔ فصل اول میں ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام کا دو قبروں پر گزر رہا تھا کہ دونوں میتوں کو عذاب ہو رہا ہے ان میں ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔

ثم اخذ جریدة رطبة فشقها نصفین ثم غرز فی کل قبر واحدہ قالوا یا رسول اللہ لما صنعت هذا فقال لعلہ ان ینخف عنہما مالہم بیسا۔

ترجمہ: لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ کیوں کیا؟ فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں تب تک ان کے عذاب میں کمی رہے۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن ابی داؤد باب الاستبراء من البول ج ۱ ص ۶ رقم الحدیث ۲۰-۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی باب الشترہ عن البول ج ۱ ص ۲۸-۲۹-۳۰ رقم الحدیث ۳۱ مطبوعہ مکتبۃ المصنوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن الکبریٰ امام بیہقی باب التوفیق عن البول ج ۱ ص ۱۰۴ رقم الحدیث ۵۱۰ مطبوعہ مکتبۃ دارالبازمکۃ المکرمۃ)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۲-۳۳ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ فی التوفیق عن البول ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۱۳۰۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)، (مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۴۳ رقم الحدیث ۲۰۵۰ مطبوعہ

دارالمأمون للتراث دمشق)، (مسند اسحاق بن راہویہ ج ۱ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۲۰۷ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۹۸۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (طبرانی الاوسط عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۳۷۳۷ مطبوعہ دار الحرمین القاہرۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۱۵۴ رقم الحدیث ۴۰۴ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۲ ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۸۸ رقم الحدیث ۶۷۵۳ مطبوعہ الکتب الاسلامیۃ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوۃ ذات الرقاع من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۳۷۱-۳۷۲ ج ۲ ص ۱۳۸-۱۳۹ باب فیما طلع علیہ من احوال البرزخ والجنۃ والنار غیر ما تقدم مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (المعجم لابن الجارود باب التزوی فی الابدان والشیاب عن التجاسات ج ۱ ص ۴۲ رقم الحدیث ۱۳۰ مطبوعہ مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ بیروت)، (معجم الصحابیہ ج ۳ ص ۱۴۲-۱۴۳ رقم الحدیث ۱۱۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سنن الدارمی باب الاقناع من البول ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۷۳۹ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت)، (سنن ابن ماجہ باب التمسید فی البول ج ۱ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۳۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

وقیل انہما یسبحن مادام رطبتین واستحب العلماء قرءۃ القرآن عند القبر لهذا الحدیث اذ تلاوت القرآن اولی بالتخفیف من تسبیح الجرید۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس لئے عذاب کم ہوگا کہ جب تک تر رہیں گی تسبیح پڑھیں گی اس حدیث سے علماء نے قبر کے پاس قرآن پڑھنے کو مستحب فرمایا۔ کیونکہ تلاوت قرآن شاخ کی تسبیح سے زیادہ اس کی حقدار ہے کہ اس سے عذاب کم ہو۔

اشعة الممعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے

تمسك کتند جماعت بہ اس حدیث در انداختن سبزہ وکل ریحان بر قبور۔
اس حدیث سے ایک جماعت دلیل پکڑتی ہے قبروں پر سبزی پھول اور خوشبو ڈالنے کے جواز میں۔

(اشعة الممعات ج ۱ ص ۲۱۵ مطبوعہ مکتبۃ رشیدیہ کوئٹہ)

مرقات میں اسی حدیث کی شرح میں ہے۔

ومن ثم افتی بعض الائمتہ من تماخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنۃ لهذا الحدیث وقد ذکر البخاری ان یرید الخضیب الصحابی اوصی ان یجعل فی قبرہ جرید قان۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۵۹ مطبوعہ مکتبۃ حقانیہ پشاور)

معلوم ہوا کہ مزاروں پر تر پھول ڈالنا سنت ہے۔ طحاوی علی مراقی الفلاح صفحہ نمبر ۳۶۴ میں ہے۔

قد افتی بعض الائمتہ من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنۃ بهذا الحدیث۔

ترجمہ: ہمارے بعض متاخرین اصحاب نے اس حدیث کی وجہ سے فتویٰ دیا کہ خوشبو اور پھول چڑھانے کی جو عادت ہے وہ سنت ہے۔

(حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

ان عبارتوں میں جو فرمایا کہ بعض نے فتویٰ دیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ بعض علماء اس کو جائز کہتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعض نے سنت مانا ہے جائز تو سب ہی کہتے ہیں سنت ہونے میں اختلاف ہے عالمگیری کتاب الکراہت جلد پنجم باب زیارت القبور میں ہے۔
وضع ورود والریاحین علی القبور حسن قبروں پر پھول اور خوشبو رکھنا اچھا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۱ مطبوعہ مصر)

شامی جلد اول بحث زیارت القبور میں ہے۔

ویؤخذ من ذلك ومن الحدیث ندب وضع ذلك للاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الاس ونحوہ۔

ترجمہ: اس سے بھی اور حدیث سے بھی ان چیزوں کے قبروں پر رکھنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے قبروں پر آس کی

شاخیں وغیرہ چڑھانے کو بھی قیاس کیا جاوے گا جس کا ہمارے زمانہ میں رواج ہے۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۸۳۷-۸۳۸ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

وتعليه بالتخفيف عنهما ما لم يبسا اي يخفف عنها ببركة تسبيحها اذ هو اكمل من تسبيح اليا
بس لما في الاخصر نوع حياة۔

ترجمہ: یہ کہی عذاب کی علت ہے ان کا خشک نہ ہونا یعنی ان کی تسبیح کی برکت سے عذاب قبر میں کمی ہوگی کیونکہ ہری شاخ کی تسبیح خشک کی تسبیح سے زیادہ کامل ہے کیونکہ اس میں ایک قسم کی زندگی ہے۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۸۳۷-۸۳۸ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

اس حدیث اور محدثین و فقہاء کی عبارات سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ ہر سبز چیز کا رکھنا ہر مسلمان کی قبر پر جائز ہے۔ حضور علیہ السلام نے ان قبروں پر شاخیں رکھیں جن کو عذاب ہو رہا تھا اور دوسرے یہ کہ عذاب کی کمی سبزے کی تسبیح کی برکت سے ہے نہ کہ محض حضور علیہ السلام کی دعا سے اگر محض دعا سے کمی ہوتی۔ تو حدیث میں شک نہ ہونے کی کیوں قید لگائی جاتی؟ لہذا اگر ہم بھی آج پھول وغیرہ رکھیں تو بھی انشاء اللہ میت کو فائدہ ہوگا۔ بلکہ عام مسلمانوں کی قبروں کو کچا رکھنے میں یہ ہی مصلحت ہے۔ کہ بارش میں اس پر سبز گھاس جے اور اس کی تسبیح سے میت کے عذاب میں کمی ہو۔ ثابت ہوا کہ پھول وغیرہ تو ہر چیز قبر مومن پر جائز ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب نے اصلاح الرسوم میں لکھا کہ پھول وغیرہ فاسقوں فاجروں کی قبروں پر ڈالنا چاہیے۔ نہ کہ قبور اولیاء پر ان کے مزارات میں عذاب ہے ہی نہیں۔ جس کی پھول وغیرہ سے تخفیف کی جائے۔ مگر خیال رہے کہ جو اعمال گنہگار کے لئے دفع مصیبت کرتے ہیں وہ صالحین کے لئے بلندی درجات کا فائدہ دیتے ہیں دیکھو مسجد کی طرف چلتا ہمارے گناہ معاف کراتا ہے مگر صالحین کے درجات بڑھاتا ہے۔ ایسے ہی بعض دعائیں مجرموں کے گناہوں کو مٹاتی ہیں اور صالحین کے مراتب بڑھاتی ہیں۔ اس قاعدہ سے لازم آتا ہے کہ صالحین نہ مسجد میں آئیں نہ استغفار پڑھیں کہ وہ گناہوں سے پاک ہیں۔ جناب ان پھولوں کی تسبیح سے ان قبروں میں رحمت الہی اور بھی زیادہ ہوگی جیسے وہاں تلاوت قرآن سے۔

(۲) اولیاء اللہ کی قبروں پر چادریں ڈالنا جائز ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے عام زائرین کی نگاہ میں صاحب قبر کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ شامی جلد ۵ کتاب الکراہیت باب اللبس میں ہے۔

قال في فتاوى الحجة وتكره الستور على القبور ولكن نحن نقول الان اذا قصد به التعظيم في عيون العامة لا يحتقروا صاحب القبر بل جلب الخشوع والادب للغفلين والزائرين فهو جائز لان الاعمال بالنيات۔
ترجمہ: یعنی فتاویٰ حجہ میں ہے کہ قبروں پر غلاف پردے مکروہ ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ آج کل اگر اس سے عوام کی نگاہ میں تعظیم مقصود ہوتا کہ وہ صاحب قبر کی حقارت نہ کریں بلکہ غفلوں کو اس سے ادب اور خشوع حاصل ہو تو جائز ہے کیونکہ عمل نیت سے ہیں۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۳۱۹ مطبوعہ استنبول)

شامی اس کی عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ جو جائز کام اولیاء اللہ کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ہو۔ وہ جائز ہے۔ اور چادر کی اصل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں بھی کعبہ معظمہ پر غلاف تھا۔ اس کو منع نہ فرمایا۔ صدیوں سے حضور علیہ السلام کے روضہ پاک پر غلاف سبز ریشمی چڑھا ہوا ہے۔ جو نہایت قیمتی ہے۔ آج تک کسی نے اس کو منع نہ کیا مقام ابراہیم یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت خلیل نے کعبہ معظمہ بنایا اس پر بھی غلاف چڑھا ہوا ہے اور عمارت بنی ہوئی ہے۔ اللہ کی شان کہ نجدی وہابیوں نے بھی ان کو اسی طرح قائم رکھا۔ ان پر غلاف کیوں چڑھائے؟ ان چیزوں کی عظمت کے لئے احترام اولیاء کے لئے ان قبور پر بھی غلاف وغیرہ ڈالنا مستحب ہے۔

تفسیر روح البیان پارہ ۱۰ سورہ توبہ آیات انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) ہے۔
 فبناء القببات علی نور العلماء والاولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورهم امر جائز اذا كان القصـ بذا التعظیم فی اعین العامة حتی لا یحتقروا صاحب هذا القبر۔
ترجمہ: علماء اولیاء اور صالحین قبروں پر عمارت بنانا اور ان پر غلاف اور عمامہ اور کپڑے چڑھانا جائز کام ہیں جبکہ اس سے مقصود ہو کہ عوام کی نگاہ میں ان کی عزت ہو اور نہ ان کو حقیر نہ جانیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۳) عام مسلمانوں کی قبر پر ضرورتاً اولیاء اللہ کی مزارات پر اظہار عظمت کے لئے چراغ روشن کرنا جائز ہے۔ چنانچہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مصری جلد دوم صفحہ ۳۲۹ میں ہے۔

اخراج الشموع الی القبر بدعة واتلاف مال کذا فی البزازیة وهذا کله اذا خلا عن فائدة واما اذا كان موضع القبور مسجدا او عی طریق او كان هناك احد جالسا اور كان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیما لروحہ اعلام لمناس انه ولی لیتبر کوابه ویدعو الله تعالى عنده فیستجاب لهم فهو امر جائز۔
ترجمہ: قبروں پر چراغ لے جانے عمت اور مال کا ضائع کرنا ہے اسی طرح بزازیہ میں ہے یہ تمام حکم جب ہے جبکہ بے فائدہ ہو لیکن اگر کسی قبر کی جگہ مسجد ہو یا قبر راستہ پر ہو یا باں کوئی بیٹھا ہو یا کسی ولی یا کسی محقق عالم کی قبر ہو تو ان کی روح کی تعظیم کرنے اور لوگوں کو بتانے کے لئے کہ یہ ولی کی قبر ہے تاکہ لوگ اس سے برکت حاصل کر لیں اور وہاں اللہ سے دعائیں کر لیں تو چراغ جلانا جائز ہے۔

(حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم صفحہ ۳۲۹ مطبوعہ مصر)

تفسیر روح البیان پارہ ۱۰ سورہ توبہ آیات انما یعمر مسجد اللہ میں ہے۔

وکذا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء والجلال للاولیاء فالمقصد فیها مقصد حسن ونذر الزيت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورهم تعظیما لهم ومحبة فیهم جائز لا ینبغی النهی عنه۔
ترجمہ: اسی طرح اولیاء صالحین کی قبروں کے پاس قندیل اور موم بتیاں جلانا ان کی عظمت کے لئے چونکہ اس کا مقصد صحیح ہے لہذا جائز ہے اور اولیاء کے لئے تیل اور موم بتی کی نذر نہ دینا تاکہ ان کی عزت کے لئے ان کی قبور کے پاس جلائی جاویں جائز ہے۔ اس سے منع نہ کرنا چاہیے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ کشف النور عن اصحاب القبور میں بھی بالکل یہی مضمون تحریر فرمایا اور عقل کا بھی تقاضا ہے کہ یہ امور جائز ہوں جیسا کہ ہم تشبہ کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ ان مزارات اولیاء اللہ کی رونق سے اسلام کی رونق ہے عالم داعظ کو چاہیے کہ اچھا لباس پہنے عید کے دن سنت ہے کہ ہر مسلمان شہ نباس پہنے اور خوشبو وغیرہ لگائے کیوں؟ اس لئے کہ اس سے لوگ ملنا گوارا کریں معلوم ہوا کہ جس کا تعلق عام مسلمانوں سے ہو اس کو اچھی طرح رہنا چاہیے۔ اور مزارات اولیاء تو زیارت گاہ خلأق ہیں ان پر اہتمام وغیرہ کرنا بھی ضروری ہے۔ میں نجدی وہابیوں کی صحبت میں حج کو گویاں جا کر دیکھا کہ کعبہ معظمہ کے گرد گول دائرہ کی شکل میں بہت سے برقی قمقمے جلتے تھے اور حطیم شریف کی دیوار پر بھی روشنی تھی۔ خاص دروازہ۔ عجب پر شمع کا فوری چار چار جلائی تھیں۔ جب مدینہ منورہ حاضری نصیب ہوئی تو یہاں روضہ رسول علیہ السلام پر کعبہ بیعت اللہ ہے اور حضور علیہ السلام نور اللہ اور ظاہر ہے کہ گھر میں روشنی نور ہی کی ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ زمانہ ترکی میں اس سے کہیں زیادہ روشنی ہوتی تھی۔ یہ تمام اہتمام کیوں؟ لوگوں کی نگاہ میں عظمت پیدا کرنے کے لئے تو مقابر اولیاء پر بھی تو وہاں ہی کی تجلی ہے۔ پھر اگر یہاں روشنی کا اہتمام ہو تو کیا برائی ہے؟ ہم اپنے گھر میں شادی بیاہ کے موقع پر چراغاں کرتے ہیں یا بجائے چراغ یا لائٹس کے گیس جلاتے ہیں جس میں تیل بہت خرچ ہوتا ہے سارس کے جلسوں میں بیسیوں روپیہ روشنی پر خرچ ہو جاتا ہے ابھی چند سال گزرے کہ مراد آباد میں

دیوبندیوں نے جمعیت العلماء کا جلسہ کیا۔ جس میں برقی روشنی آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی۔ میرے خیال میں تین شب میں کم از کم ڈیڑھ سو روپیہ محض روشنی پر خرچ ہوا ہوگا۔ یہ محض مجمع کو خوش کرنے کے لئے تھا اسی طرح دینی جلسوں میں چھنڈیاں لگائی جاتی ہیں۔ واعظین کے گلوں میں پھولوں کے ہار ڈالے جاتے ہیں نہ یہ اسراف ہے اور نہ حرام۔ یہ مجالس عرس دینی جلسے ہیں ان میں بھی یہ امور جائز ہیں۔

دوسرا باب

اس پر اعتراضات و جوابات میں

ان تین مسائل پر مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات ہیں جن کو وہ مختلف طرح بیان کرتے ہیں۔

اعتراض (۱).....: حضور علیہ السلام نے فرمایا ان الله لم يامرنا ان نكسو الحجاره والطین رب نے ہمیں حکم نہ دیا کہ پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنائیں (مشکوٰۃ باب التصاوير الفصل الاول ۳۸۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) اس سے معلوم ہوا کہ قبروں پر چادر یا غلاف ڈالنا حرام ہے کہ وہاں بھی پتھر مٹی ہی ہے۔

جواب:- اس سے مکانات کی دیواروں بلا ضرورت تکلفاً پردے ڈالنا مراد ہیں اور یہ بھی تقویٰ اور زہد کا ہے یعنی مکانات کی زینت خلاف زہد ہے اسی طرح حدیث میں ہے کہ عائشہ صدیقہ نے دیوار پر غلاف ڈالا تھا۔ اسے پھاڑ کر یہ فرمایا۔ قبور اولیاء کی چادر کو اس سے کوئی تعلق نہیں کعبہ معظمہ پر قیمتی سیاہ غلاف ہے اور روضہ رسول اللہ علیہ السلام پر سبز اور غلاف کعبہ زمانہ نبوی میں تھا۔ بتاؤ وہ جائز ہے تو قبور کی چادر بھی جائز ہے۔

اعتراض (۲).....: قبروں پر پھول یا چادر ڈالنا وہاں روشنی کرنا اسراف اور فضول خرچ ہے لہذا منع ہے اولیاء اللہ کی قبروں پر بہت سے پھول اور چراغ ہوتے ہیں۔ ضرورت پوری کرنے کے لئے ایک پھول یا ایک چراغ بھی کافی ہے۔

جواب:- اسراف کے معنی ہیں بے فائدہ مال خرچ کرنا۔ چونکہ ان پھولوں اور چراغوں اور چادروں میں وہ فوائد ہیں جو کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں لہذا یہ اسراف نہیں رہا۔ رہا کام چلنے کا عذر۔ اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ ہم کرتے اس پر واسکت اس پر اچکن پہنتے ہیں۔ پھر وہ بھی قیمتی کپڑے کی حالانکہ کام تو صرف ایک کرتے میں بھی چل سکتا ہے اور معمولی کپڑا کفایت کر سکتا ہے۔ بتاؤ یہ اسراف ہوا یا نہیں۔ اسی طرح عمارت اور لذیذ خوراک سواریاں اور دیگر دنیاوی آرائشی سامان کہ ان سب میں خوب وسعت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان سے کم اور ان سے ادنیٰ چیزوں سے بھی کام چل سکتا ہے۔ لیکن اسراف نہیں جس کو شریعت نے حلال کیا وہ مطلقاً ہی حلال ہے۔ قل من حرم زینتہ اللہ التی اخرج لعبادہ للناس۔ (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۳۲)

اعتراض (۳).....: مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے۔

لعن رسول الله ﷺ زائرات القبور والمتخذین علیہا المسجد والسرور۔

ترجمہ: یعنی حضور علیہ السلام نے لعنت فرمائی۔ قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور قبور پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد الفصل الثانی ص ۷۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ قبور پر چراغ جلانا لعنت کا سبب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اخراج الشموع الی المقابر بدعتہ لا اصل لہ۔ اسی طرح فتاویٰ بزاز یہ بھی ہے۔ یعنی قبرستان میں چراغ لے جانا بدعت ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ شامی جلد دوم کتاب الصوم میں ہے۔

اما لو نذر زینا لایقناد قنديل فوق ضریح الشيخ اوفى المنارة كما تفعل النساء من نذر الزيت لسیدی عبدالقادر ویوقد فی المنارة جهة الشرق فهو باطل۔

ترجمہ: لیکن اگر شیخ کی قبر پر یا مینارہ میں چراغ جلانے کے لئے تیل کی نذر مانی جیسی کہ عورتیں حضور غوث پاک کے لئے تیل کی نذر مانتی ہیں اور اس کو مشرقی مینارہ میں جلاتی ہیں یہ سب باطل ہے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الصوم ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے ارشاد الطالبین میں لکھا۔ کہ چراغاں کردن بدعت است پیغمبر خدا بر شمع افروزاں نزد قبر و سجدہ کنندگان لعنت گفتہ۔ چراغاں کرنا بدعت ہے حضور علیہ السلام نے قبر کے پاس چراغاں کرنے اور سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتاویٰ میں صفحہ ۱۴ پر ہے۔ دامارتکاب محرمات از روشن کردن چراغها و ملبوس ساختن بدعت شیعہ اند۔ لیکن عرسوں میں حرام کام کرنا جیسے کہ چراغاں کرنا ان قبروں کو غلاف پہنانا یہ سب بدعت سیئہ ہیں۔

ان عبارات سے صاف معلوم ہوا کہ چراغاں بر مزارات محض حرام ہے۔ رہا یہ کہ حرمین شریفین میں چراغاں ہوتا ہے تو یہ فعل کوئی حجت نہیں کیونکہ خیر القرون کے بعد ایجاد ہوا جس کا اعتبار نہیں ترکی سلطنت نے ایجاد کیا ہے۔

جواب:- یہ اعتراض حقیقت میں چھ اعتراضوں کا مجموعہ ہے۔ اور ان ہی کے بل بوتے پر مخالفین بہت شور مچاتے ہیں۔ جوابات ملاحظہ ہوں۔ ہم اس بحث کے پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ کسی قبر پر بے فائدہ چراغ جلانا منع ہے یہ فضول خرچی ہے اور اگر کسی فائدے سے ہو تو جائز ہے۔ فوائد کل چار بیان کئے۔ تین تو عام مومنین کی قبروں کے لئے اور چوتھا یعنی تعظیم روح لی مشائخ و علماء کی قبور کے لئے۔ اس حدیث میں جو قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت ہے وہ اسی کی ہے جو کہ بے فائدہ ہو۔ چنانچہ حاشیہ مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔
والنهی عن اتخاذ السرج لما فیہ من تضییع المال۔

ترجمہ: قبروں پر چراغ جلانے سے اس لئے ممانعت ہے کہ اس میں مال برباد کرنا ہے۔
(حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد الفصل الثانی ص ۱۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)
اسی طرح مرقاة شرح مشکوٰۃ وغیرہ نے تصریح فرمائی۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم صفحہ ۴۲۹ مصری میں اسی حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں۔

ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثاً من غیر فائده۔

ترجمہ: ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو کہ قبروں پر بے فائدہ عبث چراغ جلاتے ہیں۔

(حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم صفحہ ۴۲۹ مطبوعہ مصر)

مشکوٰۃ باب الدفن میں ہے۔

ان النبی ﷺ دخل لیلاً فاسرج له بسراج۔

ترجمہ: نبی کریم ایک شب دفن میت کے لئے قبرستان میں تشریف لے گئے تو آپ کے لئے چراغ جلایا گیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الدفن علی میت ص ۱۲۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

دوم یہ کہ حدیث میں ہے۔

والمتخذین علیہا المسجد والسرج۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے ان پر لعنت فرمائی جو قبروں پر مسجدیں بنائیں اور چراغ جلائیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد الفصل الثانی ص ۱۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی و دیگر شارحین اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خود قبر پر مسجد بنانا کہ قبر کی طرف سجدہ ہو یا قبر فرض مسجد میں آجائے یہ منع ہے لیکن اگر قبر کے پاس مسجد ہو برکت کے لئے تو جائز ہے یعنی اس جگہ انہوں نے اعلیٰ کو اپنے حقیقی معنی پر رکھا۔ جس سے لازم آیا کہ خود تعویذ قبر پر چراغ جلانا منع ہے۔ لیکن اگر قبر کے ارد گرد ہو تو وہ قبر پر نہیں۔ لہذا جائز ہے جیسے کہ ہم گنبد کی بحث میں لکھ چکے ہیں۔ نیز حدیقہ ندیہ میں علامہ تالسی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ المتخذین علیہا ای علی القبور یعنی فوقہا (حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمد یہ جلد دوم صفحہ ۳۲۹ مطبوعہ مصر) یعنی خاص قبروں کے اوپر اور وجہ اس کی یہ ہے کہ چراغ آگ ہے اور آگ کا قبر پر رکھنا برا ہے اسی لئے خاص قبر میں لکڑی کے تختے لگانے کو فقہاء منع فرماتے ہیں کہ اس میں آگ کا اثر ہے لیکن اگر لکڑی قبر کے پاس پڑی ہو وہ منع نہیں تو چراغ کی ممانعت ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ تعظیم قبر کے لئے نیز یہاں ایک ہی علیٰ اور ذکر ہے مسجد کا اور چراغ کا۔ مسجد کے لئے تو آپ علیٰ کے حقیقی معنی مراد لیں یعنی خاص قبر کے اوپر اور چراغ کے لئے مجازی یعنی قبر کے قریب۔ تو حقیقت اور مجاز کا اجتماع لازم ہوگا اور یہ منع ہے لہذا دونوں جگہ علیٰ کے حقیقی معنی ہی مراد ہیں۔ مرقات میں ملا علی قاری اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

لا تمنعوا اماء الله مساجد الله۔

ترجمہ: اوپر کی قید لگائی۔ جس سے معلوم ہوا کہ قبر کے برابر مسجد بنانے میں حرج نہیں۔

لفظ علیٰ سے ثابت کیا کہ قبر کے برابر مسجد جائز۔ اسی طرح لفظ علیٰ سے یہ بھی نکلا کہ قبر کے برابر چراغ جائز تیسرے یہ کہ ہم گنبد کی بحث میں شامی اور دیگر کتب کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ بہت سی باتیں زمانہ صحابہ کرام میں منع تھیں مگر اب مستحب۔ روح البیان پارہ ۱۰ سورہ توبہ زیر آیت انما یعمر مسجد من امن بالله (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) ہے۔

وفي الاحياء اکثر مصروفات هذه الاثار منكرات في عصر الصحابة۔

ترجمہ: یعنی احوال العلوم میں امام غزالی نے فرمایا کہ اس زمانہ کے بہت سے مستحبات صحابہ کرام کے زمانہ میں ناجائز تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دارالتراث العربی بیروت)

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ باب ما علی الولاۃ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا تھا کہ کوئی مسلمان حاکم خنجر پر سوار نہ ہو اور چپاتی روٹی نہ کھائے اور باریک کپڑا نہ پہنے اور اپنے دروازہ کو اہل حاجت سے بند نہ کرے اور فرماتے ہیں۔

فان فعلتم شینا من ذلك فقد حلت بكم العقوبة۔

ترجمہ: اگر تم نے ان میں کچھ بھی کیا تو تم کو سزا دی جاوے گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ باب ما علی الولاۃ الفصل الثالث ص ۳۲۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے ما امرت بتشید المسجد مجھ کو مسجد میں اونچی بنانے کا حکم نہ دیا گیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ص ۶۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس کے حاشیہ میں ہے۔ ای باعلاء بناءها وتزیینها یعنی مسجد میں اونچی بنانے اور ان کو آراستہ کرنے کا حکم نہیں۔

(حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ص ۶۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی مشکوٰۃ میں ہے۔

لا تمنعوا اماء الله مساجد الله۔

ترجمہ: عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو۔

(سنن ابوداؤد باب ما جاء فی خروج النساء فی المسجد ج ۱ ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۵۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قرآن میں زکوٰۃ کے مصرف آٹھ ہیں یعنی مولفۃ القلوب بھی زکوٰۃ کا مصرف ہے لیکن عہد فاروقی سے صرف سات مصرف رہ گئے۔ مولفۃ القلوب کو علیحدہ کر دیا گیا۔ (دیکھو ہدایہ وغیرہ) کہئے اب بھی ان پر عمل ہے؟ اب احکام اگر معمولی حالت میں رہیں۔ ان کا رعایا پر رعب نہیں ہو سکتا اگر کفار کے مکانات اور ان کے مندر تو اونچے ہوں مگر اللہ کا گھر مسجد نیچی اور کچی اور معمولی ہو تو اس میں اسلام کی توہین ہے اگر عورتیں مسجد میں جادیں تو صدمات و خطرات ہیں کسی کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ یہ احکام کیوں بدلے؟ اس لئے کہ ان کی علتیں بدل گئیں۔ اس وقت بغیر ظاہری زیب و زینت کے مسلمانوں کے دلوں میں اولیاء اللہ اور مقابر کی عزت و حرمت تھی۔ لہذا زندگی موت ہر کام میں سادگی تھی اب دنیا کی آنکھیں ظاہری ٹیپ ٹاپ دیکھتی ہیں لہذا اس کو جائز قرار دیا گیا۔ چنانچہ پہلے حکم تھا کہ مزارات پر روشنی نہ کرو۔ اب جائز قرار پایا۔ تفسیر روح البیان میں زیر آیت انما یعمرو مسجد اللہ (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کے مینارہ پر ایسی روشنی کی تھی کہ بارہ میل مروج می عورتیں اس کی روشنی میں چرخہ کاتنی تھیں اور بہت ہی سونے چاندی سے اس کو آہستہ کیا تھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

عالمگیری کی عبارت غلط کی اصل عبارت پر ہے۔

اخراج الشموع الی راس القبور فی الیالی الاول بدعة۔

ترجمہ: شروع راتوں میں قبرستان میں چراغ لے جانا بدعت ہے۔

اس دو کلمے قابل غور ہیں ایک تو خراج دوسرے فی الیالی الاول۔ ان سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اس زمانہ میں لوگ اپنے نئے مردوں کی قبروں پر چراغ لے جا کر جلا آتے تھے۔ یہ سمجھ کر کہ اس سے مردہ قبر میں نہ گھبرائے گا۔ جیسا کہ آج کل بعض عورتیں چالیس روز تک لحد میں مرد لیے کی جگہ چراغ جلاتی ہیں۔ یہ سمجھتی ہیں کہ روزانہ مردے کی روح آتی ہے اور اندھیرا پا کر لوٹ جاتی ہے لہذا روشنی کر دو یہ حرام ہے کیونکہ تیل کا بلا ضرورت خرچ ہے اور بدعتیہ کی بھی ہے اسی کو یہ منع فرما رہے ہیں۔ عرس کے چراغات نہ تو اس نیت سے ہوتے ہیں اور نہ شروع راتوں میں اگر یہ مطلب نہ ہو تو شروع راتوں کی قید کیوں ہے؟ شامی کی عبارت تو بالکل صاف ہے وہ بھی عرس کے چراغوں کو منع نہیں کر رہے ہیں وہ فرما رہے ہیں کہ چراغ جلانے کی نذر ماننا جس میں اولیاء اللہ سے قرب حاصل کرنا منظور ہو وہ حرام ہے کیونکہ شامی کی عبارت اور در مختار کی اس عبارت کے ماتحت ہے۔

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء تقربا الیہم بالاجماع باطل۔

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ عوام جو مردوں کی نذریں مانتے ہیں اور ان سے جو پیسہ یا موم یا تیل وغیرہ قبروں پر جلانے کے لئے لیا جاتا ہے اور اولیاء سے قرب حاصل کرنے کے لئے وہ بالاجماع باطل ہے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الصوم ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اور خود شامی کی عبارت بھی ہے۔ لوزن را اگر اس کی منت مانی۔ پھر شامی کی عبارت میں ہے فوق ضریح الشیخ شیخ کی قبر کے اوپر

چراغ جلا تا ضریح کہتے ہیں

(رد المحتار علی در المختار کتاب الصوم ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

خالص تعویذ قبر کو منتخب اللغات میں ہے۔ ضریح گور یا مینا کے کہ درمیان گور سازند اور ہم بھی عرض کر چکے ہیں کہ خود قبر کے تعویذ پر

چراغ جلا نا منع ہے۔ اسی طرح اگر قبر تو نہ ہو یوں ہی کسی بزرگ کے نام پر چراغ کسی جگہ رکھ کر جلادے جیسے کہ بعض جہلاء بعض درختوں یا بعض طاق میں کسی کے نام کے چراغ جلاتے ہیں۔ یہ بھی حرام ہے اس کو فرما رہے ہیں کہ حضور غوث پاک کے نام کے چراغ کسی مشرقی مینارہ میں جلا نا باطل ہے۔ غوث پاک کی قبر شریف تو بغداد میں ہے۔ اور ان کے چراغ جلے شام کے مینارہ میں یہ بھی منع ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ شامی نے تین چیزوں کو منع فرمایا۔ چراغ جلانے کی منت ماننا وہ بھی ولی اللہ کی قربت حاصل کرنے کی نیت سے۔ خاص قبر پر چراغ جلا نا بغیر قبر کسی کے نام کے چراغ جلا نا۔ عرس کے چراغوں میں یہ تینوں باتیں نہیں۔

مسئلہ:- بعض جہلاء کسی درخت یا کسی جگہ کی یہ سمجھ کر زیارت کرتے اور وہاں چراغاں کرتے ہیں کہ وہاں فلاں بزرگ کا چلہ ہے یعنی وہاں وہ آیا کرتے ہیں یہ محض باطل ہے ہاں اگر کسی جگہ کوئی بزرگ کبھی بیٹھے ہوں یا وہاں انہوں نے عبادت کی ہو تو وہاں یہ سمجھ کر عبادت کرنا کہ یہ جگہ متبرک ہے جائز بلکہ سنت ہے۔ بخاری جلد اول کتاب الصلوٰۃ بحث المساجد میں ایک باب مقرر کیا باب المسجد التي طريق المدينة اس میں بیان فرمایا کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما راستہ میں ہر اس جگہ نماز ادا کرتے ہیں جہاں کہ حضور علیہ السلام نے کبھی نماز پڑھی تھی حتیٰ کہ بعض جگہ مسجدیں بنادی گئیں تھیں۔ مگر وہ غلطی سے کچھ علیحدہ بن گئیں تو سید ابن عمر رضی اللہ عنہما اس مسجد میں نماز نہ پڑھتے تھے بلکہ وہاں ہی پڑھتے تھے جہاں حضور علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی۔ فلم یکن عبد اللہ ابن عمر یصلی فی ذلک المسجد کان یتروکہ عن یسارہ۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب المسجد التي طريق المدينة ج ۱ ص ۷۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ کیا تھا محض برکت حاصل کرنا آج بھی بعض حاجی غار حرا میں جہاں حضور علیہ السلام نے چھ ماہ عبادت فرمائی نمازیں پڑھتے ہیں۔ لہذا خواجہ اجمیری وغیرہ رحمہم اللہ کی عبادت گاہوں میں نمازیں ادا کرنی ان کی زیارت کرنی۔ ان کو متبرک سمجھنا سنت صحابہ سے ثابت ہے۔

مسئلہ:- اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے یہ نذر شرعی نہیں۔ نذر لغوی ہے۔ جس کے معنی ہیں نذرانہ جیسے کہ میں اپنے استاد سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے اور فقہاء اس کو حرام کہتے ہیں جو کہ اولیاء کے نام کی نذر شرعی مانی جائے اسی لئے فرماتے ہیں تقربا الیہم نذر شرعی عبادت ہے وہ غیر اللہ کے لئے ماننا یقیناً کفر ہے کوئی کہتا ہے کہ یا حضور غوث پاک آپ دعا کریں اگر میرا مریض اچھا ہو گیا تو آپ کی نام کی دیگ پکاؤں گا۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں پلاؤ کا صدقہ کروں گا۔ اللہ کے لئے اس پر جو ثواب ملے گا۔ آپ کو بخشوں گا جیسے کوئی شخص کسی طبیب سے کہے کہ اگر بیمار اچھا ہو گیا۔ تو پچاس روپیہ آپ کی نذر کروں گا اس میں کیا گناہ ہے؟ اسی کو شامی نے کتاب الصوم بحث اموات میں اس طرح بیان فرمایا۔

بان تكون صیغة النذر لله تعالى للتقرب اليه ويكون ذكر الشيخ مراداً به فقراءہ۔

ترجمہ: صیغہ نذر کا اللہ کی عبادت کے لئے ہو اور شیخ کی قبر پر رہنے والے فقراء اس کا مصرف ہوں۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الصوم ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہ محض جائز ہے تو یوں سمجھو کہ یہ صدقہ اللہ کے لئے اس کے ثواب کا ہدیہ روح شیخ کے لئے اس صدقہ کا مصرف مزار بزرگ کے خدام فقراء جیسے کہ حضرت مریم علیہ السلام کی والدہ نے مانی تھی کہ اپنے پیٹ کا بچہ خدایا تیرے لئے نذر کرتی ہوں جو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف ہوگا۔ نذر اللہ کی اور مصرف بیت المقدس کا انہی نذرت لک ما فی بطنی محروماً (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۳۵) دیکھو غیر اللہ کی قسم کھانا شرعاً منع ہے اور خود قرآن کریم اور نبی ﷺ نے غیر اللہ کی قسمیں کھائیں۔ والتین والزیتون وطور سینین (پارہ ۳۰ سورہ ۹۵ آیت نمبر ۱-۲) وغیرہ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا والفلح وابیہ اس کے باپ کی قسم وہ کامیاب ہو گیا۔

مطلب یہ ہی ہے کہ شرعی قسم جس پر احکام قسم کفارہ وغیرہ جاری ہو وہ خدا کے سوا کسی کی نہ کھائی جاوے۔ مگر لغوی قسم جو محض تاکید کلام کے لئے ہو وہ جائز یہ ہی نذر کا حال ہے ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ بیت المقدس میں چراغ کے لئے تیل بھیجوں گا۔ حضور علیہ السلام نے

فرمایا کہ اس نذر کو پورا کرو۔ مشکوٰۃ باب النذر میں ہے کہ کسی نے نذر مانی تھی کہ میں بوانہ مقام میں اونٹ ذبح کروں گا۔ تو فرمایا گیا کہ اگر کوئی وہاں بت غیرہ نہ ہو تو نذر پوری کرو۔ کسی نے نذر مانی تھی کہ میں بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا تو فرمایا کہ مسجد حرام میں نماز پڑھ لو۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات کی نذر میں کسی جگہ یا کسی خاص جماعت فقراء کی قید لگا دینا جائز ہے

اسی طرح یہ بھی ہے فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الخطر والاباحت صفحہ ۵۴ میں ہے اور جو اموات اولیاء اللہ کی نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے درست ہے جو نذر بمعنی تقریب ان کے نام پر ہے تو حرام ہے۔ (رشید احمد)

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الخطر والاباحت صفحہ ۵۴

مشکوٰۃ باب مناقب عمر میں ہے کہ بعض بیویوں نے نذر مانی تھی کہ اگر حضور علیہ السلام جنگ احد سے بخیریت واپس آئے تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب عمر ج ۵ ص ۶۲۰ رقم الحدیث ۳۶۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (نوادر الاصول فی احادیث الرسول ج ۱ ص ۲۳۰ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۸۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

یہ نذر بھی عربی تھی نہ کہ شرعی یعنی حضور علیہ السلام کی خدمت میں خوشی کا نذرانہ۔ جیسے طواف کے دو معنی ہیں لغوی بمعنی آس پاس گھومنا اور شرعی رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولیطوفوا بالبيت العتيق (پارہ ۱ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۲۹) پرانے گھر کا طواف کریں۔ یہاں طواف شرعی معنی میں ہے اور فرماتا ہے بطوفون بينها وبين حميم ان (پارہ ۲ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۴۴) یہاں طواف بمعنی لغوی ہے آنا جانا گھومنا۔ (۴) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب وقاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہا بے شک بزرگ ہستیاں ہیں۔ لیکن یہ حضرات مجتہد نہیں تاکہ کراہت تحریمی و حرمت فقط ان کے قول سے ثابت ہو۔ اس کے لئے مستقل دلیل شرعی کی ضرورت ہے ایک عالم کے قول سے استحباب یا جواز ثابت ہو سکتا ہے۔ مستحب اس کو بھی کہتے ہیں جس کو علماء مستحب جانیں۔ مگر کراہت و حرمت میں خاص دلیل کی ضرورت ہے۔ نیز شاہ عبدالعزیز صاحب وقاضی صاحبان علیہما الرحمۃ درضوان کے قول پر لازم ہے کہ حرمین شریفین خصوصاً روضہ مطہرہ سرور عالم ﷺ بدعتوں اور حرام کاموں کا مرکز ہے۔ کیونکہ وہاں غلاف بھی چڑھتے ہیں اور چراغاں بھی ہے اور آج تک کسی عالم یا فقیہ نے اس پر انکار نہ کیا تو وہ تمام حضرات بدعتی یا گمراہ ہوئے۔ ان دو صاحبوں کا وہ فتویٰ کس طرح مانا جائے۔ جس میں یہ سخت قباحت لازم آوے۔ شاہ رفیع الدین صاحب رسالہ نذر میں فرماتے ہیں کہ نذر بیکراہیں جاسمستعمل مینود بر معنی شرعی است چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگان می برند و نذر و نیاز گویند۔

(۵) حرمین شریفین کے علماء کا کسی شئی کو اچھا سمجھنا بے شک اس کے استحباب کی دلیل ہے۔ یہ زمین پاک وہ ہے کہ جہاں کبھی بھی شرک نہیں ہو سکتا۔ حدیث پاک میں ہے کہ شیطان مایوس ہو چکا کہ اہل عرب اس کی پرستش کریں اور مدینہ پاک کی زمین اسلام کی جائے پناہ اور کفار و مشرکین سے محفوظ رہنے والی ہے۔ مشکوٰۃ باب حرم المدینہ میں ہے کہ مدینہ پاک برے لوگوں کو اس طرح نکاح پھینکتا ہے۔ جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو خواہ فوراً نکالے یا کچھ عرص بعد یا کہ بعد موت۔ جذب القلوب میں حضرت شیخ عبدالحق فرماتے ہیں مراد نفی دابعاد اہل شر و فساد است از ساخت عزت اہل بلاد طیبہ و خاصیت مذکورہ دردے در جمیع ازمان ہویدا است۔

اس سے مراد یہ ہے کہ مدینہ پاک کی زمین پاک تمام شریر و مفسدین کو نکال دیتی ہے اور یہ خاصیت اس میں ہمیشہ باقی ہے۔ لہذا علمائے مدینہ کی عبادات کو بے دھڑک شرک و بدعت کہہ دینا سخت غلطی ہے یہ کہنا بھی غلط ہے کہ یہ چراغاں سلطنت ترکیہ کی ایجاد ہے۔ امام اجل سید نور الدین سمہودی اور جلال الدین سیوطی علیہما الرحمۃ کی وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی اور امام نور الدین سمہودی نے کتاب خلاصۃ الوفا شریف ۸۹۴ھ میں تصنیف فرمائی وہ اس کتاب کے چوتھے باب کی سولہویں فصل میں مدینہ پاک کے چراغاں کا ذکر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

واما معاليق الحجرة الشريفة التي تعلق حولها من قناديل الذهب والفضة ونحوهما فلم اقف على ابتداء حدودها۔
ترجمہ: لیکن جو سونے چاندی کی قدیلیں روضہ مطہرہ کے ارد گرد لگی ہوئی ہیں۔ مجھے خبر نہیں کہ کب سے شروع ہوئیں۔

(وفاء الوفاء یاخبار دارالمصنفی ج ۲ ص ۵۸۴ مطبوعہ دارالافتاء الریاض)

اسی مقام پر فرماتے ہیں۔

وقد الف السبکی تالیفا سماه تنزل السکينة علی قنادیل المدینة و ذهب فیہ الی جوازها وصحة وقفها وعدم جواز صرف شیئی منها لعمارة المسجد۔

ترجمہ: امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا تنزل السکينة علی قنادیل المدینة وہ فرماتے ہیں کہ روضہ مطہرہ کی یہ قدیلیں جائز ہیں ان کا وقف درست ہے ان میں سے کوئی چیز مسجد پر حرج نہیں ہو سکتی۔

(وفاء الوفاء یاخبار دارالمصنفی ج ۲ ص ۵۸۴ مطبوعہ دارالافتاء الریاض)

الحمد للہ کہ مخالفین کے تمام سوالات کا مکمل جواب ہو گیا۔

بحث خاتمہ پنجاب اور یوپی و کاٹھیاواڑ میں عام رواج ہے کہ رمضان میں ختم قرآن تراویح کی شب میں مساجد میں چراغاں کیا جاتا ہے۔ بعض دیوبندی اس کو بھی شرک و حرام کہتے ہیں۔ یہ محض ان کی بے دینی ہے مساجد کی زینت ایمان کی علامت ہے تفسیر روح البیان میں زیر آیت انما یعمر مسجد اللہ ہے (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸)۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ۱۷ سو قدیلیں بیت المقدس میں روشن کرنے کا حکم دیا۔ اور مسجد نبوی شریف میں اولاً کھجور کی لکڑیاں وغیرہ جلا کر روشنی کی جاتی تھی۔ پھر تیم داری کچھ قدیلیں اور رسیاں اور تیل لائے اور ان کو مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں لٹکا کر جلایا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا نورت مسجدنا نور اللہ علیک تم نے ہماری مسجد کو روشن کر دیا اللہ تعالیٰ تم کو نورانی رکھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چراغاں کیا اور قدیلیں لٹکائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

نورت مسجدنا نور اللہ قبرک یا ابن الخطاب۔

ترجمہ: اے عمر رضی اللہ عنہ تم نے ہماری مسجد کو روشن کیا۔ اللہ تمہاری قبر کو روشن کرے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر کبیر میں آیت انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ کی تفسیر میں ہے۔

عن النبی ﷺ من اسرج فی مسجد سراجا لم تنزل الملائكة وحملہ العرش الا یتغفرون له مادام فی المسجد ضوء ہ۔

ترجمہ: (یعنی) جو کوئی مسجد میں چراغ جلانے تو جب تک مسجد میں اس کی روشنی رہے فرشتے اور حاملین عرش اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم کتاب الظہر والاہبات صفحہ ۱۱۲ میں یہ مانتا ہے کہ عہد فاروقی میں بعض صحابہ بیت المقدس سے وہاں کی روشنی دیکھ کر آئے اور مسجد نبوی میں متعدد چراغ جلانے گئے پھر مامون رشید بادشاہ نے عام حکم دیا تھا کہ مسجدوں میں بکثرت چراغ جلانے جاویں۔ غرض کہ مسجد کی روشنی سنت انبیاء و سنت صحابہ اور سنت عامۃ المسلمین ہے۔



بحث قبر اذان دينے کی تحقيق

مسلمان ميت کو قبر میں دفن کر کے اذان دینا اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔ جس کے بہت سے دلائل ہیں۔ مگر وہابی دیوبندی اس کو بدعت حرام، شرک اور نہ معلوم کیا کہتے ہیں۔ اس لئے اس بحث کے دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت دوسرے باب میں اس پر اعتراضات و جواب بحوالہ اللہ تعالیٰ و کرمہ۔

پہلا باب

اذان قبر کے ثبوت میں

قبر پر بعد دفن اذان دینا جائز ہے احادیث اور فقہی عبارات سے اس کا ثبوت ہے مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز ما یقال عند من حضرت الموت میں ہے۔ لقنوا موتکم لا الہ الا اللہ اپنے مردوں کو سکھاؤ لا الہ الا اللہ۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز ما یقال عند من حضرت الموت الفصل الاول ص ۱۴۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (سنن ابوداؤد باب فی التلقین ج ۲ ص ۸۸) دنیاوی زندگی ختم ہونے پر انسان کے لئے دو بڑے خطرناک وقت ہیں ایک تو جان کنی کا۔ دوسرا سوالات قبر بعد دفن کا اگر جان کنی کے وقت خاتمہ بالخیر نصیب نہ ہوا تو عمر بھر کا ادھر اسب برباد گیا۔ اور اگر قبر کے امتحان میں ناکامی ہوئی تو آئندہ کی زندگی برباد ہوئی۔ دنیا میں تو اگر ایک سال امتحان میں فیل ہو گئے تو سال آئندہ دے لو۔ مگر وہاں یہ بھی نہیں۔ اس لئے زندوں کو چاہیے کہ ان دونوں وقتوں میں مرنے والے کی امداد کریں کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ کر سنائیں اور بعد دفن اس تک کلمہ کی آواز پہنچائیں کہ اس وقت تو وہ کلمہ پڑھ کر دنیا سے جائے اور اب اس امتحان میں کامیاب ہو۔ لہذا اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ جو مر رہا ہو اس کو کلمہ سکھاؤ۔ دوسرے یہ کہ جو مر چکا ہو اس کو کلمہ سکھاؤ پہلے معنی مجازی ہیں اور دوسرے حقیقی اور بلا ضرورت معنی مجازی لینا ٹھیک نہیں لہذا حدیث کا یہ ہی ترجمہ ہوا کہ اپنے مردوں کو کلمہ سکھاؤ۔ اور یہ وقت دفن کے بعد کا ہے۔ چنانچہ شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد الموت میں ہے۔

اما عند اهل السنة فالحدیث لقنوا موتکم محمول علی حقیقته وقد روی عنه علیہ السلام انه امر بالتلقین بعد الدفن فیقول یل فلان ابن فلان اذکر دینک الذی کنت علیہا۔

ترجمہ: اہل سنت کے نزدیک یہ حدیث لقنوا موتکم اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اور حضور علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے دفن کے بعد تلقین کرنے کا حکم دیا پس قبر پر کہے کہ اے فلاں کے بیٹے فلاں تو اس دین کو یاد کر جس پر تھا۔

(فتاویٰ شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد الموت ص ۶۲۸-۶۲۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

وانما لاینہی عن التلقین بعد الدفن لانه لا ضرر فیہ بل فیہ نفع فان المیت یستانس بالذکر علی ما ورد فی الآثار۔

ترجمہ: دفن کے بعد تلقین کرنے سے منع نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس میں کوئی نقصان تو ہے نہیں بلکہ اس میں نفع ہی نفع ہے کیونکہ میت ذکر الہی سے انس حاصل کرتی ہے۔

(فتاویٰ شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد الموت ص ۶۲۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اس حدیث اور ان عبارات سے معلوم ہوا کہ دفن میت کے بعد اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین مستحب ہے تاکہ مردہ نکرین کے سوالات میں کامیاب ہو۔ چونکہ اذان میں کلمہ بھی ہے۔ اس لئے اذان بھی تلقین میت ہے اور مستحب ہے بلکہ اذان میں پوری تلقین ہے کیونکہ اذان میں کلمہ بھی ہے۔ اس لئے اذان بھی تلقین میت ہے اور مستحب ہے بلکہ اذان میں پوری تلقین ہے کیونکہ نکرین میت سے تین سوال کرتے ہیں اول تو یہ کہ تیرا رب کون ہے؟ پھر یہ کہ تیرا دین کیا ہے؟ پھر یہ کہ اس سنہری جالی والے سبز گنبد والے آقا کو تو کیا کہتا ہے؟ پہلے سوال کا جواب ہوا اشہد ان لا الہ الا اللہ دوسرے کا جواب ہوا حی علی الصلوۃ یعنی میرا دین وہ ہے جس میں پانچ نمازیں فرض ہیں (سوائے اسلام کے کسی دین میں پانچ نمازیں نہ تھیں) تیسرے کا جواب ہوا اشہد ان محمد رسول اللہ در مختار جلد اول باب الاذان میں ہے کہ دس جگہ اذان کہنا سنت ہے جس کو اشعار میں یوں فرمایا۔

فرض الصلوۃ وفي اذن الصغير وفي
خلف المسافر والغيلان ان ظهرت
و زيد اربع دوہر و ذو غضب
وقت الحريق والحرب الذي وقعا
فاحفظ لست من الذي قد شرعا
مسافر ضل في فقر و من صرعا
نماز پنجگانہ کے لئے بچہ کے کان میں۔ آگ لگنے کے وقت جبکہ جنگ واقع ہو۔ مسافر کے پیچھے اور جنات کے ظاہر ہونے پر۔ غصہ والے۔ جو مسافر کہ راستہ بھول جاوے اور مرگی والے کے لئے۔

(رد المحتار علی در المختار باب الاذان ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی کے تحت ہے۔

قد یسن الاذان بغير الصلوة كما فی اذان المولود والمهوم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من انسان او بهيمة وعند مزدھم الجیش وعند الحریق وقيل عند انزال الميت القبر قیاسا علی اول خروجه للدنیا لکن رده ابن حجر فی شرح العباب وعند تقول الغیلان ای تمرّد الجن۔

ترجمہ: نماز کے سوا چند جگہ اذان دینا سنت ہے بچہ کے کان میں غمزہ کے، مرگی والے کے، غصہ والے کے کان میں، جس جانور یا آدمی کی عادت خراب ہو اس کے سامنے لشکروں کے جنگ کے وقت آگ لگ جانے کے وقت، میت کو قبر میں اتارتے وقت اس کے پیدا ہونے پر قیاس کرتے ہوئے لیکن اس میں اذان کے سنت ہونے کا ابن حجر علیہ الرحمۃ نے انکار کیا ہے جنات کی سرکشی کے وقت۔

(رد المحتار علی در المختار باب الاذان ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن حجر کے انکار کا جواب دوسرے باب میں دیا جاوے گا۔ ان شاء اللہ۔

مشکوٰۃ باب فضل الاذان میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم بلال کی اذان سے رمضان کی سحری ختم نہ کرو۔ وہ تو لوگوں کو جگانے کے لئے اذان دیتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب الاذان قبل الفجر ج ۱ ص ۲۲۳ رقم الحدیث ۵۹۶ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابوداؤد باب وقت السحر ج ۲ ص ۳۰۳ رقم الحدیث ۲۳۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۴۱ رقم الحدیث ۱۶۹۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للبخاری ج ۲ ص ۸۱ رقم الحدیث ۲۳۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۳۳۷۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند ابوداؤد الطیالسی ج ۳ ص ۳۶ رقم الحدیث ۳۵۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ باب ذکر اللیلۃ التي کان لها بلال یؤذن لیل ج ۱ ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۴۰۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبخاری ج ۱ ص ۲۸۱ رقم الحدیث ۱۶۶۳ مطبوعہ مکتبۃ والباز مکتبۃ المکتبۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبیہ مصر)

معلوم ہوا کہ زمانہ نبوی میں سحری کے وقت بجائے نوبت یا گولے کے اذان دی جاتی تھی لہذا سوتے کو جگانے کے لئے اذان دینا سنت سے ثابت ہے۔

اذان کے سات فائدے ہیں جن کا پتہ احادیث اور فقہاء کے اقوال سے چلتا ہے ہم وہ فائدے عرض کئے دیتے ہیں۔ خود معلوم

ہو جائے گا کہ میت کون میں سے کون کون سے قائدے حاصل ہو گئے۔ اولاً تو یہ کہ میت کو تلقین جوابات سے ہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا۔ دوسرے اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔ مشکوٰۃ باب الاذان میں ہے۔

اذا نودی للصلاة ادبر الشطن له صراط حتى لا يسمع التاذين۔

ترجمہ: جب نماز کی اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز لگاتا ہوا بھاگتا ہے یہاں تک کہ اذان نہیں سنتا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۱ رقم الحدیث ۳۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور جس طرح کہ بوقت موت شیطان مرنے والے کو اور غلاتا ہے تاکہ ایمان چھین لے اسی طرح قبر میں بھی پہنچتا ہے اور بہکاتا ہے کہ تو مجھے خدا کہہ دے تاکہ میت اس آخری امتحان میں قیل ہو جاوے۔ اللھم احفظنا منہ چنانچہ نو در الوصول میں امام محمد ابن علی ترمذی فرماتے ہیں۔

اذا سئل الميت من ربك تراى له الشيطان فى صورة يشير الى نفسه اى انا ربك فلهذا ورد سوال التثبيت له حين يسئل۔

ترجمہ: یعنی جبکہ میت سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو شیطان اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اسی لئے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام نے میت کے سوالات کے وقت اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا فرمائی۔

(نو در الوصول فی معرفۃ احادیث الرسول ج ۲ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

اب اذان کی برکت سے شیطان دفع ہو گیا میت کو امن مل گئی اور بہکانے والا گیا۔

تیسرے یہ کہ اذان دل کی وحشت کو دور کرتی ہے ابو نعیم اور ابن عساکر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی۔ نزل ادم بالہند واستوحش فنزل جبریل فنادی بالاذان حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے اور ان کو سخت وحشت ہوئی پھر جبریل آئے اور اذان دی۔ اسی طرح مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۶۲ باب سوم درمیاں آیات شرف دے میں ہے۔ اور میت بھی اس وقت عزیز و اقارب سے چھوٹ کر تیرہ و تار یک مکان میں اکیلا پہنچتا ہے سخت وحشت ہے اور وحشت میں حواس باختہ ہو کر امتحان میں ناکامی کا خطرہ ہے۔ اذان سے دل کو اطمینان ہوگا۔ جوابات درست دے گا۔ چوتھے یہ کہ اذان کی برکت سے غم دور ہوتا ہے۔ اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ مسند الفردوس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

رانی النبی ﷺ حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراک حزینا فمر بعض اهلك یوذن فی اذنک فانه درء الهم۔

ترجمہ: مجھ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رنجیدہ دیکھا تو فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ تم کو رنجیدہ پاتا ہوں تم کسی کو حکم دو کہ تمہارے کان میں اذان کہہ دے کیونکہ اذان غم کو دور کرنے والی ہے۔

(جامع الرضوی صحیح البحاری کتاب الجنازہ باب الاذان علی القبر لدفع الحزن ج ۲ ص ۹۱۳ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

بزرگان دین حتیٰ کہ ابن الجبر علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں کہ جو بہتہ فوجדתہ كذلك فی المرقات۔ (جامع الرضوی صحیح البحاری کتاب الجنازہ باب الاذان علی القبر لدفع الحزن ج ۲ ص ۹۱۳ طبع سنہ ۱۹۹۲ء) مرقاۃ شروع باب الاذان میں ہے یعنی میں نے اس کو آزمایا مفید پایا۔ اب مردے کے دل پر اس وقت جو صدمہ ہے۔ اذان کی برکت سے دور ہوگا اور سرور حاصل ہوگا۔

پانچویں یہ کہ اذان کی برکت سے لگی ہوئی آگ بجھتی ہے۔ ابو یعلیٰ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

یطفئوا الحریق بالتکبیر واذا رء یتم الحریق فکبروا فانه یطفئ النار۔

ترجمہ: لگی ہوئی آگ کو تکبیر سے بجھاؤ اور جبکہ تم آگ لگی ہوئی دیکھو تو تکبیر کہو کیونکہ یہ آگ کو بجھاتی ہے۔

اور اذان میں تکبیر تو ہے اللہ اکبر لہذا اگر قبر میت میں آگ لگی ہو تو امید ہے کہ خدائے پاک اس کی برکت سے بجھا دے۔

چھٹے یہ کہ اذان ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ کی برکت سے عذاب قبر دور ہوتا ہے اور قبر فراخ ہوتی ہے تنگی قبر سے نجات ملتی ہے۔ امام احمد و طبرانی و بیہقی نے جابر رضی اللہ عنہ سے سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کے دفن کا واقعہ نقل کر کے روایت کی۔

سبح النبى ﷺ ثم كبروا كبر الناس قالوا يا رسول الله لم مسبحت قال لقد تضائق على هذا الرجل الصلح قبره حتى فرج الله تعالى عنه بعد دفن۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے سبحان اللہ فرمایا۔ پھر اللہ اکبر حضور ﷺ نے فرمایا اور دیگر حضرات نے بھی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ تسبیح و تکبیر کیوں پڑھی ارشاد فرمایا کہ اس صالح بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی اللہ نے قبر کو کشادہ فرمایا۔ ☆

(مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس کی شرح میں علامہ طبری فرماتے ہیں۔

ای ما زلت مكبرا وتكبرون واسبح و تسبحون حتى فرجه الله۔

ترجمہ: یعنی ہم اور تم لوگ تسبیح و تکبیر کہتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے قبر کو کشادہ فرمادیا۔

(مرقات المفاتيح شرح مشکوٰۃ المصابيح الفصل الثالث من اثبات عذاب القبر ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ بلقان)

ساتویں یہ کہ اذان میں حضور علیہ السلام کا ذکر ہے اور صالحین کے ذکر کے وقت نزول رحمت ہوتا ہے۔ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں۔ ذکر الصالحین تنزیل الرحمة (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) اور میت کو اس وقت رحمت کی

سخت ضرورت ہے۔ غرض کہ ہماری تھوڑی سی جنبش زبان سے اگر میت کو اتنے بڑے بڑے سات فائدے پہنچ جاویں تو کیا حرج ہے؟

ان الفرق بين العادة والعبادة هو النية المتضمنة للاخلاص۔

ترجمہ: عادت اور عبادت میں فرق نیت اخلاص سے ہے یعنی جو کام بھی اخلاص سے کیا جاوے وہ عبادت ہے۔

اور جو کام بغیر اخلاص کے ہو وہ عادت۔ درمختار بحث مستحبات الوضو میں ہے۔

ومستحبه هو ما فعله النبي عليه السلام كرة وتركه اخرى وما حبه السلف۔

ترجمہ: مستحب وہ کام ہے جس کو حضور علیہ السلام نے کبھی کیا اور کبھی نہ کیا۔ اور وہ بھی ہے جس کو گذشتہ مسلمان اچھا جانتے ہیں۔

(رد المحتار علی در المختار بحث مستحبات الوضو ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی بحث دفن زیر عبارات ولا یجھض ہے۔ وقال عليه السلام ما راه المومنون حسنا فهو عند الله حسن جس کو مسلمان

اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ چونکہ اذان قبر شریعت میں منع نہیں لہذا جائز ہے اور چونکہ اس کو بہ نیت اخلاص مسلمان بھائی کے

نفع کے لئے کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ مستحب ہے۔ اور چونکہ مسلمان اس کو اچھا سمجھتے ہیں لہذا یہ عند اللہ اچھی ہے۔ خود دیوبندیوں کے پیشوا

حاشیہ..... ☆

محدث کبیر امام ابو نعیم متوفی ۳۳۰ ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو حامد احمد بن محمد بن الحسين ثنا الحسين بن محمد الجعيني ثنا محمد بن حسان

قال سمعت ابن عيينة يقول ذكر الصالحين تنزل الرحمة۔

ترجمہ: محمد بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت

نازل ہوتی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ للبخاری ج ۱ ص ۳۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)،

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب العقائد صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں۔ کسی نے سوال کیا ہے کہ تلقین کے بعد دفن ثابت ہے یا نہیں تو جواب دیا یہ مسئلہ عہد صحابہ سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن اس پر مبنی ہے جس پر عمل کر لے درست ہے۔ رشید احمد۔

دوسرا باب

اذان قبر پر اعتراضات و جوابات میں

اس مسئلہ میں مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات ہیں۔ انشاء اللہ اس کے علاوہ اور نہ ملیں گے۔

اعتراض (۱).....:- قبر پر اذان دینا بدعت ہے اور ہر بدعت حرام ہے لہذا یہ بھی حرام حضور علیہ السلام سے ثابت نہیں وہ ہی پرانا سبق۔

جواب:- ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ بعد فن ذکر اللہ تسبیح و تکبیر حضور علیہ السلام سے ثابت ہے اور جس کی اصل ثابت ہو وہ سنت ہے اس پر زیادتی کرنا منع نہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ حج میں تلبیہ کے جو الفاظ احادیث سے منقول ہیں ان میں کمی نہ کرے اگر کچھ بڑھائے تو جائز ہے۔ (ہدایہ وغیرہ) اذان میں تکبیر بھی ہے اور کچھ زیادہ بھی لہذا یہ سنت ہے ثابت ہے اور اگر بدعت بھی ہو تو حسنہ ہے جیسے کہ ہم بحث بدعات میں عرض کر چکے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۸۹ پر ہے کہ کسی نے دیوبندیوں کے سردار رشید احمد صاحب سے پوچھا کہ کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟

جواب:- قرونِ ثلاثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے۔ بدعت نہیں۔ رشید احمد عفی۔

اسی کتاب میں صفحہ ۸۸ پر ہے کہ کھانا تاریخ معین پر کھانا بدعت ہے اگرچہ ثواب پہنچے گا۔ رشید احمد۔

کہیے جناب یہ ختم بخاری اور برسی کی فاتحہ پر ثواب کیوں ہو رہا ہے؟ یہ تو بدعت ہے۔ اور ہر بدعت حرام ہے۔ حرام پر ثواب کیسا۔
نوٹ ضروری:- مدرسہ دیوبند میں مصیبت کے وقت ختم بخاری وہاں کے طلباء سے کرایا جاتا ہے اہل حاجت طلباء کو شیرینی دیتے ہیں اور روپیہ نفع میں رہا۔ کم از کم پندرہ روپیہ وصول کئے جاتے ہیں شاید یہ بدعت اس لئے جائز ہو کہ مدرسہ کو روپیہ کی ضرورت ہے اور یہ حصول زر کا ذریعہ۔ لیکن اب قبر مومن پر اذان کیوں حرام؟

اعتراض (۲).....۔ شامی نے باب الاذان میں جہاں اذان کے موقعہ شمار کئے ہیں وہاں اذان قبر کا بھی ذکر فرمایا مگر ساتھ ہی فرمایا لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب اس اذان کی ابن حجر نے شرح عباب میں تردید کر دی معلوم ہوا کہ اذان قبر مردود ہے۔

جواب:- اولاً تو ابن حجر شافعی مذہب میں بہت سے علماء جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اذان قبر سنت ہے اور امام ابن حجر شافعی اس کی تردید کرتے ہیں تو بتاؤ کہ حنفیوں کو مسئلہ جمہور پر عمل کرنا ہوگا کہ قول شافعی پر؟ دوم ابن حجر نے بھی اذان قبر کو منع نہ کیا بلکہ اس کے سنت ہونے کا انکار کیا۔ یعنی سنت نہیں۔ اگر میں کہوں کہ بخاری چھاپنا سنت نہیں بالکل درست ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ بخاری تھی نہ پریس۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جائز بھی نہیں۔ شامی نے اس موقع پر فرمایا وقد یسن الاذان ان موقعوں پر اذان سنہ ہے آگے فرمایا ردہ اس کی ابن حجر نے تردید کی تو کسی چیز کی تردید ہوئی؟ سنت کی۔ شامی سمجھنے کے لئے عقل و ایمان کی

ضرورت ہے تيسرے یہ کہ اگر مان بھی لو کہ علمہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے خود اذان کی تردید کی تو کیا کسی عالم کے تردید کرنے سے کراہت تنزیہی بھی ثابت نہیں ہوتی۔ شامی بحث مستجاب الوضو میں ہے۔

ولا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لا بدله من دليل خاص۔

ترجمہ: مستحب کے ترک سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکروہ ہو جائے بغیر خاص ممانعت کے کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لئے خاص دلیل کی ضرورت ہے۔

(رد المحتار علی در المختار بحث مستجابات الوضو ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

آپ تو اذان قبر کو حرام فرماتے ہیں فقہاء بغیر خاص ممانعت کے کسی شئی کو مکروہ تنزیہی بھی نہیں مانتے۔

اگر کہا جاوے کہ شامی نے اذان قبر کو قیل سے بیان کیا اور قیل ضعف کی علامت ہے تو جواب یہ ہے کہ فقہ میں قیل ضعف کے لئے لازم نہیں شامی کتاب الصوم فصل کفارہ میں ہے۔ فتعیر المصنف بقیل لیس يلزم الضعف اسی (رد المحتار علی در المختار کتاب الصوم فصل کفارہ ج ۲ ص ۱۲۰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) طرح شامی بحث دفن میت میں ذکر مع الجنائزہ کے لئے فرمایا قیل تحريمًا وقيل تنزيهًا (رد المحتار علی در المختار جباب صلوٰۃ الجنائز ج ۱ ص ۵۹۸ مطبوعہ ادارة الطبعة المصریہ مصر) دیکھو یہاں دو قول تھے اور دونوں قیل سے نقل کئے۔ عالمگیری کتاب الوقف بحث مسجد میں ہے وقيل هو مسجد ابداء و هو الاصح یہاں صحیح قول قیل سے بیان کیا معلوم ہوا کہ قیل دلیل ضعف نہیں۔ اور اگر مان بھی لیا جاوے تو بھی اس اذان کو سنت کہنا ضعیف ہو گا نہ کہ جائز کہنا کیونکہ یہ سنت ہی کا قول ہے ہم بھی اذان قبر سنت نہیں کہتے صرف جائز و مستحب کہتے ہیں۔

اعتراض (۳):..... فقہاء فرماتے ہیں کہ قبر پر جا کر فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ کرے اور اذان قبر فاتحہ کے علاوہ ہے لہذا حرام ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے۔ ويكره عند القبر كل مالم يعهد من السنه والمهود منها ليس الا زيارتها والدعاء عندها قائما۔

شامی کتاب الجنائز میں ہے۔

لايسن الاذان عند ادخال الميت في قبره كما هو المعتاد الان وقد صرح ابن حجر بانه بدعة وقال من ظن انه سنة فلم يصب۔

ترجمہ: یعنی میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان دینا سنت نہیں ہے۔ جیسا کہ آجکل مروج ہے اور ابن حجر نے تصریح فرمادی کہ یہ بدعت ہے اور جو کوئی اس کو سنت جانے وہ درست نہیں کہتا۔

در البحار میں ہے۔

من البدع التي شاعت في بلاد الهند الاذان على القبر بعد الدفن۔

ترجمہ: جو بدعتیں کہ ہندوستان میں شائع ہو گئیں۔ ان میں سے دفن کے بعد قبر پر اذان دینا ہے۔

تو شیخ شرح تنقیح میں محمود بنی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں الاذان علی القبر لیس بشئ قبر پر اذان دینا کچھ نہیں۔ مولوی اسحاق صاحب مائتہ مسائل میں فرماتے ہیں کہ قبر پر اذان دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ ثابت نہیں اور جو سنت سے ثابت نہ ہو وہ مکروہ ہوتا ہے۔

جواب: بحر الرائق کا یہ فرمانا کہ قبر پر جا کر بجز زیارت و دعا اور کچھ کرنا مکروہ ہے بالکل درست ہے وہ زیارت قبور کے وقت فرماتے

ہیں۔ یعنی جب وہاں زیارت کی نیت سے جاوے تو قبر کو چومنا یا سجدہ کرنا وغیرہ ناجائز کام نہ کرے اور یہاں گفتگو ہے دفن کے وقت یہ زیارت کا وقت نہیں ہے اگر وقت دفن بھی اس میں شامل ہے تو پھر لازم ہو گا کہ میت کو قبر میں اتارنا، تختہ دینا، مٹی ڈالنا اور بعد دفن تلقین کرنا

جس کو فتاویٰ رشیدیہ میں بھی جائز کہا ہے سب منع ہے۔ بس مردے کو جنگل میں رکھ کر فاتحہ پڑھ کر بھاگ آنا چاہیے اور زیارت قبر کے وقت بھی ممنوع کام کرنا منع ہیں۔ وہ ہی عبارت بحر الرائق کا مقصود ہے ورنہ مردوں کو سلام کرنا یا ان کے قبور پر سبزہ یا پھول ڈالنا بالاتفاق جائز ہے۔ حضور علیہ السلام سے ثابت ہے اور بحر الرائق میں فرما رہے ہیں کہ وہاں بجز زیارت اور کھڑے ہو کر دعا کرنے کے کچھ بھی نہ کرے، مولوی اشرف علی صاحب کی حفظ الایمان میں ایک سوال ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کشف قبور کا طریقہ بیان فرماتے ہیں۔ وبعد۔ مفت کمرہ طواف کند و درواں تکبیر بخواند و اغاذازد راست کند و بعد از طرف پایاں در خسار نهد۔ یعنی اس کے بعد قبر کا سات چکر طواف کرے اس میں تکبیر کہے اور دہنی طرف سے شروع کرے اور قبر کے پاؤں کی طرف اپنا رخسارہ رکھے تو کیا قبر کا طواف اور سجدہ جائز ہے؟ اس کا جواب حفظ الایمان صفحہ ۶ پر دیتے ہیں یہ طواف اصطلاحی نہیں ہے جو کہ تعظیم و تقرب کے لئے کیا جاتا ہے۔ اور جس کی ممانعت نصوص شرعیہ سے ثابت ہے بلکہ طواف لغوی ہے یعنی محض اس کے ارد گرد پھرنا واسطے پیدا کرنے مناسبت وحی کے صاحب قبر کے ساتھ اور لینے فیوض کے اس کے نظیر حضرت جابر کے قصے میں وار ہوتی ہے۔ جبکہ ان کے والد مقروض ہو کر وفات پا گئے۔ اور قرض خواہوں نے حضرت جابر کو تنگ کیا۔ انہوں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ باغ میں تشریف لا کر رعایت کر دیجئے حضور علیہ السلام باغ میں رونق افروز ہوئے اور چھوہاروں کے انبار لگوا کر بڑے انبار کے گرد تین بار پھرے۔ طاف احوال اعظم ہا بیدار آئیہ حضور کا یہ پھرنا کوئی طواف نہ تھا۔ بلکہ اس میں اثر پہنچانے کے لئے اس کی چاروں طرف پھر گئے۔ اسی طرح کشف المقبور کے عمل میں ہے۔ کہیئے اگر اذان قبر اس لئے منع ہے کہ قبر پر بجز زیارت و دعا کوئی کام جائز نہیں تو یہ قبر کا طواف اور اس سے فیض لینا کیوں جائز ہے؟ لہذا بحر الرائق کی ظاہری عبارت آپ کے بھی موافق نہیں پر لطف بات یہ ہے کہ حفظ الایمان کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قبروں سے فیض ملتا ہے اور فیض لینے کے لئے وہاں جانا اور طواف کرنا، قبر پر رخسارہ رکھنا جائز ہے اسی کو تقویۃ الایمان میں شرک کہا ہے۔ شامی و توشیح وغیرہ کی عبارتوں کا جواب سوال نمبر ۱ کے ماتحت گزر گیا کہ اس میں سنیت کا انکار ہے نہ کہ جواز کا توشیح کا فرمانا لیس بشی اس کے معنی یہ نہیں کہ حرام ہے مراد یہ ہے کہ نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت محض جائز اور مستحب ہے اور اس کو سنت یا واجب سمجھنا محض غلط ہے جو فقہاء کہ اس کو بدعت فرماتے ہیں وہ بدعت جائزہ یا کہ بدعت مستحبہ فرماتے ہیں نہ کہ بدعت مکروہہ کیونکہ بلا دلیل کراہت ثابت نہیں ہوتی۔ مولوی اسحاق صاحب دیوبندیوں کے پیشوا ہیں ان کا قول حجت نہیں۔ اور یہ قاعدہ صحیح ہے کہ جو سنت سے ثابت نہیں۔ در مختار باب صلوٰۃ العیدین مطلب فی تکبیر التشریق میں ہے۔

ووقوف الناس يوم عرفته في غيرها تشبيها بالواقفين ليس بشي.

(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۶۱۸ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی کے ماتحت شامی میں ہے۔

وهو نكرة في موضع النفي فعم انواع العبادۃ من فرض و واجب و مستحب فبقيت الاباحۃ قيل يستحب.

(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۶۱۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ہدایہ کے حاشیہ میں لیس بشی کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ای لیس بشی يتعلق به الثواب وهو يصدق على الاباحۃ.

(حاشیہ ہدایہ اولین ص ۱۷۵)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ لیس ہشتی مباح کو بھی کہا جاتا ہے۔

اعتراض (۴).....۔ اذان تو نماز کی اطلاع کے لئے ہے دن کے وقت کوئی نماز ہو رہی ہے۔ جس کی اطلاع دینا منظور ہے چونکہ یہ اذان لغو ہے پس ناجائز ہے۔

جواب:- یہ خیال غلط ہے کہ اذان فقط نماز کی اطلاع کے لئے ہے ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ اذان کتنی جگہ کہنی چاہیے آخر بچہ کے کان میں اذان دی جاتی ہے وہاں کوئی نماز کا وقت ہے حضور علیہ السلام کے زمانہ میں رمضان کی شب دو اذانیں ہوتی تھیں ایک تو سحری کے لئے بیدار کرنے کو دوسری نماز فجر کے لئے۔

لیطفہ:- کاٹھیاواڑ میں رواج ہے کہ بعد نماز فجر مصافحہ کرتے ہیں اور یوپی میں رواج ہے کہ بعد نماز عید معانقہ (گلے ملنا) کرتے ہیں۔ ایک صاحب نے ہم سے دریافت کیا کہ معانقہ یا مصافحہ اول ملاقات کے وقت چاہیے نماز کے بعد تو لوگ رخصت ہو رہے ہیں پھر اس وقت یہ کیوں ہوتا ہے۔ یہ مصافحہ اور معانقہ بدعت ہے لہذا حرام ہے ہم نے عرض کیا کہ معانقہ حضور علیہ السلام سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الادب میں ایک باب ہی اس کا باندھا باب المصافحۃ والمعانقۃ اور وہاں لکھا کہ حضور علیہ السلام نے زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ سے معانقہ فرمایا۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب المصافحۃ والمعانقۃ الفصل الثانی ص ۳۰۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حدیث کی روش بتاتی ہے کہ معانقہ خوشی کا تھا اور عید کا دن بھی خوشی کا دن ہے اس لئے اظہار خوشی میں معانقہ کرتے ہیں۔ نیز در مختار جلد پنجم باب الکراہیۃ باب الاستبراء میں ہے۔

حاشیہ.....☆

غنیہ حاشیہ غرر و درر باب صلوٰۃ العیدین میں ہے۔

المستحب الخروج ماشيا والرجوع من طريق اخر والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لا ننكر كما في البحر وكذا المصافحة بل هي سنة عقب الصلوات كلها عند كل لقي ولنا فيها رسالة سميتها سعادة اهل الاسلام بالمصافحة عقب الصلاة والسلام۔

ترجمہ: عید کے دن عید گاہ کو پیدل جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا یہی مستحب ہے۔ اور ”اللہ عزوجل ہمارے اور تمہارے عمل قبول فرمائے“ کے الفاظ سے مبارکباد پیش کرنے میں کوئی برائی نہیں جیسا کہ ”بحر الرائق“ میں ہے اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ وہ تمام نمازوں کے بعد ہر ملاقات کے وقت سنت ہے اور اس بارے میں ”نماز کے بعد مصافحہ و سلام میں اہل سلام کی خوش بختی“ نامی ہمارا ایک رسالہ ہے۔ (غنیہ ذوی الاحکام علی حاشیہ غرر الاحکام کتاب الصلاۃ باب صلوٰۃ العیدین ج ۱ ص ۱۳۲ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

علامہ سید احمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

كذا تطلب المصافحة فهي سنة عقب الصلوات كلها۔

ترجمہ: اسی طرح مصافحہ بھی مطلوب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد سنت ہے۔ (حاشیہ الطحاوی علی مراآئ الفلاح کتاب الصلاۃ باب العیدین ص ۵۳۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ در مختار میں لکھتے ہیں۔

تستحب المصافحة بل هي سنة عقب الصلوات كلها وعند كل لقي ابو السعود عن الشرفلالية۔

ترجمہ: مصافحہ مستحب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے ابو السعود نے شرفلالی سے نقل کیا۔ (حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الصلاۃ باب العیدین ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کوئٹہ)

ای کما تجوز المصافحة ولو بعد العصر و قولهم انه بدعة ای مباحة حسنة کما افاده النور فی اذکارہ۔
ترجمہ: مصافحہ جائز ہے اگرچہ نماز عصر کے بعد ہو اور فقہاء کا فرمانا کہ مصافحہ نماز عصر بدعت ہے یعنی بدعت مباحہ حسنہ ہے جیسا کہ
 نووی نے اپنے اذکار میں فرمایا۔

(الدر المختار کتاب النحر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ ج ۹ ص ۶۲۹۶۲۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اسی کے ماتحت شامی میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان المصافحة مستحبة عند كل لقاء و اماما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلوة الصبح
 فلا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولكن لا بأس به وتقيد به بما بعد الصبح و العصر علی عادة كانت
 فی زمنه والا فعقب الصلوات كلها كذلك۔

ترجمہ: ہر ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مستحب ہے اور فجر کے بعد مصافحہ کا جو رواج ہے اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ لیکن اس
 میں حرج بھی نہیں اور صبح یا عصر کی قید فقط لوگوں کی عادت کی بناء پر ہے ورنہ ہر نماز کے بعد مصافحہ کا یہ ہی حکم ہے۔

(الدر المختار کتاب النحر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ ج ۹ ص ۶۲۹۶۲۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ بہر حال جائز ہے لیکن اس کی تسلی نہ ہوئی یہ ہی کہتا رہا کہ مصافحہ معانقہ ملاقات کے وقت چاہیے ہم
 نے کہا اچھا بتاؤ۔ اول ملاقات کسے کہتے ہیں؟ بولا غائب ہونے کے بعد جب ملیں۔ تو یہ اول ملاقات ہے ہم نے کہا۔ غائب ہون کی
 دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ جسما غائب ہوں۔ دوسرے یہ کہ ولی طور پر غائب ہوں نماز کی حالت میں اگرچہ بظاہر تمام مقتدی اور امام ایک
 جگہ ہی رہے مگر حکمی لحاظ سے سب ایک دوسرے سے غائب تھے کہ نہ کسی سے کلام کر سکیں نہ ایک دوسرے کی مدد۔ بلکہ یہ تمام لوگ دنیا ہی
 سے غائب ہیں کہ کھانا، پینا، چلنا پھرنا، تمام دنیاوی کا حرام ہیں اور الصلوٰۃ معراج المؤمنین کا نقشہ نظر آ رہا ہے دنیا سے تعلق منقطع ہے اور
 واصل الی اللہ ہیں جب سلام پھیرا۔ اب دنیا میں آگئے تمام دنیاوی کام حلال ہو گئے۔ یہ وقت غائب ہونے کے بعد ملنے کا ہے۔ لہذا
 مصافحہ سنت ہے وہ کہنے لگا کہ یہ منطق ہے سمجھا دیا اس کو شریعت نے تو ملاقات کا وقت نہیں مانا۔ ہم نے کہا مانا ہے اس وقت سلام کس کو
 کرتے ہیں اور کیوں کرتے ہیں؟ امام کو چاہیے کو سلام میں مقتدیوں اور ملائکہ کو سلام کرنے کی کرے اور مقتدی لوگ امام کو اور ملائکہ کو اور تنہا
 نمازی صرف ملائکہ کی نیت کرے اور سلام یا تو ملاقات کے وقت ہوتا ہے یا رخصت کے وقت۔ بتاؤ یہ سلام کیسا کیا یہ لوگ کہیں سے آرہے
 ہیں یا جا رہے ہیں؟ جا تو نہیں رہے ہیں کہ ابھی دعائیں کے وظیفہ پڑھیں گے بعض لوگ اشراق پڑھ کر اٹھیں گے۔ معلوم ہوا کہ عالم بالا
 کی سیر کر کے آرہے ہیں اور سلام کر رہے ہیں لہذا مصافحہ بھی کریں تو کیا حرج ہے؟ کہنے لگا کہ پھر تو ہر نماز کے بعد چاہیے۔ ہم نے کہا ہاں
 اگر ہر نماز کے بعد کرے تب بھی منع نہیں۔ الحمد للہ کہ اس کی تسکین ہو گئی۔ اسی طرح یہ مسئلہ اذان ہے۔

بحث عرس بزرگان

اس بحث کے دو باب ہیں۔ پہلا باب عرس کے ثبوت میں، دوسرا باب مسئلہ عرس پر اعتراضات و جوابات میں۔

پہلا باب

ثبوت عرس میں

عرس کے لغوی معنی ہیں شادی۔ اسی لئے اور دلہن کو عروس کہتے ہیں بزرگان دین کی تاریخ وفات کو اس لئے عرس کہتے ہیں کہ مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے کہ جب نکیرین میت کا امتحان لیتے ہیں اور وہ کامیاب ہوتا ہے تو کہتے ہیں نم کنومة العروس التی لایوقظہ الا احب اہلہ الیہ۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب اثبات عذاب القبر الفصل الثانی ص ۲۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) تو اس دلہن کی طرح سو جا جس کو سوائے اس کے پیارے کے کوئی نہیں اٹھا سکتا تو چونکہ اس دن نکیرین نے ان کو عروس کہا۔ اس لئے وہ دن روز عرس کہلایا۔ یا اس لئے کہ وہ جمال مصطفیٰ علیہ السلام کے دیکھنے کا دن ہے کہ نکیرین دکھا کر پوچھتے ہیں کہ تو ان کو کیا کہتا تھا اور وہ تو خلقت کے دولہا ہیں۔ تمام عالم ان ہی کے دم کی بہار ہے اور وصال محبوب کا دن عرس کا دن ہے لہذا یہ دن عرس کہلایا عرس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ہر سال تاریخ وفات پر قبر کی زیارت کرنا اور قرآن خوانی و صدقات کا ثواب پہنچانا اس اصل عرس کا ثبوت حدیث پاک اور اقوال فقہاء سے ہے۔ شامی جلد اول باب زیارت القبور میں ہے۔

روی ابن ابی شیبہ ان النبی ﷺ کان یاتی قبور الشهداء باحد علی راس کل حول۔

ترجمہ: ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۷۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (عمدة القاری ج ۸ ص ۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۱۳ ص ۱۴۲)، (تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ج ۲ ص ۵۱۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

تفسیر کبیر اور تفسیر درمنثور میں ہے۔

عن رسول اللہ علیہ السلام انه کان یاتی قبور الشهداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعة هکذا کانوا یفعلون۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام سے ثابت ہے کہ آپ ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اور ان کو سلام فرماتے تھے اور چاروں خلفاء بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۳ ص ۶۳۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

شاہ عبدالعزیز صاحب فتاویٰ عزیز یہ صفحہ ۲۵ میں فرماتے ہیں۔

دوم آنکہ بہنیت اجتماع مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ فاتحہ بر شیرینی و طعام نمودہ تفہم در میان حاضران کنند ایں قسم معنوم در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نہ بود اگر کسے ایں طور کنند پاک نیست بلکہ فائدہ احیاء اموات را حاصل میشود۔ دوسرے یہ کہ بہت سے لوگ جمع ہوئے اور ختم قرآن اور کھانے شیرینی پر فاتحہ کر کے حاضرین میں تقسیم کریں یہ قسم حضور علیہ السلام اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں

مروج نہ تھی۔ لیکن اگر کوئی کرے تو حرج نہیں بلکہ زندوں کو مردوں سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ زبدۃ النصارح فی مسائل الذبائح میں شاہ عبدالعزیز صاحب مولوی عبدالکیم صاحب سیالکوٹی علیہما الرحمۃ و الرضوان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

این طعن مبنی است بر جہل بہ احوال مطعون علیہ ذہرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مفردہ و امیج کس فرض نمی داند آری تبرک بقبور و امداد ایشان بایصال ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعیین روز عرس ہر آنے آن است کہ آن روز ذکر انتقال ایشان می باشد از داد العمل بدار الثواب والا ہر روز کہ این عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است۔

یہ طعن لوگوں کے حالات سے خبردار نہ ہونے کی وجہ سے ہے کوئی شخص بھی شریعت کے مقرر کردہ فرائض کے سواء کو فرض نہیں جانتا ہاں صالحین کی قبروں سے برکت لینا اور ایصال ثواب اور تلاوت قرآن اور تقسیم شیرینی و طعام سے ان کی مدد کرنا اجماع علماء سے اچھا ہے عرس کا دن اس لئے مقرر ہے کہ وہ دن ان کی وفات کو یاد دلاتا ہے۔ ورنہ جس دن بھی یہ کام کیا جاوے اچھا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی مکتوب ۱۸۲ میں مولانا جلال الدین کو لکھتے ہیں۔ ”اعراس پیراں بسماع و ہمغائی جاری وارند“ پیروں کا عرس پیروں کے طریقہ سے قوالی اور صفائی کے ساتھ جاری رکھیں۔ مولوی رشید احمد و اشرف علی صاحبان کے پیرو حاجی امداد اللہ صاحب اپنے فیصلہ ہفت مسئلہ میں عرس کے جواز پر بہت زور دیتے ہیں خود اپنا عمل یوں بیان فرماتے ہیں ”فقیر کا مشرب اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک پر ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماہر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔

مولوی رشید احمد صاحب بھی اصل عرس کو جائز مانتے ہیں چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۲ میں فرماتے ہیں۔ بہت سے اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت منع ہو گئیں۔ مجلس عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے اہل عرب سے معلوم ہوا کہ عرب شریف کے لوگ حضرت سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس بہت دھوم و دھام سے کرتے ہیں خاص کر علماء مدینہ منورہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے رہے۔ جن کا مزار مقدس احد پہاڑ پر ہے۔ غرض کہ دنیا بھر کے مسلمان علماء و صالحین خصوصاً اہل مدینہ عرس پر کار بند ہیں اور جس کو مسلمان اچھا جائیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے۔ عقل بھی پاہتی ہے کہ عرس بزرگان عمدہ چیز ہوا لہذا تو اس لئے کہ عرس زیارت قبور اور صدقہ خیرات کا مجموعہ ہے زیارت قبور بھی سنت، صدقہ بھی سنت تو دو سنتوں کا مجموعہ حرام کیونکر ہو سکتا ہے؟ مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور میں ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ہم نے تم کو زیارت قبور سے منع فرمایا تھا۔ الا فرود و ہساب ضرور زیارت کیا کرو۔ اس سے ہر طرح زیارت قبور کا جواز معلوم ہو خواہ روزانہ ہو یا سال کے بعد اور خواہ تنہا زیارت کی جاوے یا کہ جمع ہو کر اب اپنی طرف سے اس میں قیود لگانا کہ مجمع کے ساتھ زیارت کرنا منع ہے سال کے بعد مقرر کر کے زیارۃ کرنا منع ہے محض لغو ہے معین کر کے ہو یا بغیر معین کئے ہر طرح جائز ہے۔ دوم اس لئے کہ عرس کی تاریخ مقرر ہونے سے لوگوں کو جمع ہونے میں آسانی ہوتی ہے اور لوگ جمع ہو کر قرآن خوانی کلمہ طیبہ درود پاک وغیرہ پڑھتے ہیں بہت سی برکات جمع ہوتی ہیں۔ تیسرے اس لئے کہ ایک پیر کے مریدین اس تاریخ میں اپنے پیر بھائیوں سے بلا تکلف مل لیتے ہیں جس سے ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوتی ہے اور واپس میں محبت بڑھتی ہے۔ چوتھے اس لئے کہ طالبان کو پیر تلاش کرنے میں آسانی ہے اگر کسی عرس میں پہنچے تو وہاں مختلف جگہ کے بزرگان دین جمع ہوتے ہیں علماء و صوفیاء کا مجمع ہوتا ہے سب کو دیکھ کر جس سے عقیدت ہو اس سے بیعت کر لے۔ آخر حج اور زیارت مدینہ منورہ بھی تاریخ مقررہ میں ہی ہوتے ہیں اس میں بھی گزشتہ فوائد ملحوظ ہیں۔ ہم نے دیوبندی اکابر کی قبریں دیکھی ہیں نہ وہاں رونق، نہ کوئی فاتحہ خواں، نہ ان کو ایصال ثواب، نہ کسی کو ان سے اور نہ کسی سے ان کو فیوض، امور خیر بند کرنے کی یہ برکات ہیں۔

دوسرا باب

مسئلہ عرس پر اعتراضات و جوابات میں

اعتراض (۱).....:- جس کو تم بعد موت ولی سمجھتے ہو اس کا عرس کرتے ہو تم کو کیا معلوم کہ یہ ولی ہے کسی کے خاتمہ پر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مسلمان مرایا بے دین۔ پھر کسی مردے کی ولایت کیونکر معلوم ہو سکتی ہے؟ بڑے بڑے صالح کافر ہو کر مرتے ہیں۔

جواب:- زندگی کے ظاہری احکام بعد موت جاری ہوتے ہیں اور زندگی میں مسلمان تھا بعد موت بھی اس کو مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ، کفن دفن، میراث کی تقسیم وغیرہ کی جاوے گی اور جو زندگی میں کافر تھا بعد موت نہ اس کی نماز جنازہ ہوگی، نہ کور کفن، نہ تقسیم میراث، شریعت کا حکم ظاہر پر ہوتا ہے فقط احتمال معتبر نہیں۔ اسی طرح جو زندگی میں ولی ہو وہ بعد وفات بھی ولی ہے اگر محض احتمال پر احکام جاری ہوں تو کفار کی نماز جنازہ پڑھ لیا کرو شاید مسلمان ہو کر مرے اور مسلمان کو بے جنازہ پڑھے آگ میں جلادیا کرو کہ شاید کافر ہو کر مرے۔ نیز مشکوٰۃ کتباب الجنائز باب المثنیٰ بالجنازہ میں بروایت مسلم و بخاری ہے کہ حضور علیہ السلام کے سامنے ایک جنازہ گزرا جس کی لوگوں نے تعریف کی فرمایا وجبت واجب ہوگئی۔ دوسرا جنازہ گزرا جس کی لوگوں نے برائی کی فرمایا وجبت واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا واجب ہوئی؟ فرمایا پہلے کے لئے جنت اور دوسرے کے لئے دوزخ پھر فرمایا انتم شہداء اللہ فی الارض تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز باب المثنیٰ بالجنازہ الفصل الاول ص ۱۳۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

جس سے معلوم ہوا کہ عامۃ المسلمین جس کو ولی سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی ولی ہے مسلمانوں کے منہ سے وہ یہی بات نکلتی ہے جو اللہ کے یہاں ہوتی ہے اسی طرح جس کو مسلمان ثواب جانیں حلال جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی باعث ثواب اور حلال ہے کیونکہ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں اسی کی حدیث نے تصریح فرمائی۔ ماراہ المومنون حسنا فهو عند الله حسن قرآن فرماتا ہے۔
و كذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس۔

ترجمہ: ہم نے تم کو امت عادلہ بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۳)

مسلمان قیامت میں بھی گواہ اور دنیا میں بھی۔ رب تعالیٰ نے قرآن کریم کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کے ثبوت میں حضرت عبداللہ ابن سلام و دیگر بزرگوں کی گواہی پیش فرمائی۔ کہ فرمایا و شہد شاهد من بنی اسرائیل علی مثلہ (پارہ ۲۶ سورہ ۲۶ آیت نمبر ۱۰) اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا۔ جب صالح مومنین کی گواہی سے نبوت ثابت کی جاسکتی ہے تو ولایت بدرجہ اولیٰ ثابت ہو سکتی ہے اور جب اس گواہی سے سارے قرآن پاک کا ثبوت ہو سکتا ہے تو کسی شرعی مسئلہ کا ثبوت بدرجہ اولیٰ ہوگا؟

نوٹ ضروری:- یہ سوال مکہ مکرمہ میں حرم شریف کے نجدی امام نے کیا تھا۔ ایک مجمع کے سامنے اس کا میں نے یہی جواب دیا تھا۔ جس پر اس نے کہا کہ یہ صحابہ کرام کے لئے تھا کہ وہ جس کے متعلق جو گواہی دیں ویسا ہی ہو جائے کیونکہ وہاں فرمایا ہے۔ انتم ہم اس خطاب میں داخل نہیں۔ کیونکہ ہم اس وقت موجود نہ تھے۔ میں نے کہا اسی مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے وفی روايته المومنون شهداء الله فی الارض (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز باب المثنیٰ بالجنازہ الفصل الاول ص ۱۳۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) ایک روایت میں ہے کہ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں زمین میں۔ اس میں انتم نہیں۔ و نیز قرآن میں سارے احکام خطاب کے صیغہ سے آئے اقيموا الصلوة واتوا الزکوة وغیرہ اور

ہم قرآن کے نزول کے وقت نہ تھے لہذا ہم ان احکام سے بری ہیں۔ یہ سب امور صرف صحابہ کرام کے لئے تھے قرآن وحدیث کے خطابات قیامت تک کے مسلمانوں کو شامل ہوتے ہیں۔ الحمد للہ کہ امام صاحب کو اس جواب پر غصہ تو آگیا مگر جواب نہ آیا۔

اعتراض (۲)..... حدیث شریف میں ہے۔ لا تتخذوا قبوری عیداً میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ جس سے معلوم ہوا کہ قبروں پر لوگوں کا اجتماع کرنا۔ میلہ لگانا منع ہے کیونکہ عید سے مراد میلہ ہے اور عرس میں اجتماع ہوتا ہے میلہ لگتا ہے لہذا حرام ہے۔

جواب:- یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ عید سے مراد ہے لوگوں کا جمع ہونا۔ اور حدیث کے معنی ہیں کہ میری قبر پر جمع نہ ہوتا آیا کرو۔ عید کے دن خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ مکانات کی زینت و آرائش ہوتی ہے۔ کھیل کود بھی ہوتے ہیں۔ یہ ہی اس جگہ مراد ہے یعنی ہماری قبر انور پر حاضر ہوتا ادب آؤ۔ یہاں آکر شور نہ مچاؤ۔ کھیل کود نہ کرو۔ اگر قبر پر جمع ہونا منع ہے تو آج مدینہ منورہ کی طرف قافلے بھی جاتے ہیں اللہم ارزقنا بعد نماز پنجگانہ لوگ جمع ہو کر سلام عرض کرتے ہیں۔ حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں بحث عرس میں فرماتے ہیں۔ لا تتخذوا قبوری عیداً اس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ قبر پر میلہ لگانا اور خوشیاں اور زینت و آرائش دھوم دھام کا اہتمام یہ ممنوع ہے اور یہ معنی نہیں کہ کسی قبر پر جمع ہونا منع ہے ورنہ مدینہ طیبہ قافلوں کا جانا واسطے زیارت روضہ اقدس کے بھی منع ہوتا و ہذا باطل پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر افراد و اجتماع دونوں طرح جائز ہے یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم ہماری قبر پر جلد جلد آیا کرو مثل عید کے سال بھر کے بعد ہی نہ آیا کرو۔

اعتراض (۳)..... عام عرسوں میں عورتوں، مردوں کا اختلاط ہوتا ہے ناچ رنگ ہوتے ہیں، توالی گائی ہے غرضکہ عرس بزرگان صد ہا محرمات کا مجموعہ ہے اس لئے یہ حرام ہے۔

جواب:- اس کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ کسی مسنون یا جائز کام میں حرام چیزوں کے مل جانے سے اصل حلال کام حرام نہیں ہو جاتا بلکہ حرام تو حرام رہتا ہے اور حلال حلال۔ شامی بحث زیارت قبور کتاب الجنازہ میں ہے۔

ولا تترك لما يحصل عندها من منكرات و مفساد كاختلاط الرجال بالنساء و غيرها لان القربات لا تترك لمثل ذلك بل على الانسان فعلها و انكار البدع قلت و يوبده مامر من عدم ترك اتباع الجنازة و ان كان معها نساء نائحات۔

ترجمہ: زیارت قبور اس لئے نہ چھوڑ دے کہ وہاں ناجائز کام ہوتے ہیں جیسے کہ عورت مرد کا خلط کیونکہ ان جیسی ناجائز باتوں سے مستحبات نہیں چھوڑے جاتے بلکہ انسان پر ضروری ہے کہ زیارات قبور کرے اور بدعت کو روکے اس کی تائید وہ گذشتہ مسئلہ کرتا ہے کہ جنازے کے ساتھ جانا نہ چھوڑے اگرچہ اس کے ساتھ نوچہ کرنے والیاں ہوں۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الجنازہ باب زیارة القبور ج المطبوع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

فتح مکہ سے پہلے خانہ کعبہ میں بت تھے اور کوہ صفا و مردہ پر بھی بت تھے مگر بتوں کی وجہ سے مسلمانوں نے نہ تو طواف چھوڑا اور نہ عمرہ، ہاں جب اللہ نے قدرت دی تو بتوں کو مٹا دیا آج بازاروں میں ریل کے سفروں اور دنیاوی جلسوں میں عورتوں مردوں کا اختلاط ہوتا ہے خود حاجیوں کے جہازوں میں بعض وقت طواف منی مزدلفہ میں اختلاط مرد و زن ہو جاتا ہے مگر ان کی وجہ سے اصل شئی کو کوئی منع نہیں کرتا دینی مدارس میں بھی اکثر اوقات بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں مگر ان کی وجہ سے نفس مدرسہ حرام نہیں۔ اسی طرح عرس ہے کہ عورتوں کا وہاں جانا حرام ہے ناچ رنگ حرام ہیں۔ لیکن ان کی وجہ سے اصل عرس کیوں حرام ہو۔ بلکہ وہاں جا کر ان جیسی ناجائز رسموں کو روکو، لوگوں کو سمجھاؤ۔ دیکھو جب ابن قیس منافق نے عرض کیا تھا کہ مجھے غزوہ تبوک میں شریک نہ فرمائیے کہ روم و شام کی عورتیں خوبصورت ہیں اور میں عورتوں کا شیدائی ہوں۔ مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے مگر قرآن کریم نے اس عذر کی تردید یوں فرمائی کہ الا فی الفتنۃ سقطوا و ان جہنم

لمحيطة بالكافرين (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۴۹) اس عذر کو رب نے کفر اور ذریعہ جہنم بتایا۔ دیکھو تفسیر کبیر و روح البیان۔ یہ ہی عذر آج دیوبندی محض روکنے کے لئے کرتے ہیں۔

آج بیاہ شادی میں صد ہا حرام رسمیں ہوتی ہیں جس سے مسلمان تباہ بھی ہوتے ہیں اور گنہگار بھی لیکن ان رسوم کی وجہ سے کوئی نکاح کو حرام کہہ کر بند نہیں کرتا۔

قوالی جو آج کل عام طور پر مروج ہے۔ جس میں گندے مضامین کے اشعار گائے جاتے ہیں اور فاسق اور امدادوں کا اجتماع ہوتا ہے اور محض آواز پر رقص ہوتا ہے۔ یہ واقعی حرام ہے لیکن اگر کسی جگہ تمام شرائط سے قوالی ہو گانے والے اور سننے والے اہل ہوں تو اس کو حرام نہیں کہہ سکتے۔ بڑے بڑے صوفیائے کرام نے خاص قوالی کو اہل کے لئے جائز فرمایا اور نا اہل کو حرام۔ اس کی اصل وہ حدیث ہے جو مشکوٰۃ کتاب المناقب عمر میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے سامنے ایک لونڈی دف بجارہی تھی۔ صدیق اکبر آئے تو وہ بجاتی رہی۔ عثمان غنی آئے بجاتی رہی مگر جب فاروق اعظم آئے رضی اللہ عنہم اجمعین تو دف کو اپنے نیچے ڈال کر بیٹھ گئی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! تم سے شیطان خوف کرتا ہے سوال یہ ہے کہ یہ دف بجانا شیطانی کام تھا یا کہ نہیں۔ اگر تھا تو کیا حضور علیہ السلام اور صدیق اکبر و عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے شیطان نے خوف نہ کیا اور اس میں خود حضور علیہ السلام کے اس فرمان کے کیا معنی ہیں؟ جواب وہ ہی ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے آنے سے قبل یہ ہی کام شیطانی نہ تھا ہوتا رہا۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آتے ہی شیطانی بن گیا بند ہو گیا۔ اسی لئے صوفیاء کرام نے اس پر چھ شرطیں لگائی ہیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مجلس میں کوئی غیر اہل نہ ہو۔ ورنہ شیطان کی اس میں شرکت ہوگی۔ جیسے کہ مجلس طعام میں اگر کوئی شخص بغیر بسم اللہ کے کھانا شروع کر دے تو شیطان بھی اس میں شریک ہو جاتا ہے اس سے لازم یہ نہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا درجہ کچھ کم ہے بلکہ صحابہ کرام کے مشرب علیحدہ علیحدہ ہیں بعض پر اتباع غالب بعض پر جذبہ محبت غالب اس لئے اثرات مختلف تھے اگر کوئی غوث یا قطب بغیر بسم اللہ کھانے میں شرکت کریں تو ان میں شیطان کی شرکت ہو جاتی ہے اس سے اس غوث کی توہین نہیں ہوتی۔

شامی جلد پنجم کتاب الکراہیت فصل فی اللیس سے کچھ قبل ہے۔

الہ اللہو لیست بحرمتہ لعینہا بل بقصد اللہو منها الا تری ان ضرب تلک الالہ بعینہا احل تارۃ وحرم اخری وفيہ دلیل لساداتنا الصوفیۃ الذین یقصدون بسماعہا امور اہم اعلم بہا فلا یبادر المعترض بالانکار کی لایحرم برکتہم فانہم السادۃ الاخیار۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

تفسیرات احمدیہ پارہ ۲۱ سورہ لقمان زیر آیت ۶ ومن الناس من یشتري لہو الحدیث (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۶) میں اس قوالی کی بہت تحقیق فرمائی۔ آخر فیصلہ یہ فرمایا کہ قوالی اہل کے لئے حلال ہے اور نا اہل کو حرام۔ پھر فرماتے ہیں۔

وبہ ناخذ لانا شہدنا انہ شاء من قوم کانوا عارفين ومحبين لرسول اللہ وکانوا معدورين لغلبتہ الحال ویستکثرون السماع للغناء وکانوا یحسبون ذلک عبادۃ اعظم وجہاد اکبر فیحل لہم خاصتہ انتہی ملخصاً۔

(التفسیرات الاحمدیہ ص ۶۰۴ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں بحث عرس قوالی کے متعلق فرماتے ہیں محققین کا قول یہ ہے اگر شرائط جواز جمع ہوں اور عوارض مانع مرفوع ہو جاویں تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ مولوی رشید احمد صاحب فتاویٰ رشیدیہ جلد کتاب الخطر والا باحہ صفحہ ۶۱ پر فرماتے ہیں۔ بڑے مزاج میراگ کا سننا جائز ہے۔ اگر گانے والا محل فساد نہ ہو اور مضمون کا خلاف شرع نہ ہو اور موافق موسیقی کے ہونا کچھ حرج نہیں۔ خلاصہ

کلام یہ ہوا کہ قوالی اہل کے لئے شرائط کے ساتھ جائز ہے اور بلا شرائط اور نا اہل کے لئے حرام ہے۔ قوالی کی شرائط علامہ شامی نے اسی کتاب الکراہیہ میں چھ بیان فرمائے ہیں مجلس میں کوئی امر، بے داڑھی کا لڑکانہ ہو۔ اور ساری جماعت اہل کی ہو اس میں کوئی نا اہل نہ ہو قوال کی نیت حالص ہو اجرت لینے کی نہ ہو۔ لوگ بھی کھانے اور لذت لینے کی نیت سے جمع نہ ہوں۔ بغیر غلبہ کے وجد میں کھڑے نہ ہوں۔ اشعار خلاف شرع نہ ہوں۔ اور قوالی کا اہل وہ ہے کہ اس کو وجد کی حالت میں اگر کوئی تلو مارے تو خبر نہ ہو۔ بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ اہل وہ ہے کہ اگر سات روز تک اس کو کھانا نہ دیا جاوے۔ پھر ایک طرف کھانا ہو اور دوسری طرف گانا تو کھانا چھوڑ کر گانا اختیار کرے۔ ہماری اس گفتگو کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آج کی عام قوالیاں حلال ہیں یا عام لوگ قوالی سنیں بلکہ ہم نے بہت سے محققین کو سنا کہ وہ اکابر صوفیائے عظام کو محض قوالی کی بنا پر گالیاں دیتے ہیں اور قوالی کو مثل زنا کے حرام کہتے ہیں اس لئے عرض کرنا پڑا کہ خود قوالی نہ سنو مگر اولیاء اللہ جن سے سماع ثابت ہے ان کو برا نہ کہو۔ قوالی ایک درد کی دوا ہے جس کو درد ہو وہ پیئے جس کو نہ ہو وہ بچے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نہ اس کا رمی کنم و نہ انکار می کنم۔ میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے خود سنا کہ حدیث میں چونکہ گانے کی برائیاں آگئیں۔ لہذا اس کے مقابل خواجہ جمیری و امام غزالی کے قول کا اعتبار نہیں یہ سب فاسق تھے۔ معاذ اللہ ان کلمات سے دکھ پہنچا۔ مختصر یہ مسئلہ لکھ دیا۔

اعتراض (۴)۔ اگر یہ قاعدہ صحیح ہے کہ حلال کام میں حرام مل جانے سے حلال حرام نہیں بن جاتا تو تعزیہ داری بت پرستوں کے میلے، کھیل تماشے، سینما تھیٹر وغیرہ سب جائز ہوئے کہ ان میں کوئی نہ کوئی کام جائز بھی ہوتا ہی ہے وہاں بھی یہ ہی کہو کہ یہ مجمع حرام نہیں بلکہ ان میں جو برے کام ہیں وہ حرام ہیں جو جائز ہیں وہ حلال نیز فقہاء فرماتے ہیں کہ جس ولیمہ میں ناچ رنگ دسترخوان پر ہو وہاں جانا منع ہے حالانکہ قبول دعوت سنت مگر حرام کام ملنے سے حرام ہوگئی۔ اسی طرح عرس بھی ہے محققین یہ انتہائی اعتراض ہے۔

جواب: ایک تو ہے حرام کا فعل حلال میں شامل ہونا۔ ایک ہے اس میں داخل ہونا جہاں فعل حرام اس کا جز بن جاوے کہ اس کے بغیر وہ کام ہوتا ہی نہ ہو اور اگر ہوتا ہو تو اس کا یہ نام نہ ہو۔ اس صورت میں حرام کام حلال کو بھی حرام کر دے گا۔ اگر فعل حرام اس طرح ہو کر جز میں داخل نہ ہو گیا ہو بلکہ کبھی اس میں ہوتا ہو اور کبھی نہیں جس کو خلط کہتے ہیں۔ تو یہ حرام اصل حلال کو حرام نہ کر دے گا جیسے کہ پیشاب کپڑے میں لگ گیا اور پانی میں پڑ گیا۔ کپڑے کا جز نہ بنا۔ پانی کا جز بن گیا۔ تو احکام میں بہت فرق پڑ گیا، نکاح سفر، بازار وغیرہ میں محرمات شامل ہو جاتا ہیں مگر ان کا جز نہیں سمجھتے جاتے کہ ان کے بغیر اس کو نکاح ہی نہ کہا جاوے اور تعزیہ داری میں اسراف باجے نا جائز میلے اس طرح جز بن کر داخل ہوئے کہ کوئی تعزیہ داری وغیرہ اس سے خالی نہیں ہوتی اور اگر خالی ہو تو اس کو تعزیہ داری نہیں کہتے اگر کوئی شخص کر بلا معلیٰ کا نقشہ بنا کر گھر میں رکھ لے نہ تو زمین میں دفن کرے نہ یہ محرمات ہوں تو جائز ہے کیونکہ غیر جاندار کی تصویر بنانا مباح ہے۔ الحمد للہ کہ عرس میں ناچ گانا وغیرہ داخل نہیں ہوا بہت سے عرس ان محرمات سے خالی ہوتے ہیں اور ان کو عرس ہی کہا جاتا۔ سرہند شریف میں مجدد الف ثانی صاحب رضی اللہ عنہ کا عرس بالکل محرمات سے خالی ہوتا ہے عام طور پر لوگ حضرت آمنہ خاتون، سیدنا عبد اللہ، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم کا عرس کرتے ہیں۔ صرف مجلس وعظ اور تقسیم طعام شیرینی ہوتی ہے۔ نیز ہر دعوت قبول کرنا سنت نہیں، نابالغ بچہ کی دعوت۔ اہل میت کی مروجہ دعوت اغنیاء کو جس کے یہاں صرف حرام کا ہی مال ہو اس کی دعوت قبول کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح جس ولیمہ میں ناچ رنگ خاص دسترخوان پر ہو اس کا قبول کرنا منع ہے۔ بخلاف زیارت قبور کے وہ بہر حال سنت ہے لہذا حرام کام کے اختلاط سے دعوت تو سنت ہی نہ بنی اور زیارت قبور چونکہ مطلقاً سنت تھی وہ حرام نہ ہوئی۔ جیسے کہ شرکت دفن بہر حال سنت ہے تو اگر وہاں محرمات ہوں تو اس سے یہ سنت حرام نہ ہوگی بہت باریک فرق ہے خیال رکھنا چاہیے۔

بحث زیارت قبور کے لئے سفر کرنا

عرس بزرگان اور زیارت قبور کے لئے سفر کرنا بھی جائز اور باعث ثواب ہے دیوبندی وغیرہ اس کو بھی حرام کہتے ہیں۔ اس لئے اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں پہلے باب میں جواز کا ثبوت اور دوسرے میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

پہلا باب

سفر عرس کے بارے میں

سفر کا حکم اس کے مقصد کی طرح ہے یعنی حرام کام کے لئے سفر کرنا حرام۔ جائز کے لئے جائز اور سنت کے لئے سنت۔ فرض کے لئے فرض۔ حج فرض کے لئے سفر بھی فرض۔ کبھی جہاد و تجارت کے لئے سفر سنت ہے۔ کیونکہ یہ کام خود سنت ہیں۔ روضہ مصطفیٰ علیہ السلام کی زیارت کے لئے سفر واجب ہے کیونکہ یہ زیارت واجب دوستوں کی ملاقات۔ شادی ختنہ میں اہل قرابت کی شرکت۔ اطباء سے علاج کرانے کے لئے سفر کرنا جائز کیونکہ یہ چیزیں خود جائز ہیں چوری ڈکیتی کے لئے سفر حرام۔ کیونکہ یہ کام خود حرام ہیں۔ غرض کہ سفر کا حکم معلوم کرنا ہو تو اس کے مقصد کا حکم دیکھ لو۔ عرس خاص زیارت قبر کا نام ہے اور زیارت قبر تو سنت ہے لہذا اس کے لئے سفر بھی سنت ہی میں شمار ہوگا۔ قرآن کریم میں بہت سفر ثابت ہیں۔

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لَمْ يَدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ۔

ترجمہ: جو شخص اپنے گھر سے ہجرت کے لئے اللہ اور رسول کی طرف نکل گیا پھر اس کو موت آگئی تو اس کا اجر عند اللہ ثابت ہو گیا۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۰۰)

سفر ہجرت ثابت ہوا لایلف قریش ابلا فہم رحلة الشتاء والصيف (پارہ ۳۰ سورہ ۱۰۶ آیت نمبر ۲) اس لئے کہ قریش کو میل دلا یا ان کے جاڑے اور گرمی کے دونوں سفروں میں۔ سفر تجارت ثابت ہوا۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حَقْبًا۔

ترجمہ: اور یاد کرو جبکہ موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں باز نہ رہوں گا جب تک کہ وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملتے ہیں۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۶۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کے لئے گئے۔ شائع کی ملاقات کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا۔

يٰۤبَنِي إِدْرِيٰسَ اذْهَبْوَ فَتَحْسَبُوا مِنْ يَوْسُفَ وَآخِيهِ وَلَا تَيْسَبُوا مِنْ رُوحِ اللَّهِ۔

ترجمہ: اے میرے بیٹو جاؤ یوسف اور ان کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۸۷)

یعقوب علیہ السلام نے فرزندوں کو تلاش یوسف کے لئے حکم دیا۔ تلاش محبوب کے لئے سفر ثابت ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔

اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هٰذَا فَالْقَوُوهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِي يٰۤاَتَ بَصِيْرًا۔

ترجمہ: میرا یہ کرتہ لے جاؤ۔ میرے باپ کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۹۳)

علاج کے لئے سفر ثابت ہوا۔

ولما دخلوا على يوسف اوى اليه۔

ترجمہ: پھر جب وہ سب یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۶۹)

ملاقات فرزند کے لئے سفر ثابت ہوا۔ فرزند ان یعقوب علیہ السلام نے والد ماجد سے عرض کیا۔

فارسل معنا اخانا نکتل وانا له لحفظون۔

ترجمہ: ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے ہم غلہ لائیں گے اور ان کی ضرورت حفاظت کریں گے۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۶۳)

روزی حاصل کرنے کے لئے سفر ثابت ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔

اذهب الى فرعون انه طغى۔

ترجمہ: فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۷۹ آیت نمبر ۱۷)

تبلیغ کے لئے سفر ثابت ہوا۔ مشکوٰۃ کتاب العلم میں ہے۔

من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله۔

ترجمہ: جو شخص تلاش علم میں نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الاول ص ۳۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حدیث میں ہے۔

اطلبوا العلم ولو كان بالصين۔

ترجمہ: علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو۔

(جامع الصغیر ج ۱ ص ۷۲ رقم الحدیث ۱۱۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

کریا میں ہے۔

طلب کردن علم شد بر تو فرض

علم کا طلب کرنا تجھ پر فرض ہے اس کے لئے سفر بھی ضروری ہے طلب علم کے لئے سفر ثابت ہوا۔ گلستان میں ہے۔

برد اندر جہاں تفسر کسنا

پیش ازاں روز کسز جہاں بردی

جاؤ دنیا کی سیر کرو مرنے سے پہلے۔ سیر کے لئے سفر ثابت ہوا۔ قرآن مجید میں ہے۔

قل سيروا في الارض ثم انظروا كيف كان عاقبة المكذبين۔

ترجمہ: کفار سے فرما دو کہ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ کفار کا کیا انجام ہوا۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۱)

جن ملکوں پر عذاب الہی آیا ان کو دیکھ کر عبرت پکڑنے کے لئے سفر ثابت ہوا۔

جب اس قدر سفر ثابت ہوئے تو مزارات اولیاء کی زیارت کے لئے سفر کرنا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا یہ حضرات طیب روحانی ہیں اور ان

کے فیوض مختلف۔ ان کے مزارات پر پہنچنے سے شان الہی نظر آتی ہے کہ اللہ والے بعد وفات بھی دنیا پر راج کرتے ہیں اس سے ذوق

عبادت پیدا ہوتا ہے ان کے مزارات پر دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ شامی جلد اول بحث زیارت قبور میں ہے۔

وهل تندب الرحلة لها كما اعتيد من الرحلة الى زيارة خليل الرحمن وزيارة السيد البدوي لم ار

من صرح به من ائمتنا ومنع منه بعض الائمة الشافعية قياسا على منع الرحلة بغير المسجد الثالث وردده الغزالي بوضوح الفرق۔

ترجمہ: اور آیا زیارت قبور کے لئے سفر کرنا مستحب ہے جیسے کہ آج کل ظلیل الرحمن اور سید بدوی علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا رواج ہے میں نے اپنے آئمہ میں سے کسی کی تصریح نہیں دیکھی بعض شافعی علماء نے منع کیا ہے مسجدوں کے سفر پر قیاس کر کے لیکن امام غزالی نے اس منع کی تردید کر دی فرق واضح فرمادیا۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الجنازہ مطلب فی زیارة القبور ج ۱ ص ۶۶۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

واما الاولیاء فانهم متفاوتون فی القرب الی اللہ و نفع الزائرین بحسب معارفهم واسرارهم۔

ترجمہ: لیکن اولیاء اللہ تقرب الی اللہ و زائرین کو نفع پہنچانے میں مختلف ہیں بقدر اپنے معروف و اسرار کے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الجنازہ مطلب فی زیارة القبور ج ۱ ص ۶۶۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مقدور شامی میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں امام شافعی رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

انی لا تبرک بابی حنیفة واجبی ء الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین و سالت اللہ عند قبرہ فنقضہ سریعا۔

ترجمہ: میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دو رکعتیں پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس جا کر اللہ سے دعا کرتا ہوں تو جلد حاجت پوری ہوتی ہے۔

(رد المحتار علی در المختار مقدمہ ج ۱ ص ۳۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے چند امور ثابت ہوئے زیارت قبور کے لئے سفر کرنا۔ کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن فلسطین سے بغداد آتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے رضی اللہ عنہ صاحب قبر سے برکت لینا ان کی قبروں کے پاس جا کر دعا کرنا۔ صاحب قبر کو ذریعہ حاجت روائی جاننا۔ نیز زیارات روضہ رسول اللہ ﷺ کے لئے سفر کرنا ضروری ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الخطر والاباحہ صفحہ ۵۹ میں ہے۔ زیارت بزرگان کے لئے سفر کر کے جانا علماء اہل سنت میں مختلف ہے بعض درست کہتے ہیں اور بعض ناجائز دونوں اہل سنت کے علماء ہیں۔ مسئلہ مختلف ہے اس میں تکرار درست نہیں اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے۔ رشید احمد عفی عنہ۔

اب کسی دیوبندی کو حق نہیں کہ سفر عرس سے کسی کو منع کرے کیونکہ مولوی رشید احمد صاحب تکرار کو منع فرماتے ہیں اور اس کا فیصلہ نہیں فرما سکتے۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ یہ سفر زیارت جائز ہو۔ اس لئے کہ ہم عرض کر چکے سفر کی حلت و حرمت اس کے مقصد سے معلوم ہوتی ہے اور سفر کا مقصد تو ہے زیارت قبر۔ اور یہ منع نہیں۔ کیونکہ زیارت قبر کی اجازت مطلقاً ہے۔ الا ضرر و ہا تو سفر کیوں حرام ہوگا۔ نیز دینی و دنیاوی کاروبار کے لئے سفر کیا ہی جاتا ہے۔ یہ بھی ایک دینی کام کے لئے سفر ہے یہ کیوں حرام ہو؟

دوسرا باب

سفر عرس پر اعتراضات و جوابات میں

اعتراض (۱).....: مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے۔

لا تشد الرجال الا الی ثلث مسجد مسجد الحرام والمسجد الا قبضى ومسجدی هذا۔

ترجمہ: تین مسجدوں کے سواء اور کسی طرف کا سفر نہ کیا جاوے۔ مسجد بیت اللہ۔ مسجد بیت المقدس اور میری یہ مسجد۔
(صحیح البخاری کتاب الجمعة باب فضل الصلاة في مسجد مكة المدينة ج ۱ ص ۳۹۸ رقم الحديث ۱۱۳۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب الحج باب لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد ج ۲ ص ۱۰۱ رقم الحديث ۱۳۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوائے ان تین مسجدوں کے اور کسی طرف سفر جائز نہیں اور زیارت قبور بھی ان تینوں کے سواء ہے۔

جواب:- اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ان تین مسجدوں میں نماز کا ثواب زیادہ ملتا ہے چنانچہ مسجد بیت الحرام میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر۔ بیت المقدس اور مدینہ پاک کی مسجد میں ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار کے برابر۔ لہذا ان مساجد میں یہ نیت کر کے دور سے آنا چونکہ فائدہ مند ہے جائز ہے لیکن کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنا یہ سمجھ کر کہ وہاں ثواب زیادہ ملتا ہے محض لغو ہے اور ناجائز کیونکہ ہر جگہ کی مسجد میں ثواب یکساں ہے جیسے بعض لوگ دہلی کی جامع مسجد میں جمعۃ الوداع پڑھنے کے لئے سفر کر کے جاتے ہیں۔ یہ سمجھ کر وہاں ثواب زیادہ ہوتا ہے یہ ناجائز ہے تو سفر کرنا کسی مسجد کی طرف اور پھر زیادتی ثواب کی نیت سے منع ہوا۔ اگر حدیث کی یہ توجیہ نہ کی جاوے تو ہم پہلے باب میں بہت سے سفر قرآن سے ثابت کر چکے ہیں وہ سب حرام ہونگے۔ آج تجارت کے لئے علم دین کے لئے دنیاوی کاموں کے لئے صد ہاتھم کے سفر کرتے ہیں۔ وہ سب حرام ٹھہریں گے۔ چنانچہ اس حدیث کی شرح میں ائوۃ اللغات میں ہے۔

وبعضہ از علماء گفته اند کہ سخن در مساجد است یعنی در مساجد سے دیگر جزایں مساجد سفر جائز نہ باشد واما مواضع دیگر جز مساجد خارج از مفهوم این کلام است۔
بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہاں کلام مسجدوں کے بارے میں ہے یعنی ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی طرف سفر جائز نہیں مسجد کے علاوہ اور مقامات وہ اس کلام کے مفہوم سے خارج ہیں۔

(ائوۃ اللغات ج ۱ ص ۳۲۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھڑ)

مرقات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

فی الشرح المسلم للنووی قال ابو محمد یحرم شد الرحال الى غیر الثلاثة وهو غلط وفي الاحیاء ذهب بعض العلماء الى الاستدلال علی المنع من الرحلة لزيارة المشاهد وقبور العلماء والصلحین وما تبين الى ان الامر ليس كذلك بل الزيادة مأمور بها الخبر الا قروروها انما وردنها عن الشد بغير الثلاثة من المسجد لثما ثلها واما المشاهد فلا تساوی بل برکة زيارتها علی قدر درجاتهم عند الله هل يمنع ذلك القائل عن شد الرجال بقبور الانبياء كما يراهيم وموسى ويحيى والمنع من ذلك في غاية الاحالة والاولياء في معنائهم فلا يبعد ان يكون ذلك من اغراض الرحلة كما ان زيارة العلماء في الحیوة۔

ترجمہ: نووی کی شرح مسلم میں ہے کہ ابو محمد نے فرمایا کہ سواء ان تین مساجد کے اور طرف سفر کرنا حرام ہے مگر یہ محض غلط ہے احیاء العلوم میں ہے کہ بعض علماء متبرک مقامات اور قبور علماء کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو منع کرتے ہیں جو مجھ کو تحقیق ہوئی وہ ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ زیارت قبور کا حکم ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے کہ الا فزورھا ان تین مساجد کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف سفر کرنے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ تمام مسجدیں یکساں ہیں لیکن مقامات متبرک یہ برابر نہیں بلکہ ان کی برکات بقدر درجات ہیں کیا یہ مانع انبیاء کرام کی قبور کے سفر سے بھی منع کرے گا جیسے حضرت ابراہیم وموسیٰ و یحییٰ علیہم السلام اس سے منع کرنا سخت دشوار ہے اور اولیاء اللہ بھی انبیاء کے حکم میں ہیں پس کیا بعید ہے کہ ان کی طرف سفر کرنے میں بھی کوئی خاص غرض ہو۔ جیسا کہ علماء کی زندگی میں ان کی زیارت کرنا۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۱۹۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اسی مشکوٰۃ کتاب الجہاد فی فضائلہ میں ہے۔

لا تترك البحر الا حاجا او معتمرا او غازيا فان تحت البحر نارا وتحت النار بحرا۔

ترجمہ: دریا میں سوار نہ ہو مگر حاجی یا غازی یا عمرہ کرنے والا کہیںے کیا سوائے ان تینوں کے اوروں کو سفر دریا حرام ہے۔
(مشکوۃ المصابیح کتاب الجہاد فی فضا مکہ الفصل الثانی ص ۳۳۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اعتراض (۲):..... اللہ ہر جگہ ہے اس کی رحمت ہر جگہ پھر کسی چیز کو ڈھونڈنے کے لئے اولیاء کے مزاروں پر سفر کر کے جاتے ہیں دینے والا رب ہے وہ ہر جگہ ہے۔

جواب:۔ اولیاء اللہ رحمت رب کے دروازے ہیں۔ رحمت دروازوں سے ہی ملتی ہے ریل اپنی پوری لائن سے گزرتی ہے اگر اس کو حاصل کرنے کے لئے اسٹیشن پر جانا ہوتا ہے اگر اور جگہ لائن پر کھڑے ہو گئے تو ریل گزرے گی تو سہی مگر تم کو نہ ملے گی۔ آج دنیاوی مقاصد، نوکری، تجارت وغیرہ کے لئے سفر کیوں کرتے ہو۔ خدا رازق ہے وہ ہر جگہ دے گا۔ طبیب کے پاس بیمار سفر کر کے کیوں آتے ہیں خدا شافی الامراض ہے اور وہ تو ہر جگہ ہے آب و ہوا بدلنے کے لئے پہاڑ اور کشمیر کا سفر کیوں کرتے ہو، وہاں کی آب و ہوا تو تندرستی کو مفید ہو۔ لیکن اولیاء کے مقامات کی آب و ہوا ایمان کو مفید نہ ہو۔ رب نے موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس کیوں بھیجا؟ وہ سب کچھ ان کو یہاں ہی دے سکتا تھا۔ قرآن کریم میں ہے ہنا لک دعا زکریا ربہ معلوم ہوا کہ زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہ السلام کے پاس کھڑے ہو کر بچے کے لئے دعا کی یعنی ولیہ کے پاس دعا کرنا باعث قبول ہے۔ معلوم ہوا کہ قبور اولیاء کے پاس دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

اعتراض (۳):..... جس درخت کے نیچے بیت الرضوان ہوئی تھی لوگوں نے اس کو زیارت گاہ بنا لیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے اس کو کٹوا دیا تو قبور اولیاء کو زیارت گاہ بنانا فعل عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے۔

جواب:۔ یہ محض غلط ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو ہرگز نہیں کٹوایا بلکہ وہ اصل درخت قدرتی طور پر لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو گیا تھا۔ اور لوگوں نے اس کے دھوکے میں دوسرے درخت کی زیارت شروع کر دی تھی۔ اس غلطی سے بچانے کے لئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس دوسرے درخت کو کٹوایا۔ اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تیرکات کی زیارت کے مخالف ہوتے تو حضور علیہ السلام کے بال مبارک تہبند شریف اور قبر انور سب ہی تو زیارت گاہ بنی ہوئی تھیں۔ ان کو کیوں باقی رہنے دیا۔ مسلم جلد دوم کتاب الامارت باب بیان بیعت الرضوان۔ بخاری جلد دوم باب غزوہ الجذیمہ میں ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

کان ابی ممن بایغ رسول اللہ ﷺ عند الشجرة قال فانطلقنا فی قابل حاجین فحفی علینا مکانھا۔
ترجمہ: میرے والد بھی ان میں سے ہیں جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخت کے پاس بیعت کی تھی انہوں نے فرمایا کہ ہم سال آئندہ حج کے لئے گئے۔ تو اس کی جگہ ہم پر مخفی ہو گئی۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب بیان بیعت الرضوان تحت الشجرۃ ج ۲ ص ۱۳۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری میں ہے۔

فلما خرجنا من العام المقبل نسیناھا فلم نقل علیھا۔

ترجمہ: پس جبکہ ہم سال آئندہ گئے تو اس کو بھول گئے اور اس کو پانہ سکے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الجذیمہ ۵۹۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

پھر یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اصل درخت کٹوایا۔

بحث کفنی یا الفی لکھنے کا بیان

اس بحث میں دو مسئلے ہیں اولاً تو قبر میں شجرہ یا غلاف کعبہ یا عہد نامہ یا دیگر تبرکات کا رکھنا۔ دوم مردے کے کفن یا پیشانی پر انگلی یا مٹی یا کسی چیز سے عہد نامہ یا کلمہ طیبہ لکھنا۔ یہ دونوں کام جائز اور احادیث صحیحہ اقوال فقہاء سے ثابت ہیں۔ مخالفین اس کے منکر ہیں۔ لہذا اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں پہلے باب میں اس کا ثبوت۔ دوسرے میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

پہلا باب

کفنی یا الفی لکھنے کے ثبوت میں

قبر میں بزرگان دین کے تبرکات اور غلاف کعبہ و شجرہ یا عہد نامہ رکھنا مردہ کی بخشش کا وسیلہ ہے قرآن فرماتا ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۳۵) یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے فرمایا تھا اذہبوا بقمیصی هذا فالقوہ علی وجہ ابی یسات بصیراً (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۹۳) میری قمیص لے جا کر والد ماجد کے منہ پر ڈال دو وہ انکھیا رے ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا لباس شفا بخشا ہے۔ کیونکہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی قمیص تھی۔ تو امید ہے کہ بزرگوں کا نام مردے کی عقل کھول دے اور جوابات یاد آ جائیں۔

مشکوٰۃ باب غسل میت میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم نمنب بنت رسول علیہ السلام کو غسل دے کر فارغ ہوئے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی۔ ہم کو حضور علیہ السلام نے اپنا تہبند شریف دیا اور فرمایا کہ اس کو تم کفن کے اندر جسم میت سے متصل رکھ دو۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس کے ماتحت لمعات میں ہے۔

هذا الحديث اصل في التبرك باثار الصالحين ولباسهم كما يفعله بعض مریدی المشائخ من لبس اقمصهم فی القبر۔

ترجمہ: یہ حدیث صالحین کی چیزوں اور ان کے کپڑوں سے برکت لینے کی اصل ہے جیسا کہ مشائخ کے بعض مریدین قبر میں مشائخ کے کرتے پہنا دیتے ہیں۔

(لمعات التتبع شرح مشکوٰۃ المصابیح باب غسل میت فصل اول ج ۳ ص ۳۱۸ مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور)

اسی حدیث کے ماتحت اشعۃ اللمعات شریف میں ہے دریں جا استحاب تبرک است بلباس حسین واثار ایشاں بعد از موت در قبر چنانچہ قبل از موت نیز بچکنیں بودہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ صالحین کے لباس اور ان کے تبرکات سے بعد موت قبر میں بھی برکت لینا مستحب ہے جیسا کہ موت سے پہلے تھا یہ ہی شیخ عبدالحق دہلوی اخبار الاخبار میں اپنے والد ماجد سیف الدین قادری قدس سرہ کے احوال میں فرماتے ہیں۔

چوں وقت رحلت قریب تر آمد فرمودند کہ بعض آیات و کلمات کہ مناسب معنی عنو

واشعار اور كلمات جو كه غفود بخشش كه مناسب هون كسى كا غذ پر لكه كر ميرى كفن ميں سا تهر كه ديتا۔

شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اپنے فتاویٰ ميں فرماتے ہيں۔

شجره در قبر نہا ون معمول بزدرگان است ليكن ابيں داد و طريق است اول اينكه برسینه مردہ درون كفن يا بالا۔ كفن گذارند ابيں طريق واقفہاء منع ميں كند و طريق دوم ابيں است كه جانت سر مردہ اندرون قبر طاقچه بگزار مذدوران كا غذ شجره دانہند۔

قبر ميں شجرہ ركھنا بزركان دين كا معمول ہے ليكن اس كه دو طريقے ہيں ايك يہ كه مردے كه سينہ پر كفن كه او پر يا نيچے ركھيں اس كو فقہاء منع كرتے ہيں۔ دوسرے يہ كه مردے كه سر كي طرف قبر ميں طاقچہ بنا كر شجرہ كا كاغذ اس ميں ركھيں۔ مشکوٰۃ باب غسل الميت ميں حضرت جابر رضى اللہ عنہ سے روايت ہے كه حضور عليہ السلام عبد اللہ ابن ابى كي قبر پر تشريف لائے جبكه وہ قبر ميں ركھا جا چكا تھا۔ اس كو نكلوايا۔ اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا۔ اور اپنى قميص مبارك اس كو پہنائى۔ بخارى جلد اول كتاب الجنازہ باب من اعد الكفن ميں ہے كه ايك دن حضور عليہ السلام تہبند شريف پہنے ہوئے باہر تشريف لائے۔ كسى نے وہ تہبند شريف حضور سے مانگ ليا۔ صحابہ كرام نے اس سے كہا كه حضور عليہ السلام كو اس وقت تہبند كي ضرورت تھى اور سائل كو رد كرنا عادت كر يہ نہيں تم نے كيوں مانگ ليا۔ انہوں نے كہا۔

واللہ ما سئلہ لالبسہا انما سئلہ لتكون كفنى قال سهل فكانت كفنه۔

ترجمہ: اللہ كي قسم ميں نے پہننے كه لئے نہيں ليا ہے ميں نے تو اس لئے ليا ہے كه يہ ميرى كفن ہو سہل فرماتے ہيں كه وہي اس كا كفن ہوا۔ (صحیح البخارى باب من استعد الكفن في زمن النبی ﷺ فلم ينكر عليه ج ۱ ص ۳۲۹ رقم الحدیث ۱۲۱۸ مطبوعہ دار ابن كثير بيروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۳۵۵۵ مطبوعہ دار الفكر بيروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۳ رقم الحدیث ۲۲۸۷۶ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ ميں اور ديلمی نے مسند الفردوس ميں بسند حسن عبد اللہ ابن عباس سے روايت كيا كه سيدنا علي كي والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد كو حضور عليہ السلام نے اپنى قميص ميں كفن ديا اور كچھ دير ان كي قبر ميں خود ليٹے پھر ان كو دفن كيا۔ لوگوں نے وجہ دريافت كي تو فرمايا۔

اني البستها لتلبس من ثياب الجنة واضطجعت معها في قبرها لا تخفف عنها ضغطة القبر۔

ترجمہ: قميص تو اس لئے پہنائى كه ان كو جنت كا لباس ملے اور ان كي قبر ميں آرام اس لئے فرمايا كه ان سے تنگي قبر دور ہو۔

(معرفۃ الصحابہ ج ۱ ص ۲۷۸-۲۷۹ رقم الحدیث ۲۸۸ مطبوعہ مکتبہ دار المدینہ منورہ)، (صحیح الزوائد ج ۹ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار الكتاب العربی بيروت)

حاشیہ.....☆

حافظ ابوالقاسم سليمان بن احمد الطبرانی متوفى ۳۲۰ھ روايت كرتے ہيں۔

فقال الرجل واللہ ما سئلہ الا لتكون كفنى يوم اموت قال سهل فكان كفنه۔ قال قتیبہ كان سعد

بن ابى وقاص۔

ترجمہ: اس آدمی نے كہا كه اللہ كي قسم ميں نے حضور ﷺ سے ايसे نہيں مانگي بلكه اس لئے مانگي ہے تاكه جب ميں مروں تو يہ ميرى كفن بنے حضرت سہل رضى اللہ عنہ كہتے ہيں كه واقعى وعي چادر اس شخص كا كفن بنى تھى۔

امام قتيبہ المعروف امام الدينورى رحمۃ اللہ عليہ بيان كرتے ہيں كه يہ جليل القدر صحابى رسول حضرت سعد بن ابى وقاص رضى اللہ عنہ تھے۔

طبرانی كبير ج ۶ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۵۹۹۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحكم الموصل)، (شعب الايمان للبيهقي ج ۵ ص ۷۰ رقم الحدیث ۶۲۳۳ مطبوعہ دار الكتب العلمیہ بيروت)

ابن عبد البر نے کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقت انتقال وصیت فرمائی کہ مجھ کو حضور علیہ السلام نے اپنا ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا وہ میں نے اسی دن کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ اس قمیص پاک کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا۔

وخذ ذلك الشعر والاطفار فاجعله في فمي وعلى عيني ومواضع السجود مني۔

ترجمہ: اور ان مبارک بالوں اور ناخنوں کو لو۔ اور ان کو میرے منہ میں اور میری آنکھوں پر اور میرے اعضاء سجدہ پر رکھ دینا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب علی حاشی الاصابہ ج ۳ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حاکم نے مستدرک میں حمید ابن عبد الرحمن روای سے نقل کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ مشک تھا وصیت فرمائی مجھ کو اس سے خوشبو دینا اور فرمایا کہ یہ حضور علیہ السلام کی خوشبو کا بچا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر حوالے بھی پیش کئے جاسکتے ہیں۔ اسی پر قناعت کرتے ہوں۔

(المستدرک علی التحسین کتاب الجنائز ج ۱ ص ۳۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (نصب الراية فی تخریج احادیث الهدایہ باب الجنائز فصل فی الغسل ج ۲ ص ۲۵۹ مطبوعہ ریاض سعودی عرب)

زیادہ تحقیقات منظور ہو تو الحرف الحسن مصنفہ علی حضرت قدس سرہ کا مطالعہ کریں۔

میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ یا کلمہ طیبہ لکھنا۔ اسی طرح عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے۔ خواہ انگلی سے لکھا جاوے یا کسی اور چیز سے۔ امام ترمذی حکیم ابن علی نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

من كتب هذا الدعاء وجعله بين صدر الميت وكفنه في رقعة لم ينله عذاب القبر ولا يری منكراً ونكيراً۔
ترجمہ: جو شخص اس دعا کو لکھے اور میت کے سینے اور کفن کے درمیان کسی کاغذ میں لکھ کر رکھے تو اس کو عذاب قبر نہ ہوگا اور نہ منکر نکیر کو دیکھے گا۔

(نوادر الاصول ص ۲۱۷ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

فتاویٰ کبریٰ للمکی میں اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا۔

ان هذا الدعاء له اصل وان الفقيه ابن عجيل كان يامره به ثم افنى بجواز كتابته قياساً على كتابة الله في نعم الزكوة۔

ترجمہ: اس دعا کی اصل ہے اور فقیہ ابن عجلیل اس کا حکم دیتے تھے اور اس کے لکھنے کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے اس قیاس پر کہ زکوٰۃ کے اونٹوں پر اللہ لکھا جاتا ہے۔

(فتاویٰ کبریٰ لابن حجر مکی باب الجنائز ج ۲ ص ۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وہ دعایہ ہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له لا الہ الا اللہ له الملك وله الحمد لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم الحرف الحسن میں ترمذی سے نقل کیا کہ اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی عہد نامہ پڑھے تو فرشتہ اسے مہر لگا کر قیامت کے لئے رکھ لے گا۔ جب بندے قبر سے اٹھائے جائیں گے تو فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لاکر نداء کرے گا کہ عہد والے کہاں ہیں؟ ان کو یہ عہد نامہ دیا جاوے گا امام ترمذی نے فرمایا کہ وعن طاووس انه امر بهذا الکلمت فکتب فی کفنه (الحرف الحسن ص ۴ مطبوعہ بریلی شریف) حضرت طاووس سے مروی ہے کہ انہوں نے حکم دیا تو ان کے کفن میں یہ کلمات لکھے گئے۔ وجہ امام کردری کتاب الاستحسان میں ہے۔

ذکر الامام الصفار لو کتب علی جبهة الميت او علی عمامته او کفنه عهد نامه یرجی ان یغفر الله تعالی للمیت ویجعلہ امنا من عذاب القبر۔

ترجمہ: امام صفار نے فرمایا کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامے یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا تو امید ہے کہ خدا میت کی بخشش فرمادے اور عذاب قبر سے اس کو دے۔

(فتاویٰ بزازیہ علی حاشی فتاویٰ ہندیہ کتاب الاحسان ج ۶ ص ۳۷۹ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

در مختار جلد اول باب الشہید سے کچھ قبل ہے۔

کتب علی جبهة الميت او عمامته او کفنه عهد نامه یرجی ان یغفر الله للمیت۔

ترجمہ: میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا تو امید ہے کہ رب تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے۔

(در مختار باب صلوة الجنائز ص ۱۲۶ مطبوعہ مجتہبی دہلی)

در مختار میں اسی جگہ ایک واقعہ نقل فرمایا کہ کسی نے وصیت کی تھی کہ اس کے سینہ یا پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ دی جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ کیا گزری؟ اس نے کہا کہ بعد دفن ملائکہ عذاب آئے مگر جب انہوں نے بسم اللہ لکھی ہوئی دیکھی تو کہا کہ عذاب الہی سے بچ گیا۔ فتاویٰ بزازیہ میں کتاب الجنایات سے کچھ قبل ہے۔

و ذکر الامام الصفار لو کتب علی جبهة الميت او علی عمامته او کفنه عهد نامه یرجی ان یغفر الله تعالی للمیت ویجعلہ امنا من عذاب القبر قال نصیر هذه رواية فی تجویز ذلك وقد روى انه كان مکتوبا علی افخاذ افراس فی اصطبل الفاروق حبس فی سبیل الله۔

ترجمہ: اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا تو امید ہے کہ اللہ اس کی بخشش کر دے اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ امام نصیر نے فرمایا کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ لکھنا جائز ہے۔ اور مروی ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اصطبل کے گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا۔ جس فی سبیل اللہ۔

ان کے علاوہ اور بہت سی روایات فقیہ پیش کی جاسکتی ہیں مگر ان پہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ زیادہ تحقیق کے لئے الحرف الحسن یا فتاویٰ رضویہ شریف کا مطالعہ کرو۔

عقل بھی چاہتی ہے کہ یہ عہد نامہ وغیرہ لکھنا یا قبر میں رکھنا جائز ہو چند وجوہ سے۔ اولاً تو یہ کہ جب قبر کے اوپر سبز گھاس و پھول کی تسبیح سے میت کو فائدہ پہنچ سکتا ہے تو قبر کے اندر جو تسبیح وغیرہ لکھی ہوئی ہے اس سے فائدہ کیوں نہ پہنچے گا؟ دوم اس لئے کہ قبر کے باہر سے میت کو تلقین کرنے کا حکم ہے کہ اللہ کا نام اس کے کان میں پہنچ جاوے تاکہ اس امتحان میں کامیاب ہو تو وہ ہی اللہ کا نام لکھا ہوا دیکھ کر بھی مردے کو جواب نکیرین یاد دینے کی امید ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی تلقین ہے اور حدیث لقنوا موتکم میں تلقین مطلق ہے ہر طرح درست ہے لکھ کر یا کہہ کر۔ تیسرے اس لئے کہ اللہ والوں کے نام کی برکت سے مصیبت نلتی ہے۔ جلی ہوئی آگ بجھتی ہے۔ گھبرایا ہوا دل قرار پاتا ہے۔ رب فرماتا ہے۔ الا بذکر الله تطمئنن القلوب (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲۸) اللہ کے ذکر سے دل چین میں آتے ہیں۔ تفسیر نیشاپوری و روح البیان سورہ بنف زیر آیت ما یعلم الا قلیل اور تفسیر صادی شریف میں اسی آیت کے ماتحت ہے کہ اصحاب کہف کے نام اتنی جگہ کام آتے ہیں گئی ہوئی چیز تلاش کرتا۔ جنگ کے وقت بھاگتے وقت آگ بجھانے کے لئے ایک کاغذ پر لکھ کر آگ میں ڈال دو۔ بچہ کے رونے کے وقت لکھ کر ہوارے میں بچہ کے سر کے نیچے رکھ دیئے جاویں۔ اور کھیتی کے لئے اگر کسی کاغذ پر لکھ کر لکڑی میں لگا کر درمیان کھیت میں کھڑی کر دی جاوے۔ اور بخار، درد سر کے لئے حاکم کے پاس جانے کے وقت سیدھی ران پر لکھ کر باندھے مال کی حفاظت کے لئے

دریا میں سوار ہوتے وقت اور قتل سے بچنے کے لئے۔ (از الحروف الحسن و تفسیر خزائن العرفان و جمل) عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف سات ہیں۔ یملیخا، مکشیلینا، مشلیینا، مرنوش، و برنوش، شاذنوش، مرطوش (روح البیان سورہ کہف آیت ما یعلم الا قلیل) (پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۲۲) محدثین کبھی اسناد صحیح نقل کر کے فرمادیتے ہیں لوقرءت ہذہ الاسناد علی معجون لبرء من جنتہ اگر یہ اسناد کسی دیوانے پر پڑھی جائے تو اس کو آرام ہو جاوے اسناد میں کیا ہے بزرگان دین، راویان حدیث کے نام ہی تو ہیں۔ اصحاب بدر کے نام کے وظیفے پڑھے جاتے ہیں۔ تو زندگی میں تو ان بزرگوں کے نام فائدہ مند ہوں۔ اور بعد موت بے کار ہوں یہ نہیں ہو سکتا ضرور ان سے فائدہ ہوگا۔ لہذا میت کے لئے کفن وغیرہ پر ضرور عہد نامہ لکھا جائے۔

دوسرا باب

کشفی لکھنے پر اعتراضات و جوابات

اس مسئلہ پر حسب ذیل اعتراضات ہیں۔

اعتراض (۱).....:- وہی پرانا سبق کہ کفنی (الفی) لکھنا بدعت ہے لہذا حرام ہے۔

جواب:- ہماری گذشتہ تقریر سے معلوم ہو چکا کہ یہ بدعت نہیں۔ اس کی اصل ثابت ہے اور اگر بدعت بھی ہو۔ تو ہر بدعت حرام نہیں۔ دیکھو ہماری بدعت کی تحقیق۔

اعتراض (۲).....:- کفنی کو تلقین سمجھنا غلط ہے کیونکہ اگر مردہ ان پڑھ ہے تو سوالات کے وقت لکھا ہوا کیسے پڑھے گا۔

جواب:- بعد موت ہر شخص تحریر پڑھ سکتا ہے۔ جہالت اس عالم میں ہو سکتی ہے وہاں نہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اہل جنت کی زبان عربی ہے (دیکھو شامی کتاب الکراہیت) حالانکہ بہت سے جنتی دنیا میں عربی سے ناواقف ہیں اسی طرح ہر مردے سے عربی میں ملائکہ سوال کرتے ہیں اور وہ عربی سمجھ لیتا ہے۔ رب تعالیٰ نے میثاق کے دن عربی ہی میں سب سے عہد و پیمان لیا تو کیا مرنے کے بعد میت کو کسی مدرسہ میں عربی پڑھائی جاتی ہے؟ نہیں بلکہ خود بخود آ جاتی ہے۔ قیامت کے دن سب کو نامہ اعمال لکھے ہوئے دیئے جائیں گے۔ اور جاہل و عالم سب ہی پڑھیں گے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد ہر شخص عربی سمجھتا ہے اور لکھا ہوا پڑھ لیتا ہے لہذا یہ تحریر اس کے لئے مفید ہے۔

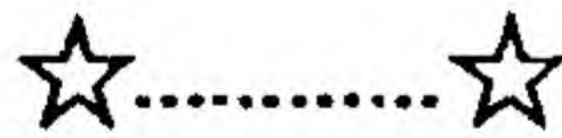
اعتراض (۳).....:- علامہ شامی نے شامی جلد اول میں باب التَّشْبِہ کے کچھ عرصہ قبل کفن پر لکھنے کو منع فرمایا۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتاویٰ عزیزیہ میں اس کو منع فرمایا کیونکہ جب میت پھولے پھٹے گی تو اس کے پیپ و خون میں یہ حروف خراب ہوں گے۔ اور ان کی بے ادنی ہوگی۔ لہذا ایسا جائز ہے (مخالفین عام طور پر یہی سوال کرتے ہیں)۔

جواب:- اس کے چند جوابات ہیں اولاً تو یہ کہ دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں دعویٰ تو یہ ہے کہ قبر میں کسی قسم کی تحریر رکھنا جائز نہیں مگر اس دلیل سے معلوم ہوا کہ روشنائی یا مٹی سے لکھ کر کفن میں رکھنا منع ہے اور اگر انگلی سے میت کی پیشانی یا سینے پر کچھ لکھ دیا یا کہ عہد نامہ قبر میں طاقی میں رکھ دیا تو جائز۔ اس میں حرفوں کی بے ادبی کا اندیشہ نہیں۔ لہذا یہ اعتراض آپ کے لئے کافی نہیں۔ دوم یہ کہ علامہ شامی نے مطلقاً تحریر کو منع نہ فرمایا۔ اسی مقام پر خود فرماتے ہیں۔

اپنا لعاب دهن ڈالا مگر اس سے كچھ فائده نه هوا۔ معلوم هوا كه كفنى بے كار هے۔ نيز پتہ لكا كه حضور كو علم غيب نهى۔ ورنه آپ اس كو اپنا لعاب دهن ولباس نه ديتے۔ نيز معلوم هوا كه نبى كے اجزائے بدن دوزخ ميں جاسكتے هیں۔ كيونكه عبد الله ابن ابى منافق دوزخى هے اور اس كے منہ ميں حضور كا لعاب۔ لهنذا لعاب بهى وهاں بهى پهنچا۔

جواب:- اس واقعه سے تو كفنى دينے كا ثبوت هوا كيونكه حضور عليه السلام نے منافق كو اپنى قميص بطور كفنى بهى پهنائى تھى۔ وهاں بهى معلوم هوا كه ايمان كے بغير يہ تيمركات فائده مند نهىں۔ ہم بهى يہ بهى كبتے هیں كه مومن ميت كو كفنى مفيد هے نه كه كافر كو۔ حضور عليه السلام كو عبد الله ابن ابى كا منافق هونا معلوم تھا كه آپ بهى كے بتائے جانے سے هم نے جانا هے۔ يہ بهى خبر تھى كه ايمان كے بغير تيمركات مفيد نهىں۔ كيونكه يہ عقائد كا مسئلہ هے جس كا علم نبى كو ضرورى هے۔ جب كسان بنجر و قابل پيداوار زمين كو پچھانتا هے تو نبى ايمان كى زمين يعنى انسانى دلوں كو كيوں نه جائیں۔ تين وجہ سے آپ نے اسے تيمركات ديئے۔
ايك تو اس كا بيٹا مخلص مومن تھا جس كى دلجوئى منظور تھى۔

دوسرے اس نے ايك بار حضرت عباس كو اپنى قميص پهنائى تھى۔ آپ نے چاها كه ميرے چچا پر اس كا احسان نہہ جائے۔ تيسرے اپنے رحمت عالم هونے كا اظہار كيا تھا كه ہم تو ہر ايک پر كرم فرمانے كو تيار هیں كوئى فيض لے يا نہ لے۔ بادل ہر زمين پر برستا هے مگر نالى و غيره گندى زمين اس سے فائده نهىں ليتى۔ نبى كے اجزائے بدن اسى حالت ميں رہ كر دوزخ ميں نهىں جاسكتے۔ ملائكه نے وہ لعاب اس كے منہ ميں جذب نہہ ہونے ديا بلکہ نكال ديا ہوگا۔ كنعان ابن نوح كا دوزخ ميں جانا شكل انسانى ميں بے يعنى وہ نطفہ جب كچھ اور بن كيا تب جہنم ميں كيا۔ ورنه حضرت طلحہ نے حضور كے فصد كا خون پيا تو فرمايا كه تم پر آتش دوزخ حرام هے۔



بحث بلند آواز سے ذکر کرنا

پنجاب وغیرہ میں قاعدہ ہے کہ بعد نماز فجر وعشاء بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں مخالفین اس کو حرام کہتے ہیں اور طرح طرح کے حیلوں سے اس کو روکنا چاہتے ہیں ایک حیلہ یہ ہے کہ ذکر بالجہر بدعت ہے اصول حنیفہ کے خلاف ہے۔ اس سے نمازی لوگ نماز میں بھول جاتے ہیں۔ لہذا یہ حرام ہے ذکر بالجہر جائز بلکہ بعض موقعوں پر ضروری ہے لہذا اس بحث کے دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت۔ دوسرے میں اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات۔

پہلا باب

ذکر بالجہر کے ثبوت میں

ذکر بالجہر جائز ہے اور قرآن وحدیث واقوال علماء سے ثابت ہے قرآن فرماتا ہے فاذا کروا اللہ کذا کر کم اباء کم او اشد ذکرا (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۰۰) اللہ کا اس طرح ذکر کرو جس طرح اپنے باپ دادوں کا ذکر کرتے ہو بلکہ اس سے زیادہ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۰۰) کفار مکہ حج سے فارغ ہو کر جمعوں میں اپنی قومی خوبیاں اور نبی عظیمیں بیان کیا کرتے تھے اس کو منع فرمایا۔ اور اس کی جگہ ذکر اللہ کرنے کا حکم دیا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بالجہر ہی ہوگا۔ اسی لئے تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے خاص کر جماعتوں کے ملنے کے وقت۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

واذا قراء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔

ترجمہ: جب قرآن پڑھا جاوے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔

(پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۲۰۲)

معلوم ہوا کہ بلند آواز سے تلاوت جائز ہے۔ ذکر بالجہر ہی سنا جاسکتا ہے نہ کہ ذکر خفی (تفسیر کبیرہ یہی آیت) مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم من صلوٰۃ بقول بصوته لا اله الا الله وحده لا شریک له۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے فرماتے تھے لا اله الا الله وحده لا شریک له۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے۔

عن ابن عباس قال كنت اعرف انقضاء صلوٰۃ رسول الله ﷺ بالتكبير۔

ترجمہ: عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں تکبیر کی آواز سے حضور علیہ السلام کی نماز کا اختتام معلوم کرتا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یعنی عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بوجہ صغریٰ کے بعض جماعت نماز میں حاضر نہ ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد مسلمان اسی قدر بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ ہم گھروں کے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی۔

لمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

ان ابن عباس کان لم یحضر الجماعة لانه کان صغيراً ممن لا یواظب علی ذلك۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بچے تھے اس لئے جماعت میں پابندی سے نہ آتے تھے۔

(لمعات الفتح فی شرح مشکاة المصابیح باب الذکر بعد الصلوة الفصل الاول ج ۳ ص ۲۱۱ مطبوعہ مکتبۃ العارف العلمیہ شیش ٹل لاہور)

مسلم جلد اول باب الذکر بعد الصلوة میں ان ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ان رفع الصوت بالذکر حين ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عهد النبی ﷺ۔

ترجمہ: یعنی فرائض سے فارغ ہو کر بلند آواز سے ذکر اللہ کرنا حضور علیہ السلام کے زمانہ میں مروج تھا۔

(صحیح مسلم باب الذکر بعد الصلوة ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ باب ذکر اللہ عزوجل میں ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

فان ذکرنی فی نفسہ ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منهم۔

ترجمہ: جو شخص مجھ کو اپنے دل میں یاد کرے تو ہم بھی اس کو اپنے نفس میں یاد کرتے ہیں اور جو مجمع میں ہمارا ذکر کرے تو ہم بھی اس

سے بہتر مجمع میں اس کا ذکر فرماتے ہیں (یعنی مجمع ملائکہ میں)

(صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۰۶۱ رقم الحدیث ۲۶۷۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۳ ص ۴۱۲ رقم الحدیث ۷۷۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۳ رقم الحدیث ۹۳۴۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

جامع صغیر میں ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا فی الجنازۃ قول لا الہ الا اللہ۔

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جنازہ میں لا الہ الا اللہ زیادہ کہا کرو۔

(جامع صغیر ج ۱ ص ۸۷ رقم الحدیث ۱۴۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھنا یا کوئی اور ذکر کرنا ہر طرح جائز ہے بلند آواز سے ہو یا خفیہ رسالہ اذکار مطبوعہ دہلی

مصنفہ شیخ محمد تقی مولوی رشید احمد صاحب کے استاد حدیث صفحہ ۷۹ میں ہے۔

ان النبی ﷺ کان یجهر مع الصحابة بالاذکار والتہلیل والتسبیح بعد الصلوة۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نماز کے بعد صحابہ کرام کے ساتھ تسبیح و تہلیل بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

(رسالہ اذکار مصنفہ شیخ محمد تقی مولوی ص ۷۹ مطبوعہ دہلی)

حاشیہ.....☆

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ایں حدیث صریح است در جہر بذکر کہ آنحضرت باواز بلند می خوانند۔

ترجمہ: اور یہ حدیث ذکر بالجہر پر نص صریح ہے کہ حضور ﷺ ذکر بالجہر کیا کرتے تھے۔

(اوسط المذہبات ج ۱ ص ۴۱۹ مطبوعہ لکھنؤ ہندوستان)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں۔

هذا دلیل لما قالہ بعض السلف انه یتحب بالجہر بالتکبیر والذکر عقب المکتوبۃ وممن

استحبہ من المتأخرین ابن حزم الظاہری۔

ترجمہ: یہ حدیث سلف کے اس مسلک پر دلیل ہے کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے اور متأخرین میں ابن

حزم ظاہری کا یہی مسلک ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

تفسیر روح البیان پارہ ۴ زیر آیت ربنا ما خلقت هذا باطلاً سبحانه ففنا عذاب النار (پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۹) ہے۔
الذکر یرفع الصوت جائز بل مستحب اذا لم یکن عن رياء لیغتنم الناس باظهار الدین و وصول برکۃ الذکر
الی السامعین فی الدور و البیوت ویوافق الذکر من سمع صوته ویشهد له یوم القیامۃ کل رطب و یابس سمع صوته۔
ترجمہ: بلند آواز سے ذکر کرنا جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ ریاء سے نہ ہوتا کہ دین کا اظہار ہو۔ ذکر کی برکت گھروں میں سامعین تک پہنچے
اور جو کوئی اس کی آواز سنے ذکر میں مشغول ہو جاوے اور قیامت کے دن ہر خشک و تر ذکر کے ایمان کی گواہی دے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر میں بہت سے دینی فائدے ہیں۔ تفسیر خازن و روح البیان پارہ ۶ میں زیر آیت و اتینا داود ذبوراً
ایک روایت نقل کی کہ حضور علیہ السلام نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری سے فرمایا کہ آج رات ہم نے تمہاری قرأت سنی تم کو توداؤدی آواز دی گئی
ہے۔ ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں۔

فقلت اما والله لو علمت انک تسمع لحبرته حیراً التحبیر حسن الصوت۔

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ رب کی قسم اگر مجھے خبر ہوتی کہ میرا قرآن صاحب قرآن سن رہے ہیں اللہ اعلم تو میں اور بھی آواز بنا کر پڑھتا۔
اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتیں۔ اولاً یہ کہ صحابہ کرام بلند آواز سے ذکر کرتے تھے کہ باہر آواز آتی تھی دوسرے یہ کہ ذکر اللہ
تلاوت قرآن عبادت الہی ہے اور عین عبادت میں حضور علیہ السلام کو خوش کرنا صحابہ کرام کی تمنا تھی۔

فانت بمرای من سعاد و مسمی!

حاملہ جرعی حومہ الجندل اسجعی

حاشیہ.....☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال اکثروا ذکر اللہ تعالیٰ حتی یقولوا مجنون۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔
(مسند احمد ج ۳ ص ۶۸ رقم الحدیث ۱۱۶۷۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۹۹ رقم الحدیث ۸۱۷ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (مسند ابویعلیٰ
ج ۲ ص ۵۲۱ رقم الحدیث ۱۳۷۶ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۶۷ رقم الحدیث ۱۸۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شعب الایمان
ج ۱ ص ۳۹ رقم الحدیث ۵۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفرودس بما ثور الخطاب ج ۱ ص ۷۲ رقم الحدیث ۲۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام سلیمان بن احمد ابوالقاسم طبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ اذکروا اللہ ذکرًا یقول المنافقون انکم تراؤن۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کا ذکر اس قدر کرو کہ منافق تمہیں ریاکار کہیں۔
(طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۱۲۷۸۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۸۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (شعب الایمان ج ۱ ص
۳۹ رقم الحدیث ۵۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۹۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام یوسف بن الزکی عبدالرحمن مزنی متوفی ۴۲۲ھ لکھتے ہیں۔

وقال بن عباد یعقوب الرواجنی رأیت الحسین بن زید بن علی یجهر بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ترجمہ: ابن عباد یعقوب الرواجنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسین بن زید بن علی رحمہم اللہ کو بلند آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم
پڑھتے ہوئے دیکھا۔

(تحذیب الکمال ج ۶ ص ۳۷۷ رقم ۱۳۱۰ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل میں روایت ہے کہ ایک شب حضور علیہ السلام اپنے جانثار صحابہ کرام کا امتحان لینے کے لئے تشریف لے گئے کہ ان کے رات کے مشاغل کو ملاحظہ فرمادیں۔ ملاحظہ فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو پست آواز سے قرآن پڑھ رہے ہیں اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خوب بلند آواز سے صبح کو ان صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی تو صدیق نے عرض کیا کہ اسمعت من فاجیت منه یا رسول اللہ یا حبیب اللہ جس کو سنا منظور تھا اس کو میں نے سنا دیا یعنی رب کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اوقظ الوسنان واطرد الشیطن سوتوں کو جگا رہا تھا۔ شیطان کو بھگا رہا تھا۔ سبحان اللہ دونوں جواب مبارک ہیں کسی پر تاراضگی نہ فرمائی بلکہ فرمایا صدیق تم اپنی آواز کچھ بلند کرو اور فاروق تم کچھ پست کرو۔ صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین۔

(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل ص ۷۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ کتاب السماء اللہ تعالیٰ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ عشاء کے وقت مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک شخص بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا ہے میں نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ یہ ریا کار ہے فرمایا بل مومن نیب نہیں بلکہ توبہ کرنے والا مومن ہے۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب السماء اللہ تعالیٰ الفصل الثالث ص ۲۰۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب جہام فی الصلوٰۃ والتسبیح وقرء القرآن میں ہے۔

قاضی عندہ جمع عظیم یرفعون اصواتہم بالتسبیح والتہلیل جملۃ لا باس بہ۔

حاشیہ.....☆

امام محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۳۰۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا بن احمد بن عبد الحمید ابو ثنا اسحاق بن منصور السلولی ثنا محمد بن مسلم الطائفی عن عمرو بن دینار عن جابر ثم ان رجلا كان يرفع صوته بالذكر فقال لو ان هذا خفص من صوته فقال رسول الله ﷺ فانه اواه قال فمات فرأى رجل نارا في قبره فاتاه فاذا رسول الله ﷺ فيه وهو يقول هلموا الي صاحبكم فاذا هو الرجل الذي كان يرفع صوته بالذكر۔
ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی بلند آواز سے ذکر کیا کرتا تھا ایک آدمی نے کہا اگر یہ آدمی اپنی آواز پست رکھتا (تو بہتر ہوتا)۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ مست ہے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ شخص انتقال کر گیا۔ پس ایک شخص اس کی قبر میں روشنی دیکھ کر اس کے قریب آیا۔ حضور ﷺ وہاں (پہلے سے) موجود تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا اپنے اس ساتھی کی طرف آؤ جو بلند آواز سے ذکر کرتا تھا۔

(مستدرک ج ۱ ص ۵۲۲ رقم الحدیث ۱۳۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح معانی الآثار للطحاوی باب الدفن باللیل ج ۱ ص ۵۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شعب الایمان ج ۱ ص ۴۱۸ رقم الحدیث ۵۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوداؤد متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔

يقول ناو لوني الي صاحبكم فاذا هو الرجل الذي كان يرفع صوته بالذكر۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اپنا ساتھی پکڑاؤ۔ جو بلند آواز سے ذکر الہی کرتا تھا۔

(سنن ابوداؤد باب فی الدفن باللیل ج ۳ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۳۱۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حیلة الاولیاء ج ۳ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۷۴۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

یہ بلند آواز سے ذکر کرنے والا خوش نصیب صحابی رسول حضرت ذوالجنادین رضی اللہ عنہ تھے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ مسند احمد ج ۹ ص ۱۵۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت۔ جن کے الفاظ ہیں قال لو جل یقال له ذو البجادین انه اواه۔

کسی قاضی کے پاس بہت بڑی جماعت ہو اور وہ سب کل کر بلند آواز سے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہیں تو اس میں حرج نہیں۔
(فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۹۰ مطبوعہ مصر)

عالمگیری میں اسی جگہ ہے۔

الافضل فی قراءۃ القرآن خارج الصلوٰۃ الجہر۔

ترجمہ: نماز کے علاوہ بہتر ہے کہ قرآن بلند آواز سے پڑھے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۹۰ مطبوعہ مصر)

عالمگیری یہ ہی مقام اما التسبیح والتہلیل لا باس بذالك وان رفع صوته سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہنے میں حرج نہیں۔ اگرچہ بلند آواز سے کہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۹۰ مطبوعہ مصر)

شامی جلد اول مطلب فی احکام المسجد سے متصل ہے۔

اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المسجد الا ان تشوش جہرہم علی نائم او مصل او قاری۔

ترجمہ: مقتدین اور متاخرین علماء نے اس پر اتفاق کیا کہ مسجدوں میں جماعتوں کا بلند آواز سے فکر کرنا مستحب ہے مگر یہ ان کے جہر سے کسی سونے والے یا نمازی یا قاری کو پریشانی نہ ہو۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

فقال بعض اهل العلم ان الجهر افضل لانه اکثر عملا ولتعدی فائدته الی السامعین ویوقظ قلب الغافلین فیجمع ہمہ الی الذکر ویصرف سمعہ الیہ ویطرد النوم ویدیز النشاط۔

ترجمہ: بعض اہل علم نے فرمادیا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں کام زیادہ ہے اور اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی پہنچتا ہے اور یہ ناقلوں کے دل کو بیدار کرتا ہے ان کے خیالات اور ان کے کانوں کو ذکر الہی کی طرف کھینچتا، نیند کو بھگاتا ہے خوشی بڑھاتا ہے۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

در مختار باب صلوٰۃ العیدین بحث تکبیر تشریق میں ہے۔

ولا یمنع العامة من التكبير فی الاسواق فی الايام العشر وبہ ناخذ۔

ترجمہ: بقرعید کے دس دنوں میں عام مسلمانوں کو بازاروں میں نعرہ تکبیر کہنے سے نہ روکو۔ اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔

(الدر المختار علی حاشیہ کشف الاستار ص ۱۱ مطبوعہ مجتہبی پاکستان لاہور)

غالباً اس زمانہ میں عوام عید کے دنوں میں بازاروں میں نعرہ تکبیر لگاتے ہوں گے۔ یہ اگرچہ بدعت ہے مگر فرمایا کہ اس کو منع نہ کرو۔

اسی عبارت کے ماتحت شامی میں ہے۔

قیل لابی حنیفۃ ینبغی لاهل الکوفۃ وغیرہا ان یکبروا ایام العشر فی الاسواق والمسجد قال نعم الفقیہ

ابو جعفر والذی عندی انه لا ینبغی ان تمنع العامة عنه لقلۃ رغبتہم فی الخیر وبہ ناخذ فادان فعلہ اولی۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا کوفہ وغیرہ کے لوگوں کو یہ مستحب ہے کہ عشرہ ذی الحجہ میں بازاروں اور مسجدوں میں

تکبیر کہیں فرمایا کہ ہاں امام ابو جعفر قدس سرہ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ عوام کو اس تکبیر سے نہ روکا جاوے کیونکہ وہ پہلے ہی کار خیر میں کم

رغبت رکھتے ہیں اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔

(رد المحتار علی در المختار باب صلوٰۃ العیدین بحث تکبیر تشریق ج ۲ ص ۶۲۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ باز آروں کی تکبیریں مستحب ہیں۔

کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی کتاب الصلوٰۃ علی النبی میں ہے۔

يستحب لقارى الحديث وغيره ممن فى معناه اذا ذكر رسول الله ان يرفع صوته بالصلوة عليه والتسليم به وقد نص العلماء من اصحابنا وغيرهم على انه يستحب ان يرفع صوته بالصلوة على رسول الله ﷺ فى التلبية۔

ترجمہ: یعنی حدیث شریف پڑھنے والوں وغیرہم کو چاہیے کہ جو حضور کا ذکر ہو تو بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھیں ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ تلبیہ میں حضور پر بلند آواز سے درود پڑھے۔

(کتاب الاذکار للنووی باب صلوٰۃ علی رسول اللہ ص ۱۰۷ مطبوعہ المکتبۃ السیفیہ پشاور)

ان کے علاوہ اور بھی احادیث و فقہی عبارات پیش کی جاسکتی ہیں مگر اختصاراً اس پر کفایت کی جاتی ہے بحمد اللہ تعالیٰ مخالفین کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب بھی اس میں ہم سے متفق ہیں چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم کتاب الخطر باحہ صفحہ ۱۰۴ میں ایک سوال و جواب ہے سوال یہ ہے کہ ذکر بالجہر اور دعا بالجہر اور درود بالجہر خواہ جہر خفیف ہو یا شدید جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- ذکر جہر خواہ کوئی ذکر ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک سوائے ان مواقع کے کہ ثبوت جہر نص سے ہے وہاں مکروہ ہے اور صاحبین و دیگر فقہاء محدثین جائز کہتے ہیں اور مشرب ہمارے مشائخ کا اختیار مذہب صاحبین ہے۔ والسلام ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۱۲ء رشید احمد۔

مصرع۔ مدعی لاکھ پہ بھار ہے گواہی تیری

اب تو کسی دیوبندی وہابی کو حق نہیں کہ کسی سنی مسلمان کو بلند آواز ذکر سے روکے۔ کیونکہ اس کے بلا کراہت جواز پر رجسٹری ہو چکی۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ ذکر بالجہر جائز ہو چند وجوہ سے اولاً تو اس لئے کہ قاعدہ شریعت ہے کہ ثواب بقدر محنت ملتا ہے۔ اسی لئے سردی میں وضو کرنا۔ اندھیری رات میں مسجدوں میں جماعت کے لئے آنا دور سے مسجد میں آنا زیادہ ثواب کا باعث ہے (دیکھو مشکوٰۃ وغیرہ) اور ذکر بالجہر میں بمقابلہ خفی کے مشقت زیادہ ہے لہذا یہ افضل ہے دوسرے اس لئے کہ مشکوٰۃ کتاب الاذان میں ہے کہ جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے۔ وہاں تک کے تمام درخت، پتے گھاس جن و انس قیامت میں اس کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ تو ذکر بالجہر سے بھی اس فائدے کی امید ہے۔ تیسرے اس لئے کہ خفی ذکر کا فائدہ صرف ذکر کو ہے مگر ذکر بالجہر کا فائدہ ذکر کو بھی کہ کلمہ وغیرہ کی ضرب سے دل پیدا ہوتا ہے اور سامعین کو بھی کہ ممکن ہے کہ وہ بھی سن کر ذکر کریں۔ اگر نہ بھی کریں تو بھی سننا ثواب ہے اور لازم سے متعدی اچھا۔ چوتھے اس لئے کہ مشکوٰۃ باب الاذان میں ہے کہ اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔ ابھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جواب نقل کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے عرض کیا تھا اطراد الشیطن جس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر سے نیند اور کسل و سستی دور ہوتی ہے ذکر خفی میں اکثر نیند بھی آ جاتی ہے مگر یہ تمام تقریر اس صورت میں ہے کہ جب ریاکاری کے لئے نہ ہوا اگر ریا کے لئے ہے تو ریا کی نیت سے مراقبہ کرنا، نماز پڑھنا بھی گناہ کا موجب ہے۔ حضرات نقشبندیہ یہ قدست اسرار ہم کا مشغلہ ذکر خفی ہے وہ تو اس پر عامل ہیں۔

دل میں ہو یاد تری گوشہ تنہائی ہو پھر خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

باقی سلاسل کے اولیاء ذکر بالجہر میں مشغول رہتے ہیں ان کا اس پر عمل ہے۔

سارا عالم ہو مگر دیدہ دل دیکھے تمہیں
انجمن گرم ہو اور لذت تنہائی ہو
ہر دو حضرات خدا کے پیارے ہیں۔ نقشبندی حضرات تو خلوت میں جلوت کرتے ہیں اور باقی حضرات جلوت میں خلوت مگر کلا وعدہ اللہ الحسنی (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۹۵) اللہ تعالیٰ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمایا مگر ان کا یہ اختلاف حلت و حرمت میں نہیں۔ اپنا اپنا طریقہ کار ہے۔ نہ تو خفی والے جہر والوں کو طعن کریں نہ جہر والے خفی والوں کو یہ ساری گفتگو ان دیوبندیوں وغیرہ سے ہے جو کہ جہر پر فتویٰ حرمت لگاتے ہیں۔ مجدد صاحب قدس سرہ کے اس فرمان کے قربان کہ نہ اس کا میکنم و نہ انکار میکنم، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

دوسرا باب

ذکر بالجہر پر اعتراضات و جوابات

اس مسئلہ پر مخالفین دو طرح کے اعتراض کرتے ہیں نقلی اور عقلی ہم اولاً نقلی اعتراضات میں مع جوابات عرض کرتے ہیں۔
اعتراض (۱).....:-

واذ کر ربك في نفسك تضرعاً وخيفة و ذون الجهر من القول بالغدو والاصال۔

ترجمہ: اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بغیر آواز نکلے صبح و شام۔

(سورہ الاعراف آیت نمبر ۲۰۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر الہی دل ہی میں چاہیے بلند آواز سے منع ہے۔

جواب:- اس کے چند جواب ہیں۔ اولاً یہ کہ اس آیت میں ذکر بحالت نماز مراد ہے یعنی اخفا کی نمازوں میں قرأت یا مقتدی ہر نماز

میں یا التحیات وغیرہ دل میں پڑھے یا امام قدر ضرورت سے زیادہ آواز نہ نکالے تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فمن ام في صلوة الجهر ينبغي له ان لا يجهر جهرًا شديدًا بل يقتصر على قدر ما يسمعه من خلقه
قال في الكشف لا يجهر فوق حاجة الناس والا فهو مسئی۔

ترجمہ: جو شخص جہری نماز میں امامت کرے وہ بہت آواز سے قرأت نہ کرے بلکہ اس قدر پر کفایت کرے کہ پیچھے والے سن لیں۔

کشف میں فرمایا کہ قدر ضرورت سے زیادہ نہ چیخے ورنہ گنہگار ہوگا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر کبیر میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

والمراد منه ان يقع ذلك الذكر حيث يكون متوسطاً بين الجهر والمخافته كما قال الله تعالى ولا

تجهر۔

یعنی مراد یہ ہے کہ جہر و اخفاء کے درمیان ذکر اللہ چاہیے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال ابن عباس يعني بالذكر القرآن في الصلوة يريد اقرء سرا في نفسك۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ذکر کرے مراد نماز میں تلاوت قرآن یہ ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مقصد یہ ہے کہ دل میں قرأت کرو خود قرآن کریم نے دوسری جگہ اس کی یوں تفسیر فرمائی۔

ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا۔

ترجمہ: اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ ان دونوں کے بیچ میں راستہ ڈھونڈو۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۱۱۰)

اور ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں کہ تفسیر قرآن بالقرآن سب پر مقدم ہے دوسرے یہ کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ ذکر محض قوی نہ ہو بلکہ قول کے ساتھ قلب بھی شامل ہو کہ اس کے بغیر ذکر بے کار ہے خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقيل المراد بالذكر في النفس ان يستحضر في قلبه عظمة المذکور جل جلاله۔

ترجمہ: کہا گیا کہ دل میں ذکر کرنے سے یہ مراد ہے کہ قلب میں خدائے قدوس کی عظمت موجود ہو۔

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اسی خازن میں ہے۔

واذا كان الذكر باللسان عاريا عن ذكر القلب كان عديم الفائدة لان فائدة الذكر حضور القلب واستشعاره عظمة المذکور جل جلاله۔

ترجمہ: یعنی جبکہ زبانی ذکر قلبی ذکر سے خالی ہو تو بے فائدہ ہے۔ کیونکہ ذکر کا فائدہ تو دل کا حاضر کرنا اور خدائے تعالیٰ کی عظمت کا دل میں لانا ہے۔

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۵۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات ذکر قلبی ذکر بالجہر سے بہتر ہے یعنی یہ امر استجابی ہے اور استجاب بھی ہر وقت اور ہر حیثیت سے نہیں بلکہ بعض صورتوں میں ہے۔ اسی لئے یہ آیت اس آیت کے بعد ہے کہ واذا قرء القرآن فاستمعوا للقرآن وتو ان آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ ذکر الہی کبھی بالجہر چاہیے اور کبھی آہستہ۔ جب بالجہر ہو تو خاموشی سے سنو۔ اور جب آہستہ ہو تو اس میں غور و فکر کرو۔ اگر جہر میں خوف ریا ہے تو سکوت بہتر اور اگر یہ مقصود ہو کہ شیطان دفع ہو قلب بیدار ہو۔ اور سونے والے جاگ جاویں اور تمام چیزیں قیامت کے دن ذاکر کے ایمان کی گواہی دیں تو جہر بہتر ہے۔ روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

واذکر ربك فی نفسك وهو الذکر بالكلام الخفی فان الاخفاء ادخل فی الاخلاص و اقرب من الاجابة وهذا الذکر یعم الاذکار کلها من القراءة والدعاء وغیرها۔

ترجمہ: اس سے مراد ہے ذکر خفی کیونکہ اخفا کو اخلاص میں زیادہ دخل ہے اور یہ قبولیت سے زیادہ قریب ہے اور یہ ذکر تمام ذکروں اور قراءت اور دعاؤں کو شامل ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

بان الاخفاء افضل حیث خاف الریاء او تاذی المصلون او النائمون والجهر افضل فی غیر ذلك لان العمل فیہ اکثر و لان فائدته تتعدی الی السامعین ولانه یوقظ قلب الذاکر ویجمع همه ویصرف سمعه الیه۔

ترجمہ: آہستہ ذکر وہاں افضل ہے جہاں کہ ریا کا خوف ہو یا نمازیوں یا سونے والوں کو ایذا ہو اور اس کے علاوہ دیگر مقام میں ذکر بالجہر افضل ہے کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے اور اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی پہنچتا ہے اور اس لئے کہ یہ ذاکر کے دل کو بیدار کرتا ہے

خیالات کو جمع کرتا ہے اور ذکر کی طرف کانوں کو متوجہ کرتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اعتراض (۲).....:-

ادعو ربکم تضرعاً وخفیة انه لا یحب المعتدین۔

ترجمہ: اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ دعا کرو بے شک حد سے بڑھنے والے اس کو پسند نہیں۔

(پارہ ۸ سورہ ۷۷ آیت نمبر ۵۵)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ بلند آواز سے ذکر خدا کو نا پسند ہے۔

جواب:- اس کے بھی چند جوابات ہیں اولاً تو یہ کہ اس آیت میں دعا کا ذکر ہے نہ کہ ہر ذکر الہی کا اور واقعی دعا خفیہ ہی کرنا افضل ہے

تا کہ اخلاص تام ہو۔ تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای متضرعین متذلّلین مخفیین الدعاء لیكون اقرب الی الاجابة لكون الاخفاء دلیل الاخلاص والاحترار عن الرياء۔

ترجمہ: یعنی زاری اور عاجزی کرتے ہوئے دعا کو خفیہ کرتے ہوئے دعا کر دتا کہ قبولیت سے قریب ہو کیونکہ چپکے سے دعا کرنا اخلاص کی اور ریا سے دور ہونے کی دلیل ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۲۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن یہ ہی آیت۔

وقیل المراد به حقيقة الدعاء وهو الصحيح لان الدعاء هو السؤال و الطلب وهو نوع من العبادۃ۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حقیقتاً دعا ہے اور یہ ہی صحیح ہے کیونکہ دعا سوال اور طلب ہے اور یہ ایک قسم کی عبادت ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

والادب فی الدعاء ان یكون خفياً لهذه الایة قال الحسن دعوة السرو دعوة العلانية سبعون ضعفاً۔

ترجمہ: دعا کا طریقہ یہ ہے کہ خفیہ ہو۔ اسی آیت کی وجہ سے حسن فرمایا کہ خفیہ ایک دعا اور علانیہ ستر دعا میں برابر ہیں۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یابہ مراد ہے کہ بعض حالات میں ذکر الہی خفیہ طور پر بہتر ہے یعنی ادعوائے مراد ہر ذکر الہی ہے اور یہ امر استجابی ہے اور وہ بھی بعض اوقات کے لحاظ سے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فلذهب بعضهم الی ان اخفاء الطاعات و العبادات افضل من اظهارها لهذا الایة ولکونها ابعدهم الی ان اظهارها افضل لیقتدی به الغير فیعمل مثل عمله وذهب بعضهم الی ان اظهار العبادات المفروضة افضل من اخفاءها۔

ترجمہ: بعض مفسرین ادھر گئے ہیں کہ عبادتوں کو خفیہ کرنا ظاہر کرنے سے بہتر ہے اسی آیت کی وجہ سے اور اس لئے کہ یہ ریا سے زیادہ دور ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اظہار افضل ہے تا کہ دوسرے بھی اس کی پیروی کر کے عبادت کریں اور بعض فرماتے ہیں کہ فرضی عبادات کا اظہار اخفا سے بہتر ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اعتراض (۳).....:-

واذا سالك عبادى عنى فانى قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان۔

ترجمہ: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی پکار جب مجھے پکارے۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۸۶)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ ہم سے قریب ہے دل کے خیالات اور آہستہ بات کو سنتا ہے پھر بلند آواز سے پکارنا بے کار ہے۔

جواب:- اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کے خیال کو باطل فرمایا گیا جو ذکر بالجہر یہ سمجھ کر کریں کہ خدا ہم سے دور ہے بغیر بلند آواز کے وہ ہماری سنتا نہیں یہ خیال محض جہالت ہے ذکر بالجہر تو غافل قالب کو جگانے کے لئے ہوتا ہے۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وسبب نزوله ما روى ان اعرابيا قال لرسول الله ﷺ افریب ربنا فتناجیه ام بعید فتناديه فقال تعالیٰ۔

ترجمہ: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بدوی نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ رب تعالیٰ قریب ہے تاکہ اس سے مناجات کریں یا دور ہے کہ اس کو پکاریں اس پر رب نے فرمایا۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۶۹-۳۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کو دور سمجھ کر پکارنا برا ہے یہ بھی روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ غزوہ خیبر کے موقع پر اترتی جبکہ لوگ نعرہ تکبیر لگانا چاہتے تھے اور حضور علیہ السلام کا منشاء تھا کہ ہم خفیہ طور پر وہاں پہنچ جاویں کہ کفار کو خبر نہ چنانچہ روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال ابو موسى الاشعري لما توجه رسول الله عليه السلام الى خيبر اشرف الناس على وادفر فعوا اصواتهم بالتكبير فقال عليه السلام اربعوا على انفسكم لاتدعون اصم ولا غائبا۔

ترجمہ: جبکہ حضور علیہ السلام خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو لوگ کسی اونچے جنگل پر چڑھے تو انہوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ پس حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ہو۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان یہی آیت۔

هذا باعتبار المشارب والمقامات واللائق بحال الغفلات الجهر بقلع الخواطر۔

ترجمہ: یہ موقع اور محل کے اعتبار سے ہے اور غافل لوگوں کے حال کے لائق ذکر بالجہر ہے برے خیالات کو دفع کرنے کے لئے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اعتراض (۴).....:-

مشکوٰۃ کتاب الاسماء باب ثواب التسبیح والتحمید میں ہے۔

فجعل الناس يجهرون بالتكبير فقال رسول الله عليه السلام يا ايها الناس اربعوا على انفسكم انكم لاتدعون اصم ولا غائبا انكم تدعون سميعا بصيرا وهو معكم والذي تدعون اقرب الى احدكم من عنق راحلتہ۔

ترجمہ: با آواز بلند تکبیر کہنے لگے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو اپنی جانوں پر نرمی کرو تم نہ تو بہرے کو پکارتے ہو نہ غائب کو تم تو سمیع و بصیر کو پکارتے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے اور جس کو تم پکارتے ہو وہ تم سے بمقابلہ تمہاری سوار یوں کی گردنوں

کے زیادہ قریب ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاسماء باب ثواب التبیح والتحمید الفصل الاول ص ۲۰۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر منع ہے۔ اور حضور علیہ السلام کی ناخوشی کا باعث ہے۔

جواب:- اس کا جواب ضمناً سوال نمبر ۲ کے ماتحت گزر چکا کہ یہ حدیث ایک سفر جہاد کے موقعہ کی ہے اس وقت ضرورت تھی کہ مسلمانوں کا لشکر بغیر اطلاع خیبر میں داخل ہو جاوے تاکہ کفار خیبر جنگ کی تیاری نہ کر سکیں۔ بعض لوگوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی چونکہ موقع کے خلاف تھا ہذا روک دیا گیا۔ اسی حدیث کی ابتدا اسی طرح ہے کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر فجعل الناس یجھرون الخ ہم ایک سفر میں تھے کہ لوگ باواز بلند تکبیر کہنے لگے۔ یا یہ کہ مسلمانوں پر آسانی کے لئے بطور مشورہ یہ فرمایا گیا کہ تم سفر کی مشقت میں ہو پھر چیخنے کی مشقت بھی اٹھاتے ہو۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ لمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

فیہ اشارۃ الی ان المنع من الجهر للتیسیر و الارفاق لالیکون الجهر غیر مشروع۔

ترجمہ: اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ جہر سے ممانعت محض آسانی کے لئے ہے نہ اس لئے کہ جہر منع ہے۔

(لمعات بحوالہ حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاسماء باب ثواب التبیح والتحمید الفصل الاول ص ۲۰۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اشدہ للمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے دریں اشارات است کہ منع از جہر برائے آسانی و نرمی است نہ از جہت تا مشرودعت ذکر جہر حق آنست ذکر جہر مشروع است بے شبہ مگر بعارض ایں را در رسالہ اور او اثبات نمودیم۔ اس حدیث میں ادھر اشارہ ہے کہ جہر سے ممانعت نرمی اور آسانی کے لئے ہے نہ اس لئے کہ جہر منع ہے اور حق یہ ہے کہ جہر بالاشبہ مشروع ہے لیکن کسی وجہ سے اور ہم نے اس کا ثبوت رسالہ اور اد میں دیا ہے۔

(اشدہ للمعات قاری ج ۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

اعتراض (۵).....:- ہدایہ جلد اول فصل فی تکبیرات التشریق میں ہے۔

واخذ بقول ابن مسعود اخذا بالاقل لان الجهر بالتکبیر بدعة۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول لیا کم کو لینے کے لئے کیونکہ بلند آواز سے تکبیر کہنا بدعت ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۷۵ مطبوعہ مکتبہ شریک علیہ ملتان)

اور بدعت میں کمی بہتر ہے ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک نویں ذی الحجہ کی فجر سے دسویں کی عصر تک ہر نماز فرض کے تکبیر تشریق کہنا چاہیے۔ اور صاحبین کے نزدیک نویں کی فجر سے دسویں کی عصر تک امام صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ تکبیر بالجہر بدعت ہے اور بدعت میں کمی بہتر۔ اس لئے صرف دو دن تکبیر کہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر بدعت ہے۔ اسی ہدایہ میں اسی فصل تکبیرات التشریق میں ہے۔ ولان الجهر بالتکبیر خلاف السنة والشرع و ردہ عند استجماع هذه الشرائط۔

ترجمہ: اور اس لئے کہ تکبیر بالجہر خلاف سنت ہے اور اس کا حکم ان شرائط کے جمع ہونے کی صورت میں ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۷۵ مطبوعہ مکتبہ شریک علیہ ملتان)

جواب:- امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف اس تکبیر تشریق کے وجوب میں ہے نہ کہ جواز میں یعنی امام صاحب تو صرف دو دن ضروری کہتے ہیں اور صاحبین پانچ دن۔ امام صاحب اس کو بدعت یا خلاف سنت کہہ کر وجوب کا انکار فرماتے ہیں ہم اسی بحث کے پہلے باب میں شامی سے نقل کر چکے ہیں کہ خود امام صاحب نے اہل کوفہ کو بازاروں میں نعرہ تکبیر کی اجازت دی۔ کہیے اس بدعت کی اجازت کیوں دی؟ شامی باب صلوٰۃ العیدین میں عید الفطر کی بحث میں فرماتے ہیں۔

والخلاف فی الافضلیۃ اما الکماہۃ فمفتیۃ عن الطرفين۔

ترجمہ: یعنی اختلاف محض افضلیت میں ہے۔ لیکن کراہت وہ کسی طرف نہیں ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار باب صلوة العیدین ج ۱ ص ۶۱۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی شامی میں اسی جگہ ہے۔

التكبير بالجهر في غير ايام التشريق لايسن الا بازاء العدوا والصوص وقاس عليه بعضهم الحريق و المخاريف كلها زاد القهستاني او علا شرفا.

ترجمہ: ایام تشریق کے علاوہ اور دنوں میں نعرہ تکبیر سنت نہیں۔ مگر دشمن یا چوروں کے مقابلہ میں اور اس پر بعض لوگوں نے قیاس کیا ہے کہ آگ لگنے اور تمام خوفناک چیزوں اور قہستانی نے زیادہ کیا ہے کہ بلندی پر چڑھنے کے وقت۔

(رد المحتار علی الدر المختار باب صلوة العیدین ج ۱ ص ۶۱۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

در مختار باب العیدین میں ہے۔

وهذا للخواص اما العوام فلا يمنعون عن تكبير ولا تنقل اصلا.

ترجمہ: یہ احکام خواص کے لئے ہیں عوام کو نہ تو تکمیل سے رد کو نہ نفل سے۔

(رد المحتار علی الدر المختار باب صلوة العیدین ج ۶ ص ۶۱۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی بحث میں ہے لافی البیت ای لایسن والا فهو ذکر مشروع (رد المحتار علی الدر المختار باب صلوة العیدین ج ۱ ص ۶۱۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) غرض کہ ثابت ہوا کہ ہدایہ کی یہ تمام گفتگو سنت ہونے میں۔ نیز تکبیر تشریق میں یہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے کہ مولوی رشید احمد صاحب کا فتویٰ یہ ہی ہے کہ ذکر بالجہر جائز ہے۔ اور اگر ان آیات و احادیث کی یہ توجہیں نہ کی جاویں تو مخالفین کے بھی یہ خلاف ہیں۔ کیونکہ بعض ذکر اللہ وہ بھی بلند آواز سے کرتے ہیں۔ جیسے اذان۔ بقرعید کے موقعہ پر تکبیر تشریق حج میں تلبیہ جلسوں کے موقعوں پر نعرہ تکبیر اور فلاں صاحب زعمہ بآواز غمرہ کیونکہ ان کے یہ دلائل و ذکر بالجہر کو مطلقاً منع کر رہے ہیں اور حدیث احادیث کی وجہ سے قرآنی آیات میں قید لگانا جائز نہیں لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ ان موقعوں پر ذکر بالجہر حدیث میں آگیا لہذا جائز ہے کیونکہ قرآنی آیات میں حدیث سے پابندی لگانا کہاں جائز ہے۔

اعتراض (۶)..... نہ فتاویٰ بڑا یہ صفحہ ۳۷۸ میں ہے۔

عن فتاوى القاضى انه حرام لما صح عن ابن مسعود انه اخرج جماعة عن المسجد يهللون ويصلون على النبي ﷺ جهرا وقال لهم ما اراكم الا مبتدعين۔

ترجمہ: قاضی صاحب کے فتاویٰ سے نقل کیا کہ جبر نے ذکر کرنا حرام ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت کے ساتھ ثابت ہو چکا کہ انہوں نے ایک جماعت کو مسجد سے محض اسی لئے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے لا الہ الا اللہ اور بلند آواز سے آنحضرت پر درود شریف پڑھتی تھی اور فرمایا میں تمہیں بدعتی خیال کرتا ہوں۔

(فتاویٰ بزازیہ علی ہاشم الہندیہ ج ۶ ص ۸۷ مطبوعہ کبری امیریہ بولاق مصر)

دیکھو بلند آواز سے جماعت کے ساتھ مل کر ذکر اللہ اور ورود شریف پڑھنا حرام ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان
ذاکرین اور ورود خوانوں کو بدعتی فرمایا بلکہ انہیں مسجد سے نکال دیا افسوس کہ آج ذکر یا لجمہ نہ کرنے والوں کو وہابی کہا جاتا ہے۔ یہ ہے
انقلاب زمانہ ایمان کفر بن گیا اور کفر ایمان۔ (راہ سنت)۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تم بھی بدعتی ہوئے اور حرام کے مرتکب کیونکہ

تمہارے دینی سیاسی جلسے ہوتے ہیں تقریروں کے دوران نعرہ بکسیر اور فلاں صاحب زندہ باد۔ دن رات مسجدوں میں ہوتے ہیں نہ تم ان بالجہر ذکر و پڑھو لگاتے ہو نہ انہیں روکتے ہو کیا مسجد میں صرف درود شریف آواز سے پڑھنا حرام ہے۔ باقی تمہارے جلسے نعرے سب جائز۔ جواب تحقیقی وہ ہے جو یہاں اسی جگہ فتاویٰ بزازیہ اور فتاویٰ شامی نے دیا ہے، جسے آپ نے نقل نہ فرمایا اگر آپ پوری عبارت نقل کر لیتے تو اسی کا جواب ان کتابوں سے مل جاتا۔ سنو اسی جگہ شامی میں ہے۔

واما رفع الصوت بالذکر فجائز کما فی الاذان والخطبة والجمعة والحج وقد حرزت المسئلة فی الخیرة وحمل ما فی فتاوی القاضی علی جہر المضمر۔
ترجمہ: بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ اذان خطبہ جمعہ اور حج میں ہوتا ہے اور یہ مسئلہ فتاویٰ خیرہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور جو فتاویٰ قاضی میں ہے اس سے مراد نقصان دہ جہر ہے۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۰)

معلوم ہوا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو بدعتی فرمایا جو جماعت اول کے وقت جبکہ لوگ نماز جماعت سے ادا کر رہے تھے یہ ذکر بالجہر کرتے تھے۔ جس سے لوگوں کی نماز میں حرج واقع ہوتا تھا یا کوئی اور دینی ضرر تھا۔ خلاصہ یہ کہ نقصان دہ جہر ممنوع ہے۔ اب ذرا فتاویٰ بزازیہ کو بھی دیکھ لو اسی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو نقل فرما کر ایک اعتراض مع جواب فرماتے ہیں کہ اگر تم کہو کہ فتاویٰ میں تو یہ ہے کہ ذکر بالجہر سے کسی کو نہ روکو اگرچہ وہ مسجد ہی میں کرتے ہوں تا کہ اسی آیت کے خلاف نہ ہو جاوے۔ من اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر النعم (پارہ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۱۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہ عمل تمہارے ان فتاویٰ کے خلاف ہے اس کے جواب میں عبارت فرماتے ہیں۔ جس میں یہ بھی ہے۔

الاخراج عن المسجد یجوز ان یکون لاعتقاد ہم العبادۃ فیہ ولیعلم الناس بانہ بدعة والفعل جائز والجائز یجوز ان یکون غیر جائز لعارض یلحقہ۔

ترجمہ: آپ کا انہیں مسجد سے نکالنا ممکن ہے اس لئے ہو کہ ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ جہر بھی عبادت ہے اور لوگوں کو یہ بتانا ہو کہ یہ عقیدہ بدعت ہے اور جائز کام کبھی کسی عارضی وجہ سے ناجائز ہو جاتا ہے۔

اسی فتاویٰ میں اسی جگہ ہے۔

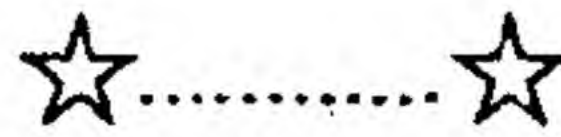
واما رفع الصوت بالذکر فجائز کما فی الاذان والخطبة والحج۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۰)

مخالفین کے عقلی اعتراضات صرف تین ہیں اولاً یہ کہ خدا ہے پھر زور سے چیخنا کیوں؟ جواب گزر چکا کہ یہ آواز بلند کرنا خدا تعالیٰ کے سنانے کے لئے نہیں بلکہ دیگر فوائد کے لئے ہے۔ جیسے اذان وغیرہ زور سے دی جاتی ہے۔ دوم یہ کہ درود صلی اللہ علیک وسلم یا رسول اللہ حدیث سے ثابت نہیں لہذا ناجائز ہے اس کا جواب اسی کتاب میں اور مقام پر گزر گیا کہ دو اغذا عا میں نقل خاص کی ضرورت نہیں بلکہ جو ناجائز کی حد میں نہ آوے وہ جائز ہے اور اس کی پوری تحقیق کہ کون سا درود پاک افضل ہے ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں ملاحظہ کرو۔ تیسرے یہ کہ بعد نماز بلند آواز سے درود پڑھتے ہیں۔ ان سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے کہ نماز بھولتے ہیں لہذا ناجائز ہے۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ اعتراض دعویٰ کے مطابق نہیں کیونکہ تم کہتے ہو ذکر بالجہر بالکل منع ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی نمازی کو اس سے تکلیف ہو تو منع ورنہ جائز تو اگر کسی وقت کوئی نماز نہ پڑھا ہو۔ تب جائز ہونا چاہیے دوسرے یہ کہ یہاں

پنجاب میں دیکھا جاتا ہے کہ بعد نماز فجر کچھ توقف کر کے اور عشاء کی سنتوں اور وتر سے فارغ ہو کر یہ درود پڑھا جاتا ہے اور اس وقت سب لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔ تیسرے یہ کہ ہم اسی بحث کے پہلے باب میں احادیث پیش کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام بعد نماز بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔ نیز آج بھی بعض مسجدوں میں قرآن کے مدرسے ہیں جہاں کہ طلباء بعد نماز ظہر و عشاء چیخ کر قرآن یاد کرتے ہیں۔ کبھی مسجدوں میں بعد نماز عشاء دینی جلسے ہوتے ہیں جن میں نعرے بھی لگتے ہیں تقریریں بھی ہوتی ہیں۔ بقرعید کے زمانہ میں جماعت فرض کے بعد فوراً ہی سب لوگ بآواز بلند تین بار تکبیر تشریف کہتے ہیں۔ کہیے ان ذکروں سے نمازی کا وہ بیان ہوتا ہے یا نہیں؟ اور یہ جائز ہیں یا منع؟ فقہاء جو فرماتے ہیں کہ ذکر بالجہر سے نمازیوں کو تکلیف پہنچے تو منع ہے۔ اس کا مقصد ظاہر ہے کہ جب جماعت کا وقت ہو لوگ نماز میں مشغول ہوں اور یہ ذکر بالجہر کر رہا ہو یہ منہ ہے نہ یہ کہ نماز بھی ہو چکی لوگ فارغ ہو کر اب ذکر و تلاوت میں مشغول ہو گئے اب کوئی شخص تارک الجماعت بعد میں آیا تو اپنی نماز کے حیلے سے سب کو خاموش کرتا پھرے کہ چونکہ مجھے اب نماز پڑھنا ہے لہذا اے نمازیو! اے قرآن یاد کرنے والو! عظمت سب خاموش ہو جاؤ۔ خیال رہے کہ مساجد میں زیادہ اہتمام جماعت اول کا ہوتا ہے جس پر بہت سے شرعی مسئلے متفرع ہیں۔ مکہ معظمہ میں صرف جماعت اولیٰ کے لئے طواف بند ہوتا ہے۔ جہاں یہ جماعت ختم ہوئی طواف شروع ہوا۔ اور طواف دعاؤں کا اس قدر شور ہوتا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ کہیے وہاں اس ذکر بالجہر کا کیا حکم ہے؟ کیا نماز کے خلل کی وجہ سے طواف بند کراؤ گے۔



بحث اولیاء اللہ کے نام پر جانور پالنا

بعض لوگ جو کہ فاتحہ گیارہویں یا کہ میلاد شریف کے پابند ہیں وہ اس کے لئے کچھ عرصہ پہلے بکرے مرغے وغیرہ پالیتے ہیں۔ اور ان کو قربہ کرتے ہیں۔ تاریخ فاتحہ پر ان کو بسم اللہ پڑخ کر کے کھانا پکا کر فاتحہ کرتے ہیں اور فقراء اور صلحاء کو کھلاتے ہیں۔ چونکہ وہ جانور اس کی نیت سے پالا گیا ہے اس لئے کہہ دیتے ہیں۔ گیارہویں کا بکرا یہ غوث پاک کی گائے وغیرہ یہ شرعاً حلال ہے۔ جیسے کہ ولیمہ کا جانور مگر مخالفین اس کام کو حرام۔ اس گوشت کو مردار۔ اور فاعل کو مرتد و مشرک کہتے ہیں۔ اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں اس کے جواز کا ثبوت اور دوسرے میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

پہلا باب

اس کے جواز کے ثبوت میں

جس حلال جانور کو مسلمان یا اہل کتاب اللہ کا نام لے کر ذبح کرے وہ حلال ہے اور جس حلال جانور کو مشرک یا مرتد ذبح کرے وہ مردار ہے۔ اسی طرح اگر مسلمان دیدہ دانستہ بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دے یا خدا کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کرے (مثلاً بجائے بسم اللہ اللہ اکبر کے کہہ دے یا غوث اور ذبح کر دے) تو حرام ہے خیال رہے کہ اس حلت و حرمت میں ذبح کرنے والے کا اعتبار ہے نہ کہ مالک کا۔ اگر مسلمان کا جانور مشرک نے ذبح کر دیا مردار ہو گیا۔ اگر مشرک نے بت کے نام پر جانور پالا مگر اس کو مسلمان نے بسم اللہ سے ذبح کر دیا حلال ہے۔ اسی طرح ذبح کے وقت نام لینے کا اعتبار ہے نہ کہ آگے پیچھے زندگی میں جانور بت کے نام کا تھا مگر ذبح اللہ کے نام پر ہوا ہے حلال ہے اور زندگی میں جانور قربانی کا تھا مگر ذبح کے وقت اور نام لیا گیا وہ مردار اسی کو قرآن نے فرمایا وما اهل به لغير الله (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۷۳) وہ جانور بھی حرام ہے جو کہ غیر خدا کے نام پر پکارا گیا۔ یہاں پکارنے سے مراد بوقت ذبح پکارنا ہے۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس آیت وما اهل لغير الله به کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

یعنی ما اهل للطواغیت کلاھا۔

ترجمہ: اس سے مراد وہ جانور ہیں جنہیں بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۳۹ مطبوعہ مکتبہ دارالبازمکۃ المکرمۃ)

نیز یہی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ دوسری کتاب میں فرماتے ہیں۔

وما اهل لغير الله به ما ذبح لآلهتهم۔

ترجمہ: وما اهل لغير الله به کا معنی وہ جانور ہیں جو مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے۔

(شعب الایمان ج ۵ ص ۲۰ رقم الحدیث ۵۶۲۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی تفسیر میں ہے۔

وما اهل به لغير الله ما ذبح لغير اسم الله عمداً للاصنام۔

ترجمہ: وما اهل به لغير الله كما معني ہے وہ جانور جس کو جان بوجھ کر اللہ کا نام لیے بغیر بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

(تخريج المقياس ص ۲۲ مطبوعہ دار الكتب العلمیہ بیروت)

ای رفع الصوت لغير الله به كقولهم باسم اللات والعزی عند ذبحه۔

ترجمہ: یعنی اس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو جیسے کفار ذبح کے وقت کہتے تھے۔ اللات والعزی۔

(تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۶۲)

تفسیر جلالین میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ بان ذبح علی اسم غیرہ اس طرح کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جاوے۔ تفسیر

خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۷۳)

یعنی ما ذکر علی ذبحہ غیر اسم الله وذلك ان العرب فی الجاهلیة كانوا یذکرون اسماء اصنامهم عند الذبح فحرم الله ذلك بهذه الاية وبقوله ولا تاكلوا مما لم یذکر اسم الله علیہ۔

ترجمہ: یعنی وہ جانور حرام ہے۔ جس کے ذبح پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اور یہ اس لئے ہے کہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں ذبح کے وقت بتوں کا نام لیتے تھے پس خدا تعالیٰ نے اس کو اس آیت سے اور آیت ولا تاكلوا سے حرام فرمایا۔

تفسیر کبیریہ ہی آیت۔

الذبح باسم اللات والعزی فحرم الله تعالى ذلك۔

ترجمہ: اہل عرب ذبح کے وقت کہتے تھے۔ بسم اللات والعزی اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرمایا۔

(تفسیر کبیریہ ج ۵ ص ۱۱ مطبوعہ دار الكتب العلمیہ ایران)

تفسیرات احمدیہ میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

معناه ما ذبح به لاسم غیر الله مثل اللات والعزی واسماء الانبیاء۔

ترجمہ: آیت کے معنی یہ ہیں کہ اس کو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا اور وہ وہ ہے جو بتوں کے لئے ذبح کیا جاتا تھا۔

تفسیر کبیریہ میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای ذبح للاصنام فذکر علیہ غیر اسم الله ای رفع به الصوت للصنم وذلك قول اهل الجاهلیة باسم اللات والعزی۔

ترجمہ: یعنی وہ جانور حرام ہے جو کہ بتوں کے لئے ذبح کیا جاوے پس اس پر غیر اللہ کا نام لیا جاوے۔ یعنی اس پر بت کی آواز دی گئی ہو۔ اور یہ جاہلیت والوں کا یہ کہنا تھا کہ بسم اللات والعزی۔

(تفسیر کبیریہ ج ۵ ص ۱۱ مطبوعہ دار الكتب العلمیہ ایران)

تفسیر لباب التاویل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعنی ما ذبح للاصنام والطواغیت واصل الابلال رفع الصوت وذلك انهم كانوا یرفعون اصواتهم بذکر الهتهم اذا ذبحوها۔

(تفسیر لباب التاویل فی معانی التزیل ج ۱ ص ۱۱۹)

تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے۔

ای رفع به الصوت عند ذبحه للصنم۔

(تفسیر ابوالسعود ج ۱ ص ۱۹۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر حسینی میں اسی آیت کے ماتحت ہے وآنچه آواز برآورده شود بغير الله از برائے غیر خدا بدارا در وقت ذبح آن یعنی بنام بتاں بکشند۔

ان تمام تفاسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت ما اهل میں اهل سے مراد ہے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارنا۔ لہذا جانور کی زندگی میں کسی طرف نسبت کرنے کا اعتبار نہیں۔ اب ہم فقہاء کی عبارات بھی پیش کرتے ہیں۔ تفسیرات احمدیہ میں اسی آیت وما اهل به لغير الله کے ماتحت ہے۔

ومن ههنا علم ان البقرة المندورة للاولياء كما هو الرسم في زماننا حلال طيب لانه لم يذکر اسم غير الله وقت الذبح وان كانوا يندرونها۔

ترجمہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی اولیاء اللہ کے لئے نذر مانی گئی جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رواج ہے یہ حلال طیب ہے کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اگرچہ اس گائے کی نذر مانتے ہیں۔

اس میں تو گیارہویں شریف کے بکرے کا خاص فیصلہ فرمادیا نام لے کر اور اس کتاب کے مصنف مولانا احمد جیون علیہ الرحمۃ وہ بزرگ ہیں جو کہ عرب و عجم کے علماء کے استاذ ہیں اور تمام دیوبندی بھی ان کو مانتے ہیں۔ شامی باب الذبح میں ہے۔
اعلم ان المدار على قصد عند ابتداء الذبح۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ حلت و حرمت کا دار و مدار ذبح کے وقت نیت کا ہے۔

(در مختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۹۷-۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صاف معلوم ہوا کہ ذبح سے پہلے کی نیت یا نام بالکل معتبر نہیں۔

عالمگیری باب الذبح میں ہے۔

مسلم ذبح شاة المجوسی لیت نارهم و او بکافر لالہتم توکل لانه سمي الله تعالى ويكره للمسلم كذا في التارخانيه ناقلا عن جامع الفتاوى۔

مسلمان نے مجوسی کی وہ بکری جو ان کے آشکدہ کے لئے یا کافر کی ان بتوں کے لئے تھی۔ ذبح کی وہ حلال ہے کیونکہ اس مسلمان نے اللہ کا نام لیا ہے مگر یہ کام مسلمان کے لئے مکروہ ہے۔ اسی طرح تارخانیہ میں جامع الفتاویٰ سے نقل کیا۔ دیکھئے جانور پالنے والا کافر ہے اور ذبح بھی کرتا ہے بت یا آگ کی عبادت کی نیت سے گویا مالک کا پالنا اور ذبح کرنا دونوں فاسد۔ مگر چونکہ بوقت ذبح مسلمان نے بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا ہے۔ لہذا جانور حلال ہے۔ کہیئے گیارہویں یا میلاد کا بکرا اس بت پرست کے بکرے سے بھی گیا گزرا ہے؟ کہ وہ تو حلال مگر یہ حرام۔ الحمد للہ بخوبی ثابت ہوا کہ یہ گیارہویں وغیرہ کا جانور حلال ہے اور یہ فعل باعث ثواب ہے۔

دوسرا باب

اولیاء اللہ کے جانور کے متعلق اعتراضات و جوابات

اعتراض (۱).....: اس آیت ما اهل به لغير الله (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۷۳) میں کلمہ اهل بلال سے مشتق ہے اور اہلال کے معنی لخت میں ذبح کے نہیں بلکہ مطلقاً پکارنے کے ہیں۔ لہذا جس جانور پر غیر خدا کا نام پکارا خواہ تو اس کی زندگی میں یا بوقت ذبح وہ مرار ہے تو غوث پاک کا بکرا شیخ سدو کی گائے اگرچہ خدا کے نام پر ذبح ہو حرام ہے۔ (نوٹ) یہ اعتراض شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کا ہے وہ مسئلہ میں سخت غلطی فرما گئے۔

ترجمہ: اہلال کے لغوی معنی میں ہیں مطلقاً پکارنا۔ مگر عرفی معنی میں بوقت ذبح پکارنا۔ اور یہ عرفی معنی ہی اس جگہ مراد ہیں۔ صلوٰۃ کے لغوی معنی تو ہیں مطلقاً دعا۔ مگر عرفی معنی ہیں نماز تو اقيموا الصلوٰۃ سے نماز فرض ہوگی نہ کہ عام دعا۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت ما اهل کے ماتحت ہے۔

الاهلال رفع الصوت هذا معنی الاهلال في اللغة ثم قيل للمحرم۔

ترجمہ: الخ اہلال کے معنی ہیں آواز بلند کرنا (پکارنا) یہ معنی لغوی ہیں پھر محرم کو کہا گیا الخ۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ایران)

اسی طرح حاشیہ بیضاوی للشہاب میں اسی آیت ما اهل کے ماتحت ہے۔

ای رفع به الصوت الخ هذا اصله ثم جعل عبارة عماد ذبح لغير الله۔

ترجمہ: یعنی اس کو پکارا گیا ہو یہ اہلا کے لغوی معنی ہیں پھر اس اہل سے مراد لی گئی ہے کہ وہ جانور جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جاوے۔

اگر یہاں اہلال کے لغوی معنی مراد ہوں تو چند خرابیاں لازم ہوں گی۔ اولاً تو یہ کہ یہ تفسیر اجماع مفسرین اور اقوال صحابہ کرام کے خلاف ہے۔

مفسرین کے اقوال تو ہم پہلے باب میں عرض کر چکے۔ اب صحابہ کرام وغیرہم کے اقوال ملاحظہ ہوں۔ تفسیر درمنثور میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

اخرج ابن المنذر عن ابن عباس في قوله تعالى وما اهل الايته قال ذبح واخرج ابن جرير عن ابن عباس وما اهل يعني ما اهل للطواغيت واخرج ابن ابي حاتم عن ابي العاليتيه وما اهل يقول ما ذكر عليه اسم غير الله۔

تفسیر مظہری میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال الربيع ابن انس يعني ما ذكر عند ذبحه اسم غير الله۔

معلوم ہوا کہ اس قدر صحابہ کرام و تابعین کا یہ ہی فیصلہ ہے کہ اس آیت سے مراد ہے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا۔

جواب: دوم یہ کہ تمہارے بتائے ہوئے یہ معنی خود قرآن کریم کے بھی خلاف ہیں قرآن فرماتا ہے۔

ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا صيلة ولا حام ولكن الذين كفروا يفترون على الله الكذب۔

ترجمہ: اللہ نے بحیرہ اور سائبہ اور وکیلہ اور حام نہیں مقرر کئے۔ لیکن کفار اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

(پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۳)

یہ چار جانور بحیرہ وغیرہ وہ تھے جن کو کفار عرب بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور ان کو حرام سمجھتے تھے۔ قرآن نے اس حرام سمجھنے کی

تردید فرمادی۔ حالانکہ ان پر زندگی میں بتوں کا نام پکارا گیا تھا۔ اور ان کے کھانے کا حکم دیا کہ فرمایا۔

كلوا مما رزقكم الله ولا تتبعوا خطوات الشيطان۔

ترجمہ: کھاؤ اس کو جو تمہیں اللہ نے دیا اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔

(پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۴۲)

تفسیر فتح البیان میں زیر آیت ما جعل الله من بحيرة اور نووی شرح مسلم الجبته ونعيمها باب الصفته اللتي يعرف بها في الدنيا اهل الجنة صفحہ ۳۸۵ میں ہے۔

المراد انكار ما حرموا على انفسهم من السائبة والبحيرة والحام وانها لم تصر حراماً بتحريمه۔

ترجمہ: یعنی اس آیت سے ان جانوروں کی حرمت کا انکار کرنا مقصود ہے جن کو کفار حرام سمجھتے تھے بحیرہ وغیرہ کہ یہ جانور ان کے حرام کر لینے سے حرام نہیں ہو گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو سانڈ ہندو لوگ بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں وہ حرام نہیں ہو جاتا اگر مسلمان بسم اللہ کہہ کر ذبح کر لے تو حلال

ہے ہاں غیر کی ملکیت کی وجہ سے ایسا کرنا منع ہے نیز رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقالوا هذه انعام وحرث حجر لا يطعمها الا من تشاء بزعمهم (پارہ ۸ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۳۸) اور کفار بولے کہ یہ جانور اور کھیتی روکی ہوئی ہے نہ اس کو وہ ہی کھائے۔ جس کو ہم چاہیں اپنے جھوٹے خیال میں۔ نیز فرماتا ہے وقالوا ما في بطون هذه الانعام خالصة للذكورنا ومحرم على ازواجنا (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۳۹) کفار بولے جو ان جانوروں کے شکم میں بچہ ہے وہ ہمارے مردوں کے لئے خاص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام۔ یہ ہی وہ کھیتیاں اور جانور تھے جو بتوں کے نام پر وقف تھے اور کفار ان کی حلت میں پابندیاں لگاتے تھے اس پابندی کی تردید فرمادی گئی۔ تو جب بتوں کے نام پر چھوٹے ہوئے جانور حرام نہ ہوئے تو اہل اللہ کی فاتحہ کی نیت سے پالے ہوئے جانور کیوں حرام ہو گئے؟ تیسرے یہ کہ اہل کے یہ معنی فقہاء کی تصریح کے بھی خلاف ہیں ہم اس بحث کے پہلے باب میں عالمگیری کی عبارت پیش کر چکے ہیں کہ مشرک یا آتش پرست نے بت یا آگ کے چڑھاوے کے لئے جانور مسلمان سے ذبح کرایا۔ مسلمان نے بسم اللہ سے ذبح کیا وہ حلال ہے اسی طرح تفسیرات احمدیہ کی عبارت بھی پیش کر دی گئی کہ اولیاء اللہ کی نذر کا پالا ہوا جانور حلال ہے چوتھے یہ کہ یہ معنی عقل کے بھی خلاف ہیں اس لئے کہ جب اہل کے لغوی معنی مراد ہوئے یعنی جانور پر اس کی زندگی میں یا بوقت ذبح غیر اللہ کا نام پکارنا جانور کو حرام کر دیتا ہے تو لازم آیا کہ جانور کے سوا دوسری اشیاء بھی غیر اللہ کی طرف نسبت کرنے سے حرام ہو جاویں۔ کیونکہ قرآن میں آتا ہے۔ ما اهل به لغير الله اور ہر وہ چیز جو کہ غیر اللہ کے نام پر پکاری جاوے۔ ما میں جانور کی قید نہیں پھر خواہ تقرب کی نیت سے پکارا یا کسی اور نیت سے بہر حال حرمت آتی چاہیے تو زید کا بکرا، عمر کی بھینس، زید کے آم، بکرے کے باغ کے پھل، فلاں کی بیوی، ام سعد کا کنواں، فلاں کی مسجد، میرا گھر، دو بند کا مدرسہ، امام بخاری کی کتاب سب ہی نسبتیں ناجائز ہو گئیں اور ان کا استعمال حرام۔ اور بخاری ترمذی تو خاص شرک ہوا۔ کہ ان کی نسبت بخارا اور ترمذ کی طرف ہوئی جو کہ غیر اللہ ہیں۔ جناب جس وقت تک کہ عورت صرف اللہ ہی کی بندی کہلائی۔ سب کو حرام رہی، جب اس پر غیر خدا کا نام آیا، آباد میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستی لکھا ہوا قرآن شریف تھا انگریز اس کے دولا کھ روپے دیتے تھے مگر نہ دیا گیا امیر عبدالرحمن خان کا استعمال شدہ قالین پچاس ہزار روپے میں امریکہ والوں نے خریدا۔ پرانے ٹکٹ بھی قیمتی ہوتے ہیں (سرکار علی پوری) غرض کہ اہل کے یہ معنی ایسے فاسد ہیں کہ عقل و نقل سب ہی کے خلا۔ پانچویں یہ کہ اگر کسی نے جانور بت کے نام پر پالا بعد میں اس سے تائب ہو گیا اور خالص نیت سے اس کو ذبح کیا تو یہ بالاتفاق حلال ہے حالانکہ اہل میں تو یہ بھی داخل ہوا۔ اگر ایک بار بھی غیر اللہ کا نام اپ پر بول دیا یا اہل کی حد میں آ گیا۔ اب ماننا ہی پڑا کہ وقت ذبح اللہ کا نام پکارنا معتبر ہے نہ کہ قبل کا۔ اگر کوئی شخص غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے پھر گوشت میں اللہ کی نیت کرے بالکل غیر معتبر ہے۔ اسی طرح اگر زندگی کا پکارنا معتبر ہوتا تو جو آدمی جانور کی زندگی میں غیر اللہ کا نام پکار کے پھر توبہ کر کے اللہ کے نام پر ذبح کرتا۔ تو بھی حرام ہوتا۔ چھٹے یہ کہ اگر اہل کے معنی لغوی مراد لئے جاویں جب بھی بہ کی وجہ سے پکارنے میں تخصیص ہوگی۔ اس طرح کہ ب فی کے معنی میں ہوگا اور مضاف پوشیدہ یعنی فی ذبحہ ورنہ پھر بہ سے کیا فائدہ۔ بغیر بہ کے بھی یہ معنی حاصل تھے۔ جیسا کہ سلیمان جمل نے آیت اہل به لغير الله کی تفسیر میں لکھا ہے تو بھی مطلب وہ ہی بنا کہ جس جانور پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا وہ حرام ہے بہر حال یہ ترجمہ محض فاسد ہے۔

اعتراض (۲)۔..... فقہی مسئلہ ہے کہ جس جانور کو بسم اللہ سے ذبح کیا جاوے مگر ذبح کی نیت غیر خدا سے تقرب حاصل کرنا ہو تو وہ حرام ہے۔ چونکہ گیارہویں کرنے والے کی نیت حضور غوث پاک کو راضی کرنا ہے لہذا اس ذبح میں غیر اللہ کی طرف تقرب ہوا۔ تو اگرچہ جانور ذبح تو بسم اللہ سے ہوا۔ مگر اس قاعدے سے حرام ہو گیا۔ اس قاعدے کی تحقیق سوال نمبر ۳ میں آتی ہے۔

جواب :- ذبح کی چار قسمیں ہیں۔ اولاً یہ کہ ذبح سے مقصود محض خون بہانا ہو اور گوشت محض تابع ہو۔ اور یہ خون بہانا رب کو راضی

کرنے کے لئے ہو۔ جیسے کہ قربانی، ہدی، عقیقہ اور نذر کا جانور یہ ذبح عبادۃ ہے مگر اس میں وقت یا جگہ کی قید ہے کہ قربانی خاص تاریخوں میں عبادت ہے آگے پیچھے نہیں۔ ہدی حرم میں عبادت ہے اور جگہ نہیں۔ دوسرے چھری کی دھار کی آزمائش کے لئے ذبح کرنا یہ نہ عبادت ہے نہ گناہ۔ اگر بسم اللہ سے ہو تو جانور حلال ورنہ حرام۔ تیسرے گوشت کھانے کے لئے ذبح کرنا جیسے کہ شادی ولیمہ کی دعوت یا گوشت کی تجارت کے لئے ذبح کرنا۔ اسی طرح فاتحہ بزرگان کے لئے ذبح کرنا کہ ان سب ذبح سے مقصود گوشت ہے ذبح گوشت کے لئے ہے یہ بھی اگر بسم اللہ سے ہو تو حلال ورنہ حرام۔ چوتھے غیر خدا کو راضی کرنے کے لئے صرف خون بہانے کی نیت سے ذبح کرنا کہ اس میں گوشت مقصود ہے یہ جانور اگر بسم اللہ کہہ کر بھی ذبح کیا جاوے، جب بھی حرام ہے بشرطیکہ ذبح کرنے والے کی نیت بھینٹ کی ہو نہ کہ ذبح کرانے والے کی۔ ان فقہی عبارات سے یہ ہی مراد ہے قرآن فرماتا ہے۔ وما ذبح علی النصب (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۳) اور حرام ہے وہ جانور جو بتوں پر ذبح کیا جائے اس آیت کی تفسیر میں سلیمان جمل فرماتے ہیں۔

ای ما قصد بذبحه النصب ولم يذكر اسمها عند ذبحه بل قصد تعظیمها بذبحه فعلى بمعنى اللام فليس هذا مكررا مع ما سبق اذ ذاك فيما ذكر عند ذبحه اسم الصنم وهذا فيما قصد بذبحه تعظیم الصنم من غير ذكره۔

ترجمہ: یعنی وہ جانور بھی حرام ہے جس کے ذبح سے بت مقصود ہوں اور ان کے ذبح کے وقت بت کا نام نہ لیا گیا ہو یا کہ بت کی تعظیم کے لئے کیا گیا ہو۔ پس اعلیٰ بمعنی لازم ہے لہذا یہ آیت گزشتہ سے مکرر نہیں کیونکہ وہاں اہل میں تو وہ مراد تھے جن پر بتوں کا نام لیا جاوے اور اس سے وہ جانور مراد ہیں جن کے ذبح سے بت کی تعظیم مقصود ہو اور اس کا نام نہ لیا گیا ہو۔

سبحان اللہ کیا عمدہ فیصلہ کیا جو بت کے نام پر ذبح ہو وہ تو ماہل میں داخل ہے اور جس ذبح سے تعظیم غیر اللہ مقصود ہو وہ ما ذبح علی النصب (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۳) میں داخل۔ بعض فقہاء نے ان دونوں صورتوں کو ماہل سے ثابت کیا ہے بمعنی ماذبح لتعظیم غیر اللہ اسی پر درمختار کی عبارت ہے غرض کہ جانوروں کی حرمت میں دو چیزیں کو دخل ہے ایک تو بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لینا۔ دوسرے غیر اللہ کو راضی کرنے کے لئے جانور کا خون بہانا یا بس معنی کہ گوشت مقصود بالذات نہ ہو۔ تقرب بغیر اللہ ہے اسی کو فقہاء حرام فرماتے ہیں چونکہ گیارہویں اور فاتحہ کا جانور تیسری قسم میں داخل ہے نہ کہ چوتھی میں۔ اسی لئے حرام نہیں کیونکہ گیارہویں کرنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس جانور کے گوشت کا کھانا پکا کر فاتحہ کر کے فقراء پر تقسیم کیا جاوے گا۔ لہذا اس سے گوشت مقصود ہو ایہ فرق ضرور خیال میں رہے بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ گیارہویں والے کا گوشت مقصود نہیں ہوتا کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ اگر اس کو اتنا زیادہ گوشت دیا جاوے یا دوسرا جانور کہ تو اس پر فاتحہ کر دے تو وہ اس سے راضی نہیں ہوتا اگر گوشت منظور ہوتا تو تبادلہ کر لیتا معلوم ہوا کہ غوث پاک کے نام پر خون بہانا منظور ہے۔ لیکن یہ قول بھی غلط ہے نیت کا حال تو نیت والا ہی جان سکتا ہے بلا دلیل مسلمان پر بدگمانی کرنا حرام ہے رہا جانور کا نہ بدلنا۔ اس کی وجہ محض اہتمام ہے وہ سمجھتا ہے کہ جس طرح ہم نے پرورش کر کے اس کو اچھا کیا ہے دوسرا گوشت ایسا نہ ملے گا۔ بعض لوگ ولیمہ کے لئے جانور پالتے ہیں وہ بھی دوسرے گوشت سے تبادلہ گوارا نہیں کرتے بعض کا خیال ہوتا ہے کہ جس جانور پر فاتحہ کا وعدہ ہو گیا اس کو بدلنا جائز نہیں جیسے کہ قربانی کا جانور۔ یہ خیال غلط ہے۔ مگر غلط خیال سے ذبیحہ کیوں حرام ہو گیا۔ غرض کہ اہتمام اور ہے بھینٹ اور خلاصہ یہ ہوا کہ اگر نفس ذبح سے غیر اللہ کو راضی کرنا مقصود ہو تو حرام ہے اور اگر ذبح دعوت یا فاتحہ کے لئے ہو اور فاتحہ یا دعوت کسی کو راضی کرنے کے لئے ہو تو حلال ہے کسی اللہ کے بندے کو راضی کرنا اس کی عبادت نہیں۔

اعتراض (۳).....:- درمختار عالمگیری باب الذبح میں ہے اور نووی شرح مسلم میں تصریح کی ہے کہ:

ذبح لقدم الامیر ونحوہ کو احد من العظماء یحرم لانه اهل به لغير الله ولو ذکر اسم الله عليه۔
ترجمہ: بادشاہ یا کسی بڑے آدمی کے آنے پر جانور ذبح کیا تو وہ حرام ہے کہ اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ اگرچہ اس پر اللہ ہی کا نام لیا گیا ہو۔

(درمختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۹۷-۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی خوشنودی کے لئے جانور ذبح کرنا حرام ہے اگرچہ بسم اللہ ہی سے ذبح ہو لہذا اگر ہویں کا جانور بہر حال حرام ہے کہ حضور غوث پاک کی رضا کے لئے ہے اگرچہ ذبح بسم اللہ سے ہو۔

جواب:- اس کا مکمل جواب سوال نمبر ۲ کے جواب میں گزر گیا کہ اگر سلطان یا کسی کی بھیشت کی نیت سے ذبح ہو تو جانور حرام۔ بھیشت کے معنی بیان کئے جا چکے کہ خون بہانے سے اس کو راضی کرنا مقصود ہو گوشت تابع ہو اور اگر سلطان وغیرہ کی دعوت کے لئے جانور ذبح ہو تو اگرچہ دعوت سے رضائے سلطان مقصود ہو مگر جانور حلال ہے۔ درمختار کتاب الذبائح میں اسی جگہ فرماتے ہیں۔

ولو للضيف لا یحرم لانه سنة الخلیل واکرام الضیف اکرام الله والفارق انه ان قدمها لیا کل منها كان الذبح لله والمنفعة للضيف او للولیمة او للذبح وان لم یقدمها لیا کل منها بل یدفعها لغيره كان لتعظیم غیر الله فتحرم۔

ترجمہ: اور اگر ذبح مہمان کے لئے ہو تو حرام نہیں کیونکہ یہ حضرت خلیل اللہ کا طریقہ ہے اور مہمان کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے وجہ فرق یہ ہے کہ اگر اس کا گوشت مہمان کے آگے رکھا تا کہ اس میں سے کھائے تو یہ ذبح اللہ کے لئے ہوگا اور نفع مہمان کے لئے یا ولیمہ یا تجارت کے لئے اور اگر مہمان کے آگے نہ رکھا بلکہ یونہی کسی کو دیدیا تو یہ تعظیم غیر اللہ کے لئے ہے لہذا حرام ہے۔

اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ گوشت کا مقصود ہونا عبادت وغیر عبادت میں فرق ہے۔ اسی جگہ درمختار میں ہے۔

وفي صید المنيۃ انه یکره ولا یکفر لانا لانسنی الظن بالسلم انه یتقرب الی الادمی بهذا النحو۔

ترجمہ: ایسا کرنا مکروہ ہے اس سے ذبح کا فرہ ہوگا۔ کیونکہ ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح سے کسی آدمی کی عبادت کرتا ہے۔
(درمختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۹۷-۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت و فی نسخہ رد المحتار علی الدر المختار ج ۲ ص ۳۱۰ مطبوعہ مکتبہ ماجدہ کوئٹہ)

معلوم ہوا کہ مسلمان پر بدگمانی کرنا جرم ہے۔ اس کے حاشیہ رد المحتار میں اس کو زیادہ واضح کر دیا گیا ہے مگر جس قدر بیان کر دیا گیا اس میں کفایت ہے۔ تفسیر روح البیان پارہ ۶ زیر آیت۔

وما اهل به لغير الله هے ما یذبح عند استقبال السلطن تقربا الیه افنی اهل البخاری بتحريمه وقال الرفعی هذا غیر محرم لانهم انما یذبحونه استبشارا بقدمه فهو کذبح العقیقة لولادة المولود مثل هذا لا یوجب التحريم کذا فی شرح المشارق۔

ترجمہ: یعنی جو جانور سلطان کے آنے پر ذبح کیا جائے اس سے قرب حاصل کرنے کے لئے اہل بخاری نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا اور امام رافعی نے فرمایا کہ جانور حرام نہیں کیونکہ وہ وہ لوگ سلطان کی آمد کی خوشی میں ذبح کرتے ہیں جیسے کہ بچہ کا عقیقہ بچہ کی پیدائش کی خوشی میں اور اس جیسا کہ کام جانور کو حرام نہیں کر دیتا اسی طرح شرح مشارق میں ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں یہ رواج ہوگا کہ بادشاہ کی آمد پر گھر گھر جانور ذبح ہوتے ہوں گے آج کل یہ رسم نہیں تو جو بادشاہ کی عبادت کی نیت سے ذبح کرتے ہوں وہ حرام اور جو اظہار خوشی کے لئے لوگوں کی دعوت کرتے ہوں وہ حلال یہ فتاویٰ کا اختلاف رسوم کے

اختلاف زمانہ کی وجہ سے ہے۔ غرضکہ گیارہویں کے جانور کو ذبیحہ قدوم سلطان سے کوئی نسبت نہیں۔

اعتراض (۴)..... گیارہویں کی نیت سے بکرا پالنے والا مرتد ہے کیونکہ غیر خدا کی نذر ماننا کفر ہے اور کافر و مرتد کا ذبیحہ حرام ہے لہذا گیارہویں ماننے والے کا ذبیحہ حرام ہے۔ ثانی جلد دوم کتاب الصوم بحث نذر اموات مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں ہے والنذر للمخلوق لا يجوز لانه عبادة والعبادة لا تكون لمخلوق۔

جواب:- اس کا مکمل جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ یہ نذر شرعی نہیں یہ نذر عرفی ہے بمعنی ہدیہ و نذرانہ یا یہ نذر اللہ کے لئے ہے اور اس کا تصرف یہ ہے اور ان میں سے کوئی بھی شرک نہیں۔ استاذ سے کہتے ہیں کہ رقم آپ کی نذر ہے یعنی نذرانہ و ہدیہ۔

بحث ہاتھ پاؤں چومنا اور تبرکات کی تعظیم کرنا

اولیاء اللہ کے ہاتھ پاؤں چومنا اور اسی طرح ان کے بعد ان کے تبرکات بال و لباس وغیرہ کو بوسہ دینا، ان کی تعظیم کرنا مستحب ہے احادیث اور عمل صحابہ کرام سے ثابت ہے لیکن بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اس بحث کے بھی دو باب کرتے ہیں۔ پہلا باب اس کے ثبوت میں دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات میں۔

پہلا باب

بوسہ تبرکات کے ثبوت میں

تبرکات کا چومنا جائز ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے وادخلوا الباب سجداً وقولوا حطة (پارہ سورہ ۲ آیت نمبر ۵۸) یعنی اے نبی اسرائیل تم بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں۔ اس آیت سے پتہ لگا کہ بیت المقدس جو انبیاء کرام کی آرام گاہ ہے اس کی تعظیم اس طرح کرائی گئی کہ وہاں بنی اسرائیل کو سجدہ کرتے ہوئے جانے کا حکم دیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تبرک مقامات پر توبہ جلد قبول ہوتی ہے۔ مشکوٰۃ باب المصافحہ والمعانقہ فصل ثانی میں ہے۔

وعن ذراع وکان فی وفد عبد القیس قال لما قدمنا المدینة فجعلنا نتبادر من رواحلنا فتقبل ید رسول اللہ ﷺ ورجله۔

ترجمہ: حضرت ذراع سے مروی ہے اور یہ وفد عبد القیس میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی سوار یوں سے اترنے میں جلدی کرنے لگے پس ہم حضور علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے۔

(الادب المفرد للبخاری ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۱۰۰۳ مطبوعہ)، (سنن ابوداؤد ص ۸۶ رقم الحدیث ۵۲۲۵ مطبوعہ)، (شعب الایمان ج ۶ ص ۶۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة للشیخ ج ۵ ص ۳۲۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۵ ص ۵۳۱ رقم الحدیث ۵۳۱۳ مطبوعہ)، (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۱۳۳)، (التاریخ الکبیر ج ۳ ص ۴۳۷)۔

مشکوٰۃ باب الکبائر وعلامات النفاق میں حضرت صفوان ابن عسال سے روایت ہے۔

فیقبل یدیه ورجله۔

ترجمہ: پس انہوں نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں چومے۔

(سنن الترمذی ص ۷۰ رقم الحدیث ۲۷۳۸ مطبوعہ)، (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۱۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی ص ۵۹۳ رقم الحدیث ۴۰۸۰ مطبوعہ)، (سنن الکبریٰ للبخاری ج ۲ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۳۵۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ ص ۵۵۹ رقم الحدیث ۳۷۰۵ مطبوعہ)، (طبرانی کبیر ج ۸ ص ۶۹ رقم الحدیث ۷۳۹۶ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم الموصل)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۹۲ رقم الحدیث ۲۶۲۰ مطبوعہ مکتبہ الرشید الریاض)

مشکوٰۃ شریف باب ما یقال عند من حضر الموت بروایت ابوداؤد میں ہے۔

عن عائشة قالت قبل رسول الله ﷺ عثمان ابن مظعون وهو میت۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے عثمان ابن مظعون کو بوسہ دیا حالانکہ ان کا انتقال ہو چکا تھا۔

(مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۲۸۳۸)، (سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی تقبیل میت رقم الحدیث ۱۳۵۶)، (مسند احمد ج ۶ ص ۴۳)، (سنن ابوداؤد باب فی تقبیل میت ج ۳ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۳۱۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شفا شریف میں ہے۔

کان ابن عمر یضع یدہ علی الممبر الذی یجلس علیہ رسول الله علیہ السلام فی الخطبة ثم یضعها علی وجهہ استنبط بعضهم من مشروعیۃ تقبیل الارکان جواز تقبیل کل من یتحقق العظمتہ من آدمی وغیرہ نقل عن الامام احمد انه سئل عن تقبیل منبر النبی علیہ السلام وتقبیل قبرہ قال فلم یربہ باسا ونقل عن ابن ابی الصنف الیمانی احد علماء ملة من المشافعیۃ جواز تقبیل المصحف واجزاء الحدیث وقبور الصالحین ملخصاً۔

ترجمہ: جس منبر پر حضور علیہ السلام خطبہ فرماتے تھے اس پر حضرت عبداللہ ابن عمر اپنا ہاتھ لگا کر منہ پر رکھتے تھے (چومتے تھے) شرح بخاری لابن حجر بارہ ششم صفحہ ۱۵ میں ہے۔ ارکان کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگان دین وغیرہم کے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضور علیہ السلام کا منبر یا قبر انور چومنا کیسا ہے؟ فرمایا کوئی حرج نہیں اور ابن ابی الصنف یمانی سے جو کہ مکہ کے علماء شافعیہ میں سے ہیں منقول ہے۔ قرآن کریم اور حدیث کے اوراق بزرگان دین کی قبریں چومنا جائز ہیں۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۷۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی الکلی مصر)

تو شیخ میں علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

استنبط بعض العارفین من تقبیل الحجر الاسود تقبیل قبور الصالحین۔

ترجمہ: حجر الاسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگان دین کی قبروں کا چومنا ثابت کیا ہے۔

حاشیہ.....☆

مزارات کو چومنا نہ شرک ہے نہ حرام ہے نہ مکروہ تحریمی ہے بلکہ مزارات کو تبرک کی نیت سے چومنا جائز ہے۔ چند دلائل حاضر ہیں:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثناء عبد الملك بن عمرو ثنا كثير بن زيد عن داود بن ابي صالح قال ثم اقبل مروان يوما فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فقال اتدري ما تصنع فاقبل عليه فاذا هو ابو ايوب فقال نعم جنت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ يقول لا تبكوا على الدين اذا وليه اهله ولكن ابكوا عليه اذا اهلـ۔

ترجمہ: حضرت داؤد بن ابی صالح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مروان آیا تو اس نے ایک آدمی (حضور ﷺ کی) قبر

انور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو اسے نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں تو جب اس نے توجہ کی تو وہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں۔ میں نے

رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دین پر مت رویا کرو جب اس کا ولی الہ دین ہو لیکن اس وقت رویا کرو جب اس کا ولی نا اہل ہو۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۲ رقم الحدیث ۲۳۶۳۳ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (تاریخ مدینہ دمشق ج ۵ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ.....☆

امام محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں۔

فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فاخذ برقبته و فقال التدری ما تصنع قال نعم فاقبل عليه فاذا هو ابو ايوب رضى الله عنه فقال جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ يقول لا تبكوا على الدين اذا وليه اهلہ ولكن ابكوا عليه اذا اهلہ۔
هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه۔

ترجمہ: تو اس نے ایک آدمی (حضور ﷺ کی) قبر انور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو اسے نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں تو جب اس نے توجہ کی تو وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دین پر مت رویا کرو جب اس کا ولی اہل دین ہو لیکن اس وقت رویا کرو جب اس کا ولی نا اہل ہو۔

(المستدرک للحاکم کتاب الفتن والملاحم ج ۳ ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۸۵۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۳ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۳۹۹۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ۱۰ ص ۱۴۴ رقم الحدیث ۹۳۶۶ مطبوعہ دار الحرمین القاہرۃ مصر)

امام علی بن ابی بکر ہاشمی متوفی ۸۰ھ لکھتے ہیں۔

فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فقال التدری ما يصنع فاقبل عليه فاذا هو ابو ايوب فقال نعم جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر۔

ترجمہ: تو اس نے ایک آدمی (حضور ﷺ کی) قبر انور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو اسے نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں تو جب اس نے توجہ کی تو وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں۔

(مجمع الزوائد من معنی القوائد باب ولایۃ العلم ج ۵ ص ۲۴۵ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت)

امام سید نور الدین سمودی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

رواہ احمد بسند حسن۔

(وقام الوقام ج ۳ ص ۱۳۵۶ مطبوعہ بیروت)

امام زہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال عبد الله بن احمد رایت ابی یاخذ شعره من شعر النبی ﷺ فیضعها علی فیہ یقبلها واحسب انی رایتہ یضعها علی عینه ویغمسها فی الماء ویشر به یتشفی به و رایتہ اخذ قصعة النبی ﷺ فغسلها فی حب الماء ثم شرب فیها و رایتہ یشر من ماء زم زم یتشفی به ویمسح به یدیه و وجهه۔

قلت این المتنطع المنکر علی احمد وقد ثبت ان عبد الله سال اباہ عن یمس رمانۃ منبر النبی ﷺ ویمس الحجرة النبویة فقال لا اری بذلك باسا اعاذنا الله وایاکم من رای الخوارج ومن البدع۔

ترجمہ: امام عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک سے ایک مو لے اپنے منہ پر رکھتے ہیں اور اسے چومتے ہیں اور میرا گمان ہے کہ میں نے موئے مبارک اپنی آنکھوں پر رکھتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور شفا حاصل کرنے کے لیے وہ موئے اقدس پانی میں ڈبوتے اور اسے پی لیتے۔ اور میں نے اپنے ابا جان کو دیکھا کہ آپ نے

☆..... حاشیہ

آقائے دو عالم ﷺ کے پیالہ مبارک کو پکڑا اور اسے پانی کے مٹکے کے اندر دھویا پھر اس میں پانی پیا اور میں نے اپنے والد گرامی کو شفاء حاصل کرنے کے لیے آب زم زم پیتے دیکھا اور آب زم زم کے ساتھ اپنے ہاتھ اور چہرہ کا مسح کرتے دیکھا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ کون امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا کلام کو منع کرنے والا ہے؟ حالانکہ ثابت ہو چکا ہے عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گرامی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جو منبر و حجرہ نبوی ﷺ کو چھوئے و مس کرے تو جو ابابا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں خارجیوں کی سوچ سے بچائے اور بدعتوں سے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۱۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان بلالاً رأى النبی فی منامه وهو یقول ما هذه الجفوة یا بلال اما ان لك ان تزورنی فانتبه حزینا وركب راحلته وقصد المدینة فاتی قبر النبی ﷺ فجعل یسکی عنده ویمرغ وجهه علیه فاقبل الحسن والحسین فجعل یضمهما ویقبلهما.....

ترجمہ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو (شام میں) خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال یہ کیا جفا ہے کیا وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کو حاضر ہو؟ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ غمگین ڈرتے ہوئے جاگے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے قصد کے ساتھ تو جب نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوئے تو رونا شروع کر دیا اور اپنا چہرہ قبر انور پر ملنے لگے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو سینہ سے لگا اور دونوں کو بوسہ دیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۵۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (شفاء السقام فی زیارت خیر الانام ص ۳۹ مطبوعہ حیدرآباد دکن بھارت)، (نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام سید نور الدین کہوڑی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فاتی قبر النبی ﷺ فجعل یسکی عنده ویمرغ وجهه علیه۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی قبر انور پر آئے پھر روتے بھی جاتے تھے اور قبر انور پر چہرہ بھی ملتے تھے۔

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۶ مطبوعہ بیروت)

محدث ابن حجر کی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے سند جمید مروی ہے۔

(الجوہر العظم فی زیارة القبر الشریف النبوی المکرم اردو ص ۱۰۴ مطبوعہ مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور)

عبدالحکیم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وفی مطالب المومنین ولا باس بتقبیل قبر والدیہ کما فی کفایۃ الشعبی ان رجلا جاء الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ انی حلفت ان اقبل عتبة باب الجنة فامر النبی ﷺ ان یقبل رجل ووجه الالب یدوی انه قال یا رسول اللہ ﷺ ان لم یکن ابوان لقال قبل قبرهما قال فان لم اعرف قبرهما قال حط

حاشیہ.....☆

خطین وانوبان احدهما قبر الام والآخر قبر الاب فقبلها فلا تحث في يمينك كذا في مغفرة الغفور في زيارة القبور۔

ترجمہ: ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ میں نے آستانِ جنت چومنے کی قسم کھائی تھی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماں کے پاؤں اور باپ کی پیشانی چومے مروی ہے کہ اس نے عرض کیا کہ اگر میرے ماں باپ نہ ہوں تو فرمایا ان دونوں کی قبروں کو بوسہ دے عرض کیا کہ اگر قبریں معلوم نہ ہوں تو فرمایا دو خط کھینچ اور نیت کر کہ ایک ان میں سے ماں کی قبر ہے اور دوسری باپ کی، ان دونوں کو بوسہ دے تیری قسم اتر جائے گی۔

(نور الایمان ص ۳ مطبوعہ لکھنؤ ہندوستان)، (حاشیہ شرح الیاس (فقہ حنفی کی ایک کتاب) ج ۲ ص ۳۰۳ مطبوعہ قصہ خوانی پشاور)

امام سید نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وفي كتاب العلل والسئالات لعبد الله بن احمد بن حنبل سالت ابي عن الرجل يمس منبر النبي ﷺ تبرك بمسه وتقبيله ويفعل بالقبر مثل ذلك جاء ثواب الله تعالى فقال لا باس به۔

ترجمہ: امام عبد اللہ بن احمد نے جو سوالات اپنے والد گرامی سے کیے ان میں کہا کہ میں نے اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا کہ جو منبر نبی ﷺ کو مس کرتا ہے اور اس کو مس کر کے برکت حاصل کرتا ہے اور اسے چومتا ہے اور قبر انور کے ساتھ بھی ثواب کی امید پر یہی معاملہ کرتا ہے۔ تو آپ (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے جواباً فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

(دقاء الوفاء ج ۲ ص ۵۶ مطبوعہ بیروت)، (كتاب العلل ج ۲ ص ۳۲ رقم ۲۵۰)، (مجم الثبوت للذہبی ج ۱ ص ۳۵ حرف الالف)، (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

محب طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حجر اسود اور دیگر ارکان کو بوسہ دینے سے ہر اس چیز کو بوسہ دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے جس کو بوسہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو، کیونکہ اس سلسلے میں اگر کسی حدیث میں تعظیم کا حکم نہیں آیا ہے تو کسی حدیث میں اس کی ممانعت یا کراہت بھی نہیں آئی ہے اور میرے جد محمد بن ابی بکر، محمد بن ابی صیف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ بعض حضرات جب مصاحف کو دیکھتے تو ان کو بوسہ دیتے اور جب احادیث کے اوراق کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور جب صالحین کی قبروں کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور یہ بات بعید نہیں ہے۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۹ ص ۲۴۱ مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

واستحب بعضهم تقبيل الركن اليماني ايضا فائدة اخرى استنبط بعضهم من مشروعية تقبيل الاركان جواز تقبيل كل من يستحق التعظيم من آدمي وغيره فاما تقبيل يد الآدمي فيات في كتاب الادب واما غيره فنقل عن الامام احمد انه مثل عن تقبيل منبر النبي ﷺ وتقبيل قبره فلم ير به باسا واستبعد بعض اتباعه صحة ذلك ونقل عن بن ابي الصيف اليماني احد علماء مكة من الشافعية جواز تقبيل المصحف واجزاء الحديث وقبور الصالحين۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)

حاشیہ.....☆

انور شاہ کشمیری دیوبندی لکھتے ہیں۔

حجر اسود کو بوسہ دینا شرعاً ثابت ہے اس لیے یہ صالحین کے تبرکات کو بوسہ دینے کی اصل ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مصحف کو بوسہ دیا اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ مطہرہ کے بوسہ دینے کو جائز کہا۔ حافظ ابن تیمیہ اس سے حیران ہوئے کیونکہ یہ ان کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

(فیض الباری ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ مطبع حجازی مصر)

امام بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لا طیب یحدل تراباً ضمراً اعظمہ طوبی لمنتشق منه وملتشم
ترجمہ: کوئی خوشبو اس تراب اطہر کا مقابلہ و برابری نہیں کر سکتی جو نبی کریم ﷺ کے اعضاء مبارکہ سے ملنے والی ہے، مبارک ہے اس کو سونگھنے والے کے لئے اور اس کو بوسہ دینے والے کے لئے۔

(خرپوتی علی البردة ص ۱۰۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام محمد بن حبان ابو حاتم تمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

ابرهیم بن عبد الرحمن بن عبد القاری یروی عن بن عمر روى عنه حمزة بن ابی جعفر من حدیث بن ابی ذویب قال رأیتہ بن عمر وضع یدہ علی مقعد النبی ﷺ من المنبر ثم وضعها علی وجهہ۔
ترجمہ: ابراہیم بن عبد الرحمن بن عبد القاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے منبر نبوی کی وہ جگہ جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہوتے اسے اپنے ہاتھ سے چھو یا اور پھر ہاتھ اپنے چہرہ پر مل لیا۔

(الثقات ج ۳ ص ۹ رقم ۱۶۰۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

روی ابن عمر وأضعایده علی مقعد النبی ﷺ من المنبر ثم وضعها علی وجهہ وعن ابن قسیط والعتبی کان اصحاب النبی ﷺ اذا خلا المسجد حسو رمانة المنبر التي تلی القبر بمیامنهم ثم استقبلوا القبلة یدعون۔

ترجمہ: اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا اس حال میں کہ انہوں نے اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے منبر مبارک پر بیٹھنے کی جگہ پر رکھا پھر اس ہاتھ کو اپنے چہرے پر رکھا (پھیرا) اور ابن قسیط اور عقی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب، جب مسجد نبوی خالی ہوتی تو اس منبر کے رمانہ کو جو قبر شریف سے ملتا ہے اپنے دائیں ہاتھ سے چھوتے پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کرتے۔

(شفاء شریف ج ۲ ص ۷۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحنفی مصر)، (دلائل النبوة للشیخ ج ۶ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)۔

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں۔

وقال بعض العلماء لا بأس بتقبیل قبر الوالدین۔

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ والدین کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۱۱۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حاشیہ.....☆

ملائم الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولا بأس بتقبیل قبر والدیه۔

ترجمہ: والدین کی قبروں کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری الباب السادس عشر فی زیارة القبر وقرآۃ القرآن فی المقابر ج ۵ ص ۳۵۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام سلیمان بن عمر البجیری شافعی متوفی ۱۲۳ھ لکھتے ہیں۔

ان قصد بتقبیل اضرحتهم ای واعتابهم التبرک لم یکرہ۔

ترجمہ: اگر اولیاء کی قبور یا ان کے دروازوں کی چوکھٹ کو بطور تبرک چوما جائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔

(حاشیہ البجیری علی شرح معنی المطالب ج ۱ ص ۳۹۵-۳۹۶ المکتبۃ الاسلامیہ ترکی)

علامہ عبدالحمد شروانی شافعی متوفی ۱۳۰ھ لکھتے ہیں۔

ان قصد بتقبیل اضرحتهم التبرک لم یکرہ۔

ترجمہ: اولیاء کی قبور کو حصول برکت کے لئے چومنا مکروہ نہیں۔

(حواشی الشروانی علی تحفۃ النماج بشرح النماج ج ۳ ص ۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ذکر کشف قبور: جان کہ ذکر کشف قبور کے واسطے اول جب مقبرہ میں آئے، دو گانہ ان بزرگ کی روح کے واسطے پڑھے.....

پھر قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے..... بعدہ قل کہے بعد فاتحہ کے گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے اور ختم کرے اور تکبیر کہے۔ بعدہ، سات دفعہ

طواف کرے اور اس میں تکبیر پڑھے اور شروع دائیں طرف سے کرے پھر پاؤں کی طرف (قبر پر) رخسارہ رکھے اور نزدیک میت کے

منہ کے بیٹھے.....“

(اختیار فی سلاسل اولیاء اللہ مترجم ص ۹۹-۱۰۰ مطبوعہ آر پی برقی پریس دہلی ۱۳۴۳ھ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

امروز در حدیث دیدم کہ ابو ایوب صحابی جلیل القدر بر قبر آن حضرت (ﷺ) رو نہادہ می

گریستند پس ازین دلیل مارا از متقشفین فقہا کہ بنا بر بوسہ قبر مادر پدر و پیرو مرشد منع می کردند

نجات شد الحمد للہ علی ذلک۔

(ملفوظات ص ۱۱۹ مطبوعہ در مطبع مجتہبی میرٹھ ۱۳۱۴ھ)

مشارق الانوار میں ہے۔

ولا یقبل الاعتاب الا لقصد التبرک فلا بأس به کما قال القطب الشعرانی۔

ترجمہ: اور چوکھٹ وغیرہ تبرک کے ارادہ پر چوم سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ایسے ہی قطب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

(مشارق الانوار ص ۱۰۴ مطبوعہ مصر)

امام یوسف بن اسماعیل مہبانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ونقل عن ابی الصیف والمحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین و عن اسمعیل الیمنی قال

کان ابن المنکدر یصیبہ الصمات فکان یقوم فیضع خده علی قبر النبی ﷺ فعوتب فی ذلک فقال انه

☆.....

یستشفى بقبر النبی ﷺ۔

علامہ ابن ابی النصف اور محب طبری رحمہما اللہ تعالیٰ سے قبور صالحین کو بوسہ دینے کا جواز منقول ہے اسماعیل السبکی سے منقول ہے کہ محمد بن المسلمہ رباعی رحمۃ اللہ علیہ کو زبان میں بندش کا عارضہ لاحق ہو جاتا اور وہ بولنے سے قاصر و عاجز ہو جاتے تو آ کر نبی اکرم ﷺ کے مزار اقدس پر اپنا رخسار رکھ دیتے انہیں اس فعل کے ارتکاب پر عتاب کیا گیا تو انہوں نے فرمایا میں محبوب خدا ﷺ کے مزار اقدس سے اپنی بیماری سے شفاء یابی میں توسل حاصل کرتا ہوں۔

حضرت عارف کبیر سیدی شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ العزیز نے ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جس کا نام ”جمع الاسرار فی منع الاشرار عن الطعن فی الصوفیۃ الاحیاء“ رکھا ہے اس میں انہوں نے مذاہب اربعہ کے مشاہیر علماء اعلام کے فتاویٰ نقل کئے ہیں جن میں سے ایک فتویٰ یہ ہے کہ جو کہ شیخ امام علامہ محمد شوہری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

استفتاء۔ کیا کرامات اولیاء ان کے وصال کے بعد بھی ثابت ہیں کیا ان کے تصرفات بعد از وصال منقطع ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور آیا اولیاء کرام کے تابوتوں اور ان کی چوکھٹوں کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کرامات اولیاء بعد از وصال بھی ثابت ہیں اور ان کے تصرفات موت کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں توسل جائز ہے۔ اور انبیاء و مرسلین اور علماء و صالحین سے موت کے بعد بھی استغاثہ جائز ہے کیونکہ معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء موت سے منقطع نہیں ہوتیں انبیاء کرام کے معجزات کا عدم انتقطاع تو اس لیے ہے کہ وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں نمازیں ادا کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسے کہ اخبار و احادیث اس پر شاہد ہیں اور بطور معجزہ اور فریادری پر قادر ہیں لیکن اولیاء کرام کے تصرفات اور فریادری تو یہ ان کی کرامت ہے اور شیخ شہاب رملی فرماتے ہیں بعد از وصال اولیاء کرام سے کرامات کا صدور مشاہدات کے قبیلہ سے ہے لہذا اس کا انکار ممکن نہیں ہے ہم بہر حال یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کی کرامات بعد از وفات اسی طرح ثابت ہیں جس طرح حالت حیات میں اور موت کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتیں۔

واما تقبیل تو ابیت الاولیاء واعتابہم فلا خلاف فی جوازہ بل ولا کراہۃ فی تقبیل اعتابہم علی قصد التبرک کما افقی بہ شیخنا الرملی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

رہا اولیاء کرام کے تابوتوں اور ان کی چوکھٹوں کو بوسہ دینا تو اس کے جواز میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے بلکہ بطور تبرک بوسہ دینے میں کراہت بھی نہیں ہے جیسے کہ شیخ رملی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا ہے علامہ شوہری اس فتویٰ کے آخر میں فرماتے ہیں یہ امر بالکل ظاہر ہے اور محتاج دلیل نہیں ہے کیونکہ دلیل کی ضرورت صرف جاہل کو ہو سکتی ہے یا منکر یا معاون کو جن کی طرف نہ التفات کیا جاتا ہے اور نہ ہی مباحث شرعیہ میں ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

(شواہد الحق ص ۱۱۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

نیر بھی امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

نعم ان قصد بتقبیلہ التبرک لا یکرہ کما افقی بہ الوالد رحمہ اللہ تعالیٰ فقد صرحوا بانہ اذا عجز عن استلام الحجر سن له ان یشیر بعضا وان یقبلہا۔

قال شیخنا العدوی بعد هذا ولا مریۃ حینئذ ان تقبیل القبر الشریف لم یکن للتبرک فهو اولی من

حاشیہ.....☆

جواز ذلك لقبور الاولياء عند قصد للتبرك.

ترجمہ: البتہ اگر بوسہ دینے میں اصل مقصود تبرک واستفاضہ ہو تو اس میں حرج نہیں ہے جیسے کہ والد گرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتویٰ دیا ہے کیونکہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر حجر اسود کو بوسہ دینے سے عاجز آجائے تو چھڑی کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کر کے اس کو بوسہ دے لے (تو اگر دور سے چھڑی کے ساتھ اشارہ کر لے پر چھڑی کا بوسہ از رہ تبرک درست ہے تو اولیاء کا ملین کے مزارات کا بطریق اولیٰ)

علامہ شیخ عدوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جب اولیاء کرام کے کا بوسہ بطور تبرک جائز ہے تو سید الانبیاء ﷺ کے مزار اقدس کا بوسہ خواہ بطور تبرک نہ بھی ہو لا محالہ جائز ہوگا۔

(شواہد الحق ص ۱۱۹ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

السی بسط لها اصبر واری

وفی دار الحدیث لطیف معنی

مکانا مسہ قدم النواوی

عسی ادنی امس بحر وجہی

ترجمہ: دارالحدیث اشرفیہ کے فرش میں ایک لطیف بات ہے جس کی وجہ سے مجھے اس سے شیفگی ہے (میں اس کے فرش پر اپنا منہ اس لئے رگڑتا ہوں) کہ ممکن ہے کبھی میرا منہ اس مقام بھی پہنچ جائے جہاں امام نووی کے قدم پڑے ہیں۔

(تہذیب الاسماء للنووی ج ۱ ص ۱۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حبیب الرحمن اعظمی دیوبندی لکھتے ہیں۔

تاج الدین سبکی نے لکھا ہے کہ میں ان کے فضل و کمال اور علو شان کی تفصیل میں جانے کے بجائے اپنے والد کے دو شعر لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں۔ ان شعروں کا قصہ یہ ہے کہ جب ۱۲۷۷ھ میں دارالحدیث اشرفیہ کے ملحق مکانات میں میرے والد کی سکونت تھی اور وہ رات کو ایوان دارالحدیث میں تہجد پڑھنے جایا کرتے تھے تو دارالحدیث کے فرش پر اپنا منہ ملا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

السی بسط لها اصبر واری

وفی دار الحدیث لطیف معنی

مکانا مسہ قدم النواوی

عسی ادنی امس بحر وجہی

حاصل ان شعروں کا یہ ہے کہ دارالحدیث اشرفیہ کے فرش میں ایک لطیف بات ہے جس کی وجہ سے مجھے اس سے شیفگی ہے (میں اس کے فرش پر اپنا منہ اس لئے رگڑتا ہوں) کہ ممکن ہے کبھی میرا منہ اس مقام بھی پہنچ جائے جہاں امام نووی کے قدم پڑے ہیں۔

(مقدمہ شرح اربعین نووی ص ۱۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

یہاں پر زرا سوچئے جہاں پر صرف امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے قدم آگئے اس جگہ کا چومنا ایک بہت بڑی سعادت قرار پاتی ہیں تو جہاں خود امام نووی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں اس قبر کا مبارک چومنا کیسے حرام یا مکروہ تحریمی ہو سکتا ہے؟

رئیس التحریر فیض احمد اویسی مدظلہ العالی لکھتے ہیں۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

حاشیہ.....☆

قال بعض العلماء لا بأس بتقبيل قبر الوالدین۔

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ والدین کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے۔

طوالع الانوار حاشیہ میں ہے۔

وتقبيل بغير اسلحف كقبور الانبياء ومن يتبرك بهم فللعلماء فيه كلام كرهته بعضهم واستحسنه بعضهم حتى ان اثار في اماجہ۔

ترجمہ: مطلقاً مصحف کے علاوہ دوسری چیزوں کو جیسے انبیاء علیہم السلام کے مزارات کو چومنے میں علماء کو اختلاف ہے بعض نے مکروہ کہا بعض نے مستحسن یہاں تک کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مطلقاً مباح بتایا ہے۔

علمائے اربعہ کا فتویٰ عدم کراہت پر ہے۔

(فتاویٰ نظامیہ ج ۳ ص ۱۸۶)

عمدة القاری شرح بخاری ص ۶۰۷ میں ہے۔

داما تقبيل الا ما كن الشريفة على قصد التبرك۔

ترجمہ: مبارک جگہوں کا بوسہ اچھا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار اور دیگر مزارات کے چومنے کا سوال ہوا تو فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔
(خلاصہ الوفاء محبوب مدینہ ص ۳۶)

امام عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کو لکھا:

واذ رای قبور الصالحین قبلها۔

ترجمہ: جب بزرگ کے مزارات دیکھے تو انہیں چومے۔

(حزرات کو چومنا ص ۷۔ ۸ مطبوعہ مکتبہ فیضان مدینہ کراچی)

صدر الافاضل فخر الاماثل محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یہ روایت محققین کے مقبول و مسلم پیشوا مولوی عبدالحی صاحب کے والد ماجد مولوی عبدالحلیم صاحب فرنگی محلی نے لکھی اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ قبروں کا چومنا جائز، اور قبر موجود نہ ہو تو ایک خط کو قبر فرض کر کے اس کا احترام کرنا بھی صاحب قبر کا احترام ہے۔

(فتاویٰ صدر الافاضل ص ۳۱۲ مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

شیخ الاسلام علامہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواز پر پورا ایک رسالہ بنام ”تنویر الابصار بتقبیل المزار“ لکھا ہے۔

اس میں فرماتے ہیں:

وتعزروه وتوقروه۔

اے اہل ایمان! تم میرے پیارے حبیب کی تعظیم کرو اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ان کا احترام کرو۔ (پ ۲۶۔ رکوع نمبر ۹)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی تعظیم و توقیر کا مطلق حکم فرمایا۔ اصول کے مطابق تعزیر (تعظیم) جب کسی خاص رکن کے ساتھ مقید نہ ہو یا کسی خاص عمل کے ساتھ مختص نہ ہو۔ اس وقت تک اس کے حکم کا اطلاق عموم پر ہوگا۔ اور تمام افراد پر محیط ہوگا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا فرمان سے جو بھی مراد لیا جائے وہ آپ کے در اقدس کو بوسہ دینے یا آپ ﷺ کی دہلیز مبارک کو چومنے کے منافی نہیں ہے۔ یہ چیز ہر ذی علم فہم اور ذی عقل پر اچھی طرح عیاں ہے کہ چومنے کے فعل کو سجدہ کی تعریف میں شامل نہیں کر سکتے۔ ورنہ ہر رکعت کے

حاشیہ.....☆

آخر میں حالت سجدہ میں زمین کو صرف دو بار چومنے سے ہی نماز جائز ہو جاتی اور پیشانی زمین پر رکھنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ حجر اسود کو بوسہ دینا اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے پس اچھی طرح یہ مسئلہ سمجھ لے اور غافلوں میں سے مت بن۔

(تویر الابصار بتقیل المیزان ص ۲۳-۲۵ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی)

ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ قدس سرہ العزیز اس کتاب کے تقریظ میں لکھتے ہیں۔

وہ حدیث پاک جسے امام ہمام حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے۔ وہ انبیاء ارام علیہم السلام اور اولیاء عظام کے مزارات کو بوسہ دینے سے منع کرنے والوں کے خلاف ایک دلیل قاطعہ اور۔۔۔ مانع ہے۔ اس سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آگئی ہے کہ یہ مستحسن فعل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول رہا ہے۔ پس اس گمراہ اور باطل فرقہ کی توحید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توحید سے ہرگز اعلیٰ وارفع نہیں ہو سکتی۔

(تویر الابصار بتقیل المیزان ص ۱۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی)

مفتی اعظم صوبہ سرحد مفتی شمس گل قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے جواز پر ایک پرار سالہ بنام ”تقبیل القبر والاعتناء بالتبرکات“ لکھا ہے۔ جو کہ انقاص السند میں ص ۳۳ تا ۳۵ (مطبوعہ دارالعلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی کراچی) میں موجود ہے۔ آخر میں امام اہل سنت شیخ الاسلام و المسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ کا صحیح قول پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ بعض نام کے سنی اعلیٰ رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھ کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی مزارات کو چومنا مکروہ تحریمی ہے۔ حالانکہ امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ عوام نہ چومے یعنی بہتر یہ ہے نہ کہ حرام و مکروہ تحریمی۔ جیسا کہ بعض لوگ یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ حرام و مکروہ تحریمی ہے جو کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پر عظیم بہتان ہے۔

فتویٰ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

رئیس التحریر فیض احمد اویسی مدظلہ العالی لکھتے ہیں۔

فقیر کے سامنے اس وقت ایک اشتہار ہے پبلی بھیت انڈیا سے شائع کیا گیا ہے مزارات چومنے کے بارے میں مفصل فتویٰ ہے جس کا عنوان یہ ہے کہ مزارات اولیائے کرام کے چومنے کو کفر یا شرک کہنا وہابیوں دیوبندیوں کا طریقہ ہے اور مزارات بزرگان دین کے بوسے کو اتفاق و اجماع فقہانہ جائز سمجھنا سنیوں کی نادانی ہے۔ ملاحظہ ہو فتوائے مبارکہ کہ حضور پر نور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین ملت رضی اللہ عنہ یہ عنوان دے کر لکھا گیا ہے کہ فتوائے تقبیل مزار ولی حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی دام ظلہ العالی۔

فائدہ آخر میں لفظ (مدظلہ العالی) کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ یہ اشتہار امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کی زندگی مبارک میں شائع ہوا ہوگا۔ (یہ اشتہار فقیر کے پاس محفوظ ہے)

اب اصل مضمون ملاحظہ فرمائیں:

فی الواقع بوسہ قبر میں علماء مختلف ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ ایک امر ہے دو چیزوں داعی و مانع کے درمیان دائرہ داعی محبت ہے اور مانع ادب تو جسے غلبہ محبت ہو اس پر مواخذہ نہیں کاکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور عوام کے لیے منع ہے احوط ہے ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مزارات اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو پھر تقبیل کی کیا سبیل عالم مدینہ علامہ سید نور الدین سمودی قدس

حاشیہ.....☆

سرہ خلاصۃ الوفا شریف میں جدار مزار کے مس و تقبیل و طواف سے ممانعت کے اقوال نقل فرماتے ہیں:

وفي كتاب العلل والسئالات لعبد الله بن احمد بن حنبل سالت ابي عن الرجل يمس منبر النبي ﷺ تبرك بمسه و تقبيله ويفعل بالقبر مثل ذلك جاء ثواب الله تعالى فقال لا باس به۔

امام عبد اللہ بن احمد نے جو سوالات اپنے والد گرامی سے کیے ان میں کہا کہ میں نے اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا کہ جو منبر نبی ﷺ کو مس کرتا ہے اور اس کو مس کر کے برکت حاصل کرتا ہے اور اسے چومتا ہے اور قبر انور کے ساتھ بھی ثواب کی امید پر یہی معاملہ کرتا ہے۔ تو آپ (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے جواب فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام اجل تقی الملک والدین علی بن عبد الکافی سبکی قدس سرہ الملکی شفاء القمام پھر سید نور الدین خلاصۃ الوفا میں براویہ یحییٰ بن الحسن عن عمر بن خالد عن ابی نباتہ عن کثیر بن یزید عن المطلب بن عبد اللہ بن حطب ذکر فرماتے ہیں کہ مروان نے ایک صاحب کو دیکھا کہ مزار اعظم سید اطہر ﷺ سے لپٹے ہوئے ہیں اور قبر شریف پر اپنا منہ رکھے ہیں مروان نے ان کی گردن پکڑ کر کہا جانتے ہو یہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے اس کی طرف منہ کیا اور فرمایا:

نعم انی لم آت الحجر انما جئت رسول الله ﷺ۔

ہاں میں سنگدل کے پاس نہیں آیا میں تو رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہوا ہوں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔

لا تبکوا علی الدین اذا ولیہ اہلہ ولكن ابکوا علی الدین اذا ولیہ غیر اہلہ۔

دین پر نہ روؤ جب اس کا ولی اہل ہو ہاں دین پر روؤ جب نا اہل اس کا ولی ہو سید قدس سرہ فرماتے ہیں رواہ احمد حسن امام احمد نے یہ حدیث سند حسن روایت فرمائی نیز فرماتے ہیں۔

روی ابن عساکر سند جيد عن ابي الدرداء رضي الله عنه ان بلالاً رأى النبي في منامه وهو يقول ما هذه الجفوة يا بلال اما آن لك ان تزورني فانتبه حزينا وركب راحلته وقصد المدينة فأتى قبر النبي ﷺ فجعل يبكي عنده ويمرغ وجهه عليه۔

یعنی ابن عساکر نے سند صحیح ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو (شام میں) خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال! کیا ہے کیا وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کو حاضر ہو؟ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ غمگین ڈرتے ہوئے جاگے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے قصد کے ساتھ تو جب نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوئے تو روتا شروع کر دیا اور اپنا چہرہ تبرہ انور پر مٹنے لگے۔

امام حافظ عبد الغنی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں۔

ابس الاعتماد في السفر للزيارة على مجرد منامه بل على فعله ذلك والصحابة متوقرون ونم تحفه عليهم القله۔

یعنی زیارت اقدس کے لیے شد الرحال کرنے میں ہم فقط خواب پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اس پر کہ بلال رضی اللہ عنہ نے یہ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بکثرت موجود تھے اور انہیں معلوم ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ عالم مدینہ فرماتے ہیں۔

ذكر الخطيب بن حملة ان بلالا رضي الله عنه وضع خديه على القبر الشريف وان ابن عمر رضي الله عنهما كان يصنع يده اليمنى عليه ثمه قال ولا شك ان الاستغراق في المحبة يعمل على الاذن في

حاشیہ.....☆

ذلك والقصد به التعظيم والناس تختلف مراتبهم كما في الحياة فمنهم من لا يملك نفسه بل يبادر اليه ومنهم من فيه اناء فيتأخره وتقل عن ابن ابي الصيف والمحبة الطبري جواز تقبيل قبور الصالحين وعن اسماعيل التيمي قال كان ابن المكندر يصيبه الصمات فكان يقوم فيصنع خده على قبر النبي ﷺ فعوتب في ذلك فقال اليه يستشفى بقبر النبي ﷺ.

ترجمہ: یعنی خطیب بن حملہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے قبر انور پر اپنے دونوں رخسارے رکھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا دہنا ہاتھ اس پر رکھتے پھر کہا شک نہیں کہ محبت میں استغراق اس میں اذن پر باعث ہوتا ہے اور اس سے مقصود تعظیم ہے اور لوگوں کے مرتبے مختلف ہیں جیسے زندگی میں تو کوئی بے اختیار نہ اس کی طرف سبقت کرتا ہے اور کسی میں تحمل ہے وہ پیچھے رہتا ہے اور ابن ابی الصیف اور امام محبت طبری رحمہما اللہ سے نقل کیا کہ مزارات اولیاء کو بوسہ دینا جائز ہے اور اسماعیل تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ ابن المنذر تابعی کو ایک مرض لاحق ہوتا کہ کلام میں دشوار ہو جاتا وہ کھڑے ہوتے اور اپنا رخسار قبر انور ﷺ پر رکھتے کسی نے اس پر اعتراض کیا فرمایا میں نبی کریم ﷺ کے مزار اقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں۔

علامہ شیخ عبدالقادر ناکہی مکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مستطاب حسن التوسل فی زیارة افضل الرسل میں فرماتے ہیں۔

تمرير الوجه والخذو اللحية بتراب الحفرة الشريفة واعتابها في زمن الخلوة المأمون فيها توهم عامي مخدور اشريعيا بسببة امر محبوب حسن الطلابة وامره لا باس به فيما يظهر لكن لم كان له في ذلك قصد صالح وجمله عليه فرط الشوق والحب الطافح۔

یعنی خلوت میں جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی جاہل کا وہم اس کے سبب کسی ناجائز شرعی کی جانب جائے گا ایسے وقت بارگاہ اقدس کی مٹی اور آستانہ پر اپنا منہ اور رخسارہ اور داڑھی رگڑنا مستحب در مستحق ثواب ہے جس میں کوئی حرج معلوم نہیں مگر اس کے لیے جس کی نیت اچھی ہو اور افراط شوق اور غلبہ محبت اسے اس پر باعث ہو پھر فرماتے ہیں۔

علائی اتحفك بامر يلوح لك منه المعنى بان الشيخ لامام سبكي وضع خروجه على بساط دار الحديث التي مسها قدم النووي لينال بركة قدمه ونيوه بمزيد عظيমে كما اشار الى ذلك بقوله وفي دار الحديث لطيف معنى الى بسط له اصبر وادى لعلی ان اقال بحروجهي مكانا مسه قدم النووي وبان شيخنا تاج العارفين امام السنه خاتمة المجتهدين كان يمرغ وجهه ولحيته على عتبة البيت الحرام بحجر اسماعيل۔

یعنی علاوہ بریں میں تجھے یہاں ایک ایسا تحفہ دیتا ہوں جس سے معنی تجھ پر ظاہر ہو جائیں وہ یہ کہ امام اجل تقی الملتہ والدین سبکی دارالحدیث کے اس بچھونے پر جس پر امام نووی قدس سرہ العزیز قدم مبارک رکھتے تھے ان کے قدم کی برکت لینے اور ان کی زیارت تعظیم کے شہرہ دینے کو اپنا چہرہ اس پر ملا کرتے تھے جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ دارالحدیث میں ایک لطیف معنی ہیں جن کے ظاہر کرنے کا مجھے عشق ہے کہ شاید میرا چہرہ پہنچ جائے اس جگہ پر جس کو قدم نووی نے چھوا تھا اور ہمارے شیخ تاج العارفين امام سنت خاتمة المجتهدين آستانہ بیت الحرام میں حطیم شریف پر جہاں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا مزار کریم ہے اپنا چہرہ اور داڑھی ملا کرتے تھے۔ بالجملة یہ کوئی امر ایسا نہیں جس پر انکار واجب کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے تو اس پر شورش کوئی وجہ نہیں اگرچہ ہمارے نزدیک عوام کو اس سے بچنے ہی میں احتیاط ہے امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں۔

المسئلة متى اسكن ليخرجها على قول من الاقوال في مذهبنا او مذهب غيرنا فليست بمنكر

حاشیہ.....☆

یحب انکار والنہی عنہ وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ والنہی عنہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا بریلوی عفی عنہ

بسمہ المصطفیٰ النبی الامی علیہ السلام

مرتب حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی صاحب شمتی صدر مدرس دارالعلوم شمت الرضا پبلی بہیت شریف

جاری کردہ عطاء الشمت شمتی مدرس شعبہ تجوید دارالعلوم شمت الرضا شمت نگر پبلی بہیت شریف یوپی۔

(نوٹ) حسب عادت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے اس فتویٰ پر بھی حاشیہ لگایا گیا ہے جو اس فتویٰ مبارکہ کا نشان احوط کے لفظ

پر ہے اسی احوط کے پر لکھا ہے: **احوط**

ما هو خلاف الاحوط والاحتياط ليس حراما ولا مكروہ تحریمًا كما مقابل الاصح والارجح بحرام بل هو صحيح وراجع والعمل عليه جائز ولا يخفى على اهل العلم فمن شاء التحقيق فليرجع الى الشامي والقول انه من عادات النصاري فله اجوبة منها ان كل عادة لا تكون شعارك وما فعل سيدنا بلال رضي الله عنه وارضاه عنا في الدارين عنه الصحابة رضوان الله تعالى عليهم كيف يكون من عاداتهم بان يكون شعارا اليهم وهم اعلم منا بشعارهم وعاداتهم وما فعل المشايخ والعرفاء وامر واتباعهم كيف يكون حراما قطعاً۔

وسيدنا اعلحضرة المجدد الاعظم اذا رجع من المدينة المنورة الى الاجمير المقدسه حضر ثم خرج بعد الفاتحه ولم يقبل تربته قدس سره فسمع ما سمع من قائل فرجع ودخل وقبل وقال هذا صوت مجلس السلطان هذه الواقعة بين مخدومنا مولينا السيد حسين على الرضوى وكيل الجاورة۔

ترجمہ: وہ جو احوط کے خلاف ہو وہ نہ حرام ہے اور نہ مکروہ تحریمی جیسا کہ اصح وراجح کا مقابل حرام نہیں بلکہ وہ صحیح وراجح اور اس پر عمل جائز ہے اور یہ اہل علم پر مخفی نہیں جو اس کی تحقیق مزید چاہتا ہے اس شامی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور یہ قول کہ یہ نصاریٰ کی عادات سے ہے تو اس کے کیا ہو وہ نصاریٰ کا شعار کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ صحابہ کرام نصاریٰ کے شعار کو ہم سے زیادہ جانتے وہ کیسے نصاریٰ کا شعار ہو جائے گا تو یہ فعل قطعاً حرام نہ ہوا۔ (بلکہ مباح ہوا)

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ سے واپس آئے تو اجمیر شریف حضور غریب نواز رضی اللہ عنہ کے مزار کی حاضری دہائی آپ نے فاتحہ شریف پڑھ کر مزار کو چومے بغیر باہر آگئے پس سنا جو کچھ سنا جو کہنے والا کہہ رہا تھا اسی لیے پھر لوٹ کر مزار شریف داخل ہو کر مزار شریف کو چوم کر فرمایا کہ یہ مجلس سلطان کی آواز تھی اسی لیے چوم رہا ہوں۔

یہ واقعہ سید حسن علی رضوی وکیل مجاورہ نے بیان فرمایا۔

(مزارات کو چومنا ص ۲۷۲۲ مطبوعہ مکتبہ فیضان مدینہ کراچی)

ان احادیث و محدثین و علماء کی عبارات سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے ہاتھ پاؤں اور ان کے لباس نعلین۔ بال غرض کہ سارے تبرکات اسی طرح کعبہ معظمہ، قرآن شریف کتب احادیث کے اوراق کا چومنا جائز اور باعث برکت ہے بلکہ بزرگان دین کے بال و لباس و جمیع تبرکات کی تعظیم کرنا ان سے لڑائی و غیرہ مصائب میں امداد حاصل کرنا۔ قرآن سے ثابت ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

قال لهم نبیهم ان ایتہ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکنۃ من ربکم و یقیتہ مما ترک ال موسی وال ہرون تحمله الملئکہ ان فی ذلک الایۃ لکم ان کنتم مومنین۔

(تفسیر نور العرفان سورۃ البقرہ پارہ ۲ آیت نمبر ۲۴۸ ص ۳۹ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے فرمایا کہ طاہر کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آوے گا۔ جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کو چمکنے والے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی کہ اٹھائے ہوں گے اس کو فرشتہ اس آیت کی تفسیر میں تفسیر خازن و روح البیان و تفسیر مدارک اور جلالین وغیرہم نے لکھا ہے کہ تابوت ایک شمشاد کی لکڑی کا صندوق تھا جس میں انبیاء کی تصاویر (یہ تصاویر کسی انسان نے نہ بنائی تھیں بلکہ قدرتی تھیں) ان کے مکانات شریفہ کے نقشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ان کے کپڑے اور آپ کے نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اور ان کا عمامہ وغیرہ تھا۔

بنی اسرائیل جب دشمن سے جنگ کرتے تو برکت کے لئے اس کو سامنے رکھتے۔ جب خدا سے دعا کرتے تو اس کو سامنے رکھ کر دعا کرتے تھے۔ بخوبی ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے تبرکات سے فیض لیتا۔ ان کی عظمت کرنا طریقہ انبیاء ہے۔ تفسیر خازن و مدارک و روح البیان و کبیر سورہ یوسف پارہ ۱۲ ازیر آیت فلما ذهبوا بہ (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۵) کہ جب یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ بھیجا تو ان کے گلے میں ابراہیم علیہ السلام کی قمیص تنوید بنا کر ڈال دی تاکہ محفوظ رہیں۔

سارے پانی رب نے پیدا کئے ہیں۔ مگر آپ زمزم کی تعظیم اس لئے ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم شریف سے پیدا ہوا۔ مقام ابراہیم پتھر کو حضرت ابراہیم نے نسبت ہوئی تو اس کی عزت یہاں تک بڑھ گئی کہ رب تعالیٰ نے فرمایا۔ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۵)۔ سب کے سر اوپر جھکا دیئے مکہ معظمہ کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہوئی۔ تو رب تعالیٰ نے اس کی قسم فرمائی۔ لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد (پارہ ۳ سورہ ۹۰ آیت نمبر ۱)۔ نیز فرمایا وهذا البلد الامین (پارہ ۳ سورہ ۹۵ آیت نمبر ۳) ایوب علیہ السلام سے فرمایا۔ ارجض برجلک هذا فغتسل بارو شراب (پارہ ۲۳ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۲۲) ایوب علیہ السلام کے پاؤں سے جو پانی پیدا ہوا وہ شفا بنا۔ معلوم ہوا کہ نبی کے پاؤں کا دھوؤں عظمت والا اور شفاء ہے۔ مشکوٰۃ شروع کتاب اللباس میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور علیہ السلام کا جبہ (اچکن) شریف تھا۔ اور مدینہ طیبہ میں جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ وہ دھو کر اس کو پلاتی تھیں۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ج ۳ ص ۱۶۳۱ رقم الحدیث ۲۰۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب اللباس ج ۳ ص ۳۹ رقم الحدیث ۴۰۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ رقم الحدیث ۲۶۹۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبخاری ج ۲ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۴۰۱۰ مطبوعہ مکتبۃ الرابیع المکرمۃ)، (طبرانی معجم ج ۲۳ ص ۹۸ رقم الحدیث ۲۶۲۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۳۱ رقم الحدیث ۶۱۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حاشیہ.....☆
(وبقیۃ مما ترک ال موسی وال ہرون) یعنی موسیٰ و ہارون نفسہما کان فیہ لوحان من التورۃ و رضاض الالواح الی تکررت و کان فیہ عصا موسیٰ و نعلاہ و عمامۃ ہارون و عصاہ و قفیز من المن الذی کان ینزل علی بنی اسرائیل۔

اسی مشکوٰۃ کتاب الاطعمہ باب الاشرۃ میں ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف فرما ہوئے اور ان کے مشکیزے سے منہ مبارک لگا کر پانی پیا۔ انہوں نے برکت کے لئے مشکیزہ کا منہ کاٹ کر رکھ لیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاشرۃ ج ۲ ص ۱۱۳۲ رقم الحدیث ۳۳۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصحیح للترمذی ابواب الاشرۃ ج ۲ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۱۸۹۲ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۲ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۵۳۱۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند حمیدی ج ۱ ص ۷۲ رقم الحدیث ۳۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۵ ص ۱۵ رقم الحدیث ۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم وادبہ الموصل)

اسی مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب المساجد فصل ثانی میں ہے کہ ایک جماعت حضور علیہ السلام کے دست اقدس پر مشرف بہ اسلام ہوئی اور عرض کیا کہ ہمارے ملک میں بیعہ (یہودیوں کا عبادت خانہ) ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کو توڑ کر مسجد بنالیں۔ حضور علیہ السلام نے ایک برتن میں پانی لے کر اس میں کلی فرمادی اور فرمایا کہ اس بیعہ کو توڑ دو اور اس پانی کو یہاں زمین پر چھڑک دو اور اس کو مسجد بنالو۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب المساجد الفصل ثانی ص ۶۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا لعاب شریف کفر کی گندگی کو دور فرماتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی ٹوپی شریف میں حضور علیہ السلام کا ایک بال شریف رکھتے تھے۔ اور جنگ میں وہ ٹوپی ضرور آپ کے سر مبارک پر ہوتی تھی۔

(الاشعاع ج ۲ ص ۶۱۹ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ..... ☆

ترجمہ: (وبقیۃ مما ترک آل موسیٰ والہرون) آل سے مراد حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات ہیں اس میں تورات کی دو مکمل تختیاں اور کچھ ان تختیوں کے کوٹے ہوئے ٹکڑے تھے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور نعلین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور عصا اور (جنت کا کھانا) من جوینی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا اس کا ٹکڑا بھی اس میں شامل تھا۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابواللیث نصر بن محمد سرقدی متوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں۔

وعصا موسیٰ و عمامۃ ہارون۔

(تفسیر السمر قدی ص ۱۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں۔

ونعلا موسیٰ و عمامۃ ہارون علیہما السلام۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۱ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنتہ پشاور)

(تفسیر جلالین میں ہے) وہی نعلا موسیٰ وعصاه و عمامۃ ہارون۔

(تفسیر جلالین ص ۵۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

نام محمد بن عبد اللہ محمد بن عمر الواقدی متوفی ۲۰۵ھ لکھتے ہیں۔

وقد اتینک بالقلنسوة المبارکۃ الی تنصر بها علی اعدائک۔

ترجمہ: میں آپ کے پاس مبارک ٹوپی لایا جس کے وسیلے سے دشمن پر مدد طلب کی جاتی ہے۔

(فتوح الشام ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں۔

فسبقتم الی ناصیتہ فجعلتم فی ہذہ قلنسوة فلم اهد قتلاً وہی الی الارزقت النصر۔

ترجمہ: یعنی میں نے بھی آپ کی پیشانی مبارک کا ایک بال حاصل کر کے اپنی ٹوپی میں محفوظ کر لیا۔

(مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۲۹۹ مطبوعہ بیروت)

مشکوٰۃ باب السرة میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے وضو فرمایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی لے لیا اور لوگ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرف دوڑتے۔ جس کو اس غسالہ شریف کی تری مل گئی اس نے اپنے منہ پر مل لی اور جسے نہ ملی۔ اس نے کسی دوسرے کے ہاتھ سے تری لے کر منہ پر ہاتھ پھیر لیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب السرة الفصل الاول ص ۳۷-۳۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کی استعمال چیزوں سے برکت حاصل کرنا سنت صحابہ ہے۔ اب اقوال فقہاء ملاحظہ ہوں۔ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک میں ہے۔

ان قبل ید عالم او سلطان عادل بعلمہ وعدلہ لا باس بہ۔

ترجمہ: اگر عالم یا عادل بادشاہ کے ہاتھ چومے ان کے علم وعدل کی وجہ سے تو اس میں حرج نہیں۔

اسی عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب زیارة القبر میں ہے۔

لا باس بتقبیل قبر والدیہ کذا فی الغرائب۔

ترجمہ: اپنے ماں باپ کی قبروں کو چومنے میں حرج نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری الباب السادس عشر فی زیارة القبر وقرآۃ القرآن فی القابر ج ۵ ص ۳۵۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک میں ہے۔

ان التقبیل علی خمسة اوجه قبله الرحمة قبله الوالد ولده وقبله التحية قبله المومنین بعضهم لبعض وقبله الشفقة قبله الولد بوالديه وقبله المودة قبله الرجل اخاه وقبله الشهوة قبله الرجل امراته وزاد بعضهم قبله الديانة وهي قبله الحجر الاسود۔

ترجمہ: بوسہ لینا پانچ طرح کا ہے رحمت کا بوسہ جیسے کہ باپ اپنے فرزند کو چومے۔ ملاقات کا بوسہ جیسے کہ بعض مسلمان بعض کو بوسہ دیں۔ شفقت کا بوسہ جیسے کہ فرزند اپنے ماں باپ کو بوسہ دے دوستی کا بوسہ جیسے کہ شوہر اپنی بیوی کا بوسہ لے۔ بعض نے زیادہ کیا دین داری کا بوسہ اور وہ سنگ اسود کا چومنا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک ج ۵ ص ۳۶۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

در مختار جلد پنجم کتاب الکراہیۃ آخر باب الاستبراء بحث مصافحہ میں ہے۔

ولا باس بتقبیل ید العالم والسلطان العادل۔

ترجمہ: عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومنے میں حرج نہیں۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس جگہ شامی نے حاکم کی ایک حدیث نقل کی جس کے آخر میں ہے۔

قال ثم اذن له فقبل راسه ورجليه وقال لو كنت امرا احد يسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها وقال صحيح الاسناد۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے اس شخص کو اجازت دی اس نے آپ کے سر اور پاؤں مبارک پر بوسہ دیا۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ہم کسی کو سجدے کا حکم دیتے تو عورت کو حکم دیتے کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

در مختار نے اسی جگہ پانچ قسم کا بیان کیا مثل عالمگیری کے اتنا اور زیادہ کیا۔

قبلة الديانہ للحجر الاسود وتقبيل عتبة الكعبة تقبيل المصحف قيل بدعة لكن روى عن عمر انه كان ياخذ المصحف كل غداوة ويقبله واما تقبيل الخبز فجوز الشافعية انه بدعة مباحة وقيل حسنة ملخصا۔
ترجمہ: ایک بوسہ دینداری کا ہے وہ حجر اسود کا بوسہ کعبہ شریف کی چوکھٹ کا بوسہ ہے قرآن پاک کو چومنا بعض لوگوں نے بدعت کہا ہے مگر عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ہر صبح کو قرآن پاک ہاتھ میں لے کر چومتے تھے اور روٹی کا چومنا اس کو شافعی نے جائز فرمایا کہ یہ بدعت جائز ہے بعض نے کہا کہ بدعت حسنہ ہے۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نیز رب تعالیٰ فرماتا ہے واتخذوا من مقام ابراهيم مصلیٰ (پارہ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۵) مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوئے حضرت خلیل علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی ان کے قدم پاک کی برکت سے اس پتھر کا یہ درجہ ہوا کہ دنیا بھر کے حاجی اس کی طرف سر جھکانے لگے۔ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بوسے چند طرح کے ہیں اور تبرک چیزوں کو بوسہ دینا دینداری کی علامت ہے، یہاں تک تو اقوال موافقین کا ذکر ہوا۔ مخالفین کے سردار جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ جلد کتاب الخطر والا باحہ صفحہ ۵۴ پر فرماتے ہیں تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے حدیث سے ثابت ہے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ۔
 اس کے متعلق اور بھی احادیث و فقہی عبارات پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اس قدر پر کفایت کی جاتی ہے۔

دوسرا باب

اس پر اعتراضات و جواب میں

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنے اور تبرکات کی تعظیم پر مخالفین کے پاس حسب ذیل اعتراضات ہیں۔ انشاء اللہ اس کے سوا اور نہ مل سکیں گے۔
اعتراض (۱).....: فقہاء فرماتے ہیں کہ علماء کے سامنے زمین چومنا حرام ہے نیز جھک کر تعظیم کرنا حرام ہے کیونکہ یہ رکوع کے مشابہ ہے اور جس طرح تعظیسی سجدہ حرام ہو گیا۔ تعظیسی رکوع بھی حرام ہو گیا اور جبکہ کسی کے پاؤں چومنے کے لئے اس کے قدم پر منہ رکھا تو یہ رکوع تو کیا سجدہ ہو گیا لہذا یہ حرام ہے۔ در مختار کتاب الکراہیت باب الاستبراء بحث مصافحہ میں ہے۔
 وتقبيل الارض بين يدي العلماء والعظماء فحرام لانه يشبه عبادة الوثن۔
ترجمہ: علماء اور بڑے بزرگوں کے سامنے زمین چومنا یہ حرام ہے کیونکہ یہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔
 (رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی کے ماتحت شامی میں ہے۔

الايماء في الاسلام الى قريب الركوع كالسجود وفي المحيط انه يكره الانحناء للسلطن وغيره وظاهر كلامهم على اطلاق السجود على هذا التقبيل۔
ترجمہ: سلام میں رکوع کے قریب تک جھکنا سجدہ کی طرح ہے اور محیط میں ہے کہ بادشاہ وغیرہ کے سامنے جھکنا مکروہ ہے اور فقہاء کا ظاہری کلام یہ ہے کہ وہ اس چومنے کو سجدہ ہی کہتے ہیں۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

معلوم ہوا کہ کسی انسان کے آگے جھکنا سجدہ کرنا شرک ہے لہذا کسی کے پاؤں چومنا شرک ہے حضرت مجدد صاحب کو دربار اکبری میں بلایا

گیا اور داخل ہونے کا دروازہ چھوٹا رکھا گیا تاکہ اس بہانہ سے آپ اکبر کے سامنے جھک جاویں۔ مگر جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو آپ نے اولاد دروازے میں پاؤں داخل کئے تاکہ جھکنا نہ لازم آجائے (یہ اعتراض انتہائی ہے اور عام دیوبندی وہابی اسی کو پیش کرتے ہیں)۔

جواب:- ہم اولاد سجدہ کی تعریف کریں۔ پھر سجدے کے احکام۔ پھر یہ عرض کریں کہ کسی کے سامنے جھکنے کے کیا احکام ہیں اس سے یہ اعتراض خود بخود ہی دفع ہو جاوے گا۔ شریعت میں سجدہ یہ ہے کہ زمین پر سات عضو لگیں۔ دونوں پنجے، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ اور ناک و پیشانی پھر اس میں سجدہ کی نیت بھی ہو۔ دیکھو عام کتب فقہ کتاب الصلوٰۃ بحث سجدہ اگر بغیر سجدے کی نیت کے کوئی شخص زمین پر اوندھا لیٹ گیا تو سجدہ نہ ہوا۔ جیسا کہ بعض لوگ بیماری یا سردی سے چار پائی پر اوندھے پڑ جاتے ہیں۔ سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے سجدہ تحیہ اور سجدہ عبادت۔ سجدہ تحیہ تو کسی کی مقالات کے وقت سجدہ کرنا اور سجدہ عبادت کسی کو خدا یا خدا کی طرح جان کر کرنا۔ سجدہ عبادت غیر اللہ کو کرنا شرک ہے کسی نبی کے دین میں جائز نہ ہوا کیونکہ ہر نبی تو حید لائے شرک کسی نے نہیں پھیلایا سجدہ تحیہ زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک تک بائز با فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور برادران حضرت یوسف نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ تفسیر روح البیان پارہ ۱۲ سورہ ہود زیر آیت وقیل بعدا للمقوم الظالمین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۴۴) میں حضرت ابوالعالیہ سے ایک روایت نقل کی کہ زمانہ نوح علیہ السلام میں شیطان نے توبہ کرنی چاہی تو حضرت نوح علیہ السلام کو زندگی میں سجدہ نہ کیا تو اس کی قبر کو کیا سجدہ کروں گا۔ پھر اسلام نے اس سجدہ تحیہ کو حرام فرمایا۔ لہذا اگر کوئی مسلمان کسی آدمی کو سجدہ تحیہ کرے تو گنہگار ہے، مجرم ہے حرام کا مرتکب ہے، مگر مشرک یا کافر نہیں۔ معترض نے جو در مختار کی عبارت پیش کی اسی جگہ در مختار میں ہے۔

ان کان علی وجه العبادۃ والتعظیم کفرو ان ثکان علی وجه التحیۃ لا وصار الثما مرتکبا للکبیرۃ۔

ترجمہ: اگر یہ زمین چومنا عبادت اور تعظیم کے لئے ہو تو کفر ہے اور اگر تحیہ کے لئے ہو تو کفر نہیں ہاں گنہگار اور کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی عبارت کے ماتحت شامی نے اس کو اور بھی واضح کر دیا ہے۔ رہا غیر کے سامنے جھکنا۔ اس کی دو نوعیت ہیں ایک یہ کہ جھکنا تعظیم کے لئے ہو جیسے کہ جھک کر سلام کرنا۔ یا معظم شخص کے سامنے زمین چومنا یہ اگر حد رکوع ہے تو حرام ہے اسی کو فقہاء منع فرما رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جھکنا کسی اور کام کے لئے ہو اور وہ کام تعظیم کے لئے ہو جیسے کہ کسی بزرگ کا جوتا سیدھا کرنا اس کے پاؤں چومنا کہ جھکنا اگرچہ اس میں بھی ہے مگر جوتا سیدھا کرنے یا پاؤں چومنے کے لئے ہے اور وہ کام تعظیم بزرگ کے لئے یہ حلال ہے اگر یہ توجیہ کی نہ جائے تو ہماری پیش کردہ احادیث اور فقہی عبارات کا کیا مطلب ہوگا۔ نیز یہ سوال دیوبندیوں کے بھی خلاف ہوگا کہ ان کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب بھی ہاتھ پاؤں چومنا جائز فرماتے ہیں۔ حضرت مجدد صاحب کا یہ انتہائی تقویٰ تھا کہ انہوں نے سمجھا کہ چونکہ دربار اکبری میں اکبر بادشاہ کو سجدہ کرایا جاتا ہے اور اکبر اس غرض سے مجھ کو اپنے سامنے جھکانا چاہتا ہے۔ اس لئے آپ نہ جھکے ورنہ اگر آپ جھک کر اس کھڑکی سے داخل ہوتے تو بھی آپ پر کچھ شرعی الزام نہ ہوتا کہ آپ کا مقصد اس جھکنے سے تعظیم اکبر نہ تھی۔

اعتراض (۲).....:- احادیث میں ہے کہ حضرت عمر نے سنگ اسود کو بوسہ دے کر فرمایا۔

انی اعلم انک حجور لا تنفع ولا تضر لولا انی رءیت رسول اللہ ﷺ ما قبلتک۔

ترجمہ: پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے اگر میں نے حضور علیہ السلام کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھ کو نہ چومتا۔

(صحیح مسلم کتاب الحج باب استحب الجبر الا سودی الطواف ج ۲ ص ۹۲۵ رقم الحدیث ۱۲۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنگ اسود کا بوسہ ناگوار تھا مگر چونکہ نص میں آگیا مجبوراً چوم لیا۔ اور چونکہ ان

تبرکات کے چومنے کی نص نہیں آئی لہذا نہ چومنا ہی مناسب ہے۔

جواب:- مولوی عبدالحی صاحب نے مقدمہ ہدایہ مذیلۃ الہدایہ میں حجر اسود کے ماتحت اسی حدیث کو نقل فرما کر فرمایا کہ حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جواب دیا کہ اے امیر المومنین حجر اسود نافع بھی ہے اور مضر بھی۔ کاش کہ آپ نے قرآن کی اس آیت کی تفسیر پر توجہ فرمائی ہوتی۔ واذ اخذ ربك من بنی ادم من ظهورهم ذریعتهم جب میثاق کے دن رب تعالیٰ نے عہد و پیمان لیا تو وہ عہد نامہ ایک ورق میں لکھ کر اس حجر اسود میں رکھا اور یہ سنگ اسود قیامت کے دن آویگا کہ اس کی آنکھیں اور زبان اور لب ہوں گے اور مومنین کی گواہی دے گا۔ لہذا یہ اللہ کا امیر اور مسلمانوں کا گواہ ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے علی رضی اللہ عنہ جہاں تم نہ ہو خدا مجھے وہاں نہ رکھے۔

(ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۵۶ مطبوعہ مطبعہ مینہ مصر)، (شرح الامام مالک ج ۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ مطبعہ خیر مصر) معلوم ہوا کہ سنگ اسود نفع و نقصان پہنچانے والا ہے اور اس کی تعظیم دین کی تعظیم ہے۔ نیز حضرت فاروق کا سنگ اسود کو یہ خطاب اس لئے نہ تھا کہ آپ اس بوسہ حجر اسود سے ناراض تھے۔ سنت سے ناراضی کفر ہے بلکہ محض اس لئے کہ اہل عرب پہلے بت پرست تھے ایسا نہ ہو کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اسلام نے چند بتوں سے ہٹا کر ایک پتھر پر ہم کو متوجہ کر دیا اس فرمان سے لوگوں کو فرق معلوم ہو گیا کہ وہ تھا پتھروں کا پوجنا اور یہ ہے پتھر کا چومنا۔ پوجنا اور ہے اور چومنا اور۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مقصد کی تردید نہ کی بلکہ لا تضر ولا تنفع کے لفظ سے جو سامعین دھوکا کھاتے اس کو صاف فرما دیا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ بالذات یہ پتھر میں بالکل نفع و ضرر نہیں تو حضرت فاروق کا فرمان بھی لوگوں کو سمجھانے کے لئے تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ کا بھی رضی اللہ عنہما ہماری تقریر سے روافض اور وہابیوں دونوں کے اعتراض اٹھ گئے۔

تعب ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ یہاں تو سنگ اسود کے بوسہ کے بقول تمہارے خلاف ہیں لیکن خود ہی حضور علیہ السلام سے انہوں نے عرض کیا کہ ہم مقام ابراہیم کو اپنا مصلیٰ بنا لیتے کہ اس کے سامنے سجدہ کرتے اور نفل پڑھتے ان ہی کی عرض پر یہ آیت آئی۔ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ (پارہ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۵) مقام ابراہیم بھی تو ایک پتھر ہی ہے اس کے سامنے نفل پڑھنا اور سجدہ کرنا آپ کو پسند ہے۔

اعتراض (۳): بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ آج کل جو تبرکات حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں خبر نہیں کہ بناوٹی ہیں یا کہ اصل چونکہ ان کے واصلی ہونے کا ثبوت نہیں اس لئے ان کا چومنا ان کی عظمت کرنا منع ہے۔ ہندوستان میں صد ہا جگہ بال مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے نہ تو اس کا پتہ ہے اور نہ ثبوت کہ یہ حضور علیہ السلام کے بال ہیں؟

جواب:- تبرکات کے ثبوت کے لئے مسلمانوں میں یہ مشہور ہونا کہ یہ حضور کے تبرکات ہیں کافی ہیں اس کے لئے آیت قرآنی یا حدیث بخاری کی ضرورت نہیں ہر چیز کا ثبوت یکساں نہیں ہوتا زنا کے ثبوت کے لئے چار متقی مسلمانوں کی شہادت درکار۔ دیگر مالی معاملات کے ثبوت کے لئے دو کی گواہی اور رمضان کے چاند کے لئے صرف ایک عورت کی خبر بھی معتبر، نکاح نسب یا دگاری اور اوقاف کے ثبوت کے لئے صرف شہرت یا خاص علامت کافی ہے۔ ایک پردہ کی آدمی کسی عورت کو ساتھ لے کر مثل زن و شوہر رہتے ہیں۔ آپ اس علامت کو دیکھ کر اس کے نکاح کی گواہی دے سکتے ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے بیٹے فلاں کے پوتے ہیں۔ اس کا ثبوت نہ قرآن سے ہے نہ حدیث سے نہ ہماری والدہ کے نکاح کے گواہ موجود۔ مگر مسلمانوں میں اس کی شہرت جتنا ہی کافی ہے۔ اسی طرح یادگاروں کے ثبوت کے لئے صرف شہرت معتبر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے

اولم یسیروا فی الارض فینظر و کیف کان عاقبة الذین من قبلہم۔

ترجمہ: کیا یہ لوگ زمین کی سیر نہیں کرتے تاکہ دیکھیں ان سے پہلے والوں کا کیا انجام ہوا۔

اس آیت میں کفار مکہ کو رغبت دی گئی ہے کہ گذشتہ کفار کی یادگاروں، ان کی اجڑی ہوئی بستیوں کو دیکھ کر عبرت پکڑیں کہ نافرمانوں کا یہ انجام ہوتا ہے اب یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں جگہ فلاں قوم آباد تھی قرآن نے بھی اس کا پتہ نہ دیا اس کے لئے محض شہرت معتبر مانی۔ معلوم ہوا کہ قرآن نے بھی اس شہرت کا اعتبار فرمایا شفا شریف میں ہے۔

ومن اعظامہ و اکبارہ اعظام جميع اسبابہ و اکرام مشاہدہ و امکنتہ و ما لمسہ علیہ السلام او عرف بہ۔
ترجمہ: حضور علیہ السلام کی تعظیم و توقیر میں سے یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام کے اسباب ان کے مکانات اور جس کو اس جسم پاک سے مس بھی ہو گیا ہو اور جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کی ہے ان سب کی تعظیم کرے۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

شرح شفا میں ملا علی قاری اسی عبارت کے ماتحت فرماتے ہیں۔ ان المراد جميع ما نسب الیہ و یعرف بہ علیہ السلام اس سے مقصد یہ ہے کہ جو چیز حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہو مشہور ہو اس کی تعظیم کرے۔ مولانا عبدالحلیم صاحب لکھنوی نے اپنی کتاب نور الایمان میں یہی عبارت شفا نقل فرما کر و عرف بہ پر حاشیہ لکھا:

ای و لو کان علی وجہ الاشتہار من غیر تبوت اخبار فی آثارہ کذا قال علی بن القاری۔

ترجمہ: اگرچہ یہ نسبت محض شہرت کی بنا پر ہو اور اس کا ثبوت احادیث سے نہ ہو۔ اسی طرح ملا علی قاری نے فرمایا۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مسلک منقسط میں یہی مضمون تحریر فرمایا۔ اسی طرح علماء امت نے احکام حج میں تصانیف شائع کیں اور زائرین کو ہدایت کی کہ حریم شریفین میں ہر اس مقام کی زیارت کرے جس کی لوگ عزت و حرمت کرتے ہوں۔

تعب ہے کہ فقہاء کرام فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کو بھی معتبر مانیں۔ اور یہ مہربان تبرکات کے ثبوت کے لئے حدیث بخاری کا مطالبہ کریں۔

عاشقانِ راجہ کار با تحقیق
ہر کجا نامراوست قربانمرا

حاشیہ.....☆

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد متوفی ۸۷۱ھ لکھتے ہیں۔

و ما یفعلہ بعض الناس من النزول بقرب من المدینۃ و المشی علی اقدامہ الی ان یدخلہا حسن و کل ما کان ادخل فی الادب و الاجلال کان حسنا۔

ترجمہ: بعض لوگ مدینہ کے قریب سواری سے اتر جاتے ہیں اور پیدل چل کر مدینہ میں داخل ہوتے ہیں ان کا یہ فعل مستحسن ہے اور ہر وہ فعل جس کا حضور ﷺ کے ادب اور اجلال میں زیادہ دخل ہو اس کو کرنا مستحسن ہے۔

(فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

لانظام الدین متوفی ۱۱۱۱ھ لکھتے ہیں۔

و ما یفعلہ بعض الناس من النزول بقرب من المدینۃ و المشی الی ان یدخلہا حسن و کل ما کان ادخل فی الادب و الاجلال کان حسنا۔

ترجمہ: اور یہ جو بعض آدمیوں کا دستور ہے کہ مدینہ کے قریب اترتے ہیں اور وہاں سے پیادہ پا چل کر مدینہ میں داخل ہوتے ہیں یہ بہتر ہے اور جس چیز میں ادب اور تعظیم زیادہ ہو وہ بہتر ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

مما احتشام الحسن کا نہ حلوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

اللہ رب العالمین کی محبت و عظمت کے بعد مومن کے پاس اصل جو سرمایہ ہے رسول اللہ ﷺ کی محبت و عظمت ہے اور جس قدر یہ محبت و

لطیفہ:- ہم دھوراجی کاٹھیاواڑ کی مگینہ مسجد میں بارہویں ربیع الاول شریف کو وعظ کہنے گئے وہاں بال مبارک کی زیارت کی جارہی تھی۔ مسلمان زیارت کر رہے تھے درود پاک کا ورد کر رہے تھے کوئی روتا تھا۔ کوئی دعا مانگ رہا تھا۔ غرضکہ عجب پر کیف منظر تھا ایک صاحب ایک کونہ میں منہ بتائے کھڑے تھے معلوم ہوتا تھا کہ ان کے منہ کو لٹوے نے مارا ہے میں نے پوچھا کہ حضرت آپ غصہ میں کیوں ہیں؟ فرمانے لگے کہ مسجدوں میں شرک ہو رہا ہے اس کا کیا ثبوت ہے؟ کہ یہ بال حضور علیہ السلام کا ہے اور اگر ہو بھی تو اس تعظیم کا کیا ثبوت ہے؟ میں نے ان کا جواب نہ دیا بلکہ ان سے پوچھا کہ جناب کا اسم شریف کیا ہے؟ فرمانے لگے عبد الرحمن۔ والد مہربان کا اسم گرامی کیا؟ فرمایا کہ عبد الرحیم۔ ہم نے پوچھا کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ کہ آپ عبد الرحیم صاحب کے فرزند ہیں۔ اولاً تو اس نکاح کے گواہ نہیں اگر کوئی ہو بھی تو وہ صرف عقد نکاح کی گواہی دے گا یہ کیسے معلوم ہوا کہ جناب کی ولادت شریف ان کے ہی قطرے سے ہے تڑپ کر بولے کہ جناب مسلمان کہتے ہیں کہ میں ان کا بیٹا ہوں اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے۔ ہم نے کہا جناب مسلمان کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا بال شریف ہے اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے۔ شرمندہ ہو گئے۔ کہنے لگے یہ اور بات ہے پوچھا کہ جناب کہاں کے تعلیم یافتہ ہیں فرمایا دیوبند کے۔ ہم نے کہا کہ پھر کیا پوچھنا آپ رجسٹری شدہ ہیں۔ مولانا قطب الدین برہمچاری قدس سرہ سے ایک دیوبندی صاحب فرمانے لگے کہ حضور علیہ السلام کو حضور کہنا بدعت ہے نام لینا چاہیے کیونکہ حضور کہنا کہیں ثابت نہیں انہوں نے جواب دیا۔ چپ رہا۔ بولے یہ کیا؟ فرمایا کہ آپ کو جناب یا آپ کہنا بدعت ہے کہیں بھی ثابت نہیں میں یقین کرتا ہوں کہ دیوبندیوں کو بہت زیادہ تکلیف قیامت کے دن ہوگی۔ جبکہ حضور علیہ السلام مقام محمود پر جلوہ گر ہوں گے اور آپ کی شان تمام عالم پر ظاہر ہوگی اللہم ارزقنا شفاعتہ ﷺ۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

حاشیہ.....☆ عظمیت دل و دماغ میں راسخ ہوگی اسی قدر دیا رسول ﷺ کی زیارت کی اہمیت اور فوقیت نمایاں اور آشکارا ہوگی۔ اللہ رب العالمین کی محبت و عظمت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی محبت و عظمت ایک لازمی اور فطری تقاضا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت و عظمت کے بعد ہر اس شے کی عظمت و محبت ہوگی اور شوق و اشتیاق ہوگا جسے رسول اللہ ﷺ کی جانب ادنیٰ انتساب اور وابستگی ہوگی۔

(تجلیات مدینہ ص ۷۷ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ ان تمام اشیاء اور مقامات اور آثار کا اعزاز و اکرام ہو جو رسول اللہ ﷺ کی جانب ادنیٰ انتساب رکھتے ہیں۔ اور یہی شیوہ الفت و آشنائی ہے۔

(تجلیات مدینہ ص ۷۷ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

امام عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں۔

ثم اعلم ان كل ما مال الى التعظيم رسول الله ﷺ لا ينبغي لاحد البحث فيه ولا المطالبة بدليل خاص فيه فان ذلك سوء ادب فقل ما ثبت في رسول الله ﷺ على سبيل المدح لا حرج۔

ترجمہ: پھر اس بات پر یقین رکھ کہ (ہر قول، فعل، تقریر، تحریر) وہ چیز جو حضور ﷺ کی تعظیم کی طرف مائل ہو کسی کو لائق نہیں کہ اس میں بحث کرے۔ اور نہ یہ لائق ہے کہ اس جزئیہ پر دلیل خاص کا مطالبہ کرے۔ کیونکہ یہ بلا شک و شبہ بے ادبی ہے۔ تو جو جی چاہے حضور ﷺ کے حق میں بطریق مدح بیان کر۔ اس میں کسی قسم کا حرج نہیں۔

(كشف الغم عن جميع الامم ج ۲ ص ۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جواہر البحار امام نبہانی ج ۲ ص ۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اعتراض (۴).....۔ نقشہ نعلین اصل نعلین شریف نہیں یہ تمہاری روشنائی تمہارے قلم سے بنایا ہوا فوٹو ہے۔ پھر اس کی تعظیم کیوں کرتے ہو۔

جواب:۔ یہ نقشہ اصل نعلین کی نقل اور اس کی حکایت ہے حکایت کی بھی تعظیم چاہیے لاہور کا چھپا ہوا، قرآن شریف اس کا کاغذ روشنائی آسمان سے نہیں اتری ہماری بنائی ہوئی ہے مگر واجب التعظیم ہے کہ اس اصل کی نقل ہے۔ ہر ماہ ربیع الاول ہر دو شنبہ معظم ہے کہ اصل کی حاکی ہے۔

حاشیہ.....☆

امام تقی الدین السبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اقبل ذا الجدار وذا الجدار

امر على الديار ديار ليلي

ولكن حب من سكن الديار

وما حب الديار شغف قلبي

(۱) میں لیلی کے مکانات پر سے گزرتا ہوں تو اس دیوار اور اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں۔ (۲) مکانات کی محبت نے میرے دل کو

نہیں گھیرا، لیکن اس کی محبت نے جو ان مکانات میں رہا۔

(شفاء السقام فی زیارة خیر الانام عربی اردو ص ۱۰۳ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلیکیشنز لاہور)



بحث عبد النبي ، عبد الرسول نام رکھنا

عبد النبي عبد الرسول عبد المصطفى عبد العلي وغيره نام رکھنا جائز ہے۔ اسی طرح اپنے کو حضور علیہ السلام کا بندہ کہنا جائز ہے قرآن و حدیث و اقوال فقہاء سے ثابت ہے مگر بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اس لئے اس بحث کے بھی ہم دو باب کرتے ہیں۔ باب اول میں اس کا ثبوت دوسرے میں اس پر اعتراض و جواب۔

پہلا باب

اس کے ثبوت میں

قرآن کریم فرماتا ہے:

وانكحوا الايامى منكم والصلحين من عبادكم وامانكم۔

ترجمہ: اور نکاح کرو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔

(پارہ ۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۲)

اس عبارت میں عباد کو کم کی طرف مضاف کیا گیا۔ یعنی تمہارے بندے۔

قل يعبادى الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله۔

ترجمہ: اے محبوب فرما دو کہ میرے وہ بند و جنہوں نے اپنی جانور پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نہ امید نہ ہو۔

(پارہ ۲۴ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۵۳)

اس یا عبادی میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ رب فرماتا ہے کہ اے میرے بند و دوسرے یہ کہ حضور علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ فرما دو اے میرے بندو۔ اس دوسری صورت میں عباد رسول اللہ مراد ہوئے یعنی حضور علیہ السلام کے غلام اور امتی، دوسرے معنی کو بھی بہت سے بزرگان دین نے اختیار فرمایا۔ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بندہ خود خواند احمد در رشاد جملہ رانجواں قل یا عباد

حضور علیہ السلام نے سارے عالم کو اپنا بندہ فرمایا۔ قرآن میں پڑھ لوقل یا عباد۔ حاجی امداد اللہ صاحب رسالہ فتح مکہ ترجمہ شام امدادیہ صفحہ ۱۳۵ میں فرماتے ہیں۔ عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل یا عبادى الذين الاية مرجع ضمير متکلم کا آنحضرت ﷺ ہیں۔ ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی قل یا عبادى الذين الاية آپ کہہ دو کہ میرے بندو۔ ازلۃ الخفاء میں شاہ ولی اللہ صاحب بحوالہ الریاض النضرۃ وغیرہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسر منبر خطبہ میں فرمایا۔

قد كنت مع رسول الله ﷺ فكنت عبده وخادمه۔

ترجمہ: میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ پس میں آپ کا بندہ اور غلام تھا۔

مثنوی شریف میں وہ واقعہ نقل فرمایا۔ جبکہ حضرت صدیق اکبر حضرت بلال کو خرید کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ لائے (رضی اللہ عنہما) تو عرض کیا۔

کردمش آزاد مبربر دوش تو

گفت ما دو بند گان کونے تو

عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کی بارگاہ کے بندے ہیں۔ میں ان کو آپ کے سامنے آزاد کرتا ہوں۔

صاحب درمختار خطبہ درمختار میں اپنا شجرہ علمی بیان فرماتے ہیں۔

فانی ارویہ عن شیخنا الشیخ عبد النبی الخلیلی۔

ترجمہ: میں اس کو اپنے شیخ عبد النبی خلیلی سے روایت کرتا ہوں۔

(درمختار علی حاشیہ صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۳ مطبوعہ مطبعہ جہان پاکستان)

معلوم ہوا کہ صاحب درمختار کے استاد کا نام عبد النبی تھا۔ مرثیہ رشید احمد گنگوہی میں: دواوی محمد حسن صاحب دیوبندی نے لکھا ہے۔

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

جس سے معلوم ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے کالے بندے بھی یوسف ثانی کہلاتے ہیں۔ غرض کہ عبد کی نسبت غیر خدا کی طرف

قرآن و حدیث و اقوال فقہاء اور اقوال مخالفین سے ثابت ہے عرب والے عام طور پر کہتے ہیں۔ عبدی حز شاعر کہتا ہے الواہب الماء تنہ

انہجان و عبده ۱۰

لطیفہ: تقویۃ الایمان میں علی بخش، پیر بخش، غلام علی، مدد بخش، عبد النبی نام۔ کہنے کو شرک کہا۔ مگر تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۱۳ میں

رشید احمد صاحب کا شجرہ نسب یوں ہے مولانا رشید احمد ابن مولانا ہدایت احمد ابن قاضی پیر بخش ابن غلام حسن ابن غلام علی۔ اور ماں کی

طرف سے نسب نامہ یوں لکھا ہے۔ رشید احمد ابن کریم النساء بنت فرید بخش ابن غلام قادر ابن محمد صالح ابن غلام محمد۔ دیوبندی بتائیں کہ

مولوی رشید احمد صاحب کے خاندانی بزرگ مشرک مرتد تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر تھے تو مرتد کی اولاد حلالی ہے یا حرامی۔

دوسرا باب

اس پر اعتراضات و جوابات میں

اعتراض (۱):..... عبد کے معنی ہیں عابد عبادت کرنے والا تو عبد النبی کے معنی ہوں گے نبی کے عبادت کرنے والا اور یہ معنی

صریحی شرکیہ ہیں لہذا ایسے نام منع ہیں۔

جواب: عبد کے معنی عابد بھی ہیں اور خادم بھی۔ جب عبد کو اللہ کی طرف نسبت کیا جاوے گا تو اس کے معنی عابد ہوں گے۔ اور جب غیر اللہ کی

نسبت ہوگی تو معنی ہوں گے خادم غلام لہذا عبد النبی کے معنی ہوئے نبی کا غلام۔ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب تسمیۃ الاولاد میں ہے۔

والتسمیۃ باسم یوجد فی کتاب اللہ تعالیٰ جائزۃ کالعلی والرشید والبدیع لانہ من الاسماء

المشترکہ ویراد فی حق العباد ۱۱ یراد فی حق اللہ تعالیٰ کذا فی السراجیۃ۔

ترجمہ: جو نام قرآن شریف میں پائے جاتے ہیں ان سے نام رکھنا جائز ہے جیسے کہ علی یا رشید اور بدیع کیونکہ یہ اسماء مشترکہ میں سے

ہیں اور بندے کے لئے ان کے وہ معنی موجد ہوں گے جو کہ اللہ کے لئے مراد نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب تسمیۃ الاولاد ج ۵ ص ۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا نام بھی علی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی علی ہے۔ اسی طرح خدا کا نام بھی رشید بدیع وغیرہ ہیں اور

بندوں کے بھی یہ نام ہو سکتے ہیں۔ مگر اللہ کے نام میں ان الفاظ کے معنی اور ہیں اور بندوں کے لئے دوسرے معنی اسی طرح عبد اللہ کے

معنی اللہ کا عابد، عبد النبی کے معنی نبی کا غلام اگر یہ توجیہ نہ ہو تو قرآن کی اس آیت کے کیا معنی ہوں گے۔ من عبادکم

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۲)۔

اعتراض (۲).....: مشکوٰۃ باب الادب الاسامی اور مسلم جلد دوم کتاب الالفاظ من الادب وغیرہ میں ہے۔
لا یقولن احدکم عبدی وامتی کلکم عبيد الله وکل نساء کم اماء الله ولكن لیقل غلامی
و جاریتی۔

ترجمہ: تم میں سے کوئی نہ کہے عبدی امتی (میرا بندہ وغیرہ) تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہیں لیکن یہ
کہے کہ غلامی و جاریتی۔

(صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ عبد کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا خلاف احادیث ہے لہذا احرام ہے اور عبد النبی میں بھی یہ بات موجود ہے
لہذا منع ہے۔

جواب: یہ ممانعت کراہت تنزیہی کے طور پر ہے کہ عبدی کہنا بہتر نہیں بلکہ غلامی کہنا اولیٰ ہے اسی حدیث کے ماتحت نووی شرح مسلم میں ہے۔
فان قيل قد قال النبی علیہ السلام فی اشراط الساعة ان تلد الامة ربتها فالجواب من وجهین
احدهما ان الحديث الثانی لبيان الجواز وان النهی فی الاول للادب و كراهة التنزیه لا للتحريم۔
ترجمہ: اگر کہا جاوے کہ حضور علیہ السلام نے علامات قیامت میں فرمایا کہ لونڈی اپنے رب کو جنے لگی (یعنی بندے کو رب فرمایا) اس
کا جواب دو طرح ہے ایک یہ کہ دوسری حدیث بیان جواز کے لئے ہے اور پہلی حدیث میں ممانعت ادب کے لئے ہے اور کراہت تنزیہی
ہے نہ کہ تحریمی۔

(صحیح مسلم النووی کتاب الالفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مسلم میں اسی جگہ ہے لا یقولن احدکم للعنب الکرم فان الکرم الرجل المسلم۔
(صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)
اسی جگہ یہ بھی ہے لا تسمو العنب الکرم فان الکرم المسلم انکور کو کرم نہ کہو کیونکہ کرم تو مسلمان ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ کتاب الادب باب الاسامی میں ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسامی ص ۴۰۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے۔

لا تسمین غلامک یساراً ولا رباحاً ولا نجیحاً ولا افلح۔

ترجمہ: حکم تو اللہ ہے اسی کا حکم ہے تو تیرا نام ابوالحکم کیوں ہے۔ اپنے غلام کا نام یسار اور رباح اور نجیح اور افلح نہ رکھو۔
(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الاول ص ۴۰۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان تمام احادیث میں ان ناموں سے جو ممانعت ہے کراہت تنزیہی کی بنا پر ہے ورنہ قرآن اور حدیث بلکہ خود احادیث میں سخت
تعارض ہوگا۔ دیکھو رب خدا کا بھی نام ہے اور قرآن کریم میں بندوں کو بھی رب فرماتا ہے کما ربیبانی صغیراً (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت
نمبر ۲۲) قال ارجع الی ربک (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۰) اگر کوئی شخص کسی کو اپنا مربی یا رب کہے تو مشرک نہ ہوگا۔ ہاں اس سے بچے
تو بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ نام رکھنا واجب نہیں۔ لیکن اگر اس زمانہ میں دیوبندیوں وہابیوں کو چڑانے کے لئے یہ نام رکھے تو بہت
باعث ثواب ہے۔ جیسے کہ ہندوستان میں گائے کی قربانی۔ ہم اس کی تحقیق فاتحہ کی بحث میں کر چکے ہیں کہ جس مستحب کام کو اعدائے دین
روکنے کی کوشش کریں اور اس ضرور کرنا چاہیئے۔

بحث اسقاط کا بیان

اس بحث میں تین باتیں عرض کرنی ہیں۔ اسقاط کے معنی۔ اسقاط کرنے کا صحیح طریقہ۔ اسقاط کا ثبوت مگر چونکہ بعض لوگ اسقاط کے بالکل منکر ہیں۔ وہ قسم قسم کے اعتراض کرتے ہیں اس لئے اس بحث کے دو باب کئے جاتے ہیں پہلے باب میں مذکورہ تین باتیں اور دوسرے باب میں اس پر سوال و جواب۔

پہلا باب

اسقاط کے طریقے اور اس کے ثبوت میں

اس باب میں چار باتیں عرض کی جاتی ہیں۔ اسقاط کے کیا معنی ہیں۔ اسقاط کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ اسقاط کرنے سے فائدہ کیا ہے اسقاط کا ثبوت کیا ہے (۱) اسقاط کے لغوی معنی ہیں گرا دینا۔ اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ میت کے ذمہ جو احکام شرعیہ رہ گئے ہوں ان کو اس کے ذمہ سے دور کرنا۔ چنانچہ وجیز الصراط میں ہے اسقاط آں چیز است کہ دور کردہ شود از ذمہ میت بہ اس کہ میسر شود۔ اسقاط کا فائدہ یہ ہے کہ مسلمان سے بہت سے شرعی احکام عہد اسہوا خطا۔ رہ جاتے ہیں۔ جس کو وہ اپنی زندگی میں ادا نہ کر سکا۔ اور بعد موت ان کی سزا میں گرفتار ہے اب نہ تو ادا کرنے کی طاقت ہے نہ اس سے چھوٹنے کی کوئی سبیل۔ شریعت مطہرہ نے اس بیکسی کی حالت میں اس میت کی دستگیری کرنے کے لئے کچھ طریقے تجویز فرمادئے کہ اگر ولی میت وہ طریقہ میت کی طرف سے کر دے تو بیچارہ مردہ چھوٹ جاوے اس طریقہ کا نام اسقاط ہے حقیقت میں یہ میت کی ایک طرح کی مدد ہے۔ وہابی دیوبندی جس طرح کہ زندہ مسلمان کے دشمن ہیں اسی طرح مردوں کے بھی دشمن کہ ان کو نفع پہنچانے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اسقاط کا طریقہ یہ ہے کہ میت کی عمر معلوم کی جاوے اس میں سے نو سال عورت کے لئے اور بارہ سال مرد کے لئے نکال دو اب جتنے سال بچے اس میں حساب لگاؤ کتنی مدت تک وہ بے نمازی یا بے روزہ رہا۔ یا نمازی ہونے کے زمانہ میں کس قدر نمازیں اس کی باقی رہ گئیں ہیں کہ نہ وہ پڑھی اور نہ قضا کی اس لئے زیادہ سے زیادہ اندازہ لگا لو۔ جتنی نمازیں حاصل ہوں فی نماز ۵۷ روپے اٹھنی بھر گئی ہوں خیرات کر دو۔ یعنی جو فطرہ کی مقدار ہے وہ ہی ایک نماز کے فدیہ کی۔ وہ ہی ایک روزے کی۔ تو ایک دن کی چھ نمازیں، پانچ فرض اور ایک وتر واجب ان کا فدیہ تقریباً بارہ سیر گندم ہوئے اور ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ ۹ من گندم تقریباً اور سال کی نمازوں کا ۱۰۸ من گندم ہوتا ہے۔ اب اگر کسی کے ذمہ دس بیس سال کی نمازیں ہیں تو صد ہا من غلہ خیرات کرنا ہوگا۔ شاید کوئی بڑا دیندار مالدار ہو تو یہ کر سکے مگر غربا سے ناممکن۔ ان کے لئے یہ طریقہ ہے کہ ولی میت بقدر طاقت گندم یا اس کی قیمت لے مثلاً ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ ۹ من تھا تو ۹ من گندم یا اس کی قیمت لے اور کسی مسکین کو اس کا مالک کر دے وہ مسکین یا تو دوسرے مسکین کو یا خود مالک کو بطور ہبہ وہ پھر اس فقیر کو صدقہ دے ہر بار کے صدقہ میں ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ ادا ہوگا۔ بارہ بار صدقہ کیا۔ ایک سال کا فدیہ ادا ہوا۔ اسی طرح چند بار گھمانے میں پورا فدیہ ادا ہو جائے گا۔ نمازوں کے فدیہ سے فارغ ہو کر اسی طرح روزہ اور زکوٰۃ کا فدیہ ادا کر دیں رحمت الہی سے امید ہے کہ میت کی مغفرت فرما دے۔ اسقاط کا یہ طریقہ صحیح ہے۔ پنجاب۔ میرا جو عام طور پر مروج ہے کہ مسجد سے قرآن پاک کا نسخہ منگایا۔ اس پر ایک روپیہ رکھا اور چند لوگوں نے اس کو ہاتھ لگایا پھر مسجد میں

واپس کر دیا اس سے نمازوں کا فدیہ ادا نہ ہوگا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کی کوئی قیمت ہی نہیں۔ لہذا جب قرآن شریف کا نسخہ خیرات کر دیا سب نمازوں کا فدیہ ادا ہوگا مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس میں اعتبار تو قرآن کے کاغذ لکھائی چھپائی کا ہے اگر دو روپیہ کا یہ نسخہ ہے تو دو روپیہ کی خیرات کا ثواب ملے گا۔ ورنہ پھر وہ مالدار جن پر ہزار روپیہ سالانہ زکوٰۃ واجب ہوتی ہے وہ کیوں اتنا خرچ کریں صرف ایک قرآن پاک کا نسخہ خیرات کر دیا کریں۔ غرض کہ یہ طریقہ صحیح نہیں طریقہ صحیح نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے اسقاط کا مقصد حاصل نہ ہوگا کہ حرام ہے بلا دلیل کسی شے کو صرف اپنی رائے سے حرام کہنا تو فضلاء دیوبند ہی کا کام ہے بقدر خیرات ثواب مل جاوے گا۔

نوٹ:- ہم نے فدیہ کو جو وزن بیان کیا کہ چھ نمازوں کا بارہ سیر۔ یہ ہر جگہ کے لئے نہیں ہے ایک نماز کا فدیہ ۵۷ روپیہ اٹھنی پھر گندم ہوتے ہیں۔ ہر صوبہ کے لوگ اس سے اپنے یہاں کے سیر سے حساب لگائیں۔

اسقاط کے ثبوت میں تین بحثیں کرنا ہیں ایک تو یہ کہ حرام سے بچنے ثواب حاصل کرنے یا شرعی ضرورت پوری کرنے کے لئے شرعی حیلے جائز ہیں۔ دوسرے یہ کہ نمازوں کا فدیہ مال سے ہو سکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ خود اسقاط کا ثبوت کیا ہے۔

پہلی فصل..... حیلہ شرعی کے جواز میں

شرعی حیلے کرنا ضرورت کے وقت جائز ہیں۔ قرآن کریم احادیث صحیحہ اقوال فقہاء سے اس کا ثبوت ہے حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ میں اپنی بیوی کو سو لکڑیاں ماروں نگار رب تعالیٰ نے ان کو تعلیم فرمایا کہ تم ایک جھاڑو لے کر ان کو مارو اور اپنی قسم نہ توڑو۔ قرآن مجید نے اسی قصہ کو نقل فرمایا وخذ بيدك ضعفا فاضرب به ولا تحنث تم اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر مار دو اور قسم نہ توڑو۔

(پارہ ۲۳ سورۃ ص آیت نمبر ۴۴)

حاشیہ.....☆

سیدنا ایوب علیہ السلام سے رب العزت نے فرمایا تھا کہ اے ایوب تم نے اپنی زوجہ کے بارے میں قسم لکھائی تھی کہ اے بی بی میں تجھے سو سو لکڑی ماروں گا۔ اب تو ایک سو ۱۰۰ تنکے کا جھاڑو لے کر مار لے تاکہ تم اپنی قسم میں حانث نہ ہو۔ پھر سیدنا ایوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ تفصیلاً واقعہ کتب تفاسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد بن عمرو بن ابی عاصم الشیبانی متوفی ۲۸۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي حدثنا ابو المغيرة اخبرنا صفوان اخبرنا عبد الرحمن ابن جبير قال لما ابتلى النبي بماله وولده وجسده طرح في المزبلة جعلت امراته تخرج تكسب عليه ما تطعمه فحسده الشيطان ذلك وكان ياتي اصحاب الخبز والشواء الذين كانوا يتصدقون عليها فيقول اطرءوا هذه المرأة التي تفشاكم فانها تعالج صاحبها كجراحات بيدها فالباس يقتذرون طعامكم من اجلها انها تاتيكم وتغشاكم فجعلوا لا يدنو منها منهم ويقولون ونحن نطعمك ولا تقربينا فاجبرت ايوب بذلك فحمد الله عز وجل على ذلك فكان يلقاها اذا خرجت كالمتحزن بما لقي ايوب فيقول تج صاحبك وابي الا ما ابى فوالله لو تكلم بكلمة واحدة لكشف عنه كل ضرر ولرجع اليه ماله وولده فتجنى فتخبر ايوب عليه السلام بذلك فيقول لها لفيك عدو الله وعصافير هذا الكلام لما اعطانا الله عز وجل المال والولد امنا به واذا قبض الذي ما تكفر به لئن اقامني الله عز وجل من مرضى هذا لاجلدنك مائي جلدة قال فلذلك قال الله عز وجل وخذ بيدك ضعفا فاضرب به ولا تحنث يعني بالضغث القبضة من المكانس۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے مال، اولاد اور جسم میں آزمائش میں ڈالا گیا اور انہیں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا۔ آپ کی بیوی جاتی تو اتنا کماتی جتنا آپ کو کھلاتی۔ شیطان نے اس پر حسد کیا۔ وہ مالدار لوگوں کے پاس آتا جو اس عورت پر صدقہ کرتے اور کہتا اس عورت کو دور بھگا دو جو تمہارے پاس آتی ہے کیونکہ یہ اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے۔ اب وہ آپ کی بیوی کو قریب نہ آنے دیتے اور کہتے ہم سے دور رہ۔ ہم تجھے کھانا دے دیں گے تو ایوب علیہ السلام سے بات کی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ جب آپ کی بیوی آپ کے پاس سے جاتی تو شیطان اس سے ملتا اور یہ ظاہر کرتا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو جو مصیبت پہنچی اس پر وہ بڑا دکھی ہے اور کہتا تیرے خاوند نے جھگڑا کیا اور انکار کیا مگر اللہ نے انکار نہیں کیا اگر وہ ایک بات کہہ دیتا تو اس سے ہر تکلیف دور ہو جاتی اس کا مال اور اولاد سب واپس آ جاتے بیوی حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آتی اور آپ کو بتاتی حضرت ایوب علیہ السلام اسے فرماتے تجھے اللہ کا دشمن ملا ہے اور اس نے یہ بات تجھے سکھائی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے میری مرض سے شفا دی تو میں تجھے سو کوڑے ماروں گا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وخذ بیدک ضغثاً فاضرب به ولا تحنث۔ اس مراد کھجور کی شاخوں گٹھا ہے۔

(کتاب التزہد لابن ابی عاصم بلاء ایوب علیہ السلام ج ۱ ص ۸۹ مطبوعہ دار الریان للتراث القاہرہ)، (جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۲۳ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب التزہد لامام احمد ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۵ ص ۵۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج عبد بن حميد عن الضحاك رضى الله عنه (وخذ بيدك ضغثاً) قال جماعة من الشجر وكانت لايوب عليه السلام خاصة وهي لنا عامة۔

ترجمہ: امام عبد بن حمید - اللہ علیہ - نے حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ضغثاً سے مراد درختوں کی ایک جماعت ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے خاص اور ہمارے لئے عام ہے۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۵ ص ۵۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر المہدوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

وهي رخصة باقية في الحدود۔

ترجمہ: یہ رخصت حدود میں باقی ہے۔

(انوار التنزیل المعروف بتفسیر البیضاوی ج ۵ ص ۴۰۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

واختلف العلماء في هذا الحكم هل هو عام او خاص بایوب فروى عن مجاهد انه عام للناس ذكره ابن عربي۔ وحكى عن القشيري ان ذلك خاص بایوب۔ وحكى المهدوي عن عطاء بن ابي رباح انه ذهب الى ان ذلك حكم باق۔ وانه اذا ضرب بمائه قضيب ونحوه ضربة واحدة بر۔ وروى نحوه الشافعي وروى نحوه عن النبي ﷺ في المقعد الذي حملت منه الوليدة وامر ان يضرب بعشكول فيه مائة شمراخ ضربة واحدة۔

وقال القشيري وقيل لعطاء هل يعمل بهذا اليوم؟ فقال ما انزل القرآن الا ليعمل به ويتبع الخ۔

ترجمہ: علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حکم عام ہے یا ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔ پس روایت ہے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے کہ یہ حکم عام ہے تمام لوگوں کے لئے اس قول کو امام ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور حکایت بیان کی گئی ہے امام قشیری

حاشیہ.....☆

رحمة الله عليه سے کہ یہ خاص ہے حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ۔

اور مہدی نے عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت بیان کرتے ہیں کہ وہ اس طرف گئے ہیں کہ اس کا حکم باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سویا اس کی مثل بنڈل ایک دفعہ مارا جائے تو کفایت کرے گا اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور اسی طرح نبی کریم ﷺ سے مروی ہے اس معتمد کے بارے میں جو بچے سے حاملہ ہو کہ آپ نے سوتکے والے جھاڑو سے ایک دفعہ مارنے کا حکم فرمایا۔ اور امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اس حکم پر آج بھی عمل کیا جائے گا تو آپ نے جواب دیا کہ قرآن تو عمل کرنے کے لیے اور اتباع کرنے کے لیے اتارا گیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

وهل ذلك خاص له ام لا فيه قولان احدهما انه عام وبه قال ابن عباس و عطاء بن ابي رباح وابن ابي ليلى والثاني انه خاص لا يوب قاله مجاهد۔

ترجمہ: کیا یہ حیلہ حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے خاص تھا۔ یا نہیں اس میں دو قول ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ابی لیلیٰ کا یہ قول ہے کہ یہ عام ہے۔ دوسرا قول کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

(زاد المسیر ج ۷ ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

وهذه الرخصة باقية وعن النبي ﷺ انه اتى بمجذم خبث بامة فقال خذوا عثكالا فيه مائة شمراخ فاضربوه به ضربة۔

ترجمہ: اور یہ رخصت باقی ہے حضور ﷺ سے روایت ہے کہ مجزم آپ کے پاس لایا گیا جس نے باندی سے زنا کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سوتکوں والا جھاڑو لو اور اس کو ایک دفعہ مارو۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں۔

وهذه الرخصة باقية۔

ترجمہ: یہ رخصت باقی ہے۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والذیچہ پشاور)

امام علی بن محمد الحازن متوفی ۷۱۵ھ لکھتے ہیں۔

وهل ذلك لا يوب خاصة ام لا؟ فيه قولان احدهما انه عام وبه قال ابن عباس و عطاء بن ابي رباح والثاني انه خاص لا يوب۔

ترجمہ: کیا یہ حیلہ حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے خاص تھا۔ یا نہیں اس میں دو قول ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ یہ عام ہے۔ دوسرا قول امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

(الباب الاول فی معانی التنزیل المعروف بتفسیر خازن ج ۳ ص ۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے چاہا کہ بنیامین کو اپنے پاس رکھیں اور راز ظاہر نہ ہو۔ اس کے لئے بھی ایک حیلہ ہی فرمایا جس کا مفصل ذکر سورہ یوسف میں ہے۔

(کنز الایمان سورۃ یوسف آیت نمبر ۷۶ پارہ ۱۳)

ایک بار حضرت سارا نے قسم کھائی تھی کہ میں قابو پاؤں گی تو حضرت ہاجرہ کا کوئی عضو قطع کروں گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی آئی کہ ان کی آپس میں صلح کرا دو۔ حضرت سارا نے فرمایا کہ میری قسم کیسے پوری ہو۔ تو ان کی تعلیم دی گئی کہ حضرت ہاجرہ کے کان چھید دیں۔ مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الربوا میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں عمدہ خرے لائے۔ حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے لائے۔ عرض کیا کہ میرے پاس کچھ ردی خرے تھے میں نے دو صاع ردی خرے دیئے اور ایک صاع عمدہ خرے لے لئے فرمایا کہ یہ سود ہو گیا۔ آئندہ ایسا کرو کہ ردی خرے پیسوں کے عوض فروخت کرو اور ان پیسوں کے اچھے خرے لے لو۔

(صحیح مسلم باب الربوا ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۰ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

دیکھو یہ سود سے بچنے کا ایک حیلہ ہے۔

حاشیہ.....☆

محمد بن ابی بکر المدنی الشہر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

واخبر تعالیٰ عن نبیہ یوسف علیہ السلام انه جعل صواعه فی رحل اخیه يتوصل بذلك الى اخذه من اخوته ومدحه بذلك واخبر انه برضاه واذنه كما قال كذلك كدنا لیوسف ما كان لياخذ اخاه فی دین الملك الا ان يشاء الله نرفع درجات من نشاء وفوق كل ذی علم علیم [یوسف:] فاخبر ان هذا كیده نبیہ وانه بمشیتہ وانه یرفع درجۃ عبده بلطیف العلم ودقیقه الذی لا یهتدی الیه سواه وان ذلك من علمه وحکمتہ۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں خبر دی کہ انہوں نے اپنا برتن اپنے بھائی کی سواری میں رکھ دیا تاکہ اپنے سوتیلے بھائیوں میں سے اپنے سکے بھائی کو حاصل کر سکیں اور اللہ تعالیٰ نے اسے مقام مدح میں بیان فرمایا اور خبر دی کہ یہ کام اللہ کی رضا اور اس کی اجازت سے ہوا۔ جیسے کہ اس نے فرمایا کہ یہ یوسف علیہ السلام کا حیلہ تھا۔ اور یہ اس کی مشیت سے تھا اور وہ اپنے بندے کے درجہ و مرتبے کو بلند فرماتا ہے لطیف و باریک علم کے ساتھ اور علم کے دقائق کے ساتھ جس کو اس کے سوا کوئی نہیں پاسکتا اور یہ اس کے علم و حکمت میں سے ہے۔

(اعلام الموقعین عن رب العالمین فصل عن حج الذین جوزوا لخل ج ۳ ص ۱۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

وهذا من الكید المحبوب المراد الذی یحبہ الله ویرضاه لما فیہ من الحکمة والمصلحة المطلوبة۔

ترجمہ: اور یہ پسندیدہ حیلہ ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کو پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہے کیونکہ اس میں حکمت اور مصلحت ہے جو مطلوب ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۹۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عالمگیری نے حیلوں کا مستقل باب لکھا جس کا نام ہے کتاب الحیل اسی طرح الاشباہ والنظائر میں کتاب الحیل وضع فرمائی۔ چنانچہ عالمگیری کتاب الحیل اور ذخیرہ میں ہے۔

كل حيلة يحتال بها الرجل لا بطلان حق الغير او لا دخال شبهة فيه او لتمويه باطل فهي مكروهة و كل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام او ليتوصل بها الى حلال فهي حسنة والاصل في جواز هذا النوع (الخ)۔

ترجمہ: جو حیلہ کسی کا حق مارنے یا اس میں شبہ پیدا کرنے یا باطل سے فریب دینے کے لئے کیا جاوے وہ مکروہ ہے اور جو حیلہ اس لئے کیا جاوے کہ اس سے آدمی حرام سے بچ جاوے یا حلال کو پالے وہ اچھا ہے اس قسم کے حیلوں کے جائز ہونے کی دلیل۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الحیل ج ۶ ص ۲۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

وهي ما يتوصل به الى مقصود بطريق خفي وهي ثم العلماء على اقسام بحسب الحامل عليها فان توصل بها بطريق مباح الى ابطال حق او اثبات باطل فهي حرام او الى اثبات حق او دفع باطل فهي واجبة او مستحبة وان توصل بها بطريق مباح الى بالاجماع من وقوع في مكروه فهي مستحبة او مباحة او الى ترك مندوب فهي مكروهة۔

ترجمہ: کسی خفیہ طریقہ سے مقصود کے حاصل کرنے کو حیلہ کہتے ہیں، علماء کے نزدیک اس کی کئی اقسام ہیں:

(۱) اگر جائز طریقہ سے کسی کا حق باطل کیا جائے یا کسی باطل (مثلاً سود، رشوت وغیرہ) کو حاصل کیا جائے تو یہ حیلہ حرام ہے۔

(۲) اگر جائز طریقہ سے کسی حق کو حاصل کیا جائے یا کسی باطل یا ظلم کو دفع کیا جائے تو یہ حیلہ مستحب یا واجب ہے۔

(۳) اگر جائز طریقہ سے کسی ضرر سے محفوظ رہا جائے تو یہ حیلہ مستحب یہ مباح ہے۔

(۴) اگر جائز طریقہ سے کسی مستحب کو ترک کرنے کا حیلہ کیا جائے تو یہ مکروہ ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۳۲۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن عمرو المعروف بالخصاف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پورنی ایک کتاب بنام ”کتاب الحیل“ لکھی ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ امام

الخصاف رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الحنفیہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

العلامة شيخ الحنفية ابوبكر احمد بن عمرو بن مهير الشيباني الفقيه الحنفي المحدث۔

اور ان کے کتابوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

صنف كتاب الحيل وكتاب الشروط الكبير ثم اختصره والرضاع وادب القاضي والعصير واحكامه واحكام الوقوف وذرع الكعبة والمسجد والقبر۔

(سير اعلام النبلاء ذكر الخصاف رحمۃ اللہ علیہ ج ۱۳ ص ۱۲۳ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

علامہ زین الدین بن نجیم متوفی ۷۹۰ھ لکھتے ہیں۔

قال في الملتقط قال ابو سليمان كذبوا على محمد ليس له كتاب الحيل و انما هو الهرب من الحرام والتخلص منه حسن قال الله تعالى خذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث۔

ترجمہ: ملتقط میں ہے کہ ابوسلیمان نے فرمایا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان تراشا گیا ہے کہ انہوں نے کتاب الحیل نہیں لکھی

رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہیکہ اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اس سے مارو یہ حضرت ایوب علیہ السلام کو قسم سے بچنے کی تعلیم تھی اور عام مشائخ اس پر ہیں کہ اس آیت کا حکم منسوخ نہیں اور یہ بھی صحیح اور یہ بھی صحیح مذہب ہے حموی شرح اشباہ اور تارخانہ میں جواز حیلہ کی بہت نفیس تقریر فرمائی چنانچہ بحث کے دوران میں فرماتے ہیں۔

وعن ابن عباس انه قال وقعت وحشة بين هاجرة وسارة فحلفت سارة ان ظفرت بها قطعت عضوا منها فارسل الله جبريل الى ابراهيم عليه السلام ان يصلح بينهما فقالت سارة ما حيلة يميني فادحى الله الى ابراهيم عليه السلام ان يامر سارة ان تتقب اذني هاجر فمن ثم نقوب الاذن۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت سارہ و ہاجرہ رضی اللہ عنہما میں کچھ جھگڑا ہو گیا۔ حضرت سارہ نے قسم کھائی کہ مجھے موقع ملا تو ہاجرہ کا کوئی عضو کاٹ دوں گی۔ رب تعالیٰ نے حضرت جبریل کو ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا کہ ان میں صلح کرادیں حضرت سارہ نے عرض کیا تو میری قسم کا کیا حیلہ ہوگا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی آئی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حکم دو کہ وہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے کان چھیدویں۔ اسی وقت سے عورتوں کے کان چھیدے گئے۔

(فن الخلیل حموی علی الاشباہ والنظائر ج ۲ ص ۲۹۱-۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

ان قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اور فقہی عبارات سے حیلہ شرعی کا جواز معلوم ہوا۔

دوسری فصل..... روزے نماز کے فدیہ کے بیان میں

روزے کا فدیہ تو قرآن سے ثابت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وعلى الذين يطيقونه فديته طعام مسكين۔

ترجمہ: اور جن کو اس روزے کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا۔

(سورۃ البقرہ پارہ ۲ آیت نمبر ۱۸۳)

اس سے معلوم ہوا کہ مجبور، بوڑھا یا مریض کا مریض جب روزے کے قابل نہ رہے تو ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا دے اور نماز بمقابلہ روزے کے زیادہ مہتمم بالشان ہے اس لئے نماز کو روزے کے حکم میں رکھا گیا۔ چنانچہ اسی آیت کے ماتحت تفسیرات احمدیہ شریف میں ملا احمد جیون قدس سرہ فرماتے ہیں۔

والصلوة نظير الصوم بل اهم فيه فامرنا به بالقدية احتياطاً ورجونا القبول من الله تعالى فضلا۔

ترجمہ: نماز روزے کی مثل ہے بلکہ اس سے بھی اہم لہذا ہم نے اس میں بھی فدیہ کا احتیاطاً حکم دیا اور رب تعالیٰ کے فضل سے قبول کی امید ہے۔ (التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الايات الشرعیہ ص ۶۱ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

منار میں ہے۔

ووجوب الفدية في الصلوة للاحتياط۔

حاشیہ.....☆

حالانکہ یہ حیلہ حرام سے اجتناب اور اس سے بچاؤ کی ایک صورت ہے اور وہ جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

کہ آپ اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر انہیں ماریں اور قسم نہ توڑیں۔

(الاشباہ والنظائر الفتن الحاس منہ وھو فن الخلیل ج ۲ ص ۲۹۱-۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

ترجمہ: نماز میں فدیہ کا واجب ہونا احتیاطاً ہے۔

شرح وقایہ میں ہے۔

وفدية كل صلوٰة كصوم يوم وهو الصحيح۔

ترجمہ: ہر نماز کا فدیہ ایک دن کے روزے کی طرح ہے اور وہ ہی صحیح ہے۔

(شرح وقایہ کتاب الصوم باب موجب الافساح ص ۳۱۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

شرح الیاس میں ہے۔

ويعتبر فدية كل صلوٰة فائت كصوم يوم ای كفدية يوم۔

ترجمہ: ہر فوت شدہ نماز کے فدیہ کا اعتبار ایک دن روزے پر ہے یعنی ایک دن کے روزے کی طرح ہے۔

فتح القدیر میں ہے۔

من مات وعليه قضاء رمضان فاوصى به اطعم عنه وليه لكل يوم مسكينا نصف صاع من بر او صاعاً من تمر او شعير لانه عجز الاداء وكذلك اذا اوصى بالا طعام عن الصلوٰة۔

ترجمہ: جو شخص مر جائے اور اس پر رمضان کی قضاء ہے جس اس نے وصیت کی تو اس کی طرف سے اس کا ولی ہر دن کے عوض ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع خرے یا جو دیدے کیونکہ میت اب ادا سے مجبور ہو گیا اور اسی طرح جبکہ اس نے نماز کے بدلے میں کھانا دینے کی وصیت کی ہو۔

(فتح القدیر باب ما یوجب القضاء والكفارة ج ۲ ص ۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

اعلم انه قدور النص فی الصوم باسقاطه بالفدية اتفقت كلمته المشائخ علی ان الصلوٰة كالصوم استحساناً واذا علمت ذلك تعلم جهل من يقول ان اسقاط الصلوٰة لا اصل له ابطال للمتفق علیه من المذهب۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی اسقاط الصلوٰة والصوم ص ۳۵۳ مطبوعہ مکتبہ انصاریہ کابل افغانستان)
ان عبارات سے معلوم ہوا کہ نماز و روزے کا فدیہ دینا جائز ہے اور قبول کی امید ہے بلکہ احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچے نسائی نے اپنے سنن کبریٰ اور عبد الرزاق نے کتاب الوصایا میں سیدنا عبد اللہ ابن عباس سے نقل فرمایا۔

لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد ولكن یطعم عنه مکان كل يوم مدین من حنطة۔

ترجمہ: کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھو نہ روزہ رکھے اس کی طرف سے ہر دن ہر دن کے عوض دو مد گندم (آدھا صاع) خیرات کر دے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۸۰۰۳ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکتبہ المکتبہ)

حاشیہ.....☆

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی سن ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

انبا محمد بن عبد الاعلی قال حدثنا یزید وهو بن زریع قال حدثنا حجاج الاحول قال حدثنا ایوب بن موسی عن عطاء بن ابی رباح عن بن عباس قال ثم لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن ولكن یطعم عنه مکان كل يوم مدا من حنطة صوم الولی عن المیت۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کوئی نہ کسی کی طرف سے نماز پڑھے نہ روزہ رکھے لیکن ولی میت کی طرف سے ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

(سنن الکبریٰ للنسائی ج ۲ ص ۷۵ رقم الحدیث ۲۹۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مشکوٰۃ باب الصوم باب القضاء میں ہے۔

قال مات وعليه صيام شهر رمضان فليطعم عنه مكان كل يوم مسكين۔

ترجمہ: جو مر جائے اور اس کے ذمہ ماہ رمضان کے روزے ہوں تو چاہئے کہ اس کی طرف ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا دیا جاوے۔
(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصوم باب القضاء ص ۸۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

غرض کہ نماز و روزے کا فدیہ سال سے دینا شریعت میں وارد ہے اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

تیسری فصل

مسئلہ اسقاط کے ثبوت میں

اسقاط کا طریقہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اس کا ثبوت تقریباً ہر فقہی کتاب میں ہے۔ چنانچہ نور الایضاح میں اسی مسئلہ اسقاط کے لئے ایک خاص فصل مقرر کی فصل فی اسقاط الصوم والصلوة یعنی یہ فصل نماز و روزے کے اسقاط میں ہے اس میں فرماتے ہیں
ولا يصح ان بصوم ولا ان يصلي عنه وان لم يف ما اوصى به عما عليه يدفع ذلك المقدار للفقير
فيسقط عن الميت بقدره ثم يهبه الفقير وهكذا حتى يسقط ما كان على الميت من صيام و صلوة
ويجوز عطاء فديته صلوات لو احدا جملة بخلاف كفارة اليمين۔

ترجمہ: وہ ہی ہے جو ہم نے طریقہ اسقاط میں بیان کیا۔

(نور الایضاح فصل فی اسقاط الصوم والصلوة مطبوعہ دار الفکر دمشق)

حاشیہ.....☆

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

روی النسائي في الكبرى باسناد صحيح۔

ترجمہ: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن الکبریٰ میں صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

(مختصر الخیر کتاب الصیام ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عمر قال لا يصلي احدا عن احد ولا يصوم من احد عن احد ولكن ان كنت فاعلاً
تصدق عنه۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے اگر کرنا ہی ہے تو اس کی طرف سے صدقہ دو۔

(معنف عبدالرزاق کتاب الوصایا ج ۹ ص ۶۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام ابو یوسف یعوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ لکھتے ہیں۔

قال حدثنا يوسف عن ابيه حنيفة عن حماد عن ابراهيم انه قال لا يصوم احدا عن احد ولا يصلي
احدا عن احد۔

در مختار باب قضاء الفوائت میں ہے۔

ولو لم يترك مالا يستقرض وارثه نصف صاع مثلاً ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم و ثم حتى يتم۔
(الدر المختار باب القضاء الفوائت ص ۷۳ مطبوعہ مجتبیٰ پاکستان ہسپتال روڈ لاہور)، (میز الجلیل لبيان اسقاط ما على الذمة من كثير وكليل، الرسالة الثامنة من مجموعة رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۲۱۸ مطبوعہ سکیل اکیڈمی لاہور)

اس کا ترجمہ وہی ہے جو طریقہ اسقاط میں بیان ہوا۔ اس کی شرح میں شامی میں اس اسقاط کی اور زیادہ وضاحت فرمائی چنانچہ فرماتے ہیں۔
والا قرب ان يحسب على الميت ويستقرض بقدره بان يقدر عن كل شهر او سنة او يحسب مدة عمره بعد اسقاط اثني عشر سنة للذكر وتسع سنين للأنثى لانها اقل مدة بلو غهما فيجب عن كل شهر نصف عذارة فتح القدير بالمدا لد مشقى مد زماننا ولكل سنة شمسية ست عذائر فيستقرض قيمتها ويدفعها لفقير ثم يستوهبها منه ويتسلمها منه لنتم الهبة ثم يدفعها لذلك الفقير او لفقير اخر وهكذا فيسقط في كل مرة كفارة سنة بعد ذلك يعيد الدور للكفارة الصيام ثم الاضحية ثم الايمان لكن لا بد في كفارة الايمان من عشرة مسكين بخلاف فدية الصلوة فانه يجوز اعطاء فدية صلوات للواحد۔

ترجمہ: یعنی اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ حساب کر کے کہ میت پر کتنی نمازیں اور روزے وغیرہ ہیں اور اس اندازے سے قرض لے اس طرح کہ ایک ایک مہینہ یا ایک ایک سال کے اندازے سے لے یا میت کی کل عمر کا اندازہ کرے اور پوری عمر میں سے بلوغ کی کم از کم مدت جو مرد کے لئے بارہ سال ہے اور عورت کے لئے نو سال وضع کر دے پھر حساب کر لے تو ہر مہینہ کی نمازوں کا فدیہ نصف عذارہ ہوگا (فتح القدير و مشقی مد سے) اور ہر شمس سال کا کفارہ چھ عذارہ ہوا پس وارث اس کی قیمت قرض لے اور فقیر کو اسقاط کے لئے دے پھر فقیر اس کو دیدے اور وارث ہبہ قبول کر کے موہوب پر قبضہ کر لے۔ پھر وہ ہی قیمت اسی فقیر کو یا دوسرے کو فدیہ میں دے اسی طرح دورہ کرتا رہے تو ہر دفعہ میں ایک سال کا کفارہ ادا ہوگا اور اس کے بعد روزہ اور قربانی کے کفارہ کے لئے پھر قسم کے لئے لیکن کفارہ قسم میں دس مسکینوں کا ہونا ضروری ہے بخلاف فدیہ نماز کے کہ اس میں چند نمازوں کا فدیہ ایک شخص کو دے سکتا ہے۔

(رد المحتار علی در المختار باب قضاء الفوائت۔ مطلب فی اسقاط الصلوة عن الميت ج ۱ ص ۵۴۲-۵۴۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہ بالکل وہی طریقہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔ الاشباہ والنظائر میں ہے۔

اراد الفديته عن صوم ابيه او صلواته وهو فقير يعطى منوين من الحنطته فقيراً ثم يستوهبه ثم يعطيه وهكذا الى ان يتم۔

مرآۃ الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے۔

فحيلته لا براء ذمته الميت عن جميع ما عليه ان يدفع ذلك المقدار اليسير بعد تقديره يمشيني

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضرت ابراہیم (نحی) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے۔

(کتاب الامار لایام ابو یوسف باب فی الصیام ص ۷۵ رقم الحدیث ۷۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں۔

عن عبد الله بن عمر وعن ابراهيم النخعي انهما قال لا يصلي احد عن احد ولا يصوم احد عن احد۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان دونوں نے فرمایا نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے۔

(کتاب الاصل المعروف بالموسوۃ للشیبانی کتاب الصوم ج ۲ ص ۲۳۰ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

من صیام او صلوة او نحوه و یعطیه للفقیر بقصد اسقاط ما یرد عن المیت ثم بعد قبضه یرهبه الفقیر للولی او للاجنبی و یقبضه ثم یدفعه الموهوب له للفقیر کجهته الاسقاط متبرء به عن المیت ثم یرهبه الفقیر للولی (الی ان قال) وهذا هو المخلص ان شاء الله تعالى۔

ترجمہ وہ ہی ہے جو اوپر گزرا۔

(مرآتی الفلاح شرح نور الایضاح فصل فی اسقاط الصلوة والصوم ص ۳۵۷ مطبوعہ مکتبۃ انصاریہ کابل افغانستان)

عالمگیری میں ہے۔

وان لم يترك مالا يستقرض ورثته نصف صاع ويدفع الى مسكين ثم يتصدق مسكين على بعض ورثته ثم يتصدق حتى يتم الكل كذا في الخلاصه-

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الصلوٰۃ باب الحادوی عشر فی قضاء القوائت ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی طرح بحر الرائق۔ یعنی کنز الدقائق۔ جامع الرموز۔ معتمد ظہریہ النقایہ فتاویٰ قاضی خان۔ قرائد۔ جواہر القول المختصر وغیرہ کتب فقہ میں ہے مگر طوالت کے خوف سے تمام کی عبارات نقل نہیں کیں۔ منصف کے لئے اسی قدر میں کفایت ہے اب مخالفین کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۱۰۳ میں ہے ”حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا۔ اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس کا ملانوں کے واسطے مقرر ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے وہاں یہ حیلہ کارگز نہیں مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورثہ کیا عجب ہے کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیاویہ کا ہے“ فقط رشید احمد عفی عنہ۔

اگرچہ اس میں بہت ہیر پھیر کی مگر جائز مان لیا۔ لہذا اب کسی دیوبندی کو تو حیلہ اسقاط پر اعتراض کا حق نہیں رہا۔ مفلس کی قید مولوی رشید احمد صاحب نے اپنے گھر سے لگائی ہے۔ ہم فقہی عبارات پیش کر چکے ہیں۔ جس میں مفلس کی قید نہیں ہے۔ مالدار آدمی بھی اگر پورا فدیہ ادا کرے تو تمام ترکہ اسی میں چلا جاویگا۔ ورثہ کو کیا بچے گا۔ اور اگر کسی نے مرتے وقت وصیت بھی کر دی ہو کہ میرا فدیہ دیا جائے تو وصیت تہائی مال سے زیادہ کی جائز نہیں۔ اگر تہائی مال سے تمام عمر کی نمازوں کا فدیہ ادا نہ ہوا۔ تو حیلہ کرنے میں کیا حرج ہے؟ رہا حیلہ کا حیلہ کرنا یہ محض لغو ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ مدرسہ دیوبند مولویوں کا تنخواہ لینے کا حیلہ ہے لہذا لغو ہے۔

دوسرا باب

حیلہ اسقاط پر اعتراضات و جوابات

اس مسئلہ پر قادیانی اور دیوبندی جماعتوں کے کچھ اعتراضات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کو کوئی معقول اعتراض نہیں مل سکا۔ محض لغاطی سے کام لیتے ہیں چونکہ بعض سیدھے مسلمان شبہات میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کے جواب دیتے ہیں۔

اعتراض (۱).....:- حیلہ کرنا خدا کو اور مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

يُخَدَعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يُخَدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ-

ترجمہ: یہ منافقین اللہ اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں اور نہیں قریب دیتے مگر اپنی جانوں کو اور سمجھتے نہیں۔

(پارہ اسورہ ۲ آیت نمبر ۹)

یہ کیونکر ممکن ہے کہ تھوڑے مال کے عوض تمام عمر کی نمازیں معاف ہو جاویں۔

جواب:- حیلہ کو دھوکا کہنا جہالت ہے حیلہ سے مراد ہے ضرورت شرعیہ پورا کرنے کی شرعی تدبیر اور وہیں بولتے ہیں۔ ”حیلہ رزق بہانہ موت“ اور شرعی حیلہ تو رب نے سکھایا اور حضور علیہ السلام نے تعلیم فرمایا۔ جس کے حوالے پہلے باب میں گزر چکے اور عالمگیری کا حوالہ گزر گیا کہ کسی کو فریب دینے کے لئے حیلہ کرنا گناہ ہے۔ لیکن شرعی ضرورت کو پورا کرنے یا حرام سے بچنے کی تدبیر کرنا عین ثواب کسی جگہ مسجد بن رہی ہے۔ روپیہ کی ضرورت ہے زکوٰۃ کا پیسہ اس میں نہیں لگ سکتا۔ کسی فقیر کو زکوٰۃ دی اس نے مالک ہو کر اپنی طرف سے اس پر خرچ کر دیا۔ اس میں کس کو فریب دیا۔ کس کا مال مارا محض ضرورت شرعی کو پورا کیا۔ لینے کا حیلہ کرنا برا اور دینے کا حیلہ کرنا اچھا ہوتا ہے۔ اس میں فقراء کو دینے کا حیلہ ہے خدائے قدوس کی رحمتیں بھی حیلہ ہی سے آتی ہیں۔

رحمت حق بہانہ منی طلبد رحمت حق بہانہ منی طلبد

خدا کی رحمت قیمت نہیں مانگتی۔ خدا کی رحمت بہانہ چاہتی ہے یہ آیت یسجد عون منافقین کے متعلق نازل ہوئی جو کہ کلمہ ایمانی کو اپنے لئے آڑ بناتے تھے۔ اور دل میں کافر تھے۔ مسلمانوں کے عمدہ اور شرعی اعمال پر اس کو چسپاں کرنا سخت جرم ہے۔ اسقاط کے مال کی وجہ سے نماز معاف نہیں ہوتی بلکہ زمانہ زندگی میں نماز پڑھنے کا جو قصور میت سے ہو چکا ہے اور اب اس کا بدلہ میت سے ناممکن ہے اور میت اس میں گرفتار ہے اس کے قصور معاف کرانے کا یہ حیلہ ہے کیونکہ صدقہ غضب الہی کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ الصدقة بطفی غضب الرب مشکوٰۃ باب الجمعہ میں ہے کہ جس سے نماز جمعہ چھوٹ جاوے وہ ایک دینار یا نصف دینار خیرات کرے۔ یہ خیرات کیا ہے اس گناہ کا کفارہ ہے جس کا بدلہ ناممکن ہو گیا۔ اگر ہم یہ کہتے کہ انسان زندگی میں ہی آئندہ نمازوں کا فدیہ مال دے دیا کرے اور نماز نہ پڑھا کرے۔ تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ مال سے نمازیں معاف کرادیں۔

اعتراض (۲).....:- نماز و روزہ عبادت بدنی عبادت کا کفارہ کسی طرح نہیں ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ حیلہ محض باطل ہے۔

جواب:- یہ قیاس قرآنی آیت کے مقابل ہے کہ قرآن تو فرما رہا ہے وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين۔ (سورۃ البقرہ پارہ ۲ آیت نمبر ۱۸۴) جو اس روزے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان پر فدیہ ہے۔ ایک مسکین کا کھانا اور حکم الہی کے مقابل اپنا قیاس کرنا شیطان کا کام ہے کہ اس کو حکم الہی ہوا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر۔ اس نے اس حکم کے مقابل اپنا قیاس دوڑایا مردود ہوا۔ پھر بدنی محنت کے مقابل مال ہونا عقل کے مطابق ہے کہ ہم کسی سے کام کراتے ہیں۔ اس کے معاوضہ میں مال دیتے ہیں۔ بعض صورتوں میں جان کا بدلہ بھی مال سے ہوتا ہے۔ اور شریعت میں بعض کفارے خلاف قیاس بھی ہوتے ہیں۔ کوئی نمازی پہلی التحیات بھول گیا تو سجدہ سہو کرے کسی نے اپنی بیوی سے ظہار کر لی تو اس کے کفارہ میں ۶۰ روزے رکھے۔ حاجی نے بحالت احرام شکار کر لیا۔ اگر پیسہ ہے تو اس شکار کی قیمت خیرات کرے ورنہ روزے رکھے۔ یہ تمام کفارے خلاف قیاس ہیں۔ مگر شریعت نے مقرر فرما دیا بسر و چشم منظور ہے۔

اعتراض (۳).....:- حیلہ اسقاط سے لوگ بے نمازی بن جاویں گے کیونکہ جب ان کو معلوم ہو گیا کہ ہمارے بعد ہماری نمازوں کا اسقاط ممکن ہے تو پھر نماز پڑھنے کی زحمت کیوں گوارا کریں گے؟ اس لئے یہ بند ہونا چاہیئے۔

جواب:- یہ اعتراض تو ایسا ہے جیسے بعض آریوں نے اسلام پر اعتراض کیا ہے کہ مسئلہ زکوٰۃ سے مسلمانوں میں بے کاری پیدا ہوتی ہے اور مسئلہ توبہ سے آدمی گناہ پر دلیر ہوتا ہے کیونکہ جب غریب کو معلوم ہے کہ مجھے زکوٰۃ کا مال بغیر محنت ملے گا تو کیوں محنت کرے۔ اسی طرح جبکہ آدمی کو معلوم ہو گیا کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے تو خوب گناہ کرے گا جیسے یہ اعتراض محض لغو ہے اسی طرح یہ بھی جو شخص کہ فدیہ

نماز پر دلیر ہو کر نماز کو ضروری نہ سمجھے وہ کافر ہو گیا اور یہ مال نماز کا فدیہ ہے نہ کہ کفر کا نیز اگر کوئی شخص مسئلہ صحیحہ کو غلط استعمال کرے تو غلطی اس استعمال کرنے والے کی ہے نہ کہ مسئلہ کی نیز نہ مسئلہ اسقاط صد ہا سال سے مسلمانوں میں مشہور ہے لیکن آج تک ہم کو تو کوئی بھی مسلمان ایسا نہ ملا جو اس اسقاط کی بنا پر نماز سے بے پرواہ ہو گیا ہو۔

اعتراض (۴)۔۔۔۔۔: کچھ بنی اسرائیلیوں نے حیلہ کر کے پھلی کا شکار کیا تھا۔ جس سے ان پر عذاب الہی آ گیا اور وہ بند رہنا دیئے گئے کونوا قرۃ حسنین (پارہ سورہ ۲ آیت نمبر ۶۵) معلوم ہوا کہ حیلہ سخت گناہ ہے اور عذاب الہی کا باعث۔

جواب: حیلہ کا حرام ہونا بھی بنی اسرائیل پر عذاب تھا جیسے کہ بہت سے گوشت ان پر حرام تھا ایسے ہی یہ بھی اس امت پر جائز حیلوں کا حلال ہونا رب کی رحمت ہے نیز انہوں نے حرام کو حلال کرنے کا حیلہ کیا کہ ہفتہ کے دن پھلی کا شکار ان پر حرام تھا۔ ایسے حیلہ اب بھی منع ہیں۔

اعتراض (۵)۔۔۔۔۔: قرآن فرماتا ہے۔ لیس للانسان الا ما سعی نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہ جو خود کمالے (النجم: ۳۹) اور فدیہ اسقاط میں یہ ہے کہ میت نماز نہ پڑھے اور اس کی اولاد مال خرچ کر کے اس کو اس جرم سے آزاد کرے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ حیلہ خلاف قرآن ہے۔

جواب: اس کا جواب فاتحہ کی بحث میں گزر گیا کہ اس آیت کی چند توجہیں ہیں ایک یہ بھی ہے کہ یہ لام ملکیت کا ہے یعنی انسان اپنی کمائی ہی مالک ہے غیر کی بخشش قبضہ میں نہیں وہ کرے اس لئے غیر کی سخاوت پر پھول کر اپنی محنت کو بھول جانا خلاف عقل ہے۔

بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے!

یابہ کہ یہ آیت کریمہ عبادت بدنیہ کے بارے میں آئی ہے کہ کوئی شخص کسی طرف سے نماز پڑھ دے یا روزے رکھ دے تو اس کے ذمہ سے اس کے فراق نماز روزہ ادا نہ ہوں گے وغیرہ۔ اگر تو توجہیں نہ کی جاویں تو بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث کی مخالفت لازم آوے گی۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مومنین اور اپنے ماں باپ کے لئے دعا کریں۔ نماز جنازہ بھی میت کے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا ہی ہے۔ احادیث نے میت کی طرف سے صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیا ہے اس کی پوری تحقیق ہمارے فتویٰ میں دیکھو۔

حاشیہ.....☆

اعتراض۔۔۔۔۔: قرآن مجید فرماتا ہے۔ وان لیس للانسان الا ما سعی۔

ترجمہ: نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہ جو خود کمالے۔

(النجم: ۳۹)

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کسی بھی شخص کا عمل کسی بھی دوسرے شخص کو نفع نہیں دیتا۔

جواب: اس آیت کی تاویل میں مختلف اقوال ہیں اور علماء نے مختلف جوابات دیئے ہیں۔

نمبر.....(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حکم آیت ”الحقنا بهم ذریعتهم“ سے منسوخ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

والذین امنوا واتبعتهم ذریعتهم بایمان الحقنا بهم ذریعتهم۔

(المطور: ۲۱)

اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی۔ (کنز الایمان)

حاشیہ.....☆

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

و ذکر عن ابن عباس انه قال هذه الآية منسوخة۔

حدثنا علي قال ثنا ابو صالح قال ثنی معاوية عن علي عن ابن عباس قوله وان ليس للانسان الا ما سعى قال فانزل الله بعد هذا والذين آمنوا واتبعتهم ذرياتهم بايمان الحقنا بهم ذرياتهم فادخل الابناء بصلاح الآباء الجنة۔

(تفسیر طبری ج ۲ ص ۷۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قیامت کے دن فوت شدہ نابالغ بچے کو اس کے باپ کے میزان میں رکھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس بچہ کی سفارش کو اس کے باپ دادا کے حق میں قبول فرمائے گا۔ اس کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اباؤکم و ابنائکم لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعا۔

تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا۔ (النساء: ۱۱)

نمبر..... (۲) یہ ہے کہ انسان سے مراد اس جگہ کافر ہے باقی رہا مسلمان تو اس کو اپنے عمل اور کوشش کا ثواب بھی ملتا ہے اور جو دوسرا کوئی اس کے لیے کوشش کرتا ہے، اس کا بھی اسے نفع پہنچتا ہے۔ چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر (۱)

امام ابو داؤد و سلیمان بن اشعث بختانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة اشياء من صدقة جاریۃ او علم ینتفع به او ولد صالح یدعو له۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزیں منقطع نہیں ہوتی۔ صدقہ جاریہ علم نافع اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

(سنن ابی داؤد باب ما جاء فی الصدقة عن المیت ج ۳ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۲۸۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الترمذی کتاب الاحکام ج ۳ ص ۶۶۰ رقم الحدیث ۱۳۷۶ قال ابو یوسفی هذا حدیث حسن صحیح مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الدارمی ج ۱ ص ۱۲۸ رقم الحدیث ۵۵۹ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۴ ص ۸ رقم الحدیث ۳۳۷۲ مطبوعہ دار الحرمین القاہرہ)، (موارد المظمان الی زوائد ابن حبان کتاب العلم باب فیمن علم عننا ص ۴۹-۵۰ رقم الحدیث ۸۳-۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ المقدمة باب ثواب معلم الناس الخیر ج ۱ ص ۸۸ رقم الحدیث ۲۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مشہ احمد ج ۲ ص ۳۷۲ رقم الحدیث ۸۸۳۱ مطبوعہ مؤسسة قرطبہ مصر)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر فی حرف الهمزة ج ۱ ص ۵۸ رقم الحدیث ۸۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی فہم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للنہانی ج ۱ ص ۴۴ رقم الحدیث ۱۲۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تحفۃ المحتاج ج ۲ ص ۳۳ رقم الحدیث ۸۹۳ مطبوعہ دار حراء مکہ المکرمۃ)، (التحقیق فی احادیث الخلاف لابن جوزی ج ۲ ص ۲۳ رقم الحدیث ۹۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الکبیری للنسائی ج ۳ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۶۳۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کتاب الدعاء للطبرانی باب ما یحق المیت من الدعاء بعد موتہ ص ۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷ رقم الحدیث ۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الادب المفرد للبخاری ص ۲۸ رقم الحدیث ۳۸ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

حدیث نمبر (۲)

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان مما یلحق المؤمن من عمله وحسناته بعد موتہ علماً علمہ ونشرہ او ولداً صلحاً ترکہ او مصحفاً ورثہ او مسجداً بناہ او بیتاً لابن سبیل بناہ او نہراً اکراه او

حاشیہ.....☆

صدقة اخر اجها من ماله في صحته وحياته تلحقه من بعد موته۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی وفات کے بعد جن اعمال صالحہ اور نیکیوں کا ثواب پہنچتا ہے وہ یہ ہیں! وہ علم جو اس نے سیکھا اور اس کو عام کیا یا اولاد صالح چھوڑ گیا یا میرات میں قرآن مجید چھوڑ گیا یا مسجد بنا گیا یا مسافر خانہ بنا گیا یا نہر جاری کر گیا یا صدقہ و خیرات جو اس نے اپنی زندگی اور حالت صحت میں کیا تو اس کو مرنے کے بعد بھی ان کا ثواب پہنچتا رہے گا۔

(سنن ابن ماجہ باب ثواب معلم الناس الخیر ج ۱ ص ۸۸ رقم الحدیث ۲۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن خذیمہ باب فتناء بنی السوق لا یبذلوا مالہم و مفرار اللہ لشارب الخمر ج ۳ ص ۱۲۱ رقم الحدیث ۲۳۹۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (تذکرۃ فی احوال الموتی و امور الآخرة باب ما یصح المیت الی قبرہ و بعد موتہ و ما یصحی بعد فیہ ج ۱ ص ۸۳ مطبوعہ سعید یہ کتب خانہ صدف بازار محلہ جٹلی پشاور)، (مصابح الزجاجہ للطوسی ج ۱ ص ۳۵ مطبوعہ دار العربیہ بیروت)

حدیث نمبر (۳)

امام ابو داؤد و سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن کثیر اخبرنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن رجل عن سعد بن عبادہ انه قال قال رسول الله ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء قال فحفر بنرا و قال هذه لام سعد۔

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! بے شک سعد کی ماں فوت ہو گئی پس کون سا صدقہ افضل ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی کا پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھودا اور کہا یہ سعد کی ماں کا ہے۔

(سنن ابو داؤد باب فی فضل سقی الماء ج ۲ ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۱۶۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن خذیمہ باب فضل سقی الماء ان صح الخمر ج ۲ ص ۱۲۳ رقم الحدیث ۲۳۹۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن نسائی باب ذکر الاختلاف علی سفیان ج ۶ ص ۲۵۵ رقم الحدیث ۳۶۶۶ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن ابن ماجہ باب فضل الصدقة الماء ج ۲ ص ۱۲۱ رقم الحدیث ۳۶۸۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۴ رقم الحدیث ۲۲۵۱۲ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (صحیح ابن حبان ذکر البیان بان من افضل الصدقة للمراء مسلم سقی الماء ج ۱ ص ۱۳۵ رقم الحدیث ۳۳۳۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۸۵ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکتبہ المکرّمہ)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۴ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۶۳۹۱-۶۳۹۲-۶۳۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۶ ص ۲۲ رقم الحدیث ۵۳۸۵ مطبوعہ مکتبہ العلوم و التحقیم الموصل)، (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۶۱۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (مجمع الزوائد باب الصدقة علی المیت ج ۳ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (متدرک للحاکم ج ۱ ص ۵۷۴ رقم الحدیث ۱۵۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر (۴)

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس قال مرا النبی ﷺ بقبرین فقال انهما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احدهما فكان لا یستتر من البول واما الآخر فكان یمشی بالنمیمۃ ثم اخذ جریدة رطبة فشققها نصفین فغرز فی کل قبر واحدة قالوا یا رسول الله لم فعلت هذا قال لعله ینخف عنهما ما لم ینبسا مجاہدا مثله۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ انھیں عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں۔ ان میں سے ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلیاں کھاتا پھرتا تھا پھر ایک سبز ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک قبر پر گاڑ دیا۔ صحابہ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! ایسا کیوں کیا؟ فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں تو شاید ان کے عذاب میں کمی ہوتی رہے۔

☆..... حاشیہ

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن ابی داؤد باب الاستبراء من البول ج ۱ ص ۶ رقم ۲۰-۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الترمذی باب التزہ عن البول ج ۱ ص ۲۸-۲۹-۳۰ رقم الحدیث ۳۱ مطبوعہ مکتبۃ المصنوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن الکبریٰ المصنوعۃ باب التزہ عن البول ج ۱ ص ۱۰۲ رقم الحدیث ۵۱۰ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکرمة)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۲-۳۳ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ فی التوقی من البول ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۱۳۰۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)، (مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۴۳ رقم الحدیث ۲۰۵۰ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (مسند اسحاق بن راہویہ ج ۱ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۲۰۷ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۹۸۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (خیرانی الاوسط عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۳۷۷ مطبوعہ دار الحرمین القاہرۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۱۵۴ رقم الحدیث ۴۰۴ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ)، (دائل النبوۃ امام بیہقی ج ۲ ص ۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الکامل فی صغیر الرجال لابن عدی ج ۲ ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۸۸ رقم الحدیث ۶۵۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوۃ ذات الرقاع من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۱-۲-۳-۴ ج ۲ ص ۱۳۸-۱۳۹ باب فیما اطلع نایہ من احوال البرزخ والبعث والآخر ما تقدم مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (المعجم الصحیح ج ۳ ص ۱۳۲-۱۳۳ رقم الحدیث ۱۱۱ مطبوعہ الجارود باب التزہ فی الابدان والشیاب عن النجاسات ج ۱ ص ۲۲ رقم الحدیث ۶۳۰ مطبوعہ مؤسسۃ کتاب ثقافیۃ بیروت)، (معجم الصحیح ج ۳ ص ۱۳۲-۱۳۳ رقم الحدیث ۱۱۱ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سنن الدارمی باب الاقواء من البول ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۷۳۹ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت)، (سنن ابن ماجہ باب التشدید فی البول ج ۱ ص ۲۵ رقم الحدیث ۳۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب ایک سبز بنی کی تسبیحات کرنے سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے تو صدقات اور مسلمانوں کو دعاؤں سے اولیٰ میت کو فائدہ پہنچے گا۔

حدیث نمبر (۵)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بھستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عثمان بن عفان قال ثم كان النبي ﷺ اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال استغفروا لآخيكم وسلوا له التثبيت فانه الآن يسأل۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ میت کے دفن سے جب فارغ ہوتے تو قبر پر کھڑے ہو کر فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے ثابت قدمی کی دعا مانگو اس لیے کہ اب اس سے سوال ہو رہا ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الجنائز باب الاستغفار ثم التثمين في وقت الانصراف ج ۳ ص ۲۱۵ رقم الحدیث ۳۲۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (متدرک للحاکم قال هذا حدیث صحیح علی شرط الاسناد ولم یخرجاه ج ۱ ص ۵۲۶ رقم الحدیث ۱۳۷۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ للفضلاء مقدسی وقال اسناد حسن ج ۱ ص ۵۲۲ رقم الحدیث ۳۸۸ مطبوعہ مکتبۃ النهضة الحدیث مکہ مکرمۃ)، (تخصیص الخیر کتاب الجنائز لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۱۳۵ رقم الحدیث ۷۹۵ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)، (شرح السنۃ ج ۵ ص ۳۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۵ ص ۵۵۷ رقم الحدیث ۴۲۱۶۰ و ج ۱۵ ص ۶۰۱ رقم الحدیث ۴۲۳۸۸)، (کتاب الزهد ابن احمد ص ۱۶۰)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر الذریحہ الکافی ج ۲ ص ۱۱۹ رقم الحدیث ۶۷۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس حدیث مبارکہ سے بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی دعاؤں سے میت کو بہت فائدہ پہنچتا ہے اسی لئے تو حضور ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

حدیث نمبر (۶)

امام علی بن عمر ابو الحسن الدار قطنی البغدادی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں۔

عن زید بن ارقم قال قال رسول الله ﷺ ثم اذا حج الرجل عن والديه تقبل منه ومنهما واستبشرت ارواحهما في السماء وكتب ثم الله تعالى برا۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی اپنے والدین کے لیے حج

☆.....

کرے گا تو اس کی طرف اور اس کے والدین کی طرف سے قبول کیا جائے گا اور اس کے والدین کی ارواح کو آسمان میں بشارت دی جائے گی اور ان کو اللہ کے نزدیک نیک لکھا جائے گا۔

(سنن الدار قطنی کتاب الحج ج ۲ ص ۲۵۹ رقم الحدیث ۱۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر (۷)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله بن حماد بن سلمة عن عاصم عن ابي صالح عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ ثم ان الله عز وجل ليرفع الدرجة للعبد الصالح في الجنة فيقول يا رب اني لى هذه فيقول باستغفار ولدك لك۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل جنت میں کسی نیک آدمی کے درجات بلند کرتا ہے تو بندہ عرض کرتا ہے اے میرے رب میرا درجہ کیسے بلند ہوا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے نے تیرے لئے استغفار کی ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۹ رقم الحدیث ۱۰۶۱۸ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (الادب المفرد ص ۲۸ رقم الحدیث ۳۶ مطبوعہ دار البیضاء الاسلامیہ بیروت)، (کتاب الدعاء للظہرائی باب ما یلحق السمیت من الدعاء بعد موتہ ص ۳۷ رقم الحدیث ۱۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۸ رقم الحدیث ۱۳۲۳ مطبوعہ مکتبۃ دار البازمکۃ المکرمۃ)

نمبر (۳) اس آیت کریمہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد صرف گناہ ہوں یعنی گناہوں کا ضرر صرف اسی کو پہنچتا ہو جو ان کا ارتکاب کرے۔ جیسا کہ امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد ماکلی قرطبی متوفی ۲۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قلت ويحتمل ان يكون قوله تعالى وان ليس للانسان الا ما سعى۔ خاصاً في السيئة بدليل ما في صحيح مسلم عن ابي هريرة عن النبي ﷺ قال قال الله عز وجل اذا هم عبدى بحسنة ونم يعملها كتبها له حسنة فان عملها كتبها له عشرا الى سعمائة ضعف واذا هم بسيئة ولم يعملها لم اكتبها عليه فان عملها كتبها سيئة واحدة۔ والقرآن دال على هذا قال الله تعالى من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (سورة الانعام: ۱۶۰) وقال الله تعالى مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة۔ (سورة البقرة ۱۰۲) وقال في الآية الاخرى۔ كمثل جنة بربرة۔ [البقرة ۲۶۵] من ذا الذي يقرض الله قرضاً حسناً فيضعفه له اضعافاً كثيرة۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد صرف گناہ ہوں یعنی گناہوں کا ضرر صرف اسی کو پہنچتا ہو جو ان کا ارتکاب کرے اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ نیکی ”ہم“ کرتا ہے اور اس پر ابھی عمل نہیں کرتا تو میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہوں اور اگر وہ اس نیکی پر عمل کرتا ہے تو میں اس کے لئے دس سے لے کر سات سو گنا تک کی نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ بندہ برائی ”کا“ کرتا ہے اور ابھی اس پر عمل نہیں کرتا تو میں اس پر گناہ نہیں لکھتا اور اگر وہ برائی کرے تو اسے ایک ہی گناہ لکھتا ہوں۔

(صحیح مسلم باب اذا هم العبد بحسنة كتبت واذا هم بسيئة لم تكتب ج ۱ ص ۱۱ رقم الحدیث ۱۲۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳ رقم الحدیث ۱۹۵ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (سنن الترمذی باب من سورة الانعام قال ابو یوسفی هذا حدیث حسن صحیح ج ۵ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۳۰۷۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن پاک کی یہ آیت اس پر دلیل ہے ارشاد خداوندی ہے:

جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں۔

حاشیہ.....☆

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں ہر بال میں سودا نے۔
(البقرہ: ۲۶۱)

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

اس باغ کی مثل ہے جو ٹیلے پر ہو۔

(البقرہ: ۲۶۵)

نیز ارشاد خداوندی ہے:

ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہت گنا پڑھا دے۔

(البقرہ: ۲۴۵)

(لہذا کہ فی احوال الموتی وامور الآخرة باب ماجاء فی قراءة القرآن عند القبر حالة الدفن وبعده ج ۹ مطبوعہ سعید یہ کتب خانہ صدف بازارہ محلہ جنگلی پشاور)
امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ جوابات دیئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبر ج ۲۶۸-۲۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۲۶۸ھ لکھتے ہیں۔

وانما طولنا النفس فی هذا الباب لان الشيخ القاضي الامام مفتي الانام عبدالعزيز ابن عبد السلام رحمه الله كان يفتي بانه لا يصل للميت ثواب ما يقرأ ويحتج بقوله تعالى وان ليس للانسان الا ما سعى۔ فلما توفي رحمه الله رآه بعض اصحابه ممن كان يجالسه وساله عن ذلك فقال له اني كنت اقول ذلك في دار الدنيا والآن فقد رجعت عنه لما رأيت من كرم الله تعالى في ذلك وانه يصل اليه ذلك۔
ترجمہ: ایصال ثواب کے باب میں ہم نے بہت طویل اور مفصل گفتگو کی ہے اس کی وجہ یہ بھی کہ مفتی اعظم امام عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے شیخ فقیہ اور قاضی تھے یہ فتویٰ دیتے تھے کہ قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا اور اپنے موقف پر اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو خود کمالے۔

(النجم: ۳۹)

یعنی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ ایصال ثواب کے قائل نہیں تھے جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے بعض شاگردوں اور ساتھیوں نے ان کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ آپ دنیا میں ایصال ثواب اور ختم وغیرہ کے قائل نہ تھے اب کیا حال ہے؟ تو کہا کہ ہاں پہلے تو یہی کہتا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ثواب پہنچتا ہے اور اب میں نے رجوع کر لیا۔

(لہذا کہ فی احوال الموتی وامور الآخرة باب ماجاء فی قراءة القرآن عند القبر حالة الدفن وبعده ج ۸۰ مطبوعہ سعید یہ کتب خانہ صدف بازارہ محلہ جنگلی پشاور)

مسئلہ حیلہ اسقاط کی تفصیل اور تحقیق اور اعتراضات کے مسکت جوابات دیکھنے کے لئے فقیر ناچیز کی کتاب ”حیلہ اسقاط اور دوران

قرآن کا مدلل ثبوت“ ملاحظہ فرمائیں۔ سعید اللہ خان غفرلہ۔

☆.....☆

ضروری ہدایت :- بعض جگہ رواج ہے کہ اگر کسی مسلمان کا انتقال جمعہ کے علاوہ کسی اور دن ہو تو میت کے ورثا اس کی قبر پر حافظ بٹھا کر جمعہ تک قرآن خوانی کراتے ہیں۔ بعض دیوبندی اس کو بھی حرام کہتے ہیں۔ لیکن یہ حرام کہنا محض غلط ہے اور قبر کے پاس قرآن خوانی کرنا بہت باعث ثواب ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ مشکوٰۃ کتاب عذاب القبر میں ہے کہ جب میت قبر میں رکھ دی جاتی ہے و تسولٰی عنہ اصحابہ اتاہ ملک ان اور لوگ دفن کر کے لوٹ آتے ہیں تب منکر نکیر فرشتے سوالات کے لئے آتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ دفن کرنے والوں کی موجودگی میں سوال قبر نہیں ہوتا اور پھر شامی جلد اول باب صلوٰۃ الجنازہ میں ہے کہ آٹھ شخصوں سے سوال قبر نہیں ہوتا۔ شہید۔ جہاد کی تیاری کرنے والا، طاعون سے مرنے والا، زمانہ طاعون میں کسی بیماری سے مرنے والا (بشرطیکہ یہ دونوں صابر ہوں) صدیق۔ نابالغ بچہ، جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرنے والا۔ ہر رات سورہ ملک پڑھنے والا یا مرض موت روزانہ سورہ اخلاص پڑھنے والا (بعض نے فرمایا کہ نبی بھی) اس سے معلوم ہوا کہ جو جمعہ کو مرے اس سے سوال قبر نہیں ہوتے تو اگر کسی کا انتقال مثلاً اتوار کو ہوا اور بعد دفن سے ہی آدمی موجود رہا تو اس کی موجودگی کی وجہ سے سوال قبر نہ ہوا۔ اور جب جمعہ آگیا۔ سوال قبر کا وقت نکل چکا۔ اب قیامت تک نہ ہوگا گویا عذاب الہی سے میت کو پچی نیکی ایک تدبیر ہے اور اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اس پر رحم فرمادے۔ اب جبکہ آدمی وہاں بیٹھا ہے تو بیکار بیٹھا بیٹھا کیا کرے قرآن پاک کی تلاوت کرے۔ جس سے میت کو بھی فائدہ اور قاری کو بھی۔ کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی باب ما یقول بعد الدفن میں ہے کہ قال الشافعی یستحب ان یقروا عنده شیئاً من القرآن قالوا من ختموا القرآن کله کان حسناً یعنی قبر کے پاس کچھ تلاوت کرنا مستحب ہے اور اگر پورا قرآن پڑھیں تو بھی اچھا ہے۔

ہم اذان قبر کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ قبر پر جو ہرزہ لگ جاتا ہے اس کی تسبیح کی برکت سے میت کو فائدہ ہوتا ہے۔ تو انسان کی تلاوت قرآن ضرور نافع ہوگی انشاء اللہ مگر چاہیے یہ کہ کسی وقت بھی قبر آدمی سے خالی نہ رہے اگرچہ لوگ باری سے بیٹھیں۔ ضروری نوٹ :- بعض جگہ مسلمان رمضان کے جمعہ الوداع کے دن کچھ نوافل قضاء عمری پڑھتے ہیں بعض لوگ اس کو حرام اور بدعت کہتے ہیں۔ اور لوگوں کو روکتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے اراءیت الذی تنھی عبداً اذا صلی بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے۔ بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔ معلوم ہوا کسی نمازی کو نماز سے روکنا سخت جرم ہے قضاء عمری بھی نماز ہے اس لئے روکنا جائز نہیں قضاء عمری کی اصل یہ ہے کہ تفسیر روح البیان پارہ ۷ سورہ انعام زیر آیت ولتستبین سبیل المجرمین (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۵) اور اس لئے کہ مجرموں کا راستہ ظاہر ہو جائے۔ ایک حدیث نقل کی۔

ایما عبد او امة ترک صلوتہ فی جہالتہ لو تاب وندم علی ترکھا فلیصل یوم الجمعة بین الطہر والعصر اثنی عشر رکعة یقرء فی کل منها الفاتحة وایة الکرسی والاخلاص والمعوذتین مرة لایحاسبہ اللہ تعالیٰ یوم القیمۃ ذکرہ فی مختصر الاحیاء۔

ترجمہ: جو مرد یا عورت نادانی سے نماز چھوڑ بیٹھتے پھر توبہ کرے اور شرمندہ ہو اس کے چھوٹ جانے کی وجہ سے تو جمعہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان بارہ رکعتیں نفل پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور آیہ الکرسی اور قل ہو اللہ اور فلق و سورہ ناس ایک ایک بار پڑھے تو خدا تعالیٰ اس سے قیامت کے دن حساب نہ لے گا۔ اس حدیث کو مختصر الاحیاء میں ذکر کیا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۳ مطبوعہ اراغیہ التراث العربی بیروت)

صاحب روح البیان میں اس حدیث کا مطلب سمجھاتے ہیں کہ توبہ کرنے اور تادم ہونے کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ تارک الصلوٰۃ بندہ شرمندہ ہو کر تمام نمازیں قضاء پڑھے کیونکہ توبہ کہتے ہی اس کو ہیں پھر قضاء کرنے جو گناہ ہوا تھا وہ اس نماز قضاء عمری کی وجہ سے معاف

جائے گا یہ مطلب نہیں ہے کہ نمازیں قضاء نہ پڑھو۔ صرف یہ نماز پڑھ لو سب ادا ہو گئیں تو روافض بھی نہیں کہتے کہ ان کے یہاں چند روز کی نمازیں ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ سال بھر تک نماز نہ پڑھو۔ پس جمعۃ الوداع کو یہ بارہ رکعتیں پڑھ لو سب معاف ہو گئیں۔ مطلب وہی ہے جو صاحب روح البیان نے بیان فرمایا۔ اور مسلمان اسی نیت سے پڑھتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ مشکوٰۃ کتاب الحج باب الوقوف بعرفہ میں ایک حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام نے عرفہ میں حاجیوں کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ بارگاہ الہی سے جواب آیا کہ ہم نے مغفرت فرمادی سوائے مظالم (حقوق العباد) کے حضور علیہ السلام نے پھر مزدلفہ میں دعا فرمائی۔ تو مظالم یعنی حقوق العباد بھی معاف فرمادیئے گئے اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی شخص کا قرض مار لو، کسی کو قتل کر دو، کسی کی چوری کر لو اور حج کر آؤ۔ سب معاف ہو گیا۔ نہیں بلکہ ادائے قرض میں جو خلاف وعدہ تاخیر وغیرہ ہو گئی وہ معاف کر دی گئی حقوق العباد بہر حال ادا کرنے ہوں گے۔ اگر مسلمان قضاء عمری کے پڑھنے یا سمجھنے میں غلطی کرے تو اس کو سمجھا دو۔ نماز سے کیوں روکتے ہو۔ اللہ توفیق خیر دے۔ اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو جب بھی فضائل اعمال میں معتبر ہے۔



بحث اذان میں انگوٹھے چومنے کا بیان

اس بحث کے لکھنے کا ہمارا ارادہ نہ تھا مگر ماہ رمضان میں ہم نے خواب دیکھا کہ کوئی بزرگ فرما رہے ہیں کہ اپنی کتاب میں تقبیل ابہامین کا مسئلہ بھی لکھ دو تا کہ کتاب مکمل ہو جاوے لہذا اس کو بھی داخل کتاب کرتے ہیں۔ رب العالمین قبول فرماوے۔ آمین۔
اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں انگوٹھے چومنے کا ثبوت۔ دوسرے باب میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

پہلا باب

انگوٹھے چومنے کے ثبوت میں

جب مؤذن کہے اشہد ان محمداً رسول اللہ تو اس کو سن کر اپنے دونوں انگوٹھے یا کلمے کی انگلی چوم کر آنکھوں سے لگانا مستحب ہے اس میں دنیاوی و دینی بہت فائدے ہیں۔ اس کے متعلق احادیث وارد ہیں۔ صحابہ کرام کا اس پر عمل رہا۔ عامۃ المسلمین ہر جگہ اس کو مستحب جان کر کرتے ہیں۔ صلوٰۃ مسعودی جلد دوم باب بستم بائگ نماز میں ہے۔

روی عن النبی ﷺ انه قال من سمع اسمی فی الاذان و وضع ابهامیہ علی عینیہ فانا طالبہ فی صفوف القیمۃ وقائدا الی الجنۃ۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص ہمارا نام اذان میں سنے اور اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھے تو ہم اس کو قیامت کی صفوں میں تلاش فرمائیں گے اور اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔

(صلوٰۃ مسعودی ج ۲ باب بست وکیم در بیان بائگ نماز ص ۳۵۰ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

تفسیر روح البیان پارہ ۶ سورہ مائدہ زیر آیت واذا نادیتم الی الصلوٰۃ آیۃ (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۵۸) ہے۔
وضعف تقبیل ظفری ابهامیہ مع مستحییہ والمسح علی عینیہ عند قو محمد رسول اللہ لانه لم یثبت فی الحدیث المرفوع لکن المحدثین اتفقوا علی ان الحدیث الضعیف یجوز العمل بہ فی الترغیب والترہیب۔

ترجمہ: محمد رسول اللہ کہنے کے وقت اپنے انگوٹھے کے ناخنوں کو مع کلمے کی انگلیوں کے چومنا ضعیف ہے کیونکہ یہ حدیث مرفوع سے ثابت نہیں لیکن محدثین اس پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا رغبت دینے اور ڈرانے کے متعلق جائز ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شامی جلد اول باب الاذان میں ہے۔

یستحب ان یقال عند سماع الاولى من الشہادۃ ﷺ علیک یا رسول اللہ وعند الثانیۃ منها قرت عینی بک یا رسول اللہ ثم یقول اللہم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابہامین علی العینین فانہ علیہ السلام یکون قائداً لہ الی الجنۃ کذا فی کنز العباد قہستانی ونحوہ فی الفتاوی الصوفیہ وفی کتب الفردوس من قبل ظفری ابہامیہ عند سماع اشہد ان محمداً رسول اللہ فی الاذان انا قائدہ ومدخلہ فی صفوف الجنۃ وتمامہ فی حواشی البحر للملی۔

ترجمہ: اذان کی پہلی شہادت پر یہ کہنا مستحب ہے۔ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسری شہادت کے وقت یہ کہہ قرۃ عینی بک

یا رسول اللہ پھر اپنے انگوٹھوں کے ناخن اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر تو حضور علیہ السلام اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے اسی طرح کنز العباد میں ہے اور اسی کے مثل فتاویٰ صوفیہ میں ہے اور کتاب الفردوس میں ہے کہ جو شخص اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومے اذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ سن کر تو میں اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جاؤں گا۔ اور اسے جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔ اس کی پوری بحث بحر الرائق کے حواشی رملی میں ہے۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۲۹۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس عبارت سے چھ کتابوں کے حوالہ معلوم ہوئے شامی، کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ، کتاب الفردوس قہستانی، بحر الرائق کا حاشیہ۔ ان تمام میں اس کو مستحب فرمایا۔

مقاصد حسنہ فی الاحادیث الادبہ علی السنہ میں امام سخاوی نے فرمایا۔

ذكره الديلمي في الفردوس من حديث ابى بكر الصديق رضى الله عنه انه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمد رسول الله قال هذا و قبل باطن الا ناملتين السبابتين ومسح عينيه فقال بسم الله من فعل مثل ما فعل خليلي فقد خلت له شفاعتي ولم يصح۔

ترجمہ: دیلمی نے فردوس میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سرکار نے جب مؤذن کا قول اشہد ان محمد رسول اللہ سنا تو یہ ہی فرمایا اور اپنی کلمے کی انگلی کے باطنی حصوں کی چوما اور آنکھوں سے لگایا پس حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میرے اس پیارے کی طرح کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(القاصد الحسنہ حرف الهم رقم الحدیث ۱۰۲۱ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

یہ حدیث پایہ صحت نہ پہنچی اسی مقاصد حسنہ میں موجبات رحمت مصنفہ ابو العباس احمد مکرر وار سے نقل کیا۔

عن الخضر عليه السلام انه قال من قال حين يسمع المؤذن يقول اشهد ان محمدا رسول الله مرحبا بحبيبي وقره عيني محمد ابن عبد الله ثم يقبل ابهاميه ويجعلهما على عينيه لم يرمد ابدا۔

ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو شخص مؤذن کو یہ کہتے ہوئے سنے اشہد ان محمداً رسول اللہ تو کہے مرحبا بحبيبي وقره عيني محمد ابن عبد الله پھر اپنے انگوٹھوں کو چومے اور اپنی آنکھوں سے لگائے تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

پھر فرماتے ہیں کہ محمد ابن بابا نے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بارتیز ہوا چلی۔ جس سے آنکھ میں کنکری جا پڑی اور نکل نہ سکی۔ سخت درد تھا۔

وانه لما سمع المؤذن يقول اشهد ان محمدا رسول الله قال ذلك فخرجت الحصاة من نوره۔

ترجمہ: جب انہوں نے مؤذن کو کہتے ہوئے سنا اشہد ان محمد رسول اللہ تو یہ ہی کہہ لیا فوراً کنکری آنکھ سے نکل گئی۔

(القاصد الحسنہ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اسی مقاصد حسنہ میں شمس محمد ابن صالح مدنی سے روایت کیا۔ انہوں نے امام امجد فرماتے ہوئے سنا (امام امجد متقدمین علمائے مصر میں سے ہیں) فرماتے تھے کہ جو شخص اذان میں حضور علیہ السلام کا نام پاک سنے تو اپنے کلمے کی انگلی اور انگوٹھا جمع کرے۔

وقبلهما ومسح بهما عينيه لم يرمد ابدا۔

ترجمہ: اور دونوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے تو کبھی آنکھ نہ دکھیں گی۔

(القاصد الحسنہ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

پھر فرمایا کہ بعض مشائخ عراق و عجم نے فرمایا کہ جو یہ عمل کرے تو اس کی آنکھیں نہ دکھیں گی۔

اسی مقاصد حسنہ میں کچھ آگے جا کر فرماتے ہیں۔

قال ابن صالح وانا منذ سمعته استعملته فلا ترمد عيني وارجوا ان عافيتهما تلوم واني اسلم من العمى انشاء الله
ترجمہ: ابن صالح نے فرمایا کہ میں نے جب سے یہ سنا ہے اس پر عمل کیا میری آنکھیں نہ دکھیں اور میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ یہ آرام ہمیشہ رہے گا اور میں اندھا ہونے سے محفوظ رہوں گا۔

(المقاصد حسنہ ص ۳۹۱ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

پھر فرماتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اشہد ان محمد رسول اللہ کہے کر یہ کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد ابن عبد اللہ ﷺ اور اپنے انگوٹھے چوم لے اور آنکھوں سے لگائے لم یعم ولم یرمد کبھی اندھا نہ ہوگا اور نہ کبھی اس کی آنکھیں دکھیں گی۔ غرض کہ اسی مقاصد حسنہ میں بہت سے آپہرین سے یہ عمل ثابت کیا۔

(علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ نے بھی المقاصد حسنہ کی یہ تمام عبارتیں نقل کی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(کشف الخفاء ومنریل الالباس ج ۲ ص ۲۶۹-۲۷۰ رقم الحدیث ۲۲۹۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حاشیہ.....☆
حضرت محدث محمد طاہر بن علی ہندی ثنی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں۔

وحکی عن البعض من صلی علی النبی ﷺ اذا سمع ذکرہ فی الاذان وجمع اصبعہ المسبحۃ والابهام ومسح بهما عینہ لم یرمد ابدا وقال ابن صالح وسمع عن بعض الشيوخ انه يقول عند ما یمسح عینہ صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی قال ومذ فعلتہ لم ترمد عینی وقد جرب کل منهم ذالک وروی الحسن مثل ما روى عن الخضر علیہ السلام بعینہ انتہی۔

ترجمہ: بعض علماء محدثین کرام سے مروی ہے کہ جو شخص آنحضرت کا اسم گرامی اذان میں سن کر اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں مسحہ (شہادت والی) انگلیوں کو ملا کر انہیں چوم کر آنکھوں پر ملے اس کی آنکھیں کبھی نہیں دکھیں گی اور امام ابن صالح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض مشائخ کرام سے سنا ہے کہ وہ انگوٹھے آنکھوں پر ملتے وقت یوں کہتے ہیں۔ صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی۔

یہ عمل کرنے والے بزرگ فرماتے ہیں کہ جب سے میں یہ کرنے لگا ہوں میری آنکھیں کبھی نہیں دکھیں اور سارے بزرگوں نے اس کا تجربہ کیا اور حضرت خضر علیہ السلام (بھی اسی طرح مروی ہے اور) جیسے مروی ہے ایسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی۔

(تذکرۃ الموضات ص ۳۲ مطبوعہ دمشق)

غیر مقلد محمد علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں۔

حدیث: مسح العینین بباطن أعلى السبابتین عند قول المؤذن: اشهد ان محمدا رسول الله - الخ - رواه الديلمي في مسند الفردوس، عن ابی بکر مرفوعا۔
قال ابن طاهر في التذكرة: لا یصح۔

حدیث: من قال حين یسمع اشهد ان محمدا رسول الله: مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد الله، ثم یقبل ابهامیه ویجعلهما علی عینہ لم یعم ولم یرمد ابدا۔
قال فی التذکرۃ: لا یصح۔

ترجمہ: حدیث: جو شخص مؤذن کو یہ کہتے ہوئے سنے اشہد ان محمدا رسول اللہ تو کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ ﷺ کہے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔

(الفوائد المجموعہ ص ۱۹-۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

شرح نقایہ میں ہے۔

واعلم انه يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة الثانية صلى الله عليك يا رسول الله وعند الثانية منها قره عيني بك يا رسول الله بعد وضع ظفري ابهامين على العينين فانه عليه السلام يكون له قائد الى الجنة كذا في كنز العباد۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ مستحب یہ ہے کہ دوسری شہادت کے پہلے کلمہ سن کر یہ کہہ قره عيني بك يا رسول الله اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھے تو حضور علیہ السلام اس کو جنت میں اپنے پیچھے پیچھے لے جائیں گے اسی طرح کنز العباد میں ہے۔

(جامع الرموز ج ۱ ص ۱۲۵ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

مولانا جمال ابن عبد اللہ ابن عمر کی قدس سرہ اپنی فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

تقبيل الابهامين ووضعهما على العينين عند ذكر اسمه عليه السلام في الاذان جائز بل مستحب صرح به مشائخنا۔

ترجمہ: اذان میں حضور علیہ السلام کا نام شریف سن کر انگوٹھے چومنا اور ان کو آنکھوں سے لگانا جائز بلکہ مستحب ہے اس کی ہمارے مشائخ نے تصریح فرمائی ہے۔

(فتاویٰ جمال ابن عبد اللہ عمر کی بحوالہ فتاویٰ رضویہ جدید ج ۵ ص ۳۳۶ مطبوعہ لاہور)

علامہ محمد طاہر علیہ الرحمۃ تکرملہ مجمع بحار الانوار میں اسی حدیث کو لا یصع فرما کر فرماتے ہیں۔

وروی تجربة عن کثیرین۔

ترجمہ: اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئی ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی عبارات پیش کی جاسکتی ہیں مگر اختصاراً اسی پر قناعت کرتا ہوں حضرت صدرالافاضل مولائی مرشدی استاذی مولانا الحاج سید نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی دام ظلہم فرماتے ہیں کہ ولایت سے انجیل کا بہت پرانا نسخہ برآمد ہوا جس کا نام (انجیل برنباس) آج کل وہ عام طور پر شائع ہے اور ہر زبان میں اس کے ترجمے کئے گئے ہیں اس کے اکثر احکام اسلام احکام سے ملتے ہیں اس میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے روح القدس (نور مصطفوی) کے دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھے کے ناخنوں میں چکایا گیا۔ انہوں نے فرط محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ روح القدس کا ترجمہ ہم نے نور مصطفوی کیوں کیا اس کی وجہ ہماری کتاب شاب حبیب الرحمن میں دیکھو، جہاں بتایا گیا ہے کہ زمانہ عیسوی میں روح القدس ہی کے نام سے حضور علیہ السلام مشہور تھے۔

حاشیہ.....☆

یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث مبارکہ موضوع نہیں اگر غیر مقلد شوکانی کے نزدیک یہ حدیث مبارکہ موضوع ہوتا تو صاف لکھ دیتے کہ یہ حدیث موضوع ہے جس طرح کہ وہ حدیث موضوع کے نیچے لکھ دیتے ہیں کہ موضوع۔

دوم رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس، عن ابی بکر مرفوعاً سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حدیث مبارکہ مسند فردوس میں موجود ہیں لیکن دشمنان دین جس طرح کے ان کی عادت ہے کہ جہاں بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بیان ہو تو یہ دشمن اس کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہوں نے مسند فردوس سے اس حدیث مبارکہ کو نکال لیا ہے آج کل بازار میں جو مسند فردوس موجود ہیں اس میں یہ حدیث مبارکہ نہیں ہیں لیکن وہابی یہ اعتراض نہیں کر سکتے کہ یہ حدیث مسند فردوس میں موجود نہیں اس لئے کہ ان کے امام شوکانی نے فی مسند فردوس کہہ کر بتا دیا کہ یہ حدیث مبارکہ مسند فردوس میں موجود ہیں۔

حاشیہ.....☆

انجیل برنباس میں ہے۔

آدم نے خدا کی منت کی کہ خداوند یہ تحریر میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر درج فرمادے تب خدا نے پہلے انسان کے انگوٹھوں پر تحریر درج کر دی دائیں انگوٹھے کے ناخن پر لکھا تھا خدا ایک ہی ہے اور بائیں انگوٹھے کے ناخن پر لکھا تھا محمد خدا کا رسول ہے۔ تب پہلے انسان نے پدرانہ شفقت سے یہ الفاظ چومے اور اپنی آنکھیں ملیں اور کہا مبارک ہو وہ دن جب تو دنیا میں آئے۔
(انجیل برنباس باب ۳۹ ص ۳۹ بحوالہ انوار الحمد یہ)

حضرت مولانا ملا معین واعظ الکاشفی الہروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

در تفسیر بحر العلوم نسفی آورده کہ چون حق تعالیٰ آدم صفی راعلیہ السلام بوجود آورد نور محمدی را ﷺ کہ در پشت وی ودیعت نہادہ بود ہر گاہ کہ آدم علیہ السلام در طرق سموات و تنق ملکوتیات بہ آمد و شد مبادرت نمودی فرشتگان ملاء اعلیٰ و کرو بیان عالم بالا ہمہ در قفای او بتعظیم و اکرام میرفتند حضرت آدم از سبب آن احترام سوال فرمود حق تعالیٰ خطاب فرمود کہ ای آدم آن نور محمدیست ﷺ کہ از ظہر تو ظہور کردہ و در متن متانت تو نور سرور افزودہ ایشان تعظیم آن نور میکنند گفت خداوند اچہ شود گر انتقال آن بعضوی از اعضائی من کرم فرمائی تا من نیز مشاہدہ آن نور کنیم و خاطر بآن مسرور گردانم حق تعالیٰ آن نور را بہ سبابہ دست راست او منتقل گردایند چون مشاہدہ آن نور کرد همان انگشت را بر آورد و شہادتین ادا کرد و از آنجا بانگشت شہادت موسوم شد و این سنت در وقت شہادت از آدم علیہ السلام یادگار ماند بعد آن انگشت ببوسید و بردیدہ نہاد و صلوات بابرکات بروح سیدالسادات علیہ الصلوٰۃ والسلام ارسال فرمود و گویند در وقت اذان در حین استماع اشہدان محمد رسول اللہ ﷺ بوسیدن و انگشت بردیدہ نہادن نیز سنت آدم است علیہ السلام و احادیث در فضل آن آورده اند۔

ترجمہ: تفسیر بحر العلوم نسفی میں تحریر ہے کہ تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد نور محمدی ﷺ ان کی پشت پر امانت رکھا گیا تھا حضرت آدم علیہ السلام جب بھی آسمانوں پر تشریف لے جاتے اور عالم کے فرشتوں سے ملاقات فرماتے تو تمام فرشتے آپ کے جلو میں عزت و احترام کے ساتھ چلتے ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس استقبال و متابعت کے سلسلہ میں حضرت حق سے سوال کیا خطاب باری ہوا کہ اے آدم یہ استقبال و احترام اس نور مبارک کے لئے ہے جو تمہاری پشت میں ودیعت ہے اور تمہارے سرور کا سبب ہے یہ تمام فرشتے اس نور کی تعظیم کرتے ہیں حضرت آدم نے عرض کیا الہی کیا اچھا ہو کہ نور مبارک کو میرے جسم کے کسی ایک حصے میں منتقل کر دیا جائے جس کو میں بھی دیکھوں اور فرح و سرور حاصل کروں اللہ رب العالمین نے اس نور کو آپ کے انگوٹھے کے پاس والی انگلی میں منتقل فرمادیا جب حضرت آدم علیہ السلام نے اس نور کی زیارت فرمائی تو انگلی اٹھا کر دو مرتبہ شہادت دی اسی دن سے اس انگلی کو انگشت شہادت کہا جانے لگا اور وقت شہادت یہ سنت حضرت آدم علیہ السلام جاری ہو گئی اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے انگلی کو چوما اور آنکھوں سے لگایا اور باگاہ نبی آخر الزماں ﷺ پر ہدیہ درود و سلام پیش فرمایا کہا جاتا ہے کہ اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ سن کر انگشت شہادت چومنا

علمائے احناف کے علاوہ علمائے شافعی و علمائے مذہب مالکی نے بھی انگوٹھے چومنے کے استحباب پر اتفاق کیا ہے۔ چنانچہ مذہب شافعی کی مشہور کتاب اعانة الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین مصر صفحہ ۲۲۷ میں ہے۔

ثم يقبل ابهاميه ويجعلهما على عينيه لم يعم ولم يرمد ابدا۔

ترجمہ: پھر انگوٹھوں کو چومے آنکھوں سے لگائے تو کبھی بھی اندھا نہ ہوگا اور نہ کبھی آنکھیں دکھیں گی۔

(اعانة الطالبین علی فتح المعین ج ۱ ص ۲۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مذہب مالکی کی مشہور کتاب ”کفایۃ الطالب الربانی لرسالة ابن ابی زید القيروانی“ مصر جلد اول صفحہ ۱۶۹ میں اس کے متعلق

بہت کچھ تحریر فرماتے ہیں پھر فرماتے ہیں۔

عينيه لم يعم ولم يرمد ابدا۔

ترجمہ: اندھا ہوا اور نہ کبھی آنکھیں دکھیں۔

(کفایۃ الطالب الربانی لرسالة ابن ابی زید القيروانی ج ۱ ص ۱۶۹ مطبوعہ مصر بحوالہ صحیح السلامہ)

اس کی شرح میں علامہ شیخ علی الصیعدی عددی صفحہ ۷۷ میں فرماتے ہیں۔

لم یبین موضع التقبیل من الابهامین۔ الا انه نقل عن الشيخ العالم المفسر نور الدين الخراسانی قال بعضهم لقيته وقت الاذان فلما سمع المؤذن يقول اشهدان محمداً رسول الله قبل ابهامي نفسه ومسح

بجاءه.....☆

اور آنکھوں سے لگانا سنت حضرت آدم علیہ السلام ہے اور اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔

(معارج النبوة فی مدارج الفتوة رکن اول باب دوم فصل ہشتم در بردن آدم بجانب بہشت و پیدایش خاں ص ۳۰ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

تفریح الاذکیانی احوال الانبیاء میں ہے۔

کتاب احادیث قدسیہ میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام لقائے محبوب کے مشتاق ہوئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور کی صورت کریمہ ان کے انگوٹھوں کے ناخنوں کی صفائی میں ظاہر فرمائی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر ملا تو ان کی اولاد کے لئے یہ اصل ہو گئی۔ جب جبریل امین نے اس قصہ کی خبر حضور ﷺ کو دی تو فرمایا جس نے اذان میں میرا نام سنا پھر دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں سے ملا تو وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔

(تفریح الاذکیانی احوال الانبیاء ج ۲ ص ۱۲۱ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

علامہ الفاضل الکامل الشیخ اسمعیل حق حقی متونی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

وقصص الانبياء وغيرها ان ادم عليه السلام اشتاق الى لقاء محمد ﷺ حين كان في الجنة فاوحى الله تعالى اليه هو من صلبك ويظهر في اخر الزمان فستال لقاء محمد ﷺ حين كان في الجنة فاوحى الله تعالى اليه فجعل الله النور المحمدي في اصبعه المسبحة من يده اليمنى فسبح ذلك النور فلذلك سميت تلك الاصبع مسبحة كما في الروض الفائق او اظهر الله تعالى جمال حبيبته في صفاء ظفري ابهاميه مثل المرأة فقبل ادم ظفري ابهاميه ومسح على عينيه فصار اصلا كذريته فلما اخبر جبريل النبي ﷺ بهذا القصة قال عليه السلام من سمع اسمي في الاذان فقبل ظفري ابهاميه ومسح على عينيه لم يعم ولم يرمد ابدا۔

ترجمہ: قصص الانبياء وغیرہ کتب میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کہ جنت میں حضرت محمد ﷺ کی ملاقات کا اشتیاق ہوا تو اللہ

تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ وہ تمہارے صلب سے آخر زمانے میں ظہور فرمائیں گے تو حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کی ملاقات کا بالظفرین اجفان عینیہ من الماق الی ناحیۃ الصدع ثم فعل ذلك عند کل تشهد مرة فسأله عن ذلك فقال كنت افعله ثم ترکته فمرضت عینای فرء یتہ امناما فقال لما ترکت مسح عینیک عند الاذان ان اردت ان تبرء عیناک فعد فی المسح فاستیقظت ومسحت فبرءت ولم يعاود فی مرضها الی الان۔

ترجمہ: مصنف نے انگوٹھے چومنے کی جگہ نہ بیان کی لیکن شیخ علامہ مفسر نور الدین خراسانی سے منقول ہے کہ بعض لوگ ان کو اذان کے وقت ملے جب انہوں نے مؤذن کو اشہدان محمداً رسول اللہ کہتے ہوئے سنا تو انہوں نے اپنے انگوٹھے چومے اور ناخنوں کو اپنی آنکھوں کی پلکوں پر آنکھوں کے کونے سے لگایا اور کپٹی کے کونے تک پہنچایا۔ پھر ہر شہادت کے وقت ایک ایک بار کیا میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ میں پہلے انگوٹھے چوما کرتا تھا۔ پھر چھوڑ دیا۔ پس میری آنکھیں بیمار ہو گئیں۔ پس میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تم نے اذان کے وقت انگوٹھے آنکھوں سے لگانا کیوں چھوڑ دیئے؟ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری آنکھیں اچھی ہو جائیں تو پھر یہ انگوٹھے آنکھوں سے لگانا شروع کر دو۔ پس بیدار ہوا اور یہ مسح شروع کیا مجھ کو آرام ہو گیا۔ اور پھر اب تک وہ مرض نہ لوٹا۔

(نسخ السلامہ فی حکم تقبیل الابھامین فی الاقامہ ص ۳ مطبوعہ کنج شکر اکیڈمی لاہور)

اس تمام گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ اذان وغیرہ میں انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا مستحب ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور صدیق اکبر و امام حسن رضی اللہ عنہما کی سنت ہے۔ فقہاء محدثین و مفسرین اس کے استحباب پر متفق ہیں آئمہ شافعیہ و مالکیہ نے بھی اس کے استحباب کی تصریح فرمائی ہر زمانہ اور ہر ایک مسلمان اس کو مستحب جانتے رہے اور جانتے ہیں اس میں حسب ذیل فائدے ہیں یہ عمل کرنے والا آنکھ دکنے سے محفوظ رہے گا اور انشاء اللہ کبھی اندھانہ ہوگا اگر آنکھ میں کسی قسم کی تکلیف ہو اس کے لئے یہ انگوٹھے چومنے کا عمل بہترین علاج ہے بارہا تجربہ ہے اس کے عامل کو حضور علیہ السلام کی شفاعت نصیب ہوگی اور اس کو حضور علیہ السلام قیامت کی صفوف میں تلاش فرما کر اپنے پیچھے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

اس کو حرام کہنا محض جہالت ہے جب تک کہ ممانعت کی صریح دلیل نہ ملے اس کو منع نہیں کر سکتے استحباب کے لئے مسلمانوں کا مستحب جاننا ہی کافی ہے مگر کراہت کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہے جیسا کہ ہم بدعت کی بحث میں ثابت کر چکے ہیں۔

نوٹ: اذان کے متعلق تو صاف صریح روایات اور احادیث موجود ہیں جو پیش کی جا چکیں تکبیر بھی مثل اذان کے ہے احادیث میں تکبیر کو اذان فرمایا گیا ہے۔

دواذانوں کے درمیان نماز ہے یعنی اذان و تکبیر کے درمیان۔ لہذا تکبیر میں اشہد ان محمداً رسول اللہ پر انگوٹھے چومنا نافع

حاشیہ.....☆

سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں ہاتھ کے کلمے کی انگلی میں نور محمدی ﷺ چمکایا تو اس نور نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پر وحی اسی واسطے اس انگلی کا نام کلمے کی انگلی ہوا۔ جیسا کہ روض الفائق میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے جمال محمد ﷺ و حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں مثل آئینہ کے ظاہر فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرا پس یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوئی پھر جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا جو شخص اذان میں میرا نام سنے اور اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر ملے۔ تو وہ کبھی اندھانہ ہوگا۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وباعث برکت ہے۔ اور اذان تکبیر کے علاوہ بھی اگر کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام شریف سن کر انگوٹھے چومے تو بھی کوئی حرج نہیں بلکہ نیت خیر سے ہو تو باعث ثواب ہے۔ بلا دلیل ممانعت منع نہیں کر سکتے۔ جس طرح بھی حضور علیہ السلام کی تعظیم کی جاوے باعث ثواب ہے۔

دوسرا باب

انگوٹھے چومنے پر اعتراضات و جوابات

اعتراض (۱).....: انگوٹھے چومنے کے متعلق جس قدر روایات بیان کی گئیں۔ وہ سب ضعیف ہیں اور حدیث ضعیف سے مسئلہ شرعی ثابت نہیں ہو سکتا۔ دیکھو مقاصد حسن میں فرمایا لا یصح فی المرفوع من کل هذا شینی ان سے کوئی مرفوع حدیث صحیح نہیں۔ ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں ان احادیث کے متعلق فرمایا کل ما یروی فی هذا فلا یصح رفعه یعنی اس مسئلہ میں جتنی احادیث مروی ہیں ان میں سے کسی کا رفع صحیح نہیں۔ خود علامہ شامی نے اسی بحث میں اسی جگہ فرمایا لم یصح من المرفوع من هذا شینی ان میں سے کوئی مرفوع حدیث صحیح نہیں۔ صاحب روح البیان نے بھی ان احادیث کی صحت سے انکار کیا۔ پھر ان احادیث کا پیش کرنا ہی بیکار ہے۔

جواب: اس کے چند جوابات ہیں اولاً تو یہ کہ تمام حضرات مرفوع حدیث کی صحت کا انکار فرما رہے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اس کے بارے میں حدیث موقوف صحیح ہے چنانچہ ملا علی قاری موضوعات کبیر میں اسی عبارت منقولہ کے بعد فرماتے ہیں۔ قلت واذا ثبت رفعه الى الصديق ورضی الله تعالى عنه فيكفي للعمل به لقوله عليه الصلوٰۃ والسلام عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين۔

ترجمہ: یعنی میں کہتا ہوں کہ جب اس حدیث کا رفع صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت۔

(الموضوعات الکبریٰ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حدیث موقوف صحیح ہے اور حدیث موقوف کافی ہے۔ دوسرے یہ کہ ان تمام علماء نے فرمایا لم یصح یعنی یہ تمام احادیث حضور تک مرفوع ہو کر صحیح نہیں اور صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں۔ کیونکہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے لہذا اگر یہ حدیث حسن ہو تب بھی کافی ہے۔

.....☆ حاشیہ

اعتراض.....: محمد سر فراز گنگوڑی دیوبندی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ ”صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں کیونکہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے (جاء الحق ص ۳۸۲) مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی محدث جب مطلق لا یتصح کہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا کہ یہ روایت ضعیف ہے اگر حدیث حسن ہوتی ہے تو اس کی تصریح کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے یا لیس بصحیح بل حسن وغیرہ ہے اس کو تعبیر کرتے ہیں۔ مطلق لا یصح سے حسن سمجھنا قلت فہم کا نتیجہ ہے۔

(راہ سنت ص ۲۳۰ مطبوعہ مکتبہ مندر بہکو جزا نوالہ)

حاشیہ.....☆

جواب:- گکھڑوی صاحب کو چاہیے تھا کہ دلائل کے ذریعہ ثابت کرتے کہ محدثین کے لایصح لم یثبت کہنے سے ضعیف ہی مراد ہوتا ہے حسن مراد نہیں ہوتا اور محدثین جب مطلق لایصح یا لم یثبت لکھتے ہیں تو اس سے ضعیف ہی مراد ہوتا ہے مگر گکھڑوی صاحب اس سے قاصر ہے۔

محدثین کے لایصح لم یثبت سے مراد حسن بھی ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلد محمد شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۲۹۹ھ لکھتے ہیں۔

لا يلزم من نفى الثبوت ثبوت الضعف لا احتمال ان يراد بالثبوت الصحة فلا ينتقى الحسن۔
وعلى التنزل لا يلزم من نفى الثبوت عن كل فرد (ای عن صحيح والحسن) نفيه عن المجموع (ای
الصحيح والحسن والضعيف) انتهى كلامه۔

ترجمہ: نفی ثبوت حدیث سے اس کا ضعف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ احتمال ہے کہ ثبوت سے صحت مراد ہو (یعنی یہ حدیث صحت کو نہیں پہنچتی) تو اس سے حسن ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

(رسالہ غنیۃ الامعی مع طبرانی صفر ج ۲ ص ۱۵۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

شیخ الحدیث تقی الدین صاحب ندوی دیوبندی اپنی کتاب فن اسماء الرجال (مصدقہ سید علی ندوی) لکھتے ہیں۔

جب کسی حدیث کے بارے میں ”لایصح“ یا ”لایثبت“ کہا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث موضوع ہے یا ضعیف ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عدم ثبوت سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث کو ”لایصح“ کہنے سے اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ ممکن ہے وہ حدیث حسن یا حسن لغیرہ ہو۔
ان اصطلاحات کا علم اسماء الرجال اور فن جرح و تعدیل کے طالب علم کے لیے جاننا ضروری ہے۔ ورنہ اس فن کی کتابوں سے استفادہ میں بہت سی غلطیوں کا امکان ہے۔

(فن اسماء الرجال ص ۶۶ مطبوعہ ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد)

دوم اس کا جواب اسی گکھڑوی ہی کی زبان سے ملاحظہ فرمائیں۔ گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نتائج الافکار میں لکھتے ہیں کہ:

لا يلزم من نفى الثبوت ثبوت الضعف لا احتمال ان يراد بالثبوت الصحة فلا ينتقى الحسن۔

ترجمہ: نفی ثبوت حدیث سے اس کا ضعف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ احتمال ہے کہ ثبوت سے صحت مراد ہو (یعنی یہ حدیث صحت کو نہیں پہنچتی) تو اس سے حسن ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجر کے اس فی نقطہ سے معلوم ہوا کہ نفی ثبوت سے ثبوت ضعیف لازم نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ حدیث صحت کو تو نہ پہنچتی ہو لیکن حسن کے درجہ کو پہنچ جائے اور اسی کو صالح سے تعبیر کر لیا گیا ہے اور حسن حدیث بھی جمہور کے نزدیک قابل احتجاج ہے۔

(سماع الموتی ص ۲۳۴-۲۳۵ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

تیسرے یہ کہ اصول حدیث و اصول فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی ضعیف حدیث چند اسناد سے مروی ہو جاوے تو حسن بن جاتی ہے چنانچہ در مختار جلد اول باب مستحبات الوضوء میں اعضاء وضو کی دعاؤں کے متعلق فرماتے ہیں وقد رواہ ابن حبان وغيره عنه عليه السلام من طرق اس کو ابن حبان وغيرہ نے چند اسناد سے روایت کیا۔ اس کے ماتحت شامی میں فرماتے ہیں ای بقوی بعضها بعضاً فارتقى الى مرتبة الحسن یعنی بعض اسناد بعض کو قوت دیتی ہیں لہذا یہ حدیث درجہ حسن کو پہنچ گئی۔ اور ہم پہلے باب میں بتا چکے کہ یہ حدیث بہت طریق سے روایت ہے لہذا حسن ہے۔ چوتھے یہ کہ اگر مان بھی لیا جاوے کہ یہ حدیث ضعیف ہے پھر فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے چنانچہ یہ ہی علامہ شامی اسی در المختار جلد اول باب اذان میں اذان کے موقع کے بحث میں فرماتے ہیں علی انه فی فضائل الاعمال يجوز العمل بالحدیث الضعیف كما مر فی اول کتاب الطہارۃ (رد المحتار علی در المختار باب الاذان ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے یہاں بھی واجب و حرام ہونے کے مسائل نہیں ہیں صرف یہ کہ انگوٹھے چومنے میں یہ فضیلت ہے لہذا اس میں حدیث ضعیف بھی قابل عمل ہے نیز مسلمانوں کا عمل ضعیف حدیث کو قوی کر دیتا ہے چنانچہ کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی تلقین میت کی بحث میں ہے۔

وقد روينا فيه حديث ابن ابي امامته ليس بالقائم اسناده ولكن اعتصد بشواهد و بعمل اهل الشام
ترجمہ: یعنی تلقین میت کی حدیث قوی الاسناد نہیں مگر اہل شام کے عمل و دیگر شواہد سے قوی ہو گئی انگوٹھے چومنے پر بھی امرت کا عمل ہے لہذا یہ حدیث قوی ہوئی۔

اس زیادہ تحقیق نور الانوار اور توضیح وغیرہ میں دیکھو۔ پانچویں یہ کہ اگر اس کے متعلق کوئی بھی حدیث نہ ملتی۔ تب بھی امت مصطفیٰ علیہ السلام کا مستحب ماننا ہی کافی تھا کہ حدیث میں آیا ہے ماراہ المومنون حسنا فہر عند اللہ حسن جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ کام اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

چھٹے یہ کہ انگوٹھے چومنا آنکھ کی بیماریوں سے بچنے کا عمل ہے اور عمل میں صرف صوفیائے کرام کا تجربہ کافی ہوتا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب ہوامعہ میں ہوامعہ مقدمہ کے دسویں ہامعہ میں فرماتے ہیں اجتہاد اور اختراع اعمال تصریفہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطباء نخباء قراہین را تصریفی اعمال میں اجتہاد کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ جیسے کہ طیب لوگ حکمت کے نئے ایجاد کرتے ہیں۔

حاشیہ.....☆

الزاماً جواب گکھڑوی صاحب کی اپج

مگر گکھڑوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی محدث جب مطلق لا یصح لم یثبت کہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا کہ یہ روایت ضعیف ہے اگر حدیث حسن ہوتی ہے تو اس کی تصریح کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے یا لیس بصحیح بل حسن وغیرہ سے اس کو تعبیر کرتے ہیں۔ گکھڑوی صاحب کا مطلق لا یصح یا لم یثبت سے حسن سمجھنا قلت فہم کا نتیجہ ہے۔ گکھڑوی صاحب نے دو اشعار لکھے ہیں جو اس پر فٹ آرہے ہیں۔

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتر بھی

خود شاہ ولی صاحب نے اپنی کتاب القول الجلیل وغیرہ میں صمد ہا عمل تعویذ گنڈے جنات کو دفع کرنے سے جنات سے محفوظ رہنے۔ حمل محفوظ رکھنے کے تجویز فرمائے ہیں کہ فلاں دعاہرن کی کھال پر لکھ کر عورت کے گلے میں مثل ہار ڈال دو اسقاط نہ ہوگا چشم کارنگا ہوا ڈورا عورت کے جسم سے ناپ کر نوگرہ لگا کر عورت کی بانیں ران میں باندھا دروزہ کو مفید ہے وغیرہ بتاؤ کہ ان اعمال کے متعلق کون سی احادیث آئی ہیں؟ خود علامہ شامی نے جادو سے بچنے، گمی ہوئی چیز کی تلاش کرنے کے لئے بہت سے طریقے شامی میں بیان فرمائے بتاؤ کہ ان کی احادیث کہاں ہیں؟ جبکہ ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ یہ عمل درد چشم کے لئے مجرب ہے تو اس کو کیوں منع کیا جاتا ہے؟ ساتویں یہ کہ ہم پہلے باب میں بیان کر چکے کہ شامی اور شرح نقایہ اور تفسیر روح البیان وغیرہ نے انگوٹھے چومنے کو مستحب فرمایا۔ اس استحباب پر کوئی جرح و قدح نہ کی بلکہ حدیث مرفوع کی صحت کا انکار کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حکم استحباب تو بالکل صحیح ہے۔ گفتگو ثبوت حدیث میں ہے۔ یہ استحباب حدیث کی صحت پر موقوف نہیں۔ آٹھویں یہ کہ اچھا اگر مان لیں کہ استحباب کا ثبوت حدیث ضعیف سے نہیں ہو سکتا۔ تو کراہت کے ثبوت کی کوئی حدیث ہے جس میں یہ ہو کہ انگوٹھے چومنا مکروہ ہے یا نہ چومو وغیرہ وغیرہ انشاء اللہ کراہت کے لئے صحیح حدیث تو کیا ضعیف بھی نہ ملے گی۔ صرف یاروں کا اجتہاد اور عداوت رسول اللہ ﷺ ہے۔

الحمد للہ کہ اس اعتراض کے پر خچے اڑ گئے اور حق واضح ہو گیا۔

اعتراض (۲).....: حضرت آدم علیہ السلام نے اگر نور مصطفیٰ علیہ السلام انگوٹھے کے ناخنوں میں دیکھ کر اس کو چوما تھا۔ تو تم کون سا نور دیکھتے ہو جو چومتے ہو۔ چومنے کی جو وجہ وہاں تھی وہ یہاں نہیں۔

جواب:- حضرت ہاجرہ جب اپنے فرزند حضرت اسمعیل علیہ السلام کو لے کر مکہ مکرمہ کے جنگل میں تشریف لائیں تو تلاش پانی کے لئے صفا و مروه پہاڑ کے درمیان دوڑیں۔ آج تم حج میں وہاں کیوں دوڑتے ہو؟ آج کہاں پانی کی تلاش ہے؟ حضرت اسمعیل علیہ السلام نے قربانی کے لئے جاتے ہوئے راستے میں تین جگہ شیطان کو کنکر مارے آج تم حج میں وہاں کیوں کنکر مارتے ہو؟ وہاں اب کونسا حاشیہ.....☆

سرفراز خان دیوبندی لکھتے ہیں۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ علماء امت کا تعامل بھی ایک شے ہے اور اس سے بھی صرف نظر نہیں کی جاسکتی اور ایسے فروعی مسائل میں اولیٰ قطعیت کی حاجت بھی نہیں ہوتی، فی الجملہ دلائل درکار ہوتے ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں وہ سب موجود ہیں۔

(سراج الموتی ص ۲۳۲ مطبوعہ مکتبہ مندریہ گوجرانوالہ)

ہم بھی دیوبندیوں سے یہی بات کہتے ہیں کہ علماء امت کا تعامل بھی ایک شے ہے اور اس سے بھی صرف نظر نہیں کی جاسکتی۔ اتنے کثیر علماء امت نے نام اقدس ﷺ کو انگوٹھے چومنے کو مستحب کہا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

امام مکی از قوت القلوب، اسمعیل حق، علامہ شامی، علامہ طحاوی، ملا علی قاری، علامہ قسستانی، علامہ عبدالقدوس، ملا طاہر محدث فتنی، امام سخاوی، امام جمال مکی، محمد بن صالح مدنی، ان کے علاوہ کثیر علماء امت (جن کے حوالا جات پیچھے گزر چکے ہیں) نے نام اقدس ﷺ کو انگوٹھے چومنے کو مستحب کہا ہے۔ ان کثیر علماء امت کا نام اقدس ﷺ کو انگوٹھے چومنے کو مستحب کہنا ہمارے لئے کافی ہے۔

شیطان آپ کو دھوکا دے رہا ہے؟ حضور علیہ السلام نے ایک خاص ضرورت کی وجہ سے کفار مکہ کو دکھانے کے لئے طواف میں رمل کرا کر اپنی طاقت دکھائی۔ بتاؤ کہ اب طواف قدوم میں رمل کیوں کرتے ہو؟ اب وہاں کفار کہاں دیکھ رہے ہیں؟ جناب انبیائے کرام کے بعض عمل ایسے مقبول ہو جاتے ہیں کہ ان کی یادگار باقی رکھی جاتی ہے اگرچہ وہ ضرورت باقی نہ رہنے اسی طرح یہ بھی ہے۔

اعتراض (۳)..... کیا وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے نام پر انگوٹھے کے ناخن چومتے ہو۔ کوئی اور چیز کیوں نہیں چومتے ناخن میں کیا خصوصیت ہے؟ ہاتھ پاؤں کپڑے وغیرہ چومنا چاہیئے۔

جواب:- چونکہ روایت میں ناخن ہی کا ثبوت ہے۔ اس لئے اسی کو چومتے ہیں منصوصات میں وجہ تلاش کرنا ضروری نہیں۔ اگر اس کا نکتہ ہی معلوم کرنا ہے تو یہ ہے کہ تفسیر خازن و روح البیان وغیرہ نے پارہ ۸ سورہ اعراف زیر آیت بدت لهما سوا اتھما (آیت نمبر ۲۲) میں بیان فرمایا کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کا لباس ناخن تھا یعنی تمام جسم شریف پر ناخن تھا جو کہ نہایت خوبصورت اور نرم تھا جب ان پر عتاب الہی ہوا وہ کپڑا اتار لیا گیا۔ مگر انگلیوں کے پوروں پر بطور یادگار باقی رکھا گیا جس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ناخن جنتی لباس ہیں اور اب جنت تو ہم کو حضور علیہ السلام کے طفیل سے ملگئی لہذا ان کے نام پر جنتی لباس چوم لیتے ہیں جیسے کہ کعبہ معظمہ میں سنگ اسود جنتی پتھر ہے اس کو چومتے ہیں باقی کعبہ شریف کو نہیں چومتے۔ کیونکہ وہ اس جنتی گھر کی یادگار ہے جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے زمین پر آیا تھا اور طوفان نوحی میں اٹھا لیا گیا۔ اور یہ پتھر اس کی یادگار رہا۔ اسی طرح ناخن بھی اس جنتی لباس کی یادگار ہے۔



حاشیہ.....☆

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا القاسم قال ثنا الحسن قال ثنا حجاج عن حسام بن معبد عن قتادة وابی بکر قتادة قال كان لباس آدم في الجنة ظفرا كله فلما وقع بالذنب كشط عنه وبدت سوائه۔
(تفسیر الطبری ج ۸ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۵۰۱ھ لکھتے ہیں۔

كان لباسهما من جنس الاظفار ای كالظفر بياضاً في غابة اللطف واللين فبقی عند الاظفار
تذكيراً للنعم وتجديداً للندم۔
ترجمہ: حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا لباس ناخن کی جنس سے تھا یعنی ناخن کی طرح صاف و شفاف اور انتہائی لطیف و نرم جواب
ناخنوں کے مقام پر باقی رہ گیا نعمتوں کی یادگار اور ندامت کی تجدید کے لئے۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنة پشاور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الفريابي وابن شيبة وعبد بن حميد وابن جرير وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشيخ
وابن مردويه والبيهقي في سننه وابن عساكر في تاريخه عن ابن عباس قال: كان لباس آدم و حواء
كالظفر، فلما اكلا من الشجرة لم يبق عليهما الا مثل الظفر۔

ترجمہ: امام فريابي، ابن ابی شيبة، عبد بن حميد، ابن جرير، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشيخ، ابن مردويه، البيهقي نے اپنی سنن میں اور ابن عساكر
نے اپنی تاریخ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام و حوا علیہما السلام کا لباس ناخن کی مانند تھا۔ جب انہوں نے اس
شجر ممنوعہ سے کھایا تو جسم سے وہ لباس اتر گیا اور صرف ناخنوں پر باقی رہ گیا۔ (ناکہ نعمت کی یاد آتی رہے)

(الدر المنثور فی التفسیر المأثور ج ۳ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

☆.....☆

بحث جنازه کے آگے بلند آواز سے کلمہ یا نعت پڑھنا

بعض جگہ رسم ہے کہ جب میت کو قبرستان لے جاتے ہیں تو اس کے آگے با آواز بلند کلمہ طیبہ سب مل کر پڑھتے جاتے ہیں یا نعت شریف پڑھتے ہیں مجھے تو یہ وہم بھی نہ تھا کہ کوئی اس کو بھی منع کرتا ہوگا مگر پنجاب میں آکر معلوم ہوا کہ دیوبندی اس کو بھی بدعت و حرام کہتے ہیں۔ اس قدر ظاہر مسئلہ پر کچھ لکھنے کا ارادہ نہ تھا مگر بعض احباب نے مجبور فرمایا۔ تو کچھ بطور اختصار عرض کرتا ہوں اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلا باب اس کے ثبوت میں۔ دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات میں و ما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

پہلا باب

جنازه کے آگے کلمہ طیبہ یا نعت خوانی کا ثبوت

جنازے کے آگے کلمہ طیبہ یا تسبیح و تہلیل یا درود شریف آہستہ آہستہ یا بلند آواز سے پڑھنا جائز اور میت و حاضرین کو مفید ہے اس پر قرآنی آیات و احادیث صحیحہ و اقوال فقہاء شہاد ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔
الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبہم۔
ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے یا بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۹۱)

اس کی شرح تفسیر روح البیان میں ہے۔

ای یذکرون دائما علی الحالات کلہا قائمین و قائدین و مضطجعین فان الانسان لا یخلو عن هذه الهیئات غالباً۔

ترجمہ: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں ہمیشہ کھڑے بیٹھے لیٹے ذرا الٹی کرتے ہیں کیونکہ انسان اکثر ان حالات سے خالی نہیں ہوتا۔
(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر ابوالسعود میں اسی کے ماتحت ہے۔ (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۹۱)

والمراد تعمیم الذکر للاوقات و تخصیص الاحوال المذکورة لیس لتخصیص الذکر بہا بل لانہا الاحوال المعہودۃ التی لا یخلوا عنہا الانسان۔

ترجمہ قریب قریب وہی ہے جو اوپر کیا گیا۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

المراد کون الانسان دائم الذکر لربہ فان الاحوال لیست الا هذه الثلاثہ ثم لما وصفہم بکونہم ذکرین فیہا کان ذلک ولیلا علی کونہم مواظبین علی ذکر غیر فاترین عنہ۔

ترجمہ: اس کا ترجمہ بھی وہی ہے جو گزر چکا ہے۔ ابن عدی نے کامل میں اور امام زیلعی نے نصب الراية التخریج احادیث الہدایہ جلد دوم صفحہ ۲۹۲ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل میں لکھا ہے۔

عن ابن عمر قال لم یکن یسمع من رسول اللہ ﷺ وهو یمشی خلف الجنازة الا قول لا اله الا الله مبدیا وراجعا۔

(نصب الراية ج ۲ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت قاہرہ مصر)

اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو۔ پھر بھی فضائل اعمال میں معتبر ہے۔ تحذیر الخمار علی رد الخمار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۳ پر ہے۔

ولكن قد اعتاد الناس كثرة الصلوة على النبي ﷺ ورفع اصواتهم بذلك وهم ان منعوا ابت نفو سهم عن السكوت والتفكير في كلام دنيوي وربما وقعوا في عيبه وانكار المنكر اذا قضى الى ما هوا عظم منكر اكان تركه احب لانه ارتكاب باخف المضرتين كما هو القاعدة الشرعية۔

(تحذیر الخمار علی رد الخمار ص ۱۲۳ مطبوعہ مصر)

اس آیت اور ان تفاسیر کی عبارات واحادیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ہر حال میں ذکر الہی کرنے کی اجازت ہے اور ہر طرح بلند آواز سے ہو یا آہستہ کرنے کی اجازت ہے۔ اب کسی موقع پر کسی ذکر سے ممانعت کرنے کے لئے کم از کم حدیث مشہور کی ضرورت ہے کیونکہ حدیث واحد اور قیاس مجتہد سے قرآنی عام کو خاص نہیں کیا جاسکتا۔ فقہاء تو بحالت جنابت و بحالت حیض بھی تلاوت قرآن کے علاوہ تمام ذکر کو جائز فرماتے ہیں اور اگر قرآنی آیت بھی بغیر قصد تلاوت پڑھے تو جائز ہے (دیکھو عام کتب فقہ) تو جبکہ میت کو قبرستان لے جا رہے ہیں یہ بھی ایک حالت ہی ہے اس حالت میں بھی ہر طرح ذکر الہی جائز ہوا۔ قرآن فرماتا ہے۔

الا بذكر الله تطمئن القلوب۔

ترجمہ: خبردار ہو جاؤ کہ اللہ کے ذکر سے دل چمکن پاتے ہیں۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲۸)

اس کی تفسیر میں صاحب روح البیان فرماتے ہیں۔

فالمؤمنون يستأنسون بالقرآن وذكر الله الذي هو الاسم الاعظم ويحبون استماعها والكفار يفرحون بالدنيا ويستبشرون بذكر غير الله۔

ترجمہ: پس قرآن سے اور اللہ کے ذکر سے (جو کہ اسم اعظم ہے) مسلمان انس لیتے ہیں اور اس کو سننا چاہتے ہیں اور کفار دنیا سے خوش ہوتے ہیں اور ذکر غیر اللہ سے سرور پاتے ہیں۔

اس آیت اور تفسیری عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر مسلمان کی خوشی و فرحت کا باعث ہے مگر کفار اس سے رنجیدہ ہوتے ہیں۔ بحمد اللہ میت بھی مسلمان ہے اور سب حاضرین بھی۔ سب کو ہی اس سے خوشی ہوگی۔ نیز میت کو اس وقت اپنے الہ و عیال سے چھوٹنے کا غم ہے یہ ذکر اس غم کو دور کرے گا۔ خیال رہے کہ اس آیت میں بھی ذکر مطلق ہے خواہ آہستہ ہو یا بلند آواز سے لہذا ہر طرح جائز ہوا محض اپنی رائے سے اس میں قید نہیں لگا سکتے منتخب کنز العمال جلد ہشتم صفحہ ۹۹ میں بروایت حضرت انس ہے اکثروا فی الجنائز قول لا اله الا الله مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب ذکر اللہ میں ہے۔

ان الله ملئكة يطوفون في الطرق يلتمسون اهل الذكر فاذا وجدوا قوماً يذكرون الله تنادوا هلموا الي حاجتكم قال فيحفو لهم باجنحتهم۔

ترجمہ: اللہ کے کچھ فرشتے راستوں میں چکر لگاتے ہیں ذکر اللہ کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں پس جبکہ کسی قوم کو ذکر الہی کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ اپنے مقصد کی طرف پھر ان ذاکرین کو پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں الخ۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ذکر اللہ الفصل الاول ص ۱۹۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

لہذا اگر میت کے ساتھ لوگ ذکر اللہ کرتے ہوئے جائیں گے تو ملائکہ راستے ہی میں ملیں گے۔ اور ان سب کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیں گے میت بھی ملائکہ کے پروں کے سایہ میں قبرستان تک جاویگا۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں بھی ذکر مطلق ہے خواہ آہستہ ہو

یا بلند آواز سے۔ مشکوٰۃ اسی باب میں ہے۔

اذا مور تم بریاض الجنة فارتعوا قالوا وما ریاض الجنة قال حلق الذکر۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو کچھ کھالیا کرو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ذکر اللہ الفصل الثانی ۱۹۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے ثابت ہوا کہ اگر میت کے ساتھ ذکر الہی ہوتا ہوا جاوے تو میت جنت کے باغ میں قبرستان تک جاوے گا۔ خیال رہے کہ یہاں بھی ذکر مطلق ہے آہستہ ہو یا بلند آواز سے اسی مشکوٰۃ میں اسی باب میں ہے کہ۔
الشیطن جائم علی قلب ابن ادم فاذا ذکر اللہ خنس۔

ترجمہ: شیطان انسان کے دل پر چمٹا رہتا ہے جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو ہٹ جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ذکر اللہ الفصل الثالث ۱۹۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ اگر میت کو لے جاتے وقت ذکر اللہ کیا جاوے گا تو شیطان سے میت کو امن رہے گی یہاں بھی ذکر میں آہستہ یا بلند آواز کی کوئی قید نہیں۔ یہاں تک تو جنازہ کے آگے ذکر بالجہر کو دلالت ثابت کیا گیا۔ اب اقوال فقہاء ملاحظہ ہوں جس میں اس کی تصریح ملتی ہے۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ اس مسئلہ کے متعلق تحقیق فرماتے ہیں کہ جن فقہاء نے جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر کو منع فرمایا ہے وہ کراہت تنزیہی کی بنا پر ہے یا کراہت تحریمی کی بنا پر پھر فرماتے ہیں۔

لکن بعض المشائخ جوزو الذکر الجہری و رفع الصوف بالتعظیم قدام الجنازة و خلفها لتلقین المیت والاموات والاحیاء وتنبیہ الغفلة والظلمة و ازالة صداء القلوب وقسوتها یحب الدنیا و ریاستها۔

ترجمہ: یعنی بعض مشائخ عظام نے جنازے کے آگے اور پیچھے بلند آواز سے ذکر کرنے کو جائز فرمایا تاکہ اس سے اس میت اور زندوں کو تلقین ہو اور غفلتوں کے دلوں سے غفلت اور سختی دنیا کی محبت دور ہو۔

(حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

لواقع الانوار القدسیہ فی بیان العہود الحمدیہ میں قطب ربانی امام شعرانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

وکان سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ یقول اذا علم من الماشین مع الجنازة انہم لا یترون اللغو فی الجنازة و یشغلون باحوال الدنیا فینبغی ان تامرہم بقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فان ذلک افضل من ترکہ ولا ینبغی للفقہ ان ینکر ذلک الا بنص او اجماع فان للمسلمین الاذن العام من الشارع بقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کل وقت شاء و اللہ العجب من عمی قلب من ینکر مثل هذا۔

ترجمہ: حضرت علی الخواص رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب معلوم ہوا کہ جنازہ کے ساتھ جانے والے بیہودہ باتیں نہیں چھوڑتے اور دنیاوی حالات میں مشغول ہیں تو مناسب ہے کہ ان کو کلمہ پڑھنے کا حکم دیں۔ کیونکہ یہ کلمہ پڑھنا نہ پڑھنے سے افضل ہے اور فقیہ عالم کو مناسب نہیں کہ اس کا انکار کرے مگر یا تو نص سے یا مسلمانوں کے اجماع سے اس لئے کہ شارع علیہ السلام کی طرف سے مسلمانوں کو کلمہ پڑھنے کا اذن عام ہے جس وقت بھی چاہیں۔ اور سخت تعجب ہے اس اندھے دل سے جو اس کا انکار کرے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج ۹ ص ۱۳۳ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

امام شعرانی اپنی کتاب عہود الشارح میں فرماتے ہیں۔

ولا نمکن احداً من اخواننا ینکر شیئاً ابتدعها المسلمون علی جهة القرۃ و راہ حسناً لاسیما

ترجمہ: ہم اپنے بھائیوں میں سے کسی کو یہ موقع نہ دیں گے کہ کسی ایسی چیز کا انکار کرے جس کو مسلمانوں نے ثواب سمجھ کر نکالا ہو اور اس کو اچھا سمجھا ہو خصوصاً وہ جو اللہ تعالیٰ و رسول علیہ السلام سے متعلق ہو جیسے کہ لوگوں کا جنازے کے آگے کلمہ طیبہ پڑھنا یا جنازے کے آگے کسی کا قرآن کریم وغیرہ پڑھنا جو شخص اس کو حرام کہے وہ شریعت سمجھنے سے قاصر ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

وكلمة لا اله الا الله محمد رسول الله اكبر الحسنات فكيف يمنع منها وتامل احوال غالب الخلق الان في الجنازة تجدهم مشغولين بحكايات الدنيا لم يعتبروا بالميت وقلوبهم غافل عن جميع ما وقع له بل رءيت منهم من يضحك واذا تعارض عندنا مثل ذلك وكون ذلك لم يكن في عهد رسول الله ﷺ قدمنا ذكر الله عز وجل بل كل حديث لغو اولى من حديث ابناء الدنيا في الجنازة فلو صاح كل من في الجنازة لا اله الا الله محمد رسول الله فلا اعتراض.

ترجمہ: یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تمام نیکیوں میں بہترین کی ہے پس اس سے کیوں منع کیا جاسکتا ہے اگر تم آج کل کے لوگوں کی غالب حالت میں غور کرو تو تم ان کو جنازے کے ساتھ ساتھ دنیاوی قصوں میں مشغول پاؤ گے ان کے دل میت سے عبرت نہیں پکڑتے اور جو کچھ ہو چکا اس سے غافل ہیں بلکہ ہم نے تو بہت سے لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا اور جب لوگوں کا اس زمانہ میں ایسا حال ہے تو ہم کو اس پر عمل کر کے کہ یہ کلمہ پہلے زمانہ میں میت کے ساتھ پکار کر نہیں بلکہ اس کے جائز ہونے ہی کا حکم کرنا چاہیے بلکہ دنیا داروں کی باتوں سے ہر بات جنازے میں بہتر ہے پس اگر تمام لوگ بلند آواز سے جنازے کے ہمراہ لا الہ الا اللہ پڑھیں تو ہم کو کوئی اعتراض نہیں۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ اگر بلند آواز سے ذکر کیا جاوے تو جائز ہے خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ عوام میت کے ساتھ ہنستے ہوئے دنیاوی باتیں کرتے ہوئے جاتے ہیں اب تو بہت ہی بہتر ہے کہ ان سب کو ذکر الہی میں مشغول کر دیا جاوے کہ ذکر الہی دنیاوی باتوں سے افضل ہے۔

دوسرا باب

اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات میں

اس پر مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات ہیں۔ انشاء اللہ اس سے زیادہ نہ ملیں گے۔

اعتراض (۱).....:- جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنے کو فقہاء منع فرماتے ہیں چنانچہ عالمگیری جلد اول کتاب الجنازہ فصل فی حمل الجنازۃ میں ہے۔

وعلی متبعی الجنازة الصمت ويكره لهم رفع الصوت بالذكر وقرءة القرآن فان اراد ان يذكر الله يذكره في نفسه كذا في فتاوى قاضي خان۔

ترجمہ: جنازے کے ساتھ جانے والوں کو خاموش رہنا واجب ہے اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے اگر اللہ کا ذکر

کرتا چاہیں تو اپنے دل میں کریں۔

فتویٰ سراجیہ باب حمل الجنازہ میں ہے۔

ویکثره النباح والصوت خلف الجنازة وفي منزل الميت رفع الصوت بالذكر وقرءة القرآن وقولهم كل حتى يموت ونحو ذلك خلف الجنازة بدعة۔

ترجمہ: جنازے کے پیچھے اور میت کے گھر میں نوحہ کرنا آواز نکالنا اور بلند آواز سے ذکر کرنا قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور جنازے کے پیچھے یہ کہتے ہوئے جانا کہ ہر زندہ مرے گا بدعت ہے۔

در مختار جلد اول کتاب الجنازہ مطلب فی دفن میت میں ہے کما کرہ فیہا رفع صوت بذكر او قرءة جیسے کہ جنازے میں بلند آواز سے ذکر کرنا یا قرأت کرنا مکروہ ہے۔ اس کے ماتحت شامی میں ہے۔

قلت واذا كان هذا في الدعاء فما ظنك بالغناء الحادث في هذا الزمان۔

جبکہ دعا میں اس قدر سختی ہے تو اب اس گانے کا کیا حال ہے۔ جو اس زمانہ میں پیدا ہو گیا ہے۔ ابن منذر نے اشراف میں نقل کیا کہ قال قيس ابن عبادۃ كان اصحاب رسول الله ﷺ يكرهون رفع الصوت عند ثلث عند القتال وفي الجنازة وفي الذكر۔

ترجمہ: یعنی صحابہ کرام جہاد، جنازہ، ذکر میں بلند آواز ناپسند کرتے تھے۔ ان فقہی عبارات سے معلوم ہوا کہ میت کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا منع ہے خصوصاً وہ گانا جس کو آج کل نعت خوانی کہتے ہیں وہ تو بہت ہی برا ہے (مخالفین کا یہ انتہائی اعتراض ہے)

جواب:- فقہاء کی ان عبارات میں چند طرح گفتگو ہے اولاً یہ کہ انہوں نے جو میت کے ساتھ کربالجہر کو مکروہ لکھا اس سے کراہت تنزیہی جائز میں داخل ہے یعنی اس کا کرنا تو جائز ہے مگر نہ کرنا بہتر دوسرے یہ کہ یہ حکم اس زمانے کے لئے تھا یا کہ ہر زمانہ کے لئے تیسرے یہ کہ مطلقاً بولنا منع ہے۔ یا کہ خاص ذکر بالجہر یا کہ نوحہ وغیرہ۔ چوتھے یہ کہ بلند آواز سے ذکر کرنا ہر شخص کو منع ہے یا کہ خاص اشخاص کو۔ جب یہ چار باتیں ہو جاویں تو مسئلہ بالکل واضح ہو جاویگا۔ حق یہ ہے کہ جن فقہاء نے میت کے ساتھ کربالجہر کو مکروہ فرمایا۔ ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ شامی نے اسی منقولہ عبادت کے ساتھ ساتھ فرمایا۔

قلل تحريما وقيل تنزيها كما في البحر عن الغایت وفيه عنها وينبغي لمن تبع الجنازة ان يطيل الصمت۔
ترجمہ: کہا گیا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے اور کہا گیا ہے کہ مکروہ تنزیہی جیسا کہ بحر الرائق میں غایت سے نقل کیا اسی بحر میں بروایت غایت ہے کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جاوے اس کو بہتر ہے کہ خاموش رہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ خاموش رہنا بہتر اور خاموش نہ رہنا بلکہ ذکر بالجہر کرنا بہتر نہیں جائز ہے۔ نیز کراہت تنزیہی اور تحریمی کی پہچان خود علامہ شامی نے مکروہات کی تعریف کرتے ہوئے بیان فرمائی۔ فرماتے ہیں۔ شامی جلد اول کتاب الطہارت مطلب تعریف المکتر وہ۔
فحينئذ اذا ذكروا مكروها فلا بد من النظر في دليله فان كان نهيا ظنيا يحكم بکراهة التحريم الا بصارف النهي عن التحريم الى النذب فان لم يكن الدليل نهيا بل كان مفيد الترك الغير الجارم فهي تنزيهية۔

ترجمہ: جب فقہاء مکروہ فرمادیں تو ضروری ہے کہ کراہت کی دلیل میں نظر کی جاوے اگر اس کی دلیل ظنی ممانعت ہو تو مکروہ تحریمی ہے سوائے کسی مانع کے اور اگر دلیل ممانعت نہ ہو بلکہ غیر ضروری ترک کا فائدہ دے تو کراہت تنزیہی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر فقہاء کراہت کی دلیل میں کوئی شرعی ممانعت پیش فرمادیں تو کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی۔ اور جن فقہاء نے بھی اس ذکر بالجہر کو منع کیا ہے کوئی ممانعت کی حدیث یا آیت پیش نہیں کی۔ صرف شامی نے یہ دلیل بیان فرمائی کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اندلا محب المعتدین اللہ حد سے بڑھنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔ جس کا ترجمہ فرمایا ای الجاہرین بالداء یعنی بلند آواز سے دعا کرنے والوں کو۔ معلوم ہوا کہ اس کی ممانعت کی کوئی صاف حدیث نہیں ملی۔ لہذا یہ مکروہ تنزیہی ہے اور مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے۔ نیز امام شعرانی نے عہود مشائخ میں اسی ذکر مع الجنائزہ کے لئے فرمایا وقد رجع النووی ان الکلام خلاف اولی امام نووی نے اس کو ترجیح دی کہ جنازے کے ساتھ کلام کرنا بہتر نہیں۔ شرح محمد یہ نے بیان فرمایا وهو یکبرہ علی معنی انہ تارک الاولی جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے بایں معنی کہ خلاف اولیٰ ہے یعنی بہتر نہیں۔ بہر حال ماننا پڑے گا کہ جن فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے دوسرے یہ کہ یہ ممانعت اس زمانے کے لئے تھی اب اس زمانہ میں چونکہ لوگوں کے حالات بدل گئے یہ حکم کراہت بھی بدل گیا۔ کیوں کہ اس زمانہ میں جو بھی جنازے کے ساتھ جاتا تھا وہ خاموش رہتا تھا اس سے عبرت پکڑتا تھا اہل میت کے ساتھ رنج و غم میں شرکت کرتا تھا اور شرعی مدعی بھی یہ ہے کہ میت کے جلوس میں لوگ عبرت حاصل کریں۔ سید علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

واذا حملت الی القبور جنازۃ فاسلم بانک بعدھا محمول

جب تم قبرستان کی طرف کوئی جنازہ لے جاؤ تو خیال رکھو کہ ایک دن تم کو بھی اسی طرح لے جائے گا اس حالت میں کچھ بھی بات کرنا خلاف حکمت تھا کہ بات کرنے میں دھیان بے گا۔ اور دل اور طرف متوجہ ہو جاوے گا۔ لہذا فقہاء نے فرمایا کہ اس حالت میں سکوت کرو۔ کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی باب ما یقول الماشی مع الجنائزہ میں ہے۔

والحکمة فیہ ظاہرۃ وہی انہ اسکن لخاطرہ واجمع لفکرہ فیما یتعلق بالجنائزۃ وهو المطلوب فی هذا الحال۔

مشکوٰۃ باب دفن لمیت میں ہے کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم قبرستان میں میت دفن کرنے لے گئے و جلسنا معہ کان علی زو سنا الطیر (مشکوٰۃ المصابیح باب دفن لمیت الفصل الثانی ۱۴۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) تیاری قبر میں دیر تھی تو ہم اس طرح خاموش بیٹھ گئے جیسے کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں (پرندوں کا شکاری جب جال لگا کر بیٹھتا ہے تو بالکل خاموش رہتا ہے تاکہ آواز سے پرندے نہ اڑ جاویں۔ اب وہ زمانہ ہے کہ جنازے کے ساتھ جانے والے دنیاوی باتیں ہنسی مذاق مسلمانوں کی غیبتیں کرتے جاتے ہیں۔ اگر قبرستان میں کچھ دیر بیٹھنا پڑے تو خوش گپیاں اڑاتے ہیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ کچھ کھیل کا مشغلہ کر کے دل بہلاتے ہیں تو ان کو ذکر الہی میں مشغول کر دینا ان بیہودہ باتوں سے بہتر ہے لہذا اب یہ بھی مستحب ہے کہ میت کے ساتھ سب لوگ کلمہ وغیرہ بلند آواز سے پڑھتے ہوئے جاویں۔ حالات بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں اور جو مفتی اپنے اہل زمانہ کی حالت سے بے خبر رہے وہ جاہل ہے۔

امام شعرانی اپنی کتاب عہود مشائخ میں فرماتے ہیں۔

وانما لم یکن الکلام والقراءۃ والذکر امام الجنائزۃ فی عہد السلف لانہم کانوا اذ اقامت لہم میت اشترکوا کلہم فی الحزن علیہ حتی کان لا یعرف قرابۃ المیت من غیرہ فکانوا لا یقدرون علی النطق الکثیر لماہم علیہ من ذکر الموت بل خروست السنتہم عن کل کلام فاذا وجدنا جماعۃ بهذا الصفة فلک یا اخی علینا لا تامرہم بقراءۃ ولا ذکر۔

ترجمہ: گذشتہ زمانہ میں جنازہ کے آگے بات کرنا قرآن پڑھنا ذکر کرنا اس لئے نہ تھا کہ جب کسی کا انتقال ہو جاتا تھا تو سارے

شرکاء رنج و غم میں شریک ہو جاتے تھے یہاں تک کہ میت کے اہل قرابت اور غیروں میں فرق نہ رہتا تھا اور اس قدر موت کا دھیان کرتے تھے کہ بولنے پر ان کو قدرت نہ رہتی تھی اور ان کی زبانیں گونگی ہو جاتی تھیں اگر ہم آج اس صفت کے لوگ پالیں تو ہم ان کو قرآن پڑھنے اور ذکر کرنے کا حکم نہ دیں گے۔

سبحان اللہ کیا نفیس فیصلہ فرمایا۔ کہیں کیا آج کل لوگوں کا یہ حال ہے۔ حضرت شیخ عثمان بگیری شرح اہتمام کے حاشیہ جلد دوم میں فرماتے ہیں

(قوله وكره لفظ في الجنازة) قوله لفظ ای رفع صوت ولو بقرآن او ذكر او صلوة على النبي عليه السلام۔

وهذا باعتبار ما كان في الصدر الاول والا فبالان لا باس بذلك لانه شعار الميت لان تركه مزدرية به ولو قيل بوجوبه لم يبعد كما نقله المدابغی۔

ترجمہ: یعنی جنازے کے ساتھ شور کرنا مکروہ ہے خواہ یہ شور قرآن خوانی سے ہو یا ذکر اللہ سے یا درود خوانی سے۔ یہ حکم اس حالت کے لحاظ سے ہے۔ جو کہ پہلے زمانہ میں مسلمانوں کی تھی۔

(شرح اہتمام کے حاشیہ جلد دوم)

امام شعرانی نے عہود مشائخ میں فرمایا۔

فمما احدثه المسلمون واستحسنوه قولهم امام الجنازة لا اله الا الله محمد رسول الله او وسيلتنا يوم العرض على الله لا اله الا الله محمد رسول الله۔

ونحوه ذلك فمثل هذا لا يجب انكاره في هذا الزمان لانهم ان لم اشتغلوا بذلك اشتغلوا بحديث الدنيا وذلك لان قلبهم فارغ من ذكر الموت بل رءيت بعضهم يضحك امام الجنازة ويمزح۔

ترجمہ: ورنہ اس زمانہ میں اب اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ذکر بالجہر میت کی علامت ہے اس کے چھوڑنے میں میت کی توہین لہذا اس کو اگر ضروری بھی کیا جاوے تو بھی بعید نہیں۔ جیسا کہ مدابغی علیہ الرحمۃ سے نقل فرمایا۔

مسلمانوں نے جس کام کو اچھا سمجھ کر ایجاد کیا ہے وہ یہ ہے کہ جنازے کے آگے کہتے ہیں لا اله الا الله محمد رسول الله یا یہ کہتے ہیں کہ خدا کے سامنے قیامت کے دن ہمارا وسیلہ یہ ہے لا اله الا الله محمد رسول الله یا اسی طرح اور ذکر۔ اس زمانہ میں اس سے منع کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ اگر وہ لوگ اس ذکر میں مشغول نہ ہوئے تو دنیاوی باتیں کریں گے کیونکہ ان کے دل موت کی یاد سے خالی ہیں۔

(المدابغۃ الندیہ شرح الطریقۃ الحمد یہ نصف الثالث ج ۲ ص ۳۰۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کمر)

بلکہ ہم نے تو بعض لوگوں کو جنازے کے آگے ہنستے ہوئے اور مذاق کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام شعرانی قدس سرہ نے جو اپنے زمانہ کا حال بیان فرمایا اس سے بدتر حال آج ہے۔ میں نے بعض جگہ دیکھا کہ قبر میں دیر تھی۔ لوگ علیحدہ علیحدہ جماعتیں بن کر بیٹھ گئے اور باتوں میں ایسے مشغول ہوئے کہ معلوم ہوتا تھا کہ بازار لگا ہوا ہے۔ بعض لوگ زمین پر لکیریں کھینچ کر کنکروں سے کھیلنا چاہتے تھے اس حالت کو دیکھ کر میں نے سب کو جمع کر کے وعظ کہنا شروع کر دیا۔ لوگوں کو تجھیز و تکفین کے احکام بتائے۔ اس سے یہ ہی بہتر تھا۔

لطیفہ:- مخالفین جنازے کے ساتھ ذکر اللہ کرنے کو توبہ عت اور حرام کہتے ہیں۔ مگر باتیں کرتا، کبھی مسائل بیان کرتا، کبھی شرک و بدعت کے فتوے سنا تا، لوگوں کے آپس میں ہنسی مذاق کرنے کو نہ منع کرتے ہیں نہ اس کو برا کہتے ہیں۔ حالانکہ فقہاء بالکل خاموش رہنے کا

حکم دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس اعتراض میں نقل کی ہوئی عبارات سے معلوم ہوا۔ یہ الٹی گنگا کیوں بہ رہی ہے کہ کلام، سلام، ہنسی، مذاق، وعظ و فتاویٰ تو سب ناجائز۔ حرام ہے تو ذکر اللہ۔ خدا سمجھ دے۔

نوٹ ضروری:- شاید کوئی کہے کہ اسلامی احکام تو کبھی بدلتے نہیں پھر یہ تبدیلی کیسی؟ اس کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ جو احکام کسی علت کے بدلنے سے بدل جائیں گے۔ جیسے کہ اول زمانہ میں نماز پڑھانے، تعلیم قرآن دینے وغیرہ پر اجرت لینا حرام تھی۔ اب جائز ہے۔ اسی طرح مقابر اولیاء اللہ پر چادریں ڈالنا اب ضرورتاً زمانہ کے لحاظ سے جائز ہیں اسی طرح ماہ رمضان میں ختم قرآن پر دعائیں مانگنا جائز قرار دی گئیں۔ قرآن پاک میں آیات اور رکوع اور سورتوں کے نام لکھنا سلف زمانہ میں نہ تھا لیکن اب عوام کے فائدے کا لحاظ کر کے جائز قرار دیا گیا۔

عالمگیری کتاب الکراہیت باب آداب المصنف میں ہے۔

لاباس لکتابہ اسامی السور وعد الآی وهو و ان کان احداثاً فهو بدعة حسنة و کم من شنی کان احداثاً وهو حسن و کم من شنی یختلف باختلاف الزمان والمکان۔

ترجمہ: سورتوں کے نام آیتوں کی تعداد لکھنے میں حرج نہیں۔ یہ اگرچہ بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں بدعت ہیں لیکن اچھی ہیں اور بہت سی چیزیں زمانہ اور ملک کے بدلنے سے بدل جاتی ہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیت باب آداب المصنف ج ۵ ص ۳۲۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کی بہت تفصیل ہم پہلی بحثوں میں کر چکے ہیں۔ تیسرے یہ کہ کاٹھیاواڑ وغیرہ میں میت کے آگے اس طرح نعت شریف پڑھتے ہیں کہ سننے والے جان لیتے ہیں کہ کسی کا جنازہ جارہا ہے لہذا گھروں میں جو ہوتے ہیں وہ بھی جنازے کے لئے نکل آتے ہیں۔ تو یہ نعت خوانی میت کا اعلان بھی ہوا اور جنازے کا اعلان کرنا اس نیت سے لوگ نماز جنازے یا دفن میں شرکت کر لیں جائز ہے۔ چنانچہ درمختار دفن میت کی بحث میں ہے۔

ولا یاس بنقلہ قبل دفنه وبالاعلام بموته و بارثہ بشعر او غیرہ۔

ترجمہ: یعنی میت کو دفن کرنے سے پہلے اس کو متعلق کرنا اس کے جنازے کا اعلان کرنا میت کا مرثیہ پڑھنا خواہ اشعار میں ہو یا اس کے سوا جائز ہے۔

• (رد المحتار علی در المختار باب صلاة الجنازة مطلب فی دفن میت ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کی شرح شامی میں ہے۔

ای اعلام بعضهم بعضاً لیقتضوا حقہ و کرہ بعضهم ان ینادی علیہ فی الاقاة والا سواق والا صح انه لا یکرہ اذا لم یکن معہ تنویہ بذکرہ۔

ترجمہ: یعنی جائز ہے کہ بعض لوگ کو خبر دیں تاکہ لوگ اس میت کے حق کو ادا کریں اور بعض لوگوں نے مکروہ جانا ہے کہ گلی کو چوں اور بازاروں میں اس کا اعلان کیا جاوے اور صحیح یہ ہے کہ یہ اعلان مکروہ نہیں ہے جبکہ اس اعلان میں میت کی زیادہ تعریف نہ ہو۔

(رد المحتار علی در المختار باب صلاة الجنازة مطلب فی دفن میت ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

جبکہ اعلان جنازہ کے لئے میت کا مرثیہ یا میت کے نام کا اعلان جائز ہے تو اعلان جنازہ کی نیت سے نعت شریف یا کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھنا کیوں حرام ہے؟ کہ اس میں جنازے کا اعلان بھی ہے اور حضور علیہ السلام کی نعت بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس جہر کو فقہاء منع فرماتے ہیں وہ ذکر بلا فائدہ ہے جبکہ اس سے کوئی فائدہ خاص ہو تو جائز ہے اسی لئے علامہ شامی نے اسی بحث میں تارخانہ سے نقل کیا۔

واما رفع الصوت عند الجنائز فيحتمل ان المراد منه النوح او الدعاء للميت بعد ما افتتح الناس الصلوة او الافراط في مدحه كعادة الجاهلية بما هو يشبه المحال واما اصل الثناء عليه فغير مكروه۔

ترجمہ: لیکن جنازوں کے پاس بلند آواز کرنا اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد نوحہ کرنا یا میت کے لئے نماز شروع ہو چکنے کے بعد دعا کرنا اس کی تعریف میں مبالغہ کرنا ہے جیسا کہ اہل جاہلیت کی عادت تھی لیکن میت کی تعریف کرنا یہ مکروہ نہیں۔

(رد المحتار علی در المختار باب صلاة الجنائز مطلب فی دفن الميت ج ۱ ص ۱۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حاصل یہ کہ بے فائدہ بلند آواز کرنا منع ہے اور با فائدہ ذکر کرنا بلا کراہت جائز ہے فی زمانہ اس میں بہت سے وہ فائدے ہیں جو کہ عرض کر دیئے گئے۔ چوتھے یہ کہ اس ذکر سے ممانعت خاص اہل علم کو ہے۔ اگر عوام مسلمین ذکر کریں تو ان کو منع نہ کیا جاوے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ عوام کو ذکر الہی سے نہ روکو کیونکہ وہ پہلے ہی سے ذکر الہی سے بے رغبت ہیں۔ اب جس قدر ذکر کریں کرنے دو۔ در مختار باب صلوة العیدین میں ہے۔

ولا یکبر فی طریقها ولا یتنفل قبلها مطلقاً وکذا لا یتنفل بعدها فی مصلاتها فانه مکروه عند العامة۔

ترجمہ: عید گاہ کے راستہ میں تکبیر نہ کہے اور نہ عید سے پہلے نفل پڑھے اور نماز عید کے بعد بھی عید گاہ میں نفل نہ پڑھے کیونکہ یہ عام فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے۔

(رد المحتار علی حاشیہ کشف الاستار باب العیدین ص ۱۱۵ مطبوعہ مطبع مجتہائی لاہور)

پھر فرماتے ہیں۔

هذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلاً نقلة رغبتهم فی الخیرات۔
ترجمہ: یہ حکم خاص لوگوں کے لئے ہے لیکن عوام کو اس سے منع نہ کیا جاوے نہ تکبیر کہنے سے اور نہ نفل پڑھنے سے کیونکہ ان کی رغبت کا رخیر میں کم ہے۔

(رد المحتار علی حاشیہ کشف الاستار باب العیدین ص ۱۱۵ مطبوعہ مطبع مجتہائی لاہور)

اس کے ماتحت شامی میں ہے۔ ای لا سراً ولا جہراً فی التکبیر (رد المحتار علی الدر المختار باب صلوة العیدین ج ۱ ص ۶۱۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) یعنی ان آہستہ اور بلند آواز سے تکبیر کہنے سے نہ روکا جاوے۔ نیز ہم ذکر بالجہر کی بحث میں بحوالہ شامی باب العیدین ذکر کر چکے ہیں کہ کسی نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ لوگ بازاروں میں بلند آواز سے تکبیریں کہتے ہیں کیا ان کو منع کیا جاوے فرمایا کہ نہیں۔ ان تمام عبارات سے معلوم ہوا کہ بعض موقعوں پر خواص کو کسی خاص ذکر سے منع کیا جاتا ہے لیکن عوام کو روکنے کا حکم نہیں۔ اسی لئے فقہاء نے یہ تو فرما دیا کہ جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر نہ کرو لیکن یہ نہ فرمایا کہ ذکر کرنے والوں کو اس سے روک بھی دو۔

اس جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ اولاً تو یہ ممانعت کراہت تنزیہی کی بناء پر ہے دوم یہ کہ پہلے زمانہ کے لئے تھی اب یہ حکم بدل گیا۔ کیونکہ علت حکم بدل گئی۔ تیسرے یہ کہ چونکہ اس ذکر سے جنازہ کا اعلان ہے لہذا فائدے مند ہے جائز ہے۔ چوتھے یہ کہ یہ حکم خاص لوگوں کے لئے ہے عامۃ المسلمین اگر ذکر الہی کریں تو ان کو منع نہ کیا جاوے۔

اعتراض (۲)۔۔۔۔۔۔ جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنا ہندوؤں سے مشابہت ہے کیونکہ وہ چیختے جاتے ہیں رام رام ست ہے۔ اور تم بھی شور مچاتے ہوئے جاتے ہو۔ اور کفار سے مشابہت تا جائز ہے لہذا یہ منع ہے۔

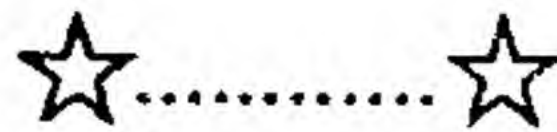
جواب:- کفار بتوں کا نام پکارتے ہیں۔ اور ہم خدائے قدوس کا ذکر کرتے ہیں پھر مشابہت کہاں رہی۔ کفار بت کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں ہم خدا کے نام پر۔ کفار گنگا سے گنگا کا پانی لے کر آتے ہیں۔ ہم مکہ معظمہ سے آب زمزم لاتے ہیں۔ یہ مشابہت نہ ہوئی نیز جو کام کہ کفار کے قومی یا مذہبی نشان بن گئے ہوں۔ ان میں مشابہت کرنا منع ہے نہ کہ ہر کام میں اگر کافر بھی اپنے جنازوں کے آگے کلمہ پڑھنے لگیں۔ تو شوق سے پڑھیں یہ اچھا کام ہے۔ اور اچھے کام میں مشابہت بڑی نہیں ہوتی۔

اعتراض (۳).....:- راستہ میں کلمہ طیبہ پڑھنا بے ادبی ہے کیونکہ وہاں گندگی وغیرہ ہوتی ہے لہذا یہ منع ہے۔

جواب:- یہ اعتراض محض لغو ہے۔ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ راستوں میں چلتے ہوئے ذکر جائز ہے۔ ہاں جو جگہ نجاست ڈالنے کے لئے بنائی گئی ہو وہاں ذکر بالجہر منع ہے جیسے کہ پاخانہ یا گھورا (روڑی) شامی جابجہ قراءت عند لمیت مطبعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں ہے وفي القنيتہ لابس بالقرۃ راكباً و ماشياً اذا لم يكن ذلك الموضع معداً للنجاسة سوار یا پیدل چلتے ہوئے قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ وہ جگہ نجاست کے لئے نہ بنائی گئی ہو۔ قرآن بغل میں لے کر راستہ سے گزرنا جائز ہے اور پاخانہ میں لے جانا منع ہے۔ نیز بقرعید کے دن حکم ہے کہ عید گاہ کے راستے میں بلند آواز سے تکبیر تشریق کہتا ہوا جاوے۔ درمختار (باب صلوٰۃ العیدین میں ہے ویکبر جہراً اتفاقاً فی الطريق راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہے۔ حالانکہ راستے میں نجاست وغیرہ ہوتی ہے۔ اسی طرح فقہاء فرماتے ہیں کہ حمام میں تسبیح و تہلیل بلند آواز سے جائز ہے۔ حالانکہ وہاں اکثر گندگی ہوتی ہے۔ عالمگیری کتاب الکراہیت باب الصلوٰۃ والتسبیح ج ۵ ص ۳۱۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں اور عملۃ الابرار مجموع النوازل، خانید، مراجیہ، ملقط تجنیس وغیرہ میں ہے واما التسبیح والتہلیل لابس بذلك وان رفع صوته یعنی حمام میں تسبیح بلند آواز سے بھی جائز ہے۔

اعتراض (۴).....:- جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنے میں گھر کی عورتیں اور بچے ڈر جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کو موت یاد آ جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بیمار ہو جاتے ہیں لہذا بقاعدہ طیبی بھی یہ منع ہونا چاہیے۔

جواب:- قرآن فرماتا ہے۔ الا بذكر الله تطمئن القلوب (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲۸) اللہ کے ذکر سے دل چین میں آتے ہیں مسلمانوں کو تو اس سے چین اور راحت ہوتی ہے۔ ہاں کفار ڈرتے ہوں گے۔ ان کو ڈرنے دو کفار تو اذان سے بھی ڈرتے ہیں تو کیا ان کی وجہ سے اذان بند کی جاوے گی۔ ہاں اگر کسی حاذق طبیب نے لکھا ہو کہ کلمہ طیبہ کی آواز وبا کے اسباب میں ہے تو پیش کیا جاوے لیکن وہ طبیب مسلمان اور حاذق ہو۔ کوئی دیوبندی یا کہ وہی طبیب نہ ہو وہی باتوں کا اعتبار نہیں۔ ثابت ہوا کہ میت کے آگے بلند آواز سے ذکر بہت بہتر اور باعث برکت ہے۔ مخالفین کے پاس بجز غلط فہمی کے اور کوئی اعتراض قوی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔



خاتمه كتاب

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب تک جس قدر مسائل میں دیوبندی اختلاف کرتے ہیں ان کی تحقیق کر دی گئی۔ لیکن ان مسائل مذکورہ میں بہت سے مسائل وہ ہیں جن پر ایمان کا دار و مدار نہیں صرف کراہت اور استحباب میں ہی اختلاف ہے جس مسائل کی بنا پر عرب و عجم کے علماء نے دیوبندیوں کو کافر کہا وہ ان کے خلاف اسلامی عقائد ہیں۔ ہم مسلمانوں کی واقفیت کے لئے ان عقائد کی فہرست پیش کرتے ہیں اور ہر ایک کے مقابل میں اسلامی عقیدہ بھی بیان کرتے ہیں۔ اور ہم نے اس فہرست میں ان کا جو عقیدہ بیان کیا ہے وہ ان کی کتابوں میں چھپا ہوا موجود ہے اگر کوئی صاحب غلط ثابت کریں تو وہ انعام کے مستحق ہیں بعض صاحبوں کا اصرار تھا کہ ان عقائد باطلہ کی تردید بھی کر دی جاوے مگر اس وقت کاغذ دستیاب نہیں ہوتا۔ لہذا ہم انشاء اللہ اس کتاب کی دوسری جلد تیار کریں گے جس میں ان عقائد سے ہی بحث ہوگی۔ فی الحال صرف فہرست پیش کرتے ہیں۔

دیوبندی عقائد

- ﴿1﴾..... خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (مسئلہ امکان کذب) براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی جہد المقل مصنفہ محمود حسن صاحب۔
- ﴿2﴾..... اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب چاہے غیب دریافت کرے۔ کسی ولی نبی جن فرشتے بھوت کو اللہ نے یہ طاقت نہیں بخشی۔ (تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی)۔
- ﴿3﴾..... خدا تعالیٰ کو جگہ اور زمانہ اور مرکب ہونے اور ماہیت سے پاک ماننا بدعت ہے۔ ایضاح الحق مصنفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی۔
- ﴿4﴾..... خدا تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کی پہلے سے خبر نہیں ہوتی۔ جب بندے اچھے یا برے کام کر لیتے ہیں تب اس کو معلوم ہوتا ہے بلغۃ الخیر ان صفحہ ۵۷ زیر آیت الا علی اللہ رزقہا کل فی کتب مبین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۶) مصنفہ مولوی حسین علی صاحب پھر انوالہ شاگرد مولوی رشید احمد صاحب۔
- ﴿5﴾..... خاتم النبیین کے معنی یہ سمجھنا غلط ہے کہ حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ آپ اصل نبی ہیں باقی عارضی لہذا اگر حضور علیہ السلام کے بعد اور بھی نبی آجاویں تو بھی خاتمیت میں فرق نہ آویگا (تحذیر الناس مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند)۔ (تحذیر الناس ص ۴۲-۵ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)
- ﴿6﴾..... اعمال میں بظاہر امتی نبی کے برابر ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں (تحذیر الناس مطبوعہ دارالاشاعت کراچی مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند)۔
- ﴿7﴾..... حضور علیہ السلام کا مثل و نظیر ممکن ہے۔ (یکروزی مصنفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی مطبوعہ فاروقی صفحہ ۱۲۴)
- ﴿8﴾..... حضور علیہ السلام کو بھائی کہنا جائز ہے کیونکہ آپ بھی انسان ہیں (براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب و تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی)

﴿9﴾..... شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے (براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب)۔ (براہین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

﴿10﴾..... حضور علیہ السلام کا علم بچوں، پاگلوں، جانوروں کی طرح یا ان کے برابر ہے (حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب)۔ (حفظ الایمان ص ۱۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

﴿11﴾..... حضور علیہ السلام کو اردو بولنا نہ رسد دیو بند سے آگیا (براہین قاطعہ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی مولوی خلیل احمد صاحب)

﴿12﴾..... ہر چھوٹا بڑا مخلوق (نبی غیر نبی) اللہ کی شان کے آگے چہرے سے بھی ذلیل ہے (تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسماعیل صاحب)

﴿13﴾..... نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے (صراط مستقیم مطبوعہ ادارہ نشریات الاسلام قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی)۔

﴿14﴾..... میں نے حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ مجھے آپ بلی صراط پر لے گئے اور کچھ آگے جا کر دیکھا کہ حضور علیہ السلام گرے جارہے ہیں تو میں نے حضور کو گرنے سے روکا (بلغۃ النہر ان، مبشرات مصنفہ مولوی حسین علی صاحب شاگرد مولوی رشید احمد صاحب)۔

﴿15﴾..... مولوی اشرف علی صاحب نے بڑھاپے میں ایک کمسن شاگردنی سے نکاح کیا۔ اس سے پہلے ان کے کسی مرید نے خواب میں دیکھا کہ مولوی اشرف علی کے گھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنے والی ہیں جس کی تعبیر مولوی اشرف علی صاحب نے یہ کی کہ کوئی کمسن عورت میرے ہاتھ آوے گی کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جب حضور علیہ السلام سے ہوا۔ تو آپ کی عمر سات سال تھی وہ ہی نسبت یہاں ہے کہ میں بڑھا ہوں اور بیوی لڑکی ہے (رسالہ الامداد) مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب ماہ صفر ۱۳۳۵ھ۔

اسلامی عقائد

جھوٹ بولنا عیب ہے جیسے کہ چوری یا زنا کرنا وغیرہ اور رب تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے ومن اصدق من اللہ حدیثاً (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۸)۔ (قرآن کریم) نیز خدا کی صفات واجب ہیں نہ کہ ممکن لہذا خدا کے لئے سکنا کہنا بے دینی ہے۔ خدائے پاک ہر وقت عالم الغیب ہے اس کا علم اس کی صفت ہے اور واجب ہے جب چاہے تب معلوم کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ نہ چاہے تو جاہل رہے یہ کفر ہے خدا کے صفات خدا کے اختیار میں نہیں وہ واجب ہیں نیز رب نے اپنے محبوبوں کی بھی علوم غیبیہ عطا کئے (قرآن کریم)

خدائے قدوس جگہ اور زمانہ اور ترکیب و ماہیت سے پاک ہے نہ وہ کسی جگہ رہتا ہے نہ اس کی عمر ہے نہ وہ اجزاء سے بنا ہے اس کو دیوبندیوں نے بھی بے خبری میں کفر لکھ دیا (کتب علم کلام)

خدا تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا جاننے والا ہے اس کا علم واجب اور قدیم ہے جو ایک آن کے لئے کسی چیز سے اس کو بے علم مانے بے دین ہے۔ (عام کتب عقائد) دیوبندی خدا کے علم غیب کے بھی منکر ہیں تو اگر حضور علیہ السلام کے علم غیب کا انکار کریں تو کیا تعجب ہے۔

خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں کہ حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں حضور علیہ السلام کے زمانہ ظہور یا بعد میں کسی اصلی، بروزی، مراقی،

مذاقی کا نبی بننا محال بالذات ہے۔ اسی معنی پر سب مسلمانوں کا اجماع ہے اور یہی معنی حدیث نے بیان فرمائے جو اس کا انکار کرے وہ مرتد ہے۔ (جیسے کہ قادیانی اور دیوبندی)

کوئی غیر نبی خواہ ولی ہو یا غوث یا صحابی کسی کمال علمی و عملی میں نبی کے برابر نہیں ہو سکتا بلکہ غیر صحابی صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ صحابی کا کچھ جو خیرات کرنا ہمارے صد با من سونا خیرات کرنے سے بدرجہا بہتر ہے (حدیث)

رب تعالیٰ بے مثل خالق ہے اور اس کے محبوب بے مثل بندے وہ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ہیں۔ ان اوصاف کی وجہ سے آپ کا مثل محال بالذات ہے (دیکھو رسالہ امتناع الظہیر مصنفہ مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی)۔

حضور علیہ السلام کو الفاظ عام سے پکارنا حرام ہے اور اگر بہ نیت حقارت ہو تو کفر ہے (قرآن کریم) یا رسول اللہ یا حبیب اللہ کہنا ضروری ہے۔

نسبت خود بہ سگت کرد مر و بس منفعل

زانکہ نسبت بہ سگت کوئے توشد بے ادبی است

جو شخص کسی مخلوق کو حضور علیہ السلام سے زیادہ علم مانے وہ کافر ہے (دیکھو شفا شریف) حضور علیہ السلام تمام مخلوق الہی میں بڑے عالم ہیں۔ حضور علیہ السلام کے کسی وصف پاک کو ادنیٰ چیزوں سے تشبیہ دینا یا ان کے برابر بتانا صریح توہین ہے اور یہ کفر ہے۔

رب تعالیٰ نے ساری زبانیں حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم فرمائیں اور حضور علیہ السلام کا علم ان سے کہیں زیادہ ہے تو جو کہے کہ حضور علیہ السلام کو یہ زبان فلاں مدرسہ سے آئی وہ بے دین ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے و کان عند اللہ وجیہا (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶۹) پھر فرماتا ہے واللہ العزۃ للہ و لرسولہ وللمؤمنین (پارہ ۲۸ سورہ ۶۳ آیت نمبر ۸) جو نبی کو خدا کے سامنے دلیل جانے وہ خود چمار ہے ذلیل ہے۔

جس نماز میں حضور علیہ السلام کی عظمت کا خیال نہ ہو وہ نماز ہی نامقبول ہے اسی لئے التحیات میں حضور علیہ السلام کو سلام کرتے ہیں۔ وہ بھی کوئی نماز ہے یا نہ ہو نماز ہو (دیکھو بحث حاضر و ناظر)۔

حضور علیہ السلام کے بعض غلام پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ اور پل صراط پر پھسلنے والے لوگ حضور علیہ السلام کی مدد سے سنبھل سکیں گے آپ دعا فرمائیں گے رب سلم (حدیث) جو کہے کہ میں نے حضور علیہ السلام کو صراط پر گرنے سے بچایا وہ بے ایمان ہے۔

حضور علیہ السلام کی ساری بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں (قرآن کریم) خصوصاً صدیقہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وہ شان ہے کہ دنیا بھر کی مائیں ان کے قدم پاک پر قربان ہوں کوئی کمین آدمی بھی ماں کو خواب میں دیکھ کر جو رو سے تعبیر نہ دے گا۔ یہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سخت توہین بلکہ اس جناب کے حق میں صریح گالی ہے اس سے زیادہ اور کیا بے ایمانی اور بے غیرتی ہو سکتی ہے کہ ماں کو جو رو سے تعبیر دی جاوے۔

عقائد دیوبندیہ کا یہ ایک نمونہ ہے اگر تمام عقائد بیان کئے جاویں تو اس کے لئے دفتر چاہیے حق یہ ہے کہ رافضیوں اور خارجیوں نے تو صحابہ کرام یا اہل بیت عظام ہی پر تہرا کیا۔ مگر دیوبندیوں کے قلم سے نہ خدا کی ذات نجی نہ رسول علیہ السلام اور نہ صحابہ کرام کی نہ ازواج مطہرات سب کی اہانت کی گئی اگر کوئی شخص کسی شریف آدمی سے کہے کہ میں نے تمہاری والدہ کو خواب میں دیکھا اور اس کو بیوی سے تعبیر کیا

تو وہ اس کو برداشت نہیں کر سکتا، ہم ان کے غلامان غلام اپنی صدیقہ ماں کے لئے یہ باتیں کس طرح برداشت کریں۔ صرف قائم ہاتھ ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو مطلع کر دیتے ہیں تاکہ مسلمان ان سے علیحدہ رہیں یا وہ لوگ ان عقائد سے توبہ کریں۔

میرے شاگرد صاحبزادہ بلند اقبال عزیزی مولوی سید محمود شاہ صاحب سلمہ کا اصرار تھا کہ امکان کذب، امکان نظیر، دیوبندیوں کی عبارات کی توضیحوں پر بھی ہم کچھ گفتگو کریں مگر چونکہ اب کاغذ بالکل نہیں ملتا۔ اس لئے دیوبندیوں کے صرف عقائد پیش کر دیئے اور انشاء اللہ اسی کتاب کی دوسری جلد میں ان مذکورہ مسائل کی معرکہ آرا تحقیق کریں گے جس سے علمائے دیوبند کی منطق دانی کا بھی انشاء اللہ پتہ چل جائے گا۔ اور مولوی حسین احمد صاحب و مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے جو کچھ توجیہات عبارات کی ہیں ان کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی انشاء اللہ ہم اہل سنت پر الزام ہے کہ ہم لوگ پیر پرست ہیں۔ نبی علیہ السلام کو اور اپنے پیروں کو خدا سے ملا دیتے ہیں۔ لہذا مشرک ہیں ہم دکھاتے ہیں کہ خود دیوبندی کس درجہ کے پیر پرست ہیں۔ اور یہ حضرات اپنے پیروں کو کیا سمجھتے ہیں۔ مولوی محمود الحسن صاحب نے اپنے شیخ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرثیہ میں لکھا ہے۔ شعر

تمہاری تربت انور کو دیکر طور سے تشبیہ

کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی

مولوی رشید احمد صاحب کی قبر تو طور ہوئی اور مولوی محمود حسن صاحب ارنی فرمانے والے موسیٰ ہوئے تو مولوی رشید احمد صاحب رب ہی ہوں گے؟ اس میں تو اپنے شیخ کو رب بتایا۔ اسی مرثیہ میں فرماتے ہیں۔ شعر

زبان پر اہل اہوا کی ہے کیوں اعلیٰ صلی شاید

اٹھا دنیا سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

اس میں مولوی رشید احمد صاحب کو بانی اسلام محمد رسول اللہ ﷺ کا ثانی کہا گیا پھر فرماتے ہیں۔

وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہیئے عجب کیا

شہادت نے تہجد میں قدم بوسی کی گر ٹھانی ہے

اس میں ان کو صدیق اور فاروق بھی بتایا۔ پھر فرماتے ہیں۔

شعر قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

مولوی رشید احمد صاحب کے کالے بندے ماشاء اللہ ایسے حسین ہیں کہ ان کو یوسف ثانی کا لقب دیا گیا۔ ناظرین غور فرمائیں کہ از

خدا تا فاروق کو نہادرجہ باقی رہا جو کہ رشید احمد صاحب کو نہ دیا گیا۔ تمام مرثیہ ہی قابل دید ہے اس میں یہ شعر بھی ہے۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم!

اس شعر میں مولوی صاحب نے حضرت روح اللہ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے مرشد سے مقابلہ کا چیلنج دیا ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام آپ

نے تو ایک کام ہی کیا یعنی مردوں کو زندہ کرنا۔ مگر میرے رشید احمد نے دو کام کئے مردوں کو زندہ کیا اور زندہ کو مرنے نہ دیا۔ یعنی اس میں

رشید احمد صاحب کو عیسیٰ علیہ السلام سے افضل بتایا۔

مولوی اشرف علی صاحب ایک مرید نے مولوی صاحب موصوف کو لکھا کہ میں نے خواب کی حالت میں اس طرح کلمہ پڑھا لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ چاہتا تھا کہ کلمہ صحیح پڑھوں مگر یہ ہی منہ سے نکلا تھا پھر بیدار ہو گیا۔ تو درود شریف پڑھا۔ تو یوں اللہ صلی علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی بیدار ہوں مگر دل بے اختیار ہے۔

اس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب نے یہ دیا کہ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ ماخوذ از رسالہ الامداد باب ماہ صفر ۱۳۳۶ھ صفحہ ۳۵ غور کرنا چاہیے کہ مولوی اشرف علی صاحب کا کلمہ پڑھ لو اور ان پر درود پڑھو مگر بے اختیاری زبان کا بہانہ کر دو۔ سب جائز ہے۔ کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور کہے کہ بے اختیار زبان سے نکل گیا طلاق ہو جاتی ہے۔ یہ بہانا کافی ماننا نہ گیا۔ اور اس کو پیر کے متبع سنت ہونے کی دلیل قرار دیا گیا۔

تذکرۃ الرشید صفحہ ۳۶ میں ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی بھانجی اپنے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول ﷺ تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکا دے۔ اس کے مہمان علماء (یہی دبو بندی) ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ (چشم بد دور)

مولوی اسماعیل صاحب دہلوی صراط مستقیم کے آخر میں اپنے مرشد سید احمد صاحب کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان کا داہنا ہاتھ خاص اپنے دست قدرت میں پکڑا کر امور قدسیہ سے بہت بلند اور نادر چیزیں ان کے سامنے پیش کیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا سید احمد کو صاحب کو حکم ہوا کہ جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا اگرچہ وہ لکھو کھپا ہی کیوں نہ ہوں ہم ہر ایک کو کفایت کریں گے۔ اسی طرح صراط میں اولیاء کا ذکر فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اور ان کو انبیاء کے ساتھ وہی نسبت ہے جو چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائیوں سے کیونکہ ان کے درمیان میں من وجہ نبوت کا علاقہ ہے۔ اور من وجہ اخوت کا یعنی اولیاء اللہ میں نبوت موجود ہے معاذ اللہ کہیے آج تک کسی مرید نے اپنے پیر و مرشد کے لئے ایسی تعلیم نہ کی ہوں گی۔ مگر ان حضرات پر فتویٰ شرک ہے نہ حکم کفر نہ یہ قبر پرست کہلائیں گے۔ جو کچھ عرض کیا گیا۔ نہ تو اس سے اپنی علمی لیاقت کا اظہار منظور ہے نہ اپنی قابلیت دکھانا مقصود۔ میں کیا اور میری لیاقت کیا اور قابلیت کیا۔ یہ جو کچھ ہے حضرت مرشدی و استاذی قبلہ عالم حامی دین، ناصر مسلمین مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی دام ظلہم الاقدس کے در کا صدقہ ہے مقصود صرف یہ ہے کہ اپنے دوست و دشمن کو پہنچائیں دولت ایمان کو دینی راہزنوں سے محفوظ رکھیں اور کوشش کریں کہ دنیا سے ایمان سلامت لے جاویں اور جو بھی اس سے فائدہ اٹھائے۔ اس فقیر بے نوا کے لئے دعائے حسن خاتمہ کرے۔ مولیٰ تعالیٰ اسلام کا بول بالا فرماوے۔ مسلمانوں کو راہ مستقیم پر قائم رکھے اور اس فقیر حقیر کے ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو قبول فرماوے۔

آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک الروف الرحیم الکریم و صلی اللہ تعالیٰ علی حیر خلقہ و سر عرشہ سیدنا و مولانا محمد و علی و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمۃ و هو ارحم الرحمین۔

ناچیز

احمد یار خاں نعیمی اشرفی اوجھانوی بدایونی

سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ کجرات مغربی پاکستان

۶ ذیقعد روز ایمان افروز دو شنبہ مبارکہ ۱۳۶۱ھ۔

اس کتاب کو لکھ چکنے کے بعد حضور امیر ملت قبلہ عالم محدث علی پوری دام ظلہم کا گرامی نامہ تشریف لا کر باعث عزت افزائی ہوا۔ جس میں ایک ایمان افروز نہایت باریک علمی نکتہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور مجھے حکم ملا کہ وہ کتاب لکھ دوں۔ میں نہایت فخر سے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ جو لوگ حضور علیہ السلام کو اپنی طرح بشر کہتے ہیں وہ نور ایمانی سے بے بہرہ ہیں۔ حضور علیہ السلام کی شان تو بیان سے بالاتر ہے۔ جس چیز کو اس ذات گرامی سے نسبت ہو جاوے اس کی مثل کوئی نہیں ہو سکتا وہ بے مثل ہے۔ قرآن فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتَ كَاحِدٍ مِنَ النِّسَاءِ** (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۳۲) اے نبی کی بیویوں اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ معلوم ہوا کہ امت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے مثل امت ہے۔ مدینہ منورہ بے مثل شہر۔ قبر انور کی زمین بیشل زمین۔ جو پانی سرکار علیہ السلام کی مبارک انگلیوں سے جاری ہوا وہ بے مثل پانی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسینہ مبارک بے مثل پسینہ غرض کہ جس کو اس ذات کریم سے نسبت ہوئی۔ وہ بے مثل و بے نظیر ہے تو کیا وجہ ہے کہ منسوب الیہ **صَلَوَاتُكَ** جن کی یہ ساری بیماریاں ہیں وہ بے مثل نہ ہوں۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

از سہ نسبت حضرت ذمرا عزیز
آن مامرا اولین و آخرین
مرنضی مشکل کشا شیر خدا
مادر آن قافلہ سالار عشق!
پاس فرمان جناب مصطفیٰ است
سجد ہا بر خاک دے پاشید می

مریم ازیک نسبت عیسیٰ عزیز
نور چشم رحمة للعلمین
بانوئے آن تاجدار مل اتی
مادر آن مرکز ہر کار عشق
رشتہ آئین حق زنجیر پاست
ورنہ گرد تویش گردید می

فاطمہ زہرا اس لئے افضل ہیں کہ نبی کی لاڈلی ولی کی بیوی شہیدوں کی ماں ہیں رضی اللہ عنہا سبحان اللہ کیا طرز استدلال ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے خوب فرمایا۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ!
ان سانہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن بتاتا ہے کہ ایمان ہیں یہ
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

احمد یار خان اوجہر ہانوی عفی عنہ

قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء

دیوبندیوں کی دریدہ دہنی اور توہین انبیاء نے لوگوں کو بارگاہ انبیاء بے ادبی کرنے پر دلیر کر دیا۔ ہندوستان میں ایک فرقہ وہ بھی پیدا ہو گیا۔ جو انبیاء کرام کو معاذ اللہ گنہگار بلکہ مشرک کافر بھی کہتا ہے کہ وہ سب حضرات خاکش بدہن پہلے مشرک و کفار تھے۔ اور گناہ کبار کے مرتکب بھی۔ پھر توبہ کر کے نبی ہوئے میرے پاس صرف چوب قلم ہے اور کچھ اوراق جس سے ان عقائد باطلہ کی تردید کرتا ہوں اور ناز کرتا ہوں کہ میری عزت و آبروزبان و قلم عظمت انبیاء کے لئے ڈھال بنے سیدنا حسان نے کیا خوب فرمایا۔

فان ابی والدنی و عرضی لعرض محمد منکر و قاء

یہ رسالہ بہت دن ہوئے الفقیہ میں قسط وار شائع ہوا۔ مسلمانوں کے اصرار پر جاء الحق کے دوسرے ایڈیشن میں بطور ضمیمہ درج کرتا ہوں۔ رب تعالیٰ قبول فرما کر نافع خلافت بنائے اس میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں۔

مقدمہ:- گناہ چند طرح کے ہیں۔ شرک کفر کبار صغائر پھر صغائر دو قسم کے بعض وہ جو دناست اور ذلت طبع پر دلالت کرتے ہیں جیسے چوری کم تولنا وغیرہ۔ اور بعض ایسے نہیں۔ پھر ان گناہوں میں بھی دونوعیتیں ہیں عمد اور سہو نیز انبیاء کرام کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ایک ظہور نبوت سے پہلے کا وقت۔ دوسرے نبوت کے بعد، انبیاء کرام شرک کفر بدعتیدگی گمراہی اور ذلیل حرکتوں سے ہر وقت بفضلہ تعالیٰ معصوم ہیں کہ وہ حضرات نبوت سے پہلے اور اس کے بعد عمد اسہو ایک آن کے لئے بھی بدعتیدہ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں مدارج اور مواہب میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی ساق عرش پر لکھا ہوا پایا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس سے آدم علیہ السلام کا پیدائشی عارف باللہ ہونا بھی ثابت ہوا۔ اور بغیر استاذ پڑھا لکھا ہونا بھی کہ پیدا ہوتے ہی لکھی ہوئی تحریر پڑھ لی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا۔

انی عبد اللہ اتنی الكتب وجعلنی نبیا۔

ترجمہ: میں اللہ کا بندہ ہوں کہ مجھے اس نے کتاب عطا فرمائی اور نبی بنایا۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۹ آیت نمبر ۳۰)

نیز فرمایا۔

واوصنی بالصلوة والزکوة مادمت حیا و برا بوالدنی۔

ترجمہ: یعنی مجھے تاحین حیات، نماز، زکوٰۃ کا حکم دیا اور میں اپنی والدہ سے سلوک کرنے والا بھی ہوں۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۱۳۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جناب مسیح بوقت پیدائش ہی حکمت نظری یعنی رب کی ربوبیت اپنی نبوت اور عطائے انجیل کو بھی جانتے تھے اور حکمت عملی، تہذیب اخلاق و تدبیر منزل سے بھی باخبر ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچپن شریف میں ہی اپنی کافر قوم پر توحید کی ایسی قوی حجت قائم فرمائی کہ سبحان اللہ آفتاب و چاند تاروں کے ڈوبنے اور ان کے حالات بدلنے کو ان کی مخلوقیت کی دلیل بنایا کہ تاروں کو دیکھ کر فرمایا خدا ربی اے کافر کیا رب میرا یہ ہو سکتا ہے؟ اور ڈوبتا دیکھا کر فرمایا لا احب الا فلین کہ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا بچپن شریف کی اس ساری گفتگو پاک پر بوعلی سینا اور فارابی کی ساری منطق قربان۔ اسی کو منطقی لوگ یوں بیان کرتے ہیں۔

للعالم متغير و كل متغير حادث لهذا العالم حادث پھریوں کہتے ہیں کہ العالم حادث ولا شئی من الحوادث بمعبود
فالعالم ليس بمعبود اس طرز استدلال کو رب نے پسندیدگی کی سند بخش کر فرمایا وتلك حجتنا ابيناها ابراهيم على قومه حضور
سيد الانبياء ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ فرما کر امت کی شفاعت فرمائی (مدارج و مواہب) معلوم ہوا کہ رب کو اپنے کو اپنے مراتب کو اور
اپنے درجات کو نیز امت مرحومہ کو جانتے پہچانتے پیدا ہوئے ہیں۔ بچپن میں بچوں نے کھیل کی رغبت دی۔ تو انہیں وہ جواب دیا کہ جس پر
ارسطو و افلاطون کی ساری حکمتیں قربان۔ وہ ہی ایک جواب انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے فرمایا۔ ما خلقنا لهذا (۱) ہم اس لئے پیدا
نہیں ہوئے رب نے اس کی تائیدیوں فرمائی کہ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون (پارہ ۲ سورہ ۵۱ آیت نمبر ۵۶) خود
فرماتے ہیں ﷺ كنت نبيا وادم بين الماء والطین ہم اس وقت نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام آب و گل میں جلوہ گر تھے۔ تفسیرات
احمدیہ میں لایسنال عہدی الظلمین (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۳) کی تفسیر فرماتے ہیں۔ انهم معصومون عن الکفر قبل الوحی
وبعدہ باجماع انبياء کرام وحی سے پہلے اور وحی کے بعد کفر سے معصوم ہیں۔

(تفسیرات احمدیہ میں ۳۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسٹنٹنپولہ)

اس مختصر سی گفتگو سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں ان کا دامن عصمت گمراہی سے کبھی بھی داغدار نہیں
ہو سکتا ہے گناہ ان کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کرام ارادتا گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ
کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد۔ ہاں نسیاناً خطا صادر ہو سکتے ہیں مگر اس پر قائم نہیں رہتے۔ بلکہ رب کی طرف سے انہیں متوجہ کر دیا جاتا
ہے۔ اور وہ اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں گناہ صغائر میں سے ذلیل حرکتوں سے ہمیشہ معصوم کہ نبوت سے پہلے اور بعد ان سے کبھی بھی ایسی
حرکتیں صادر نہیں ہوتیں جو دنائت اور جہنم ندرے پن پر دلالت کریں اور وہ صغائر جو ایسے نہ ہوں انبیاء سے صادر ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی خیال
رہے کہ یہ تفصیل ان امور میں ہے جن کا تعلق تبلیغ سے نہیں رہے احکام تبلیغیہ ان میں کی بیشی کرنے یا چھپانے سے انبیاء ہمیشہ معصوم ہیں
کہ یہ حرکت ان سے نہ تو جان بوجھ کر صادر ہونہ خطا یہ بھی خیال رہے کہ گناہوں کی یہ تفصیل دیگر انبیائے کرام کے لئے ہے کہ ان سے
بعض گناہ صغیرہ صادر ہو سکتے ہیں مگر سید الانبیاء حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق امت کا اجماع ہے کہ سے کبھی بھی کسی قسم کا گناہ صادر نہیں
ہوا۔ یعنی ظہور نبوت سے پہلے اور اس کے بعد آپ نے کوئی بھی گناہ صغیرہ یا کبیرہ عدا نہیں کیا۔ چنانچہ تفسیرات احمدیہ میں آیت لایسنال
عہدی الظلمین کی تفسیر میں ہے

لا خلاف لاحد فی ان نبینا علیہ السلام لم یرتکب صغیرة ولا کبیرة طرفته عین قبل الوحی
وبعدہ کما ذکرہ ابو حنیفہ فی الفقہ اکبر۔

(تفسیرات احمدیہ میں ۳۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسٹنٹنپولہ)

تفسیر روح البیان آیت ما کنت تدری ما الکتب کی تفسیر میں ہے۔

یدل علیہ انه علیہ السلام قیل له هل عبت و لنا قط قال لا قیل هل شربت خمر اقط قال لا فما
زلت اعرف ان الذی هم علیہ کفر۔

ترجمہ: یعنی حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ نے کبھی بت پرستی کی تھی؟ فرمایا نہیں کیا آپ نے کبھی شراب استعمال فرمائی؟ فرمایا
نہیں ہم تو ہمیشہ سے جانتے تھے کہ اہل عرب کے یہ عقیدے کفر ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۸ ص ۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

پہلا باب

عصمت انبیاء کا ثبوت

عصمت انبیاء قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اجماع امت دلائل عقلیہ سے ثابت ہے اس کا انکار وہ ہی کرے گا۔ جس کے پاس دل و دماغ کی آنکھیں نہ ہوں۔

قرآنی آیات (۱):۔ رب تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا۔

ان عبادی لیس لك علیہم سلطان۔

ترجمہ: اے ابلیس میرے خاص بندوں پر تیری دسترس نہیں۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۴۲)

(۲) شیطان نے خود بھی اقرار کیا تھا کہ

لا غوینہم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین۔

ترجمہ: کہ اے مولیٰ میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا سوا تیرے خاص بندوں کے۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۳۵-۳۰)

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام تک شیطان کی پہنچ نہیں اور وہ انہیں نہ تو گمراہ کر سکے اور نہ بے راہ چلا سکے پھر ان سے گناہ کیونکر سرزد ہوں تبیب ہے کہ شیطان تو انبیاء کو معصوم مان کر ان کے بہکانے سے اپنی معذوری ظاہر کرے مگر اس زمانہ کے بے دین ان حضرات کو مجرم مانیں۔ یقیناً یہ شیطان سے بدتر ہیں۔ (۳) یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

ما كان لنا ان نشوك بالله من شئ۔

ترجمہ: ہم گروہ انبیاء کے لئے لائق نہیں کہ خدا کے ساتھ شریں۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۸۸)

(۴) حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔

وما ارید ان اخالفکم الی ما انہکم عنہ۔

ترجمہ: میں اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا کہ جس چیز سے تمہیں منع کر دوں خود کرنے لگوں۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۸۸)

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام شرک اور گناہ کرنے کا بھی ارادہ نہیں فرماتے یہی عصمت کی حقیقت ہے (۵) یوسف علیہ السلام نے فرمایا

وما ابری نفسی ان النفس لا مارة بالسوء الا ما رحمہ ربی (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۳) یہاں یہ نہ کہا کہ میرا نفس برائی کا حکم کرتا ہے بلکہ یہ فرمایا کہ عام نفوس انسانوں کو برائی کا حکم کرتے ہیں سو ان نفوس کے جن پر رب رحم فرمائے اور وہ نفوس انبیاء ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان حضرات کے نفوس انہیں فریب دیتے ہی نہیں (۶) رب تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ اصطفیٰ ادم ونوحاً وال ابراہیم وال عمران علی العلمین (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۳۳) جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام سارے جہان سے افضل ہیں اور جہاں میں تو ملائکہ معصومین بھی داخل ہیں۔ ملائکہ کی صفت یہ ہے کہ لا یعصون اللہ ما امرہم (پارہ ۲۸ سورہ ۲۶ آیت نمبر ۶) وہ کبھی نافرمانی کرتے ہی نہیں۔ اگر انبیاء گنہگار ہوں تو ملائکہ ان سے بڑھ جائیں۔

(۷) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

لا ینال عہدی الظلمین۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۳)

ہمارا عہد نبوت ظالمین یعنی فاسقین کو نہ ملے گا۔ معلوم ہوا کہ فسق و نبوت جمع ہو سکتے ہی نہیں۔ قرآن کریم نے انبیاء کرام کے اقوال کو نقل فرمایا۔

لیس بی ضللة ولكنی رسول من رب العلمین۔

ترجمہ: اے میری قوم! مجھ میں بالکل گمراہی نہیں لیکن میں رب العلمین کا رسول ہوں۔

(پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۶۱)

لکنی سے معلوم ہوا کہ گمراہی اور نبوت کا اجتماع نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت نور ہے اور گمراہی تاریکی نور و ظلمت کا اجتماع ناممکن ہے۔
احادیث (۱): مشکوٰۃ باب الوسوسہ میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے جسے قرین کہا جاتا ہے۔ مگر میرا قرین مسلمان ہو گیا لہذا اب وہ مجھے نیک مشورہ ہی دیتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب فی الوسوسہ ص ۱۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۲): اسی مشکوٰۃ باب الوسوسہ میں ہے کہ ہر بچے کو بوقت ولادت شیطان مارتا ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام کو پیدائش میں چھو بھی نہ سکا معلوم ہوا کہ یہ دو پیغمبر شیطانی وسوسہ سے محفوظ ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب فی الوسوسہ ص ۱۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۳) مشکوٰۃ کتاب الغسل سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہوتا کہ اس میں شیطانی اثر ہے بلکہ ان کی بیبیاں بھی احتلام سے پاک ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الغسل ص ۲۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۴) انبیائے کرام کو جمائی نہیں آتی کیونکہ یہ بھی شیطانی اثر ہے۔ اسی لئے اس وقت لاحول پڑھتے ہیں۔
(۵) مشکوٰۃ شریف باب علامات نبوت میں ہے کہ حضور علیہ السلام کا سینہ مبارک چاک کر کے اس میں سے ایک پارہ گوشت نکال دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ شیطانی حصہ ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا نفس قدسیہ شیطانی اثر سے پاک ہے اور پھر اسے باہر مزہ سے دھویا گیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب علامات نبوت الفصل الاول ص ۵۲۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۶) مشکوٰۃ شریف باب مناقب عمر میں ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ جس راستہ سے گزرتے ہیں وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔
(صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابة باب مناقب عمر بن الخطاب ج ۳ ص ۱۳۷ رقم الحدیث ۳۳۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب مناقب فضائل ج ۳ ص ۱۸۶ رقم الحدیث ۲۳۹۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۴۱ رقم الحدیث ۸۱۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
معلوم ہوا جن پر پیغمبر کی نظر کرم ہو جائے وہ بھی شیطان سے محفوظ رہتے ہیں پھر خود ان حضرات کا کیا پوچھنا۔

اقوال علماء امت: ہمیشہ سے امت مصطفیٰ ﷺ کا عصمت انبیاء پر اجماع رہا سو فرقہ ملعونہ حشویہ کے کوئی اس کا منکر نہ ہوا چنانچہ شرح عقائد نسفی شرح فقہ اکبر تفسیرات احمدیہ تفسیر روح البیان مدارج النبوة مواہب لدنیہ شفا شریف نسیم الریاض وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔
تفسیر روح البیان آیت ما کنت تدری ما الکتب الایة (پارہ ۲۵ سورہ ۳۲ آیت نمبر ۵۲) کی تفسیر میں ہے فان اهل الوصول اجتمعوا علی ان الرسل علیہم السلام۔

كانوا مومنين قبل الوحي معصومين من الكبائر ومن الصغائر الموجبة لنفرة الناس عنهم قبل البعث وبعدها فضلا عن الكفر۔

ترجمہ: یعنی اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام وحی سے پہلے مومن تھے اور گناہ کبیرہ نیز ان صغائر سے جو نفرت کا باعث ہوں نبوت سے پہلے معصوم تھے اور بعد بھی چہ جائیکہ کفر۔

(تفسیر روح البیان ج ۸ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار حیات التراث العربی بیروت)

تفسیرات احمدیہ میں ہے۔

انهم معصومون عن الكفر قبل الوحي وبعده بالاجماع وكذا عن تعمد الكبائر عند الجمهور۔
ترجمہ: انبیاء کرام کفر سے قبل وحی اور بعدہ بالاتفاق معصوم ہیں ایسے ہی عام علماء کے نزدیک دیدہ و دانستہ گناہ کبیرہ کرنے سے بھی معصوم ہیں۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کاسی روڈ کوئٹہ)

غرض کہ امت مرحومہ کا اجماع انبیائے کرام کی عصمت پر ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے اس کے لئے زیادہ عبارتیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

عقلی دلائل :- عقل بھی چاہتی ہے کہ انبیائے کرام کفر و فسق سے ہمیشہ معصوم ہوں چند وجوہ سے۔ (۱) کفر یا تو عقائد کی بے خبری سے ہوتا ہے یا نفس کی سرکشی سے یا شیطان کے اغواء سے اور ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ انبیاء کرام عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں نیز ان کے نفوس پاک ہیں اور وہ شیطانی اثر سے محفوظ ہیں۔ جب یہ تینوں وجہیں نہیں تو اب ان سے کفر اور فسق کیونکر سرزد ہو۔ (۲) فسق بھی نفس امارہ یا شیطان کے اثر سے ہے اور وہ حضرات ان دونوں سے محفوظ ہیں۔ (۳) فاسق کی مخالفت ضروری ہے اور نبی کی اطاعت فرض کہ بہر حال ان کی فرمانبرداری کی جائے اگر نبی بھی فاسق ہوں تو ان کی اطاعت بھی ضروری ہو اور مخالفت بھی اور یہ اجماع ضدین ہے۔

(۴) فاسق کی بات بلا تحقیق نہ مانی چاہیے رب تعالیٰ فرماتا ہے ان جاء کم فاسق بنباء فتبينوا (پارہ ۲۶ سورہ ۲۹ آیت نمبر ۶) اور نبی کی ہر بات مانتی فرض ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ما کان لمومن ولا مومنته اذا قضی اللہ ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۳۶) اگر نبی بھی فاسق ہوں تو ان کی بات بلا تحقیق ماننا بھی ضروری اور نہ ماننا بھی۔ اور یہ اجماع نقیضین ہے۔

(۵) گنہگار سے شیطان راضی ہے اسی لئے وہ حزب الشیطان میں داخل ہے اور نیک کار سے رحمان خوش اسی لئے وہ حزب اللہ میں سے ہے اگر پیغمبر ایک آن کے لئے بھی گنہگار ہوں تو معاذ اللہ وہ شیطانی گروہ میں سے ہوں گے اور یہ ناممکن ہے۔

(۶) فاسق سے متقی افضل رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ اما نجعل المتقین کالفجار (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۲۸) اگر نبی کسی وقت گناہ کریں اور اس وقت ان کا امتی نیکی کر رہا ہو تو لازم آوے گا کہ امتی اس گھڑی نبی سے افضل ہو اور یہ باطل ہے کہ کوئی امتی ایک آن کے لئے بھی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

(۷) بدعتیہ کی تعظیم حرام ہے حدیث میں ہے۔

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام۔

ترجمہ: جس نے بد عقیدہ کی تعظیم کی اس نے اسلام ڈھانے پر مدد دی۔

اور نبی کی تعظیم واجب۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وتعوذوہ وتوقروہ (پارہ ۲۶ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۹) اگر نبی ایک آن کے لئے بے دین ہوں تو ان کی تعظیم واجب بھی ہو اور حرام بھی۔

(۸) گنہگاروں کی بخشش حضور کے وسیلہ سے ہے رب فرماتا ہے ولو انہم اذا ظلموا انفسہم جاء وك الآیہ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۴) اس آیت میں عام مجرمین کو بارگاہ مصطفویٰ میں حاضر ہو کر ان کے وسیلہ سے استغفار کرنے کی دعوت دی گئی۔ اگر خاکش بدہن آپ کا دامن عفت گناہوں سے آلودہ ہو تو بتاؤ پھر آپ کا وسیلہ کون ہوگا؟ اور کس کے ذریعے آپ کی معافی ہوگی۔ جو سب مجرموں کا وسیلہ مغفرت ہو ضروری ہے کہ وہ جرموں سے پاک ہو اگر وہ بھی گنہگار ہو تو پھر ترجیح بلا مرجح کا سوال پیدا ہوگا اور دور یا تسلسل لازم ہوگا۔

(۹) قیمتی چیز قیمتی برتن میں رکھی جاتی ہے موتی کا ڈبہ بھی قیمتی ہوتا ہے شہری زیورات کا بکس بھی قیمتی دودھ کا برتن بھی ہر گندگی و ترشی سے محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ دودھ خراب نہ ہو جائے کارخانہ قدرت میں نبوت بڑی ہی انوکھی اور بے بہا نعمت ہے تو چاہیے کہ اس کا ظرف یعنی انبیاء کے دل کفر و فسق اور ہر قسم کی گندگی سے پاک و صاف ہوں اسی لئے رب نے فرمایا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۲۴) اللہ ہی ان نفوس کو جانتا ہے جو اس کی رسالت کے لائق ہیں۔

(۱۰) فاسق اور فاجر کی خبر بغیر گواہی قابل اعتماد نہیں۔ اگر انبیائے کرام بھی فاسق ہوتے تو انہیں اپنی ہر خبر پر گواہی پیش کرنا ہوتی حالانکہ ان کا ہر قول صد ہا گواہیوں سے بڑھ کر ہے۔ حضرت ابو خزیمہ انصاری نے اونٹ کے متعلق یہ ہی تو کہا تھا کہ یا حبیب اللہ اونٹ کی تجارت جنت و دوزخ حشر و نشر سے بڑھ کر نہیں۔ جب ہم آپ سے سن کر ان پر ایمان لے آئے تو اس زبان سے سن کر یہ کیوں نہ مان لیں کہ واقعی آپ نے اونٹ لیا ہے۔ جس کے انعام میں حضور نے ان ایک کی گواہی دو کے برابر کر دی۔

دوسرا باب

عصمت انبیاء پر اعتراضات و جوابات

آئندہ اعتراضات کے تفصیلی جوابات سے پہلے بطور مقدمہ اجمالی جواب عرض کئے دیتا ہوں جس سے بہت سے اعتراضات خود بخود اٹھ جائیں گے وہ یہ کہ عصمت انبیاء قطعی و اجماعی مسئلہ ہے اور احادیث جن سے پیغمبروں کا گناہ ثابت ہے اگر متواتر اور قطعی نہیں بلکہ مشہور احاد ہیں وہ سب مردود کوئی بھی قابل اعتبار نہیں اگرچہ صحیح ہوں۔ تفسیر کبیر سورہ یوسف کی تفسیر میں ہے کہ جو احادیث خلاف انبیاء ہوں وہ قبول نہیں۔ راوی کو جھوٹا ماننا پیغمبر کو گنہگار ماننے سے آسان ہے اور وہ قرآنی آیات اور متواتر روایات جن سے ان حضرات کا جھوٹ یا کوئی اور گناہ ثابت ہوتا ہو سب واجب التاویل ہیں۔ کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں گے یا کہا جائے گا کہ یہ واقعات عطاءئے نبوت سے پہلے کے تھے۔ تفسیرات احمدیہ آیت لاینال عہدی الظلمین کی تفسیر میں ہے

واذا تقرر هذا فما نقل عن الانبياء مما يشعر بكذب او معصيته فما كان منقولا بطريق الاحاد فمردود وما كان منقولا بطريق التواتر فمصرف عن ظاهره ان امکن والا فمحمول على ترك الاولى او كونه قبل البعث۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسو روڈ کوئٹہ)

بلکہ مدارج النبوة شریف جلد اول باب چہارم میں تو فرمایا کہ اس قسم کی آستیں تشابہات کی مثل ہیں۔ جن میں خاموشی لازم دیکھو رب تعالیٰ کا قدس، غنی، علیم، قادر مطلق بلکہ تمام صفات کمالیہ سے موصوف ہونا قطعی اجماعی ہے مگر بعض آستیں ظاہری معنی کے لحاظ سے اس کے بالکل خلاف ہیں رب فرماتا ہے یخضعون للہ وهو خادعہم (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۳۲) وہ رب کو دھوکا دیتے ہیں رب انہیں اور فرماتا ہے مکروا وکرا اللہ انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے اور فرماتا ہے فاینما تولوا فثم وجہ اللہ (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۱۵) جدھر تم منہ کرو ادھر ہی رب کا منہ ہے فرماتا ہے ید اللہ فوق ابیدیہم (پارہ ۲۶ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۱۰) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے فرماتا ہے ثم استوی علی العرش (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲) پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہو گیا۔ رب تعالیٰ چہرہ، ہاتھ، برابری مکر اور دھوکہ سے پاک اور منزہ ہے اور ان آیتوں میں بظاہر یہ ہی ثابت ہو رہا ہے لہذا واجب ہے کہ ان میں تاویل کی جائے بلکہ ان کے حقیقی معنی خدا کے سپرد کئے جائیں جو کوئی ان آیتوں کی وجہ سے رب کو عیب دار مانے وہ بے ایمان ہے ایسے ہی جو کوئی بعض آیتوں کے ظاہری معنی کر کے انبیائے کرام کو فاسق یا مشرک جانے وہ بے دین ہے یہ ایک جواب ہی انشاء اللہ تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ دے گا مگر پھر بھی ہم کچھ تفصیلی جواب عرض کئے دیتے ہیں۔

اعتراض (۱).....: ابلیس نے بھی سجدہ نہ کر کے خدا کی نافرمانی کی اور آدم علیہ السلام نے بھی گندم کھا کر یہ ہی جرم کیا۔ دونوں کو سزا بھی یکساں دی گئی کہ اسے فرشتوں کی جماعت سے اور انہیں جنت سے خارج کر دیا گیا جرم و سزائیں دونوں برابر ہوئے بعد میں آدم علیہ السلام نے توبہ کر کے معافی حاصل کر لی۔ ابلیس نے یہ نہ کیا معلوم ہوا کہ آپ معصوم نہ تھے۔ (محد شحہ شریعت کانپور)

جواب:- شیطان سجدہ نہ کرنے میں مجرم بھی تھا اور سزا یاب بھی ہوا۔ آدم علیہ السلام گندم کھانے میں نہ گنہگار تھے اور نہ انہیں کوئی سزا دی گئی کیونکہ شیطان نے دیدہ دانستہ سجدہ سے انکار ہی نہ کیا بلکہ حکم رب کو غلط سمجھ کر اس کے بالمقابل گفتگو کرنے کی ہمت کی کہ یولا خلقتنی من نار خلقتہ من طین (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۷۶) جس کی سزا میں فرمایا گیا کہ فاخرج منها فانک رجیم وان علیک لعنتی الی یوم الدین (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۷۷-۷۸) گویا یہ زمین اس کے لئے کالے پانی کی طرح سزا کی جگہ تجویز کی گئی کہ وہ قیامت تک یہاں ذلیل و خوار اور حلال کے کوڑے کھاتا پھرے۔ آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم نے بار بار اعلان فرمایا کہ وہ بھول گئے انہوں نے گناہ کا ارادہ بھی نہ کیا فہیسی ولم نجد له عزما (پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۱۱۵) کہیں فرمایا فازلھما الشیطن (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۶) کہیں فرماتا فوسوس لھما الشیطن (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۲۰) غرض کہ اس واقعہ کا ذمہ دار تو شیطان کو بنایا اور ان کے متعلق فرمایا کہ دھوکہ کھا گئے ان سے خطا ہو گئی دھوکہ یہ ہوا کہ ان سے رب نے فرمایا تھا کہ تم اس درخت کے قریب نہ جانا۔ شیطان نے کہا کہ آپ کو کھانے کی ممانعت نہیں۔ وہاں جانے سے روکا گیا ہے۔ آپ وہاں نہ چائے میں لا دیتا ہوں آپ کھا لیجئے گا۔ جھوٹی قسم کھا گیا کہ یہ پھل فائدہ مند ہے اور میں آپ کا خیر خواہ ہوں آپ سمجھے کہ کوئی بھی رب کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا یا لا تقر باممانعت تنزیہی سمجھے اس کی پوری تحقیق ہماری تفسیر کے پہلے پارہ میں اسی آیت کے ماتحت دیکھو۔ یہ تو عملوں میں فرق ہوا۔ اب رہا زمین پر آنا۔ رب تعالیٰ نے انہیں زمین ہی کی خلافت کے لئے پیدا کیا تھا کہ فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفۃ (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۰) جنت میں تو کچھ روز اس لئے رکھا گیا تھا کہ وہاں کے مکانات اور باغات وغیرہ دیکھ کر اسی طرح زمین کو آباد کریں گویا وہ جگہ ان کی ٹریننگ کی تھی کسی کو ٹریننگ سکول میں ہمیشہ نہیں رکھا جاتا۔ ان کو رلا کر اس لئے بھیجا گیا کہ تمام فرشتوں نے سوائے گریہ وزاری ساری عبادتیں کی تھیں درود دل ہی تو وہ چیز ہے جس کی وجہ سے انسان ملائکہ سے افضل ہوا جنت کا بہانہ تھا درحقیقت

اپنے عشق میں رلا نا تھا۔ حسنات الابوار سینات المقربین۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کردیاں
اے خیال یار کیا کرنا تھا اور کیا کردیا
تو تو پردہ میں رہا اور مجھ کو رسوا کردیا

یہ راز وہ سمجھے جو لذت عشق سے واقف ہو۔ رب نے شیطان سے کہا تھا اخرج منها اور یہاں فرمایا گیا ابطوا منها جميعاً (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۸) جس میں بتایا گیا کہ تم کچھ عرصہ کے لئے زمین میں بھیجے جا رہے ہو۔ پھر اپنی کروڑہا اولاد کے ساتھ واپس یہیں آؤ گے یعنی دو جا رہے ہو اور کروڑوں کو ساتھ لاؤ گے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے ہم کو جنت سے نہ نکلا۔ بلکہ ہم نے انہیں وہاں سے علیحدہ کیا کیوں کہ ان کی پشت شریف میں کفار فاسق سب ہی کی روئیں تھیں جو کہ جنت کے قابل نہ تھے حکم ہوا کہ اے آدم نیچے جا کر ان خبیث کو چھوڑ آؤ۔ پھر آپ کی جگہ یہی ہے (مرقات باب الایمان بالقدر و روح البیان ج ۱ ص ۱۴۶-۱۴۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت آیت فازلہما الشیطن (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۶) (۲) شیطان کا زمین پر آنا پردیس میں آنا ہے مگر آدم علیہ السلام کا یہاں آنا پردیس میں آنا نہیں کیونکہ آدم جسم اور روح کے مجموعہ کا نام ہے اور ان کا جسم چونکہ زمین پر اور مٹی سے بنا لہذا زمین ان کا وطن جسم ہوئے اور عالم ارواح گویا وطن روح و وطن روح سے وطن جسم کی طرف آئے جو انسان مرکز جنت میں گیا۔ وہ پردیس میں نہیں بلکہ وطن جسم سے وطن روح میں گیا۔ مگر شیطان کی پیدائش آگ سے ہے لہذا زمین اس کے لئے پردیس ہوا۔ (۳) اگر آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا عذاب ہوتا تو یہاں انہیں خلیفہ نہ بنایا جاتا۔ ان کے سر پر تاج نبوت نہ رکھا جاتا ان کی اولاد میں انبیاء و اولیاء خصوصاً سید الانبیاء علیہ السلام پیدا نہ فرمائے جاتے ملزم کو معافی دیکر قید سے نکالتے ہیں۔ شاہی محل میں لا کر پھر اس پر انعامات کی بارش کرتے ہیں نہ کہ جیل خانہ میں ہی رکھ کر حقیقت یہ ہے کہ بڑوں کی ظاہری خطا چھوٹوں کے لئے عطا ہوتی ہے دنیا اور یہاں کی ساری نعمتیں اس خطائے اول کا ہی صدقہ ہیں لطف یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے لئے دانہ گندم خطا قرار دیا گیا۔ اور ان کی اولاد کے لئے وہی غذا تجویز ہوئی۔

اعتراض (۲)..... حضرت آدم و حوا نے اپنے ایک بیٹے کا نام عبدالحارث رکھا۔ حارث شیطان کا نام ہے اس کو قرآن کریم نے فرمایا فلما اتاهما صلحاً جعل لہ شرکاء (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۹۰) جس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کا یہ کام بھی شرک تھا۔ ثابت ہوا کہ پیغمبر شرک بھی کر لیتے ہیں۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ اس آیت میں حضرت آدم و حوا مراد ہیں۔

جواب:- آدم علیہ السلام اس قسم کے عیب سے پاک ہیں معترض نے اس آیت میں دھوکا دیا ہے بہت سے مفسرین فرماتے ہیں کہ جعل کا فاعل قصی اور اس کی بیوی ہے کیونکہ خلقکم من نفس واحدة وجعل منها زوجہا (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۸۹) کے معنی یہ ہیں کہ اے قریش رب نے تمہیں ایک جان یعنی قصی سے پیدا فرمایا۔ اور اس قصی کی بیوی اس کی جنس سے بنائی۔ قصی نے یہ غضب کیا کہ اپنے رب سے دعائیں کر کے بیٹا مانگا تھا۔ اور اس کا نام عبدالحارث رکھ دیا (تفسیر خزائن العرفان وغیرہ) اس صورت میں کوئی اعتراض ہی نہیں اور بعض نے فرمایا جعل میں مضاف پوشیدہ ہے اور اس کا فاعل اولاد آدم و حوا ہی ہیں یعنی آدم و حوا کی بعض اولاد نے شرک شروع کر دیا (دیکھو روح البیان و مدارک وغیرہ) اسی لئے آگے جمع کا صیغہ ارشاد ہوا۔ فتعالی اللہ عما یشرکون (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۹۰) اگر یہ فعل حضرت آدم و حوا کا ہوتا تو بشرکان متثنیہ کا صیغہ ارشاد ہوتا۔ نیز ایک معمولی سی خطا گندم کھا لیتے پر عتاب ہو گیا تھا تو چاہیے تھا کہ شرک

کرنے پر بڑا سخت عذاب ہوتا لیکن بالکل نہ ہوا۔ حاکم کی یہ روایت بالکل معتبر نہیں کیونکہ وہ خبر واحد ہے اور عصمت پیغمبر یقینی و قطعی۔

اعتراض (۳)۔..... رب تعالیٰ فرماتا ہے فعصى ادم ربه فغوى (پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۱۲۱) آدم علیہ السلام نے رب کی نافرمانی کی پس گمراہ ہو گئے اس سے آدم علیہ السلام کا گناہ اور گمراہی دونوں معلوم ہوئے۔

جواب:- یہاں مجازاً خطا کو عصیان فرمایا گیا اور غوی کے معنی گمراہی نہیں بلکہ مقصود نہ پانا ہے یعنی حیات دائمی کے لئے گندم کھایا تھا وہ ان کو حاصل نہ ہوئی۔ بلکہ گندم سے بجائے نفع کے نقصان ہوا یعنی اپنے مقصد کی طرف راہ نہ پائی۔ دیکھو روح البیان یہی آیت۔ جب رب نے ان کے بھول جانے کا بار بار اعلان فرمایا تو عصی سے گناہ ثابت کرنا کلام اللہ میں تعارض پیدا کرتا ہے۔

اعتراض (۴)۔..... ابراہیم علیہ السلام نے چاند سورج بلکہ تاروں کو اپنا خدا مانا کہ فرمایا ہذا ربی اور یہ صریحی شرک ہے معلوم ہوا کہ آپ نے پہلے شرک کیا پھر توبہ کی۔

جواب:- اس کا جواب مقدمہ میں گزرا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے بطریق سوال فرمایا کہ کیا یہ میرا رب ہے پھر خود ہی اس کا جواب مع دلیل بھی ارشاد کیا کہ لا احب الا فلین (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷۶) کیونکہ اس سے پہلے ارشاد ہوا و کذالك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض وليكون من الموقنين (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷۵) پھر ستارے دیکھنے کا واقعہ بیان ہوا اور بعد میں فرمایا وتلك حجتنا بآبنا ابراهيم على قومه (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۸۳) اس ترتیب سے معلوم ہوا کہ ملکوت عالم دیکھنے کے بعد ستاروں کا واقعہ ہوا اور رب نے اس کلام کی تعریف فرمائی۔ اگر یہ بات شرک تھی تو تعریف فرماتا کیسا؟ پھر تو سخت عتاب ہونا چاہیے تھا۔

اعتراض (۵)۔..... ابراہیم علیہ السلام نے تین بار جھوٹ بولا کہ آپ تندرست تھے مگر قوم سے فرمایا انی صقیم (پارہ ۲۳ سورہ ۳۷ آیت نمبر ۸۹) میں بیمار ہوں خود بتوں کو توڑا مگر قوم کے پوچھنے پر فرمایا بل فعله کبیرهم هذا (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۶۳) اس سے بڑے بت نے یہ کام کیا اپنی بیوی سارہ کو فرمایا ہذا اختی یہ میری بہن ہیں اور یقیناً جھوٹ بولنا گناہ ہے معلوم ہوا کہ آپ معصوم نہیں۔

جواب:- اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ بحالت مجبوری جبکہ جان کا خطرہ ہو تو جھوٹ گناہ نہیں حتیٰ کہ ایسی مجبوری میں منہ سے کفر بھی نکال دینے کی اجازت ہے الا من اکره و قلبه مطمئن بالايمان (پارہ ۱۲ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۱۰۶) جن موقعوں پر آپ نے یہ کلام فرمائے وہاں یا تو خطرہ جان تھا یا خطرہ عصمت تھا وہ عالم بادشاہ آپ سے حضرت سارہ کو جبراً چھیننا چاہتا تھا اور دوسرے موقعوں پر آپ کو خطرہ جان تھا اس لئے یہ فرمایا (روح البیان آیت بل فعله کبیرهم) لہذا یہ فعل گناہ نہ ہوا دوسرے یہ کہ ان میں سے کوئی کلام جھوٹ نہیں بلکہ اس میں بعید معنی مراد لئے گئے ہیں جسے تو یہ کہتے ہیں تو یہ ضرور ناجائز ہے نبی کریم ﷺ نے ایک بڑھیا سے فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہ جائے گی دیکھو ایک شخص نے اونٹ مانگا تو فرمایا کہ تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ ایک صحابی کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ وغیرہ (مشکوٰۃ باب المزاح) حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بہن فرمانے سے وہی بہن مراد تھی نہ کہ کسی۔ جیسے کہ داؤد علیہ السلام کے پاس دو فرشتے بیکل مدعی مدعی علیہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ هذا اخى له تسع و تسعون نعجة (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۲۳) یہ میرا بھائی ہے جس کے پاس ۹۹ بکریاں ہیں یہاں بھائی اور بکریوں کے مجازی معنی مراد ہیں ایسے ہی آپ کا یہ فرمانا کہ انی ستقیم اس کے معنی ہیں میں بیمار ہونے والا ہوں نہ کہ فی الحال بیمار جیسے انک میت و انهم میتون (پارہ ۲۳ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۳۰) یا ستقیم سے دلی بیماری یعنی ناراضی درج مراد ہے یعنی میرا دل تم سے ناراض ہے اسی طرح بل فعله کبیرهم میں کبیر سے اللہ تعالیٰ مراد ہے اور ہذا سے اسی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کفار رب تعالیٰ کو بڑا خدا اور بتوں کو چھوٹے معبود سمجھتے تھے یعنی یہ کام اس رب کا ہے جسے تم ان سب

سے بڑا سمجھتے ہو نبی کا کام رب کا ہی کام ہے وہ سمجھے کہ اس بڑے سے بڑا بت مراد ہے یا فعلہ شک کے طریقہ پر فرمایا یعنی بڑے بت نے کیا ہوگا اور شک انشاء ہے جس میں جھوٹ سچ کا احتمال نہیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رب نے یہ واقعات بیان فرماتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام پر کوئی عتاب نہ فرمایا بلکہ انہیں پسندیدگی کی سند عطا فرمائی۔ چنانچہ بت شکنی کے بیان سے پہلے فرمایا۔ ولقد اتینا ابراہیم رشده الایۃ (پارہ ۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۵۱) معلوم ہوا کہ آپ کا یہ فعل رشد و ہدایت تھا اور ظاہر ہے کہ جھوٹ رشد نہیں۔ بیماری کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا اذ جاء ربه بقلب سليم اذ قال لا بیہ الایۃ (پارہ ۲۳ سورہ ۳۷ آیت نمبر ۸۴-۸۵) جس سے معلوم ہوا کہ یہ کلام سلامت طبیعت پر دلالت کرتا ہے اور جھوٹ بیماری ہے نہ کہ سلامتی۔

اعتراض (۶).....:- داؤد علیہ السلام نے پرانی عورت یعنی اوریا کی بیوی کو نظر بد سے دیکھا جس کا واقعہ سورہ ص میں ہے اور یہ فعل یقیناً جرم ہے۔

جواب:- مورخین نے داؤد علیہ السلام کے قصہ میں کچھ زیادتی کر دی ہے اور جو کچھ احادیث احاد میں ہے وہ بھی نامقبول۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو کوئی داؤد علیہ السلام کا قصہ قصے کہانیوں کی طرح بیان کریگا میں اسے ایک سو ساٹھ کوڑے لگاؤں گا یعنی تہمت کی سزا ۸۰ کوڑے ہیں اور اس کو دگنے لگیں گے (روح البیان سورہ قصہ داؤد واقعہ صرف یہ تھا کہ ایک شخص اور یا نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ داؤد علیہ السلام نے بھی اسے پیغام پر پیغام دے دیا۔ اس نے آپ کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اور یہ شخص نکاح نہ کر سکا چنانچہ تفسیرات احمدیہ آیت لاینال عہدی الظالمین کی تفسیر میں ہے وعن داؤد بکونه اقداماً علی الفعل المشروع وهو نکاح المخطوبة لا دریا لانظره منکوحہ۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۴ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

مگر چونکہ اس جائز کام سے بھی نبوت کی شان بلند و بالا ہے اس لئے رب تعالیٰ نے ان کے احترام کو زیادہ فرماتے ہوئے دو فرشتوں کو ایک فرضی مقدمہ لے کر بھیجا اور انہوں نے اپنی طرف نسبت کر کے آپ سے فیصلہ کرا کر اشارتاً سمجھا دیا۔ سبحان اللہ کیا شان ہے اور انبیاء کا رب تعالیٰ کے ہاں کتنا احترام ہے کہ نہایت عمدہ طریقہ سے انہیں معاملہ سمجھایا گیا۔ رب تو ان کی عظمت فرمائے اور یہ بے دین ان حضرات پر نظر بد کا اتہام لگائیں خدا کی پناہ۔

اعتراض (۷).....:- یوسف علیہ السلام نے عزیز کی بیوی زلیخا سے گناہ کا ارادہ کیا جسے رب فرما رہا ہے ولقد همت به وهم بها لولا ان راٰ برهان ربّه (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۴) یعنی زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا اور انہوں نے زلیخا کا ارادہ کر لیا اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھتے تو نہ معلوم کیا ہو جاتا۔ دیکھو کتنا بڑا گناہ تھا جو یوسف علیہ السلام سے صادر ہوا؟

جواب:- یوسف علیہ السلام ارادہ گناہ تو کیا اس خیال سے بھی محفوظ رہے جو کہے کہ انہوں نے اس کا ارادہ کر لیا تھا وہ کافر ہے روح البیان میں اسی آیت کی تفسیر میں ہے فمن نسب الى الانبياء الفواحش كالعزم على الزنا ونحوه الذي يقوله الحشويته كفر لانه شتم لهم كذ في القنية (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۰۹-۳۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) رہا تمہارا اعتراض اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ ولقد همت به پروقف کرد اور ہم بہا سے علیحدہ آیت شروع ہو۔ معنی یہ ہوئے کہ بے شک زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا قصد کر لیا اور وہ بھی قصد کر لیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے۔ اب کوئی اعتراض نہ رہا یہ معنی نقلاً و عقلاً ہر طرح صحیح ہیں خازن نے فرمایا کہ اصل عبارت یہ ہے ولولا ان رءى برهانا ربهم بهما۔ مدارک شریفہ جس سے یہ کہ

ومن حق القاری اذا قدر خروجه من حکم القسم وجعله کلاماً براسه ان یقف علی به ویبتدی بقوله وهم بها۔
(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۶۰۱ مطبوعہ مکتبہ القرآن والنہ پشاور)

قاری کو چاہیے کہ بہ پر وقف کرے اور ہم بھاسے آیت شریع کرے اور یہی بات قرین قیاس بھی ہے کیونکہ قرآن کریم نے اس مقام پر زلیخا کی توتاریاں بیان فرمائیں و غلقت الابواب و قالت هیت لك (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۳) کہ اس نے آپ کو ہر طرح راغب کرنے کی کوشش بھی کی اور بلایا بھی دروازہ بھی بند کر لیا۔ مگر یوسف علیہ السلام کی بیزاری نفرت و عصمت کا ہی ذکر فرمایا۔
قال معاذ الله انه ربی احسن مثوای انه لا یفلح الظلمون۔

ترجمہ: خدا کی پناہ وہ میرا ربی ہے اس کے مجھ پر احسانات ہیں ایسی حرکت ظلم ہے اور ظالم کامیاب نہیں۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۳)

اور پھر فرمایا كذلك لتصرف عنه السوء والفحشاء (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۴) فحشاء سے زنا اور سوء سے ارادہ زنا مراد ہے معلوم ہوا کہ رب نے ارادہ زنا سے بھی ان کو محفوظ رکھا۔ آخر کار زلیخا نے بھی یہی کہا کہ۔
الان حصحص الحق انار اودته عن نفسه و انه لمن الصديق۔

ترجمہ: کہ میں نے ہی انہیں رغبت دینے کی کوشش کی تھی۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۱)

وہ تو سچے ہیں بلکہ شیر خوار بچے سے بھی ان کی پاکدامنی اور زلیخا کی خطا کاری کی گواہی دلوادی کہ وشهد شاهد من اهلها (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۶) عزیز مصر نے بھی یہی کہا۔ ایوسف اعرض عن هذا واستغفری للذنبك انك كنت من الخطئين (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۹) اے زلیخا تم اپنے گناہ سے توبہ کرو تم ہی خطا کار ہو دیکھو شیر خوار بچے عزیز مصر خود زلیخا بلکہ خود رب تعالیٰ نے ان کے بے گناہ ہونے پر گواہیاں دیں۔ اگر زلیخا کی طرح وہ بھی ارادہ گناہ کر لیتے تو آپ بھی ملزم ہوتے اور یہ گواہیاں غلط ہو جاتیں اور وہاں صرف یہ ہوتا کہ زلیخا نے جرم کی ابتداء کی مگر بعد میں آپ بھی اس میں شریک ہو گئے۔ نیز اگر یوسف علیہ السلام نے ارادہ زنا کیا ہوتا تو ان کی توبہ اور استغفار کا ذکر ضرور آتا۔
تفسیر مدارک میں ہے۔

ولانه لو وجد منه ذلك لذكرت توبته واستغفاره۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۶۰۱ مطبوعہ مکتبہ القرآن والنہ پشاور)

غرض کہ اس آیت کے یہ معنی کرنا بہت بہتر ہیں کہ وہ بھی ارادہ کر لیتے اگر رب کی برہان نہ دیکھتے تفسیر کبیر نے فرمایا لولا کا جواب اس پر مقدم بھی ہو سکتا ہے جیسے آیت میں ہے ان کادات لتبدی به لولا ان ربطنا علی قلبها (پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۱۰) (تفسیر کبیر آیت ولقد همت به پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۴) دوسری تفسیر یہ ہے کہ بہ پر وقف نہ کرو بلکہ بھانک ایک ہی جملہ مانو اور آیت کے معنی یہ ہوں کہ بے شک زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا اور انہوں نے زلیخا کا ہم کر لیا لیکن اب ان دونوں ہموں میں فرق کرنا ضروری ہے ہمت بے ہمتی کے معنی ارادہ زنا ہیں اور ہم بھانک اس کے معنی ہیں قلب کی غیر اختیاری رغبت جس کے ساتھ قصد نہیں ہوتا یعنی زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا ارادہ کیا اور ان کے دل میں رغبت غیر اختیاری پیدا ہوئی جو نہ گناہ ہے نہ جرم جیسے کہ رزہ میں ٹھنڈا پانی دیکھ کر اس طرف دل راغب تو ہوتا ہے مگر اس کے پی لینے کا ارادہ تو کیا خیال تک نہیں ہوتا صرف ٹھنڈا پانی اچھا معلوم ہوتا ہے اگر دونوں ہموں کے ایک ہی معنی ہوتے تو دو جگہ یہ لفظ نہ بولا جاتا۔ بلکہ ولقد همتینہ سے کہہ دینا کافی تھا یعنی ان دونوں نے قصد کر لیا دیکھو مکروا و مکر الله (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۵۴) کہ یہاں پہلے مکر کے معنی ہی اور ہیں اور دوسرے مکر کا مقصد ہی کچھ اور تفسیر خازن میں ہے قال الامام فخر الدین ان

يوسف عليه السلام كان بريئاً من العمل الباطل والهم المحرم خيال رہے کہ زلیخا نے دروازہ پر عزیز مصر کو دیکھ کر یوسف کو زنا کی تہمت نہ لگائی بلکہ ارادہ زنا کی کہہا قالت ما جزاء من اراد باهلك سوء الا ان يسجن (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۵) جو تیری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کر کے اس کی سزا جیل کے سوا اور کیا ہے۔ اسی کی تردید یوسف علیہ السلام نے فرمائی کہ ہسی راوتنی عن نفسی (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۶) بدکاری کا ارادہ اسی نے کیا تھا۔ اس کی تردید شیرخوار بچہ نے بھی کی اور اس کی تردید خود عزیز مصر نے قمیص مبارک پھٹی ہوئی دیکھ کر کہا انہ من کیدکن اور اس کی تردید مصری عورتوں نے بھی کی اور اس کی تردید آخر کار خود زلیخا نے بھی کر کے اپنا جرم قبول کر لیا اب اگر ہم بھا کے یہ معنی ہوں کہ یوسف علیہ السلام نے ارادہ زنا کر لیا تھا تو لازم آتا ہے کہ رب تعالیٰ نے زلیخا کی تائید کی اور ان سب حضرات کی تردید اور یہ کلام کے مقصد کے خلاف ہے یہ تقریر بہت خیال رہے انشاء اللہ کام آئے گی۔

اعتراض (۸).....۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبیلے کو جان سے مار دیا اور فرمایا هذا من عمل الشیطن (پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۱۵) کہ یہ شیطانی کام ہے معلوم ہوا کہ آپ نے ظلماً قتل کیا جو کہ بڑا جرم ہے۔

جواب:۔ آپ کا ارادہ قتل کا نہ تھا بلکہ قبیلے ظالم سے مظلوم اسرائیلی کو چھڑانا تھا جب قبیلے نے نہ چھوڑا آپ نے ہٹانے کے لئے چپت لگادی۔ وہ طاقت نبی کی نہ برداشت کر سکا مر گیا تو یہ قتل خطا ہوا اور انبیاء سے خطا ہو سکتی ہے نیز یہ واقعہ عطاء نبوت سے پہلے کا ہے روح البیان میں ہے کان هذا قبل النبوة نیز وہ قبیلے کا فرح رہی تھا جس کا قتل جرم نہیں آپ نے تو ایک ہی قبیلے کو مارا۔ کچھ دنوں بعد تو سارے ہی قبیلے غرق کر دیئے گئے۔ رہا اس فعل کو عمل شیطان فرماتا۔ یہ آپ کی انتہائی کسر نفسی اور عاجزی کا اظہار ہے کہ خلاف اولیٰ کام کو بھی اپنی خطا سمجھا یعنی یہ کام وقت سے پہلے ہو گیا جب قبیلوں کی ہلاکت کا وقت آتا تو یہ بھی ہلاک ہوتا فغفر لہ اور ظلمت نفسی سے دھوکا نہ کھاؤ کہ یہ الفاظ خطا پر بھی بولے جاتے ہیں یا ہذا سے قبیلے کا ظلم مراد ہے یعنی یہ ظلم شیطانی کام ہے۔

اعتراض (۹).....۔ رب تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ سے فرمایا ووجدك ضالاً فہدی (پارہ ۳۰ سورہ ۹۳ آیت نمبر ۷) معلوم ہوا کہ آپ بھی پہلے گمراہ تھے بعد کو ہدایت ملی۔

جواب:۔ یہاں جو کوئی بھی ضال کے معنی گمراہ کرے وہ خود گمراہ ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما ضل صاحبکم وما غوی۔

ترجمہ: تمہارے محبوب ﷺ نہ کبھی گمراہ ہوئے نہ بہکے۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۳ آیت نمبر ۲)

یہاں ضال کے معنی وارفتہ محبت الہی ہیں اور ہدایت سے مراد درجہ سلوک ہے یعنی رب نے آپ کو اپنی محبت میں سرشار اور وارفتہ پایا تو آپ کو سلوک عطا فرمایا۔ براہِ ان یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا تھا انک لفی ضلالک القدیم (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۹۵) یا انک لفی ضلال مبین یہاں ضلال بمعنی وارفتگی محبت ہیں۔ شیخ عبدالحق نے مدارج النبوت جلد اول باب پنجم میں فرمایا کہ عربی میں ضال وہ اونچا درخت ہے جس سے گئے ہوئے لوگ ہدایت پائیں یعنی اے محبوب ہدایت دینے والا بلند و بالا درخت رب نے تمہیں کو پایا کہ جو عرش فرش ہر جگہ سے نظر آئے لہذا تمہارے ذریعہ خلقت کو ہدایت دے دی یعنی ہدی کا مفعول عام لوگ ہیں نہ کہ نبی ﷺ اور بھی اس کے بہت سے معنی کئے گئے ہیں۔

اعتراض (۱۰).....۔ رب فرماتا ہے لیغفرک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (پارہ ۲۶ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۲) یعنی

رب تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے۔ معلوم ہوا کہ آپ گنہگار تھے۔ حضور علیہ السلام بھی ہمیشہ اپنے لئے دعائے مغفرت کرتے تھے اگر گنہگار نہ تھے تو استغفار کیسی؟

جواب:- اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ مغفرت سے مراد عصمت اور حفاظت ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ آپ کو ہمیشہ گناہوں سے محفوظ رکھے۔ روح البیان المراد بالمغفرة الحفظ والعصمة ازلاً وابدأً فيكون المعنى يتحفظك ويعصمك من الذنب المتقدم والمتاخر دوسرے یہ کہ ذنب سے نبوت سے پہلے کی خطائیں مراد ہیں۔ تیسرے یہ کہ ذنب میں ایک مضاف پوشیدہ ہے یعنی آپ کی امت کے گناہ جیسے کہ لک فرمانے سے معلوم ہوا۔ یعنی تمہاری وجہ سے تمہاری امت کے گناہ معاف کرے اگر آپ کے گناہ مراد ہوتے تو لک سے کیا فائدہ ہوتا (روح البیان و خازن) اس آیت کی تفسیر دوسری آیت ہے ولو انهم اذا ظلموا (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۳) کبھی گناہ کی نسبت گنہگار کی طرف ہوتی ہے اور کبھی بخشش کے ذمہ دار کی طرف جیسے مقدمہ کبھی مجرم کی طرف منسوب ہوتا ہے اور کبھی وکیل کی طرف کہ وکیل کہتا ہے کہ یہ میرا مقدمہ ہے جس کا میں ذمہ دار ہوں یہاں نسبت دوسری طرح کی ہے یعنی آپ کے ذمہ والے گناہ جن کی شفاعت کے آپ ذمہ دار ہیں۔

اعتراض (۱۱).....:- حضور علیہ السلام سے رب نے فرمایا ولولا ان ثبتناك لقد تركزن اليهم شيئاً قليلاً (پارہ ۱۵ سورہ ۷۱ آیت نمبر ۷۲) اگر ہم آپ کو نہ ثابت قدم رکھتے تو قریب تھا کہ آپ کفار کی طرف کچھ مائل ہو جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کفار کی طرف مائل ہو چلے تھے مگر رب نے روکا۔ اور کفر کی طرف میلان بھی گناہ ہے۔

جواب:- اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس میں شرط و جزا ہے یعنی یہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں دونوں مقدموں کا ہونا تو کیا امکان بھی ضروری نہیں رب فرماتا ہے قل لو كان للرحمن ولد فانا اول العبدین (پارہ ۲۵ سورہ ۴۳ آیت نمبر ۸۱) اگر رب کے بیٹا ہوتا تو اس کا پہلا بچاری میں ہوتا۔ نہ خدا کا بیٹا ہونا ممکن اور نہ نبی علیہ السلام کا اس کی پوجا کرنا ایسے ہی یہاں نہ تو رب تعالیٰ کا حضور علیہ السلام کو محفوظ نہ رکھنا ممکن اور نہ آپ کا ان کی طرف مائل ہونا ممکن۔ دوسرے یہ کہ یہاں فرمایا گیا کہ اگر ہم آپ کو پہلے ہی سے معصوم اور ثابت قدم نہ فرما چکے ہوتے تو آپ ان کی طرف کسی قدر جھکنے کے قریب ہو جاتے کیونکہ ان کے مکر و فریب بہت سخت خطرناک تھے یعنی چونکہ آپ معصوم ہیں لہذا آپ کفار کی طرف نہ جھکنے کے قریب بھی نہ ہوئے۔ اس سے تو آپ کی عصمت ثابت ہوئی دیکھو خازن، مدارک، روح البیان، تیسرے یہ کہ ایک تو حضور علیہ السلام کی طبیعت مبارکہ ہے دوسرے آپ کی نبوت اور عصمت الہی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت و عصمت سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی آپ کی فطرت پاک عیب اور گناہوں سے ایسی پاک ہے جس میں اس کی صلاحیت ہی نہیں کیونکہ آپ کی روحانیت بشریت پر غالب ہے۔ یعنی اگر ہم آپ کو معصوم نہ بھی بناتے تب بھی آپ کفار سے ملتے نہیں ان کی طرف جھکتے نہیں بلکہ کچھ جھکنے کے قریب ہو جاتے اب جبکہ فطرت سلیمہ پر رب کا یہ کرم ہوا کہ آپ کو معصوم بھی بنایا سر مبارک پر نبوت کا تاج بھی رکھا۔ اب تو سبحان اللہ کیا ہی کہتا۔ کسی تصور کی گنجائش ہی نہیں۔ اس کی تفسیر میں روح البیان میں ہے

انما سماه قليلاً لان روحانيته النبى كانت فى اصل الخلقت غالباً على البشريته اذ لم يكن حينئذ لروحه شئى يحجبته عن الله تعالى فالمعنى لولا التثبت وقوة النبوة ونور الهدايته واثر نظر العناية لقد كدت تركزن۔

اعتراض (۱۲).....:- رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ما كنت تدري ما الكتب ولا الايمان۔

اے نبی علیہ السلام آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام پیدا کنی عارف باللہ نہیں آپ کو تو ایمان کی خبر بھی نہ تھی۔

جواب:- اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں علم کی نفی نہیں بلکہ درایت یعنی اٹکل اور قیاس سے جاننے کی نفی ہے۔ پوری آیت یہ ہے و كذلك اوحينا اليك روحاً من امرنا ما كنت تدري ما الكتب (الآیہ) (پارہ ۲۵ سورہ ۴۲ آیت نمبر ۵۲) یعنی ہم نے آپ پر اپنے فضل سے قرآن وحی کیا۔ آپ خود بخود نہ جانتے تھے یعنی اس علم کا ذریعہ وحی الہی ہے نہ کہ محض اٹکل و قیاس۔ دوسرے یہ کہ اس سے پیدائش مبارک کا نہیں بیان ہو رہا بلکہ نوری محمدی کی پیدائش کا حال ہے۔ یعنی ہم نے آپ کو عالم ارواح میں سفید اور سادہ پیدا فرمایا تھا پھر اس پر علوم کے نقش و نگار فرما کر نبوت کا تاج سر پر رکھ کر دنیا میں بھیجا۔ آپ عالم ارواح میں ہی نبی تھے خود فرماتے ہیں۔ کنت نبیاً و ادم بین الماء و الطین ہم اس وقت نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی میں جلوہ گر تھے۔ تیسرے یہ کہ اس سے ایمان اور قرآن کے تفصیلی احکام مراد ہیں۔ یعنی آپ وحی سے پہلے احکام اسلامی تفصیل وار نہ جانتے تھے۔ اس کی تفسیر میں روح البیان ج ۸ ص ۴۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت میں ہے ای الایمان بتفاصيل ما فی تضاعیف الكتب پھر فرماتے ہیں لانه علیہ السلام افضل من یحیی و عیسی و قد اوتی کل الحکمة و العلم صبیاً یعنی نبی علیہ السلام بچگی اور عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور انہیں تو علم و حکمت بچپن ہی میں عطاء ہو گئی تھی۔ تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ بچپن شریف میں علم سے خالی رہے ہوں۔

اعتراض (۱۳).....۔ رب فرماتا ہے فازلھما الشیطن (پارہ ۱۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۶) آدم و حوا علیہم السلام کو شیطان نے پھسلا دیا۔ معلوم ہوا کہ شیطان کا داؤا انبیاء پر چل جاتا ہے۔ پھر تم نے کیوں کہا کہ شیطان ان تک نہیں پہنچ سکتا۔

جواب:- ہم نے یہ کہا ہے کہ شیطان انہیں گمراہ نہیں کر سکتا اور نہ ان سے عدا گناہ کبیرہ کر سکتا ہے اس نے خود کہا تھا لا غویںہم اجمعین الا عبادک منهم المخلصین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۳۹-۴۰) اور یہاں ہے فازلھما الشیطن گمراہی اور چیز ہے اور پھسلانا اور چیز ہے۔

اعتراض (۱۴).....۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو بہت سے لوگوں نے پیغمبر مانا ہے حالانکہ انہوں نے بڑے بڑے گناہ کئے بے قصور بھائی کو ستانا آزاد بھائی کو بچکر اس کی قیمت کھانا اپنے والد سے جھوٹ بول کر انہیں چالیس سال تک رلانا غرض کہ جرموں کی انتہا کردی اور پھر بھی نبی ہوئے معلوم ہوا کہ نبی کا معصوم ہونا شرط نہیں۔

جواب:- جمہور علماء نے انہیں پیغمبر نہ مانا۔ ہاں ایک جماعت نے کچھ ضعیف دلائل سے ان کی نبوت کا وہم کیا ہے اسی لئے ہم نے مقدمہ میں عرض کیا کہ انبیائے کرام کا نبوت سے پہلے بد عقیدگی سے پاک ہونا اجماعی مسئلہ ہے اور گناہ کبیرہ سے پاک ہونا جمہور کا قول ہے اور بعد نبوت گناہ کبیرہ سے پاک ہونے پر بھی اجماع ہے ان حضرات کی نبوت کسی صریحی آیت یا حدیث یا قول صحابی سے ثابت نہیں۔ رب نے یہ فرمایا ہے و یتیم نعمتہ علیک و علی ال یعقوب (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۶) یہاں نعمت سے نبوت مراد نہیں اور نہ آل یعقوب سے ان کی صلی ساری اولاد مراد ہے۔ رب تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا اتممت علیکم نعمتی (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۳) بعضوں نے کہا کہ رب فرماتا ہے و ما انزل الی ابراہیم و اسمعیل و اسحق و یعقوب و الاسباط (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۳۶) یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی سب صاحب وحی تھے مگر یہ بھی کمزوری بات ہے کیونکہ نہ تو انزل میں واسطہ وحی آنے کا بیان ہے نہ اس کی کوئی دلیل ہے کہ اسباط ان کے بیٹوں ہی کا لقب ہے رب فرماتا ہے قل امنا باللہ و ما

انزل علينا وما انزل على ابراهيم (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۸۴) یہاں انزل علینا کا یہ مطلب نہیں کہ ہم سب پر وحی آئی اور ہم سب پیغمبر ہیں اور اسباط بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا لقب ہے اور واقعی ان میں انبیاء آتے رہے رب فرماتا ہے وقطعنا ہم انتی عشرة اسباطاً اما تفسیر روح المعانی میں ان الشیطن للانسان عدو مبین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵) کی تفسیر میں ہے فالذی علیہ الا کثرون سلفاً وخلقاً انہم لم یكونوا انبیاء اصلاً فلم ینقل من الصحابة انه قال بتوتہم اسی طرح تفسیر روح البیان وغیرہ نے بھی ان کی نبوت کی بہت تردید کی ہے۔ ہاں وہ سب حضرات توبہ کے بعد اولیاء اللہ بلکہ پیغمبر کے صحابی ہوئے انہیں یوسف علیہ السلام نے خواب میں تاروں کی شکل میں دیکھا کیونکہ وہ صحابی نبی تھے حضور فرماتے ہیں اصحابی کا نجوم نیز ان کے یہ سارے گناہ یعقوب علیہ السلام کی محبت حاصل کرنے کے لئے تھے۔ پھر انہوں نے ان سے بھی اور یوسف علیہ السلام سے بھی معافی حاصل کر لی اور ان دونوں حضرات نے ان کے لئے دعائے مغفرت کی لہذا یہ مغفور ہوئے۔ ان کی شان میں گستاخی سخت محرومی کی علامت ہے قاتیل نے ایک عورت کی محبت میں گناہ کیا اور پھر آدم علیہ السلام سے معافی بھی حاصل نہ کر سکا لہذا وہ بے ایمان رہا اور یہ ایماندار ہوئے۔

اعتراض (۱۵).....: قرآن کریم سے ثابت ہے کہ زلیخا نے ارادہ زنا کیا جو کہ سخت جرم ہے اور تم کہہ چکے ہو کہ نبی کی بیوی فاحشہ نہیں ہوتی تو زلیخا یوسف علیہ السلام کی بیوی کیونکر ہو سکتی ہے۔ وہ فاحشہ بدکار تھی لہذا یا تو مانو کہ ان کا نکاح نہیں ہوا یا یہ قاعدہ غلط ہے۔
نوٹ:- گجرات کے بعض جاہل دیوبندیوں نے حضرت زلیخا کے زوجہ یوسف علیہ السلام ہونے کا انکار کیا اور ان کی شان میں سخت گندے الفاظ کہے۔ انہیں کا یہ اعتراض ہے۔

جواب:- حضرت زلیخا یوسف علیہ السلام کی زوجہ اور قابل احترام بیوی ہیں ان کا یوسف علیہ السلام کے نکاح میں آنا مسلم و بخاری کی حدیث اور عام تفاسیر سے ثابت ہے انہیں سے یوسف علیہ السلام کے فرزند پیدا ہوئے۔ افراسیم اور یثیاء تفسیر خازن، تفسیر کبیر، مدارک، معالم التنزیل وغیرہ میں اس کی تصریح ہے چنانچہ حضور ﷺ نے جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اپنی دوسری ازواج پاک سے فرمایا انکن لانتن کصواحب یوسف تم تو یوسف علیہ السلام کی بیوی کی طرح ہو گئیں یعنی زلیخا کی۔ صواحب صاحب کی جمع ہے صاحبہ بیوی کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ولم تکن له صاحبة (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۰۱) آپ نہ تو فاحشہ تھیں نہ آپ سے زنا جیسا گناہ کبھی صادر ہوا۔ بیوی زلیخا سے ارادہ اجماع بخودی عشق کی حالت میں ہو گیا جمال یوسف نے انہیں وارفتہ و دیوانہ بنا دیا۔ اس والہانہ حالت میں یہ ارادہ کر بیٹھیں جب مصری عورتوں نے اسی جمال سے بخود ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تو اگر حضرت زلیخا نے اس حسن پر فریفتہ ہو کر دامن صبر چاک کر دیا تو کیا تعجب ہے؟ پھر ان تمام خطاؤں سے توبہ کر لی یہ بھی خیال رہے کہ زلیخا نے صرف یوسف علیہ السلام سے ہی رغبت کی نہ کسی۔ دوسرے سے رب نے انہیں ہر طرح محفوظ رکھا۔ ہم نے انبیاء کی بیویوں کو زنا اور فحش سے محفوظ مانا ہے نہ کہ معصوم۔ حضرت زلیخا نے یہ گناہ کر کے توبہ کر لی کہ عرض کیا الان حصحص الحق انار اودتہ عن نفسہ (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۱) زلیخا نے اپنی خطا کا اقرار کیا اور اقرار جرم توبہ ہے اسی لئے رب تعالیٰ نے زلیخا کی خطا کا ذکر تو فرما دیا مگر ان پر عتاب یا عذاب کا ذکر نہ کیا۔ تاکہ معلوم ہو کہ ان کے گناہ کی معافی ہو چکی۔ اب ان کی خطاؤں کا بے ادبی کے طور پر ذکر کرنا سخت برا ہے ان سے زنا یا فحش کبھی صادر نہیں ہوا۔ نہ معلوم دیوبندیوں کی کس شیطان نے عقل ماردی کہ ان کا حملہ ہمیشہ انبیائے کرام کے عزت و آبرو پر ہوتا ہے۔ حضرت زلیخا یوسف علیہ السلام کی اہل بیت ہیں ان کی توہین اس باکمال پیغمبر کی توہین ہے رب تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے۔

خاتمہ

خیال رہے کہ رب تعالیٰ انبیائے کرام کا رب ہے اور وہ حضرات اس کے پیارے بندے رب جس طرح چاہے ان کی لغزشوں اور خطاؤں کا ذکر فرمائے اور یہ حضرات جیسے چاہیں اپنے رب سے اپنی نیاز مندی اور بندگی کا اظہار کریں ہمیں کسی طرح حق نہیں کہ ان کی لغزشوں کو بیان کرتے پھریں یا گستاخیاں کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کر لیں۔ رب تعالیٰ نے ہم کو ان کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا۔ دیکھو یوسف علیہ السلام چونکہ مصر میں بظاہر فروخت ہوئے تھے اہل مصر سمجھتے تھے کہ یہ عزیز مصر کے زر خرید ہیں۔ رب تعالیٰ نے اسی داغ کو ان کے دامن سے مٹانے کے لئے سات سال کی عام قحط سالی بھیجی پہلے سال میں سب نے آپ کو روپیہ پیسہ دے کر غلہ خریدا دوسرے سال زیور و جواہرات دے کر تیسرے سال جانور اور چوپائے دے کر چوتھے سال اپنے غلام باندیاں دیکر پانچویں سال اپنے مکانات و زمین دیکر چھٹے سال اپنی اولاد دے کر ساتویں سال معروالوں نے اپنے کو یوسف علیہ السلام کے ہاتھ فروخت کر دیا اور عرض کیا کہ ہم آپ کے لونڈی غلام بنتے ہیں۔ ہمیں غلہ بنتے ہیں۔ ہمیں غلہ دو۔ تب آپ نے ان پر احسان فرمایا (مدارک و روح البیان وغیرہ) یہ کیوں ہوا۔ صرف اس لئے کہ جب سارے مصر والے آپ کے غلام بن گئے تو اب انہیں غلام کون کہے۔ پتہ چلا کہ ایک پیغمبر کی عظمت پر قرار رکھنے کے لئے سارے جہان کو مصیبت میں ڈالا جاسکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک امام ہمیشہ نماز میں سورہ عبس پڑھتا تھا۔ آپ کو پتہ لگا تو اسے قتل کرادیا دیکھو روح البیان تفسیر سورہ عبس اس سورۃ کی نہایت عمدہ تفسیر ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ یہ حضور کی نعت ہے رب تعالیٰ دیوبندیوں کو ہدایت دے۔ انہوں نے انبیاء کرام پر بکو اس بکنے کی جزا ت پیدا کر دی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد والہ و اصحابہ اجمعین۔



لمعات المصابیح علی رکعات التراویح

پہلا باب

بیس رکعت نماز تراویح کا ثبوت

تراویح میں رکعت پڑھنا سنت اور آٹھ رکعت پڑھنا خلاف سنت ہے ہم بفضلہ تعالیٰ اس کا ثبوت قرآن پاک کی ترتیب و احادیث صحیحہ و اقوال علماء اور عقلی دلائل سے دیتے ہیں (۱) قرآن پاک میں سورتیں بھی ہیں آیتیں بھی اور رکوع بھی۔ وہ مضمون جس کا کوئی نام رکھ دیا گیا ہو وہ سورت کہلاتا ہے اور قرآن کا وہ جملہ جس کا علیحدہ نام نہ ہو آیت کہلاتا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ رکوع کورکوع کیوں کہتے ہیں کیونکہ سورت کے معنی احاطہ کرنے والی چیز ہے اور آیت کے معنی ہیں نشانی۔ سورہ چونکہ ایک مضمون کو گھیرے ہوتی ہے جیسے شہر پناہ (سورہ البلد) اور آیت قدرت الہی کی نشانی ہے اس لئے ان کے یہ نام ہوئے۔ مگر رکوع معنی ہیں جھٹکا۔ دیکھنا یہ ہے کہ قرآنی رکوع کورکوع کیوں کہتے ہیں۔ کتب قراۃ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما تراویح میں جس قدر قرآن پڑھ کر رکوع فرماتے تھے اس حصہ کا نام رکوع رکھا گیا یعنی ان حضرات کے رکوع کرنے کا مقام اتنا پڑھ کر رکوع ہوا اور چونکہ تراویح میں رکعت پڑھی جاتی تھیں اور ستائیسویں رمضان کو ختم ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے قرآن پاک کے کل ۵۴۰ رکوع ہونے چاہئیں۔ لیکن چونکہ ختم کے دن بعض رکعتوں میں چھوٹی چھوٹی دو سورتیں پڑھ لی جاتی تھیں اس لئے قرآن کریم کے ۵۵۷ رکوع ہوئے۔ اگر تراویح آٹھ ہوتیں تو رکوع ۲۱۶ ہونے چاہیے تھے قرآنی رکوعات کی تعداد بتا رہی ہے کہ تراویح میں رکعت چاہئیں کیا وہابی آٹھ رکعت تراویح مان کر رکوعات قرآنی کی وجہ بتا سکیں گے؟ (۲) تراویح جمع ترویج کی ہے جس کے معنی ہیں جسم کو راحت دینا۔ چونکہ ان میں ہر چار رکعت پر کسی قدر راحت کے لئے بیٹھتے ہیں اس بیٹھنے کا نام ترویج ہے اسی لئے اس نماز کو تراویح کہا جاتا ہے یعنی راحتوں کا مجموعہ اور تراویح جمع ہے۔ جمع کم زکم تین پر بولی جاتی ہے اگر تراویح آٹھ رکعت ہوتیں تو اس کے درمیان میں ایک ترویج آتا پھر اس کا نام تراویح نہ ہوتا تین ترویجوں کے لئے کم از کم سولہ رکعت تراویح چاہئیں۔ جن میں ہر چار رکعت کے بعد ایک ترویج ہو اور دوسرے پہلے کوئی ترویج نہیں ہوتا۔ تراویح کا نام ہی آٹھ رکعت کی ترویج کرتا ہے (۳) ہر دن میں بیس رکعت نماز ضروری ہے۔ سترہ فرض اور تین وتر، دو فرض فجر میں چار طہر میں چار عصر میں تین مغرب میں اور چار عشاء میں۔ رمضان شریف میں رب تعالیٰ نے ان بیس رکعات کی تکمیل کے لئے بیس رکعت تراویح اور مقرر فرمادیں جس کی ہر رکعت ان کی ہر رکعت کی تکمیل کرے غیر مقلد شاید نماز منجگانہ میں بھی آٹھ رکعت ہی پڑھتے ہوں گے۔ ورنہ آٹھ تراویح کو ان بیس رکعت سے کیا نسبت (۴) خیال رہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے نماز تراویح باجماعت پابندی سے ادا نہ فرمائی۔ صرف دو دن ادا کیں اور بعد میں فرمایا کہ اگر اس پر پابندی کی گئی تو فرض ہونے کا اندیشہ ہے۔ جس سے میری امت کو دشواری ہوگی۔ لہذا تم لوگ اپنے گھر ہی میں نماز پڑھ لیا کرو۔ بعض تو کہتے ہیں کہ نماز تہجد ہی تھی جو ماہ رمضان میں اہتمام سے ادا کرائی گئی اس لئے صحابہ کرام سحری کے آخری وقت اس سے فارغ ہوتے زمانہ صدیقی میں بھی اس کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ فرمایا گیا۔ لوگ متفرق طور پر پڑھ لیتے تھے عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا اہتمام فرمایا اور بیس رکعت تراویح مقرر فرمائیں اور باقاعدہ جماعت کا انتظام کیا لہذا صحیح یہ ہے کہ اصل تراویح سنت رسول اللہ ﷺ ہے مگر اس کی پابندی جماعت میں رکعت

سنت فاروقی ہے چونکہ نبی کریم ﷺ نے نہ تو آٹھ رکعت کا حکم دیا اور نہ اس پر پابندی فرمائی بلکہ حق یہ ہے کہ آپ کا آٹھ رکعت تراویح پڑھنا صراحۃً کہیں ثابت ہی نہیں ہوا لہذا اصحاب کرام کا بیس پر اتفاق کرنا سنت کی مخالفت نہیں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الرشیدین۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵-۱۶ رقم الحدیث ۳۲-۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)

لہذا اب ہم صحابہ کرام کا عمل پیش کرتے ہیں غیر مقلدوں کو چاہیے کہ کوئی حدیث مرفوعہ صحیح ایسی پیش کریں جس سے تراویح کی آٹھ رکعت صراحۃً ثابت ہوں۔ انشاء اللہ نہ کر سکیں گے ہماری احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بیس رکعت تراویح کی باقاعدہ جماعت کا انتظام فرمایا اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہوا۔ موطا امام مالک میں حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قال کنا نقوم فی عہد عمر بعشرین رکعتہ رواہ البیہقی فی الفرقۃ باسناد صحیح۔

(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترغیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۲) ابن منیع نے حضرت ابی ابن کعب سے روایت کی فصلی بہم عشرین رکعتہ بیہقی میں ہے عن ابی الحسنات ان علی ابن ابی طالب امر رجلاً یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعتہ۔

(۳) ابن ابی شیبہ اور طبرانی کبیر میں اور بیہقی و عبد اللہ ابن حمید و بخاری نے روایت کی عن ابن عباس ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعتہ سوی الوتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۶۴ رقم الحدیث ۶۹۲ مطبوعہ مکتبہ الرشید الریاض)

اس سے معلوم ہوا کہ خود حضور علیہ السلام بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

(۵) بیہقی میں ہے وعن شکل وکان من اصحاب علی انہ کان یومہم فی رمضان فیصلی خمسترویحات عشرین رکعات۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۶۳ رقم الحدیث ۶۸۰ مطبوعہ مکتبہ الرشید الریاض)

(۶) اسی بیہقی میں ہے وعن ابی عبد الرحمن السلمی ان علیاً رعی القراء فی رمضان فامر رجلاً یصلی الناس عشرین رکعتہ وکان علی یو تر بہم۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۹۶ رقم الحدیث ۳۳۹۶ مطبوعہ مکتبہ دار البازمکۃ المکرمۃ)

(۷) اسی بیہقی نے باسناد صحیح نقل فرمایا عن السائب ابن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر فی شہر رمضان بعشرین رکعتہ۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۹۶ رقم الحدیث ۳۳۹۳ مطبوعہ مکتبہ دار البازمکۃ المکرمۃ)

اس کی تحقیق کے لئے صحیح البہاری باب لم یقرأ فی التراويح دیکھوان روایات سے معلوم ہوا کہ خود حضور علیہ السلام بیس تراویح پڑھتے تھے اور عہد فاروقی میں تو اس بیس رکعات پر عمل جاری ہو گیا تھا۔ حضرت ابن عباس علی ابی بن کعب و عمر سائب ابن یزید وغیرہم تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ ہی معمول تھا۔

اقوال علماء امت: (۱) ترمذی شریف ابواب الصوم باب ما جاء فی قیام شہر رمضان میں ہے۔

واکثر اهل العلم علی ما روی عن علی وعمر وغیرہما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعتہ

وهو قول سفيان الثوري وابن المبارك والشافعي هكذا ادركت بيلد مكته يصلون عشرين ركعته۔
(سنن الترمذی باب ما جاء في قيام شهر رمضان ج ۳ ص ۲۹ رقم الحديث ۸۰۶ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)
یعنی اہل علم کا عمل اس پر ہے جو حضرت علی و عمر و دیگر صحابہ کرام سے مروی ہے یعنی بیس رکعت یہ ہی فرمان سفیان ثوری ابن مبارک اور امام شافعی نے اپنے شہر مکہ معظمہ میں یہ ہی عمل پایا کہ مسلمان بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ (۲) فتح الملہم شرح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۹۱ میں ہے روى محمد ابن نصر من طريق عطاء قال ادرکتهم يصلون عشرين ركعته وثلاث ركعات الوتر وفي الباب اثار كثيرة اخرجه ابن ابی شیبہ وغیرہ وقال ابن قدامتہ وهذا کالاجماع اس سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت پر گویا مسلمانوں کا اجماع ہو گیا (۳) عمدۃ القاری شرح بخاری میں جلد پنجم صفحہ ۳۰۷ میں ہے وروی الحارث ابن عبید الرحمن ابن ابی زباب عن السائب ابن یزید قال کان القيام علی عهد عمر بثلاث وعشرين ركعته قال ابن عبد الله هذا محمول علی ان الثلاث للوتر اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پر عمل تھا (۴) اسی عمدۃ القاری میں جلد پنجم صفحہ ۳۰۷ اسی جگہ ہے کان عبد الله ابن مسعود یصلی بنا فی شهر رمضان فیصرف وعلیه لیل قال الاعمش کان یصلی عشرين ركعته۔ (۵) اسی عمدۃ القاری جلد پنجم صفحہ ۳۵۵ میں ہے۔

قال ابن عبد البر وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي واكثر الفقهاء وهو الصحيح عن كعب من غير خلاف من الصحابة۔
یعنی ابن عبد البر نے فرمایا کہ بیس رکعت تراویح عام علماء کا قول ہے اسی کے اہل کوفہ اور امام شافعی اور اکثر فقہاء قائل ہیں اور یہ ہی حضرت ابی ابن کعب سے مروی ہے اس میں کسی صحابی کا اختلاف نہیں (۶) ملا علی قاری نے شرح نقایہ میں فرمایا
فصار اجماعا لما روى البيهقي باسناد صحيح انهم كانوا يصلون علی عهد عمر بعشرين ركعته و علی عهد عثمان و علی۔

صحابہ کرام حضرات عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بیس تراویح پڑھتے تھے لہذا اس پر اجماع ہو گیا۔ (۷) مولوی عبدالحی صاحب نے اپنے فتاویٰ جلد اول صفحہ ۱۸۲ میں علامہ ابن حجر کی یتیمی کا قول نقل فرمایا اجماع الصحبۃ علی ان التراویح عشرون ركعته یعنی صحابہ کرام کا بیس تراویح پر اجماع ہے (۸) عمدۃ القاری شرح بخاری جلد پنجم صفحہ ۲۵۷ میں ہے
وامام القائلون به من التابعین فشیر ابن شکر و ابن ابی ملیکتہ و الحارث الہمدانی و عطاء ابن ابی رباح و ابو البختری و سعید ابن ابی الحسن البصری و اخو الحسن و عبد الرحمن ابن ابی بکر و عمر ان العبدی۔
ان عبارات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین و فقہاء محدثین کا بیس رکعت تراویح پر اتفاق ہے۔ ان میں سے نہ کسی نے آٹھ تراویح پڑھیں نہ اس کا حکم دیا۔

لطفہ:- غیر مقلد دراصل اپنی خواہش نفس کے مقلد ہیں اس لئے انہیں اہل ہوا یعنی ہوا پرست کہا جاتا ہے جس میں نفس کو آرام ملے وہ ہی ان کا مذہب۔ ہم ان کے آرام وہ مسائل دکھاتے ہیں مسلمان دیکھیں اور عبرت پکڑیں (۱) دو مکے پانی کبھی گندا نہیں ہوتا لہذا کنواں کتنا ہی پلید ہو جائے اس کا پانی پے جاؤ (۲) سفر میں چند نمازیں ایک وقت میں پڑھ لو۔ روافض کی طرح کون بار بار اترے اور پڑھے ریل میں بہت بھیڑ ہوتی ہے (۳) عورتوں کے زیورات پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہاں جناب کیوں ہو اس میں خرچ جو ہوتا ہے (۴) تراویح صرف آٹھ رکعت پڑھ کر آرام کرو۔ ہاں صاحب نماز نفس پر گراں ہے (۵) وتر صرف ایک رکعت پڑھ کر سورہ کیوں نہ ہو جلد نماز سے چھٹکارا اچھا (۶) ایک بار تین طلاق دے دو۔ صرف ایک ہی واقع ہوگی۔ دوبارہ رجوع ہو سکتا ہے کیوں نہ ہو اس میں آسانی ہے غرض کہ جس میں

آرام وہ یاروں کا دین ایمان۔

لطفہ:- مسلم شریف کتاب الطلاق میں ہے کہ حضور علیہ السلام اور ابو بکر صدیق کے زمانہ میں تین طلاق ایک ہی ہوتی تھی۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ لوگوں نے اس میں جلدی پیدا کر دی لہذا اب اس سے تین طلاق ہی واقع ہونی چاہئیں۔ آرام طلب غیر مقلدین لے اڑے کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہے ان اللہ کے بندوں نے یہ نہ سوچا کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ خلاف سنت حکم کر سکتے ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ آپ نے یہ قانون بنادیا اور کسی صحابی نے مخالفت نہ کی۔ بات صرف یہ تھی کہ زمانہ نبوی میں بعض لوگ یوں کہہ دیتے تھے تجھے طلاق ہے طلاق طلاق اور آخر میں دو طلاقیں سے پہلی طلاق کی تاکید کرتے تھے جیسے کوئی کہے میں کل جاؤں گا کل کل۔ میں روٹی کھاؤں گا روٹی روٹی۔ اب بھی اگر کوئی اس نیت سے یہ الفاظ بولے تو عند اللہ ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ زمانہ فاروقی میں لوگ تین طلاقیں ہی دینے لگے۔ چونکہ عمل بدل گیا حکم بھی بدل گیا تب آپ نے یہ حکم نافذ فرمایا۔ اس مسئلہ کی نہایت ہی نفیس تحقیق ہماری تفسیر جلد دوم آیت الطلاق مرتان (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۲۹) کی تفسیر میں دیکھو جہاں بہت سی احادیث سے ثابت کیا ہے کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

دوسرا باب

بیس تراویح پر اعتراضات و جوابات

اعتراض (۱).....:- مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان اور موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں ثابت ہوا کہ آٹھ رکعت تراویح ہے باقی وتر۔

(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترغیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جواب:- اس کے چند جواب ہیں اولاً یہ کہ یہ حدیث مضطرب ہے اور مضطرب سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کیونکہ اس کے راوی محمد ابن یوسف ہیں موطا میں تو ان سے گیارہ کی روایت ہے اور محمد ابن نصر مروزی نے انہیں محمد ابن یوسف سے بطریق محمد اسحاق تیرہ رکعت کی روایت کی اور محدث عبدالرزاق نے انہیں محمد ابن یوسف سے دوسری اسناد سے اکیس رکعت نقل کیں۔ اس کی تحقیق کے لئے دیکھو فتح الباری شرح بخاری جلد چہارم صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ مطبع خیر مصر۔ ایک ہی راوی کے بیانات میں اس قدر تضاد اور اختلاف ہے اس کو اضطراب کہتے ہیں لہذا یہ تمام روایات غیر معتبر ہیں اس سے استدلال غلط ہے دوسرے یہ کہ اگر یہ حدیث آپ کے نزدیک صحیح ہے تو اس سے تراویح آٹھ رکعت ثابت ہوئیں مگر وتر تین رکعت کہے آپ وتر ایک رکعت کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ کے قول پر تو ۹ رکعتیں ہونی چاہئیں کیا ایک ہی حدیث کا آدھا حصہ مقبول اور آدھا غیر مقبول۔ تیسرے یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اولاً آٹھ تراویح کا حکم دیا گیا۔ پھر بارہ کا پھر آخر میں بیس پر قرار ہوا۔ کیونکہ مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان میں اسی حدیث کے بعد ہے وکان القاری یقراء سورۃ البقرۃ فی ثمان رکعات و اذا قام بها فی ثنتی عشرة رکعتہ رای الناس انه قد خفف یعنی قاری آٹھ رکعت میں سورۃ بقرہ پڑھتا تھا اور جب بارہ رکعت میں یہ سورۃ پڑھتا تو لوگوں کو ہلکا پن محسوس ہوتا۔

(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترغیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کے ماتحت مرقاۃ میں ہے۔

نعم ثبت العشرون فی زمن عمر و فی الموطا روايته باحدى عشرة و جمع بينهما انه وقع اولاً ثم

استقر الامر على العشرين فانه المتوارث۔

یعنی ان روایات کو یوں جمع کیا گیا کہ اولاً تو آٹھ رکعت کا حکم ہوا پھر بیس پر قرار ہوا یہ بیس رکعت ہی منقول ہیں چوتھے یہ کہ اصل تراویح سنت رسول ﷺ ہے اور تین چیزیں سنت فاروقی۔ ہمیشہ پڑھنا۔ باقاعدہ جماعت سے پڑھنا بیس رکعت پڑھنا۔ حضور علیہ السلام نے بیس رکعت ہمیشہ نہ پڑھیں اور نہ صحابہ کرام کو باقاعدہ جماعت کا حکم دیا۔ اب اگر آٹھ رکعت پڑھی جائیں تو سنت فاروقی پر عمل چھوٹ گیا اور اگر بیس رکعت پڑھی جائیں تو سب پر عمل ہو گیا۔ کیونکہ بیس میں آٹھ آ جاتی ہیں۔ اور آٹھ میں بیس نہیں آتیں حدیث شریف میں ہے کہ میری اور خلفائے راشدین کی سنتوں پر عمل کرو۔ تم بھی تراویح ہمیشہ اور باقاعدہ جماعت سے پڑھتے ہو۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں حضور سے ثابت نہیں سنت فاروقی ہیں لہذا بیس رکعت پڑھا کرو۔

اعتراض (۲)۔۔۔۔۔: بخاری شریف میں ہے کہ ابوسلمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور علیہ السلام رمضان کی راتوں میں کتنی رکعت پڑھتے آپ نے جواب دیا ما کان رسول اللہ ﷺ یزید فی رمضان وفی غیرہ علی احدى عشر رکعات۔

(صحیح بخاری کتاب التمجید باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے تراویح آٹھ رکعت سے زیادہ کبھی نہ پڑھیں اور باقی وتر بیس رکعت پڑھنا بدعت سیئہ ہے۔

جواب: اس کے بھی چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس سے نماز تہجد مراد ہے نہ کہ تراویح کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت سے زیادہ نہ پڑھیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ وہی نماز ہے جو ہمیشہ پڑھی جاتی ہے نہ کہ تراویح کہ وہ صرف رمضان میں ہوتی ہے۔ نیز ترمذی میں اسی حدیث کے لئے باب باندھا باب عما جاء فی وصف صلوة النبی ﷺ باللیل۔ (سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۰۲ رقم الحدیث ۴۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) معلوم ہوا کہ یہ صلوة اللیل یعنی نماز تہجد ہے نہ کہ نماز تراویح۔ نیز اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر سے پہلے کیوں سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ ہماری آنکھیں سوتی ہیں ہمارا دل نہیں سوتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ رکعتیں سو کے اٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ اور وتر بھی اس کے ساتھ ہی پڑھتے تھے۔ تب ہی تو حضرت صدیقہ کو تعجب ہوا کہ آپ نے ہم کو تو وتر پڑھ کر سونے کا حکم دیا اور خود سو کر مع تہجد وتر پڑھتے ہیں جواب دیا کہ چونکہ ہمیں جاگنے پر پورا بھروسہ ہے۔ جیسے بھروسہ نہ ہو وہ وتر پڑھ کر سوئے اور تراویح سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور تہجد سونے کے بعد مدارج النبوة جلد اول صفحہ ۴۰۰ میں ہے تحقیق آنست کہ صلوة آنحضرت در رمضان ہماں نماز معتاد بود یا زودہ رکعت کہ دائم در تہجد سے گزارد۔ دوسرے یہ کہ اگر بیس رکعت تراویح بدعت سیئہ ہے تو حضرت عمرو دیکر صحابہ کرام نے کیوں اختیار فرمائی اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی مخالفت کیوں نہ کی۔ ان پر کیا فتویٰ لگاؤ گے نیز آج سارے غیر مقلد پورے ماہ رمضان میں باجماعت تراویح پڑھتے ہیں۔ بتاؤ ان کی یہ بیہوشی بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟

اگر حضور علیہ السلام نے آٹھ تراویح پڑھیں۔ تو صرف دو تین روز پڑھیں تم اس کی بیہوشی کر کے کون ہوئے؟ اگر پورے مہینے تراویح پڑھیں۔ تو صرف تین دن تراویح پڑھا کرو۔

نیز ترمذی شریف کی روایت سے ثابت ہوا کہ مکہ والوں کا بیس تراویح پر اتفاق ہے اور مدینہ والوں کا اکتالیس پر ان میں سے کوئی بھی آٹھ رکعت کا عامل نہیں۔

اذان سے قبل درود و سلام کا ثبوت

اذان سے پہلے درود و سلام پڑھنا مستحب ہے پڑھنے والے کو اس کا ثواب بھی ملے گا۔ اگر کوئی اذان سے پہلے درود و سلام نہیں پڑھتا تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ فرض واجب نہیں مستحب ہے لیکن جو پڑھتے ہیں اس کو بدعتی نہ کہنا چاہئے اس لئے کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

ترجمہ: اے ایمان والو تم بھی اس نبی ﷺ پر درود اور سلام خوب بھیجو۔

(سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲ رکوع ۴)

یہ آیت کریمہ مطلق و عام ہے اس میں کسی قسم کی قید و تخصیص نہیں ہے یعنی یہ نہیں فرمایا گیا کہ بس فلاں وقت میں ہی پڑھا کرو یا فلاں وقت میں درود و سلام نہ پڑھا کرو بلکہ مطلق رکھنا تاکہ تمام ممکن اوقات کو شامل رہے اسی لئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انہ تعالیٰ لم یوقت ذلك ليشمل سائر الاوقات۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس امر صلوة کا وقت معین نہیں کیا تاکہ تمام اوقات کو شامل رہے۔

(شرح غفر اللہ لہ ج ۳ ص ۴۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے:

فی صلواتکم ومساجدکم وفی کل موطن۔

ترجمہ: یعنی اپنی نمازوں اور مسجدوں اور ہر مقام میں نبی کریم ﷺ پر درود و شریف پڑھو۔

(جلاء الافہام ص ۲۵۲)

زکریا کا دعویٰ دیوبندی لکھتے ہیں۔

جن اوقات میں بھی (درود شریف) پڑھ سکتا ہو پڑھنا مستحب ہے۔

(تبلیغی نصاب فضائل درود شریف ص ۶۷)

لہذا مطلقاً یہ جگہ اور ہر وقت میں نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنا جس میں اذان کا مقام بھی داخل ہے کلام الہی عزوجل سے مامور و

ثابت ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن عروۃ بن الزبیر عن امرأۃ من بنی النجار قالت ثم کان بیتی من اطول بیت حبل المسجد فکان بلال یؤذن الیہ الفجر فیاتی بسحر فیجلس علی البیت ثم ینظر الی الفجر فاذا رآہ تمطی ثم قال اللہم انی احمداک واستعینک علی قریش ان یقیموا دینک قالت ثم یؤذن قالت واللہ ما علمتہ کان ترکھا لیلۃ واحداً هذه الکلمات۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی نجار کی ایک صحابیہ خاتون فرماتی ہیں کہ میرا گھر مسجد مبارک کے ارگرد والے اونچے مکانوں سے تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر صبح کی اذان کہتے تھے صبح صادق سے پہلے آتے اور اس کی چھت پر بیٹھ کر وقت کا انتظار کرتے جب صبح صادق ہو جاتی تو کھڑے ہو کر کہتے اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے قریش پر مدد چاہتا ہوں کہ وہ

حاشیہ.....☆

یصلون عشرين ركعة۔

ترجمہ: اکثر اہل علم کا مذہب میں رکعت تراویح ہے جو کہ حضرت علی حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضور ﷺ کے دیگر اصحاب سے مروی ہے اور یہی (کبار تابعین) سفیان ثوری عبد اللہ بن مبارک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے اپنے شہر مکہ میں (اہل علم کو) میں رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

(سنن الترمذی کتاب الصوم ج ۳ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۸۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرين ركعة سوى الوتر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۶۹۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۹۶ رقم الحدیث ۳۳۹۱ مطبوعہ مکتبۃ دار البیاز مکتبۃ المکرمۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۶۵۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ مصر)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن يحيى الحلواني قال حدثنا علي بن الجعد قال حدثنا ابو شيبة ابراهيم بن عثمان عن الحكم بن عتيبة عن مقسم عن بن عباس ثم ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرين ركعة سوى الوتر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(طبرانی اوسط ج ۱ ص ۲۳۳ رقم الحدیث ۷۹۸ مطبوعہ دار الحرمین القاہرہ مصر)، (طبرانی کبیر ج ۱ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۱۲۱۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (اکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۲۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن يزيد قال كنا ننصرف من القيام على عهد عمر رضي الله عنه وقد دنا فروع الفجر وكان القيام على عهد عمر رضي الله عنه ثلاثة وعشرين ركعة۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور (بشمول وتر) تیس ۲۳ رکعات پڑھتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۷۷۳۳ مکتبۃ الاسلامی بیروت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه في شهر رمضان بعشرين ركعة قال وكانوا يقرأون بالمشين وكانوا يتوكون على عصيهم في عهد عثمان بن عفان رضي الله عنه من شدة القيام۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ رمضان میں بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاثیموں سے ٹپک لگاتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۹۶ رقم الحدیث ۳۳۹۳ مطبوعہ مکتبۃ دار البیاز مکتبۃ المکرمۃ)، (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۳ ص ۲۰۷)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

چند مسائل پر مختصر

و

مدلل تحقیق

تصنیف و تالیف

علامہ سعید اللہ خان قادری

حاشیہ.....☆

۔ منینتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال الشافعی واحب الی اذا كانوا جماعة ان يصلوا عشرين رکعة۔

(معرفۃ السنن والآثار للشیخ ج ۳ ص ۲۰۵)

۔ مزہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فی قیام رمضان فکان یصلی بهم عشرين رکعة۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اقتداء میں قیام رمضان کے لئے اکٹھا کیا تو وہ انہیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

(سیرۃ النبلاء ج ۱ ص ۳۰۰ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت تراویح حضور ﷺ کی سنت مبارک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصاً خلافت راشدین کی سنت مبارک ہے جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

عن عرباض بن ساریة..... فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ و اياكم والامور المحدثات فان كل بدعة ضلالة۔

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں ہے..... پس تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین اممہدین کی سنت کو پکڑ لینا لازم ہے اور ان کے طریقہ کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا اور بدعات سے بچنا کیونکہ ہر بدعت (سیرۃ) گمراہی ہے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵-۱۶ رقم الحدیث ۳۲-۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۴۶۰۷-۴۶۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محبت الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۴۶۰۷-۴۶۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶-۱۲۷ رقم الحدیث ۱۷۲۵-۱۷۲۶ مطبوعہ مؤسسة قرطبیہ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دبی)، (سنن کبریٰ بیہقی جلد ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الباز مکتبۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۵۵۱۵-۵۵۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع المسند و سنن ابن کثیر ج ۹ ص ۲۳۰۵-۲۳۰۶ رقم الحدیث ۶۳۷۳-۶۳۷۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۵۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

غیر مقلدین جو آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں اور اس پر بڑے ضرور دیتے ہیں اور دلیل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت پیش کرتے ہیں کہ:

ما کان رسول اللہ ﷺ یزید فی ولا فی غیرہ علی احدى عشرہ رکعة۔

ترجمہ: یعنی کہ نبی کریم ﷺ غیر رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ سے زائد نہیں کرتے تھے۔

یہ استدلال درست نہیں اس لئے مذکورہ بالا حدیث سے تراویح کا آٹھ رکعت ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہاں ایسی نماز کا ذکر فرما رہی ہیں جو رمضان شریف میں بھی پڑھی جاتی ہے اور غیر رمضان میں بھی۔ اور تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ یہاں تراویح کا تو سرے سے ذکر ہی نہیں۔ بلکہ تہجد کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے۔ اور تین وتر۔

ساتوں کنکر ایک دم پھینک دے تو ایک ہی رمی مانی جائے گی اور چھ کنکر اس کے علاوہ مارنے ہوں گے۔ ایسے ہی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں ہزار درود پڑھوں گا اور پھر اس طرح پڑھے اللھم صل علی سیدنا محمد الف مرۃ تو اس کا یہ درود ہزار نہ مانا جائے گا بلکہ ایک ہی مانا جائے گا لہذا چاہیے کہ اگر کوئی ایک دم تین طلاقیں دے دے تو ایک ہی واقع ہونہ کہ تین۔

جواب:- الحمد للہ آپ قیاس کے تو قائل ہوئے اور آپ نے قیاس کرنے کی زحمت گوارا فرمائی مگر جیسے آپ ویسا آپ کا قیاس جناب لعان اور رمی میں فعل مقصود ہے نہ کہ اس کا اثر اور طلاق میں اثر مقصود ہے نہ کہ محض فعل لہذا یہ قیاس صحیح نہیں۔ لعان کی ہر قسم ایک گواہ کے قائم مقام ہے۔ جب کہ زنا میں گواہیاں چار ہیں تو لعان میں جو اس کا قائم مقام ہے۔ یعنی فعل قسم بھی چار ہی چاہیے۔ بیک لفظ چار قسمیں کھانے میں فعل ایک ہی ہوا۔ نیز رمی جہروں میں سات فعل چاہئیں ایک دم سات کنکر پھینک دینے میں مفعول سات ہوئے۔ مگر فعل ایک چونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے رمی میں سات فعل فرمائے ہیں۔ اس کی پیروی چاہیے۔ درود شریف میں ثواب بقدر محنت ملتا ہے ایک ہزار درود کی محنت اتنی محنت کی محنت ہے اور ظاہر ہے کہ ایک بار الف مرۃ کہہ لینے میں ہزار درود کی محنت نہیں پڑتی۔ لہذا ان کے احکام بھی مختلف قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے طلاق کونسا ثواب کا کام ہے۔ تاکہ اس میں زیادہ محنت کا ثواب ملے۔ غرضیکہ تمام اعتراضات مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہیں ان سب کی بتاؤں آسانی اور نفس پروری ہے خدا تعالیٰ قرآن وحدیث کی صحیح فہم عطا فرمائے۔ اگر تین طلاقیں سے ایک ہی واقع ہو اور شوہر بیوی سے الگ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر تینوں واقع ہو جائیں اور بغیر حلالہ رجوع کر لیا جائے تو عمر بھر حرام کاری ہوگی۔ لہذا احتیاط بھی اس میں ہے کہ تین طلاقیں تین ہی مانی جائیں اسی لئے علماء اصول فرماتے ہیں کہ اباحت اور حرمت میں جب تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولنا محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتہ
وہو ارحم الراحمین۔

احمد یار خان غفرلہ ولابیہ ومرشدہ بسایونی

مقیم گجرات پاکستان

رساله طلاق الاوله في حكم الطلاق الثلثه

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاقیں دے دے تو اگرچہ اس نے برا کیا مگر اس صورت میں طلاقیں تین ہی واقع ہوگی نہ کہ ایک اور یہ عورت بغیر حلالہ اس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ چونکہ زمانہ موجود کے غیر مقلد وہابی اس کے منکر ہیں اور خواہش نفسانی کے ماتحت کہتے ہیں کہ اس صورت میں طلاق ایک ہی واقع ہوگی اور عورت سے رجوع کرنا صحیح ہوگا اس لئے اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب لکھے جاتے ہیں پہلے باب میں مسئلہ کے دلائل اور دوسرے باب میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

مقدمہ:- بہتر یہ ہے کہ اگر عورت کو طلاق دینا ہو تو صرف ایک ہی طلاق طہر میں دے۔ اور اگر تین طلاقیں ہی دینا ہوں تو ہر طہر میں ایک طلاق دے۔ لیکن اگر عورت کو بحالت حیض طلاق دیدے۔ یا تینوں طلاقیں ایک دم دیدے تو اگرچہ اس نے برا کیا۔ مگر جو طلاق دے گا وہ ہی واقع ہوگی ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کی تین صورتیں ہیں (۱) اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے صرف نکاح ہوا ہو اور خلوت نہ ہوئی ہو ایک دم تین طلاقیں اس طرح دے کہ تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ اس صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور آخری دو واقع نہ ہوں گی۔ کیونکہ پہلی طلاق بولتے ہی وہ عورت نکاح سے خارج ہوگئی اور کاس پر عدت بھی واجب نہ ہوئی۔ اور طلاق کے لئے نکاح یا عدت چاہیے ہاں اگر اس عورت سے یوں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تینوں پڑ جائیں گی کیونکہ اس صورت میں تینوں طلاقیں نکاح کی موجودگی میں پڑیں (عامہ کتب)

(۲) اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے خلوت ہو چکی ہے اس طرح طلاقیں دے کہ تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ اور آخری دو طلاقیں سے پہلی طلاق کی تاکید کی نیت کرے۔ نہ کہ علیحدہ طلاقیں کی تب بھی دیانہ طلاق ایک ہی ہوگی (قاضی اس کی یہ بات نہ مانے گا) کیونکہ اس شخص نے ایک طلاق کی دو تاکیدیں کی ہیں۔ جیسے کوئی کہے کہ پانی پی لو۔ پانی پانی۔ کھانا کھا لو کھانا کھانا میں کل گیا تھا کل کل۔ ان سب صورتوں میں پچھلے دو لفظوں سے پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ (۳) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جس سے خلوت ہو چکی ہے۔ بیک وقت تین طلاقیں دے خواہ یوں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں یا یہ کہے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے، طلاق ہے۔ بہر حال طلاقیں تین ہی واقع ہوگی اور یہ عورت اب بغیر حلالہ اس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ اس پر امام ابو حنیفہ و شافعی و مالک و احمد اور سلفاً خلفاً جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ ہاں بعض ظاہرین مولوی اس آخری صورت میں اختلاف کرتے ہیں۔

چنانچہ تفسیر صادی میں پارہ دوم زیر آیت فان طلقها فلا تحل له (الایہ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۳۰) ہے
والمعنى فان ثبت طلاقها ثلاثا في مرة او مرات فلا تحل (الایہ) كما اذا قال لها انت طالق ثلاثا او البتة وهذا هو المجمع عليه۔

یعنی علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو تین طلاقیں الگ الگ دے یا ایک دم۔ عورت بہر حال حرام ہو جائے گی۔
(تفسیر صادی ج ۱ ص ۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز نووی شرح مسلم جلد اول باب الطلاق الثلث میں ہے۔
وقد اختلف العلماء في من قال لامرأته انت طالق ثلاثا فقال الشافعي ومالك وابو حنيفة واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلث وقال طاء وس بعض اهل الظاهر يقول لا يقع بذلك الا واحدة۔
(شرح ج مسلم نووی کتاب الطلاق ج ۵ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگر اکٹھی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوئیں تو رجوع ناممکن تھا وہاں تو حلالہ کی ضرورت درپیش آتی معلوم ہوا کہ ایک طلاق باقی رہی مگر کئی اور دو کو رد کر دیا گیا حالانکہ خود ابو رکانہ عرض کر رہے ہیں کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں۔ یہاں تاکید کا احتمال نہیں اور پھر بھی ایک ہی مانی گئی۔

جواب:- افسوس کہ معترض نے ابو داؤد اور بیہقی کی آدمی روایت نقل کی آگے اس اعتراض کا نہایت نسیس جواب وہاں ہی دیا گیا ہے جسے معترض چھوڑ گیا۔ اس جگہ ابو داؤد بیہقی میں ہے کہ نافع ابن عجم اور عبد اللہ بن علی ابن یزید ابن رکانہ نے اپنے دادا رکانہ سے روایت کی کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی لہذا حضور نے ان کی بیوی کی ان کی طرف واپس کر دیا۔ یہ حدیث دیگر احادیث سے صحیح ہے کیونکہ اس کا بیٹا اور اس کے گھر والے اس کے حالات سے بمقابلہ غیروں کے زیادہ واقف ہوتے ہیں رکانہ کے پوتے تو فرماتے ہیں کہ میرے دادا نے میری دادی کو طلاق بتہ دی اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ طلاقیں تین دیں۔ لامحالہ پوتے کی روایت زیادہ صحیح ہوگی عبارت یہ ہے۔

وحدیث نافع ابن عجم و عبد اللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانہ عن ابیہ عن جدہ ان رکانہ طلق امرأته البتہ فردها النبی ﷺ اصح لانہم ولد الرجل و اہلہ اعلم بہ ان رکانہ انما طلق امرأته البتہ وجعلها النبی ﷺ واحدة۔

(بیہقی سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۹ مطبوعہ مکتبہ دار البازمکۃ المکرمۃ)، (سنن ابو داؤد باب صح المر - ج ۲ ص ۲۸۸ رقم الحدیث ۲۱۹۶ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت) خلاصہ یہ کہ تین طلاق والی روایات سب ضعیف ہیں بلکہ امام بیہقی نے اسی جگہ فرمایا ہے کہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آٹھ روایتیں اس کے خلاف ہیں اور پھر رکانہ کی اولاد سے بھی طلاق بتہ کی روایت ہے بتاؤ کہ تین طلاق والی ایک روایت معتبر ہوگی یا طلاق بتہ والی آٹھ اور ایک نور وائتیں بیہقی کی عبارت یہ ہے۔

وهذا الاسناد لا تقوم به الحجته مع ثمانيته ورد عن عباس فافتاه بخلف ذلك ومع روایت اولاد رکانہ ان طلاق رکانہ کان واحدة وباللہ التوفیق۔

(بیہقی سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۹ مطبوعہ مکتبہ دار البازمکۃ المکرمۃ)

ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ ابو رکانہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا تھا کہ یا حبیب اللہ میں نے ایک طلاق کی نیت کی تھی اور نبی ﷺ نے اس پر قسم بھی لی تھی تب انہیں رجوع کا حکم دیا۔ امام نووی نے فرمایا کہ ابو رکانہ کی تین طلاقوں کی روایت ضعیف ہے اور مجہول لوگوں سے مروی ہے۔ ان کی طلاق کے متعلق صرف وہی روایت صحیح ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے طلاق بتہ دی تھی۔ اور لفظ بتہ میں ایک کا بھی احتمال ہوتا ہے اور تین کا بھی۔ شاید تین طلاق کے ضعیف راوی نے سمجھا کہ بتہ تین طلاق کو کہتے ہیں۔ اس لئے بجاتے بتہ کے تین کی روایت بالمعنی کر گیا۔ جس میں اس نے سخت غلطی کی عبارت یہ ہے۔

واما الروایۃ التي رواها المخالفون ان رکانہ طلقها ثلثا فحعلها واحدة فروایتہ ضعیفہ عن قوم مجہولین وانما الصحیح منها ما قدمناه انه طلقها البتہ و لفظ البتہ محتمل للواحدة وللثلاث ولعل صاحب هذا الروایتہ الضعیفہ اعتقد ان لفظ البتہ ثلاث افرواہ بالمعنی الذی فہمہ و غلط فی ذالک۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۵ ص ۱۰ کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث ص ۶۱ رقم الحدیث ۱۴۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اعتراض (۴).....:- سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو بحالت حیض تین طلاقیں اکٹھی دیں تھیں۔ جنہیں حضور

ﷺ نے ایک قرار دیا اور اس سے رجوع کرنے کا حکم دیا اگر یہ طلاقیں تین ہی ہوئیں تو رجوع ناممکن ہوتا۔

جواب:- یہ غلط ہے حق یہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق ایک ہی دی تھی۔ نبی کریم نے انہیں رجوع کا حکم دیا کیونکہ طلاق بحالت طہر ہونی چاہیے چنانچہ مسلم شریف جلد اول باب تحریم الطلاق الحائض میں ہے۔

عن نافع عن عبد اللہ انه طلق امرأه له وهي حائض تطليقة واحدة فأمره رسول اللہ ﷺ ان يراجع

فان طلقها الى طلقته ثالثه سواء وقع الاثنان في مرة او مرتين والمعنى فان ثبت طلاقها ثلثا في مرة او مرات فلا تحل۔

(تفسير صاوى ج ۱ ص ۱۷۲ مطبوعه دار احياء التراث العربى بيروت)

يعنى اس آيت کا مقصد یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں دیں تو واقع ہو جائیں گی خواہ ایک دم دے یا الگ الگ عورت حلال نہ رہے گی آگے فرماتے ہیں۔

كما اذا قال لها انت طالق ثلثا او البتہ وهذا هو الجمع عليه۔

(تفسير صاوى ج ۱ ص ۱۷۲ مطبوعه دار احياء التراث العربى بيروت)

يعنى اگر کوئی شخص یوں کہہ دے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تین ہی واقع ہو جائیں گی اس پر امت حضرت محمد ﷺ کا اتفاق ہے اسی طرح اور تفاسیر میں بھی ہے۔

(۲) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك امرا۔

(پارہ ۱۸ سورہ طلاق آیت نمبر ۱)

یعنی جو کوئی اللہ کی حدیں توڑے کہ ایک دم تین طلاقیں دیدے تو اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کیونکہ کبھی انسان طلاق دے کر شرمندہ ہوتا ہے اور رجوع کرنا چاہتا ہے اگر تین طلاقیں ایک دم دیدیگا تو رجوع نہ کر سکے گا اس آیت میں یہ نہ فرمایا کہ ایک دم تین طلاقیں دیئے والے کی واقع نہ ہوں گی بلکہ فرمایا یہ گیا کہ ایسا آدمی ظالم ہے اگر اس سے طلاق ایک واقع ہوتی تو یہ ظالم کیسے ہوتا؟ نووی شرح مسلم باب الطلاق الثلث میں ہے۔

واحتج الجمهور بقوله تعالى ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه الخ قالوا معناه ان المطلق قد يحدث له ندم فلا يمكنه تداركه لوقوع الينوفته فلو كانت الثلث لم تقع طلاقه هذا الا رجعيًا فلا يندم۔
ترجمہ: وہی ہے جو ہم اوپر عرض کر چکے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم نووی کتاب الطلاق ج ۵ جز ۱ ص ۶۱ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

(۳) بیہقی اور طبرانی میں سوید ابن غفلہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی عائشہ خشمیہ کو ایک دم تین طلاقیں دے دیں۔ بعد میں خبر ملی کہ وہ امام حسن کے فراق میں بہت روتی ہیں تو آپ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ اگر میں نے اپنے والد سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو الگ الگ یا ایک دم تین طلاقیں دیدے تو وہ عورت بغیر حلالہ اسے جائز نہیں تو میں ضرور رجوع کر لیتا حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

لولا انى سمعت جدى وحدثنى ابى اله سمع جدى يقول ايما رجل طلق امراة ته ثلثا عند الاقراء او ثلثا مبهمته لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره۔

(سنن کبریٰ بیہقی کتاب الخلع والطلاق باب ما جاء امضاء المطلق المثلث وان كن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۶ رقم الحدیث ۱۳۷۳۸ مطبوعه مكتبة دار الباز مكة المكرمة)

اس سنن کبریٰ بیہقی میں حبیب ابن ابی ثابت کی روایت سے ہے۔

قال جاء رجل الى على رضى الله عنه فقال طلق امراة تى الفأ قال ثلث تحرمها عليك واقسم

سائرهن بين نساءك۔

(سنن کبریٰ بیہقی کتاب الخلع والطلاق باب ما جاء امضاء المطلق المثلث وان كن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۱۳۷۳۸ مطبوعه مكتبة دار الباز مكة المكرمة)

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الطلاق باب فی الرجل يطلق امرأته مائة او الفأقی قول واحد ج ۳ ص ۱۲ رقم الحدیث ۵ مطبوعه دار الفکر بيروت)

چاہئیں۔ ایک دم تین طلاقیں الگ الگ کہاں ہوئیں۔ مرتان علیحدگی بتا رہا ہے۔

جواب:- اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہی ہوں گی بلکہ مقصد یہ ہے کہ طلاق رجعی دو طلاقیں ہیں۔ الطلاق میں الف لام عہدی ہے پھر فرمایا کہ جو کوئی دو سے زیادہ یعنی تین دے۔ تو بغیر حلالہ اسے عورت حلال نہیں۔ تفسیر احمدی و صاوی و جلالین میں ہے الطلاق ای التطلیق الذی یراجع بعدہ موتن دوسرے یہ کہ اگر مان لیا جاوے کہ مرتان سے تین طلاقیں کی علیحدگی مراد ہے تو یہ کہنا کہ تجھے طلاق طلاق ہے طلاق ہے اس میں بھی طلاقیں کی لفظاً علیحدگی ہے اور یہ کہنا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں اس میں عہدی علیحدگی کے بعد کیسے عدو بنے گا؟ آیت کا یہ مطلب کہاں سے نکالا گیا کہ طلاقیں کے درمیان ایک حیض کا فاصلہ ہونا شرط ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فارجع البصر کربین (پارہ ۲۹ سورہ ۶۷ آیت نمبر ۴) آسمان کو بار بار دیکھو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مہینہ میں ایک ہی بار دیکھ لیا کرو تیسرے یہ کہ تمہاری تفسیر سے بھی آیت کا یہ مطلب بنے گا کہ طلاقیں الگ الگ ہونی چاہئیں ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ بے شک ایک دم طلاقیں دینا سخت منع ہے۔ الگ الگ ہی دینا ضروری ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ جو کوئی حماقت سے ایک دم تین طلاقیں دیدے تو واقع بھی ہوگی یا نہیں اس سے آیت ساکت ہے۔

اعتراض (۲).....:- مسلم شریف کتاب الطلاق میں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی بلکہ شروع عہد فاروقی میں بھی حکم یہ تھا کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہوں گی عبارت یہ ہے۔

عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ ﷺ وابی بکر وثنین من خلافت عمر طلاق الثلاث واحدة۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق طلاق الثلاث م ۵۶۰ رقم الحدیث ۱۴۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز اسی مسلم میں اسی جگہ ہے کہ ابو الصحباء نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی میں تین طلاقیں ایک مانی جاتی تھیں انہوں نے فرمایا ہاں عبارت یہ ہے۔

ان ابا الصحباء قال لابن عباس اتعلم انما كانت الثلاث تجعل واحدة علی عہد النبی ﷺ وابی بکر وثلاثاً من امارۃ عمر فقال ابن عباس نعم۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق طلاق الثلاث م ۵۶۰ رقم الحدیث ۱۴۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان حدیثوں سے صراحۃً معلوم ہوا کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہیں۔

نوٹ:- غیر مقلدوں کا یہ انتہائی اعتراض ہے۔

جواب:- اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ سیدنا ابن عباس ہی کی تو یہ روایت ہے اور خود ان ہی کا یہ فتویٰ ہے کہ ایک دم تین طلاقیں۔ تین طلاقیں ہی ہوں گی۔ جس کا ذکر پہلے باب میں ہو چکا اور جہاں راوی حدیث کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو وہاں معلوم ہوگا کہ اس راوی کے علم میں یہ حدیث منسوخ ہے، نیز صحابہ کرام کی موجودگی میں حضرت عمر فاروق کا یہ قانون بنادینا کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور اس پر عمل درآمد ہو جانا اور کسی صحابی بلکہ خود سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس پر اعتراض نہ کرنا با آواز بلند خبر دیتا ہے کہ وہ حدیث یا منسوخ ہے یا ماول۔ کیا صحابہ کرام حدیث کے خلاف اجماع کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث میں اس عورت کو طلاق دینا مراد ہے جس سے خلوت نہ ہوئی اور واقعی اگر کوئی شخص اپنی ایسی بیوی کو تین طلاقیں ایک دم اس طرح دے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو اول ہی واقع ہوگی اور اخیر کی دو طلاقیں لغو۔ چنانچہ ابوداؤد کتاب الطلاق باب نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث میں ہے کہ ابو صحباء نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ کو خبر نہیں کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی اور شروع خلافت فاروقی میں جو کوئی اپنی بیوی کو تین طلاقیں

الجوزاء۔

(سنن کبریٰ للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب من جعل الثلاث واحدة وما وردنی خلاف ذلک ج ۷ ص ۳۳۷ رقم الحدیث ۱۳۷۵۷ مطبوعہ مکتبہ دارالبازمکۃ المکرمۃ)
(۱۱) ابن ماجہ شروع ابواب الطلاق باب من طلق ثلاثاً فی مجلس واحد میں ہے کہ فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ مجھے میرے شوہر نے یمن جاتے وقت تین طلاقیں ایک دم دیدیں۔ ان تینوں کو حضور ﷺ نے جائز رکھا عبارت یہ ہے۔

قالت طلقنی زوجی ثلاثاً وهو خارج الی الیمن فاجاز ذلک رسول اللہ ﷺ۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق من طلاق ثلاثاً فی مجلس واحد ج ۲ ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۲۰۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الدارقطنی کتاب الطلاق ج ۲ ص ۱۰ رقم الحدیث ۳۸۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الدارمی کتاب الطلاق باب فی المطلقة ثلاثاً لما لکنا ولحققتہ ام الا؟ ج ۲ ص ۱۳۶ رقم الحدیث ۲۲۷۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۳۱۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

(۱۲) حاکم ابن ماجہ ابوداؤد نے عبد اللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے دادا رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی۔ پھر وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا اور عرض کیا کہ میں نے ایک کی نیت کی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا اللہ کی قسم تم نے ایک ہی کی نیت کی تھی۔ عرض کیا قسم ہے رب کی میں نے نہ نیت کی مگر ایک کی بس حضرت محمد ﷺ نے ان کی بیوی کو ان پر واپس فرما دیا چنانچہ ابن ماجہ اور ابوداؤد میں ہے۔

عن عبد اللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانہ عن ابیہ عن جدہ انہ طلق امراتہ البتہ فاتی رسول اللہ ﷺ فسئلہ فقال ما اردت بها قال واحدة قال او الله ما اردت بها الا واحدة قال والله ما اردت بها الا واحدة قال فردھا الیہ۔

(ابن ماجہ باب طلاق البتہ ج ۱ ص ۶۶۱ رقم الحدیث ۲۰۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی البتہ ج ۲ ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۲۲۰۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (جامع السانید لابن کثیر ج ۳ ص ۱۱۱ رقم الحدیث ۲۸۳۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اگر ایک دم تین طلاقوں سے ایک ہی طلاق ہوتی تو حضور علیہ السلام حضرت رکانہ سے اس نیت کی قسم کیوں لیتے انہوں نے کہا تھا انت طالق طالق طالق اور آخری دو طلاقوں سے پہلی طلاق کی تاکید کی تھی۔ اس لئے اسے ایک قرار دیا گیا یہ روایت نہایت صحیح قابل اعتماد ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ فرماتے ہیں کہ ما اشرف هذا الحديث یہ حدیث کیا ہی شریف الاسناد ہے (ابن ماجہ باب طلاق البتہ ج ۱ ص ۶۶۱ رقم الحدیث ۲۰۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت) ابوداؤد نے فرمایا ہے هذا اصح من حديث ابن جريح یہ روایت بمقابلہ روایت ابن جریج زیادہ صحیح ہے (سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی البتہ ج ۲ ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۲۲۰۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت) (۱۳) امام مالک و شافعی و ابوداؤد و بیہقی میں بروایت معاویہ ابن ابی عباس ہے کہ کسی نے حضرت ابو ہریرہ اور عبد اللہ ابن عباس سے پوچھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاقیں دیدے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک طلاق اسے جدا کر دے گی اور تین حرام کہ بغیر حلالہ نکاح درست نہ ہوگا۔ عبد اللہ ابن عباس نے اس کی تاکید فرمائی۔ عبارت یہ ہے۔

عن محمد ابن ابیاس ان ابن عباس و ابا ہریرۃ و عبد اللہ ابن عمرو ابن العاص سئلوا عن البکر و طلقھا زوجها ثلاثاً قال لا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ و روی ملک عن یحی ابن سعید عن بکیر ابن اشج عن معاویۃ ابن ابی عیاش انہ شہد هذه القصۃ۔

(سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب ح المربعۃ بعد الطلق الثلاث ج ۲ ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۲۱۹۸ مطبوعہ دارالین حزم بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۶ ص ۲۶۲-۲۶۳ رقم الحدیث ۱۱۱۲۲، ۱۱۱۲۳، ۱۱۱۲۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح معانی الآثار کتاب الطلاق ج ۲ ص ۵۷ رقم الحدیث ۳۳۷۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

(۱۴) بیہقی نے بسام صریفی سے روایت کی کہ جعفر ابن محمد فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو نادانی سے یا جان بوجھ کر تین طلاقیں

دیدے وہ عورت اس پر حرام ہو جائے گی۔

الجوزاء۔

(سنن کبریٰ للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب من جعل الثلاث واحدة وماوردنی خلاف ذلك ج ۷ ص ۳۳۷ رقم الحدیث ۱۴۷۵۷ مطبوعہ مکتبۃ دارالبازمکۃ المکرمۃ)
(۱۱) ابن ماجہ شروع ابواب الطلاق باب من طلق ثلاثاً فی مجلس واحد میں ہے کہ فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ مجھے میرے شوہر نے یمن جاتے وقت تین طلاقیں ایکدم دیدیں۔ ان تینوں کو حضور ﷺ نے جائز رکھا عبارت یہ ہے۔

قالت طلقنی زوجی ثلاثاً وهو خارج الی الیمن فاجاز ذلك رسول الله ﷺ۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق من طلاق ثلاثاً فی مجلس واحد ج ۲ ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۲۰۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)۔ (سنن الدارقطنی کتاب الطلاق ج ۲ ص ۱۰ رقم الحدیث ۳۸۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)۔ (سنن الداری کتاب الطلاق باب فی المطلقة ثلاثاً لھا السکنی والنفقة ام الا ج ۲ ص ۱۳۶ رقم الحدیث ۲۲۷۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۳۱۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

(۱۲) حاکم ابن ماجہ ابوداؤد نے عبد اللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے دادا رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی۔ پھر وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا اور عرض کیا کہ میں نے ایک کی نیت کی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا اللہ کی قسم تم نے ایک ہی کی نیت کی تھی۔ عرض کیا قسم ہے رب کی میں نے نہ نیت کی مگر ایک کی بس حضرت محمد ﷺ نے ان کی بیوی کو ان پر واپس فرما دیا چنانچہ ابن ماجہ اور ابوداؤد میں ہے۔

عن عبد الله ابن علي ابن يزيد ابن ركانه عن ابيه عن جده انه طلق امراته البتة فاتی رسول الله ﷺ فسئل فقال ما اردت بها قال واحدة قال او الله ما اردت بها الا واحدة قال والله ما اردت بها الا واحدة قال فردھا الیہ۔

(ابن ماجہ باب طلاق البتہ ج ۱ ص ۶۶۱ رقم الحدیث ۲۰۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)۔ (سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی البتہ ج ۲ ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۲۲۰۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت)۔ (جامع المسانید لابن کثیر ج ۳ ص ۱۱۱ رقم الحدیث ۲۸۴۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اگر ایک دم تین طلاقوں سے ایک ہی طلاق ہوتی تو حضور علیہ السلام حضرت رکانہ سے اس نیت کی قسم کیوں لیتے انہوں نے کہا تھا انت طالق طالق طالق اور آخری دو طلاقوں سے پہلی طلاق کی تاکید کی تھی۔ اس لئے اسے ایک قرار دیا گیا یہ روایت نہایت صحیح قابل اعتماد ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ فرماتے ہیں کہ ما اشرف هذا الحديث یہ حدیث کیا ہی شریف الاسناد ہے (ابن ماجہ باب طلاق البتہ ج ۱ ص ۶۶۱ رقم الحدیث ۲۰۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت) ابوداؤد نے فرمایا ہے هذا اصح من حديث ابن جريح یہ روایت بمقابلہ روایت ابن جریج زیادہ صحیح ہے (سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی البتہ ج ۲ ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۲۲۰۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت) (۱۳) امام مالک وشافعی و ابوداؤد و بیہقی میں بروایت معاویہ ابن ابی عباس ہے کہ کسی نے حضرت ابو ہریرہ اور عبد اللہ ابن عباس سے پوچھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو ایکدم تین طلاقیں دیدے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک طلاق اسے جدا کر دگی اور تین حرام کہ بغیر حلالہ نکاح درست نہ ہوگا۔ عبد اللہ ابن عباس نے اس کی تاکید فرمائی۔ عبارت یہ ہے۔

عن محمد ابن اياس ان ابن عباس و ابا هريرة و عبد الله ابن عمرو ابن العاص سئلوا عن البكر و طلقها زوجها ثلاثاً قال لا تحل له حتى تنكح زوجاً غيره و روى ملك عن يحيى ابن سعيد عن بكير ابن اشج عن معاوية ابن ابي عياش انه شهد هذه القصته۔

(سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب ح الربعة بعد التطلق ج ۲ ص ۴۵۰ رقم الحدیث ۲۱۹۸ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت)۔ (معنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۶۲-۲۶۳ رقم الحدیث ۱۱۱۲، ۱۱۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)۔ (شرح معانی الآثار کتاب الطلاق ج ۲ ص ۵۷ رقم الحدیث ۴۳۷۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

(۱۴) بیہقی نے بسام صرہنی سے روایت کی کہ جعفر ابن محمد فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو نادانی سے یا جان بوجھ کر تین طلاقیں دیدے وہ عورت اس پر حرام ہو جائے گی۔

چاہئیں۔ ایک دم تین طلاقیں الگ الگ کہاں ہوں۔ مرتان علیحدگی بتا رہا ہے۔

جواب:- اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہی ہوں گی بلکہ مقصد یہ ہے کہ طلاق رجعی دو طلاقیں ہیں۔ الطلاق میں الف لام عہدی ہے پھر فرمایا کہ جو کوئی دو سے زیادہ یعنی تین دے۔ تو بغیر حلالہ اسے عورت حلال نہیں۔ تفسیر احمدی و صاوی و جلالین میں ہے الطلاق ای التطلیق الذی یراجع بعدہ مرتن دوسرے یہ کہ اگر مان لیا جاوے کہ مرتان سے تین طلاقیں کی علیحدگی مراد ہے تو یہ کہنا کہ تجھے طلاق طلاق ہے طلاق ہے اس میں بھی طلاقیں کی لفظاً علیحدگی ہے اور یہ کہنا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں اس میں عدوی علیحدگی کے بعد کیسے عدو بنے گا؟ آیت کا یہ مطلب کہاں سے نکالا گیا کہ طلاقیں کے درمیان ایک حیض کا فاصلہ ہونا شرط ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فارجع البصر کورتین (پارہ ۲۹ سورہ ۶۷ آیت نمبر ۴) آسمان کو بار بار دیکھو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مہینہ میں ایک ہی بار دیکھ لیا کرو تیسرے یہ کہ تمہاری تفسیر سے بھی آیت کا یہ مطلب بنے گا کہ طلاقیں الگ الگ ہونی چاہئیں ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ بے شک ایک دم طلاقیں دینا سخت منع ہے۔ الگ الگ ہی دینا ضروری ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ جو کوئی حماقت سے ایک دم تین طلاقیں دیدے تو واقع بھی ہوگی یا نہیں اس سے آیت ساکت ہے۔

اعتراض (۲).....:- مسلم شریف کتاب الطلاق میں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی بلکہ شروع عہد فاروقی میں بھی حکم یہ تھا کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہوں گی عبارت یہ ہے۔
عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ ﷺ وابی بکر وثلثین من خلافت عمر طلاق الثلاث واحده۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق طلاق الثلاث ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۱۳۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
نیز اسی مسلم میں اسی جگہ ہے کہ ابو الصحباء نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی میں تین طلاقیں ایک مانی جاتی تھیں انہوں نے فرمایا ہاں عبارت یہ ہے۔
ان ابالصحباء قال لابن عباس اتعلم انما کانت الثلاث تجعل واحده علی عہد النبی ﷺ وابی بکر وثلثاً من امارۃ عمر فقال ابن عباس نعم۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق طلاق الثلاث ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۱۳۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
ان حدیثوں سے صراحۃً معلوم ہوا کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہیں۔
نوٹ:- غیر مقلدوں کا یہ انتہائی اعتراض ہے۔

جواب:- اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ سیدنا ابن عباس ہی کی تو یہ روایت ہے اور خود ان ہی کا یہ فتویٰ ہے کہ ایک دم تین طلاقیں۔ تین طلاقیں ہی ہوں گی۔ جس کا ذکر پہلے باب میں ہو چکا اور جہاں راوی حدیث کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو وہاں معلوم ہوگا کہ اس راوی کے علم میں یہ حدیث منسوخ ہے، نیز صحابہ کرام کی موجودگی میں حضرت عمر فاروق کا یہ قانون بنا دینا کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور اس پر عمل درآمد ہو جانا اور کسی صحابی بلکہ خود سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس پر اعتراض نہ کرنا با آواز بلند خبر دیتا ہے کہ وہ حدیث یا منسوخ ہے یا ماول۔ کیا صحابہ کرام حدیث کے خلاف اجماع کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث میں اس عورت کو طلاق دینا مراد ہے جس سے خلوت نہ ہوئی اور واقعی اگر کوئی شخص اپنی ایسی بیوی کو تین طلاقیں ایک دم اس طرح دے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو اول ہی واقع ہوگی اور اخیر کی دو طلاقیں لغو۔ چنانچہ ابوداؤد کتاب الطلاق باب نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث میں ہے کہ ابو صحباء نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ کو خبر نہیں کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی اور شروع خلافت فاروقی میں جو کوئی اپنی بیوی کو تین طلاقیں

فان طلقها الى طلقته ثالثه سواء وقع الاثنان في مرة او مرتين والمعنى فان ثبت طلاقها ثلثا في مرة او مرات فلا تحل۔

(تفسير صاوی ج ۱ ص ۱۷۲ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)

یعنی اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں دیں تو واقع ہو جائیں گی خواہ ایک دم دے یا الگ الگ عورت حلال نہ رہے گی آگے فرماتے ہیں۔

كما اذا قال لها انت طالق ثلثا او البتہ وهذا هو الجمع عليه۔

(تفسير صاوی ج ۱ ص ۱۷۲ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)

یعنی اگر کوئی شخص یوں کہہ دے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تین ہی واقع ہو جائیں گی اس پر امت حضرت محمد ﷺ کا اتفاق ہے اسی طرح اور تفاسیر میں بھی ہے۔

(۲) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك امرا۔

(پارہ ۲۸ سورہ طلاق آیت نمبر ۱)

یعنی جو کوئی اللہ کی حدیں توڑے کہ ایک دم تین طلاقیں دیدے تو اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کیونکہ کبھی انسان طلاق دے کر شرمندہ ہوتا ہے اور رجوع کرنا چاہتا ہے اگر تین طلاقیں ایک دم دیدیگا تو رجوع نہ کر سکے گا اس آیت میں یہ نہ فرمایا کہ ایک دم تین طلاقیں دیے والے کی واقع نہ ہوں گی بلکہ فرمایا یہ گیا کہ ایسا آدمی ظالم ہے اگر اس سے طلاق ایک واقع ہوتی تو یہ ظالم کیسے ہوتا؟ نووی شرح مسلم باب الطلاق الثلث میں ہے۔

واجتنب الجمهور بقوله تعالى ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه الخ قالوا معناه ان المطلق قد يحدث له ندم فلا يمكنه تداركه لوقوع الينونته فلو كانت الثلث لم تقع طلاقه هذا الا رجعيًا فلا يندم۔
ترجمہ: وہی ہے جو ہم اوپر عرض کر چکے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم نووی کتاب الطلاق ج ۵ جز ۱ ص ۶۱ مطبوعه دار الكتب العلمیہ بیروت)

(۳) بیہقی اور طبرانی میں سدید ابن غفلہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی عائشہ شعمیہ کو ایک دم تین طلاقیں دے دیں۔ بعد میں خبر ملی کہ وہ امام حسن کے فراق میں بہت روتی ہیں تو آپ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ اگر میں نے اپنے والد سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو الگ الگ یا ایک دم تین طلاقیں دیدے تو وہ عورت بغیر حلالہ اسے جائز نہیں تو میں ضرور رجوع کر لیتا حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

لولا انی سمعت جدی وحدثنی ابی انہ سمع جدی یقول ایما رجل طلق امراة ته ثلثا عند الاقراء او ثلثا مبہمتہ لم تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ۔

(سنن کبریٰ بیہقی کتاب الخلع والطلاق باب ما جاء امضاء المطلق الثلاث وان کن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۶ رقم الحدیث ۱۳۷۳۸ مطبوعه مکتبہ دار الباز مکتہ المکرمۃ)

اس سنن کبریٰ بیہقی میں حبیب ابن ابی ثابت کی روایت سے ہے۔

قال جاء رجل الى علي رضي الله عنه فقال طلقتم امراة تي الفأ قال ثلث تحرمها عليك واقسم

سائرهن بين نساء لك۔

(سنن کبریٰ بیہقی کتاب الخلع والطلاق باب ما جاء امضاء المطلق الثلاث وان کن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۱۳۷۳۸ مطبوعه مکتبہ دار الباز مکتہ المکرمۃ)

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الطلاق باب لی الرجل یطلق امراته ثلاثا او الفأقی قول واحد ج ۳ ص ۱۲ رقم الحدیث ۵ مطبوعه دار الفکر بیروت)

اگر اکٹھی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوئیں تو رجوع ناممکن تھا وہاں تو حلالہ کی ضرورت درپیش آتی معلوم ہوا کہ ایک طلاق باقی رہی کئی اور دو کو رد کر دیا گیا حالانکہ خود ابو رکانہ عرض کر رہے ہیں کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں۔ یہاں تاکید کا احتمال نہیں اور پھر بھی ایک ہی مانی گئی۔

جواب:- افسوس کہ معترض نے ابو داؤد اور بیہقی کی آدمی روایت نقل کی آگے اس اعتراض کا نہایت سیس جواب وہاں ہی دیا گیا ہے جسے معترض چھوڑ گیا۔ اس جگہ ابو داؤد بیہقی میں ہے کہ نافع ابن عجبیر اور عبد اللہ بن علی ابن یزید ابن رکانہ نے اپنے دادا رکانہ سے روایت کی کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی لہذا حضور نے ان کی بیوی کی ان کی طرف واپس کر دیا۔ یہ حدیث دیگر احادیث سے صحیح ہے کیونکہ اس کا بیٹا اور اس کے گھر والے اس کے حالات سے بمقابلہ غیروں کے زیادہ واقف ہوتے ہیں رکانہ کے پوتے تو فرماتے ہیں کہ میرے دادا نے میری دادی کو طلاق بتہ دی اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ طلاقیں تین دیں۔ لامحالہ پوتے کی روایت زیادہ صحیح ہوگی عبارت یہ ہے۔

وحدیث نافع ابن عجبیر و عبد اللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانہ عن ابيه عن جدہ ان رکانہ طلق امرأته البثث فردها النبی ﷺ اصح لانهم ولد الرجل واهله اعلم به ان رکانته انما طلق امرأته البثث وجعلها النبی ﷺ واحدة۔

(بیہقی سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۹ مطبوعہ مکتبہ دار البازمکۃ المکرمۃ)، (سنن ابو داؤد باب فتح المر - ج ۲ ص ۸۸ رقم الحدیث ۲۱۹۶ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت) خلاصہ یہ کہ تین طلاق والی روایات سب ضعیف ہیں بلکہ امام بیہقی نے اسی جگہ فرمایا ہے کہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آٹھ روایتیں اس کے خلاف ہیں اور پھر رکانہ کی اولاد سے بھی طلاق بتہ کی روایت ہے بتاؤ کہ تین طلاقوں والی ایک روایت معتبر ہوگی یا طلاق بتہ والی آٹھ اور ایک نوروایتیں بیہقی کی عبارت یہ ہے۔

وهذا الاسناد لا تقوم به الحجته مع ثمانيته ورد عن عباس فافتاه بخلف ذلك ومع روایت اولاد رکانہ ان طلاق رکانہ کان واحده وباللہ التوفیق۔

(بیہقی سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۹ مطبوعہ مکتبہ دار البازمکۃ المکرمۃ)

ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ ابو رکانہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا تھا کہ یا حبیب اللہ میں نے ایک طلاق کی نیت کی تھی اور نبی ﷺ نے اس پر قسم بھی لی تھی تب انہیں رجوع کا حکم دیا۔ امام نووی نے فرمایا کہ ابو رکانہ کی تین طلاقوں کی روایت ضعیف ہے اور مجہول لوگوں سے مروی ہے۔ ان کی طلاق کے متعلق صرف وہی روایت صحیح ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے طلاق بتہ دی تھی۔ اور لفظ بتہ میں ایک کا بھی احتمال ہوتا ہے اور تین کا بھی۔ شاید تین طلاق کے ضعیف راوی نے سمجھا کہ بتہ تین طلاق کو کہتے ہیں۔ اس لئے بجاتے بتہ کے تین کی روایت بالمعنی کر گیا۔ جس میں اس نے سخت غلطی کی عبارت یہ ہے۔

واما الروایۃ التي رواها المخالفون ان رکانہ طلقها ثلثا فحعلها واحده فروایتہ ضعیفہ عن قوم مجہولین وانما الصحیح منها ما قدمناه انه طلقها البثثه ولفظ البثثه محتمل للواحدۃ وللثلاث و لعل صاحب هذا الروایتہ الضعیفہ اعتقد ان لفظ البثثه ثلاث افرواه بالمعنی الذی فهمہ وغلط فی ذالک۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۵ ص ۱۰ کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث ص ۶۱ رقم الحدیث ۴۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اعتراض (۴):- سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو بحالت حیض تین طلاقیں اکٹھی دیں تھیں۔ جنہیں حضور ﷺ نے ایک قرار دیا اور اس سے رجوع کرنے کا حکم دیا اگر یہ طلاقیں تین ہی ہوئیں تو رجوع ناممکن ہوتا۔

جواب:- یہ غلط ہے حق یہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق ایک ہی دی تھی۔ نبی کریم نے انہیں رجوع کا حکم دیا کیونکہ طلاق بحالت طہر ہونی چاہیے چنانچہ مسلم شریف جلد اول باب تحریم الطلاق الحائض میں ہے۔

عن نافع عن عبد اللہ انه طلق امرأته له وهی حائض تطليقة واحدة فامرہ رسول اللہ ﷺ ان يراجع

رساله طلاق الاوله في حكم الطلاق الثلثه

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاقیں دے دے تو اگرچہ اس نے برا کیا مگر اس صورت میں طلاقیں تین ہی واقع ہوگی نہ کہ ایک اور یہ عورت بغیر حلالہ اس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ چونکہ زمانہ موجود کے غیر مقلد وہابی اس کے منکر ہیں اور خواہش نفسانی کے ماتحت کہتے ہیں کہ اس صورت میں طلاق ایک ہی واقع ہوگی اور عورت سے رجوع کرنا صحیح ہوگا اس لئے اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب لکھے جاتے ہیں پہلے باب میں مسئلہ کے دلائل اور دوسرے باب میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

مقدمہ :- بہتر یہ ہے کہ اگر عورت کو طلاق دینا ہو تو صرف ایک ہی طلاق طہر میں دے۔ اور اگر تین طلاقیں ہی دینا ہوں تو ہر طہر میں ایک طلاق دے۔ لیکن اگر عورت کو بحالت حیض طلاق دیدے۔ یا تینوں طلاقیں ایک دم دیدے تو اگرچہ اس نے برا کیا۔ مگر جو طلاق دے گا وہ ہی واقع ہوگی ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کی تین صورتیں ہیں (۱) اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے صرف نکاح ہوا ہو اور خلوت نہ ہوئی ہو ایک دم تین طلاقیں اس طرح دے کہ تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ اس صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور آخری دو واقع نہ ہوں گی۔ کیونکہ پہلی طلاق بولتے ہی وہ عورت نکاح سے خارج ہوگئی اور کاس پر عدت بھی واجب نہ ہوئی۔ اور طلاق کے لئے نکاح یا عدت چاہیے ہاں اگر اس عورت سے یوں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تینوں پڑ جائیں گی کیونکہ اس صورت میں تینوں طلاقیں نکاح کی موجودگی میں پڑیں (عامہ کتب)

(۲) اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے خلوت ہو چکی ہے اس طرح طلاقیں دے کہ تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ اور آخری دو طلاقیں سے پہلی طلاق کی تاکید کی نیت کرے۔ نہ کہ علیحدہ طلاقیں کی تب بھی دیانہ طلاق ایک ہی ہوگی (قاضی اس کی یہ بات نہ مانے گا) کیونکہ اس شخص نے ایک طلاق کی دو تاکیدیں کی ہیں۔ جیسے کوئی کہے کہ پانی پی لو۔ پانی پانی۔ کھانا کھا لو کھانا کھانا میں کل گیا تھا کل کل۔ ان سب صورتوں میں پچھلے دو لفظوں سے پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ (۳) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جس سے خلوت ہو چکی ہے۔ بیک وقت تین طلاقیں دے خواہ یوں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں یا یہ کہے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے، طلاق ہے۔ بہر حال طلاقیں تین ہی واقع ہوگی اور یہ عورت اب بغیر حلالہ اس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ اس پر امام ابو حنیفہ و شافعی و مالک و احمد اور سلفاً خلفاً جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ ہاں بعض ظاہرین مولوی اس آخری صورت میں اختلاف کرتے ہیں۔

چنانچہ تفسیر صادی میں پارہ دوم زیر آیت فان طلقها فلا تحل له (الایہ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۳۰) ہے
والمعنى فان ثبت طلاقها ثلاثا في مرة او مرات فلا تحل (الایہ) كما اذا قال لها انت طالق ثلاثا او البتة وهذا هو المجمع عليه۔

یعنی علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو تین طلاقیں الگ الگ دے یا ایک دم۔ عورت بہر حال حرام ہو جائے گی۔
(تفسیر صادی ج ۱ ص ۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز نووی شرح مسلم جلد اول باب الطلاق الثلث میں ہے۔
وقد اختلف العلماء في من قال لامرأته انت طالق ثلاثا فقال الشافعي ومالك وابو حنيفة واحمد و جماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلث وقال طاء وس بعض اهل الظاهر يقول لا يقع بذلك الا واحدة۔
(شرح صحیح مسلم نووی کتاب الطلاق ج ۵ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ساتوں کنکر ایک دم پھینک دے تو ایک ہی رمی مانی جائے گی اور چھ کنکر اس کے علاوہ مارنے ہوں گے۔ ایسے ہی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں ہزار درود پڑھوں گا اور پھر اس طرح پڑھے اللھم صل علی سیدنا محمد الف مرقدہ اس کا یہ درود ہزار نہ مانا جائے گا بلکہ ایک ہی مانا جائے گا لہذا چاہیے کہ اگر کوئی ایک دم تین طلاقیں دے دے تو ایک ہی واقع ہونہ کہ تین۔

جواب:- الحمد للہ آپ قیاس کے تو قائل ہوئے اور آپ نے قیاس کرنے کی زحمت گوارا فرمائی مگر جیسے آپ ویسا آپ کا قیاس جناب لعان اور رمی میں فعل مقصود ہے نہ کہ اس کا اثر اور طلاق میں اثر مقصود ہے نہ کہ محض فعل لہذا یہ قیاس صحیح نہیں۔ لعان کی ہر قسم ایک گواہ کے قائم مقام ہے۔ جب کہ زنا میں گواہیاں چار ہیں تو لعان میں جو اس کا قائم مقام ہے۔ یعنی فعل قسم بھی چار ہی چاہیے۔ بیک لفظ چار قسمیں کھانے میں فعل ایک ہی ہوا۔ نیز رمی جہروں میں سات فعل چاہئیں ایک دم سات کنکر پھینک دینے میں مفعول سات ہوئے۔ مگر فعل ایک چونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے رمی میں سات فعل فرمائے ہیں۔ اس کی پیروی چاہیے۔ درود شریف میں ثواب بقدر محنت ملتا ہے ایک ہزار درود کی محنت اتنی محنت کی محنت ہے اور ظاہر ہے کہ ایک بار الف مرۃ کہہ لینے میں ہزار درود کی محنت نہیں پڑتی۔ لہذا ان کے احکام بھی مختلف قسم کا مد اعراف پر ہوتا ہے طلاق کو نسا ثواب کا کام ہے۔ تاکہ اس میں زیادہ محنت کا ثواب ملے۔ غرضیکہ تمام اعتراضات مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہیں ان سب کی بناتن آسانی اور نفس پروری ہے خدا تعالیٰ قرآن وحدیث کی صحیح فہم عطا فرمائے۔ اگر تین طلاقیں سے ایک ہی واقع ہو اور شوہر بیوی سے الگ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر تینوں واقع ہو جائیں اور بغیر حلالہ رجوع کر لیا جائے تو عمر بھر حرام کاری ہوگی۔ لہذا احتیاط بھی اس میں ہے کہ تین طلاقیں تین ہی مانی جائیں اسی لئے علماء اصول فرماتے ہیں کہ اباحت اور حرمت میں جب تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولنا محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمۃ
وهو ارحم الراحمین۔

احمد یار خان غفرلہ ولابیہ ومرتبہ بدایونی

مقیم گجرات پاکستان

حاشیہ.....☆

۔ منبئی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال الشافعی و احب الی اذا كانوا جماعة ان يصلوا عشرين ركعة۔

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۳ ص ۲۰۵)

۔ منبئی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فی قیام رمضان فکان یصلی بہم عشرين ركعة۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اقتداء میں قیام رمضان کے لئے اکٹھا کیا تو وہ انہیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

(سیرۃ النبلاء ج ۱ ص ۳۰۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت تراویح حضور ﷺ کی سنت مبارک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصاً خلافہ راشدین کی سنت مبارک ہے جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

عن عرباض بن ساریہ..... فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ و اياكم والامور المحدثات فان كل بدعة ضلالة۔

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں ہے..... پس تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین المحدثین کی سنت کو پکڑ لینا لازم ہے اور ان کے طریقہ کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا اور بدعات سے بچنا کیونکہ ہر بدعت (سیدہ) گمراہی ہے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵-۱۶ رقم الحدیث ۳۲-۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۳۶۰۷-۳۶۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محبت الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۶۷-۳۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶-۱۲۷ رقم الحدیث ۱۷۲۵-۱۷۲۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبیہ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۲۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دہلی)، (سنن کبریٰ بیہقی جلد ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الباز مکتبۃ المکتبۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۵۵۱۶-۵۵۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع المسند و السنن ابن کثیر ج ۹ ص ۲۳۰۵-۲۳۰۶ رقم الحدیث ۶۳۷۴-۶۳۷۵-۶۳۷۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والحدایۃ الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۵۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

غیر مقلدین جو آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں اور اس پر بڑے ضرور دیتے ہیں اور دلیل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت پیش کرتے ہیں کہ:

ما کان رسول اللہ ﷺ یزید فی ولا فی غیرہ علی احدی عشرہ ركعة۔

ترجمہ: یعنی کہ نبی کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ سے زائد نہیں کرتے تھے۔

یہ استدلال درست نہیں اس لئے مذکورہ بالا حدیث سے تراویح کا آٹھ رکعت ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہاں ایسی نماز کا ذکر فرما رہی ہیں جو رمضان شریف میں بھی پڑھی جاتی ہے اور غیر رمضان میں بھی۔ اور تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ یہاں تراویح کا دوسرے سے ذکر ہی نہیں۔ بلکہ تہجد کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے۔ اور تین وتر۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

چند مسائل پر مختصر

و

مدلل تحقیق

تصنیف و تالیف

علامہ سعید اللہ خان قادری

حاشیہ.....☆

یصلون عشرين ركعة۔

ترجمہ: اکثر اہل علم کا مذہب یہی رکعت تراویح ہے جو کہ حضرت علی حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضور ﷺ کے دیگر اصحاب سے مروی ہے اور یہی (کبار تابعین) سفیان ثوری عبد اللہ بن مبارک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے اپنے شہر مکہ میں (اہل علم کو) بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

(سنن الترمذی کتاب الصوم ج ۳ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۸۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال ان النبي ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة سوى الوتر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۷۹۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۹۶ رقم الحدیث ۳۳۹۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکہ المکرمۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۶۵۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ مصر)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن يحيى الحلواني قال حدثنا علي بن الجعد قال حدثنا ابو شيبة ابراهيم بن عثمان عن الحكم بن عتيبة عن مقسم عن ابن عباس ثم ان النبي ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة سوى الوتر۔
ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(طبرانی اوسط ج ۱ ص ۲۳۳ رقم الحدیث ۷۹۸ مطبوعہ دار الحرمین القاہرۃ مصر)، (طبرانی کبیر ج ۱ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۱۲۱۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۷۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن يزيد قال كنا ننصرف من القيام على عهد عمر رضي الله عنه وقد دنا فروع الفجر وكان القيام على عهد عمر رضي الله عنه ثلاثة وعشرين ركعة۔
ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور (بشمول وتر) بیس ۲۳ رکعت پڑھتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۷۷۳۳ مطبوعہ مکتبۃ الاسلامی بیروت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه في شهر رمضان بعشرين ركعة قال وكانوا يقرأون بالمئين وكانوا يتوكون على عصيهم في عهد عثمان بن عفان رضي الله عنه من شدة القيام۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ رمضان میں بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لائٹیوں سے ٹپک لگاتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۹۶ رقم الحدیث ۳۳۹۳ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکہ المکرمۃ)، (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۳ ص ۲۰۷)

اذان سے قبل درود و سلام کا ثبوت

اذان سے پہلے درود و سلام پڑھنا مستحب ہے پڑھنے والے کو اس کا ثواب بھی ملے گا۔ اگر کوئی اذان سے پہلے درود و سلام نہیں پڑھتا تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ فرض واجب نہیں مستحب ہے لیکن جو پڑھتے ہیں اس کو بدعتی نہ کہنا چاہئے اس لئے کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

ترجمہ: اے ایمان والو تم بھی اس نبی ﷺ پر درود اور سلام خوب بھیجو۔

(سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲ کو ح ۴)

یہ آیت کریمہ مطلق و عام ہے اس میں کسی قسم کی قید و تخصیص نہیں ہے یعنی یہ نہیں فرمایا گیا کہ بس فلاں وقت میں ہی پڑھا کرو یا فلاں وقت میں درود و سلام نہ پڑھا کرو بلکہ مطلق رکھنا کہ تمام ممکن اوقات کو شامل رہے اسی لئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انه تعالى لم يوقت ذلك ليشمل سائر الاوقات۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس امر صلوٰۃ کا وقت معین نہیں کیا تا کہ تمام اوقات کو شامل رہے۔

(شرح مفتاح القاری ج ۳ ص ۲۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے:

في صلواتكم ومساجدكم وفي كل موطن۔

ترجمہ: یعنی اپنی نمازوں اور مسجدوں اور ہر مقام میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھو۔

(جلاء الافہام ص ۲۵۲)

زکریا کا مدحی دیوبندی لکھتے ہیں۔

جن اوقات میں بھی (درود شریف) پڑھ سکتا ہو پڑھنا مستحب ہے۔

(تبلیغی نصاب فضائل درود شریف ص ۶۷)

لہذا مطلقاً یہ جگہ اور ہر وقت میں نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنا جس میں اذان کا مقام بھی داخل ہے کلام الہی عز و جل سے مامور و ثابت ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن عروة بن الزبير عن امرأة من بنى النجار قالت ثم كان بيتي من اطول بيت حهل المسجد فكان بلال يؤذن اليه الفجر فياتي بسحر فيجلس على البيت ثم ينظر الى الفجر فاذا رآه تمطى ثم قال اللهم انى احمدك واستعينك على قريش ان يقيموا دينك قالت ثم يؤذن قالت والله ما علمته كان تركها ليلة واحدة هذه الكلمات۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی نجار کی ایک صحابیہ خاتون فرماتی ہیں کہ میرا گھر مسجد مبارک کے ارگرد والے اونچے مکانوں سے تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر صبح کی اذان کہتے تھے صبح صادق سے پہلے آتے اور اس کی چھت پر بیٹھ کر وقت کا انتظار کرتے جب صبح صادق ہو جاتی تو کھڑے ہو کر کہتے اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے قریش پر مدد چاہتا ہوں کہ وہ

استقر الامر على العشرين فانه المتوارث۔

یعنی ان روایات کو یوں جمع کیا گیا کہ اولاً تو آٹھ رکعت کا حکم ہوا پھر بیس پر قرار ہوا یہ بیس رکعت ہی منقول ہیں چوتھے یہ کہ اصل تراویح سنت رسول ﷺ ہے اور تین چیزیں سنت فاروقی۔ ہمیشہ پڑھنا۔ باقاعدہ جماعت سے پڑھنا بیس رکعت پڑھنا۔ حضور علیہ السلام نے بیس رکعت ہمیشہ نہ پڑھیں اور نہ صحابہ کرام کو باقاعدہ جماعت کا حکم دیا۔ اب اگر آٹھ رکعت پڑھی جائیں تو سنت فاروقی پر عمل چھوٹ گیا اور اگر بیس رکعت پڑھی جائیں تو سب پر عمل ہو گیا۔ کیونکہ بیس میں آٹھ آ جاتی ہیں۔ اور آٹھ میں بیس نہیں آتیں حدیث شریف میں ہے کہ میری اور خلفائے راشدین کی سنتوں پر عمل کرو۔ تم بھی تراویح ہمیشہ اور باقاعدہ جماعت سے پڑھتے ہو۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں حضور سے ثابت نہیں سنت فاروقی ہیں لہذا بیس رکعت پڑھا کرو۔

اعتراض (۲)۔۔۔۔۔۔۔ بخاری شریف میں ہے کہ ابوسلمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور علیہ السلام رمضان کی راتوں میں کتنی رکعت پڑھتے آپ نے جواب دیا ما کان رسول اللہ ﷺ یزید فی رمضان وفی غیرہ علی احدی عشر رکعات۔

(صحیح البخاری کتاب التمجید باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے تراویح آٹھ رکعت سے زیادہ کبھی نہ پڑھیں اور باقی وتر بیس رکعت پڑھنا بدعت سیئہ ہے۔

جواب:- اس کے بھی چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس سے نماز تہجد مراد ہے نہ کہ تراویح کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت سے زیادہ نہ پڑھیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ وہی نماز ہے جو ہمیشہ پڑھی جاتی ہے نہ کہ تراویح کہ وہ صرف رمضان میں ہوتی ہے۔ نیز ترمذی میں اسی حدیث کے لئے باب باندھا باب عاجاء فی وصف صلوۃ النبی ﷺ باللیل۔ (سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۰۲ رقم الحدیث ۳۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) معلوم ہوا کہ یہ صلوۃ اللیل یعنی نماز تہجد ہے نہ کہ نماز تراویح۔ نیز اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر سے پہلے کیوں سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ ہماری آنکھیں سوتی ہیں ہمارا دل نہیں سوتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ رکعتیں سو کے اٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ اور وتر بھی اس کے ساتھ ہی پڑھتے تھے۔ تب ہی تو حضرت صدیقہ کو تعجب ہوا کہ آپ نے ہم کو وتر پڑھ کر سونے کا حکم دیا اور خود سو کر مع تہجد وتر پڑھتے ہیں جواب دیا کہ چونکہ ہمیں جاگنے پر پورا بھر دسہ ہے۔ جیسے بھر دسہ نہ ہو وہ وتر پڑھ کر سوئے اور تراویح سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور تہجد سونے کے بعد مدارج النبوة جلد اول صفحہ ۲۰۰ میں ہے تحقیق آنست کہ صلوۃ آنحضرت در رمضان ہماں نماز معتاد بود یا زودہ رکعت کہ دائم در تہجد سے گزارد۔ دوسرے یہ کہ اگر بیس رکعت تراویح بدعت سیئہ ہے تو حضرت عمر و دیگر صحابہ کرام نے کیوں اختیار فرمائی اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی مخالفت کیوں نہ کی۔ ان پر کیا فتویٰ لگاؤ گے نیز آج سارے غیر مقلد پورے ماہ رمضان میں باجماعت تراویح پڑھتے ہیں۔ بتاؤ ان کی یہ بیٹگی بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟

اگر حضور علیہ السلام نے آٹھ تراویح پڑھیں۔ تو صرف دو تین روز پڑھیں تم اس کی بیٹگی کر کے کون ہوئے؟ اگر پورے مجمع حدیث حدیث ہو تو سارے ماہ رمضان میں صرف تین دن تراویح پڑھا کرو۔

نیز ترمذی شریف کی روایت سے ثابت ہوا کہ مکہ والوں کا بیس تراویح پر اتفاق ہے اور مدینہ والوں کا اکتالیس پر ان میں سے کوئی بھی آٹھ رکعت کا عامل نہیں۔

بحث مسئلہ ضاد و ظاد کی تحقیق

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔

ضاد کو ظاء یا مشابہ ظاء کر کے پڑھنا غلط ہے اور اس طرح پڑھنے سے نماز ٹوٹ جائے گی ایسا شخص امامت کا اہل نہیں ہے اور ایسے امام کے پیچھے جو نماز پڑھی ہیں اس کا اعادہ واجب ہے۔ قرآن کریم کے حروف کے ہر حرف کو اس کے مخرج سے ادا کرنا ضروری ہے اور تمام حروف کے مخرج جدا جدا معین ہیں۔

عن حذیفۃ قال رسول اللہ ﷺ اقرؤوا القرآن بلحون العرب.....

(اکمال ابن عدی ج ۲ ص ۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک حرف کو دوسرے حرف کی طرح پڑھنا ناجائز ہے۔ ض اور ظاء دونوں حرف جدا جدا ہیں۔ ان کے مخرج بھی جدا ہیں۔ لہذا جو شخص قصد ایہ جان کر ض کو ظاء پڑھتا ہے کہ قرآن کریم میں اس جگہ یہ حرف اس طرح ہے کافر ہے۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقد اجمع المسلمون..... من نقص منه حرفاً قاصداً لذلك او بدله بحرف آخر مكانه او زاد فيه حرفاً مما لم يشتمل عليه المصحف الذي وقع الاجماع عليه و اجمع على انه ليس من القرآن عامداً لكل هذا انه كافر۔

ترجمہ: بے شک اہل اسلام کا اجماع ہے..... کہ جس نے قرآن کا کوئی حرف عمداً گھٹایا یا اس کے عوض دوسرا بڑھایا یا کوئی ایسا حرف زائد کیا جو مصحف شریف کا نہیں اور عمداً ایسے کیا تو وہ شخص بالاتفاق کافر ہے۔

(الغناء ج ۱ صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وفي المحيط سئل الامام الفضلي ممن يقرأ الظاء المعجمة او يقرأ اصحاب الجنة مكان اصحاب النار او على العكس فقال لا تجوز امامة ولو تعدد يكفر۔

ترجمہ: اور محیط میں ہے کہ امام فضلی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جو ضاد کی جگہ ظاء یا اصحاب جنت کی جگہ اصحاب النار پڑھے۔ فرمایا اس شخص کی امامت جائز نہیں اور اگر قصد ایسا کرے تو کافر ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۶۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جامع الفصولین میں ہے۔

يقرأ الظاء الضاد و يقرأ كيف شاء اصحاب الجنة مكان اصحاب النار لم تجز امامته ولو تعدد يكفر۔

ترجمہ: جو آدمی ضاد کی جگہ ظاء پڑھے اور اصحاب الجہنم کی جگہ اصحاب النار پڑھے۔ اس کی امامت جائز نہیں اور اگر قصد ایسا کرے تو کافر ہے۔

(جامع الفصولین کلمات کفریہ ص ۳۱۶)

مدیہ المصلیٰ میں ہے۔

اما اذا قرأ مكان الدال ظاء او مكان الضاد ظاء او على القلب تفسد الصلوة وعليه اكثر الانعمة۔

ترجمہ: بہر حال جب ذال کی ظاء یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اسی پر اکثر ائمہ کا مسلک ہے۔
(مدیہ المصلیٰ ص ۱۱۸)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولو قال ولا الضالین بالظاء بطلت صلاته ارجع الوجهین الا ان يعجز عن الضاد بعد التعلم فيعذرہ۔

ترجمہ: جو دلائلین کو ظاء کے ساتھ پڑھے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی زیادہ راجع کی وجہ پر، مگر اس صورت میں کہ تعلیم کے باوجود ضاد کو صحیح ادا کرنے سے عاجز ہے تو پھر معذور سمجھا جائے گا۔

(الاذکار المختارہ من کلام سید الابراہ ص ۳۶ مطبوعہ بیروت)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ولو قرء والعديت ظحاً بالظاء تفسد صلاته۔

ترجمہ: اور اگر کوئی والعديت ضحاً کی بجائے ظحاً ظاء سے پڑھا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۴۱)، (کبیری ص ۳۳۹)

نیز اسی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وكذا لو قرء غير المغلوب بالظاء او بالذال تفسد صلاته۔

ترجمہ: اور اسی طرح اگر غیر المغلوب ظاء یا ذال سے پڑھے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

(فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۴۲)، (کبیری ص ۳۳۹)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

قال القاضي الامام ابو الحسن والقاضي الامام ابو عاصم ان تعمد فسدت۔

ترجمہ: قاضی امام ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی امام ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر عمداً ضاد کو ظاء پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۷۹)، (فتاویٰ عالمگیری مترجم امیر علی دیوبندی ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)، (فتاویٰ بزاز ج ۱ ص ۳۲)

مولوی قطب الدین اپنی تفسیر میں تحت آیت وما هو علی الغیب بضنین میں لکھتے ہیں۔

کہ حرمین شریفین غیر ہما اکثر ممالک میں تو سب (ضاد کو) دال منجم کی طرح پڑھتے ہیں اور دہلی وغیرہ یا اکثر ہند کے ممالک میں بھی پہلے اسی طرح پڑھتے تھے مگر اب ان ایام میں بعض دنیا سازوں نے ظاء کے طور پڑھنے کا فتویٰ دیا جو کہ سراسر غلط ہے ایک مجلس میں بھی اس کی تحقیق کے لئے متفق ہوئی اکثر وکل قراء کی رائے بطور سابق کے ضاد پڑھنے پر غالب رہی۔

(جامع التفسیر ص ۳۶۱)

یہ وہی مولوی ہیں جنہوں نے مظاہر حق لکھی ہے اس پر دیوبندیوں کو اعتماد ہے کیونکہ مولوی محمد اسحاق کے شاگرد ہیں ان سے یہ پتہ چلا کہ اکابر دیوبند بھی ظاء نہیں پڑھتے تھے۔

بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

سوال: خدمت میں علماء دین کی عرض ہے کہ ایک شخص کوہ لنڈھورہ پر ٹگینہ ضلع محبور کار ہٹا دالا آیا ہے کہتا ہے کہ ضاد بخرج ظاء پڑھو ورنہ نماز باطل ہو جائے گی جواب ہر ایک امر کا اپنی مہر سے مذہب فرما کر ارسال کریں کہ اس شخص کو جواب دیا جائے۔

جواب: جناب من جیسے بے کی جائے اور وال کی جگہ ذال اور جا کے بدلے خا اور سین کے عوض سین اور عین کے مقام غین اور لام کے مقام میم نہ کوئی پڑھتا ہے اور نہ کوئی جائز سمجھتا ہے اور ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک ہر کوئی اسی کو سمجھتا ہے ایسے ہی ضاد کو چھوڑ کر ظاء پڑھنا بھی خلاف عقل و نقل ہے یہ بات عقل و نقل کی رو سے منجملہ تحریف ہے جس کی برائی خود کلام اللہ میں موجود ہے پھر معلوم نہیں آج کل کے عالم کس وجہ سے ایسی نامعقول بات کہہ دیتے ہیں اور اہل اسلام کیوں ایسی بات تسلیم کر لیتے ہیں مگر شاید عوام فتوؤں کی مہروں کو دیکھ کر پھل جاتے ہیں اور یہ کون جانے کہ کتابوں کا سمجھنا اور فتوؤں کا لکھنا ہر کسی کو نہیں آتا۔

(تصفیۃ العقائد ص ۴۲-۴۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

سوال ضاد کو کس طرح پڑھنا چاہیے اور اکثر فقہاء کا قول کیا ہے اور اکثر کتب دینیات میں اس ذکر میں کیا لکھتے ہیں؟

جواب:..... فی الجزریۃ والضاد من حافظہ اذا لی الا سند اس من اسیر ولیناھا۔ جب مخرج معلوم ہو گیا تو ضاد کے ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کے مخرج سے نکالا جاوے اب اس نکالنے سے بوجہ عدم مہارت خواہ کچھ ہی ٹکے عفو ہے اور اگر قصد ادا یا ظاء پڑھے وہ جائز نہیں جیسا بعض نے دال پڑھنے کی عادت کر لی ہے اور بعض نے فقہاء کے کلام میں یہ دیکھ کر کہ ضاد مشابہ ظاء ہے ظاء پڑھنا شروع کر دیا حالانکہ مشابہت کی حقیقت صرف مشارکت فی بعض الصفات ہے اور مشارکت فی بعض الصفات سے اتحاد ذات لازم نہیں آتا رہا قاضی خان کی اس جزئی سے لو قرأ الضالین لا تفسد صلوۃ ظاء پڑھنے کی اجازت سمجھ لینا اس کو دوسری جزئیات قاضی خان کی رد کرتی ہے۔

وہی هذا ولو قرأ والعادیات ظبحاً بالظاء تفسد صلوۃ اہ و کذا لو قرأ غیر المفضوب علیہم بالظاء اور بالذال تفسد صلوۃ و امثال ذلك من الفروع المتعددة۔ واللہ اعلم۔

(فتاویٰ امدادیہ ج ۱ ص ۱۲۷ رتبہ الاول باب تجوید ص ۱۳۲)

رشید احمد کنکوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

یہ قول قاری صاحب کا درست ہے کہ جو شخص باوجود قدرت کے ضاد کو ضاد کے مخرج سے ادا نہ کرے وہ گنہگار بھی ہے اور اگر دوسرا لفظ بدل جانے سے معنی بدل گئے تو نماز بھی نہ ہوگی اور اگر باوجود کوشش سعی ضاد اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا تو معذور ہے اس کی نماز ہو جاتی ہے اور جو شخص خود صحیح پڑھنے پر قادر ہے ایسے معذور کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے مگر جو شخص قصد ادا یا ظاء پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی فقط۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۷)

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

اصل حرف ضاد ہے اس کو اصل مخرج سے ادا کرنا واجب ہے۔ اگر نہ ہو سکے تو بحالت معذوری دال پر کی صورت سے بھی نماز ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم بندہ رشید احمد کنکوی الجواب صحیح عزیر الرحمن۔ خلیل احمد عنایت اللہ، محمود، اشرف علی، غلام رسول۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۱)

عوام جو مخرج اور صفات سے واقف نہیں بوجہ ناواقفیت کے حرف ضاد کے بجاء ظاء پڑھے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں یہ الگ مسئلہ ہے مگر جان بوجھ کر باوجود قادر بالفعل ہونے کے ایسا کرے تو جمہور فقہاء کے نزدیک ان کی نماز ساسد ہو جائے گی۔ ہمارے زمانہ میں اکثر

دیوبندی خصوصاً تحفیری قصداً ضاد کے بجائے ظام پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ جھگڑتے اور فساد پھیلاتے ہیں۔ ان تحفیری دیوبندیوں کو اپنے مستند عالم مفتی زرولی خان کے اس قول پر عمل کرنا چاہیے۔ مفتی زرولی خان دیوبندی سی ڈی کیسٹ آپ کے مسائل اور ان کا حل میں کہتے ہیں۔

اے قاریوں (جو نماز میں ظاد پڑھتے ہیں) دوسروں کی نمازیں خراب نہ کرو (یعنی اپنی نماز تو ہے ہی خراب مگر دوسری کی نمازیں تو خراب نہ کرو) عرب ظاد کو جانتے تک نہیں۔ اس کے بعد محیط برہانی والی عبارت بیان فرمائی ہے اور ظاد کو بالکل غلط ثابت کیا ہے۔ (M-p-3 سی ڈی آپ کے مسائل اور ان کا حل حصہ المبارک کے موقع پر سوال و جواب کی صورت میں شائع کردہ شاپ نمبر ۸ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی) ہم بھی ان ضاد کے بجائے ظاد پڑھنے والوں کو یہی کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں فساد نہ پھیلاؤ اور مسلمانوں کی نمازیں خراب نہ کرو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پھر تم کیوں وضوء، ضرورت، فضل الرحمن، ضیاء الدین، حضور وغیرہ الفاظ کہتے ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عجمی لفظ ہیں اور قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

انا انزلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون۔

ترجمہ: بے شک ہم نے اسے عربی قرآن اتارا تا کہ تم سمجھو۔

یہ عجمی الفاظ ہیں اور اردو زبان میں اس کو ظاء پڑھا جاتا ہے جب کہ قرآن عربی میں نازل ہوا ہے لہذا اس کو عجمی طریقہ اور تلفظ کے ساتھ نہیں بلکہ عربی تلفظ اور عربی مخارج کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

سید اللہ خان قاسمی

اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔

امام جب مسجد کے اندر ہو یعنی محراب کے قریب ہو تو اس وقت حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حضور ﷺ کی سنت مبارک، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت مبارک، تابعین کی سنت مبارک اور تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک مستحب ہیں۔ اور اقامت کے شروع میں کھڑے ہونا فقہاء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک بالاتفاق مکروہ ہیں۔ ترتیب وارد لائل حاضر ہیں۔

اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارک ہے

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبد الرزاق عن ابن التیمی عن الصلت عن علقمة عن أمه عن أم حبیبة ان رسول الله ﷺ کان فی بیتها فسمع المؤذن فقال کما یقول فلما قال حی علی الصلوة نهض رسول الله ﷺ الی الصلوة۔
ترجمہ: ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجرہ مبارک میں تشریف فرما تھے اور مؤذن کے کلمات کا جواب اسی طرح دیا۔ جب مؤذن نے حی علی الصلوة کہا تو آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۲۸۱ رقم الحدیث ۱۸۵۱ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا اسحاق بن ابراهیم الدہری عن عبد الرزاق عن ابن التیمی عن الصلت یعنی ابن دینار عن علقمة عن أمه عن أم حبیبة ان رسول الله ﷺ کان فی بیتها فسمع المؤذن فقال کما یقول فلما قال حی علی الصلوة نهض رسول الله ﷺ الی الصلوة۔

ترجمہ: ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجرہ مبارک میں تشریف فرما تھے اور مؤذن کے کلمات کا جواب اسی طرح دیا۔ جب مؤذن نے حی علی الصلوة کہا تو آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

(المجموع الطبرانی ج ۲۳ ص ۲۳۲ رقم الحدیث ۲۸۵ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق)، (کنز العمال ج ۸ ص ۳۶۲ رقم الحدیث ۲۳۲۷ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (فتح الرحمن فی اثبات مذہب العثمان ج ۲ ص ۶۳ مطبوعہ بک لینڈ اردو بازار لاہور)

امام احمد بن عمرو بن عبدالحق عسکری بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا محمد بن المثنی قال اخبرنا الحجاج بن فروخ عن العوام بن حوشب عن عبد الله بن ابي اوفی قال کان بلال اذا قال قد قامت الصلوة نهض رسول الله ﷺ بالتکبیر۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ "قد قامت الصلوة" کہتے تھے تو رسول اللہ ﷺ تکبیر کے ساتھ کھڑے ہوتے۔

(المحرر الزخار، المعروف بسمه المزار ج ۸ ص ۲۹۸ رقم الحدیث ۲۳۷۱ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ)، (الکامل فی شفاء الرجال ج ۲ ص ۶۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۳۵ رقم الحدیث ۲۲۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دیوبند مسلک کے مفتی اعظم محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں۔

۶..... عن عبد الله ابن ابي اوفى قال اذا قال بلال اذا قامت الصلوة نهض رسول الله ﷺ (ذكره في مجمع الزوائد عن مسند عبد الرزاق)۔
ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی نے فرمایا کہ حضرت بلال جب قد قامت الصلوة کہتے تھے تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تھے۔

(جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۱۳ مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی)

نیز محمد شفیع دیوبندی اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

”چھٹی حدیث سے ایک خاص صورت یہ بھی معلوم ہوئی کہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نماز سے پہلے ہی مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے تو آپ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوة پر پہنچتا تھا اس سے ظاہر یہ ہے کہ عام صحابہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ اسی وقت کھڑے ہوتے ہوں گے۔

(جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی)

ظفر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں۔

عن عبد الله بن ابي اوفى قال اذا قال بلال قد قامت الصلوة نهض رسول الله ﷺ بالتكبير (أى متلبساً به ۱۲ منہ) رواه البزار وفيه الحجاج بن فروخ وهو ضعيف (مجمع الزوائد) قلت ذكره ابن حبان في الثقات كما في اللسان (۱۷۹:۲) فهو حسن الحديث۔

ترجمہ: نعیم احمد دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں ”عبد اللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ جب بلال ﷺ قد قامت الصلوة کہتے تھے تو رسول اللہ ﷺ تکبیر کے ساتھ کھڑے ہو جاتے (یعنی مصلیٰ پر کھڑے ہو کر تکبیر کہتے)۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں حجاج بن فروخ ہے جو ضعیف ہے (مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے پس حدیث حسن ہے۔

(اعلام السنن ج ۴ ص ۲۱۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)، (احیاء السنن ترجمہ علامہ السنن ج ۱ ص ۲۳۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت انس رضی

اللہ عنہ کا عمل مبارک

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

وروينا عن انس بن مالك انه اذا قيل قد قامت الصلوة وثب فقام وعن الحسين بن علي بن ابي طالب رضي الله عنهما انه كان يفعل ذلك وهو قول عطاء والحسن۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ جب قد قامت الصلوة کہا جاتا تو وہ جلدی سے کھڑے ہو جاتے اور

حضرت ام حسین بن علی رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے اور یہی عطاء اور حسن بصری کا قول ہے۔

(السنن الکبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا عثمان بن ابي شيبة قال حدثنا ابن المبارك عن ابي يعلى قال رايت انس بن مالك اذا قيل قد قامت الصلوة قام فوثب۔

ترجمہ: حضرت ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے انس بن مالک ؓ کو دیکھا کہ جب قد قامت الصلوة کہا گیا تو جلدی سے کھڑے ہو گئے۔

(التمہید ابن عبد البر ج ۳ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اکمال المعلم بغوائد مسلم شرح مسلم قاضی عیاض ج ۲ ص ۵۵۷ مطبوعہ دار الوفاء بیروت)

تابعین رحمہم اللہ کا فرمان مبارک

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ لکھتے ہیں۔

عبد الرزاق عن ابن جريج قال قلت لعطاء انه يقال اذا قال المؤذن قد قامت الصلوة فليقم الناس حينئذ؟ قال نعم۔

ترجمہ: ابن جریج فرماتے ہیں میں نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ مؤذن قد قامت الصلوة کہے تو لوگ اس وقت کھڑے ہو جائیں؟ تو فرمایا ہاں۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۵۰۵ رقم الحدیث ۱۹۳۶ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابن عليه عن خالد عن ابي معشر عن ابراهيم قال: كان اذا قال المؤذن حي على الصلوة قام فاذا قال قد قامت الصلوة كبر۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مؤذن (اقامت میں) حی علی الصلوة کہتا تو آپ اٹھ کھڑے ہوتے اور مؤذن جب قد قامت الصلوة کہتا تو تکبیر کہتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۲ رقم الحدیث ۳۰۹۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا، عبد الله، حدثنا، عبد الحميد، حدثنا، الخضر، حدثنا ابو بكر قال حدثنا سفيان بن عيينة عن ابن عجلان عن ابي عبيد قال سمعته يقول سمعت عمر بن عبد العزيز بحاضرة يقول حين يقول المؤذن قد قامت الصلوة قوموا قد قامت الصلوة۔

ترجمہ: ابو عبید سے ابن عجلان بیان کرتے ہیں کہ ابو عبید نے کہا میں نے عمر بن عبد العزیز کو مقام حناصرہ میں یہ فرماتے سنا ہے کہ جب مؤذن قد قامت الصلوة کہے تو اس وقت کھڑے ہوا کرو۔

(التمہید ج ۳ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ کا فرمان مبارک

حضرت امام اعظم ؒ کا یہی قول ہے کہ جب امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں موجود ہو اور مؤذن حی علی الفلاح کہے تو سب لوگ صف میں کھڑے ہو جائیں۔ اور اسی پر تمام فقہاء احناف کا فتویٰ ہے۔ چند حوالا جات ملاحظہ فرمائیں:

امام ابو یوسف یعوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ لکھتے ہیں۔

عن ابیه عن ابی حنیفۃ عن طلحۃ عن ابراہیم النخعی انه قال اذا قال المؤذن حی علی الفلاح قام القوم فی الصف۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو قوم صف میں کھڑی ہو۔
(کتاب الآثار امام ابو یوسف ص ۱۹ مطبوعہ المعارف العثمانیہ قاہرہ)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں۔

محمد قال اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدّثنا طلحۃ بن مصرف عن ابراہیم قال اذا قال المؤذن ”حی علی الفلاح“ فانه ينبغي للقوم ان يقوموا فيصفوا فاذا قال المؤذن ”قد قامت الصلوة“ کبر الامام قال محمد رحمة الله تعالى عليه و به نأخذ و هو قول أبی حنیفۃ رحمة الله تعالى عليه۔

(کتاب الآثار امام محمد ص ۲۱ برقم ۶۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ابوالفتح محمد مغیر الدین دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

ظلمہ سے روایت ہے کہ ابراہیم نے کہا کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو لوگوں کو لائق ہے کہ اٹھ کھڑے ہوں اور صفیں باندھیں اور جب مؤذن قد قامت الصلوة کہے تو اس وقت امام تکبیر تحریرہ کہے امام محمد نے کہا کہ اس کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا۔

(کتاب الآثار مترجم ص ۳۵-۳۶ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

استاد الفقیہ الشیخ ابوالوفا غسانی اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

قلت و الحدیث أخرجه الامام ابو يوسف في آثار ص (۸) و في كتاب الاصل للامام محمد قلت فمتى يجب على القوم ان يقوموا في الصف قال اذا كان الامام معهم في المسجد فاني احب لهم ان يقوموا في الصف اذا قال المؤذن حي علی الفلاح فاذا قال قد قامت الصلوة کبر الامام و کبر القوم معه۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث جس کو امام ابو یوسف نے آثار ص (۱۹) میں اور امام محمد نے کتاب الاصل میں روایت کی میں نے کہا قوم پر صف میں کھڑا ہونا کب واجب ہے؟ فرمایا جب امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں ان کے لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ صف میں حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں اور جب مؤذن قد قامت الصلوة کہے تو امام اور قوم تکبیر کہیں۔

(حاشیہ کتاب الآثار ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ المعارف الشرعیہ محنت بازار حیدر آباد دکن ہند)

یہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

قلت فمتى يجب على القوم ان يقوموا في الصف؟ قال اذا كان الامام معهم في المسجد فاني احب لهم ان يقوموا في الصف اذا قال المؤذن حي علی الفلاح۔

ترجمہ: میں نے کہا قوم پر صف میں کھڑا ہونا کب واجب ہے؟ فرمایا جب امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں ان کے لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ صف میں حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں۔

(کتاب الاصل المعروف بالسوط ج ۱ ص ۱۸ مطبوعہ ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

یہی امام محمد رحمہ اللہ اپنی تیسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

قال محمد ينبغي للقوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح ان يقوموا الى الصلوة فيصفوا ويسووا الصفوف و يحاذوا بين المناكب۔

(مؤطا امام محمد ص ۸۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دیوبندیوں کے استاد حدیث محمد حسن صدیقی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لوگوں کے لئے یہی مناسب ہے کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو کھڑے ہوں اور اپنی صفیں سیدھی کریں اور اپنے کندھوں کو کندھوں سے ملائیں۔

(مؤطا امام محمد مترجم ص ۷۲ مطبوعہ مکتبہ حسان کراچی)

علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی متوفی ۷۶۱ھ لکھتے ہیں۔

قال محمد رحمه الله في "الاصل" اذا كان الامام مع القوم في المسجد فانه يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة۔

ترجمہ: فرمایا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل میں کہ امام جب مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو کھڑے ہوں امام اور قوم حی علی الفلاح کے وقت۔ ہمارے تینوں علماء کے نزدیک۔

(فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۱ ص ۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۷۵۸ھ لکھتے ہیں۔

(والقیام) امام و مؤتم (حين قيل حي على الفلاح)

(الدر المختار ج ۲ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

احسن ناوتوی دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جب کہ تکبیر میں حی علی الفلاح کہا جائے۔

(غایۃ الاوطار ج ۱ ص ۲۳۲ مطبوعہ مکتبۃ سعید کینی کراچی)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین الثانی متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قوله حين قيل حي على الفلاح كذا في الكنز و نور الايضاح و الاصلاح و الظهيرية و البدائع و غيرها و الذي في الدرر في متنا و شرحا عند الحيعله الاولى يعني حين يقال حي على الصلوة و عزاه الشيخ اسماعيل في شرحه الى عيون المذاهب و الفيض و الوقايه و النقايه و الحاوي و المختار اه قلت و اعتمده في متن الملتقى و حكى الاول بقيل لكن نقل ابن الكمال تصحيح الاول و نص عبارته قال في الذخيره يقوم الامام و القوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة۔

ترجمہ: امام اور مقتدیوں کا حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا اس کو کنز، نور الايضاح، اصلاح، ظہیریہ اور بدائع وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے اور درر کی متن اور شرح میں ہے کہ حی علی الصلوة پر قیام کریں۔ شیخ اسماعیل نے اپنی شرح عیون المذاهب اور فیض اور وقایہ اور نقایہ اور حاوی اور مختار میں نقل کیا میں کہ ملتقی کے متن میں اسی کو بیان کیا گیا ہے اور ابن کمال نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا اور ذخیرہ میں کہا گیا ہے کہ امام اور مقتدی حضرات جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں۔ علمائے ثلاثہ (یعنی امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ) کے نزدیک۔

(فتاویٰ ثنائی ج ۲ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ما نظام الدين متوفى ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں۔

ان كان المؤذن غير الامام وكان القوم مع الامام في المسجد فانه يقوم الامام و القوم اذا قال حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة و هو الصحيح۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۶۳-۶۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

سید امیر علی دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

اگر مؤذن امام کے سوا کوئی اور ہو اور نمازی مع امام کے مسجد کے اندر ہوں تو مؤذن جس وقت اقامت میں حی علی الفلاح کہے اس وقت ہمارے تینوں علماء کے نزدیک امام اور مقتدی کھڑے ہو جائیں۔ یہی صحیح ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری مترجم ج ۱ ص ۸۹ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حضور ﷺ کی سنت مبارک، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی سنت مبارک اور تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک مستحب ہیں۔ اس لئے اس کے بعد کسی حنفی کو اس مسئلہ میں اختلاف کرنے کا حق نہیں۔ فقیہ اعظم مفتی امجد علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

”یہ مسئلہ حاضرہ ایسا ہے کہ خود امام اعظم اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال اس کے متعلق موجود ہیں۔ ائمہ ثلاثہ بالاتفاق فرما رہے ہیں کہ امام و مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مکرم حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح کہے۔ شروع سے کھڑے ہو جائنا نہ ہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کا قول۔ پس حنفی کو چون و چرا کی اصلاً گنجائش نہیں۔“ (فتاویٰ امجدیہ ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا مکروہ ہے

اب رہا اقامت کے شروع میں کھڑے ہونے کا مسئلہ تو اس کو بھی تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام رحمہم اللہ بھی اس کو مکروہ کہتے ہیں۔ چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عبدالرزاق عن التیمی، عن ابی عامر، عن معاوية ابن قرة قالوا: كانوا يكرهون ان ينهض الرجل الى الصلوة حين ياخذ المؤذن في اقامته۔

ترجمہ: حضرت معاویہ بن قرہ (تابعی) رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ (صحابہ و تابعین) اس کو مکروہ جانتے تھے کہ نماز میں مؤذن کے اقامت شروع کرتے ہی اٹھ کھڑا ہو۔

(معنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۸۱-۳۸۲ رقم الحدیث ۱۸۵۰ مطبوعہ کتب الاسلامی بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عطية قال كنا جلوسا عند ابن عمر فلما اخذ المؤذن في الاقامة قمنا فقال ابن عمر اجلسوا فاذا قال قد قامت الصلوة فقوموا۔

ترجمہ: عطیہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اقامت کہنا شروع کر دی تو ہم کھڑے ہو گئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ جب وہ قد قامت الصلوٰۃ کہے تو کھڑے ہونا۔

(معنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۰۶ رقم الحدیث ۱۹۳۰ مطبوعہ کتب الاسلامی بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی ج ۲ ص ۳۹۱ رقم الحدیث ۱۷۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان مبارک

عن الحسن انه كره ان يقوم الامام حتى يقول المؤذن قد قامت الصلوة۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ آپ مکروہ سمجھتے تھے کہ امام مؤذن کے قد قامت الصلوة کہنے سے پہلے کھڑا ہو۔
(معنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۳ رقم الحدیث ۳۰۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں۔

و كان عمر رضی اللہ عنہ يقول لا تقوموا للصلوة حتى يقول المؤذن قد قامت الصلوة۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مؤذن جب تک قد قامت الصلوة نہ کہے نماز کے لئے کھڑے نہ ہوا کرو۔
(کشف القمہ امام شعرانی ص ۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

كره هشام يعني ابن عروة ان يقوم حتى يقول المؤذن قد قامت الصلوة۔

ترجمہ: حضرت ہشام ابن عروہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے مکروہ جانا کہ کوئی شخص کھڑا ہو یہاں تک کہ مؤذن قد قامت الصلوة کہے۔
(عمدة القاری ج ۵ ص ۱۵۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام شمس الدین بخاری متوفی ۹۶۲ھ لکھتے ہیں۔

و في الكلام ايما الى انه لو دخل المسجد احد عند الاقامة يقعد لكرامة القيام و الانتظار كما في المضمرة۔

ترجمہ: اور اس کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی شخص تکبیر کے دوران مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اس لئے کہ کھڑا رہنا اور انتظار کرنا مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات میں ہے۔

(جامع الرموز ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ مچ ایم سعید کمپنی کراچی)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین الشافعی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں۔

و يكره له الانتظار قائما و لكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن حي على الفلاح۔

ترجمہ: آدمی کے لئے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حي على الفلاح پر پہنچے تو کھڑا ہو جائے۔
(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ملائقہ الدین متوفی ۱۱۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائما و لكن يقعد ثم يقوم اذ بلغ المؤذن قوله حي على الفلاح كذا في المضمرة۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مولوی امیر علی دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

جب کوئی شخص اقامت کے وقت (مسجد میں) داخل ہو جائے تو اس کے لئے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے اور نب مؤذن حي على الفلاح تک پہنچے تو پھر کھڑا ہو جائے۔

(فتاویٰ عالمگیری مترجم ج ۱ ص ۸۹ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

علامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں۔

و اذا اخذ الملوذن في الاقامة و دخل رجل المسجد فانه يقعد و لا ينتظر قائما فانه مكروه كما في المصمرات قهستانی و يفهم منه كراهة القيام ابتداء الاقامة و الناس عنه غافلون۔

ترجمہ: جب مؤذن اقامت شروع کرے اور کوئی شخص مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ اس سے اقامت کے شروع ہی سے کھڑے ہونے کا مکروہ ہونا ثابت ہوا حالانکہ لوگ اس (مسئلے) سے غافل ہیں۔

(طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۳۲۵ مطبوعہ مکتبہ انصاریہ کابل افغانستان)

ان دلائل سے اظہر من الشمس کی طرح واضح ہوا کہ اقامت کے شروع میں کھڑے ہونا مکروہ ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین کرام رحمہم اللہ کسی چیز سے منع کرے اور فقہاء احناف رحمہم اللہ بھی اس منع کرے اور اس کو مطلق مکروہ کہے تو اس مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے۔

اس مسئلہ کی پوری تحقیق و تفصیل فقیر کی تصنیف ”اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم“ مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ فقیر کی زندگی کی پہلی تصنیف ہے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

سعید اللہ خان قاسمی